کتابِ زندگی

قرآن حکیم کی سائنسی تفسیر

سُورَۃُ الفَاتِحہ سُورَۃُ البَقَرۃ
سُورَۃ آلِ عِمرَان

اٹامک سائنٹسٹ انجینئر

سُلطان بشیر محمود سِتارۂ اِمتیاز

(سابقہ) ڈائریکٹر جنرل پاکستان اٹامک انرجی کمیشن

Marfat.com

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول اور خاتم النبیین ہیں

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم
خاتم النبیین ورحمت العالمین

کتابِ زندگی

(قرآن حکیم کی سائنسی تفسیر)

سورۃ الفاتحہ*سورۃ البقرۃ*سورۃ آلِ عمران

A GUIDE TO THE PROBLEMS OF THE SELF AND THE CONTEMPORARY WORLD,WITH EXPLANATORY SCIENTIFIC DETAILS

(ترجمہ: جملہ علماء اکرام، ترتیب وتفسیر مصنف ہذا)

ایٹمی سائنسدان وانجینئر
سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)
سابق ڈائریکٹر جنرل (NP) پاکستان اٹامک انرجی کمیشن

DATA ENTERED

Marfat.com

کتاب	کتاب زندگی (قرآن حکیم کی سائنسی تفسیر) سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران		
مصنف	سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)		
پبلشر	القرآن حکیم ریسرچ فاؤنڈیشن، اسلام آباد		
کمپیوٹر کمپوزر	ملک وقار حسین ۔ میڈم شبانہ شاکر ۔ حافظ محمد ندیم فاروقی		
پہلا ایڈیشن	مئی 2003	تعداد	1000
دوسرا ایڈیشن	اگست 2004	تعداد	2000
تیسرا ایڈیشن (Revised)	اگست 2006	تعداد	2000
چوتھا ایڈیشن (Revised)	جون 2007	تعداد	1000
پانچواں ایڈیشن (Revised)	جولائی 2008	تعداد	2000
چھٹا ایڈیشن (Revised)	اکتوبر 2009	تعداد	1000
ساتواں ایڈیشن (Revised)	مئی 2010	تعداد	1000
پرنٹر:	ایم آر پرنٹرز اسلام آباد فون: 051-2879399		
قیمت	(پاکستان میں) 500 روپے		
بیرونی ممالک	یو ایس ڈالر ($15) علاوہ ڈاک خرچ		
ایڈریس	60-C، ناظم الدین روڈ، F-8/4، اسلام آباد		
	Tel: 2264102-2252938		
ای میل ایڈریس	sbmahmood1213@yahoo.com, sbm@darulhikmat.com		
ویب سائٹ	www.darulhikmat.com		
معاون	القرآن حکیم ریسرچ فاؤنڈیشن، اسلام آباد، اینڈ سرفراز حسین صدیقی ۔ رحمان سرفراز اینڈ کو ۔ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کراچی		

ہر قسم کے جملہ حقوق بحق مصنف سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز) محفوظ ہیں۔

کسی ادارہ یا فرد/افراد کو مصنف کی تحریری اجازت کے بغیر کتاب یا اس کے کسی حصہ کو کسی بھی طرح چھاپنے، کاپی کرنے یا محفوظ کرنے کی اجازت نہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی، سرورِ کائنات، اشرف الانبیاء، رحمت العالمین، شفیع المذنبین، صاحبِ قرآن

محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام

آپ ﷺ پر کروڑوں، اربوں درود و سلام

25-6-2011

Marfat.com

کتاب زندگی کا دوسرا ایڈیشن

کتاب زندگی کے پہلے ایڈیشن کی جو پزیرائی ہوئی ہے اس کا ثبوت قارئین کے وہ تاثرات ہیں جو انہوں نے اپنے خطوط میں اظہار فرمائے اور بقیہ قرآن کریم کی سائینٹیفک تفسیر کیلئے بھی سفارش کی ہے۔ یہ میرے لئے بڑی حوصلہ افزا بات ہے۔ ان کے علاوہ بعض دوستوں نے بہت سی غلطیوں کی نشاندہی بھی کی ہے جو بار بار کی اصلاح کے باوجود پہلے ایڈیشن میں رہ گئی تھیں اور جنہیں دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اب بھی ایسا نہیں ہوگا۔ یہ اعجاز صرف اور صرف قرآن کریم کا ہے کہ سرور کائنات خاتم النبین حضرت محمد مصطفی ﷺ نے حضرت جرائیل علیہ السلام سے سن کر اپنے پیارے ہونٹوں سے جو کچھ وحی الٰہی کے کاتبوں کو لکھوا دیا وہی حرف آخر تھا۔ کوئی بھی کتاب لکھنے سے پہلے مصنف پہلے خیالات جمع کرتا ہے پھر اس کا پہلا مسودہ تیار کرتا ہے، پھر اس سے دوسرا تصیح شدہ مسودہ تیار کرتا ہے، پھر اس کی پروف ریڈنگ کرواتا ہے کہ کوئی غلطی نہ رہ جائے اور یوں اصلاح کے کئی مرحلوں سے گزر کر کتاب کو مکمل کیا جاتا ہے۔ اتنی احتیاط کے باوجود بھی کتاب کی چھپائی کے بعد مصنفین سر پکڑ کر رہ جاتے ہیں کہ کیسی کیسی غلطیاں باقی رہ گئیں۔ ان کے مقابل حضرت محمد مصطفی ﷺ نہ کسی کالج اور سکول کے پڑھے لکھے تھے، نہ قلم دوات کا استعمال جانتے تھے اور نہ ہی ان کے پاس سکون سے بیٹھ کر لکھنے کا کوئی وقت تھا۔ وہ تو ایک مسلسل جدوجہد تھے جسے ناکام کرنے کی دشمن سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔ یوں محسن انسانیت ﷺ کا کوئی ایک دن رات بھی پر سکون نہیں تھا۔ ایسے ہی 23 سال گزر گئے۔ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا کبھی کوئی آیت کبھی کوئی آیت اور خاتم النبین ﷺ اسے وحی کی ہدایت کے مطابق کاتبوں سے لکھواتے رہے۔ جو کہہ دیا وہی فائنل تھا نہ کسی پروف ریڈنگ اور نہ ہی کسی تصیح کی کبھی ضرورت پڑی۔ غلطیوں سے پاک حرف آخر۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا؟ دنیا بھر میں کوئی بھی مصنف اپنی کتاب کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ یہ ہر طرح کی غلطی سے پاک ہے اور اسکے تمام مضامین بھی ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ لیکن قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ وہ ہانگ دہل نہ صرف یہ کہتا ہے یہ کہ اس میں کوئی کجی نہیں بلکہ اس کے تمام مضامین بھی بے مثل ہیں۔

ذلك الكتاب لا ريب فيه

قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کے اس ثبوت کا ادراک صحیح معنوں میں کوئی لکھاری ہی کر سکتا ہے۔ بہر حال ''کتاب زندگی'' کا دوسرا ایڈیشن حاضر خدمت ہے قارئین سے درخواست ہے کہ پہلے کی طرح اب بھی غلطیاں پکڑنے میں میری رہنمائی کریں اور تفسیر کا یہ سلسلہ آگے بڑھے۔ میں ان تمام بھائی بہنوں کی فلاح کیلئے رب العزت سے دعا گو ہوں جنہوں نے اپنے اپنے طریقہ سے اس کام کو منظر عام پر لانے میں میری مدد فرمائی ہے۔ بالخصوص میں راولپنڈی سے برگیڈیئر (ر) خادم حسین صاحب، میجر (ر) محبوب حسین صاحب جوہر آباد سے، محترم محمد ارشد صاحب سرگودھا سے، محمد منیر جوندہ صاحب اور سرگودھا ہی سے ڈاکٹر اشفاق احمد حفیظ صاحب اور آخر میں انجمن فروغ اسلام راولپنڈی کے محترم مظہر اون صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن کے مدد سے ''کتاب زندگی'' کا دوسرا تصیح شدہ ایڈیشن آپ کے ہاتھ میں ہے۔ دعاؤں کا طالب۔

بشیر الدین محمود

اگست 2004

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم

قرآن مجید، اللہ کریم کا کلام، اسکے بندوں کے لئے مکمل ضابطہءحیات ہے جواس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ پر وحی کے ذریعے نازل فرمایا اور خاتم المرسلین کو رحمۃ للعالمین کا منصب عطا فرما کے آپؐ کے قول و فعل کو اسوۂ حسنہ قرار دیا۔ انبیاء کے سردارؐ نے خود اس ضابطہءحیات کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور صحابہ کرام کی ایسی مکمل تربیت فرمائی کہ وہ ان احکامات الٰہیہ پر عمل پیرا ہو کر اخلاقِ حسنہ کی روشن مثال بن گئے اور صدیوں پر محیط حسن عمل کے نقوش ثبت فرما گئے۔

قرآن کریم کی معجزانہ شان، اسکی آیات مقدسہ کی معنوی گہرائی اور ان کے بیان کا سرمدی ترنم اپنے اندر ایسی تاثیر رکھتے ہیں جسے شفاء اللناس فرمایا گیا، آج اکیسویں صدی عیسوی کی بیمار انسانیت کی اسی شفاء، اِسی ہدایت اور اسی رحمت کی طلب ہے اور ہم مسلمانوں کے لئے تو اس چشمہ فیض کی طرف رجوع اشد ضروری ہے۔

سلطان بشیر محمود کے اس قرآنی مطالعہ میں ایک سائنس دان کا ذہن اور ایک مسلمان کا دل کارفرما ہے، کارخانہ قدرت کے حیرت انگیز مناظر کا جائزہ وہ وحی الٰہی کی دُوربین سے لیتے ہیں اور قرآنی حقائق کی صداقت کا بار بار اقرار کر کے ورطہ حیرت میں گم ہو جاتے ہیں سورۃ البقرہ کی دوسو چھیاسی آیات کے اس مطالعے سے فاضل مولف نے پانچ سو نکتے، اسباق، اصول، احکام، ضابطے اور دعائیں اخذ کی ہیں سچ ہے ”اگر سارا سمندر سیاہی ہوتا اور سارے درخت قلم بن جاتے تو بھی اللہ کریم کے کلمات احاطہ تحریر میں نہ سما سکتے“۔

”کلام اللہ سچائی ہے اور سائنس سچائی کی طرف سفر ہے“ یہ کلیہ اس تفسیری کاوش کا ماحصل ہے۔ قارئین جیسے جیسے ان قرآنی آیات پر غور کرتے جائیں گے فکر و نظر کی نئی راہیں ان پر کھلتی جائیں گی۔

دعا ہے اللہ کریم اس کوشش کو قبول فرمائے فاضل مولف کے علمی و عملی کاموں میں برکت عطا فرمائے اور قارئین کو اس حکمت کے ذخیرے میں سے خیرِ کثیر عطا فرمائے۔ آمین

محمد لطف اللہ مفتی

سابق سیکرٹری وزارت مذہبی واقلیتی امور

حکومت پاکستان، اسلام آباد

Marfat.com

کتابِ زندگی

(چوتھا ایڈیشن)

الحمدللہ کتابِ زندگی کا چوتھا ایڈیشن آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس تفسیر کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ بہت سے قارئین اپنے خطوط کے ذریعے نہ صرف حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں بلکہ ہماری غلطیوں کی اصلاح بھی کرتے رہتے ہیں۔ تیسرے ایڈیشن میں پروف ریڈنگ کی کافی غلطیاں دور ہوگئی تھیں لیکن انسانی کام بہرحال انسانی ہی ہوتا ہے۔ اس لئے کئی ایک کمزوریاں باقی رہ گئی تھیں۔ جن کی اس ایڈیشن میں محترم دوست انجینئر طارق مسعود ریٹائرڈ جنرل منیجر واپڈا اور جناب محمد اسلم نے اصلاح کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے آپ سب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ہمیں صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھے بلکہ ہم کمزوروں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قرب کے حضور لے جائے اور خاتم النبیین اشرف الانبیاء ہمارے سردار رہبر و رہنما رحمت اللعالمین ﷺ اپنی رحمت کی چادر میں ہمیں پناہ دیں۔

یا اللہ ہم تیرے عاجز بندے ہیں آپ نے حکم دیا ہے "وربک فکبر" سورۃ مدثر (اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو) ہمیں جیسے کرنا چاہیے تھا تیرا حق ادا نہ کر سکے اپنی ڈیوٹی پوری نہ کر سکے۔ اے غفور الرحیم اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ میں معاف فرما اور جیسے بھی ہیں ہم سے کوئی اپنے کام لے لے۔ آمین یارب العالمین۔

سلطان بشیر محمود، مئی 2007ء

(پانچواں ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کتابِ زندگی مسلسل مقبولیت حاصل کر رہی ہے اور جلد ہی پانچویں ایڈیشن کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ اس ایڈیشن میں انگریزی حصہ میں کئی ایک غلطیوں کی اصلاح کر دی گئی ہے اس کے لئے محترم انجینئر طارق مسعود صاحب اور محمد اسلم خان صاحب کا بہت شکر گزار ہوں۔ اس وقت میں خود کتابِ زندگی کی اگلی جلد جو سورۃ آلِ عمران پر بھی مشتمل ہوگی پہ کام کر رہا ہوں میری کوشش ہے کہ اسی سال 2008 میں مکمل ہو جائے۔ قارئین کرام سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

ماتوفیقی الاباللّٰہ

سلطان بشیر محمود، جولائی 2008

(چھٹا اور ساتواں ایڈیشن)

الحمدللہ! کتابِ زندگی مسلسل مقبول عام ہو رہی ہے۔ قارئین کے اصرار کے پیشِ نظر چھٹا ایڈیشن سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران پر مشتمل ہے۔ ساتویں ایڈیشن کیلئے میں جناب سرفراز حسین صدیقی (چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ) کراچی کے مالی تعاون کے لئے شکر گزار ہوں۔ آپ کی یہ خواہش ہے کہ اس تفسیر کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں چھپوا کر پاکستان کے کالجوں اور دینی مدارس کی لائبریریوں میں پہنچایا جائے۔ خصوصاً وہ طلباء جو عالم دین بن کر اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں انہیں یہ تفسیر تحفتاً ملنی چاہیے تاکہ انہیں بھی معلوم ہو کہ جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن مجید کی ابتداء ہے۔

سلطان بشیر محمود، مئی 2010

Marfat.com

”آپ فرما دیں کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کیلئے سیاہی بن جائے تو یقیناً سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔“ (سورہ کہف آیت 109-110)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تمہید	14
	قرآن کریم کی چند خصوصیات اور آداب	17
	تلاوت کے آداب	18
	مشعلِ راہ	21
1	اللہ۔ رب تعالیٰ کی ذات پاک	22
2	الرحمٰن الرحیم	23
	سورۃ الفاتحہ	25
3	تعارف سورۃ الفاتحہ	27
4	سورۃ الفاتحہ کے مضامین	29
5	تفسیر سورۃ الفاتحہ	31
6	شانِ ربوبیت کا پہلا اظہار	32
7	ہماری شناخت..... مالک یوم الدین	33
8	کائنات میں ہمارے سفر کے چار ادوار	34
9	کائنات میں ہماری حیثیت	35
10	زندگی کا صحیح رخ، الصراط المستقیم	35
11	صراط المستقیم...... انعام یافتہ بندوں کا راستہ	36
12	گمراہی کے راستہ سے بچ کر نکل جانا	37
	سورۃ البقرہ	39
	تعارف	40
	تفسیر سورۃ البقرہ	41
13	ا۔ل۔م حروف مقطعات	41
14	تعارف قرآن کریم	42
15	متقین کی خصوصیات	43
16	قیام صلوٰۃ	44
17	اللہ کی راہ میں رزق خرچ کرنا	45
18	خاتم النبیین کی اتباع اور دین کی وحدت	45
19	متقی کی چھ خصوصیات	46
20	اختیاری کفر اور مہر شدہ دل	47
21	گروہ منافقین	49
22	دلوں کی بیماری، ایک سائنسی حقیقت	50
23	فساد اور منافقین	50
24	فساد کی جڑ	52
25	ماحول کی حفاظت	52
26	منافقین کا مذہب	53
27	قانون عمرانیات	53
28	نقصان دہ تجارت	54
29	منافق اور اسلام	56
30	ایک اہم سائنسی نکتہ	56
31	صحیح طرز عمل	58
32	عظیم سائنسی حقائق	58
33	آسمانی چھت	58
34	آسمان سے پانی	59
35	بارش اور پھلوں کا تعلق	60
36	عبادت کیا ہے؟	60
37	چیلنج	62

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
38	پتھر کی آگ	63
39	ایمان اور عمل کا جوڑا	63
40	جنت کے پھل	63
41	جنت کے خاندان	64
42	چھوٹی بڑی تخلیقات کی اہمیت	66
43	مقصد کی وحدت	66
44	مومن اور کافر کی سائیکی	67
45	الستُ بربکم (سورۃ اعراف آیت مبارکہ 172 والا عہد)	68
46	زمان و مکان میں ہمارا سفر	69
47	معلوم سے نامعلوم	70
48	سائنس کا مقصد	70
49	سات آسمان اور کائنات	71
50	اللہ کا حکم اور علم	72
51	حقیقت انساں، مقصود کائنات	74
52	فرشتوں کی حیرانی کا سبب	74
53	علم انسان کی اساس ہے	76
54	سائنسی دریافتیں اور کشفی علوم	76
55	نسل آدم کی حاضری	77
56	آدم کامیاب ہوئے	78
57	سجدہ کا اعزاز	78
58	ازلی دشمن سے واسطہ	79
59	آدم علیہ السلام کا پہلا گھر اور جنت کا کھو جانا	80
60	وارننگ۔۔۔۔خبردار	80
61	توبہ کے الفاظ اور معانی	81
62	عیسائیوں کا باطل نظریہ	82
63	دنیا کی طرف سفر	82
64	اللہ کی ہدایت۔۔۔۔نہ خوف نہ غم	83
65	حضرت آدم کے ظہور کے مختلف ادوار	84
66	بنی اسرائیل کی تاریخ مثال (Case History)	86
67	نعمت کا شکرانہ	87
68	بندے کا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ	87

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
69	ختم الرسل پر ایمان	88
70	حق پر باطل کی ملمع سازی	89
71	حقیقی دین کا پیغام	90
72	خود را فضیحت	91
73	نسخہ کیمیاء	91
74	خاشعین	92
75	عالمی فضیلت اور ذمہ داری	93
76	یوم حساب اور بیچارگی	93
77	شفاعت	94
78	بنی اسرائیل کا عروج و زوال	95
79	سمندر کا پار کرنا	95
80	فرعون کی غرقابی	96
81	سمندر میں راستہ کیسے بنا؟	96
82	فراعنہ کا ظلم	96
83	غلامی کے اثرات اور باقیات	97
84	سچی توبہ کا طریقہ	99
85	التواب الرحیم	100
86	اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ	101
87	بنی اسرائیل پر مہربانیاں، من سلویٰ اور بادلوں کا سایہ	101
88	شدید شور کے ماحول پر خطرناک نتائج	102
89	اظہار باری تعالیٰ	102
90	نہ ظلم کرو، نہ کیے جاؤ	103
91	کامیابی اور خوشی کے موقع پر طرز عمل	104
92	آسمانی عذاب اور اخلاقی پستی	104
93	گنہگاروں پر خوشحالی ڈھیل کی علامت ہے	105
94	کوشش دعا کے لئے حیلہ ہے	106
95	فساد سے اجتناب اور احترام الارض	107
96	ناشکری اور طمع کی سزا	107
97	فلاح پر کسی مذہب کی اجارہ داری نہیں	108
98	کیا دیگر مذاہب کے لوگ جنت میں جائیں گے	109
99	غم فکر اور ایمان کی پہچان	109
100	پکا وعدہ	111

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
101	انہیں اللہ تعالیٰ کیلئے فرصت نہیں	111
102	شکلوں کا مسخ ہو جانا	111
103	دین میں حجت بازی	113
104	مبلغین اور علماء کے لئے مثال	114
105	قتل ناحق	114
106	قتل بولتا ہے	115
107	سائنس کی ترقی اور مردوں کا زندہ ہونا	115
108	دلوں کی سختی	116
109	قلب کیا ہے؟	116
110	ہر ایٹم قلب رکھتا ہے	117
111	منافقین ناقابلِ اصلاح ہیں	119
112	اللہ کے بندوں سے ڈرنا اور اللہ سے بے باکی	119
113	اُمّی (Gentiles)	120
114	جنت کے ٹھیکیدار	121
115	فیصلہ کن بات	122
116	دوزخ کی سزا	122
117	جن کی قسمت میں دوزخ ہو جاتی ہے	122
118	انسان کے بنیادی انسانی حقوق و فرائض	123
119	خوش اخلاقی، بنیادی انسانی حقوق و فرائض میں سے ایک فرض	124
120	صلوٰۃ، زکوٰۃ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا جوڑا	124
121	دائمی اصولوں کے توڑنے کی سزا	125
122	حق ملکیت اور تحفظ ملکیت	127
123	ظلم و زیادتی کے باوجود قومی حمیت کی پاسداری	127
124	آج کل کے قبضہ گروپ	128
125	نامکمل دین، منزل محال	128
126	دنیاوی زندگی کی ذلت و رسوائی کا علاج	129
127	نفسانی دین	131
128	خودساختہ مقدس لوگ	131
129	یہود کی طرف سے آخری نبی کا انتظار اور ان کی آمد کے بعد کا انکار	132

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
130	تعصب اور حق کی مخالفت	134
131	پکا وعدہ اور پہاڑوں کی گواہی	136
132	منافق زندگی کیلئے سب سے زیادہ حریص ہیں	136
133	لمبی عمر اور سائنس	137
134	اللہ کے فرشتوں سے دشمنی	138
135	تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے	138
136	قلب پر وحی الٰہی کا نزول (الہام اور القاء)	139
137	ماہیت قلب	140
138	وحی کی کفیت	141
139	شان وحی	141
140	بدعہدوں کا معاشرہ فاسق معاشرہ ہوتا ہے	142
141	جادو کی حقیقت اور جادوگر کا انجام	145
142	جادو کیوں اور کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟	145
143	جادو کے الفاظ اور ان کے اثرات	146
144	جادو سے بچنے کا طریقہ	146
145	حضور ﷺ پر جادو، ایک غلط فہمی کا ازالہ	147
146	مسئلہ تقدیر	148
147	مواقع تقدیر	149
148	آداب محفل سرور کائنات ﷺ	150
149	کفار سے خیر کی توقع نہیں	151
150	خوب سے خوب تر کائنات	152
151	نسخ توریت اور انجیل	153
152	نسخ آیات کے متعلق روایات محض بہتان تراشی	154
153	نسخ قرآن حکیم، ایک بہت بڑی غلط فہمی	154
154	نسخ نہیں بلکہ یہ قبولیت کے معیار ہیں	155
155	اللہ، پوری کائنات کا سچا بہی خواہ	155
156	اللہ کا ولی	155
157	اللہ کی دوستی	156
158	کامیابی کا بہترین اصول	157
159	یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کے خلاف مومنوں کا طرز عمل	158

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
160	درگزر اور معافی	158
161	دین میں پختگی	159
162	نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی	159
163	یہود و نصاریٰ کی خوش فہمیاں	160
164	نجات کا راستہ	160
165	ایک دوسرے پر الزام تراشی	161
166	مساجد میں لڑائی جھگڑے اور ان کی ویرانی سے ممانعت	163
167	دنیا میں رسوائی	164
168	مشرق و مغرب سب اللہ کے لئے ہیں	164
169	ایک سائنسی نکتہ	164
170	چاند پر ذات باری تعالیٰ کے لئے نماز	165
171	سب سے بڑا جھوٹ	166
172	آسمانوں اور زمین کی ایجاد، ایک سائنسی نکتہ	167
173	کن فیکون، تخلیقی امر کا اصول	167
174	عظیم ترسبب (Super Dimension)	168
175	ہادی اعظم	170
176	یہود و نصاریٰ کی سیاست	170
177	بنی اسرائیل کی فضیلت	171
178	اللہ کی نعمتوں کا شکرانہ	172
179	حق شفاعت	172
180	حضور پاک ﷺ کے امتیوں کی فضیلت	172
181	امتحان، شرف بزرگی کی شرط	174
182	روحانی سلسلے	175
183	تعمیر کعبہ	175
184	حرمت اور امن کا گھر	175
185	مقام ابراہیم اور دیگر مقامات کی فضیلت	176
186	مساجد کا انتظام	176
187	دنیا میں خوش حالی	176
188	وقت محنت اور وقت دعا	178
189	عظیم الشان رسول ﷺ کے لئے دعا	178
190	سرور کائنات ﷺ کا مشن	179
191	دین ابراہیمی	180
192	موت آئے مگر مسلمانی میں	181

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
193	ذمہ داری اپنی ہی ہے	182
194	بنیادی گناہ کا نظریہ غلط ہے	182
195	انسانی حقوق اور انصاف	183
196	مذہبی رواداری کا اعلیٰ ترین نمونہ	185
197	اللہ تعالیٰ کا رنگ سب سے بہتر رنگ	185
198	یہود و نصاریٰ کے گمراہ کن نظریات	187
199	بنیادی قانون انصاف	188
200	گواہی کو چھپانا جرم ہے	188
201	تبدیلی قبلہ	190
202	آزمائش کی گھڑی	191
203	بشارت رسالت	191
204	امت وسطیٰ	192
205	یک سو یک سمت	192
206	کعبہ کا نور	192
207	اسلام کے خلاف بغض	194
208	باطل کی خاطر حق سے بے اعتنائی	194
209	دین کی اصل ۔۔۔۔ نیکی میں سبقت	195
210	مسلم معاشرہ کی خصوصیت	195
211	مسجد حرام، قبلہ انسانیت	197
212	معاشرتی اور شہری منصوبہ بندی (Town Planning) کے لئے اصول	197
213	نعمتوں کا حصول	198
214	غربت کا علاج	198
215	تکمیل انسانیت اور مقصد رسالت	199
216	تذکیہ نفس	200
217	کتاب و حکمت کی تعلیم	200
218	باطنی علوم کی تعلیم	201
219	اللہ تعالیٰ کا ذکر	201
220	ذکر الٰہی کا بے مثال انعام	202
221	حاصل ذکر	202
222	شکر کی اہمیت	202
223	نصرت الٰہی طلب کرتے رہو	203
224	صلوٰۃ اور صبر کا نسخہ	204
225	کیا دعا رائیگاں جاتی ہے؟	204
226	اسلام کا فلسفہ حیات	206

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
227	شہید زندہ ہے	206
228	دکھی دل کی ڈھارس	207
229	صابرین پر اللہ کا درود وسلام	207
230	صفا اور مروہ پر جدوجہد کی شاندار مثال	208
231	صبر کا پھل	209
232	عورت کا مقام	209
233	قدردان رب	210
234	لعنتی لوگ	211
235	سب سے بڑی سچائی، سب سے بڑی سائنس	213
236	کیا یہ سب خود ہی ہو گیا؟	213
237	زمین پر آسمان سے پانی	214
238	مردہ زمین میں زندگی	215
239	زمین پر جانداروں کی آبادی	215
240	ہواؤں کا چلنا	216
241	فلسفہ محبت	218
242	بے سود محبت	218
243	اللہ تعالیٰ سے ہمسری	219
244	باطل کے پرستاروں کا انجام	220
245	فلسفہ حلال وحرام	222
246	شیطان حرام کی تعلیم دیتا ہے	222
247	رسم ورواج کی برائی	223
248	اعمال کی بازگشت	223
249	عبادت کی قبولیت کیلئے ضروری شرط	224
250	خصوصی حرام	226
251	حرام اشیاء اور سائنس	226
252	مجبوری اور حرام	228
253	سئور سے بڑے حرام	228
254	صحیح اسلام کے بنیادی اصول	230
255	اصل نیکیاں	231
256	مال کے خرچ کے حقدار	231
257	اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنے اور زکوٰۃ میں فرق	232
258	وعدہ وفائی	233
259	مصائب میں صبر	233
260	ناحق قتل، گھناؤنا ترین جرم ہے	235
261	قانون قصاص	235
262	قاتل اور مقتول بھی بھائی بھائی ہیں	237
263	قصاص میں حیات	238
264	والدین اور اقربا کیلئے وصیت	239
265	یتیم پوتے اور پوتی کا ترکہ	240
266	وصیت میں بے انصافی کی مذمت	241
267	روزہ ایک محکم عبادت	242
268	روزہ بیماریوں کا علاج	242
269	روزہ میں رعایت اور فدیہ کا مسئلہ	243
270	قرآن حکیم کی سالگرہ	244
271	روزوں کی قضا کے بارے حکم	245
272	دین میں آسانی	245
273	رب تعالیٰ قریب ترین ہے	246
274	قبول دعا	247
275	مستجاب الدعوات	248
276	متکبر اور دعا	248
277	غیر مسلم کی دعا اور سائنسی تجربات	248
278	رمضان المبارک دعاؤں کا خصوصی مہینہ	249
279	رمضان شریف کی راتوں کو میاں بیوی کے تعلقات	251
280	کوشش اور تقدیر کا مسئلہ	251
281	تم ان کے لباس وہ تمہارے لباس	252
282	وقت سحر اور سحری	252
283	اعتکاف	252
284	تقویٰ کے مقامات	253
285	ناحق مال کھانے کی مذمت	253
286	رشوت اور اختیارات کا ناجائز استعمال	254
287	چاند بحیثیت ایک عالمی پیمانہ وقت	255
288	جہاد برائے امن	257
289	جہاد کے اصول	258
290	جہاد کی حقیقت	259
291	فتنہ قتل سے بدتر ہے	259

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
292	فتنہ کے خلاف جہاد فرض ہے	260
293	مسجد حرام میں خون ریزی کی ممانعت	261
294	حرمت والے مہینے اور جنگ	262
295	ہر حرمت کا قصاص ہے	262
296	اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ	262
297	ہر کام بہت اچھی طرح کرو	263
298	حج جہاد کی شکل	264
299	حج اور عمرہ کا حکم	265
300	حج میں کچھ احتیاطیں	266
301	زادراہ کی شرط	266
302	حج کے تجارتی اور سیاسی فوائد	266
303	حج کی تجارتی اہمیت	267
304	مناسک حج	267
305	ذکر الٰہی کی اہمیت	269
306	صرف دنیا کی دعا کرنا	270
307	دنیا و آخرت کی دعا	270
308	سریع الحساب	270
309	حج کے بعد مقام منیٰ میں قیام اور ذکر الٰہی	272
310	ذکر کی روح	272
311	دوست دشمن کی پہچان	273
312	شیطانی پروگرام	274
313	ماحول اور زمین دشمنی ایک معجزانہ پیشگوئی	274
314	مردان حق	276
315	اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ	276
316	دو غلے لوگوں کا انجام	277
317	بنی اسرائیل کی تاریخی مثال (Case History)	277
318	دنیا و آخرت میں کامیابی	278
319	اللہ کی نعمتوں کی ناقدردانی کی سزا	278
320	دین کا مقصد۔ امت واحدہ	279
321	خدائی قانون	280
322	امت واحدہ کی طرف پیش قدمی	280
323	دین کے راستہ میں آزمائشیں	281
324	اسلام سے پہلے والی امتوں کی آزمائشیں	282
325	مسلمان اور آزمائش	282
326	اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے	282
327	اللہ تعالیٰ کی مدد	282
328	اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کے حق دار	284
329	جہاد آسان نہیں مگر۔۔۔۔	284
330	اعلان جہاد اور فرضیت	285
331	جہاد کے لئے نصرت اور عوامی فوج	285
332	کیا اچھا اور کیا برا؟	286
333	حرام کے مہینوں میں جہاد	286
334	ماہ حرام میں جنگ و جدل کی ممانعت	287
335	ماہ حرام کے آفاقی حکم	288
336	فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے	288
337	کفار اپنی اسلام دشمنی سے کبھی باز نہیں آئیں گے	289
338	مرتد کی سزا	289
339	حقیقی کامیاب لوگ	290
340	اسلامی معاشرہ کی خصوصیات	290
341	خمر اور میسر گناہ کے کام ہیں	291
342	شراب یعنی خمر کیا ہے؟	292
343	میسر یعنی جواء کیا ہے؟	292
344	کیا خرچ کیا جائے؟	292
345	ضرورت اور العفو	293
346	یتامیٰ کے حقوق اور ان کی نگہداشت	293
247	یتیم کے مال کی حفاظت	294
348	عورتوں کے حقوق	294
349	شادی کے لئے اولین ترجیح	295
350	مشرک اہل کتاب سے شادی	295
351	حیض ایک ناگوار حالت ہے.... سائنسی وجوہ	297
352	دوران ماہواری بیویوں سے تعلق	297
353	حیض کے بعد پاک ہونا	298

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
354	اللہ تعالیٰ پاک صاف لوگوں کو پسند کرتا ہے	298
355	میاں بیوی کے تعلقات کی مثال	299
356	اولاد کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری	299
357	انسانی کردار کی کمزوری	300
358	اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم کھانا	301
359	غلط قسم کھانے کا کفارہ	302
360	عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم	302
361	ناپسندیدہ ترین شرعی اجازت	303
362	دلوں کی کمائی پر پکڑ	303
363	طلاق کے بعد صلح	303
364	دوران عدت حمل کا اظہار	304
365	عورت کے حقوق۔ (Women Rights)	304
366	بچے کی پیدائش پر ایک سائنسی نکتہ	305
367	طلاق دو ہی بار ہے	307
368	طلاق کے بعد رجوع	308
369	خلع اور طلاق میں خوش اسلوبی کا حکم	308
370	دائمی علیحدگی کے اسلوب	310
371	رجوع میں نیک نیتی	310
372	قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی نعمت	310
373	مطلقہ عورت خود مختار ہے	311
374	طلاق کا صحیح طریقہ	311
375	دودھ پیتے بچوں کے حقوق (Rights of the Infant)	312
376	نومولود بچے کی پرورش	313
377	مائیں اپنا دودھ پلائیں	313
378	ماں کا عزت واحترام	314
379	دودھ پلانے میں باہمی رضامندی	314
380	طلاق کے بعد خوش اسلوبی کی اہمیت	314
381	بیوہ عورتوں کے حقوق (Rights of Widows)	315
382	بیوہ اور حکمت عدت	315
383	بیوہ عورت کی آزادی اور فرائض	316
384	وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں	316
385	بیوہ کا نکاح	317
386	بیوہ کو نکاح کا پیغام	317
387	خفیہ منگنی یا خفیہ نکاح کی ممانعت	318
388	حق مہر کی فرضیت	319
389	طلاق کی صورت میں حق مہر کی ادائیگی	319
390	آپس میں لطف واحسان کا حکم	320
391	جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے	320
392	حق مہر کا تعین معجّل یا غیر معجّل	320
393	ہر حال میں صلوٰۃ کی پابندی	321
394	صلوٰۃ کیا ہے؟	321
395	صلوٰۃ وسطیٰ کونسی ہے؟	322
396	صلوٰۃ کی حفاظت اور اسلامی نظام حیات	322
397	مشکل میں نماز اور رعایت	322
398	بیوہ عورتوں کے حق میں وصیت	323
399	مطلقہ عورتوں کے لئے نان ونفقہ کا حکم	324
400	مہذب اور سمجھدار معاشرہ کا قیام	324
401	قوموں کی حیات وممات	325
402	دوبارہ حیات کا سائنسی پہلو	325
403	قوموں کی حیات جہاد میں ہے	326
404	اللہ تعالیٰ کے لئے قرض حسنہ	327
405	سب سے زیادہ نفع بخش تجارت اور اللہ تعالیٰ کی برکت	327
406	ایک شیرازہ بکھری قوم کا حشر	330
407	اسلامی ریاست کے خدوخال	330
408	امیر کا انتخاب	331
409	حکمران کے چناؤ کی شرائط	331
410	مبارک حکمران کی نشانی	331
411	اللہ کے انبیاء اور اولیاء اکرام کے تبرکات	331
412	مظلوم کے حقوق کی جنگ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت	332

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
413	فرشتوں کی مدد	332	441	دلائل کی قوت	350
414	فوج میں ڈسپلن کی اہمیت	334	442	حیات بعد الموت	351
415	دشمن کا سامنا اور توکل علی اللہ	335	443	سچی جستجو کو مطمئن کیا جاتا ہے	352
416	ظلم کے خاتمہ کا اصول	335	444	دوبارہ زندگی اور کلوننگ (Cloning)	352
417	آیات الٰہی، روشنی کا مینار	336	445	خوراک کا محفوظ رہنا	353
	(Beacon Lights)		446	زوال کے بعد کمال	353
418	اللہ تعالیٰ کے رسول۔خصوصی انسان	336	447	دل کے اطمینان کی خاطر سوال کی ممانعت نہیں	354
419	بعض کی بعض پر فضیلت	337	448	مرنے سے تعلق ختم نہیں ہوتے (ایٹمی یاداشت)	355
420	مقاصد رسالت	338	449	اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں	357
421	اللہ تعالیٰ کے پاس امانت	338		کے لئے برکات وانعامات	
422	اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ	339	450	سخی آدمی کی مثال	357
423	آیت الکرسی۔اللہ تعالیٰ کا تعارف	339	451	فی سبیل اللہ کیا ہے؟	357
424	آیت الکرسی کی تشریح	340	452	قابل قبول صدقات اور خصوصی انعام	358
425	اللہ لا الہ الا ھو	341	453	عزت نفس	358
426	الحی القیوم	341	454	احسان کا صدقہ	358
427	لا تاخذہ سنۃ ولا نوم	342	455	دکھاوے کا صدقہ	359
428	لہ ما فی السموات ومافی	342			
	الارض		456	باطل سخی کی مثال	359
429	من ذالذی یشفع عندہ الا	342	457	ماہرین زراعت اور ایک سائنسی نکتہ	359
	باذنہ		458	ایمان اور یقین کی ترقی	360
430	یعلم ما بین ایدیھم و ما	443	459	ایک زرعی نکتہ	361
	خلفھم		460	حاصل زندگی	363
431	و لا یحیطون بشئی من	443			
	علمہ الا بما شاء		461	اچھی اشیاء کا صدقہ	363
432	وسع کرسیہ السموت	344	462	شیطان محتاجی سے ڈراتا ہے	363
	والارض		463	دو طرح کے مال	364
433	کرسی، عرش اور لامحدودیت	344	364	گھٹیا مال کی قربانی یا صدقہ	364
434	و لا یودہ حفظھما	345	465	حکمت خیر کثیر	364
435	وھو العلی العظیم	345	466	نذر کی اہمیت	366
436	بنیادی انسانی حق، مذہبی آزادی	346	467	اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنے والا بے یار	366
437	مضبوط ترین سہارا	347		ومددگار	
438	اللہ ولی اور اللہ کے ولی	347	468	صدقات وزکوٰۃ کا ظاہر کرنا یا نہ ظاہر کرنا	366
439	اللہ تعالیٰ کا نور	344	469	خفیہ طریقہ سے خرچ کرنے کا خصوصی فائدہ	367
440	طاغوتی طاقتوں کی مثال۔ایمان	349			
	اور کفر کا موازنہ		470	راہ ہدایت میں مجبوری نہیں	368

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
471	اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل کرنے کا ذریعہ	368
472	راہ حق میں خرچ۔ پس انداز	368
473	صدقات وامداد کے خصوصی حق دار	369
474	پیشہ ور گداگر کا مسئلہ	370
475	قابل تعریف بندے	370
476	ربوٰی اور سود کی مذمت	371
477	سود تجارت نہیں	372
478	سود پر لیت ولعل کرنے والے	372
479	اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے۔ سود کو مٹاتا ہے	373
480	ہماری غربت کی وجہ اور اس کا علاج	373
481	خوف وغم سے آزادی کا انعام	375
482	سود خور مؤمن نہیں ہوسکتا	375
483	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ	376
484	موجودہ بینکاری نظام	376
485	اسلامی بینکاری نظام.... بینک بحیثیت امین	376
486	مقروض سے رعایت کا حکم	377
487	اعمال کا حساب	377
488	ظلم کا علاج	377
489	اقتصادی دستاویز کا حکم۔ آداب لین دین	380
490	ڈاکومنٹڈ اکانومی (Documented Economy) کاروبار میں حساب کتاب	381
491	لکھنے والے کی قدر ومنزلت	381
492	عورتوں کی گواہی	382
493	گواہوں کے حقوق وفرائض	382
494	گروی اور رہن	383
495	گواہی کو چھپانا سخت گناہ ہے	383
496	محمد رسول اللہ۔ حق کا اولین گواہ۔ پہلا مؤمن	385
497	دین کا خلاصہ	386
498	استطاعت اور اعمال	386
499	عالمی قانون انصاف	387
500	جامع دعا	388
000	**سورۃ آل عمران**	
501	الٓمٓ	393
502	اللہ متحیر کردینے والی ذات پاک	394
503	کتاب اللہ	395
504	موجودہ تورات اور انجیل	395
505	الفرقان	396
506	اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کی سزا	396
507	کفر کیا ہے؟	397
508	اللہ کا علم	397
509	انسانی تخلیق	398
510	اعجاز قرآن محکمات اور متشابہات آیات	400
511	راسخون بالعلم	401
512	اولی الا لباب اور راسخون فی العلم کی دعا	401
513	کافروں کا حشر	402
514	دوزخ کا ایندھن	403
515	کافروں کی تاریخ	403
516	قرآن کا اعجاز	404
517	اللہ تعالیٰ کی مدد	405
518	کفار کی سائیکی	406
519	اسفل السافلین	406
520	جنت کی نعمتیں	408
521	جنتی معاشرت	408
522	جنتی ازواج	409
523	رضوان اللہ	409
524	جنت کے حقدار	409
525	سحری کی ملاقات	410
526	اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اور اہل علم	410
527	سریع الحساب	411
528	مبلغین کے لئے ہدایت	413
529	یہود ونصاریٰ کی مخالفت	414
530	اعمال کی بربادی	414
531	ذاتی بڑائی۔ بہت بری نادانی	415

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
532	ماسوائے اللہ تعالیٰ کسی سے نہ ڈرو	416
533	حکومت وقار اور عزت	416
534	اہلیت اور قانون قدرت	417
535	رات دن، زندگی موت کا چکر	417
536	مسلمانوں کی مسکینی کی وجہ	418
537	کفار سے دوستی	418
538	خارجہ تعلقات کی پالیسی	419
539	اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے	420
540	قلب اور صدور	421
541	اعمال کی آخرت میں حاضری	421
542	اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کا معیار	422
543	حسن انتخاب	423
544	ابن آدم کی عالمین میں فضیلت	424
545	حضرت مریمؑ کی پیدائش اور ایک نئے عہد کا آغاز	425
546	نہیں لڑکا مانند لڑکی کے	426
547	اولاد کی نذر	426
548	اللہ تعالیٰ کی ولیہ کا مقام	426
549	دعا کرو	428
550	حضرت یحییٰ علیہ السلام اور کلمۃ اللہ	429
551	حضرت مریم علیہا السلام کے اعزازات	430
552	اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صفات	430
553	قرعہ اندازی	431
554	حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ کلمۃ اللہ۔ بشارت اور خواص	432
555	حضرت عیسیٰ کے مراتب	434
556	معجزات اور ممکنات	434
557	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صراط مستقیم	435
558	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن	436
559	حواری کون تھے؟	436
560	حضرت مسیح کی حفاظت	438
561	حضرت عیسیٰ کا زندہ اٹھایا جانا	438
562	اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟	439
563	پیشگوئی۔ حضرت مسیح کے پیروکاروں کی کامیابی	439
564	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال	441
565	نارمل پیدائش کا طریقہ یہ ہے	441
566	وفد نجد اور مباہلہ کا چیلنج	442
567	مباہلہ کی اہمیت	443
568	بقائے باہمی کا اصول	444
569	انسانی آزادی کا اعلان	445
570	حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ نبیوں کے باپ	445
571	اہل کتاب کی اسلام دشمنی	446
572	اہل کتاب کی ہٹ دھرمی	448
573	مفاد پرستی حق و باطل کا ملغوبہ	448
574	منافق نومسلموں کی چال	449
575	یہود کا کریکٹر	451
576	یہودی، مسلمان، یہود	451
577	اللہ کے عہد کو توڑنے اور مومنوں کے استحصال کی سزا	452
578	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنا	453
579	نصاریٰ کو تنبیہ	455
580	بشر پرستی منع ہے	455
581	میثاق انبیاء	456
582	عالم ارواح کی دنیا	457
583	ایمان میں سبقت	460
584	اسلام سے دوری	460
585	اسلام سے روگردانی	461
586	توبہ اور اصلاح	462
587	تاحیات مرتد	462
588	مرتد کی سزا	462
	﴿پارہ ۴......لن تنالوا﴾	463
589	بھلائی اور نیکی کیسے ملے گی؟	463
590	باعث برکت	464
591	حرام اور حلال کی مصنوعی تقسیم	465
592	پہلا گھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے	467
593	مکہ کی برکت اور رحمت	467

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
594	روشن نشانی	468
595	حج کی فرضیت	469
596	اہل کتاب کا خصوصی معاملہ	469
597	یہود و نصاریٰ سے بچو	471
598	اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو	471
599	اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے	472
600	امت واحدہ	472
601	دعوت حق اور فلاح معاشرہ کا نظام	474
602	فرقہ بازی سے احتراز	475
603	امر بالمعروف اور اتحاد	475
604	روشن چہرے۔ کالے چہرے	476
605	انسان اپنے اوپر خود ظلم کرتا ہے	476
606	اصلاحی گروپ	477
607	بہترین امت	479
608	استطاعت اور اقتدار	479
609	اہل کتاب کے لئے حکم	480
610	اہل کتاب میں مومنین	480
611	اہل کتاب اسلام کے خلاف کامیاب نہیں ہوں گے	480
612	ایک نہایت اہم سوال	481
613	قابل تعریف اہل کتاب	482
614	کافر کی آگ	483
615	کافر کا ظلم اور حشر	484
616	کفار سے انفرادی اور قومی سطح پر تعلقات	485
617	کفار سے انتظامی معاہدے	486
618	کفار کے مضموم ارادوں سے حفاظت	487
619	صبر اور تقویٰ کا انعام	489
620	اللہ تعالیٰ کی مدد کی شرائط	490
621	غزوہ احد	490
622	فرشتوں کی امداد	491
623	فرشتے کیا ہیں؟	492
624	منافقین، کفار کا انجام	492
625	معاشی جہاد	493
626	سود کی ممانعت	495
627	سود خور کی سزا	495
628	سزا سے بچنے کا طریقہ	496
629	جنت/ دوزخ کہاں ہے؟	496
630	جنتی لوگوں کے فضائل	498
631	تاریخی سبق	499
632	تاریخ سے سبق حاصل کرو	500
633	جہاں گردی ایک عبادت	500
634	کامیابی کا وعدہ اور مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی	501
635	ہار جیت اور ایمان کا امتحان	502
636	اللہ تعالیٰ کا علم اور آزمائش	503
637	وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ اور جنت کے حق دار	503
638	جنت کی تمنا	504
639	قربانی کے جھوٹے وعدے	504
640	شخصیت پرستی نہیں۔ اہم ترین کام مشن ہے	506
641	موت برحق ہے، وقت مقرر ہے	507
642	کیا موت کی تقدیر کو بدلا جاسکتا ہے؟	508
643	دنیا اور آخرت کا ثواب	508
644	کامیابی کا نسخہ	509
645	اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار مثال	509
646	عظیم لوگوں کی عظیم دعا	510
647	کامیابی کا وعدہ	510
648	کامیابی کیوں ناکامی میں بدل جاتی ہے؟	513
649	غم پر غم	514
650	تکلیف میں راحت، سکینہ کا نزول	514
651	آزمائش اور تاریخی سبق	515
652	شیطان کا بہکاوہ اور عام معافی	516
653	آئی موت ٹل نہیں سکتی	517
654	بے مثال لیڈر اور لیڈر شپ	518
655	لیڈر کی چند اہم خصوصیات	519
656	توکل	520
657	مشورہ کرنے کا حکم	520

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
658	مشورہ کا طریقہ	521	691	با مقصد تخلیق	546
659	اللہ تعالیٰ کی مدد	522	692	اولو الالباب کون ہیں؟	547
660	خیانت۔ کامیابی کے لئے زہر	523	693	راہ راست والے	547
661	خیانت کیا ہے؟	524	694	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شرم	548
662	خیانت کی سزا	524	695	دعا کی قبولیت	549
663	رضائے الٰہی	524	696	مرد اور عورت کی برابر حیثیت	550
664	اللہ تعالیٰ عزوجل کے ہاں درجات	525	697	اعلیٰ ترین اعمال	551
665	مقام رسالت	526	698	کفر کا کروفر عارضی ہے	551
666	مصائب کی وجہ	528	699	اسلام سب کے لئے خوشخبری	552
667	مصیبت اور آزمائش	528	700	ایمان کی شرائط	553
668	آئی موت کوئی ٹال نہیں سکتا	529	701	کامیابی کی شرط	554
669	شہید زندہ ہیں اور بہت خوش ہیں	530	000	ضمیمہ۔I	555
670	غازیوں کو خوشخبری	531	702	تخلیق آدم	557
671	شہداء کے اجسام کی حفاظت	532	000	ضمیمہ۔II	560
672	دشمن کا خوف ایمان کی کمزوری ہے	533	703	کائنات اور حساب	560
673	حوصلہ رکھو	534	704	قرآن حکیم کی حسابی ترتیب	561
674	اسلام کی فتح یقینی ہے کفار کی شان وشوکت عارضی ہے	534	705	کمپیوٹر پر نئی دریافتیں	562
675	مومنین پر آزمائش	535	706	قرآن حکیم کا ہندسی نظام	563
676	غیب کا علم	535	707	قرآن حکیم اور انیس کا ہندسہ	564
677	مطلق غیب علم	536	708	بسم اللہ کے الفاظ کا اعجاز	564
678	وجدانی علم الغیب	536	709	اللہ تعالیٰ کے نام کا حساب	565
679	سائنسی اور حسابی علم الغیب	536	710	قرآن پاک کی ترتیب کے حیران کن معجزے	566
680	وحی کا علم الغیب	537	711	مزید حیران کن حسابی نظام	568
681	بخل زہر قاتل	538	712	سورتوں کا اعجاز	568
682	بخل کے نقصانات	539	713	لا الہ اللہ کا معجزہ	568
683	یہود کا ظلم اور ناعاقبت اندیشی	539	714	صلوٰۃ کے حکم اور 19 کے ہندسے میں حیران کن تعلق	569
684	غزوہ احد سے سبق	540	715	مقطعاتی سورتوں کا اپنا معجزانہ حسابی نظام	570
685	موت اٹل ہے	542	716	چیلنج	573
686	زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ	542	717	آخر 19 کا ہندسہ کیوں؟	574
687	اللہ تعالیٰ کی آیات کا سستا سودا	543	718	یا اولی الالباب	575
688	خود پسندی اور بے جا تعریف کی خواہشیں	543	000	ضمیمہ جات (انگلش میں سائنسی تشریحات)	576
689	خود پسندی کا کوئی جواز نہیں	545	000	مفسر کا تعارف اور ذہنی ارتقاء	636
690	غور وفکر اور اللہ تعالیٰ کی گواہی	545	000	اظہار تشکر	645

Marfat.com

LIST OF APPENDICES

S.No	Subject	Page No.
I	The mathematical miracle of the arrangement of the holy Quran into chapters (suras) and parts (juz)	576
II	Singularity of Allah in the plurality of things in the universe with reference to the modern physics	582
III	Understanding the working of Allah With reference to the time – space continuum	585
IV	Universe as a witness of the creator	587
V	Concept of Al-e-Meen, Jannat, Jahannam and Alam-ul-Ghaib in terms of Multi-dimensional existence	588
VI	Essential conditions to benefit from the holy Quran	589
VII	Our journey from Jannat to Jannat	590
VIII	Our journey through the time & space	592
IX	Concept of the mind of atoms and secret of life	594
X	Concept of human destiny and free will with respect to the new discoveries of the genome	598
XI	Relationship between fate and accountability	601
XII	Relationship between human self, mind, body and dna	603
XIII	Understanding the functions of qalb and brain with reference to new discoveries in physics and bioengineering	604
XIV	Recent developments in the science of cloning, some new ethical and religious issues	607
XV	Concept of heavenly bodies such as the earth, sky and sun in the holy Quran	610
XVI	The Quranic concept of seven heavens and the universe	611
XVII	The heavenly origin of water on earth	613
XVIII	Influence of heavenly factors on rainstorms	615
XIX	Metaphor for the crust of the earth as flooring for mankind	616
XX	Importance of environment in the holy Quran	617
XXI	Kaabah, a celestial symbol on earth	619
XXII	Mechanism of doomsday – ultimate fate of the universe	621
	Preferences	634

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمہید

یہ سائنسی تفسیر، تفکر قرآن حکیم کے سلسلہ میں لاتعداد کوششوں میں سے ایک کوشش ہے جس کا مقصد موجودہ زمانے کے مسائل (Contemporary Problems) کو اللہ کی کتاب کی روشنی میں سمجھنا اور دوسرے بھائی، بہنوں تک اسکے پیغام کو پہنچانا ہے۔ میرے مخاطب عام مسلمان ہیں جو زندگی کے گوناگوں مسائل کے حل کیلئے صراط مستقیم کے متلاشی ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا میرے سامنے کلام اللہ کے متعلق علمی وضاحتیں پیش کرنا نہیں ہے بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور یہ کہ اکیسویں صدی کے انسان کو قرآن کریم کیا دے سکتا ہے؟ مقصد یہ کہ انسانیت کو دنیا میں سکون مل جائے اور آخرت میں وہ کامیاب ہو جائے۔ اسکے علاوہ میرے سامنے ایسے مسلم نوجوان ہیں جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے مغربی دنیا کے سامنے مرعوب ہیں اور اپنی علمی پس ماندگی کے سبب مغربی حکماء کے خیالات کو غیر ضروری اہمیت دیتے ہیں۔ خصوصی طور پر سائنس کے نام سے کوئی بات کردی جائے تو وہ اسے حرفِ آخر سمجھتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ خالقِ کائنات سے بڑا کوئی سائنسدان نہیں اور اس کا کلام اٹل ہے اور اس سے بڑی کوئی سائنس نہیں، جبکہ دنیاوی سائنسدانوں کے نظریات میں تنوع پایا جاتا ہے جو تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ برسوں کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ طبعیات کی انتہا مابعد الطبعیات ہے جو کہ قرآن کریم کا خصوصی موضوع ہے لہٰذا موجودہ زمانے میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ طبعیات اور مابعد الطبعیات کے حوالہ سے کلام اللہ کو سمجھا جائے۔ اگر ایسا ہو تو مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ دنیا دیکھے گی کہ ''جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن کریم کی ابتداء ہے''۔ جب مسلمان نوجوان قرآن کریم کے اس اعجاز کو سمجھنے لگیں گے تو انشاء اللہ دنیا سے لادینی کے اندھیروں کو ختم کرسکیں گے اور انسان خواہ وہ مشرق کا ہو یا مغرب کا اسے جہنم کی آگ سے بچانے میں بڑے مددگار ثابت ہوں گے۔ یقیناً اس سے بڑی انسانیت کی کوئی اور خدمت نہیں ہوگی۔

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے لئے ایک اور چیلنج لادینی ذرائع ابلاغ کا ہے جو اسلام کی اقدار اور قرآن کریم پر طرح طرح کے اعتراض کر کے دنیا کو گمراہ کررہے ہیں۔ ان کا خصوصی ٹارگٹ مسلمانوں کا پڑھا لکھا طبقہ ہے جن کے دلوں میں وہ قرآن کریم کے بارے میں شکوک وشبہات ڈالنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کام بڑی حکمت سے کررہے ہیں، مثلاً وہ کہیں گے ''بلاشبہ قرآن کریم چودہ سو سال پہلے ایک عظیم کتاب تھی لیکن آج کے دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی''۔ کبھی یہ کہیں گے کہ قرآن کریم ایک کتاب نہیں بلکہ مختلف اوقات میں دیے گئے چھوٹے چھوٹے خطبات کا مجموعہ ہے اس لئے اس میں ربط کا فقدان ہے۔ نسخ ومنسوخ کے اصول کا سہارا لیکر کہیں گے کہ نبی پاکؐ اپنے تجربہ کی بنا پر قرآن پاک کی آیات کو بدلتے رہتے تھے۔ اسی طرح جمع القرآن کے بارے میں مخالفین، مسلمانوں کی ہی لکھی گئی

Marfat.com

کتابوں سے یہ ثابت کر کے مسلم نوجوانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ نبی پاکؐ اپنی حیات طیبہ میں قرآن پاک کو کتابی شکل نہ دے سکے اور یہ کام بعد میں آنے والوں پر چھوڑ دیا گیا جسکی وجہ سے یہ دعویٰ غلط ہے کہ قرآن پاک ہو بہو وہی ہے جو نبی پاکؐ پر اترا تھا اور اسی طرح کے بے شمار اور اعتراضات ہیں جنہیں وہ تحقیق کے خوبصورت لبادہ میں پیش کر کے اسلام کی جڑیں کاٹ دینا چاہتے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ایسے تمام اعتراضات لغو اور بے بنیاد ہیں جن کا جواب دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم میں دنیا کے تمام مسائل کا حل ہے اور یہ معانی کا ایک سمندر ہے جس میں سے ہر ایک غوطہ خور اپنی اپنی ہمت کے مطابق موتی چن لیتا ہے حتیٰ کہ جو کنارے پر کھڑا ہے وہ بھی اس کی برکات کی پھوہار سے شرابور ہو جاتا ہے۔ قیامت تک آنے والا ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق یہاں سے علم وحکمت وہدایت کے پیالے بھرتا رہے گا، ساری عمر بھی اگر اس میں غوطے لگاتا رہے پھر بھی طبیعت سیر نہیں ہوگی۔ اسکے علاوہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اپنی ترتیبِ الفاظ وحروف تک قرآن پاک بالکل ویسے ہی ہے جیسے اللہ تعالےٰ نے حضور پاکؐ پر وحی کیا تھا اس لئے کہ اسکی حفاظت کا ذمہ دار خود اس کو بھیجنے والا ہے۔ ان تمام حقائق کے باوجود ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کریم کی جدید علوم کی روشنی میں ایسی تفاسیر سامنے آئیں جو نہ صرف دشمنوں کے اعتراضات کا جواب دے سکیں بلکہ جن میں موجودہ زمانے کے مسائل کا شافی حل بھی موجود ہوتا کہ تقدیس کے ساتھ ساتھ مسلمان اس پر عمل کر کے دنیا کی کامیابیاں بھی حاصل کر سکیں۔ میری یہ کوشش اس جانب ایک قدم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی اس تفسیر میں آیات کریمہ کے شان نزول پر زیادہ بحث نہیں کی گئی اس لئے کہ تکمیل وحی کے بعد کلام اللہ کی ہر ایک آیت حتمی اور دائمی مرتبہ رکھتی ہے لہٰذا شانِ نزول کے مطابق حصے بخرے کرنے اور واقعاتی تاریخی پس منظر کی بجائے بہت بہتر ہوگا کہ آج قرآن کریم کی لاجواب حکمت کو اس کے دائمی تناظر میں سمجھا جائے تا کہ ہم ان موتیوں کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو منور کر سکیں۔ جسطرح کہ کہا گیا ہے کہ زمانہ خود کلام اللہ کی تفسیر ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بہت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علم الاشیاء کے متعلق سائنسی دریافتوں سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا جائے تا کہ قاری پر قرآن حکیم کے احکامات اچھی طرح واضح ہوں۔ میں اس سلسلہ میں اپنے طویل سائنسی کیریئر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خالقِ کائنات کی ہر بات سچائی کی آخری حد ہے اس لئے کلام اللہ میں علم الاشیاء کے بارے میں جو نکات ہیں وہ سائنس کے لئے آخری معیار ہیں۔ جسطرح کہ پہلے بھی کہا گیا ہے کہ دراصل سائنس کی انتہا قرآن حکیم کی ابتدا ہے، کلام اللہ سچائی ہے اور سائنس سچائی کی طرف ایک سفر ہے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ جب سائنسدان آخر کار سچائی کی تلاش میں اپنے سفر کی انتہا کو پہنچے گا تو اس وقت اسکی خوشگوار حیرت کی کوئی انتہا نہ ہوگی کہ جو کچھ اس نے ہزاروں سالوں میں دریافت کیا ہے وہ سب کچھ پہلے ہی کلام پاک میں موجود ہے۔ موجودہ تفسیر میں گاہے گاہے ایسے حقائق کی طرف اشارے دیئے گئے ہیں لیکن تفصیلات قاری کی محنت پر چھوڑ دی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ تفسیر علم کی کئی نئی راہیں کھولتی ہے اور طالب علم کی جگہ جگہ سچائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے لیکن یہ کوشش صرف برفانی تودے کے اوپر کے حصہ کی مثل ہے ابھی اس میدان میں بہت کام ہونا باقی ہے۔ میں نے صرف بعض جگہ راستوں کی نشاندہی کی ہے

Marfat.com

لیکن طالب علم کو حقیقت کا سفر خود ہی طے کرنا ہوگا۔ فی زمانہ تو اس کام کی اہمیت سینکڑوں گنا بڑھ گئی ہے، ایک طرف کچھ ایسے لوگ ہیں جو دنیا سے مذاہب کو ختم کر دینا چاہتے ہیں اور دوسری طرف بے شمار معصوم لوگ ہیں جو انکی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی وجہ سے حیران و پریشان ہیں کہ خدا یا حق کیا ہے؟ ان حالات میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے علم و حکمت اور مادی ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے دنیا کو کلام اللہ کے نور سے منور کر دیں تا کہ انسان جہنم سے بچ جائے۔ اگر ہم اپنا یہ فرض پورا کریں گے تو انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب دین حق کے ان مخالفین کی اولادیں اس کا دفاع کر رہی ہونگی۔

تفسیر کا یہ کام میں نے پاکستان اٹامک انرجی کمیشن سے ریٹائرمنٹ کے بعد مارچ 1999 میں شروع کیا تھا لیکن اس دوران پہلے پرائیویٹ ملازمت اور اسکے بعد افغانستان کی تعمیر نو کے سلسلہ میں مصروفیات کی بنا پر کافی سست روی رہی اور یوں سورۃ بقرہ تک ہی اس کام میں دو سال لگ گئے۔ یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ الحمد اللہ مجھے زندگی میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے متعلق بعض بڑے بڑے اور پیچیدہ منصوبہ جات پر کام کرنے کا موقع ملا لیکن تفسیر لکھتے وقت معلوم ہوا کہ یہ کام ان سب سے مشکل ہے۔ اسکی ایک وجہ تو میری کوتاہی عمل، دوسری کلام کی عظمت اور تیسری وجہ یہ کہ تکنیکی کاموں میں تو غلطی کی گنجائش ہوسکتی ہے لیکن یہاں غلطی سے دنیا و آخرت کی بربادی نظر آتی تھی۔ یوں یہ کام اس پروگرام کے مطابق نہ چل سکا جو ابتدا میں میرے سامنے تھا۔ نومبر 2001 سے جنوری 2002 تک تقریباً پونے دو ماہ تک مجھے حکومتی تحویل میں لے لیا گیا جو ایک الگ داستاں ہے۔ اس سخت وقت میں اللہ تعالیٰ کا کلام باعثِ رحمت ثابت ہوا اور مجھے اس سارے کام پر نظر ثانی کا موقع مل گیا۔ اسی دوران ہی یہ سوچا کہ پورے قرآن کریم کی تفسیر میں تو بہت عرصہ لگ سکتا ہے اس لئے سورہ الفاتحہ اور سورہ البقرہ کو ہی فی الحال چھپوا دیا جائے اور بقیہ کام جاری رکھا جائے۔ الحمد اللہ، اب یہ کام آپ کے سامنے ہے اور کوشش کر رہا ہوں کہ مزید کام کرتا جاؤں۔ اسکے ساتھ ساتھ میں اندرونِ اور بیرونِ ملک اپنے ان لاکھوں بھائی بہنوں کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے میری رہائی کے لئے دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ ان بے لوث لوگوں کو اپنی بے شمار رحمتوں سے اجرِ عظیم عطا فرمائے اور میری غلطیاں معاف فرمائے، بے شک وہی معاف کرنے والا اور علم والا ہے۔ قارئین کی رائے اور رہنمائی کا منتظر ہوں۔

اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم و السلام علیٰ من التبع الھدیٰ

Marfat.com

قرآن کریم کی چند خصوصیات اور آداب

اِن اللہ یرفع بھٰذا الکتاب اقواماً و یضع بہ آخرین

بلاشبہ پروردگارِ عالم اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو عزت و سربلندی عطا کرتا ہے
اور بہت سے لوگوں کو (جو اس پر عمل نہیں کرتے) ذلیل و خوار کرتا ہے (حدیث پاکؐ)

☆ قرآن کریم رب تعالیٰ کا امر ہے اس لئے ہمیشہ کے لئے یہ ایک زندہ معجزہ ہے۔

☆ امر ربی کے مطابق اس کی اپنی ایک شخصیت اور روح ہے۔ اسکی آیات سے اللہ تعالیٰ کا نور نکلتا ہے۔

☆ یہ اس سے دوستی کرتا ہے جو اس سے دوستی کرتا ہے۔

☆ جو اسے مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے یہ اسے دنیا و آخرت میں کامیاب کر دیتا ہے۔

☆ اپنی ترتیب میں یہ مانند ایک مضبوط زنجیر کے ہے۔ جس کی ہر آیت اس زنجیر کی کڑی ہے۔

☆ ہر آیت علیحدہ علیحدہ بھی اپنے معنی میں مکمل ہے اور اگر اکٹھے دیکھا جائے یہ سب ایک وحدت میں بھی مربوط ہیں۔

☆ قرآن کریم کی مثال ایک بلند و بالا سیڑھی کی ہے جس کا ایک سرا زمین پر اور دوسرا عرش بریں پر ہے۔ آیات اس کے زینے ہیں۔ پڑھتے جائیں اور چڑھتے جائیں۔ جنت بھی اس کے راستہ کی ایک منزل کا نام ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔

☆ کلام اللہ انسانوں کیلئے زمان و مکان کے ہر دور میں رہنمائی ہے دنیاوی زندگی میں اسکے اصول اور احکام پر چل کر انسان کامیاب ترین ہو سکتا ہے۔ عالم قبر اور برزخ میں بھی روڈ میپ (Road Map) ہے اور جنت میں اسکے معانی دلچسپ ترین موضوع گفتگو ہوں گے۔

☆ کلام پاک ہو بہو اس شکل میں ہم تک پہنچا ہے جس شکل میں وحی الٰہی کے مطابق سرورِ کائناتؐ نے اسے ترتیب دیا اور یہ ترتیب بذات خود ایک حسابی معجزہ ہے (تفصیلات کے لئے ضمیمہ II دیکھیں)

(For details please see appendix II)

Marfat.com

تلاوت کے آداب

قرآن کریم کوئی عام کتاب نہیں۔ یہ کلام رب العالمین ہے۔اس لئے اس کو رکھنے پکڑنے اور پڑھنے کے خاص آداب ہیں۔ان آداب میں پہلی بات یہ ہے کہ کلام پاک کو کتابوں کی الماری میں عام کتابوں کی طرح نہ رکھیں بلکہ اسے گھر میں بلند اور نمایاں جگہ دی جائے اور مٹی گرد وغیرہ سے بچایا جائے۔مناسب یہ ہوگا کہ خوبصورت کپڑے سے بنے ہوئے جزدان میں رکھا جائے۔اور جب کلام پاک کو چھونا ہو تو بڑے ادب کے ساتھ اسکو چھوئیں، بلکہ بہتر ہوگا کہ سر اور آنکھوں پر رکھیں اور محبت سے چومیں۔بہت زیادہ مناسب ہوگا کہ چھونے سے پہلے وضو کرلیں۔البتہ بے وضو حالت میں آپ جلد کے باہر سے کپڑے کی مدد سے پکڑ سکتے ہیں لیکن الفاظ کو ہاتھ مس نہیں کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْن

اس کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ (79)56

تلاوت قرآن پاک سے پہلے ضروری ہے کہ **اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم** پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ مانگی جائے اور قرآن حکیم کو اس یقین اور ایمان کے ساتھ پڑھا جائے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے اور وہ مجھے محبت کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔اللہ تعالیٰ کا کلام ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر، سو فیصد سچ ہے۔اس کے احکام محکم اور اٹل، مضامین میں خیر ہی خیر، پڑھنا باعث برکت اور عمل کرنے میں دونوں جہانوں کی فلاح ہے۔یہ خیال روح پرور ہے کہ قرآن حکیم کے الفاظ سب سے پہلے آپ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک ہونٹوں سے نکلے تھے جنہیں رب تعالیٰ سے جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے قلب پر نازل کیا تھا اور آپ ﷺ اپنے صحابہ اکرامؓ کو نہایت محبت اور ادب کے ساتھ سکھاتے تھے تاکہ قیامت تک آنے والے انسان اس کے مطابق زندگی گزار کر دوزخ کی آگ سے بچ جائیں۔قرآن کریم کے متعلق اس حقیقت کو یاد رکھیں کہ یہ دنیا اور آخرت میں کامیابی کا پاسپورٹ ہے اور رب تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ ہے اس لئے پڑھنے میں جلدی نہ کریں اگر آپ اسے سمجھنے کی کوشش کریں تو خود دیکھیں گے کہ کس طرح رب العالمین آپ پر اپنے کلام کے راز ظاہر کرنے لگتا ہے۔سرور کائنات پر 23 سال کے عرصہ میں یہ نازل ہوا تھا، لہٰذا اسے پڑھنے میں بے صبری کا اظہار غیر مناسب ہے۔دراصل قرآن حکیم کو ختم کرنا مقصود نہیں بلکہ ایک ایک آیت مبارک کو سمجھ کر پڑھا جائے تاکہ اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ رب العالمین، ہم سے کیا کہنا چاہتے ہیں، اور ساتھ ساتھ اپنی حالت سے موازنہ کرتے جائیں کہ کہاں تک اپنی زندگی اس کے مطابق ہے اور کہاں کہاں اصلاح طلب ہے۔پھر جہاں کمی نظر آئے اسے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

Marfat.com

کلام اللہ کی یوں تلاوت کسی حد تک کلام اللہ کا حق ادا کرنا ہے۔ اس کے بعد پھر دنیا میں اطمینان کی زندگی اور آخرت میں کامیابی کا ضامن خود قرآن پاک ہے۔ قرآن کریم کے ایسے ہی شیدائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے خوف اور غم سے آزادی کا وعدہ فرمایا ہے۔

لا خوف علیهم ولا هم یحزنون

نہ ان پر کوئی خوف اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے

یاد رکھیں قرآن کریم میں دیئے گئے احکام ہمارے خالق کی طرف سے دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے بہترین اصول ہیں۔ عالم برزخ میں بھی اگر اسکی روشنی میسر ہوئی تو سفر آسان رہے گا اور جنت میں تو جنتیوں کا موضوع گفتگو ہی کلام اللہ ہے۔ جب تک دنیا میں ہو رسول ﷺ کا یہ فرمان بھی یاد رکھو کہ **القرآن حجته لك او عليك** یعنی قرآن یا تو تمہارے حق میں حجت بنے گا یا تمہارے خلاف۔

Marfat.com

مشعلِ راہ

(The Beacon Light)

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

میں پناہ پکڑتا ہوں اللہ تعالیٰ کی، شیطان مردود سے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

ترتیب کے لحاظ سے قرآن حکیم کی پہلی آیت مبارکہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے اور یہ واحد آیت ہے جو نفس قرآن میں 114 دفعہ بار بار آئی ہے جس سے اس کی اہمیت واضح ہے۔ ہدایت کی طرف یہ مشعلِ راہ ہے، اندھیروں کو دور کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا فارمولا ہے۔ رسول ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص اپنے کام کا آغاز اس آیہ مبارک سے کرے گا انشاء اللہ برکات اسکے شامل حال ہونگی، وہ گمراہی سے بچ جائے گا اور کام آسان ہو جائے گا۔ دراصل یہ آیت ہمارے پیارے رب کی طرف سے برکت کی کنجی ہے، جس کام کو ہم صدق دل کے ساتھ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے شروع کریں گے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت شامل ہو جائے گی۔ چاہیے کہ ہم بِسۡمِ اللہ کو اپنی عادت بنالیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کلام اللہ کی ترتیب کا ایک زندہ سائنسی معجزہ بھی ہے، جس کے اندر ایک ایسا معجزانہ حسابی فارمولا پنہاں ہے جس نے موجودہ دور کے حساب دانوں کو حیران کر دیا ہے۔ مثلاً پرانی عربی رسم الخط کے مطابق آیہ مبارک 19 حروف (ب س م ال ا ہ۔ ال ر ح م ن۔ ال ر ح ی م) پر مشتمل ہے۔ زیر زبر اور الفاظ پر اٹھی ہوئی الف کی علامتوں کو شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں 19 حروف کی یہ تعداد قرآن حکیم کی ترتیب میں معجزانہ خصوصیت کی حامل ثابت ہوئی ہے۔ جدید کمپیوٹروں کی مدد سے معلوم ہوا ہے کہ 19 کا ہندسہ قرآن کریم کا ایسا حساب (Code) ہے جو اس کی ترتیب اور تحریر میں مسلسل عیاں ہے۔ مثلاً اس کی 114 سورتیں 19 کا حاصل ضرب ہیں (19x6=114)۔ بسم اللہ والی آیت مبارکہ بھی 114 دفعہ ہی قرآن کریم میں بار بار آئی ہے جو 19x6 کا حاصل ضرب ہے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ چار الفاظ، اسم، اللہ، رحمٰن، الرحیم، پر مشتمل ہے (اللہ، محمد اور قرآن میں ہر لفظ بھی چار چار حروف پر مشتمل ہے) اگر گنتی کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا سارے قرآن کریم میں پہلا لفظ ''اسم'' 19 دفعہ آیا ہے جو 19 کا حاصل ضرب ہے (19x1)۔ دوسرا لفظ ''اللہ'' پورے قرآن میں 2699 دفعہ آیا ہے جو ایک حاصل جمع کے ساتھ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ (19x142+1) ایک حاصل جمع باقی ہونا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ یکتا ہے لہٰذا اسکے اسم کی تعداد کسی ہندسہ کا فیکٹر نہیں ہو سکتی، تیسرا لفظ ''الرحمٰن'' 57 دفعہ آیا ہے (19x3) جو پھر 19 کا حاصل ضرب ہے۔ اور چوتھا لفظ ''رحیم'' پورے قرآن میں 114 دفعہ ہے وہ بھی 19 کا حاصل ضرب ہے (19x6)۔ یہ خصوصیت نہایت دلچسپ اور عجیب بات ہے لیکن بات یہاں تک ہی نہیں بلکہ آپ دیکھیں گے کہ اگر آپ 19 کے حاصل ضربوں یعنی 142,3,1 اور 6 کو جمع کریں تو 152 حاصل ہوتا ہے جو پھر 8 سے 19 کا حاصل ضرب ہے

(19x8)۔ قرآن پاک کا یہ 19 والا کوڈ (Code) ان تمام سورتوں میں بھی موجود ہے جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں جس کی تفصیل سورۃ بقرہ کی تفسیر کے آخر میں ضمیمہ II میں دی گئی ہے۔ یہ حسابی نظام قرآن کریم کا ایک نیا معجزہ ہے امید کی جا سکتی ہے کہ انشاء اللہ، یہ اکیسویں صدی کے حسابی اور سائنسی انسان کو اللہ کی کتاب کے قریب لانے کا باعث بنے گا۔ اب کوئی حجت باقی نہیں رہی۔

ان معجزاتی حسابی باتوں سے قطع نظر اس وقت ہم اتنا ہی کہنے پر اکتفا کریں گے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کلام اللہ کی بنیادی آیت ہے جس کی روحانی برکات بے حساب ہیں۔ اب ہم اس کے معانی پر غور کریں گے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ	اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں)
الرَّحْمٰنِ	(جو) رحمٰن ہے۔
الرَّحِيْم	(جو) رحیم ہے۔

1۔ اللہ۔ رب تعالیٰ کی ذاتِ پاک:۔

خالق کون و مکان کا ذاتی نام اللہ ہے جس کے معنی اس کی خاص اپنی ذات مبارک ہے۔ اس لئے اسکا ترجمہ ناممکن ہے۔ بعض لوگ ''اللہ'' کا اردو میں ترجمہ ''خدا'' سے اور انگریزی میں گاڈ (God) سے کرتے ہیں لیکن ایسا کرنا غلط ہے۔ عام لوگوں کے سلسلہ میں بھی کسی کے نام کا ترجمہ کرنا اور اسے ترجمہ کے نام سے پکارنا بہت غیر مناسب بات ہے اس لئے صحیح بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر زبان میں اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ عظیم ہستی ہے جو ہر چیز کا سبب (Primordial Cause)، اسکا موجد، خالق، رب اور سمیٹنے والا ہے اسکی شان یہ ہے۔ کہ سارا زمان و مکان اسکی رحمت سے بھرا پڑا ہے جس کا شاہد کائنات کا ذرہ ذرہ ہے۔ ایٹم ایٹم اپنے خالق کا شعور رکھتا ہے، اس کی تسبیح کرتا ہے، اور سبھی اس کی قدرت کے قوانین (Scientific Laws) کے دائرہ کار میں رہ کر اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ زمان اور مکان اسی کی صفات ہیں۔ وہی الاول اور الآخر ہے یعنی ٹوٹل وقت (Total Time) اسکی حقیقت کا ایک اظہار ہے۔ وہی الظاہر اور الباطن یعنی ٹوٹل مکان (Total Space) بھی اسکی حقیقت کی شان ہے۔ یوں وہ بیک وقت ہر چیز کو جانتا ہے، دیکھتا ہے اور سنتا ہے تمام کائنات اور اس میں موجود ہر چیز اسکے گھیرے میں ہے حضرت علیؓ نے اپنے مالک کی تعریف یوں فرمائی ہے۔ (حوالہ نہج البلاغہ اردو ترجمہ صفحہ ۱۳۰ پبلشرز شیخ غلام علی لاہور) ''خداوند تعالیٰ ہمیشہ سے موجود ہے مگر حادث اور نو پید نہیں، وہ موجود ہے مگر اس کی ہستی عدم و نیستی کے بعد نہیں۔ وہ ہر چیز کے

٩٣٩٣٥

Marfat.com

ساتھ ہے لیکن بطور ہمسر نہیں۔ وہ ہر چیز سے الگ ہے لیکن اس سے کنارہ کش نہیں۔ وہ ہر چیز کا فاعل ہے لیکن اس کا فعل حرکات اور آلات کا نتیجہ نہیں۔ وہ بصیر ہے جب اس کی مخلوق نہ تھی۔ وہ منفرد ہے کیونکہ اس کا کوئی ایسا ساتھی نہیں جس سے وہ اپنا جی بہلائے اور جس کے نہ ہونے سے اسے الجھن ہو، اس نے دنیا کو پیدا کیا، اور پہلے پہل بنایا، بغیر اس کے کہ فکر کو کام میں لاتا یا تجربہ سے فائدہ اٹھاتا اور نہ اپنے نفس میں کوئی حرکت پیدا کی، نہ پہلے سے کوئی اہتمام کیا کہ جس کے لئے بے چین ہوا ہو۔ وہ چیزوں کو ٹھیک وقت پر عدم و نیستی سے وجود کی طرف لایا، اور گونا گوں چیزوں میں موافقت اور سازگاری پیدا کی اور ہر چیز کو اس کی طبیعت اور مزاج عطا کیا اور ان طبائع کے لئے شکل و صورت معین کی۔ وہ ان کی ابتداء اور آغاز سے پہلے ان سے واقف تھا اس کا علم ان کی حدود اور انتہا پہ محیط تھا۔ ان کی حالت اور پوشیدہ کیفیت سے آشنا تھا"۔

"دین کی پہلی بنیاد خدا کی معرفت ہے اور معرفت کا کمال اس کی تصدیق ہے اور کمال تصدیق توحید ہے اور کمال توحید اس کو ہر چیز سے برتر ماننا ہے، یہ کمال اخلاص صفات کی ذات سے نفی ہے کیونکہ ہر صفت غیر موصوف اور ہر موصوف غیر صفت ہے جس نے اس کی توصیف میں ذات کو صفت (زائد) سے ملایا، اس نے گویا ذات میں تقسیم مانی، اور جس نے، ذات الٰہی میں تقسیم مانی وہ نادان ہے اور جس نے نادانی کی اس نے خدا کی طرف اشارہ کیا، اور جس نے اشارہ کیا، اس نے اسے محدود کر دیا، اور جس نے یہ پوچھا کہ خدا کس چیز میں ہے؟ اس نے گویا کسی چیز کے ضمن میں اسے قرار دیا اور جس نے سوال کیا، وہ کس چیز پر ہے! تو اس نے دوسرے مقام کو اس سے (خالی) تسلیم کر لیا"۔ (For More Details please see appendix III)

2- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:-

رحمٰن اور رحیم اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں جس طرح یہ نام بار بار قرآن پاک میں آتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صفاتی نام اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں ان دونوں کا مادہ رحم ہے جو اپنے معنی میں بہت وسعت رکھتا ہے۔ عربی زبان میں رحم کا تعلق ماں سے ہے۔ اپنے بچوں کیلئے وہ سب سے زیادہ محبت کرنے والی اور رحمت سے سرشار ہستی ہے۔ وہ غیر اختیاری طور پر ایک جرثومہ کو نہایت پیارے معصوم اور مطمئن بچہ کی شکل میں پرورش کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے آپؐ نے فرمایا کہ اسکی محبت کے سامنے ماں کی محبت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ماں کو صرف اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندہ سے اسکی ماں سے ستر گنا زیادہ محبت کرتا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں خدا محبت ہے (God is Love) لیکن مسلمانوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک رحمٰن اور رحیم ہے محبت اسکی صفت رحمت کا محض ایک جز ہے۔ اسکی رحمت نے تمام کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

Marfat.com

اسکی رحمت کی ایک شان لفظ ''رحمٰن'' کی اٹھان اور صوتی اثرات سے ظاہر ہوتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے الرحمان کے رحم کی اٹھان نے پوری کائنات کو گھیر رکھا ہے اور وہ ہر سمت سے اس کے اندر ڈوبی ہوئی ہے، جیسے مچھلی سمندر کے اندر پانی میں ڈوبی ہوتی ہے۔ یوں رحمٰن اللہ تعالیٰ کا کل صفاتی (Superset) نام ہے جس کی کوئی مثل نہیں اور کوئی دوسرا رحمٰن کے سپرسیٹ (Superset) والی صفات کا احاطہ نہیں کرسکتا اس لئے یہ صفاتی نام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہی لئے مخصوص ہے اور کوئی غیر اللہ رحمان نہیں ہوسکتا۔

لفظ ''رحیم'' کا مادہ بھی رحم ہے۔ لیکن اس کی اٹھان رحمٰن سے مختلف ہے۔ اسکے صوتی اثرات سے ایک نہ ختم ہونے والا تاثر ملتا ہے، تو گویا رحیم وہ ذات پاک ہے جس کا رحم وقت کی تمام سمتوں میں جاری وساری ہے رحم در رحم۔ یعنی اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک رحیم ہے۔ چونکہ زندگی کی حد تک کسی انسان میں بھی رحم کی صفت بدرجہ اولیٰ ہوسکتی ہے اس لئے ایک محدود معنوں میں وہ بھی رحیم ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو بھی رؤف الرحیم کے لقب سے یاد کیا گیا ہے لیکن رؤف الرحمٰن کبھی نہیں کہا جاتا۔ تاہم کلی طور پر رحیم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات عالیہ ہے۔

اس کی رحمت ازل سے ابد تک کائنات کے ذرہ ذرہ میں کارفرما ہے اور ہم مچھلیوں کی مانند اسکی رحمت کے سمندر کے اندر رہتے ہیں۔ وہ ہمارا بہترین رفیق، قریب ترین ساتھی، اور پروردگار ہے جس کی محبت، قربت، رہنمائی، ہمدردی اور مدد لازوال ہے۔ وہ ہر حال میں ہمارے ساتھ ہے، قابل بھروسہ دوست بشرطیکہ ہم اس پر بھروسہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمٰن اور رحیم کے نام کی نسبت سے زمان ومکان کو اپنی رحمت سے بھر دیا ہے اور فرمایا **ان رحمتی غلبت علی غضبی۔** ''بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے''۔ یوں مالک کل نے خود ہی اپنے آپ کو اپنی رحمت کا پابند کرلیا ہے۔ سبحان اللہ۔ وہ اللہ ہے۔ بے مثل، عقل جس کا ادراک نہیں کرسکتی لیکن وہ سدا ہمارے ساتھ ہے، وہ وہی ہے۔ اور بس۔ جب ہم صدق دل سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کسی بھی کام کا آغاز کریں گے تو کائنات کی ہر سمت (Dimension) میں اس کی رحمت ہمارے شامل حال ہوجائے گی۔ جس کی وجہ سے ہر کام آسان ہوجائے گا۔ اس لئے ہر کام سے پہلے بسم اللہ کہنا ہماری عادتِ ثانیہ ہونا چاہئے اور بچوں کو بچپن ہی سے اس طرف متوجہ کرانا والدین کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفاتحہ

(مکی ۔ سات آیات ۔ ایک رکوع)

قرآنِ حکیم کی سائنسی تفسیر و ترجمہ

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ

2- خصوصی تعریف (صرف) اللہ ہی کے لئے ہے، (جو) عالمین کا رب ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ

3- رحمٰن (اور) رحیم ہے،

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۙ

4- مالک ہے یوم الدین کا۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۙ

5- (اے اللہ) ہم صرف تجھی کی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھی سے استعانت کے طلبگار ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ

6- ہمیں ہدایت فرما صراط مستقیم کی،

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۙ

7- صراط (راہ) ان لوگوں کی (جن پر) تو نے انعام فرمایا۔
نہ (ان لوگوں کی راہ) جو مغضوب ہوئے،
اور نہ (ان لوگوں کی راہ) جو گمراہ ہوئے۔

Marfat.com

3- تعارف سورۃ الفاتحہ

حضور نبی کریم ﷺ کی عمر شریف جب چالیس سال کی ہوئی تو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کی بھاری ذمہ داری ڈال دی اور پہلی وحی **اقرا باسم ربك**... کے ساتھ تفویض فرمائی۔ احادیث نبی کریم ﷺ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکے چندروز بعد پوری سورۃ الفاتحہ بمعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بمعہ نازل ہوئی۔ یوں شروع نبوت ہی یہ سورت خود سرور کائنات ﷺ اور آپ ؐ کے اصحاب کی نمازوں کا لازمی جز بن گئی۔ قرآن حکیم سورۃ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے۔ یوں یہ قرآن کریم کا دیباچہ (Opening) ہے اور بقیہ قرآن کریم اسکی تفسیر ہے جس سے اسکی اہمیت عیاں ہے۔ اس عظیم سورت کے بارے امام نسائیؒ نے ابی ابن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے اس جیسی سورت نہ توریت اور نہ ہی انجیل میں نازل فرمائی، یہ ام القرآن ہے اس کی سات آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان منقسم ہیں۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے جو بندہ سوال کرے گا قبول ہوگا۔''

صاحب قرآن ﷺ نے اس سورت مبارک کو کئی ایک نام دیئے ہیں۔ انہی میں سے ایک نام ام الکتاب بھی ہے یعنی کتاب الٰہی کا خلاصہ اور اجمال، حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں پھر ان سب کا خلاصہ توریت اور انجیل اور زبور میں نازل فرمایا اور پھر قرآن کریم ان سب کی تعلیم کا خزانہ، خلاصہ اور تصدیق کرنے والا ہے۔ قرآن کریم کے تمام علوم مفصل ہیں اور پھر ان سب علوم کو سورۃ الفاتحہ میں ودیعت فرمایا (حوالہ معارف القران مولانا محمد ادریس کاندھلوی) اس کا ایک اور نام الشفاء ہے اس لئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس میں جسمانی اور روحانی بیماریوں کا علاج رکھا ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ مریضوں کے اوپر یہ سورۃ پڑھ کر دم فرماتے تو وہ صحت یاب ہو جاتے۔ آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طریقہ تھا۔ ہم بھی اس خصوصیت سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں بشرطیکہ الفاظ کے ساتھ ساتھ ہمارے دل بھی اس سورت کے ساتھ ہوں۔

قرآن کریم میں اس سورۃ مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے السبع المثانی بھی کہا ہے، یعنی ''بار بار دہرائی جانے والی سات آیات'' اور نماز کی ہر رکعت میں اسکی تلاوت کو لازم قرار دے دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آج دنیا میں دو ارب مسلمان ہیں فرض کرو کہ ان میں صرف دس فیصدی نماز پنجگانہ پڑھتے ہوں تو بھی روزانہ کم وبیش پانچ ارب دفعہ یہ سورۃ مبارکہ پڑھی جاتی ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ قرآن حکیم کا ایک زندہ معجزہ ہے اور اسکے نام سبع المثانی یعنی ''بار بار دھرائے جانے والی'' کا شاندار مظاہرہ ہے۔

اس سورۃ میں حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں عرض کرنے کا طریقہ سکھایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے

Marfat.com

دربار میں حاضر ہوں تو اس سورۃ کے ذریعہ سے مانگیں ۔ اس لئے حاجت براری کے لئے یہ مجرب نسخہ ہے۔یوں سورۃ الفاتحہ کی برکات بے حساب ہیں۔جیسے اوپر کہا گیا ہے اس میں جسمانی اور روحانی بیماریوں کا علاج ہے، اگر ہدایت کی غرض سے پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اسلام پر ہدایت دے گا اور اپنے مخصوص بندوں کے ذریعہ رہنمائی فرمائے گا۔اگر برکات کی غرض سے پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ قاری کے مال و دولت اور صحت میں برکت عطا فرمائے گا اسکے معانی ہدایت کا سمندر ہیں جتنا بھی غور کیا جائے کم ہوگا۔ان برکات اور اسکے معانی کے فوائد کے پیش نظر چاہیے کہ ہم اس سورت کے مضامین کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنالیں۔روایت ہے کہ صدق دل سے اسکی ایک دفعہ کی تلاوت پر انشاءاللہ دوتہائی قرآن کریم پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

4- سورۃ الفاتحہ کے مضامین

سورۃ الفاتحہ میں مندرجہ ذیل مضامین کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے بقیہ قرآن کریم اس کی تفسیر ہے ۔

1- اللہ تعالیٰ کی حمد، تسبیح اور ذکرواذکار اور دعا کرنے کا طریقہ ۔

2- حق تعالیٰ کی ذات کا اس کی صفات کے لحاظ سے عرفان۔

3- مخلوق اور حق تعالیٰ کا تعلق، یہ کہ ممدوح اللہ پاک کی ذات ہے اور مخلوق کیلئے ارفع واعلیٰ شغل اسکی حمد ہے۔

4- اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کا بیان۔

5- عالمین یعنی زمان ومکان کے اندر باہر لامحدود دنیاؤں کا ذکر۔

6- اللہ تعالیٰ کی شان، اول آخر، ظاہر وباطن رحمت کا ادراک۔

7- حیات بعد الموت اور قیامت کی حقیقت کا ذکر۔

8- حشر کی کیفیت، فیصلہ کا دن، حساب کتاب، جنت ودوزخ کے مقامات کا ذکر۔

9- انسانوں کا اللہ تعالیٰ سے اصل تعلق اور مقام انسانیت کا تعین۔

10- دعا کرنے والے بندے اور جواب دینے والے رب میں باہمی تعلق کا تصور۔

11- اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کی تعلیم ۔

12- یہ احساس کہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے، دعائیں سننا، اٹھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھنا اور دعاؤں کا جواب دینا، اسکو محبوب ہے۔

13- صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی، زندگی کی منزل کا صحیح تعین اور مقصد حیات کی طرف واضح رہنمائی۔

14- صراطِ مستقیم نبیوں اور رسولوں کی ہدایت کی تلاش۔

15- صراطِ مستقیم پر چلنے کی تمنا اور جدوجہد کی طرف رغبت۔

16- ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے، وہی ہدایت بخشنے والا ہے ، ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا کی طرف رغبت۔

17- اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں، نبیوں، صالحین، متقین، اولیاء کی اعلیٰ مثالیں اور ان کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی تلقین۔

18- ماضی حال اور مستقبل کے انعام یافتہ حضرات کی راہنما حیثیت کا بیان اور ان سے تعلق قائم کرنے کی فضیلت۔

19- اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر زمینی حیات اور اخروی حیات میں فضل اور انعام کا معاملہ۔

20- اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذکر۔

21- ان بدقسمت بندوں جن سے اللہ تعالیٰ غصہ ہوا، فاسق وفاجر کافروں کا ذکر، اللہ تعالیٰ کے باغیوں سے پناہ کی ترغیب۔

22- گمراہ لوگوں سے بچنے کی تلقین۔

23- گمراہی کا راستہ اور اس سے دور رہنے کی ترغیب۔

24- یہود و نصاریٰ کی مثال اور ان کی تقلید سے ممانعت۔

25- دعا کی مقبولیت اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت پر یقین کامل۔

یہ وہ بڑے بڑے مضامین ہیں جن کی طرف سورۃ الفاتحہ یاددہانی کراتی ہے۔ قرآن حکیم ان سب مضامین کی تفصیل ہے اور صاحب قرآن ﷺ اسکی عملی تصویر ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے علم میں اضافہ کرے اور ہمارا حشر اپنے ان نیک بندوں کے ساتھ فرمائے جن سے وہ خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ ہمیں باغی اور گمراہ لوگوں کے راستہ سے بچا کر رکھے۔ آمین۔

Marfat.com

تفسیر سورۃ الفاتحہ

5- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ :- خصوصی تعریف تو بس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سب عالموں کا رب ہے

سورۃ مبارکہ کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بابرکت کلمات سے ہوتا ہے جن کی تفسیر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ دوسری آیہ کریمہ **الحمدلله رب العالمین** کمال شان والا کلمہ ہے جو کہ سائنسی معجزہ بھی ہے۔ سبحان اللہ کہ صرف چار الفاظ میں کائنات، کائنات کے خالق کی شان ربوبیت اور اس کے مجموعہ صفات کو یکجا کر دیا ہے۔ ہر وہ چیز جو حمد، تعریف، ستائش کے زمرہ میں آتی ہے اس کا منبع و مصدر اللہ تعالیٰ ہے جو رب العالمین ہے اور اللہ تعالیٰ کی رب العالمین والی شان کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ یہ جہان رنگ و بو جس پر انسان نازاں ہے صرف یہی ایک نہیں بلکہ اس نے ان گنت جہان بنائے ہیں اور وہ سب عالموں کا رب ہے جس میں ہماری یہ ساری کائنات بھی شامل ہے۔ اگر جدید سائنسی دریافتوں کے حوالہ سے ہم اسکی وسعت کا اندازہ لگانا چاہیں تو اس کا یہ حال ہے کہ روشنی اپنی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے ہمیشہ بھی چلتی رہے تو ناممکن ہوگا کہ وہ اس کے دوسرے کنارے تک کبھی پہنچ سکے اور اسمیں اسقدر سورج، ستارے، چاند، زمین اور دیگر مخلوقات ہیں کہ انسان کے حساب سے باہر ہیں۔ اس بے حد وسیع کائنات کے اندر باہر موجود چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا وہی رب ہے۔ ہر ایک کی خبر گیری کرنے والا، ایک ایک ذرہ کی نشو ونما اور دیکھ بھال کا ذمہ دار۔ ڈیزائن سے لیکر انتہا تک پہنچانے والا وہی ایک ہے۔ تخلیق بھی اسی کی، نشو ونما کرنیوالا بھی وہ اور انتہا تک لے کر ختم کرنے والا بھی وہی ہے۔ موت اور حیات کا خالق بھی وہی ہے۔ ہر آن وہ نئی شان و شوکت میں (کل یوم ھو فی شان) جلوہ افروز ہوتا ہے۔ بھلا سوچئے اس شان والے رب کے علاوہ حمد اور ستائش کے لائق کوئی اور ہو سکتا ہے؟

الحمدللہ کا اقرار یعنی یہ اعلان کہ، حقیقی تعریف و ستائش کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے دراصل یہ یقین مومن کی زندگی کے محور کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ اسے ہر خوبصورتی میں خالق کا عکس نظر آتا ہے، جب وہ کسی اچھی چیز کو دیکھتا ہے تو اسکی توجہ فوراً اپنے رب کی طرف مبذول ہوتی ہے جبکہ کافر کی سوچ چیزوں میں اٹکی رہتی ہے، لیکن مومن کے منہ سے بلا اختیار نکلتا ہے "سبحان اللہ"۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حمد کے مادہ ہی سے اسم احمد اور اسم محمد ہے۔ احمد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے نہیں تھکتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے عارف یعنی خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ سبحان اللہ کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے اصول کے تحت ممدوح حقیقی نے اپنے احمد کو محمد (ﷺ) بنا دیا۔ جس کا لغوی معنی ہے بہت زیادہ تعریف کیا گیا۔ یقیناً عالمین میں ایسی ہستی نہ کبھی ہوئی، نہ ہوگی، جس پر اللہ اور اس کے فرشتے ہر دم درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم (For details see appendix I-V)

Marfat.com

6- شانِ ربوبیت کا پہلا اظہار: الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

آیہ مبارک ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' میں اللہ تعالیٰ خود اپنا تعارف رب العالمین کے طور پر کراتے ہیں یعنی ''وہ ان گنت جہانوں کا رب ہے''۔ یہ ایک سائنسی معجزہ ہے جسکا صحیح ادراک بیسویں صدی کے آخر میں ہوا ہے جب انسان نے خلا کی تحقیق میں کچھ دسترس حاصل کرلی ہے۔ اب پتہ چلا ہے کہ ہماری زمین کائنات میں ایک بے حیثیت سیارہ ہے جبکہ کائنات اربوں کھربوں عالمین کا مجموعہ ہے۔ سائنس نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ اس بات کو تقریباً پندرہ ارب سال ہوگذرے ہیں جب مادی دنیا میں پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ ربوبیت کا عالم ظاہر میں اظہار کیا۔ اس واقعہ کا نام بگ بینگ (Big Bang) رکھا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی کچھ کائناتی اصول وضع کردیئے جنہیں ہم سائنسی قوانین کہتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز کو ان کا پابند بنادیا یوں ہر جگہ ہر وقت اسکی رب العالمینی ہے۔ جسکے نتیجہ میں جو سائنسی قوانین ہم اپنی اس ذرا سی زمین پر ملاحظہ کرتے ہیں وہی کہکشاؤں کے آر پار کام کررہے ہیں۔ یوں ہر سو قوانین قدرت کی وحدت اپنے خالق کی وحدت کا اعلان کرتی ہے کہ ''تم سب کا رب اللہ ہے، معبود واحد۔ الرحمٰن الرحیم'' اور یہ سلسلہ یوں ہی قیامت تک چلتا رہے گا جب یہ کائنات ایک نئی کائنات سے بدل دی جائے گی۔

دراصل (Big Bang) بگ بینگ عالم شہود میں اولین حمد تھی۔ انسان نے پہلی دفعہ اسکی آواز کو 1962ء میں سنا۔ امریکہ کی بیل ٹیلیفون لیبارٹری (Bell TelephoneLaboratory) کے دو سائنسدانوں کا کام خلا کی طرف سے آنے والی ریڈیائی لہروں (Radio Waves) کو پکڑنا اور ان کو سمجھنا تھا۔ ان لہروں میں ایک ایسی بھی آواز تھی جو ہر سمت سے برابر اور مسلسل آتی رہتی تھی وہ اپنے ایریل (Aerials) جدھر بھی کرتے اس میں کوئی تبدیلی نہ آتی۔ یہ کیا آواز ہے؟ اس سوال پر غور وفکر سے ثابت ہوا کہ ہر طرف سے آنے والی یہ آواز کائنات کے وجود میں آنے کے وقت جو دھماکہ ہوا تھا اس کی آواز ہے۔ تخلیق کے اس مرحلہ پر لاوجودیت سے ایک غبار سا اٹھا جو تیزی سے بڑھنے لگا، اللہ تعالیٰ نے کہا ''کن'' پس وہ ہوگیا یعنی کن کے امر میں زمان ومکان اور سب وجود پنہاں تھے جو ایک دم سے عالم باطن سے عالم ظاہر میں بدل گئے۔ اس وقت درجہ حرارت اربوں ڈگری سنٹی گریڈ تھا۔ (جبکہ سورج کے اندر تقریباً ساٹھ لاکھ ڈگری سنٹی گریڈ ہے افسوس عام آدمی کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جہنم کیسے اتنا گرم ہوگا)۔ اس نسبت سے بگ بینگ (Big Bang) کے بعد کائنات بھی کروڑوں سال جہنمی حالات میں رہی اور اسکے آتشی وجود سے جنات کی تخلیق ہوئی۔ (ملائکہ کی تخلیق نوری ہے جو یہ بگ بینگ سے پہلے کا واقعہ ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنی رحمت کو پھیلا دیا اور یوں تخلیق کے دور ''الرحمان الرحیم'' کا آغاز ہوا۔ کائنات پھیلنے لگی اور آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑنے لگی۔ اس ارتقائی دور میں گیس کے مرکباتی کرّوں کی تخلیق شروع ہوئی اور رفتہ رفتہ انہی کروں میں سے ستاروں (Stars) کا ظہور ہونے لگا اور ستاروں کے ساتھ کواکب (Planets) بننے لگے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ستارے خاندانوں کی طرح اکٹھے ہونے لگے اور کروڑوں ستاروں کے اکٹھا ہونے سے کہکشائیں وجود میں آنا شروع ہوئیں اور آج الرحمٰن الرحیم کی کائنات میں اربوں کہکشائیں ہیں جن میں موجود مخلوقات کا انسانی حساب اور تصور ممکن نہیں ہے۔

Marfat.com

سبحان اللہ کہ وہ مالک ایک ایک کی ضرورت سے نہ صرف واقف ہے بلکہ اپنی رحمت سے سب کی پرورش بھی کرتا ہے۔زمان و مکان میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اسکی رحمت نہیں لیکن یہ سب کچھ یونہی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جب اس کائنات کی مجموعی کارکردگی اور اسمیں ہر ایک کی فرداً فرداً کارکردگی کا حساب (Audit) ہوگا۔اس عظیم وقت کا نام یوم الدین ہے جو ہماری شناخت کا دن ہے۔

7- ہماری شناخت .... مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ :-

سورۃ الفاتحہ کی تیسری آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' ہے۔یہ فرمان اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ کسی نہ کسی وقت موجودہ کائناتی دور کے حساب کا وقت آ جائیگا اور اس فیصلہ کن دن کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہوگا جو ہمیشہ رہے گا۔یہ جزا وسزا کا دور ہے۔اس سے یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ کائنات ہمیشہ رہی ہے نہ ہمیشہ رہے گی بلکہ اس کارخانہ قدرت میں ہر چیز کی ایک حد مقرر ہے جس تک وہ ایک پہلے سے مقررہ پروگرام کے مطابق چلتی رہتی ہے اور پھر ختم ہو جاتی ہے۔سائنسدانوں کو اس حقیقت نے دنگ کر دیا ہے کہ خالق کون و مکاں جب کسی چیز کو پیدا کرتا ہے تو اس کیساتھ ہی اس پر اسکی موت کو بھی سوار کر دیتا ہے۔تھرموڈ ینمک (Thermo Dynamic) کے دوسرے قانون کے مطابق قدرت کا یہ بنیادی اصول ہے کہ ہر چیز کا توازن مسلسل کم ہو رہا ہے۔(Entropy is increasing and order is gradually giving away to disorder) لہٰذا اپنے اپنے وقت ہر چیز کو فنا ہے اور فنا ہی ہر چیز کی آخری قسمت ہے۔

اسی اصول کے پیش نظر سائنس دان قرآن کریم کی اس بات کی بھی تصدیق کر رہے ہیں کہ ایک نہ ایک دن یہ کارساز حیات جس طرح اچانک وجود میں آیا تھا اسی طرح اچانک ختم بھی ہو سکتا ہے۔جدید سائنس اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اپنی پیدائش سے کائنات پھیلتی رہی ہے اور ممکن ہے کہ اپنی انتہا پر پہنچ کر یہ سکڑنے لگے اس وقت یہ ہر سمت سے اپنے نقطۂ آغاز کی طرف واپس بھاگنا شروع ہوگی اور آخرکار ٹکرا ٹکرا کر اپنے آپ کو پاش پاش کر دے گی۔یوں تمام موجود: لاوجود میں بدل جائے گا۔''ہونا'' ''انہونی'' میں بدل جائے گا لیکن یہ انجام خاتمہ نہیں بلکہ اس کے بعد خالق ایک عظیم تر کائنات کو وجود میں لائے گا جس کا خاص امتیازی وصف یہ ہوگا کہ اس میں فنا نہیں ہوگی۔اس ساری داستاں میں قیامت کبریٰ موجودہ کائنات کی تباہی اور حیات بعد الموت کی تخلیق کا سماں ہے۔اسکے فوری بعد یوم الدین کی صبح طلوع ہوگی۔اس دن تمام مخلوقات زمان و مکان کے کونہ کونہ سے خالقِ کائنات کے حضور جمع ہو جائے گی۔ہمارے اعمال مجسم شکل میں ہمارے سامنے ہوں گے۔کسی کو وہ جنت کی طرف لے جائیں گے اور کسی کو جہنم کی طرف کھینچ رہے ہوں گے۔ہمارے حوالے سے شاندار بات یہ ہے کہ اس سارے منظر میں انسان قائم رہتا ہے۔اس ضمن میں قرآن کریم ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ موجودہ کائنات بھی انسان کے لئے بنی اور آنے

Marfat.com

والی کائنات بھی انسان کے لئے ہی بنی ہوگی اس لئے وہ اسی دنیا میں کھوکر اپنی ہستی کے مقصد کو بھول نہ جائے بلکہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے مسلسل کوشش کرتا رہے۔

8- کائنات میں ہمارے سفر کے چار ادوار

ہم نے دیکھا ہے کہ سورۃ فاتحہ کی پہلی تین آیات جہاں حق تعالیٰ جل جلالہ کا تعارف بطور ''رب العالمین الرحمٰن الرحیم اور مالک یوم الدین'' کراتی ہیں، وہیں زمان ومکان میں کائنات کے سفر کو بھی واضح کرتی ہیں۔ جیسے ہم دیکھ چکے ہیں کہ کائنات کا پہلا دور اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کے اظہار سے شروع ہوتا ہے جسے سائنسدان آج کل بگ بینگ کا نام دیتے ہیں اسکے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کائنات کا ارتقائی دور شروع ہوتا ہے، جسے ہم دور رحمت کہہ سکتے ہیں اور آخری دور موجودہ کائنات کے حساب اور نئی کائنات کے آغاز کا دور ہے۔ اسے ہم یوم الدین کہتے ہیں۔ (See also Appendix VII-VIII)

I- پہلا دور۔ ربوبیت کا دور جس میں ہر شے کے ڈیزائن پیدائش اور نشوونما کا انتظام کیا گیا اسکا آغاز بگ بینگ (Big Bang) کے ساتھ ہوا جب کائنات عالم باطن سے عالم ظاہر میں داخل ہوگئی۔ یہ صورِ اول تھا۔ ربوبیت کا یہ دور مسلسل ہے اور آخرت میں بھی جاری رہے گا۔

II- دوسرا دور۔ الرحمان الرحیم یعنی رحمت کا دور جس میں چیزوں کو انکا وجود ملا، مزید پرورش ہوئی، ارتقاء شروع ہوا اور اشیاء اپنے اپنے ڈیزائن کے مطابق کمال کو پہنچتی ہیں، ہر طرف خوبصورتی ہی خوبصورتی اس کا خاصہ ہے اس میں خالق نے اپنی رحمت کو اپنے غضب پر غالب رکھا ہے حتیٰ کہ شیطان اور اسکے ساتھیوں کو بھی وہ جو کرنا چاہیں اجازت دے دی۔

III- تیسرا دور۔ یوم الدین والا دور ہے۔ یہ موجودہ کائنات کے حساب کتاب اور فیصلہ کا دن ہے اس کا آغاز کائنات کے سکڑنے سے ہوگا۔ جس سے زمان ومکاں کے بعد کونہ کونہ سے تمام تخلیقات اپنے نقطہ وجود کی طرف دوڑی آئیں گی۔ یوں وجود لا وجود میں بدلتا جائے گا اسی سے پھر حیات نو کا آغاز ہوگا، رب العالمین جلوہ افروز ہوگا، سب کے اعمال ان کے ساتھ ہوں گے اور سب کے ساتھ انصاف ہوگا۔ اس وقت نہ کوئی سفارش قبول ہوگی نہ کوئی طاقت کسی کے کام آئے گی۔ اِلّا ماشاءاللہ اور دنیا ایک نئے دور میں داخل ہو جائے گی۔

IV- آخرت کا دور۔ یوم الدین کے بعد مخلوقات جنت، اعراف اور دوزخ کے تینوں گروہوں میں تقسیم ہو کر آخرت کے ہمیشگی والے دور میں داخل ہو جائیں گی۔ یہ دور موت کے ساتھ وابستہ ہے یعنی موت کے ساتھ ہی ہر چیز کا آخرت کا دور شروع ہو جاتا ہے۔
یوں سورۃ فاتحہ کی پہلی تین آیات ایک سائنسی معجزہ ہیں چند جملوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنی شان کا نہایت جامع

Marfat.com

تعارف کرایا اور ساتھ ہی اپنی کائنات کے مختلف ادوار کی تاریخ بھی ہمیں سمجھا دی۔ اگلی آیہ مبارکہ انسان کے مقام کا تعین کرتی ہیں۔ جہاں بندہ زبان حال سے اپنی بے چارگی کا اقرار کرتا ہے۔

9- کائنات میں ہماری حیثیت :-

اپنے مقام کی شناخت کے بعد اب ہم آگے بڑھتے ہیں۔ اگلی آیت کریمہ میں ہمیں ہماری حیثیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ فرمایا **ایاك نعبد و ایاك نستعین** ''اے رب العالمین! ہم صرف اور صرف تیری ہی عبادت کرنے والے ہیں، اور تجھی سے مدد کے طالب ہیں''۔ عبادت کا مادہ (Root) عبد ہے جسکا مطلب غلام ہے۔ یعنی آیہ مبارک یہ باور کراتی ہے کہ کائنات میں آدمی کی حیثیت خالق کائنات کے غلام کی سی ہے اور یہ اس کیلئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ رب تعالیٰ نے اسے اپنا ملازم بنالیا ہے۔ لہٰذا مقصد حیات اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ یعنی اپنے خالق کی مرضی کیلئے کام کرنا، کسی اور طاقت کو خاطر میں نہ لانا، اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو اپنے آقا ہی سے مانگنا اور کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا۔ یہ اسرار خودی ہے۔ افسوس! اگرچہ ہم اپنی نمازوں میں بار بار اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں، ربُ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ''تیرے ہی بندے ہیں، تجھی ہی سے مدد کے طلب گار ہیں'' لیکن اصل زندگی میں بے شمار خود ساختہ خداؤں کے سامنے بھیک مانگتے ہیں۔ یوں ہم اپنی شناخت حیثیت اور مقام سبھی کچھ کھو دیتے ہیں۔

ایاك نعبد و ایاك نستعین کی صحیح ترجمانی کیلئے ہمیں یہی ایک زندگی ملی ہے۔ اس عظیم کلمہ کا حق یہ ہے کہ ہم اپنا رخ، صرف اور صرف اللہ پاک کی طرف کرلیں۔ مخلوق کی بندگی سے آزادی حاصل کرکے واحد اپنے خالق کی بندگی میں لگ جائیں۔ دل وجان سے کہیں ''لاالہ الا اللہ'' ''نہیں کوئی معبود مگر اللہ''۔ اور پھر حق عبدیت ادا کرتے ہوئے تمام دوسرے خداؤں کی نفی کردیں۔ یہ نہیں کہ پڑھیں تو **ایاك نعبد** اور حکم کسی اور کا مانیں، کہیں تو **ایاك نستعین** لیکن مدد کے لئے خود ساختہ خداؤں کے پاس جائیں۔ یہ صراط مستقیم نہیں بلکہ گمراہی کا راستہ ہے۔

جس آدمی کو بہت سے خداؤں کے گھر جانا ہو اس کا راستہ ٹیڑھا میڑھا، کبھی ادھر کبھی ادھر ہی ہوگا۔ وہ بڑا مصروف نظر آئے گا بہت محنت بھی کرتا ہوگا لیکن اسے منزل کبھی نہیں ملتی۔ اسکی زندگی کا نتیجہ گمراہی اور آخرکار انجام جہنم میں گرنا ہے جو کہ بہت برا انجام ہے۔ جبکہ مومن کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ جسکی نشاندی اگلی آیات میں ہو رہی ہے۔

10- زندگی کا صحیح رخ ، الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ :-

کامیاب زندگی وہ ہے جسکا انجام جنت ہوگا لیکن کوئی آدمی صرف محنت کے بل پر وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ اگر سمت غلط ہو تو منزل مزید دور ہوتی چلی جاتی ہے لہٰذا سیدھے راستے کا معلوم ہونا کامیابی کیلئے لازمی ہے۔ کوئی بھی سمجھدار انسان غلط راستہ پر چل کر اپنی منزل کو کھونا نہیں چاہے گا لیکن سیدھے راستہ کا پتہ ہونا اور اس پر چلنا آسان کام نہیں۔ اس بات کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے انسانوں کی طرف اپنے

Marfat.com

نبی بھیجے اور آخری دور کیلئے اپنا آخری نبی حضور پاک ﷺ کو بھیجا، اور تعلیم دی کہ سیدھے راستہ کو پانے اور اس پر قائم رہنے کیلئے اپنے رب سے دعا کریں" اهدنا الصراط المستقيم "" اے اللہ ہمیں ہدایت دے صراط مستقیم کی" ان چند الفاظ میں ایک کامیاب زندگی کا تعین فرما دیا گیا ہے۔ یہ زندگی صراط مستقیم پر قائم رہنے والی زندگی ہے۔ جس کیلئے بندہ مومن ہر وقت کوشش کرتا ہے اور مانگتا رہتا ہے، "اے رب العالمین، اے رحمٰن الرحیم، اے مالک یوم الدین، ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے، اپنی راہ پر چلا لے، اپنا بنا لے"، اگر دل میں سیدھے راستے پر چلنے کی تمنا سچی ہوگی تو اس سمیع بصیر ذات کا وعدہ ہے کہ وہ ضرور اپنے بندہ کو اس راستہ پر لے آئے گا، شیطانی طاقتوں کو بھگا دے گا، راستے کی رکاوٹوں کو دور فرما دے گا اور انشاء اللہ سیدھی راہ پر چلنا آسان بنا دے گا۔

آیہ مبارکہ میں ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ آدمی صرف اپنے لئے صراط مستقیم نہیں مانگتا بلکہ "سب کے لئے" دعا کرتا ہے۔ اس لئے کہ جب تک ایک جماعت صراط مستقیم پر نہ چل رہی ہو اس راہ پر اکیلے چلنا بہت مشکل کام ہے اور یہ بھی کہ دوسرے کیلئے دعا کرنا ایک صدقہ بھی ہے یعنی جب ہم دوسروں کیلئے دعا کرتے ہیں تو اسکا بھی ہمیں ثواب ملتا ہے۔

صراط مستقیم کے ہی سلسلہ میں ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ سیدھے راستے کا تعین آسان کام نہیں۔ رہبر کامل مل جائے تو بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ اگر کوئی ہادی نہ ہو تو شیطانوں کے اس جنگل میں انسان ہمیشہ ہی بھٹکتا رہے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہر دور میں ہادی بھیجتا رہا ہے جن کی سرشت (Genetic code) ہی میں صراط مستقیم کا نقشہ محفوظ تھا۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے خاص فرشتے مقرر کرتا رہا کہ وہ نقشہ کے باوجود بھی کوئی غلطی نہ کر بیٹھیں۔ یہ عظیم راہنما اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، ان سب کے آخر میں سالارِ کارواں (ﷺ) تشریف لائے جنہوں نے صراط مستقیم کو اتنا جگمگا دیا کہ اب قیامت تک کسی کو اس راستے کا شک نہیں ہونا چاہئے۔ اس دور کے انسانوں کیلئے انہی کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ فرمایا.......... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰسٓ (١) وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ (٢) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (٣) عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (٤) تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ (٥) یس۔ قسم ہے مجھے قرآن حکیم کی، بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں، صراط مستقیم پر۔ عزیز الرحیم، کی طرف سے نازل کیا ہوا۔

11- صراط مستقیم .... انعام یافتہ بندوں کا راستہ:

جو بھی آپ ﷺ کے راستہ پر چلا وہ کامیاب ہو گیا۔ اس راستہ کا نام اسلام ہے۔ اسکی عملی شکل کیا ہوگی؟ سورہ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے انعام یافتہ بندوں کی پیروی کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ فرمایا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ : یعنی صراط مستقیم کوئی خیالی فلاسفی (Theoretical way) نہیں بلکہ ایک تجربہ شدہ عملی راستہ ہے جو دنیا کے رسم و رواج سے الگ ضرور ہے لیکن ہر زمانہ میں کچھ لوگ اس پر چلتے آئے ہیں اور انشاء اللہ چلتے رہیں گے۔ اب اگر ہم اس صراط مستقیم کے متلاشی ہیں تو ہمیں اپنے لئے نئی راہ تلاش

Marfat.com

کرنے کی بجائے انہی کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں تا کہ اللہ کے ان نیک بندوں سے ہمارا ذہنی اور روحانی رابطہ استوار ہو۔

یہ کہ ہمیں کیسے پتہ چلے کہ کون اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور کون فراڈیا؟ اسکے لئے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ سرور کائنات ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں، ان کی زندگی کا ماٹو (Motto) اپنی بڑائی نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ "رہبر و رہنما۔ مصطفیٰ مصطفیٰ" (ﷺ)، ان کی مجالس میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے ذکر کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہیں ہوتا اور ان کی حاضری میں آدمی اللہ تعالیٰ کا قرب محسوس کرتا ہے۔

12- گمراہی کے راستہ سے بچ کر نکل جانا:

کسی چیز کی اچھی طرح پہچان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اسکی ضد کو بھی سمجھا جائے۔ مثلاً مثبت کی پہچان کے لئے منفی کو جاننا ضروری ہے اس طرح اللہ کے مقبول بندوں کو سمجھنے کے لئے اللہ کے مغضوب بندوں کو پہچاننا بھی ضروری ہے۔ اگلی آیات کریمہ ہمیں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے برعکس تصویر کا دوسرا رخ دکھارہی ہیں فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ..... **المغضوب** وہ لوگ ہیں جن کے طور طریق، رسم رواج، زندگی کی جدوجہد اور نیتیں سبھی صراط مستقیم والوں کی ضد (opposite) ہیں۔ان بدبخت لوگوں میں پہلا گروہ وہ ہے جو اپنی کارستانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کے شکار ہوئے۔اس کی بدترین مثال یہود کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کی، اپنے نبیوں اور صالحین کو قتل کیا، اسلام سے کفر کیا اور آج بھی ان کے پیروکار اپنی شیطانی روش پر بضد ہیں۔ان کا راستہ جہنم کا راستہ ہے اور ان کے پیچھے چلنے والوں کا بھی یہی انجام ہے۔ **غیر المغضوب علیھم** کہنے کا صاف مطلب ہے کہ ہم اسلام کے دشمنوں سے دور رہیں اور ان کے طریقوں سے نفرت و کراہت محسوس کریں۔ چنانچہ کفار اور منافقین، ہنود، یہود و نصاریٰ یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کرتا ہے تمام وہ جو دین اسلام کے علاوہ کسی اور کے دین کے پیروکار ہیں ان کے طور و طریق سے دور رہنے میں ہی صراطِ مستقیم ہے۔

جس طرح اللہ کے مغضوب بندوں سے کنارہ کشی اور ان کے راستوں سے دور رہنا، راہ ہدایت پر چلنے کے لئے ضروری ہے اسی طرح گمراہ اقوام کے طریقوں سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنا اور ان سے بچنا بھی لازمی ہے۔ **الضالین** وہ ہیں جو سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔ہدایت کیلئے ضروری ہے کہ نہ ہم ان کے پیچھے چلیں اور نہ ان کی بات مانیں ورنہ وہ تو ڈوب ہی رہے ہیں، ہمیں بھی لے ڈوبیں گے۔ اس لئے مومن بندہ ہر آن اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ "اے اللہ ہمیں گمراہ لوگوں کی راہ سے بچا" لفظ الضالین کا مادہ ضل ہے جسکا مطلب منتشر ذہن (Confused) لوگ بھی ہیں۔ان میں پیش پیش نصاریٰ ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم

علیہ السلام کا شرک کرتے ہیں۔افسوس کہ آج کا مسلمان "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" بار بار کہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی راہ چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی نقل پر مصر ہے۔ جبکہ مومن کی اپنی ایک خاص شخصیت ہے ، اسکی اپنی تہذیب ہے اور اپنے حسن اخلاق اور عادات سے ہجوم میں بھی وہ سب سے نمایاں ہوتا ہے۔کاش کہ سورۃ الفاتحہ ہمارے قلوب میں اتر جائے۔

اے اللہ......ہم گنہگاروں کے گناہوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے ہماری اس دعا کو قبول فرما۔امین!

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البقرۃ

(مدنی۔ دوسو چھیاسی آیات ۔ چالیس رکوع)

قرآنِ حکیم کی سائنسی تفسیر و ترجمہ

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

Marfat.com

تعارف

سرورکائنات محمد مصطفیٰ ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو یہ سورۃ نازل ہوئی۔ یہ چالیس رکوع، دوسو چھیاسی آیات، چھ ہزار اکتیس الفاظ اور تقریباً بیس ہزار حروف پر مشتمل ہے۔ اس لحاظ سے یہ قرآن حکیم کی سب سے لمبی سورت ہے۔ اس کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے جیسے یہ سورۃ **اھدنا الصراط المستقیم** کی دعا کا جواب ہے جو سورۃ الفاتحہ میں بندہ اپنے مالک سے مانگتا ہے۔

اس میں آدمی کو اس کی تخلیق کے مقصد اور زمان و مکان میں اس کے مقام، شناخت اور حیثیت کے متعلق واضح طور پر سمجھایا گیا ہے انسان کے ازلی دشمن شیطان سے خبردار کیا گیا ہے اور مثالی اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے نظم وضبط سے متعلقہ احکامات دیئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کو رسول کریم ﷺ نے افضل القرآن کہا ہے۔ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس سورۃ کی اہمیت اور اس کے مضامین میں گہرائی تک جانے کا شوق اس بات سے عیاں ہوگا کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو مفکر قرآن تھے نے کئی سال میں اس کی تعلیم کو مکمل کیا۔

اس عظیم سورۃ مبارکہ کا نام بقرہ رکھنے میں بھی خاص حکمت نظر آتی ہے۔ قدیم زمانہ سے انسانی معاشرہ کی ترقی اور نشوونما میں گائے کا جو مقام رہا ہے وہ اس کے دودھ، گوشت، کھال، ہڈیوں اور بال کے استعمال پر غور وفکر سے واضح ہو جاتا ہے قدیم مصری تہذیب پر جدید تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ فراعنہ کے دور کے مصری گائے کے ان احسانات کی بدولت اسے ماں کا تقدس دیتے تھے انہی کی طرح ہندو بھی قدیم زمانہ ہی سے اس کی پرستش کرتے آرہے ہیں۔

اس نسبت سے دیکھا جائے تو جن مضامین کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم سورۃ میں نازل فرمایا ہے وہ امت مسلمہ کی نشوونما کے لئے لازمی ہیں۔ اسلامی معاشرہ، اسلامی حکومت، اسلامی معاشی نظام اور امت کی بحیثیت مجموعی ترقی وکمال کا انحصار صرف اور صرف سورۃ بقرہ میں دیئے گئے اصولوں کو سمجھنے، ان پر غور وفکر اور عمل کرنے میں ہے۔ زمین پر خلافت الٰہیہ قائم کرنے کے لئے اور خلیفۃ اللہ فی الارض بننے کے لئے جس دودھ، پروٹین، کاربوہائیڈریٹ اور نمکیات وغیرہ کی ضرورت ہے وہ سب کے سب سورہ بقرہ میں موجود ہیں۔ بے شک یہ قرآن کریم کا مفصل خلاصہ اور انسانیت کے لئے کتاب زندگی ہے۔ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم اس سورۃ مبارکہ کے ایک ایک لفظ کو اپنی روح میں سمو کر آگے بڑھتے جائیں اور اللہ کی زمین پر خلیفۃ اللہ ہونے کا حق ادا کرتے جائیں (آمین)۔

Marfat.com

تفسیر سورۃ البقرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

الٓمّٓ ○	-1	الف۔ لام۔ میم
ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ○	-2	(یہ) وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے متقین کے لئے۔

13- ا۔ل۔م حروف مقطعات:۔

سورۃ مبارک کا آغاز تین حروف الف۔لام۔میم سے ہوتا ہے اگر چہ ان کے معنی کا تعین نہیں کیا گیا لیکن جس طرح قرآن کریم کی یہ اہم ترین سورۃ مبارکہ ان حروف سے شروع کی گئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کچھ غیر معمولی کلمات ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ حروف کا یہ عجیب وغریب مجموعہ قرآن کریم کے عظیم انقلابی پیغام کی طرف جن وانس کی توجہ مبذول کرنے کا اعلان ہو گویا کوئی پکارنے والا کہہ رہا ہو "اے گروہ جن وانس ہوشیار باش۔ اللہ جل جلالہ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام محمد مصطفیٰ ﷺ پر قرآن لے کر آرہے ہیں"۔

قرآن حکیم کی 29 سورتوں کا آغاز اس طرح کے حروف سے ہوتا ہے جن کو حروف مقطعات کا نام دیا گیا ہے۔ مثلاً ال م، ال ر، ط س ی س، ق وغیرہ۔ کیا یہ حروف کچھ الفاظ کے مخفف ہیں؟ کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن جدھر بھی یہ آئے ہیں اگر ان کے فوراً بعد آنے والی آیات پر سرسری طور پر بھی غور کیا جائے تو ہمیشہ ہی ان کا خطاب صاحب قرآن جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ایک رائے یہ ہوسکتی ہے کہ حروف مقطعات آپؐ کے خطابات کے سرنام ہیں (واللہ اعلم) ان کی تعداد 28 ہے جو چودہ حروف کے مرکبات ہیں (سورہ بقرہ کے علاوہ پانچ اور سورتیں یعنی آل عمران، الروم، العنکبوت، لقمان، السجدہ) بھی ال م سے شروع ہوتی ہیں۔ 1960ء کی دھائی میں جب کمپیوٹروں کی مدد سے قرآن کریم کے الفاظ اور حروف کی ترکیب کا تجزیہ کیا گیا تو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ حروف مقطعات دراصل قرآن حکیم کا ایک حیران کن حسابی نظام ہے جو قیامت تک کے لئے ایک عظیم سائنسی معجزہ ہے۔ اس معجزہ کی تفصیلات ہوش ربا ہیں۔ ہدایت تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن بڑے سے بڑے حسابدان بھی حیران و پریشان ہیں کہ وہ کام جو جدید کمپیوٹروں سے بھی کرنا مشکل ہے چھٹی صدی عیسوی میں عرب کے صحراؤں میں ایک انسان (ﷺ) نے جہاں حساب نام کی کوئی چیز نہیں تھی کیسے کرلیا؟ حیرانی کے عالم میں

Marfat.com

چپ وہ اس عظیم کتاب کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ کیا پتہ کہ ان کی خوش قسمتی کی گھڑی قریب آپہنچی ہو اور وہ بھی پکار اٹھیں۔ **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ** ﷺ (دیکھیں حروف مقطعات کے حسابی نظام کی تفصیلات ضمیمہ II صفحہ 547)

14- تعارف قرآن کریم:-

ال م کے چونکا دینے والے اعلان کے بعد قرآن کریم کا تعارف کروایا جا رہا ہے فرمایا **ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ** کہ یہ وہ کتاب ہے جو ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ یہ وہی ہے جس کا انسانیت کو ایک مدت سے انتظار تھا، جس کی خوشخبری تمام آسمانی صحیفوں میں دی جا چکی تھی، جو کائنات بننے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھی جا چکی تھی یہ وہی کتاب ہے جو آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین ﷺ تک جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اس کی امین ہے اور تصدیق کرنے والی ہے۔

"**ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ**" ایک عجیب دعویٰ ہے۔ دنیا کا کوئی سائنسدان، کوئی دانشور، کوئی فلاسفر اپنی کسی بھی کتاب کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ شک وشبہ سے بالاتر ہے یہ اتنا دلیرانہ (Bold) دعویٰ ہے کہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں، وہ جو کہتا ہے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اسکا سقم ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ صرف وحی الٰہی کی شان ہے کہ یہ دعویٰ کر سکے جس کی سچائی کی گزشتہ چودہ صدیاں تصدیق کرتی ہیں۔ کٹر سے کٹر مخالف بھی مانتے ہیں کہ قرآن کریم کے حروف، اس کے الفاظ، اس کی آیات، اس کی سورتیں، غرض اس کی زیر زبر بھی سرور کائنات کے مبارک ہونٹوں سے نکلی ہوئی آوازیں ہیں۔ یہ آپ کی ترتیب شدہ کتاب ہے جو وحی الٰہی کے عین مطابق ہے۔ اس کی حکمت اور ہدایت اٹل ہے۔ اس کے مضامین بالکل حقیقت ہیں، اس کی خبریں سو فیصد سچ ہیں۔ بے شک اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خالق کائنات کا اپنا کلام ہے۔ آپ آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ کبھی دھوکا نہیں کھائیں گے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے الکتاب کہا ہے یعنی یہ کوئی بے ربط خطبات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مخصوص کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات ﷺ پر نازل کیا جو وحی الٰہی کی ہدایات کے مطابق نزول کے ساتھ ساتھ اسے کتابی شکل میں ترتیب دیتے جاتے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صاحب قرآن ہی جامع القرآن تھے البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا حضرت عثمانؓ اور سیدنا حضرت علیؓ کو اس کتاب کے پبلشرز بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان میں خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کا کارنامہ واقعی منفرد ہے کہ انہوں نے اپنے تصدیق شدہ نسخے اسلامی خلافت کے ہر صوبائی مقام پر رکھوا دیئے جن کی وجہ سے آج تک قرآن کریم کی صحت قائم ہے۔

Marfat.com

اس عظیم کتاب سے کون فائدہ اٹھاسکتا ہے؟ اسکے بارے میں فرمایا ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔یعنی یہ ہدایت ہے متقین کیلئے۔ گویا ہر آدمی اس سے فائدہ نہیں اٹھاسکے گا۔ اس کیلئے اپنے آپ کو تیار کرنا پڑے گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے میڈیکل سائنس سے استفادہ کرنے کیلئے F.Sc. کے معیار تک تعلیمی استعداد ضروری ہے۔ قرآن کریم سے بھی بھرپور فوائد حاصل کرنے کیلئے کچھ محنت کرنا پڑے گی اور اپنی شخصیت کو متقی کے انداز میں بدلنا ہوگا۔ متقی اسے کہتے ہیں جس میں تقویٰ ہو اور تقویٰ اس خاص ذہنی کیفیت کا نام ہے کہ محبّ اپنے محبوب سے اس وجہ سے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ ناراض نہ ہوجائے۔ چنانچہ متقی لاابالی نہیں ہوتا بلکہ ایک سنجیدہ ،اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی ایک محتاط، عقلمند شخصیت ہے جو اپنی محبت کی وجہ سے اسکی ناراضگی سے ڈرتا ہے وہ حق قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے نیکی کا دلدادہ ہے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ انہی لوگوں میں قرآن کریم سے ہدایت قبول کرنے کی استعداد ہوگی۔

15- متقین کی خصوصیات:۔

اگلی تین آیات کریمہ میں متقی لوگوں کی چھ خاص صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے، جو لوگ ہدایت کے متلاشی ہیں ان کیلئے یہ آیات نہایت قابل غور ہیں۔ انکی تعریف میں سب سے پہلے فرمایا گیا ہے۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

3- (متقی وہ ہیں) وہ جو ایمان لاتے
ہیں غیب پر
اور صلوٰۃ قائم کرتے ہیں
اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے،
خرچ کرتے ہیں۔

اس آیہ مبارک میں متقین کی جن صفات کا ذکر ہے ان میں اولین یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لانے والے ہیں۔ یعنی وہ کھلے ذہن کے مالک ہیں۔ وہ اڑیل نہیں کہ جو چیز ان کے حواس سے باہر ہے یا عقل و دانش میں نہیں آتی اس کا یونہی انکار کردیں بلکہ وہ قبول کرنے والا ذہن (Receptive mind) رکھتے ہیں۔ جو چیزیں ان کے براہ راست مشاہدہ میں نہیں بھی آتیں وہ انکا یونہی انکار نہیں کردیتے۔

غیبی علوم کی اہمیت کے متعلق یہ معجزانہ آیت سائنسی تحقیق کیلئے بنیادی اصول فراہم کرتی ہے۔ دراصل قرآن کریم نے غیب کی حقیقت کا اپنے آغاز میں تعارف کروا کر انسانی سوچ کا رخ لاانتہا بلندیوں کی طرف موڑ دیا ہے۔ اب تک کی تمام تر روحانی ترقیاں اور

Marfat.com

سائنسی دریافتیں اسی سوچ کا نتیجہ ہیں۔ یوں قرآن کریم ساری سائنسی ترقیوں اور باطنی علوم کا بانی ہے۔ جو قوم غیب کو جاننے کی جتنی زیادہ کوشش کرے گی اسی قدر وہ علوم میں ترقی کرے گی۔

ابھی تک سائنسی ریسرچ کا بھی یہی نتیجہ ہے کہ ظاہر جو ہمارے سامنے ہے وہ غیب کی نسبت انتہائی قلیل ہے۔ باطن میں جو کچھ چھپا ہے وہ ظاہر کی نسبت کروڑوں گنا زیادہ ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جسکی سب سے بڑی گواہ جدید سائنس خود ہے۔ اس نے معلوم کیا ہے کہ انسانی نظر کی حد سے باہر کی دنیا اربوں کھربوں گنا بڑی ہے۔ ایٹم کے اندر ایک جہاں آباد ہے لیکن یہ سب کچھ ہمارے حواس کیلئے غائب ہے۔ کشش ثقل کا نظام جس نے کائنات میں ذروں سے لے کر انتہائی بڑی کہکشاؤں کو قابو کیا ہوا ہے ایک عجیب غیبی حقیقت ہے جو ساری کائنات میں پھیلا ہوا ہے لیکن محسوسات کی دنیا سے باہر ہے۔ خود انسان کی اپنی حقیقت انسان کیلئے غیب ہے اسکے اندر جو کچھ ہے وہ اسے نہیں دیکھتا۔ تو کیا یہ صحیح ہوگا کہ ان سب کا اس لئے انکار کردیں کہ ہماری آنکھ ان کو دیکھ نہیں سکتی اور ہماری عقل ان کو سمجھ نہیں پاتی؟ ہرگز نہیں۔ دنیا میں اس وقت لاکھوں ٹیلی ویژن سٹیشن ہیں جن کے پروگرام بیک وقت فضا میں موجود ہیں لیکن ٹیلی ویژن ریسور کے بغیر نظر نہیں آتے۔ انٹرنیٹ (Internet) کے ذریعے بیک وقت اربوں پیغامات عالم میں سرگرداں ہیں جن تک ہماری رسائی صرف کمپیوٹر ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ آپ جہاں بیٹھے ہیں وہاں لاکھوں ایسی چیزیں ہوسکتی ہیں جنہیں سائنس جانتی ہے لیکن ہمارے حواس ان کا ادراک نہیں رکھتے۔ کیا اپنی بصارت کی کمی کی وجہ سے آپ ان غیوب کا انکار کرسکتے ہیں؟ اگر جواب نہیں ہے تو کیا ہم فرشتوں، ارواح، جنت، دوزخ، حیات بعد الموت، عالم قبر، عالم برزخ، عالم حشر نشر وغیرہ کا محض اس لئے انکار کردیں کہ وہ ہماری عقل سے باہر ہیں۔ ایسا صرف وہی سوچے گا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ایسے لوگوں کا راہ راست پر آنا تقریباً ناممکن ہے۔

(For details please see appendix V)

16- قیام صلوٰۃ:-

متقین کی دوسری خصوصی صفت یہ ہے کہ وہ صلوٰۃ قائم کرنے والے ہیں۔ یہ انکے غائب پر ایمان کی عملی شکل ہے۔ صلوٰۃ کا مطلب اپنے رب سے وصل یعنی جوڑ پیدا کرنا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس کا مطلب دعا، اللہ کا ذکر اس کی یاد، نماز اور دیگر سبھی عبادتیں ہیں جو سرور کائنات ﷺ ادا فرماتے تھے۔ صلوٰۃ کی اعلیٰ ترین شکل پنج گانہ نماز ہے۔ لیکن وہی نماز صلوٰۃ ہے جس کے ذریعہ رب تعالیٰ سے جوڑ پیدا ہو اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا تصور دل میں اس قدر جاگزیں ہوجائے کہ انسان گناہ اور فحش کے پاس بھی نہیں پھٹکے۔ متقی آدمی نماز صرف پڑھتا نہیں بلکہ اپنے جسم نفس اور روح کے اوپر صلوٰۃ قائم کرتا ہے۔ جس نماز میں روح کا دخل نہیں اس کے متعلق فرمایا گیا ہے، فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (٤) الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (٥) چنانچہ متقی کبھی نماز میں تساہل نہیں برتتا اور نہ ہی وہ اپنے رب کی یاد

Marfat.com

سے کبھی غافل ہوتا ہے بلکہ اسکی جدو جہد کا مقصود زندگی کے ہر موڑ پر قیام صلوٰۃ ہے یعنی وہ معاشرہ کے رسم و رواج، طرز حکومت، تعلیم و تربیت، معاشی نظام وغیرہ سبھی کو صلواۃ کے دائرہ کار میں لانے کیلئے جدو جہد کرتا رہتا ہے۔ اس کے بغیر قرآن کریم سے کما حقہ فائدہ اٹھانا ناممکن ہے۔

17- اللہ کی راہ میں رزق خرچ کرنا:-

متقی کی تیسری صفت یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ نے اس کو جو رزق دیا ہے وہ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہے۔ **وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ** رزق انسان پر اللہ تعالیٰ کی ہر عطا کا نام ہے چنانچہ ہماری زندگی، صحت، قابلیت، تعلیم، مال و دولت، کھانا پینا، عزت، اقتدار سب کچھ اللہ کا عطا کیا ہوا رزق ہے۔ متقی ان چیزوں کا اپنی ذات پر اسراف نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے آپ کو اس رزق کا امین سمجھتا ہے اور زندگی بھر امانتداری کا حق ادا کرتا رہتا ہے۔ اس کی ترجیح اپنی ذات نہیں بلکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے وہ اپنی توانائیاں خرچ کرتا رہتا ہے۔ اس شخصیت کا مالک جب قرآن حکیم کی ہدایت کو پالیتا ہے تو پھر وہ ہمہ تن اور با عقل و ہوش اس طرف لگ جاتا ہے کہ اس نعمت عظمٰی میں دوسروں کو بھی شریک کرے۔ ایمان بالغیب، قیام صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کے علاوہ اگلی آیہ کریمہ میں متقی کی مزید تین بنیادی خصوصیات کا ذکر ہے۔ فرمایا......

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

4- اور (متقی وہ ہے) جو ایمان لائے اس پر جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف،
اور اتارا گیا آپ سے پہلے،
اور وہ آخرت پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

5- وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں اپنے رب سے، اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

18- خاتم النبیین کی اتباع اور دین کی وحدت:-

اوپر دی گئی آیات میں متقی کی جن خصوصیات کا ذکر ہے ان میں اول درجہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات پاک اور آپؐ کے پیغام پر ایمان لانا ہے۔ آپ ﷺ پر قرآن کریم بذریعہ وحی تیئس (23) سال حسب حکمت الٰہی نازل ہوتا رہا اور آپ ﷺ وحی کی ترتیب کے مطابق اسے انسانیت کے سامنے پیش کرتے رہے لیکن آپ محض پیغمبر نہیں تھے بلکہ آپکے ذمہ قرآن کریم کی تعلیم، اسلام کے ماننے والوں کی

Marfat.com

تربیت، ان کا تزکیہ نفس، اسلامی نظام حکومت کا قیام اور ہر طرح کے انسانی مسائل میں عملی طور سے گذر کر ہدایت کو واضح کرنا بھی تھا اسکے علاوہ خاتم النبین کی حیثیت سے آپ کی یہ ذمہ داری بھی تھی کہ آپ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی نبی اور رسول بھیجے، جن کے بارے میں آپ ہی نے خبر دی کہ ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی، ان پر ایمان لائیں اور ان کی تعلیمات کی تصدیق کریں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی مثال ایک بلند و بالا عمارت کی ہے اور انبیاء اور رسولوں کی مثال اس عمارت کی اینٹوں کی مانند ہے ایک آخری اینٹ باقی رہ گئی تھی، آپ نے فرمایا ''وہ اینٹ میں ہوں'' یعنی اب اسلام کی عمارت مکمل ہوگئی ہے جو اس کے اندر ہوں گے ان کے لئے نہ کسی طرح کا خوف اور نہ غم ہوگا اور جو اس سے باہر ہیں ان کا کوئی دین نہیں۔ لہٰذا آیہ مبارک وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی ہدایت صاحبِ قرآن ﷺ کی مکمل اتباع آپ کے فرامین پر عمل اور آپ کی مثال کی نقل میں ہے

قرآن پاک سے ہدایت کے لئے آخری اہم شرط ایمان بالآخرۃ ہے جس میں حیات بعد الموت، یوم الدین، جزا و سزا، جنت اور جہنم کے تمام مقامات شامل ہیں جس کسی کو ان پر پختہ یقین ہے دین اس کی ضرورت بن جاتا ہے اور وہ کبھی گمراہ نہیں ہوتا'' تفصیلات کے لئے ہماری کتاب قیامت اور حیات بعد الموت کا مطالعہ فائدہ مند رہے گا''۔

(For further details please see appendix xxii)

19 - متقی کی چھ خصوصیات:۔

اوپر کی تین آیات میں متقی کی چھ خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں ان میں چار کا تعلق اقرار باللسان ویقین بالقلب سے ہے یعنی ایمان بالغیب، رسول کریم ﷺ پر ایمان اور آپؐ سے پہلے نبیوں کی صداقت پر ایمان اور ایمان بالآخرۃ جس میں حیات بعد الموت، قیامت، یوم الدین (روز جزا) اور حساب کتاب کے بعد کی زندگی شامل ہیں۔ ان چار باطنی ایمانی کیفیات کے اوپر دو عملی شرائط ہیں جن میں پہلی قیام صلوٰۃ ہے یعنی حقوق اللہ کی مقرر شدہ ضوابط کے مطابق ادائیگی اور دوسری انفاق فی سبیل اللہ ہے یعنی حقوق العباد کا ادا کرنا ہے۔

ان چھ معیار کی مضبوطی کی نسبت ہی سے کسی شخصیت کے تقویٰ کے مقام کا تعین ہوگا اور اسی نسبت سے وہ اللہ کی کتاب سے استفادہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ خوش قسمت لوگ جن میں تقویٰ کی یہ چھ خصوصیات کسی بھی درجہ میں موجود ہیں انشاء اللہ فلاح پا جائیں گے۔ ان خصوصیات میں سے اگرچہ آخرت کو بعد میں لایا گیا ہے لیکن اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ '' فرما کر حیات بعد الموت پر ایمان کو قرآنی ہدایت حاصل کرنے کے لئے حرف آخر قرار دیا ہے۔ تمام ادیان کی بنیاد یہی حقیقت ہے۔ اگر آخرت پر ایمان کمزور ہوگا تو دین کی ساری عمارت کمزور ہوگی۔

Marfat.com

متقیوں کا انعام ہدایت اور فلاح ہے۔فلاح کا مصدر فلح ہے جس کا مطلب پھاڑنا ہے۔اس نسبت سے متقی کی مثال دانہ کی سی ہے۔اس کے اندر نمود، نشو ونما، پھلنے پھولنے کی صلاحیت پہلے ہی سے موجود ہوتی ہے۔ جونہی اسے مناسب زمین میں رکھ دیا جاتا ہے ،مناسب ماحول پیدا کر دیا جاتا ہے اور آبپاشی کی جاتی ہے تو وہ دانہ زمین کو پھاڑ کر پودا بن کر نکلتا ہے اور دیکھ بھال سے وہ بڑھ کر ایک تناور درخت بن کر لہلہانے لگتا ہے۔یہی حال متقی شخصیت کا ہے۔اس میں دنیا و آخرت میں ایک کامیاب انسان بننے کی صلاحیتیں پہلے سے موجود تھیں پھر جب قرآن کریم کی ہدایت سے اس کی آبپاشی ہوئی ہے تو وہ ایک عجیب مجاہدانہ شان سے انسانیت کیلئے رحمت بن کر اٹھا ہے۔

(For more details please see appendix-VI)

متقی شخصیت کے برعکس کافر اور منافق ہیں جو اپنے مسلسل انکار سے حق کی بصیرت کھو دیتے ہیں جن کی کیفیت مندرجہ ذیل آیات میں ظاہر کی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ
ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ
لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

6- بے شک جنہوں نے کفر اختیار کر لیا
یکساں ہے ان کے لئے،
آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں،
وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۚ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ
غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

7- مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر،
اور ان کے سننے کی صلاحیتوں پر،
اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔
اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

20- اختیاری کفر اور مہر شدہ دل:۔

اوپر کی آیات کریمہ انسان کی سائیکالوجی پر حرف آخر ہیں اور جو لوگ انسانی اصلاح احوال کے داعی ہیں ان کے لئے بہترین رہنمائی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر نیکی اور اپنی ذات پاک کا وجدان رکھا ہے۔پھر اس کے اندر ایک ضمیر ڈال دیا ہے جو اسے

Marfat.com

برائی سے خبردار کرتا ہے اور نیکی کا احساس اطمینان دلاتا ہے۔اس کی فطرت کی جلا کے لئے یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے نبی بھیجے۔آدمی کے امتحان کے لئے شیطان کو بھی پیدا کیا جس کا کام نبیوں کی ہدایت کے خلاف انسان کو ورغلانا ہے اور اُس کو راہ حق اور باطل پر چلنے کا اختیار بھی دے دیا۔اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمی کی قدر(Value) اسی نسبت سے ہے جس نسبت سے وہ شیطان کی مخالفت کرتا ہے۔ایمان کو اختیار کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔

انسان کے آخری دور میں جب اس کے مسائل بہت زیادہ بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت کے لئے اپنے سب سے بڑے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا۔ آپؐ کے عہد میں ذرائع ابلاغ کو بھی اتنی ترقی دے دی کہ آج ہر کان میں آپ کا پیغام پہنچ سکتا ہے اور ہر دل تک آپ کی تعلیم کی رسائی ہوسکتی ہے۔ایسے میں جو لوگ آپؐ کے راستہ کو چھوڑ کر اپنے خود ساختہ راستوں پر چلتے چلتے دور نکل جاتے ہیں اُن کے دلوں پر شیطان قبضہ کر لیتا ہے اور ہدایت کی طرف جانے والے راستوں پر بیٹھ کر اُن کے ضمیر کو خاموش کر دیتا ہے۔یوں ان کے اسلام کی طرف آنے کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔اُنھیں کفر کی بیماری لگ جاتی ہے جو رفتہ رفتہ ان کی روحانیت کو بالکل ختم کر دیتی ہے اور کفران کی عادت ثانیہ بن جاتا ہے اور جسم کے اندر جو اصل انسان ہے اس کے کان، آنکھیں اور شعور سب کچھ بیکار ہو جاتا ہے اور یوں وہ حق کو سننے اور سمجھنے کی صلاحیت بالکل ہی کھو دیتے ہیں جس کے بعد ان کا کفر لاعلاج ہو جاتا ہے۔کافروں کی طرح منافقوں کا بھی بالآخر یہی حال ہونا ہے۔ جیسے آیہ مبارک 6 میں فرمایا گیا ہے۔''یکساں ہے ان کے لئے۔آپ انہیں اللہ سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان لانے والے نہیں''۔اسلئے اسلام کے مبلغین کو ایسے لاعلاج روحانی بیماروں پر اپنی محنت ضائع نہیں کرنی چاہیے۔

فخرِ موجودات رسول اللہ ﷺ نے مثال کی زبان(Symbolic Language) میں سمجھایا کہ ہر برائی کا اثر قلب پر ایک سیاہ داغ کی مانند ہوتا ہے۔جب انسان برائیوں سے باز نہیں آتا تو ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ یہ کالے دھبے اس کے دل کو پوری طرح ڈھانپ لیتے ہیں پھر وہاں ہدایت کے نور کا گزر نہیں ہوسکتا۔یہی وہ کیفیت ہے جسکی آیۃ مبارکہ 7 زبردست عکاسی کرتی ہے فرمایا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کہ''مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر'' دلوں پر مہر کے اثرات یہ ہیں کہ انسان کی روحانی قوتیں مفقود ہو جاتی ہیں روحانی آنکھیں، کان اور سوچنے سمجھنے کی صلاحتیں بند ہو جاتی ہیں اور آخر میں اسکا ضمیر بھی مر جاتا ہے۔'' سائنسی لحاظ سے دلوں پر مہر ایک سائیکولاجیکل بیماری ہے جس کی وجہ حق سے انکار اور کفر پر مسلسل اصرار ہے۔یہ غرور سے شروع ہوتی ہے اور پھر انجانے خوف اور ڈپیریشن میں بدل کر بیمار کو ہمیشہ کے لئے ایمان کی دولت سے محروم کر دیتی ہے لہذا عذاب عظیم اس کا مقدر بن جاتا ہے۔ آیئے ہم اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنا محاسبہ کرتے رہیں اور مسلسل توبہ، استغفار کے ذریعے اپنے دلوں پر جمنے والے کالے دھبوں کو صاف کرتے رہیں۔ آمین۔

Marfat.com

اگلی چند آیات کریمہ میں انسانوں کے تیسرے گروہ کا ذکر ہے جو کافروں سے بھی زیادہ بدقسمت ہے۔ یہ صحیح معنوں میں شیطان کے چیلے ہیں جو حق کو سمجھتے ہیں لیکن اپنے تکبر اور دنیاوی مفاد کی بناء پر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ فرمایا.....

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا
بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

8- اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے پھرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت پر۔ حالانکہ وہ مومنین میں سے نہیں ہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا
يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ؕ

9- چالبازی کرتے ہیں اللہ سے، اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی سے بھی چالبازی نہیں کر رہے مگر اپنے آپ سے۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا
يَكْذِبُوْنَ ۝

10- ان کے قلوب میں مرض ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا اور اب ان کے لئے عذاب الیم ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

21- گروہ منافقین:-

کافر اپنے غرور، جہالت اور اڑیل پن کی بناء پر حق کا انکار کرتے رہتے ہیں اور آخرکار وہ روحانی طور پر مر جاتے ہیں لیکن لوگوں میں ایک گروہ ایسے چالبازوں کا ہے جو نہ ادھر کا ہے نہ ادھر کا۔ ان کا مفاد ہی ان کا رب ہے۔ اگر انہیں مسلمانوں سے فائدہ ہو تو کہتے ہیں کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والے ہیں لیکن اگر مفاد کفر سے پورا ہو رہا ہو تو پھر کفار کے خیالات کی ترجمانی کرنے لگتے ہیں۔ اندرون خانہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے ہوشیار چالباز اور ڈپلومیٹ ہیں۔ سبھی کو بیوقوف بنا لیتے ہیں۔ ان کے بارے ارشاد ربی ہے يُخٰدِعُوْنَ

اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بہت بڑے دھوکے میں ہیں اور اپنی ذات کے دشمن ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ جب ان کی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے تو دنیا میں بھی یہ ذلیل ہوتے ہیں اور آخرت میں تو ہیں ہی لیکن پھر بھی وہ اپنے دوغلے پن پر بڑی ڈھٹائی سے اڑے رہتے ہیں، بالآخر ان میں سیدھی بات کرنے کا شعور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ ہیر پھیر، جھوٹ اور مکاری کے ساتھ بات کریں گے۔ یہ بیمار ذہن کے لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے ''فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ''

ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگ ظاہراً دوسروں کو خوش نظر آتے ہوں لیکن متواتر جھوٹ بولنے کی وجہ سے اندر ہی اندر وہ ایک عجیب طرح کے عذاب میں مبتلا رہتے ہیں اور انھیں کبھی سکون نصیب نہیں ہوتا۔ انہیں بے چینی، رنج والم کا عذاب لاحق ہو جاتا ہے۔ بیماری، مقدمہ بازی اور خوف ان کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور مرنے کے بعد بھی ان کی بے قرار روح کف افسوس ملتی رہتی ہے۔

22- دلوں کی بیماری، ایک سائنسی حقیقت:-

اللہ تعالیٰ کا فرمان ''فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ'' ''ان کے دلوں میں بیماری ہے'' ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کو بھی آشکار کر رہا ہے۔ اجسام کی بیماری سے تو انسان ایک عرصہ سے واقف ہے لیکن دلوں کی بیماری کیا ہے؟ اسکا صحیح ادراک 20ویں صدی میں ہوا اور سائنسی زبان میں انکا نام ذہنی بیماریاں (Phychological Disorders) رکھا گیا ہے۔ ان بیماریوں کی وجہ کیا ہے؟ ڈاکٹر ابھی تک اندھیرے میں ہیں۔ لیکن آیہ مبارک 10 کی رہنمائی میں کہا جاسکتا ہے کہ بیشتر سائیکولوجیکل بیماریوں کی وجہ دلوں کا نفاق یعنی جھوٹ، مکر اور فریب ہے۔ شاید ہی کوئی جھوٹا آدمی ان بیماریوں سے کبھی بچا اور شاید ہی کوئی سچا آدمی ان میں مبتلا ہوا ہو۔

افسوس کہ آج کل کے اکثر مسلمانوں کی زندگی بھی منافقین جیسی ہے۔ معاشرہ میں جو بے چینی کی آگ لگی ہوئی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے اور ان میں اکثر عذاب الیم میں مبتلا ہیں۔ آیہ مبارک۔ 9 سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جب تک لوگ اپنی چالبازیوں کو چھوڑ کر سیدھے نہیں ہو جاتے وہ یونہی عذاب در عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ڈھیل دیتا ہے لیکن منافقوں کے لئے یہاں بھی کوئی ڈھیل نہیں۔ ان کے لئے دونوں جہانوں میں عذاب ہے۔ کاش مسلمان مفاد پرستی چھوڑ کر اپنے رب کی طرف آجائیں۔ کم از کم اپنی سوچ میں تو اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کریں

(For details see appendix xii,xiii)

23- فساد اور منافقین:-

اگلی آیہ مبارکہ منافقین کے اُس کریکٹر کو ظاہر کرتی ہے جس نے دنیا کو تقریباً تباہ کر کے رکھ دیا ہے یہ اسے ڈپلومیسی اور عقلمندی کا نام دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ یہ عقلمندی نہیں بلکہ ان کی خطرناک جہالت ہے۔ فرمایا......

Marfat.com

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ○

11- اور جب انہیں کہا جاتا ہے زمین میں فساد نہ کرو تو وہ جھٹ بول اٹھتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○

12- خبردار یہی لوگ فسادی ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

13- اور جب کہا جائے انہیں، ایمان لاؤ، جیسے ایمان لائے (عام) لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں، جس طرح ایمان لائے بیوقوف۔ آپ کہہ دیجئے کہ دراصل وہی احمق ہیں مگر وہ جانتے نہیں ۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ○

14- اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں، ہم (بھی) ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے ساتھ، تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو محض ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○

15- (دراصل) اللہ ان کا مذاق اڑا رہا ہے، اور ڈھیل دیتا ہے انہیں (تھوڑی مدت کے لئے)،

Marfat.com

یوں وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہی چلے جاتے ہیں۔

24- فساد کی جڑ:-

فساد فسد سے ہے جسکا مطلب چیزوں کے توازن کو خراب کرنا ہے۔ یوں فساد امن کو بدامنی اور آرڈر (order) کو ڈس۔ آرڈر (disorder) میں بدل کر رکھ دیتا ہے۔ آیات مبارک 12-11 میں ان لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو دنیا میں فساد کا باعث ہیں کہ زمین میں فساد کی جڑ منافقین ہیں لیکن وہ مانتے نہیں حالانکہ اپنے مفاد کی خاطر جو لوگ رب العالمین کے سامنے جھوٹ بولنے سے نہیں ڈرتے اور اپنے ایمان کو چند پیسوں کے عوض بیچ سکتے ہیں ان سے بڑا فسادی کون ہوگا اس طرح کے شاطر لوگ اپنے مکروہ چہروں کو اصلاح احوال، سیاست، ڈپلومیسی، حکمت عملی، تہذیب، کلچر، ثقافت، اعلیٰ معیار زندگی وغیرہ جیسے لفظوں کے لبادہ میں چھپاتے رہتے ہیں لیکن قرآن حکیم نے ان کی اصلیت کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے مادی اور روحانی مسائل کا باعث ان کی منافقت ہے۔

25- ماحول کی حفاظت:-

آیہ مبارک 11 میں فرمان الٰہی "لَاتُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ" "زمین میں فساد مت کرو" یہ انسانیت کی بقا کے لئے بہترین فارمولا ہے۔ جو تمام انسانوں کیلئے ایک عمومی حکم ہے اور ماحولیاتی سائنس دانوں کیلئے بے مثل نعرہ (Slogan) ہے۔ ماحول کے دوست (Environmentalists) جب کہتے ہیں کہ "زمین کو خراب ہونے سے بچاؤ" تو دراصل وہ قرآن کریم کی اس آیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ کاش کہ وہ قرآن کریم سے یہ بھی سیکھ لیں کہ زمین کی خرابی کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے اور اس خرابی کے ذمہ دار کون ہیں؟ یہ وہی مفاد پرست ہیں جن کا کوئی دین نہیں۔ وہ اصلاح، ترقی اور معیار زندگی کو بڑھانے کے پرکشش نعروں کے فریب سے مسلسل زمین میں فساد بپا کر رہے ہیں۔ یہ انہی کی وجہ سے ہے کہ دنیا کے بیس فی صد لوگ زمین کے اسی (80) فی صد ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ اگر انہیں روکا نہ گیا تو نہ صرف یہ کہ تمام انسانیت ماحول کی خرابی کے عذاب الیم میں مبتلا ہو جائے گی بلکہ جس رفتار سے وہ زمینی ذرائع کو ختم کر رہے ہیں چند صدیوں کے بعد آنے والے لوگ معدنیات اور قدرتی ذرائع سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ یوں یہ فسادی آنے والی نسلوں کے بھی دشمن ہیں۔

ان کی بسیار خوری اور بے حساب فضول خرچی کی وجہ سے پہلے ہی موسموں میں خطرناک تبدیلیاں آ چکی ہیں۔ قطبین کی برف پگھلنے سے سمندروں کا پانی چڑھ رہا ہے، دریاؤں کا پانی صنعتوں کے فضلات سے خراب ہو چکا ہے، آسمان کی اوزون والی چھت

Marfat.com

(Ozonelayer) میں شگاف پڑ چکا ہے، ہوا صنعتی گردوغبار سے گندی (Pollute) ہو چکی ہے، امن برباد ہو چکا ہے لیکن اس فساد کے ذمہ دار، انسانیت کے یہ دشمن پھر بھی یہی پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ "ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں"۔ ہم تو معاش اور صنعت کو ترقی دے رہے ہیں"۔ اگر دین کی بات ہو تو کہتے ہیں کہ "ہم سے زیادہ دیندار کون ہوگا" لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو ظاہر کر کے رکھ دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ ان کے لالچ اور ہٹ دھرمی نے انہیں جاہل اور بھلائی کے شعور سے عاری کر دیا ہے۔

(For more details please see appendix XX)

26- منافقین کا مذہب:-

آیۃ مبارک 13 بتاتی ہے کہ منافقین کی ایک خاص خصلت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑے عالم و فاضل سمجھتے ہیں اور دوسروں کے مذہب اور عقائد کو تحقیر سے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سچے خادموں کو کبھی بنیاد پرست اور کبھی جاہل ملا کا نام دیتے ہیں۔ انہی میں وہ بھی ہیں جو فرقہ بندیوں اور اختلافات کے بانی ہوتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے باطل نظریات پر حق کا لبادہ اوڑھ کر رکھتے ہیں۔ مسلمانوں پر اپنی چرب زبانی سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان سے بہتر کوئی دوسرا مسلمان نہیں لیکن جب اپنے گروہ کے خاص لوگوں میں ہوتے ہیں تو پھر اپنے باطن کی خباثت کا اظہار کھل کر کرتے ہیں۔ اپنے طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس طرح سچے مسلمانوں کی تحقیر کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ استہزا واپس انہی پر آ جاتا ہے۔

"اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ" "اللہ تعالیٰ ان سے استہزا کرتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ ان کی برائی انہی پر پھیر دی جاتی ہے یعنی وہ اپنے طرز عمل سے مسلمانوں کا مذاق نہیں اڑا رہے ہوتے بلکہ اپنی قسمت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اکثر دنیا ہی میں انھیں سزا ملنا شروع ہو جاتی ہے لیکن موت کے بعد جب اصلیت ظاہر ہوگی تو ان کا سا کوئی بدقسمت نہیں ہوگا۔

27- قانون عمرانیات:-

آیۃ مبارک وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (اور ان کی سرکشی میں بڑھاتا ہی جاتا ہے)۔ دراصل اللہ تعالیٰ کا قانون عمرانیات ہے۔ وہ نیک اور برے دونوں ٹائپ کے انسانوں کی مدد کرتا ہے۔ نیکوں کی نیکی میں اور بروں کی برائی میں۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ کدھر جانا چاہتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص وقت تک بروں کو بھی سدھرنے کی مہلت عطا فرماتے ہیں اور کچھ وقت تک ان کو ڈھیل دیتے ہیں۔ فوری پکڑ نہیں کرتے۔ عام فارمولا یہ ہے کہ جب کوئی آدمی یا معاشرہ برائی میں بڑھ رہا ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ انہیں خوشحالی دیتا ہے، پھر ان پر غربت شروع ہوتی ہے، اگر پھر بھی وہ باز نہیں آتے تو اس کے بعد اللہ کی پکڑ اچانک آتی ہے۔ حال ہی میں اس کی مثال روس کی تباہی ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ستر سال ڈھیل دی، خوب ترقی دی، دنیا کی سپر پاور بنایا، لیکن وہ باز نہ آئے۔ پھر ان کی معاشی حالت خراب ہونے لگی لیکن وہ پھر بھی نہ سمجھے بالآخر ایسا پکڑا کہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس کے برعکس اچھے مسلمانوں پر جو مصائب

Marfat.com

آتے ہیں وہ ان کی آزمائش کے لئے ہوتے ہیں اگر وہ صبر سے ان کو جھیل لیں تو پھر کامیابی عطا کر دی جاتی ہے جبکہ برائی میں بڑھنے والے برائی کی طغیانی میں بہا دیئے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ ان کے کرتوت ہوتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ اگلی آیہ کریمہ میں فرماتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ○

16- یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔ پس ان کی تجارت نے انہیں نفع نہ دیا، اور وہ کبھی بھی ہدایت پانے والے نہیں

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ

17- ان کی مثال ایسی ہی ہے کہ کسی نے آگ جلائی۔ پھر جب (آگ سے) اردگرد کا ماحول روشن ہو گیا تو لے گیا اللہ ان کا نور، اور وہ اندھیروں میں بھٹکنے لگے انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ○

18- یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ سو وہ کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

28- نقصان دہ تجارت:-

ہماری سب سے قیمتی متاع ہماری زندگی ہے۔ یہ وقت کا وہ وقفہ ہے جو ہم لیکر پیدا ہوتے ہیں اور پھر زندگی بھر ہم اپنا یہ قیمتی سرمایہ چیزوں کے بدلے بیچتے رہتے ہیں۔ یہ وہ تجارت ہے جو ہر انسان کرتا ہے۔ کافر اور منافقین اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو ان چیزوں کے عوض بیچ دیتے ہیں جو آخرت میں انکے لئے کسی کام کی نہیں یا نقصان دہ ہوتی ہیں مثلاً نیکیوں کی جگہ بدی اور ہدایت کی بجائے گمراہی پر اپنا وقت قربان کر دیتے ہیں حتیٰ کہ ان کا ضمیر بھی مر جاتا ہے اور ان کے باطن کی انسانیت موت کی وادیوں میں اتر جاتی ہے یوں ان کا سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے اور پھر ہزار رشد و تبلیغ کے باوجود وہ اپنے کفر کے خول سے نکل نہیں سکتے اور یوں آخر کار زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔

ان کی مثال آیہ مبارک 17 میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ کسی جگہ اندھیرا گھپ تھا۔ایک نورانی صفت انسان تشریف لایا اور اس نے آگ روشن کی جس سے اندھیرا اچھٹ گیا۔ماحول جگ مگا اٹھا۔آنکھ والوں پر سب کچھ ظاہر ہوگیا لیکن انہی میں سے وہ بھی تھے جو اس تیز روشنی کو برداشت نہ کر سکے۔ان کی آنکھیں اندھی ہوگئیں اور روشنی کے باوجود یہ گھپ اندھیروں میں پھنسے رہے۔اس مثال میں وہ نورانی شکل وصورت والے محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں وہ جو روشنی لے کر آئے نبوت کا نور ہے اور وہ جو اس نور کو برداشت نہیں کر سکتے منافق اور کافر ہیں۔ان کی آنکھوں پر ان کے اپنے کفر کا پردہ پڑا ہے۔اپنی انکاری فطرت کی بناء پر ہدایت کیلئے ان کے تمام حواس معطل ہو چکے ہیں۔ یوں وہ ساری زندگی اپنے باطن کے گھپ اندھیروں میں بھٹکے رہتے ہیں اور ہدایت کے نور سے کوئی فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں رہتے۔

آیہ مبارک 18 میں ان کی مثال ایک ایسے شخص سے دی گئی ہے جو بیک وقت اندھا، بہرا اور گونگا ہے۔ایسے آدمی پر جس قدر بھی محنت کی جائے اسے کوئی بات سمجھائی نہیں جاسکتی۔ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ جہالت کی وہ انتہائی حالت ہے جس میں حق کی کوئی بات بھی سمجھ نہیں آتی اور آدمی کی عقل ودانش والی ہر ایک حس بند ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ خود ظلمت کدہ بن جاتا ہے اور انجام کار کبھی بھی ہدایت کی طرف نہیں آسکتا۔ایسے لوگوں پر ہدایت کے لئے محنت کرنا محض وقت کا ضیاع ہے۔وہ جدھر پہنچ چکے ہیں وہاں سے کبھی واپس نہیں لوٹ سکتے۔اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمیں ایسے مقام پر پہنچنے سے بچاتا رہے۔

منافقین میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو درمیان میں لٹکا رہتا ہے اور ایسے بہت سے ہیں۔ایسے بندوں کی مثال اگلی آیہ مبارک میں فرمائی گئی ہے۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَ
رَعْدٌ وَبَرْقٌ ۚ
يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ
حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ
وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ○

-19 یا ان کی مثال آسمان سے طوفانی بارش کی مانند ہے، اس میں اندھیرے ہیں گرج اور بجلی کی چمک۔
وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں، کڑک اور موت کے ڈر سے۔
اور اللہ تعالیٰ گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا
أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ ۙ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ

-20 قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی کو اچک لے۔جونہی روشنی ہوئی ان کے لئے،

Marfat.com

قَامُوْا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

چل پڑے اس میں، اور جب تاریکی چھا گئی تو کھڑے ہو گئے۔
اگر اللہ چاہتا تو سلب کر لیتا ان کی سماعت اور بینائی۔
بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

29- منافق اور اسلام:-

آیہ مبارک 19 میں اسلام کی مثال گہرے بادلوں کے ساتھ ایک بنجر اور خشک زمین پر موسلا دھار بارش سے دی گئی ہے خشک سالی کی وجہ سے وہاں کے رہنے والے ایک عرصہ سے اس کے انتظار میں تھے، جیسے کفر کے اندھیروں میں تمام دنیا کو سرور کائنات ﷺ کے آنے کا انتظار تھا لیکن جسطرح رحمت کی بارش کے ساتھ بھی کچھ تکلیف اور خوف ہوتا ہے، اسلام بھی اپنے ماننے والوں کیلئے کچھ آزمائش لے کر آیا۔ سچے مومنوں نے تو ان مصائب کو خوش آمدید کہا اور سب کچھ خوشی خوشی برداشت کیا لیکن کچھ ایسے بھی لوگ تھے جو اسلام سے فوائد کے حصول کے تو شیدائی تھے لیکن اس کے لئے جو قربانی دینی پڑتی ہے اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ یہی حال آج کروڑوں نام نہاد مسلمانوں کا ہے جو جان بوجھ کر سود کی ممانعت، زکوٰۃ کی ادائیگی، صوم کی پابندی اور جہاد سے دور بھاگتے ہیں لیکن جنت کی خواہش میں سب سے آگے ہیں۔ رحمت کی اس بارش میں منافقین کا یہ وطیرہ ہے کہ ''جونہی روشنی ہوئی تو چل دیئے اور جب تاریکی چھا گئی تو ٹھہر گئے'' مطلب یہ کہ جب تک اسلام میں فوائد نظر آتے ہیں اسلام کے ساتھ چلتے رہے، جب کوئی آزمائش آتی ہے یا قربانی مانگی جاتی ہے تو رک جاتے ہیں۔

آیہ مبارک کے آخر میں یہ فرمان کہ ''اللہ اگر چاہتا تو سلب کر لیتا ان کی سماعت اور بینائی'' اس طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں اعضا معلومات حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ انسانی دماغ میں ایک نکتہ سننے کے لئے ہے اور ایک دیکھنے کیلئے۔ اگر وہاں خرابی آجائے تو ظاہری آنکھیں اور کان بیکار ہو جاتے ہیں لیکن روحانی آنکھیں اور کان تو ان سے بہت زیادہ حساس واقع ہوئے ہیں۔ اگر منافقین اپنی روش پر قائم رہیں گے تو بالآخر نفاق کی بیماری ان کی روحانی صلاحیتوں کو کلی طور پر مفلوج کر کے رکھ دے گی۔ اس انجام سے بچنے کیلئے ہمیں چاہئے کہ مسلسل اپنا محاسبہ کرتے رہیں، نفاق کی برائی سے توبہ کرتے رہیں اور اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونے کیلئے کوشاں رہیں۔

30- ایک اہم سائنسی نکتہ:-

آیہ مبارک میں '' اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ '' میں ''آسمان سے بارش'' والی بات میں ایک اہم سائنسی اشارہ ہے۔ اس

Marfat.com

سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پر بارش کا انحصار آسمان پر ہے۔ بیسویں صدی کی سائنس نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے کہ سمندروں سے بخارات اٹھنے کے عمل کا انحصار سورج پر ہے لیکن جب فضا میں یہ بخارات بادل کی شکل میں جمع ہوتے ہیں تو بخارات کو قطرے بنانے کے لئے برقائی ذرات (Charged particles) کی ضرورت ہوتی ہے یہ برقائی ذرات بھی آسمانوں ہی کی طرف سے آتے ہیں۔ ان کا منبع کائناتی شعاعیں (Cosmic Rays) ہیں جو دوسرے ستاروں اور سورج سے نکل کر ہماری زمین کی طرف آتی ہیں۔ ان کی عدم موجودگی میں بخارات قطروں میں تبدیل نہیں ہونگے اس لئے بارش بھی نہیں ہوگی۔ لہٰذا بخارات بننے، ہواؤں کے چلنے اور بخارات کا بارش کے قطرے بننے کا اہم ترین سبب آسمان ہی ہے۔ قرآن حکیم کا یہ اعجاز ہے کہ بڑے بڑے سائنسی حقائق کو نہایت مختصر الفاظ میں بیان کر دیتا ہے۔ (سبحان اللہ) (Detail, Appendix XVII) آیات کریمہ 20,19 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کا برق، رعد اور صاعقہ سے بھی تعارف کروایا ہے جو عظیم قدرتی طاقتیں ہیں۔ جن کا صحیح ادراک جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے بعد ہی ہوا ہے۔ آیہ مبارک 20 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ "قریب ہے کہ برق ان کی بینائی اچک لے" سائنسی لحاظ سے ایک بڑا معنی خیز بیان ہے معلوم ہوتا ہے کہ اچانک تیز روشنی یا بجلی کی بہت بڑی رو آنکھوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ یہاں سے ہم اگلی آیت کی طرف بڑھتے ہیں جس میں انسانیت کو پیغام دیا گیا ہے کہ نفاق اور کفر کو چھوڑ دو اور اپنے مالک کی صدق دل سے بندگی کرو۔ فرمایا...

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

21- اے لوگو اپنے رب کی بندگی کرو،
جس نے تمہیں پیدا کیا،
اور تم سے پہلے لوگوں کو (بھی)،
تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

22- وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا،
اور آسمان کو (مانند) چھت،
اور اتارا آسمان سے پانی۔
پھر نکالے اس سے طرح طرح
کے پھل، تمہارے رزق کے لئے۔
پس تم اللہ کے واسطے شریک نہ بناؤ،
حالانکہ تم یہ سب اچھی طرح جانتے ہو۔

Marfat.com

31- صحیح طرزِ عمل:-

آیۃ مبارکہ 21 دنیا کے تمام انسانوں کی طرف ہدایت کا پیغام ہے۔فلسفیانہ موشگافیوں کی بجائے نہایت واضح بات کی گئی ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا یعنی تمہاری بندگی کی واحد حقدار وہ ذات پاک ہے جس نے تمہاری تخلیق کی تمہارے لئے نشو ونما کے تمام سامان پیدا کئے جس کی وجہ سے تمہارا وجود ہے۔اس نے زمین و آسمان کو تمہاری خدمت پر لگا دیا،اب تم بھی ذرا سوچو کہ تم کس کے لئے ہو؟ آیہ مبارک کے آخر میں اس بات کو کھول کر رکھ دیا کہ اگر تم اپنے رب کے عبد بن جاتے ہو تو اس سے فائدہ تمہی کو ہوگا۔اس کا انعام یہ ہوگا کہ تم متقی بن جاؤ گے اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی متقی لوگوں کے لئے ہے۔

آیۃ مبارکہ 22 قدرت کے چند بڑے بڑے واقعات کی طرف انسان کی توجہ مبذول کراتی ہے کہ جن سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔اگر یہ سب سچ ہے تو پھر تم ان کے بنانے والے کو کیونکر بھول جاتے ہو؟ وہی تمہاری بندگی کا حقدار ہے۔

32- عظیم سائنسی حقائق:-

آیۃ مبارکہ 22 انسان کو زمینی فرش پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے زمین کیلئے فرش کی مثال فرمائی ہے جس میں ایک بڑی سائنسی فکر پنہاں ہے۔فرش کا مطلب بسط اور پھیلا دینے کا ہے۔جیسے بچھا ہوا قالین۔فرض کریں زمین کی سطح اس طرح نہ ہوتی۔بلکہ سخت لاوا ہوتی یا اس کی سطح ہموار نہ ہوتی یا یہ صرف ریت کے ڈھیر ہوتی یا اس کے اوپر پانی ہی پانی ہوتا یا یہ برف ہی برف ہوتی تو کیا زندگی ممکن ہوتی؟ سورج کے دیگر سیاروں کی سطح کا جب ہم زمینی سطح سے سائنسی موازنہ کرتے ہیں تو رب تعالیٰ کے لئے ایک عجیب تشکر کا احساس پیدا ہوتا ہے کہ اس پر نباتات اور فصلوں کا اگنا اس کی خصوصی سطح اور اس کے اندر موجود خصوصی عناصر کی وجہ سے ہے جن سے دیگر سیاروں کی سطح محروم ہے یہ یقیناً بے نظیر ہے۔زمین کے اس فرش کی موٹائی صرف چند سومیٹر ہے جو اپنی بناوٹ میں خصوصی ہے۔اسکے نیچے کی زمین نباتات اور بقیہ زندگی کے لئے غیر مناسب ہے۔یہ فرش کس طرح بنا ہے۔یہ ایک لمبی سائنسی کہانی ہے جس پر بہت ریسرچ ہوئی ہے اور بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں جو سب اس بات کی گواہی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ زمین کی تہہ کو یوں مناسب ترتیب نہ دیتا تو یہاں انسان کی زندگی محال ہوتی۔ (For details see appendix XIX)

33- آسمانی چھت:-

آیۃ مبارکہ 22 ہی میں اَلۡاَرۡضَ فِرَاشًا کے آگے ایک اور چونکا دینے والی سائنسی حقیقت کا ذکر ہے۔فرمایا ''وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً'' اور آسمان کو ہم نے (مانند) چھت بنایا''۔آسمان کے لئے چھت کا استعارہ ایک عظیم سائنسی معجزہ ہے۔بیسویں صدی میں زمین کی فضا

کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اگر یہ فضائی چھت نہ ہوتی تو زمین پر زندگی ناممکن ہوتی۔ کائناتی شعاعیں، شمسی شعاعیں اور برقائے ہوئے کائناتی ذرات اہل زمین کو بھون کر رکھ دیتے اور گرنے والے شہاب ثاقب سب کچھ توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے لیکن یہ نہ نظر آنے والی چھت ہمارے مہربان پروردگار نے ایسے بنائی کہ خطرناک آسمانی چیزیں یا تو اس سے ٹکرا کر لوٹ جاتی ہیں یا اس چھت میں جذب ہو کر ختم ہو جاتی ہیں اور ہم مزے سے اس کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ (سبحان اللہ)

افسوس کہ منافقین کی حماقتوں سے اب اس مضبوط چھت کو بھی نقصان پہنچنا شروع ہو گیا ہے۔ اس چھت کا ایک حصہ اوزون کی تہہ (Ozone Layer) پر مشتمل ہے اوزون والے حصہ کی اس چھت کا یہ کام ہے کہ سورج کی سخت قسم کی شعاعیں (Ultra violet Radiations) اس سے ٹکرا کر واپس ہو جاتی ہیں اور یوں زمینی مخلوق ان کے خطرات سے محفوظ رہتی ہے لیکن اب مختلف گندی گیسوں کی وجہ سے جن میں سے ایک گیس وہی ہے جو ریفریجریٹروں میں استعمال ہوتی ہے اوزون (Ozone) کی یہ چھت پھٹنے لگی ہے۔ اور ایک جگہ تو اس میں اتنا بڑا شگاف ہو گیا ہے کہ زمین پر ہزاروں مربع میل کا رقبہ اب براہ راست الٹرا وائیلٹ شعاعوں کی زد میں آچکا ہے۔ اگر یہ سلسلہ بڑھتا گیا تو زمین پر ہر قسم کی مخلوق کی زندگی کو سخت خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ کاش کہ فسادی اقوام زمینی ماحول کو مزید خراب نہ کریں جس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے (**لا تفسدوا فی الارض**) جدید سائنس یہ ثابت کرتی ہے کہ زمین پر فضائی چھت سات حصوں پر مشتمل ہے اور یوں سورہ نباء کی عظیم آیت "**فوقکم سبعاً شداداً**" "اور تمہارے اوپر سات مضبوط رکاوٹیں" کی تصدیق کرتی ہے۔

34- آسمان سے پانی:-

آیہ مبارکہ 22 ہی میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور عجیب سائنسی حقیقت کا ذکر فرمایا ہے "وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً" "اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا"۔ عام طور پر تو ہم یہی دیکھتے ہیں کہ پانی زمین کے اندر سے نکلتا ہے یا بارش سے گرتا ہے لیکن یہاں تو بڑی شان سے بتایا گیا ہے ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ ہمارا مشاہدہ اس بات کی تصدیق نہیں کرتا لیکن بیسویں صدی میں ہونے والی سائنسی دریافتیں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ واقعی پانی آسمان ہی سے نازل ہوا تھا بلکہ آج کل بھی لاکھوں ٹن پانی ہر سال زمین پر آسمان سے برفانی شہاب ثاقب کی شکل میں نازل ہوتا ہے۔ ناسا NASA نے 1980ء کی دہائی میں یہ مشاہدہ کیا کہ آسمانوں کی طرف سے بہت بڑے بڑے برفانی تودے زمین کی طرف گرتے رہتے ہیں لیکن اس کی فضائی چھت کی رگڑ کی وجہ سے اوپر ہی بخارات میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ یہ پانی زمین کی طرف پہنچتا ہے یہ عمل اربوں سالوں سے ہو رہا ہے یوں زمین پر پانی دراصل آسمانوں سے ہمیں تحفہ میں ملا ہے۔ اس کے علاوہ جو پانی اس کے اندر بند ہے وہ بھی اصل میں آسمان ہی سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی موجودہ ٹھوس حالت میں آنے سے پہلے زمین بھی ایک آسمانی بخاراتی گولہ تھی۔

Marfat.com

35- بارش اور پھلوں کا تعلق:-

آیہ مبارک 22 بارش کے پانی اور ثمرات میں گہرے تعلق کی طرف بھی غور کی دعوت دیتی ہے۔ یہ بات بھی اکیسویں صدی میں معلوم ہوئی ہے کہ بارش کا پانی بادلوں اور فضا سے اپنے اندر نائٹروجن اور دیگر گیسوں کے مرکبات سمیٹ لیتا ہے جو پودوں کی نشوونما اور پھل پھول پیدا کرنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔ خصوصاً جب بادلوں میں برق کڑکتی ہے تو اسکے اثرات سے فضا میں موجود نائٹروجن اور آکسیجن کے ملنے سے نائٹرک آکسائڈ بن جاتا ہے جو پانی میں حل ہو کر زمین پر گرتا ہے، یہ مرکب ثمرات پیدا کرنے کیلئے آبِ حیات کی مانند ہے۔ سبحان اللہ اگر ہم اللہ کی کتاب پر غور کریں تو کیسی کیسی سائنس کی بنیادیں آپ کو اس میں ملتی ہیں۔

آیہ مبارک کا آخری حصہ انسانی ضمیر کو جھنجھوڑ رہا ہے کہ اگر تم کارخانہ قدرت کے حقائق سے یہ سمجھ سکے ہو کہ یہ سب کچھ ماسوائے خالق کائنات کسی اور کا کارنامہ نہیں تو پھر تم اس کے ساتھ کسی اور کو کیوں شریک بناتے ہو؟ لہٰذا اسی کے بندے بن کر رہو، اسی کی بندگی اور عبادت کرو، یہی صحیح دین ہے، یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اس کے بعد بھی اگر تم شک میں مبتلا ہو تو آنے والے عذاب کیلئے تیار ہو جاؤ۔

36- عبادت کیا ہے؟

آیہ مبارک 21 کی ابتداء میں حکم آتا ہے "اے گروہ انسانیت اپنے رب کی عبادت کرو" "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ"۔ یہ انسان کے مقصد حیات کو واضح کرتا ہے کہ وہ زندگی اپنے حقیقی خالق و مالک کا عبد یعنی تابعدار بندہ بن کر گذارے اس کی اہمیت یہاں واضح ہو جانی چاہیے کہ ہمارے پروردگار کا ہم سے یہ مطالبہ ہے کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں۔ افسوس شیطان نے ہمیں مفادات کی جھوٹی پٹی پڑھائی ہے اور یوں اپنے رب کی جگہ انسان اپنے مفادات کی عبادت کرتا رہتا ہے۔

ہر مخلص آدمی جاننا چاہتا ہے کہ وہ کیسے اپنے رب کی عبادت کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قابل قبول عبادت کا طریقہ وہی ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا۔ آپ نے فرمایا "اپنے رب کی عبادت کرو، جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس احساس کے ساتھ کرو جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے" اور پھر آپ نے عملی طریقہ سے یہ سب کچھ کر کے دکھایا لہٰذا آپ کی اتباع اپنے رب کی عبادت ہے۔ یہ کہ انسان یہ احساس کیسے پیدا کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اس احساس کو اجاگر کرنے کیلئے ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔ اول آخر، ظاہر، باطن اس کی شان ہے یعنی زمان و مکان اس کی عظیم حقیقت کا ہی عکس ہیں لیکن اس کی حقیقت کو ہم کسی جسم سے تشبیہ دیکر اسکا ادراک نہیں کر سکتے البتہ یہ سوچا جا سکتا ہے کہ اسکا نور ہمارے اندر باہر یکساں کارفرما ہے جیسے ہم فضا میں ہیں اور فضا ہمارے اندر بھی ہے یا سمندر کا پانی مچھلی کے اندر باہر ہر طرف ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کے نور نے بھی ہمیں اندر باہر ہر طرف سے محیط کیا ہوا ہے۔

یہ سوال بھی ذہن میں آتا ہے کہ عبادت کیا ہے؟ اس کا ایک جواب اس میں ہے کہ عبادت کا مادہ عبد ہے جس کے معنی غلام کے

Marfat.com

ہیں لہٰذا اللہ کے غلام کی حیثیت سے زندگی گزارنا عابد کی حقیقی زندگی ہے۔اس کی بہترین تعریف قرآن کریم کی سورۃ انعام آیت مبارکہ 163 کے الفاظ میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہے۔ انَّ صلاتیَ و نسکی و محیایَ و مماتی للہ رب العالمین ''میری نماز، ذکرواذکار، میری قربانیاں، صدقات حتیٰ کہ میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے''۔آپ ﷺ کی زندگی اس کی اعلیٰ ترین زندہ مثال ہے۔قرآن کریم اس زندگی کی تفصیل ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

23- اگر تم شک کرتے ہو اس پر، جو ہم نے
اپنے بندے (ﷺ) پر نازل کیا ہے،
تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی۔
اور (اپنی مدد کے لئے) بلالو،
اپنے حمایتیوں کو اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ
وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○

24- پھر اگر تم ایسا نہ کرسکو،
اور ہرگز نہ کرسکو گے،
تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن
انسان اور پتھر ہیں،
جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ
قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ
وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ

25- اور خوشخبری دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان
لائے، اور نیک عمل کئے،
یقیناً ان کے لئے جنت ہے،
جس میں نہریں بہتی ہیں۔
جب دیا جاتا ہے انہیں ان باغوں سے

Marfat.com

وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝

کوئی ثمر بطور رزق تو وہ کہتے ہیں، یہ تو وہی ہے
جو ہمیں پہلے بھی دیا گیا تھا۔ اور دیا جاتا ہے
انہیں (صورت میں) ملتا جلتا۔
اور ان کے لئے وہاں پاکیزہ ساتھی
ہونگے اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

37- چیلنج:-

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ "لے آؤ اس جیسی ایک سورت"۔ قرآن کریم کی حقانیت اور اس کے نزول من اللہ ہونے کی ایسی زبردست دلیل ہے جس کے بعد یا تو اس کے آگے سر تسلیم خم کر لینا چاہئے یا اس چیلنج کو قبول کیا جانا چاہئے۔ یاد رہے کہ یہ چیلنج ہمہ گیر ہے اس میں کلام اللہ تعالیٰ کی ادبی شان، اسکے معنوی اور روحانی مقام، اور انسانوں پر اسکے لازوال اثرات سبھی شامل ہیں یہ دلیرانہ چیلنج ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ اس وقت دیا گیا جب کہ اسلام کے بڑے بڑے مخالف شعراء اور یہودی علماء اسلام کو مٹا دینا چاہتے تھے یوں یہ چیلنج ان تمام شعراء، ادباء اور علماء پر براہ راست حملہ تھا جنہیں اپنے علم اور کلام پر بڑا ناز تھا۔ یہ عربوں کی حمیت کیلئے بھی چیلنج تھا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ یہود اور عرب سبھی اس کے سامنے خاموش ہوگئے اور لاجواب ہو کر ایک نئی بات کرنے لگے کہ یہ تو جادو ہے۔

کتاب اللہ کا یہ چیلنج آج تک اور ہمیشہ کیلئے ہے جو اس کی حقانیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ بعض یورپین علماء نے عربی زبان میں بڑا نام پیدا کیا ہے لیکن اپنی قرآن دشمنی کے باوجود وہ بھی اس کی حکمت اور انوکھی شان کو سلام کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں ہر سال ایک بڑا ادبی میلہ بھی لگتا تھا۔ حضرت علیؓ نے سورۃ کوثر جو قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورت ہے کو خانہ کعبہ پر اس چیلنج کے ساتھ آویزاں کر دیا کہ "ہے کوئی جو اس کلام کے مثل اپنا کلام پیش کرے؟" عربوں میں سو برائی ہو لیکن بات کے کھرے اور دیانتدار تھے۔ ٹامک ٹوئیاں مارنے کے بجائے عرب کے اس وقت کے ملک الشعراء لبید نے **"ان شانئك هو الابتر"** کے نیچے **"ما هذا كلام البشر"** لکھ کر قرآن کریم پر اپنی دیانتدارانہ مہر لگا دی۔ اب بھی چیلنج ہمارے سامنے ہے۔ اگر دنیا کے پاس اسکا جواب نہیں اور ہرگز ہو بھی نہیں سکتا تو پھر دیانتداری کا تقاضہ یہی ہے کہ کلام اللہ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے انسان سچے دل سے اس پر ایمان لے آئے اور اس کے احکامات پر عمل کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس آگ کیلئے تیار ہو جائے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہونگے۔ ہم مسلمانوں پر بھی یہ فرض ہو جاتا ہے کہ کلام اللہ کی معجزانہ خصوصیات سے دنیا کو بہرہ مند کریں تا کہ وہ قریب ہو کر اس پر غور کریں اور ہدایت پا جائیں۔

(For more detail please see appendix VII, XXII)

Marfat.com

38- پتھر کی آگ:-

آیۃ مبارکہ 24 کا فرمان فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ" ڈرو اس آگ سے جسکا ایندھن پتھر اور انسان ہیں' سائنسی جستجو کی طرف ایک اور اڑان ہے۔ پتھر ایندھن کیسے ہوسکتا ہے؟ بیسویں صدی سے پہلے انسان کے لئے یہ سمجھنا بھی ایک چیلنج تھا لیکن اس صدی کی چند عظیم دریافتوں میں ایک عظیم دریافت یہ بھی ہے کہ مناسب ماحول میں پتھر بھی ایندھن بن سکتے ہیں۔ بات صَرف درجہ حرارت اور دباؤ کی ہے۔ سورج جس میں درجہ حرارت لاکھوں ڈگری ہے اس کے اندر پتھر تو کیا ہر دھات توانائی میں تحلیل ہو جائے گی۔ دراصل جلنے کا ایک عمل تو کیمیائی ہے جس میں کاربن اور آکسیجن کے باہمی جوڑ سے گرمی نکلتی ہے۔ تیل پٹرول اور نباتاتی اور حیوانی مادوں کے جلنے کے عمل کی بنیاد یہی کیمیائی عمل ہے لیکن جلنے کا ایک اور عمل بھی ہے جو ایٹمی ذرات پر مبنی ہے۔ اس عمل سے ایٹمی ری ایکٹروں، ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں میں مادہ توانائی بن کر جلتا ہے اور نہایت قلیل مادہ سے بہت کثیر توانائی پیدا ہوتی ہے۔ کیمیائی عمل کے مقابلہ میں یہ دس لاکھ گنا زیادہ تیز عمل ہے۔ آیہ مبارک میں بتایا گیا ہے دوزخ کی آگ کا ایندھن پتھر ہوں گے جبکہ پتھروں میں ہر طرح کا جماداتی مادہ شامل ہے اس سے شاید یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوزخ میں توانائی کا عمل ایٹمی ہوگا جس کی ایک جھلک ہمارا سورج ہے۔ یہاں فیوژن (Fusion) کے عمل سے مادہ توانائی میں بدلتا رہتا ہے۔

39- ایمان اور عمل کا جوڑا:-

آیۃ مبارکہ 25 میں جنت کی خوشخبری انہیں دی گئی ہے جو ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں۔ فرمایا وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ دراصل قرآن کریم میں جنت کی خوشخبری ہمیشہ ایمان اور عمل سے مشروط ہے۔ جس سے یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ ایمان بلا عمل ایمان نہیں اور عمل بلا ایمان بیکار ہے۔ دراصل صالح اعمال ایمان کے خلوص کا ثبوت ہیں۔ سرورِ کائناتؐ اور آپ کے اصحاب اکرام رضی اللہ عنہم کی زندگی ایمان اور عمل صالح کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے جہاں تک یہ کہ کونسا عمل بہتر ہے، چونکہ خیر البشر ﷺ کی دین کے لئے جدوجہد کا ساری کائنات میں کوئی ثانی نہیں لہٰذا بہترین عمل دین کی خدمت ہے لیکن انسان کی زندگی کی ہر حرکت اسکا عمل ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے تو پھر یہ کامیاب عمل ہے ورنہ بے سود حرکت ہے۔

40- جنت کے پھل:-

آیۃ مبارکہ 25 کے حوالہ سے یہ سوال بھی پوچھا جاسکتا ہے کہ جنت کیا ہے؟ دراصل جنت کے لفظ کا مادہ "جن" ہے۔ جن۔ جینز (Genes) بھی اسی مادہ سے نکلے ہیں جس کا مطلب "ڈھکا ہوا، چھپا ہوا ہے" تو جنت دراصل عالم ازل میں ایک خاص کیفیت اور لاثانی مقام ہے جو انسانی حواس، الفاظ اور عقلوں سے ماورا بات ہے لیکن دنیاوی آسائش اور خوبصورتی کے جو معیار ہیں ان کی نسبت سے آخرت

Marfat.com

کی جنت کا تخیل ایک گھنے باغ جس میں بہتر سے بہتر لوازمات موجود ہوں، کے استعارہ کی مدد سے کیا جاتا ہے حقیقی جنت کا انسانی ذہن ادراک نہیں کرسکتا۔ مثلاً اس کی وسعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۃ حدید آیت 21 میں فرماتے ہیں کہ وہ زمین اور آسمانوں جتنی وسیع ہے اور اس کائنات کی وسعت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ روشنی اپنی تین لاکھ کلومیٹر فی گھنٹہ کی انتہائی رفتار کے باوجود کائنات کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پندرہ ارب سالوں میں بھی نہیں پہنچ پاتی یعنی اگر ہم زمین و آسمان کو سمجھنے سے قاصر ہیں تو پھر جنت کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ آیۃ مبارکہ 25 میں ایک اور عجیب کیفیت کا ذکر ہے کہ "جب جنتیوں کو رزق کے طور پر کوئی پھل پیش کیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا"۔ (For more detail please see appendix v,iv)

آیۃ مبارکہ 25 کی ایک تفسیر یہ ہے کہ غیر مانوس چیزوں سے انسان کو ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے اس لئے جنت کے پھل شکل میں تو زمینی پھلوں سے مماثلت رکھتے ہوں گے لیکن ذائقہ اور فوائد میں کہیں بڑھ کر ہوں گے لیکن یہ تفسیر تشنہ ہے۔ آیہ مبارک میں ایمان اور عمل کے ذکر کے فوری بعد جو جنت کے ثمرات کا ذکر ہے اس کا یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ جنت کے ثمرات دراصل ہمارے اعمال ہی کی مجسم اشکال ہیں جب وہ ہمارے سامنے پیش کیے جائیں گے تو پرانی زندگی کے تصور سے فوراً ذہن میں خیال آئے گا کہ یہ تو وہی ہیں جو ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اس بات سے قطع نظر کہ جنت اور اس کے ثمرات کیا ہیں؟ یہ حقیقت ہے کہ وہ سب ہمارے ہی ایمان اور اعمال کا ثمر ہیں یعنی وہاں کے محل اور رزق یہیں سے بن کر جاتے ہیں۔ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔

41- جنت کے خاندان:-

آیۃ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ "ان کے لئے وہاں پاکیزہ ساتھی ہوں گے"۔ آیت میں لفظ زوج استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب جوڑا (Pair) ہے۔ مرد کا زوج اس کی بیوی اور بیوی کا زوج اس کا خاوند ہے۔ آیہ مبارک سے پتہ چلتا ہے کہ جنت کی اپنی معاشرت ہے جبکہ دنیا کی معاشرتی زندگی میں حسد، نفرتیں، کدورتیں، جھگڑے اور رنج والم ہیں وہاں کی زندگی محبت اور لطف واحترام سے لبریز اور حسد سے پاک ہوگی۔ احادیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر دنیا کے دونوں میاں بیوی جنت میں جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ابدی محبت ڈال کر انہیں دوبارہ ایک دوسرے کا زوج بنا دے گا۔ ورنہ موت سب رشتوں کو توڑ دیتی ہے۔

بعض دفعہ یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ جنت میں مردوں کے لئے تو حور و مستورات ہوں گی۔ عورتوں کے لئے کیا ہوگا؟ اس کا قرآن کریم ہی سے یہ جواب ملتا ہے کہ وہاں ہر ایک کی خواہش کے مطابق نعمتیں ہوں گی۔ عورتوں کو بھی وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گی اور ہر کوئی اپنی جگہ مطمئن اور خوش ہوگا بعض اوقات یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ جنتی عورت کو حوروں سے رشک یا حسد ہوگا کہ

Marfat.com

نہیں۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جنت ہر طرح کے سفلی جذبات سے پاک ہوگی اس لئے وہاں حسد کا جذبہ نہیں ہوگا بلکہ اس کی جگہ باہمی محبت اور مروّت کا جذبہ ہوگا، اس لئے جنتی عورت کا کسی سے حسد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جنت کی نعمتوں کا ذکر کہ اس میں نہریں ہیں، جوڑے ہیں، پھل ہیں، اور اسی طرح دوزخ کی تفصیلات پر بھی بعض لوگ خصوصاً منافقین ناک منہ چڑھاتے ہیں کہ آخر اللہ تعالیٰ کو ان باتوں میں جانے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ یہ اس کی کمال مہربانی ہے کہ انسانی نفس کے لحاظ سے وہ دنیاوی مثالوں کے ذریعے غیب کے اتنے بڑے بڑے روحانی حقائق ہم پر واضح کرتا ہے۔ اگلی آیات کریمہ میں ایسے ہی بے تکے اعتراض کرنے والوں پر واضح کیا گیا ہے وہ کون ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر پابندیاں عائد کریں؟ جنت اور جنت کی نعمتیں تو ایک طرف، اللہ تعالیٰ کی تو ہر بات ہی بے مثل ہے۔ فرمایا..

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ
مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ
فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ
مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ
مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ
يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ
وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾

26- بے شک اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یا
اس سے بھی حقیر تر چیز کی مثال بیان کرے۔
پھر جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ جانتے ہیں
کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے،
لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں
بھلا اللہ کو ایسی مثال سے کیا مقصود ہے؟
جبکہ وہ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے،
اور بہت سے لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے،
اور نہیں گمراہ کرتا مگر فاسقوں کو۔

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ
مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ
مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ

27- یہ (فاسق) وہ لوگ ہیں جو اللہ
تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو توڑتے ہیں،
اس سے عہد پختہ کرنے کے بعد۔

Marfat.com

يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

اور توڑتے ہیں اسے جسے حکم فرمایا اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا۔ اور وہ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، وہی لوگ سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

42- چھوٹی بڑی تخلیقات کی اہمیت:-

آیۂ مبارکہ 26 ہماری توجہ اس طرف مبذول فرماتی ہے اور غور کی دعوت دیتی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی کوئی تخلیق بھی غیر اہم نہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ شاہکار ہے حتیٰ کہ مچھر جیسی چیز جس کو ہم فضول حقیر اور نقصان دہ سمجھتے ہیں وہ بھی اس کی حکمتوں کا بے مثل نمونہ ہے بلکہ مچھر سے بھی چھوٹی چیزیں اسی طرح اہم ہیں۔

آیۂ مبارکہ اس حقیقت کی طرف بھی ہمارے اذہان کو مبذول کراتی ہے کہ مچھر سے بھی چھوٹی ایسی بے شمار تخلیقات ہیں جن کے چھوٹے ہونے کی کوئی انتہا نہیں اور اس کے برعکس ایسی چیزیں بھی ہیں جن کی بڑائی کی کوئی انتہا نہیں۔ مثلاً چھوٹی چیزوں میں ایسے بیکٹریا اور وائرس ہیں جو خوردبین سے نظر نہیں آتے اور بڑائی میں ایسی کہکشائیں ہیں جو دوربینوں کی گرفت میں بھی نہیں آتیں۔

اس سے ہمیں یہ پیغام بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی تخلیق بھی حقیر نہیں، اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک اہم ترین ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ ان کو بنانے سے شرمایا نہیں انسان پر بھی لازم ہے کہ ان پر غور و فکر کرے اور ان کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے تحقیق کرے۔ عقلمند لوگ چیزوں کے اثرات اور ان کے مقاصد حیات پر نظر رکھتے ہیں نہ کہ انکے بڑے چھوٹے ہونے پر۔ آج کی سائنسی اصطلاح میں تو کمپیوٹروں کے حوالہ سے کہا جاتا ہے "چھوٹائی میں بڑائی ہے" (Small is big)۔ مثلاً مچھر کے ڈیزائن، ساخت اور اسکی صلاحیت کا مقابلہ انسان کا ایجاد کردہ بہترین سے بہترین ہیلی کاپٹر یا جہاز نہیں کر سکتا۔ اپنے سائز کے لحاظ سے اس کی صلاحیت، حرکت، سرعت رفتاری، خطرہ کو سونگھنے کی حس، چابکدستی، چالبازی، کم سے کم توانائی استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ کارکردگی، اس کی آنکھیں، دماغ، ٹانگیں، آواز، غرض ہر چیز کا ڈیزائن ایسا شاہکار ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ سائنس اور انجینئرنگ کے ماہر دماغ انہیں ابھی اچھی طرح سمجھ بھی نہیں سکے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ مچھر کی ان سب صلاحیتوں کو اسکا دماغ کنٹرول کر رہا ہوتا ہے جو خردبین کی مدد کے بغیر نظر بھی نہیں آتا۔ سبحان اللہ کہ اسکی ایک سے ایک بڑھ کر تخلیق ہے۔ آیۂ مبارکہ 26 ان سب پر غور و فکر کی دعوت دیتی ہے اور یہی سائنس کا کام ہے۔

43- مقصد کی وحدت:-

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے ہے، اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

اس مثال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مقصود ہے" مومن اور کافر کے ذہنوں کے فرق کی عکاسی کرتا ہے۔ جبکہ مومن ہر شے میں اپنے رب کی شان دیکھتا ہے، کافر اول تو غور ہی نہیں کرتا اور اگر کرتا بھی ہے تو چیزوں کے روحانی پہلوؤں کی بجائے ان کے مادی پہلوؤں پر توجہ دیتا ہے، مثلاً کہے گا مکھی گندی ہے اسے کیوں بنایا؟ مچھر نقصان دہ ہے اسے کیوں بنایا؟ بڑے بڑے ستاروں کا کیا فائدہ ہے؟ اسے ان چیزوں میں کوئی اعلیٰ مقصد نظر نہیں آتا جبکہ مومن ان سب کی تخلیق میں خالق کی وحدت وحکمت کو دیکھتا ہے کہ یہ سب اللہ کے قانون کی تسبیح کرتے ہوئے انسان کی خدمت کے لئے زندہ ہیں اور یوں علیحدہ علیحدہ تشخص کے باوجود اپنے مقصد حیات میں وہ سب ایک ہی ہیں۔ کائنات میں مقاصد کی وحدت کی تلاش سائنس کی معراج ہے۔ اٹامک تھیوری میں سائنس اس نتیجہ تک تو پہنچ چکی ہے کہ مادہ اور توانائی دراصل ایک ہی ہیں اور اسی طرح ایٹم کے اندر باہر جو قدرتی قوتیں کام کر رہی ہیں ان میں بھی وحدت نظر آنے لگی ہے لیکن ابھی تک وہ وحدت کے اس منبع کو پہچان نہیں سکی جہاں مسلمان سائنسدان بہت معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ (For more detail appendix ii)

44- مومن اور کافر کی سائیکی:-

آیات مبارکہ 27 مومن اور فاسق کی سائیکی میں فرق کو بھی واضح کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ دراصل انسان اور انسانیت کی کامیابی کا دارومدار اس کی سوچ کے رخ پر ہے۔ مومن رشتوں اور حقوق کو جوڑنے والا ہے جبکہ فاسق ان کو توڑنے والا ہے یوں مومن اصلاح چاہتا ہے جبکہ فاسق فساد برپا کرتا ہے فاسق کی یہ سائیکی ہے کہ وہ چیزوں کے روحانی پہلوؤں کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے ان سے مادی منفعت حاصل کرنے کا سوچتے ہیں اور فوری نتائج حاصل کرنے کے لئے چیزوں کے قدرتی حسن کو بھی تباہ کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اس سوچ کے نتیجہ میں مغربی اقوام نے قدرت کے لاکھوں سالوں پر محیط ذرائع کو ایک صدی سے کم عرصہ میں وہ نقصان پہنچایا ہے جس کی انسانیت کو بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

سائنس ہی کو لیجئے۔ مسلمان اپنے زمانہ کے اول درجہ کے سائنس دان تھے لیکن ان کی سائنس کا مقصد اللہ کے قانون میں رہتے ہوئے انسانیت کی فلاح تھی۔ وہ اس میں بھی حلال اور حرام کا خیال کرتے۔ مثلاً انہوں نے زہروں کے اوپر کام کی بجائے تریاق پر ریسرچ کو ترجیح دی۔ جنگلات کو کاٹنے کی مخالفت کی لیکن مغربی سائنس کی سوچ ان سے بالکل مختلف ہے۔ مثلاً زمین کی قدرتی زرخیزی کی طرف توجہ دینے کی بجائے وہ فصلوں کے کیڑے مارنے کے لئے زہروں اور مصنوعی کھادوں کے استعمال پر زور دیتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ایک مدت کے بعد اس سے زمین بیکار ہو جائے گی اور فصلوں پر چھڑکائے گئے زہر انسانوں اور حیوانوں کی مضر خوراک کے باعث بے شمار بیماریوں اور صحت کی پیچیدگیوں کا سبب ہیں۔ اسی طرح مومن ایک خوبصورت پھول دیکھ کر سبحان اللہ کہے گا، اس سے اس کی روح بالیدگی حاصل کرے گی لیکن مادی ذہن پھول کو شاخ سے توڑ کر اپنے کوٹ میں سجا لے گا۔ غرض مومن کی سائیکی میں آخرت کو اولین

Marfat.com

ترجیح حاصل ہے اور فاسق کی سائیکی میں دنیا کو۔ مومن دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لئے محنت کرتا ہے اور کافر آخرت سے فرار کے لئے کام کرتا ہے یعنی ایک ہی چیز سے کوئی ہدایت حاصل کرسکتا ہے اور کوئی گمراہی لیکن گمراہ ہونے والے صرف فاسقین ہوتے ہیں جن کی خصوصیات کو آیہ مبارک 27 میں بیان فرما دیا گیا ہے۔

45- الست بربکم:- (سورۃ اعراف آیت مبارکہ 172 والا عہد)

آیہ مبارک 26 میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتے مگر فاسقین کو اور آیہ مبارک 27 میں یہ بتایا گیا ہے کہ فاسقین کون ہیں۔ فرمایا... الْفٰسِقِيْنَ۔ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو توڑتے ہیں بعد ازاسے پختہ باندھنے کے۔ یہ کون سا عہد ہے؟ قرآن کریم سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں ایک تو وہ عہد ہے جو روحوں نے عالم ازل میں اللہ سے باندھا تھا اور دوسرا وہ جو بندہ کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے اقرار سے کرلیتا ہے دراصل **لا الہ الا اللہ** اور **محمد رسول اللہ** کی شہادت کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے مسلمان پر بے شمار ذمہ داریاں عائد ہوجاتی ہیں، جو کوئی ان ذمہ داریوں سے پہلوتہی کرتا ہے اس کا شمار فاسقین میں ہوجاتا ہے، مثلاً **لا الہ الا اللہ** کا اعلان جھوٹے خداؤں سے آزادی کا اعلان ہے اور اس بات کا اقرار ہے کہ میں رب تعالیٰ کے بجائے کسی اور کی غلامی اختیار نہیں کرونگا اور اسکے قانون کے علاوہ کسی اور قانون کو دل سے تسلیم نہیں کرونگا، اب اگر ہم لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے بھی غیر اللہ کے قوانین سے محبت رکھتے ہیں تو ہمارا شمار فاسقین میں ہو گا۔ اس طرح **محمد رسول اللہ** کی شہادت کا یہ تقاضہ ہے کہ ہم زندگی میں راہنمائی صرف آپ کی ذات مبارک میں تلاش کریں اور یہ عملی طور پر تسلیم کریں کہ ایمان رکھنے والے آپس میں سب بھائی بھائی ہیں لیکن اگر وہ عملاً دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھائی چارے کے تعلقات قائم نہیں کرتے تو ان کا شمار ان میں سے ہوگا جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے، (**یقطعون ما امر للہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض**) بالآخر فسق کی بیماری کے یہ مریض نا قابل تلافی نقصان میں پڑجاتے ہیں، حتیٰ کہ باری تعالیٰ کی ذات پاک اور حیات بعد موت کے بارے میں بھی شک کرنے لگتے ہیں۔ ایسے ہی ناعاقبت اندیش لوگوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ -28

کیونکر تم انکار کرتے ہو اللہ کا حالانکہ تم حالت موت میں تھے پس اس نے تمہیں زندہ کیا پھر (دوبارہ) تمہیں وہ حالت موت میں

Marfat.com

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

لے جائے گا۔ پھر (پہلے ہی کی طرح) تمہیں (دوبارہ) زندہ کرے گا۔

46- زمان ومکان میں ہمارا سفر:-

آیہ کریمہ 28 انسان کے زمان ومکان کی داستان ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اپنے مفاد کی پرستش میں زندگی گزارتے ہیں ان کے ضمیر کو جھنجوڑا گیا ہے کہ تم جو اپنے آپ کو بڑی شے سمجھتے ہو، کیونکر اپنے عمل یا ایمان سے اپنے خالق کا بھی انکار کرتے ہو؟ زیادہ عرصہ نہیں گذرا جب تم اس دنیا میں نہیں تھے اور جلد ہی تم دوبارہ وہیں لوٹنے والے ہو جدھر سے آئے تھے، کب تک اپنے رب کو بھولے رہو گے؟ کیا تم اپنی ہستی پر غور نہیں کرتے ہو؟

موت، زندگی، موت اور پھر زندگی یہ وہ راز ہے جو آج کی سائنس ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سے انسان اسکے حل کے لئے بے تاب ہے۔ آیہ مبارک 28 سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری موجودہ زندگی زمان ومکان میں ہمارے سفر کی ایک کڑی ہے، اس سے پہلے بھی ہم تھے لیکن موت کے عالم میں۔ اس کے بعد بھی ہم ہوں گے مگر موت کے عالم میں۔ قرآن کریم کی سورۃ ملک آیت 2 میں جیسے فرمایا گیا ہے "خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ" جیسے زندگی ایک تخلیقی امر ہے موت بھی ویسے ہی ایک تخلیقی امر ہے۔ یعنی اگر زندگی "ہونا" ہے تو موت بھی "انہونا" نہیں بلکہ انسان کے زمان ومکان کے سفر میں دو ادوار ہیں، جب وہ جسم میں ہوتا ہے تو ہم اسے زندہ کہتے ہیں اور جب جسم سے باہر ہو تو اسے مردہ کہا جاتا ہے۔

اس کی مثال پانی کی تین حالتوں کی ہے۔ برف، مائع، گیس، تینوں حالتوں میں پانی، پانی ہی رہتا ہے حالانکہ ان تینوں میں کوئی طبیعاتی مماثلت نہیں اور یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ مائع حالت میں پانی کو قابو کرنے کے لئے برتن لازمی چاہئے اور اگر برتن ٹوٹ جائے تو پانی زمین میں جذب ہو کر یا ہوا میں اڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کو زندگی میں ایک جسم چاہئے۔ اس جسم کے بغیر وہ تحلیل ہو جاتا ہے لیکن پانی کی طرح ختم نہیں ہوتا۔

جب تک یہ جسم صحیح حالت میں ہوتا ہے انسان اس میں بیٹھا رہتا ہے اور جب یہ رہنے کے قابل نہیں رہتا مثلاً بیماری سے بکھر جائے، قتل کر دیا جائے یا بہت بوڑھا ہو کر ناکارہ ہو جائے تو پھر انسان اس کو چھوڑ دیتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے برتن ٹوٹنے پر پانی کو باہر آنا ہی پڑتا ہے۔ (For details please see appendix vii, viii)

اگلی آیہ کریمہ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر تم فلسفہ حیات سمجھنے، زندگی اور موت کے تعلق سے عاری ہو تو آسمان وزمین اور کائنات کے طبیعاتی اور روحانی نظام پر ہی غور کر لو شاید اس سے تمہیں اس بات کا سمجھنا آسان ہو جائے۔ تو سنو۔

Marfat.com

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

29- (مالک حقیقی جس کا تم انکار کرتے ہو) وہ ذات پاک ہے۔ جس نے پیدا کیا تمہارے لئے، جو کچھ زمین میں ہے، سب کا سب، اسی طرح اس نے توجہ فرمائی سماء کی طرف، پس ان کو آراستہ کیا سات آسمانوں میں۔

اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

47- معلوم سے نامعلوم:-

جبکہ آیہ مبارکہ 28 حیات اور موت کے حوالہ سے اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان کی دعوت تھی، آیہ مبارک 29، کائنات کے حوالہ سے اللہ تبارک تعالیٰ کا تعارف ہے۔ جسطرح سائنس میں معلوم سے نامعلوم (From Known to Unknown) کو دریافت کیا جاتا ہے یعنی جن چیزوں کا پہلے سے علم ہے انکی مدد سے نامعلوم کو پہچانا جاتا ہے، اسطرح آیہ مبارکہ 29 میں بھی آدمی کو زمین و آسمان کی تخلیق پر غور و فکر کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی دعوت دی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ زمین و آسمان کو تو تم کسی حد تک جانتے ہی ہو کہ یہ مخلوق ہیں، اب اگر عقل رکھتے ہو تو انہی کی نسبت سے خالق کی شان کو بھی سمجھ لو۔

48- سائنس کا مقصد:-

آیہ مبارکہ "خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" میں ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ زمین میں سب کا سب انفرادی اور مجموعی طور پر صرف انسان کی خاطر پیدا کیا گیا ہے دنیا کی تمام چیزیں جمادات، نباتات، حیوانات، پہاڑ، ہوائیں، سمندر، درخت، چرند پرند، کوئی ایسا نہیں جو انسان کے لئے نہیں حتیٰ کہ وہ چیزیں جو بظاہر نقصان دہ ہیں وہ بھی اندرون خانہ انسان کے لئے کوئی اہم خدمت ادا کر رہی ہوتی ہیں۔ سب سے خوفناک چیز موت ہے لیکن حقیقت میں وہ بھی انسان ہی کی خدمت کر رہی ہے سوچیں کہ اگر موت نہ ہوتی تو کیا زمین پر زندگی کی تازگی برقرار رہتی؟

لہٰذا آیہ مبارک 29 سائنس کے لئے اس مقصد کا تعین کرتی ہے کہ سائنسدان چیزوں کی غرض و غایت کو سمجھیں کہ وہ کیسے انسان کے مقصد حیات کو پورا کر رہی ہیں اور یہ بھی کہ سائنس کا مقصد بھی انسان ہی کی خدمت ہونا چاہیے۔ اگر ہم اس طریقہ سے قدرت پر غور

Marfat.com

کریں گے تو چیزوں کی اصل حقیقت اور ماہیت سے بھی بہتر آگاہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی آیات کی روشنی میں مسلمان سائنسدانوں پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ کائنات کو اس نظریہ کی رو سے دیکھیں اور معلوم کریں کہ کیسے ہر دور نزدیک کی چھوٹی بڑی چیز انسان کی خدمت کر رہی ہے اور انسان کا مقصد حیات پورا کرنے میں معاون ہے، اگر بالفرض کوئی چیز دنیا سے ناپید ہو جائے تو انسان کو اسکے کیا نقصانات ہونگے؟ آج کل ماحولیاتی سائنس کے ماہرین ان نکات پر غور کرنے لگے ہیں لیکن اصل ذمہ داری ہم مسلمانوں کی ہے کہ ہم غیر مسلم سائنسدانوں سے پہلے قرآن کریم کی روشنی میں انسان اور کائنات کے رشتہ کو واضح کریں اور آگے بڑھتے ہوئے انسان اور خالق کائنات کے تعلق کو ظاہر کریں۔

آیہ مبارکہ 29 سے کائنات میں انسان کا مقام بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جب سب کی سب چیزیں انسان کے لئے ہیں تو قدرتی بات ہے کہ انسان ہر چیز سے بلند تر مقام پر فائز ہوگا۔ اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنے قابو میں لا کر اپنے استعمال میں لا سکتا ہے، اپنی خدمت پر لگا سکتا ہے اور یہی انسان کو کرنا چاہئے موجودہ زمانہ کی سائنس، انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی بھی یہی کام کر رہی ہے کہ چیزوں کو انسان کی براہ راست خدمت میں لگا رہی ہے لیکن اس سے یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر باقی چیزوں کا مقصد حیات انسان ہے تو انسان کا مقصد حیات کیا ہے؟ اسی سلسلہ میں قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کا مقصد حیات اسکا رب ہے۔ اس لئے انسان کو ماسوائے اپنے خالق کے کسی چیز سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اسے قدرتی عوامل کے سامنے جھکنا نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس کے سامنے جھکنے کے لئے بنایا ہے لہٰذا سورج چاند زمین، پہاڑ غرض ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کسی بھی چیز کی عبادت اور پرستش بالکل بے معنی ہے۔ انسان کو صرف اور صرف اپنے رب کا ہو جانا چاہیے۔

جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے دنیا اسکی ہو جاتی ہے جو دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے دنیا اسکے آگے آگے بھاگتی ہے حتیٰ کہ آدمی تھک ہار کر ہلکان ہو جاتا ہے۔ آج کے دور کا یہی سب سے بڑا المیہ ہے۔

49- سات آسمان اور کائنات:-

آیہ مبارکہ 29 کے آخر میں ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کی عکاسی کی گئی ہے۔ فرمایا " **ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ** " (اسی طرح اللہ تبارک تعالیٰ نے سماء کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں سات آسمانی نظاموں میں ترتیب دیا) اگر ہم لفظ سماء پر قرآن کریم میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ زمین سے باہر زمان و مکان کی انتہا تک جو کچھ بھی ہے وہ سب سماء ہے۔ موجودہ سائنس نے اس میں بے شمار چھوٹے بڑے نظام دریافت کئے ہیں اور جیسے جیسے انسان کے دیکھنے کے آلات کی حد بڑھتی جاتی ہے۔ ویسے ویسے ہی سمٰوٰت کی وسعت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اب تو یہ کہا جاتا ہے کہ سائنس کے لئے سمٰوٰت کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے کہ سائنس کے

Marfat.com

پاس تیز رفتار چیز روشنی ہی ہے لیکن کائنات کی وسعت کے مقابلہ میں اس کی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار بہت ہی ناکافی ہے۔ سبحان اللہ کہ انسان اپنے رب کے سامنے کس قدر لاچار ہے۔

آیہ مبارکہ یہ بھی بتاتی ہے کہ جیسے زمین پر ہر چیز قرینہ سے ڈیزائن ہوئی ہے اور بنائی گئی ہے آسمانی دنیا میں بھی ساری مخلوق ایک خاص قرینہ سے بنائی گئی ہے یعنی کائنات کوئی بے ترتیب حادثاتی نظام نہیں بلکہ جدھر بھی دیکھو گے خالق کی کاریگری نظر آئے گی۔ کائنات کی سات آسمانوں میں تقسیم بھی اس ترتیب و کاریگری کا حصہ ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ٹوٹل تخلیق سات نظام میں منقسم کر دی گئی ہے ہماری کائنات (Universe) آسمان دنیا ہے لیکن اس سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ افسوس کہ انسان کائنات کے ڈیزائن کا تو قائل ہے لیکن ڈیزائنر (Designer) سے ناآشنا ہے۔ یہی اس کا المیہ ہے آیت 27-28 **كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا .... وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ** میں بھی اسی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ کائنات کے ہجوم میں انسان کائنات کے بنانے والے کو بھول جاتا ہے۔ سبحان اللہ! وہ ہمیں نہیں بھولتا دنیا میں وہ ہمارا پالن ہار ہے اور آخرت میں ہمارے اعمال کے مطابق مقامات بخشنے والا ہے۔ وہ ہمارے خیالات اور اعمال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے اور ایک دن ضرور وہ ہم سب کو اپنے سامنے حاضر کریگا تاکہ دیئے گئے اختیار کا حساب لیا جائے۔

نوٹ: آیہ مبارکہ 29 میں لفظ **ثُمَّ** سے ایک الجھاؤ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کو پیدا کیا اور پھر آسمانوں کو جبکہ سائنسی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ آسمان پہلے بنے تھے کائنات کی زندگی 15 ارب سال ہے اور اسمیں ہماری زمین کی زندگی زیادہ سے زیادہ پانچ ارب سال ہے اس الجھاؤ کی وجہ لفظ **ثُمَّ** کا ترجمہ ''پھر'' کرنے کی وجہ سے ہے لیکن ہمارے نزدیک اسمیں کوئی اشکال یا الجھاؤ نہیں دراصل لفظ ثُمَّ ترتیب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور ''اسی طرح'' (Like wise) کے لئے بھی۔

(For details please see appendix xv,xvi)

50- اللہ کا حکم اور علم:-

آیۃ مبارکہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے علم کا ذکر ہے۔ فرمایا **وھو بکل شی علیم** اور وہ ہر چیز کو (بلا استثناء) بہت اچھی طرح جاننے والا ہے۔ موجودہ سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کائنات اس قدر بڑی ہے کہ اگر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشنی کی رفتار سے کوئی سگنل پہنچانا ہو (یاد رہے کہ سائنس کی رو سے روشنی سے زیادہ تیز کوئی اور چیز نہیں) تو بھی پندرہ ارب سالوں سے زیادہ عرصہ لگ جائے گا لیکن چونکہ کائنات پھیل بھی رہی ہے اس لئے آخری حدود کو تو کبھی بھی نہیں چھو سکے گی۔ اس لئے طبیعاتی دنیا میں ہر چیز کا فوری علم ناممکنات میں سے ہے۔ اس نتیجہ کے پیش نظر یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی وقت میں کائنات کو ایک سرے سے

Marfat.com

دوسرے سرے تک کیسے جانتا ہے۔ اس کا آسان جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طبیعات کا خالق ہے۔ طبیعات کا پابند نہیں۔ قدرت کے قوانین کا اطلاق مخلوقات پر ہے لیکن خالق پر نہیں۔ وہ اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین کی قید میں نہیں آ گیا۔ روشنی اسکی بنائی ہوئی ہے اس لئے اس کے علم کا انحصار روشنی کی رفتار پر نہیں بلکہ وہ زمان و مکان پر چھایا ہوا ہے۔ یہ سب اسکے اندر ہیں (**وھوا لاول والآخر و الظاھر والباطن**) (سورۃ الحدید آیت 3) کائنات کی مثال مچھلی اور اللہ تعالیٰ کی مثال سمندر کی مانند ہے۔ مچھلیاں سمندر کے اندر ہیں۔ لہٰذا سمندر بیک وقت تمام مچھلیوں کے حالات سے باخبر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی جگہ کا پابند نہیں بلکہ وہ کائنات کے اندر باہر ہر جگہ ہر وقت ہر چھوٹی بڑی چیز میں موجود ہے لہٰذا اسے چیزوں کو کنٹرول کرنے کے لئے وقت اور ان کے حالات جاننے کے لئے کسی سبب کی ضرورت نہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کا علم کلی اور مکمل (Absolute) ہے جبکہ انسان کو دیا گیا علم جزوی علم ہے لیکن یہ جزوی علم بھی اس قدر ہے کہ اس کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ شاید اسی لئے کائنات کی عظیم وسعت کے باوجود سرور کائنات ﷺ نے اسے عالم اصغر کہا ہے اور انسان کو عالم اکبر، جس کیلئے یہ سب کچھ بنایا گیا ہے لیکن پھر بھی وہ چیزوں کی ٹوٹل حقیقت سے کبھی بھی آشنا نہیں ہو سکتا ہے۔

نہ تو زمیں کیلئے ہے نہ آسماں کیلئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

(For details please see appendix ii,iii,iv, and v)

اگلی آیات کائنات میں انسان کے عظیم مقام کا تعین کرتی ہیں۔ جس پر ہم سب کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ فرمایا.....

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○

-30 اور جب آپؐ کے رب نے فرشتوں سے
فرمایا بے شک میں زمین میں خلیفہ
بنانے والا ہوں۔ تو وہ بولے،
کیا تو اسے بنائے گا جو
اس میں فساد برپا کرے گا، اور خون
بہائے گا؟
حالانکہ ہم مسلسل تیری حمد میں لگے ہوئے ہیں

اور ہم مسلسل تیرے لئے تقدیس کرتے
ہیں۔ اللہ نے فرمایا،
بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

51- حقیقت انساں، مقصود کائنات:-

آیہ مبارکہ 30 عجیب روحانی کیفیتوں والی آیت ہے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب حضرت انسان ابھی وجود میں نہیں آیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے ازلی منصوبوں میں مرکزی کردار کی حیثیت رکھتا تھا۔ سرور کائنات ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میں ایک بند خزانہ کی مانند تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لئے میں نے کائنات پیدا کی'' اور کائنات کا مقصود رب العزت کے عارف کا ظہور تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنی منشا کا اظہار فرمایا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی ملک کا حکمران اپنے دارالحکومت میں کسی بڑے منصوبے کا اعلان کرتا ہے۔ سب سے پہلے اس کی منصوبہ بندی ہوتی ہے پھر ڈیزائن بنتا ہے، پھر ایک ماڈل تیار کیا جاتا ہے اور پھر اس ماڈل کا خاص خاص لوگوں کے سامنے امتحان (Test) کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ زمین پر انسان کا ظہور بہت بعد کی بات تھی لیکن عالم باطن میں وہ کائنات سے بھی پہلے تشکیل پا چکا تھا۔ اس کا مزاج، اس کے طور طریق، اس کی فطرت، اس کے اختیارات، اس کے حقوق و فرائض اور نتائج اس کے ڈیزائن میں تعین ہو چکے تھے۔ اور یہ سب کچھ ام الکتاب (Grand Design Book of Universe) میں درج تھا۔ ہوسکتا ہے کہ فرشتے اور جنات جو آدم سے بہت پہلے کی مخلوقات ہیں وہ تجسس سے ام الکتاب کے اس باب کو پڑھتے ہوں اور انہیں احسن الخلائق حضرت انسان کی کئی چیزیں بڑی عجیب وغریب معلوم ہوتی ہوں، اگر ایک طرف اس کا مقام علیین میں نظر آتا تھا تو دوسری طرف اسفل السافلین میں بھی وہی تھا، وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ تھا لیکن فساد کرنے اور خون بہانے میں بھی وہی آگے آگے تھا، وہ جنت کا خصوصی مہمان بھی تھا اور دوزخ میں بھی وہی جل رہا تھا۔ یوں یہ مجموعہ تضاد ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

52- فرشتوں کی حیرانی کا سبب:-

چنانچہ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے اعلان فرمایا...... **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً**۔ کہ ''میں زمین میں خلیفہ یعنی مخلوقات میں سے آخری اور مقام کے لحاظ سے اعلیٰ ترین مخلوق بنانے والا ہوں'' تو فرشتے ام الکتاب سے اخذ کئے گئے علم کی بنا پر اپنی حیرانی کا اظہار نہ روک سکے اور بولے (**اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا**) (کیا تو اسے بنانے والا ہے جو زمین میں فساد برپا کرے گا؟) اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی خوبیاں بیان کرنا شروع کیں۔ جن میں اول اللہ تعالیٰ کی مسلسل حمد بیان کرنا اور دوم ہر عیب اور برائی سے دور رہنا شامل

ہے۔ فرشتوں کی حیرانی کا ایک اور سبب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ زمین پر پہلے سے موجود دو پاؤں والی مخلوقات کی کارگردگی کے مشاہدہ بھی کرتے آئے تھے جن کا سب سے محبوب مشغلہ دوسرے جانوروں کو ہلاک کرنا تھا چنانچہ جب انہوں نے جنت میں حضرت آدم کا ماڈل دیکھا تو سمجھے کہ شاید اللہ تعالیٰ اسی دو ٹانگوں والے زمینی حیوان ہی کو اپنا خلیفہ بنانے لگا ہے۔ (تفصیلات کے لئے آخر میں دیئے گئے ضمیمہ 1 کا مطالعہ کریں)۔

اس تشریح سے معلوم ہوگا کہ فرشتوں کا ایسا کہنا خالق کے فیصلہ پر اعتراض نہیں تھا بلکہ اپنے ناقص علم کی بنا پر حیرانی کا اظہار تھا چونکہ فرشتوں کیلئے حقیقتِ انسان کا ادراک مشکل تھا اس لئے رب تعالیٰ نے **اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ** کہہ کر انہیں چپ کرا دیا۔ حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقتِ انسان اپنے رب کی پہچان ہے۔ آدمی کے ڈیزائن میں عارف باللہ بننے کی صلاحیت رکھ دی گئی تھی جبکہ فرشتے اس حقیقت کو نہیں جانتے تھے اور نہ ہی وہ آدم کے عرفان سے آگاہ تھے اس لئے وہ اس کے مقام کو سمجھنے سے بھی قاصر تھے۔ اور ان کا یہ کہنا بھی کہ، کمال خلافت، حمد، عبادت اور گناہ سے پاکی ہی غلط تھا۔ ان کو مطمئن کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب کے سامنے آدم علیہ السلام کا امتحان لیا، جس کے پاس کرنے پر انسان کی خلافت ثابت ہوگئی۔ اگلی آیات کریمہ میں اس عظیم روحانی واقعہ کا ذکر ہے۔ فرمایا......

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ
كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ
عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ
هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○

-31 اور (اللہ تعالیٰ نے) آدم کو
(کائنات میں سب اشیاء کے) اسماء کا علم سکھایا
پھر پیش کیا انہیں فرشتوں کے سامنے۔
پس فرمایا:
مجھے ان تمام کے اسماء بتا دیجیے اگر تم
اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ

-32 وہ (عاجزی سے) بولے، تیری ذات ہر عیب
سے پاک اور کمال میں بے مثال ہے،
ہمیں کچھ علم نہیں، ماسوائے جو آپ نے

Marfat.com

إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ ہمیں سکھا دیا۔
بے شک تو اور تو ہی علیم الحکیم ہے۔

53- علم انسان کی اساس ہے:-

مندرجہ بالا آیات انسانیت کیلئے قابل فخر انعامات ہیں اور انسان اور دوسری تمام مخلوقات کے درمیان فرقان کی حیثیت رکھتی ہیں فرمایا **وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا** اس میں **كُلَّهَا** کی ضمیر کائنات کی طرف ہے اور **عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ** کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں موجود تمام مخلوقات کی پہچان آدم علیہ السلام کو کرادی گئی تھی۔ جب ہم کسی جگہ کا نام لیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہم اسے بمع اسکے خواص کے پہچانتے ہیں یعنی اسم کسی چیز کی ماہیت، اس کی اصل حقیقت اور خاصیت کا عکس ہوتا ہے، مثلاً جب ہم کسی چیز کو لوہا کہتے ہیں تو اس چیز میں لوہے کے تمام خواص کے امتیاز کو جانتے ہوئے کہتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کو۔ ''علم الاسماء'' کا سکھانا اس بات کا ثبوت ہے کہ کائناتی علوم کا ادراک انسان کی فطرت میں لکھ دیا گیا ہے اور یوں انسان کی تقدیر خالق کی تخلیقات کی سمجھ ہے، اسلئے علم الاشیاء جسے ہم سائنس کی زبان میں فزکس، کیمسٹری، بائیولوجی وغیرہ کہتے ہیں ان پر دسترس حاصل کرنا انسان کیلئے ایک فطری عمل ہے اور اس صلاحیت میں گورے کالے پیلے ہر نسل اور قبیلہ کے لوگ برابر کے شریک ہیں یعنی آدم علیہ السلام کی ساری اولاد میں اچھا سائنس دان اور عالم بننے کی صلاحیت موجود ہے۔ یوں علم تمام انسانیت کی میراث ہے۔ یہ انکے باطن میں محفوظ ہے۔ جو کوئی بھی محنت کرے گا اس کو پالے گا۔

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

54- سائنسی دریافتیں اور کشفی علوم:-

قرآن کریم کی آیت **وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا** سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر اپنی تخلیقات کے تمام راز آشکار کردیئے تھے۔ چونکہ انسان انہی کی اولاد میں سے ہے اس لئے ہمارے جینز میں بھی وہ صلاحیت باقی ہے۔ اس کا یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ ہر چیز کا علم پہلے ہی سے ہماری فطرت (Gene) کے اندر بند ہے یعنی انسان کائنات کی کتاب ہے۔ لہٰذا جب ہم کوئی سائنسی دریافت کرتے ہیں تو یہ کوئی بیرونی دریافت نہیں ہوتی بلکہ پہلے سے موجود علم کی پہچان ہوتی ہے۔ اسی طرح پیدائشی علوم، کشف اور الہامی علوم اور انچیوشن (intuition) کی بنیاد بھی باطنی صلاحیت ہے۔ جو انسان بھی توجہ کے ساتھ محنت کرے گا وہ اپنے مقصود علم تک پہنچ جائے گا۔ اس لئے کہ علم ہر انسان کا مقدر ہے۔

Marfat.com

کچھ لوگوں کو علم لدنی بھی حاصل ہوتا ہے یعنی وہ علم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب یا استاد کی مدد کے بغیر عطا ہو جاتا ہے۔ اس بات سے کہ آدم علیہ السلام کو ہر طرح کے اسماء کا علم عطا کر دیا گیا تھا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علم لدنی کی اصل بھی ہمارے جینز (Genes) میں چھپا ہوا علم ہی ہے یعنی اگر ہم اپنے اندر کی کتاب پڑھ لینے کی صلاحیت حاصل کر لیں تو باہر کا علم خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ سائنس کی زیادہ تر دریافتیں بھی اچانک باطن کے کھل جانے پر ہوتی ہیں جو ایک طرح کا علم لدنی ہے۔ اس طرح کشف اور الہام کی بنیاد بھی علم لدنی ہی ہے ان کا ماخذ بھی ہمارا ہی باطن ہے، اس لئے کہ **وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا** کی یادداشت ہمارے اندر محفوظ ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے باطن کی کتاب پڑھ سکے گا اس پر ظاہر خود بخود واضح ہو جائے گا اور یہی چیز صوفیہ کرام کے مذہب کی بنیاد ہے۔ (For details please see appendix xii, xiii, xiv)

55- نسل آدم کی حاضری:-

آیہ مبارکہ 31 میں **ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ** کی ترتیب بھی سمجھنے کے لائق ہے۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ **هُم** کا اشارہ چیزوں کی طرف ہے یعنی چیزوں کو فرشتوں کے سامنے لایا گیا حالانکہ چیزیں تو پہلے ہی سے اپنی اپنی جگہ پر موجود تھیں اس لئے **ثُمَّ عَرَضَهُمْ** سے زیادہ اغلب مطلب یہ ہے کہ ھم کی ضمیر مجموعہ انسانیت کے متعلق ہے یعنی تمام نسل انسانی کی ارواح ونفوس کو فرشتوں کے سامنے لایا گیا تھا۔ بہرحال آدم علیہ السلام مجموعہ نسل انسانی کے امین تھے۔ وہ سب کے باپ ہیں اور اس لحاظ سے ان کے جنتی دور کے دوران ہم بھی ان کے اندر موجود تھے۔ فرشتوں کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے انہیں کائنات کی کچھ چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا **اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ** جس پر انہیں اپنی کم علمی کا اعتراف کرنا پڑا اور نہایت عاجزی سے کہا **سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ** ''ہم کو جو کچھ آپ نے بتا دیا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے'' اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کا علم ملائکہ اور جنات، غرض سب مخلوقات سے زیادہ ہے۔ ان کا علم محدود ہے انسان میں یہ صلاحیت لامحدود ہے۔ بے شک ''ہر عالم کے اوپر ایک اور عالم ہے'' (For details please see appendix v, vii) اس علمی امتحان میں فرشتوں کی بیچارگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا......

قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○

33- اے آدم۔ تم انہیں ان (چیزوں) کے اسماء کی خبر دو پس جب آدم نے انہیں ان کے اسماء بتا دیئے تو فرمایا کیا نہیں کہا تھا میں نے تمہیں؟ بے شک میں آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہوں، اور میں جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو۔

56- آدم کامیاب ہوئے:-

آدم اس یکتا امتحان میں اس لئے کامیاب ہوئے کہ زمین وآسمان کے غیوب کا علم ان کی فطرت میں پہلے ہی سے ودیعت کر دیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، ملائکہ اور جنات کے ہجوم میں فرمایا..... **اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ** ''یعنی آدم کو دیا گیا علم بھی میرا ہے اور''جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ بھی میرے علم میں ہے''۔مقصد اس اظہار کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مبادا علمی زعم میں کوئی غلط دعویٰ نہ کر بیٹھے۔یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کی علمی برتری ثابت کرنے کے بعد کائنات میں وہ یادگار لمحات شروع ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور نسل انسانی کو ایسی عزت عطا فرمائی جس کا کوئی جواب نہیں۔ہم جس قدر بھی عبادت اور ریاضت کر لیں اس کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔کیا عجیب منظر ہوگا جب فرمایا گیا۔

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ ٭۫ وَکَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ○	34- اور (ان عظیم لمحات کو بھی) یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا، آدم کیلئے سجدہ کرو۔ پس سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا، اور ہو گیا وہ کافروں میں سے۔

57- سجدہ کا اعزاز:-

سبحان اللہ، وہ کیا جلال و جمال کا وقت ہوگا جب تمام کائنات حکم باری تعالیٰ سننے کے لئے ہمہ تن گوش تھی۔فرشتے، ارواح اور جنات سب ادب سے کھڑے تھے۔آدمؑ علمی امتحان میں کامیاب ہو چکا تھا۔سب سوچ رہے تھے کہ دیکھیں اب اسے کیا انعام ملتا ہے۔حکم ہوا ''**اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ**'' (آدم کیلئے سجدہ کرو)۔''اس کے سامنے جھک جاؤ، اس کی برتری تسلیم کرو اس لئے کہ میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی ہے اور اسے اپنے علم سے نوازا ہے''جس کا ذکر سورہ سجدہ آیت مبارکہ 9 سورۃ حجر آیت مبارکہ 29 اور سورۃ ص آیہ مبارکہ 72 میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔اس فضیلت کی بنا پر وہ کائنات اور اس کے اندر موجود تمام طاقتوں کے سجدہ کا حقدار ہو چکا تھا یعنی یہ سجدہ تعظیمی آدمؑ کے جسم کو نہیں تھا بلکہ اسکے اندر اللہ تعالیٰ کی پھونکی ہوئی روح اور اس کے علمی اعجاز کو تھا، سب نے بلاچون وچرا حکم کی تعمیل کی لیکن ابلیس کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی اور انکار کر بیٹھا۔

Marfat.com

58-ازلی دشمن سے واسطہ:-

ابلیس نے آدم علیہ السلام کوسجدہ کرنے سے انکار اپنی جہالت اور غرور کی بنا پر کیا اور یوں اس کی قسمت پھوٹ گئی۔اس کی وجہ اس کا حسد اور جھوٹا نسلی افتخار تھا۔وہ اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے بہتر سمجھتا تھا کہ اسکی تخلیق آگ سے ہے جو اس کے نزدیک مٹی سے اعلیٰ تر ہے۔اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغاوت کی اور راندہ درگاہ ہوگیا۔**کان من الکافرین** ،کی ترتیب سے یوں لگتا ہے کہ وہ انکار میں اکیلا نہیں تھا بلکہ ایک گروہ جنات اس کے ساتھ تھا لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ قیامت تک آنے والے تمام کافرین ابلیس کے گروہ کے لوگ ہیں۔

ابلیس انکار کے بعد چپ نہیں رہا بلکہ اپنی گستاخی کی معافی مانگنے کی بجائے وہ حسد کی آگ میں بڑھتا ہی گیا۔اپنے راندہ درگاہ ایزدی ہونے پر جواسے قلق اور مایوسی ہوئی اسے بھی اس نے آدم علیہ السلام کے کھاتہ میں ڈال دیا اور یوں سجدہ کے عظیم اعزاز کے ساتھ ہی آدم علیہ السلام کوایک بہت بڑے دشمن سے پالا پڑ گیا جس نے اپنی مایوسی،حسد اور غصہ کی وجہ سے اولادِ آدم کوبھی رب تعالیٰ کی نگاہ سے گرانا اپنا مقصد حیات بنالیا ہے۔اگلی آیات کریمہ ابلیس کی اس ذہنی کیفیت کو بیان کرتی ہیں اور آدم کی سادہ لوحی کو کہ وہ کس قدر جلد شیطان کے دام میں پھنس گیا۔

35- وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○

اور ہم نے کہا، اے آدم تم اور تمہاری زوجہ جنت میں رہو،اس میں سے دونوں کھاؤ، جو چاہو اور جس جگہ سے چاہو، (مگر) اس درخت کے پاس بھی نہ پھٹکنا، ورنہ تم ظالمین (یعنی قانون خداوندی توڑنے والوں) میں سے ہوجاؤ گے۔

36- فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ۪ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّۚ

پس شیطان نے ان دونوں کوڈگمگا دیا۔ پھر ان دونوں کووہاں سے نکال دیا، جس میں وہ تھے۔

ہم نے فرمایا۔تم سب اس مقام سے نیچے اتر جاؤ۔

Marfat.com

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِيْنٍ ○

اب تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے،
تمہارے لئے زمین میں قیام ہوگا،
اور فائدہ اٹھانا ایک خاص مدت تک۔

59- آدم علیہ السلام کا پہلا گھر اور جنت کا کھو جانا:-

سجدہ کے عظیم اعزاز کے بعد حضرت آدم علیہ السلام، ان کی زوجہ محترمہ اور اولادِ آدم جوان کے باطن میں تھی سبھی کو جنت میں ٹھہرایا گیا۔ یہ کوئی زمینی باغ نہیں تھا بلکہ اصلی جنت تھی جو موت کے بعد اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مقام ہے۔ یہ حضرت آدم کی تربیت گاہ بھی تھی۔ انہیں حسبِ خواہش سب کچھ کھانے پینے اور لینے کی اجازت تھی لیکن ڈسپلن سکھانے کی خاطر ایک خاص درخت کے پاس جانے سے بھی منع کر دیا فرمایا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (تم اس درخت کے قریب بھی نہیں پھٹکنا ورنہ تم دونوں ظالمین میں سے ہو جاؤ گے) لیکن سادہ لوح آدم اور ان کی زوجہ عیار حاسد ابلیس کے دام میں پھنس گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ڈسپلن کو توڑ دیا جس کے نتیجہ میں حکم ہوا "اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا" (تم سب کے سب یہاں سے نیچے اتر جاؤ) لفظ جمیعا کی ترتیب میں حضرت آدم علیہ السلام، زوجہ محترمہ اور اولادِ آدم جو بھی ان کے باطن میں تھی اور ان کے علاوہ ابلیس اور اس کے ساتھی سبھی شامل ہیں۔ یوں انسان کی زمینی حیات کے سفر کا آغاز ہوا جہاں ہم میں سے ہر ایک کو صرف ایک مخصوص عرصہ تک ٹھہرنا ہے۔ یہ اصلاح احوال کا ایک موقع ہے تاکہ ہم دوبارہ کھوئی ہوئی جنت کے حق دار بن سکیں جو ہم سب کا پہلا گھر تھا۔

(For more details please see appendix vii, viii)

60- وارننگ......خبردار:-

آیہ مبارکہ 36 میں یہ ارشاد کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ "تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے" معاشرتی سائنس کے لئے ایک نہایت اہم موضوع ہے اور ہمارے لئے ایک بڑی سبق آموز بات ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں ہوگا جس کا کوئی دشمن نہیں ہوگا۔ اسلئے زندگی کو حکمت، ہوشمندی اور کھلی آنکھوں سے گزارو اور اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچاننا سیکھو۔ انسان کا اولین دشمن شیطان ہے جو جنت ہی سے ہمارے پیچھے لگ گیا تھا۔ اس نے ہمیں وہاں بھی دھوکا دیا اور یہاں بھی دھوکا دیتا ہے تاکہ دوبارہ جنت میں نہ جاسکیں۔ انسان کا دوسرا دشمن خود انسان ہی ہے۔ زندگی کی اعلیٰ ترین اقدار کے ساتھ ساتھ رقابت، رنجش نفرت بھی اس کی فطرت کا حصہ ہیں جن سے مغلوب ہو کر انسان، انسان کی دشمنی پر اتر آتا ہے۔ دراصل یہ فطری خصوصیات زمین پر ہمارے امتحان کے پرچہ میں کچھ

Marfat.com

مشکل سوالات ہیں، اور ہمارا امتحان ان پر قابو حاصل کر کے باہمی محبت اور یگانگت کو اجاگر کرنا ہے۔ انکے علاوہ حیواناتی اور نباتاتی انواع میں سے بھی ہمارے بے شمار دشمن ہیں جن سے احتیاط اور بچاؤ کی تدابیر کرنا بھی ہمارا امتحان ہے۔ جسقدر کوئی معاشرہ ان سے بہتر طور پر عہدہ براہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی قدر وہ مطمئن ہوتا ہے۔

ظاہر ہے حضرت آدمؑ اور ان کے ساتھی جنت میں **اھبطوا** کے حکم ملنے پر انتہائی پشیمان اور پریشان ہوں گے۔ بار بار عرش الٰہی کی طرف نظر اٹھتی ہوگی لیکن کچھ سمجھ نہیں آتا ہوگا کہ کیا کہیں۔ پھر رحمت خداوندی جوش میں آئی اور انہیں خود ہی وہ الفاظ سکھا دیئے جن سے معافی مل گئی۔ اگلی آیہ کریمہ 37 میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

37- پس سیکھ لئے آدم نے، اپنے رب سے کچھ کلمات، تو اللہ نے اس کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

61- توبہ کے الفاظ اور معافی:-

رب تعالیٰ کی مہربانی اور بخشش کے صدقے جائیں۔ آدم علیہ السلام نے شیطان کے دھوکے میں آکر حدود اللہ کو توڑ ڈالا اور جس بات سے منع کئے گئے تھے اس کو کر دیا جو ان کے مقام کے لحاظ سے بہت بڑا جرم تھا، لیکن خالق کائنات کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ آدم علیہ السلام کی پشیمانی اور پریشانی دیکھتے ہوئے خود ہی انہیں معافی کے الفاظ سکھائے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں وہیں معاف فرما دیا۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ غلطی سرزد ہونے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہ السلام کو زمین پر پھینک دیا گیا اور وہ سینکڑوں سال سرگرداں اپنے گناہ پر روتے رہے آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں مکہ کے نزدیک مقام عرفات میں ملا دیا اور معاف بھی کر دیا لیکن ہمارے نزدیک یہ کہانی قرآنی شواہد کے مطابق نہیں جو کچھ ہوا جنت میں ہوا اور جنت میں ہی معافی مل گئی۔

جہاں تک یہ[ ] کہ معافی کے وہ کیا الفاظ تھے انہیں سورہ اعراف آیت مبارکہ 23 میں رب تعالیٰ نے سرور کائنات ﷺ کی امت کو بھی بتا دیئے ہیں۔ گنہگار سے گنہگار انسان جب ان الفاظ کے ساتھ پشیمانی کے عالم میں اپنے مالک حقیقی کی طرف رجوع کرے گا تو انشاء اللہ اس کے گناہوں کی معافی ہو جائے گی۔ وہ انتہائی قیمتی کلمات یہ ہیں: **ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخٰسرین** ۔ "اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے اور اگر آپ ہمیں معاف نہیں فرماتے اور ہم پر

Marfat.com

رحم نہیں کرتے تو یقیناً ہم انتہائی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔ آیہ مبارک میں جمع کا صیغہ نوٹ فرمائیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے معافی مانگتے وقت حضرت آدمؑ اکیلے نہیں تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور انکی اولاد کو معاف کر دیا اور ہر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے آدمی کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور اسکی حدود کو توڑنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ دیکھیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خاص اپنے ہاتھوں سے بنایا، ان میں اپنی روح پھونکی، اپنی طرف سے ہر چیز کا علم عطا فرمایا، فرشتوں سے سجدہ کروایا، جنت میں رکھا، اس سے بڑی فضیلت کی اور کیا بات ہو سکتی ہے لیکن جیسے ہی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حد کو توڑا تو فوری سزا کا حکم سنا دیا۔ (استغفر اللہ)

62- عیسائیوں کا باطل نظریہ:-

آیہ مبارک 37 عیسائیوں کے نظریہ گناہ کو بھی باطل کرتی ہے جس کے مطابق حضرت آدمؑ کا ہر بچہ ان کی غلطی کا گناہ اٹھائے پیدا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ " آدم علیہ السلام کی غلطی کی تلافی کے لے حضرت عیسیٰؑ نے سولی پر چڑھ کر اپنی جان دی اور کفارہ ادا کیا۔ اس لئے اب جو کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ لسلام کو مانے گا وہ اس کا بھی کفارہ ادا کریں گے، ان کے علاوہ باقی سب لوگ جہنم میں جائیں گے" درحقیقت عیسائیوں کا" بنیادی گناہ کا یہ نظریہ (Original Sin) انسانیت کی تذلیل ہے۔ حضرت مسیح سے پہلے پیدا ہونے والے تمام انسان جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں اور جن کا عیسائیوں کے ہاں بھی بڑا درجہ ہے، کیا وہ سب بھی گناہ ہی میں مر گئے؟ یہ باطل نظریہ اصول انصاف کی دھجیاں اڑانے کے بھی مترادف ہے۔ حقیقت وہی ہے جو آیہ مبارک 37 میں ظاہر کر دی گئی ہے **فَتَابَ عَلَيْهِ** کہ آدم علیہ السلام اور اولاد آدم سب کی توبہ قبول کر لی گئی اس کے بعد کسی پر بھی کوئی پیدائشی گناہ نہیں ہے اور ہر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔ (شکر الحمد للہ)

63- دنیا کی طرف سفر:-

گناہ کی معافی کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کی طرف بھیج دیا گیا۔ یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کتنا عرصہ جنت میں رہے اور کتنا عرصہ جنت کے نچلے مقام میں اپنی روحانی حالت میں ٹھہرے لیکن اہم بات یہ نہیں کہ وہ کہاں اور کتنا عرصہ ٹھہرے، نہ ہی یہ کہ ان کی حیات روحانی تھی یا جسمانی، بلکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے اس واقعہ سے کیا سبق سیکھا۔ اگلی آیہ کریمہ اسی

سلسلہ کی کڑی ہے۔فرمایا......

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

38- ہم نے کہا تم سب کے سب (جنت سے نیچے) اتر جاؤ،
پھر اگر میری طرف سے تمھاری طرف کوئی ہدایت آئے، تو جو اس کی پیروی کرے گا،
اسے کسی طرح کا خوف ہوگا نہ غم۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

39- البتہ، وہ جنہوں نے ہماری ہدایت سے انکار کیا،
اور اسے جھٹلایا،
وہی آگ کے ساتھی ہوں گے۔
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

64- اللہ کی ہدایت ...... نہ خوف نہ غم:-

آیہ مبارک ہماری اس طرف رہنمائی کرتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اعتراف گناہ کے بعد معافی مل گئی لیکن تقدیر نہیں بدلی۔ ارضی حیات کی طرف روانگی کا حکم برقرار رہا۔ زمین ہمارے لئے امتحان گاہ مقرر ہو چکی تھی۔ اس امتحان کے اصول بھی وضع کر دیئے گئے اور بھیجتے وقت تسلی بھی دے دی فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی ''میں ہر قوم کی طرف ہدایت بھیجتا رہوں گا جو بھی اس پر عمل کریگا اسے کوئی غم فکر نہیں ہونا چاہئے۔ معافی کے بعد اب تم پر کوئی فطری گناہ نہیں البتہ جنہوں نے ہدایت آنے کے بعد بھی تکذیب کی وہ یقیناً دوزخ میں جائینگے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے''۔ نبی پاک ﷺ اس سلسلہ کی آخری کڑی تھے، اور قرآن کریم اس ہدایت کا تا قیامت مخزن ہے جو کوئی اس پر عمل کرے گا اسکے کے لئے کسی طرح کے ڈر خوف اور غم کی بات نہیں۔

65- حضرت آدم کے ظہور کے مختلف ادوار:۔

یہ سوال دلچسپ بھی ہے اور اپنی جگہ بڑا اہم بھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ظہور کب ہوا؟ اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت آدم کا زمینی ظہور صرف سات آٹھ ہزار سال پہلے ہوا ہے لیکن سائنس بھی اس مسئلہ میں بری طرح الجھی ہوئی ہے (دیکھیں ضمیمہ 1) اس سائنسی کہانی کے مطابق موجودہ انسان کے متعلق پرانے سے پرانے تاریخی ماخذ صرف بیس سے تیس ہزار سال تک ہیں۔ فرانس میں کچھ غاروں میں پائی جانے والی تصاویر اور ترکی میں تاریخی زمانہ سے قبل کی قبروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید موجودہ انسان جسے Homo Sapien کہتے ہیں، تیس پینتیس ہزار سال پہلے ظاہر ہوا ہوگا لیکن جہاں تک دو ٹانگوں پر چلنے والے حیوان کا تعلق ہے اسکی پچاس لاکھ سال پرانی ہڈیاں بھی ملی ہیں۔ عام اندازہ یہ ہے کہ وہ بن مانسوں کی کوئی ترقی یافتہ نوع تھا لیکن موجودہ انسان سے اسکی کوئی نسبت نہیں ملتی شاید فرشتوں نے اس انسان نما حیوان کی درندگی کو ہی دیکھتے ہوئے کہا تھا کہ آدم بھی خون بہائے گا۔ اگر ہم قرآن کریم کی آیات سے راہنمائی لیں تو یہ پتہ چلتا ہے حضرت آدم کے ظہور کے مندرجہ ذیل ادوار ہیں۔

1- آدم علیہ السلام اور مجموعہ انسانیت کا ڈیزائن کائنات کے ظہور سے پہلے ہو چکا تھا اور کائنات کا ڈیزائن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لوازمات کے طور پر تھا۔

2- فرشتے اور جنات حضرت آدم سے پہلے وجود میں آچکے تھے اسی طرح کائنات بھی اپنے وجود میں پہلے آچکی تھی۔

3- عالم بالا میں حضرت آدم کا پہلا ظہور وہیں ہوا جہاں فرشتے رہتے تھے۔ یہ جنت کے مقامات میں سے کوئی مقام ہے۔

4- فرشتوں اور جنات کے لئے حضرت آدم اجنبی تھے لیکن اللہ کی طرف سے وہ خلیفہ الارض مقرر ہو چکے تھے۔

5- عالم بالا ہی میں حضرت آدم کو علم عطا کیا گیا، علمی مقابلہ ہوا، ان کو سجدہ کرایا گیا، ابلیس نے ان سے حسد کیا۔

6- وہ جس جنت میں رہتے تھے وہ عالم بالا والی جنت تھی، اس میں کتنا عرصہ رہے اللہ ہی جانتا ہے۔ وہیں آپ سے شجر والی غلطی ہوئی۔

7- غلطی پر حضرت آدم علیہ السلام جنت سے عالم ارواح میں اتار دیئے گئے۔ وہیں معافی ملی۔ نسل آدم کو وہیں **’’الست بربکم‘‘** (سورۃ اعراف آیت 172) کا خطاب ہوا، وہیں تمام انبیاء سے میثاق لیا گیا جس کا ذکر سورہ عمران کی آیت مبارکہ 81 میں آیا ہے۔

Marfat.com

8- عالم بالا سے اترنے کا حکم دو مرحلوں میں ہوا۔ پہلے مرحلے کا ذکر آیت مبارکہ (36)2 میں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے عالم ارواح میں اتر گئے۔ وہیں آپ کو معافی کے الفاظ سکھائے گئے اور آپ کو معاف فرما دیا گیا (37)2۔ معافی مل جانے کے بعد آپکو دوبارہ اترنے کا حکم ہوا (38) اس درمیانی مقام کو (Intermediate Repository) عالم ارواح کہا جاتا ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق اپنی اپنی باری پر تمام انسان زمینی حیات کیلئے اترتے رہیں گے۔

9- عالم ارواح ہی میں انہیں زمین میں محدود وقت تک رہنے کا پروگرام ملا۔ وہیں مستقبل کے نبیوں اور رسولوں کی ہدایت کے بارے میں بتایا گیا۔

10- عالم ارواح میں لوگ حالت موت میں ہوتے ہیں۔ یعنی نفس بلا جسم ہوتا ہے وہاں سے نفوس اپنی اپنی باری پر ارضی حیات کی طرف اترتے رہتے ہیں اور انسانی جسم کو اپنا گھر بناتے ہیں جب جسم مرجاتا ہے تو نفس کو اسے چھوڑنا پڑتا ہے اور واپس وہ موت کی حالت میں پلٹ جاتا ہے یہ دوسری موت والی حالت ہے۔ موت کی اس حالت کو قبر کی برزخی زندگی بھی کہا جاتا ہے یہ بلا جسم حالت ہے اس میں نفوس تا قیامت رہتے ہیں۔

11- قیامت کے بعد حساب کتاب کیلئے تمام نفوس میدانِ حشر میں جمع کر دیئے جائیں گے۔ حساب کتاب وہیں ہوگا۔

12- حساب کتاب کے بعد انہیں جزا و سزا کے قانون کے تحت جنت یا جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ عالم جزا میں ہر ایک کو جسم عطا کر دیا جائے گا یہ ان کی دوسری زندگی ہوگی۔ یوں ہر انسان کی دو اموات اور دو زندگیاں ہیں۔

(نوٹ: حضرت انسان کے ظہور کی تفصیلی سائنسی کہانی اس سورۃ کے اخیر میں ضمیمہ-1 میں دیکھیں)

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر انسان کی تخلیق اور اس کے انجام کے متعلق جو آیات آئی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان نفس اور جسم کا مرکب ہے۔ جیسے پہلے کہا گیا ہے آدم علیہ السلام کا ڈیزائن اور ان کی تخلیق جنت میں ہوئی جب کہ انسان کے جسم کی تکمیل زمین پر ہوئی۔ یعنی قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ ہمارے روحانی سلسلہ کی تفصیل ہے اور سائنس جو تحقیقات کر رہی ہے وہ جسمانی سلسلہ کی ترقی کے مختلف ادوار کو ڈھونڈنے کی کوشش ہے اس لحاظ سے دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ جسمانی لحاظ سے زمین پر انسان کا آغاز نفسِ واحدہ سے ہوا اور اسی نفس واحدہ سے تمام دیگر جاندار مخلوقات بنیں ارتقاء کے اس سفر کی معراج انسانی جسم کی تخلیق ہے جو اپنی تقویم اور بناوٹ (Design and Construction) میں بہترین ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ** ہماری ساری ہستی (Existance) میں ہمارا زمینی قیام مختصر ترین وقفہ ہے جو نسبتاً شاید ٹوٹل حیات کے مقابلہ میں ایک سیکنڈ کا کھربواں حصہ ہو یا اس سے بھی کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہمارے اوپر یہ انتہائی مہربانی ہے کہ امتحان کی گھڑیاں اتنی کم

رکھی ہیں ۔ (For more details please see appendix vii, viii)

66- بنی اسرائیل کی تاریخی مثال (Case History) بحیثیت ایک کردار:۔

آیہ مبارک 38 میں اولادِ آدم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی خوشخبری تھی۔ فرمایا ''اگر تمھاری طرف میری طرف سے کوئی ہدایت آئے، جو کوئی اس کی پیروی کرے گا اسے کسی طرح کا کوئی خوف ہوگا نہ غم...'' یہ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کیلئے براہ راست پیغام ہے جو بوقت وداع دیا گیا ۔حسب وعدہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کی طرف اپنے نبی بھیجتا رہا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں اگلی آیات کریمہ میں تاریخ عالم کی ایک نہایت اہم روئیداد (Case History) کا ذکر ہے۔ جسکا ذکر قرآن کریم میں بار بار آتا ہے یہ کہانی قوم یہود کی ہے جن کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ متواتر اپنے جلیل القدر پیغمبر بھیجتا رہا، ان پر بڑے بڑے احسان فرماتا رہا، انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی لیکن اتنی بڑی مہربانیوں کے باوجود بھی وہ پے در پے نبیوں کی مخالفت کرتے رہے، یہاں تک کہ بعض کو انہوں نے قتل بھی کیا۔ یوں اپنے پیچھے وہ اقوام عالم کے لئے عبرت کا نشان چھوڑ گئے ہیں جن پر غور کرنے سے انسان بہت سی غلطیوں سے بچ سکتا ہے۔ قرآن کریم میں جس طرح بار بار بنی اسرائیل کا ذکر آتا ہے وہ بذات خود ایک بڑی غور طلب بات ہے۔ دراصل یہ ماضی کی ایک قوم کے حوالہ سے انسان کے مستقبل کا ذکر ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کے لئے ان کے حوالہ سے زبردست تنبیہ (Warning) ہے کہ وہ ہرگز ہرگز یہود کی تابعداری نہ کریں یعنی یہودی ایک کردار (character) کا نام ہے جو ہر انسان کے اندر بستا ہے اور انسان کی بقا اسی میں ہے کہ وہ اپنے نفس میں سے اس کردار کو نکال دے۔ اگلی آیات کریمہ اس کردار کی نشاندہی کرتی ہیں۔ فرمایا....

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ
وَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ ○

40- اے بنی اسرائیل، یاد کرو میری نعمت کو،
جو میں نے تمہیں انعام فرمائی۔
اور تم میرے ساتھ (کئے گئے) وعدہ کو پورا کرو۔
میں بھی تمہارے ساتھ کئے گئے وعدہ کو پورا کروں گا،
اور خاص مجھی سے ڈرو۔

وَءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلۡتُ مُصَدِّقٗا لِّمَا مَعَكُمۡ
وَلَا تَكُونُوٓاْ أَوَّلَ كَافِرِۭ بِهِۦۖ وَلَا تَشۡتَرُواْ

41- اور ایمان لاؤ اس پر جو (اب) میں نے نازل کیا ہے،
وہ جو اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے
پاس پہلے سے تھا

Marfat.com

بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۫ وَّ اِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ○

خبردار کفر میں پہل نہ کرنا،
اور میری آیات کے بدلے میں حقیر قیمت نہ لینا،
اور تم خاص مجھی سے ڈرتے رہنا۔

بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں یہ لوگ حضرت یوسفؑ کے عہد حکومت میں مصر میں جا بسے اور خوب پھلے پھولے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل فرمایا، انہیں ذہانت اور حکمت میں دوسری اقوام سے ممتاز کیا، انہیں شکل وصورت بھی خوبصورت دی اور ان کی طرف اپنے بہت سے پیغمبر بھیجے اور یوں انہیں دیگر اقوام کیلئے ہدایت کی ذمہ داری بھی دی گئی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ جب انہوں نے اللہ کی ہدایت کو چھوڑ دیا تو ان میں نفاق داخل ہو گیا۔ فراعنہ مصر نے انہیں اپنا غلام بنالیا، وہ ان سے بیگار لیتے اور طرح طرح کی سختیاں کرتے۔ بالا آخر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی حالت زار پر رحم کھاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جنہوں نے انہیں فرعون سے نجات دلائی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو پھر سے آزادی دی، سیدھے راستہ پر ہدایت کی، اپنے برگزیدہ بندوں میں شامل کیا اور اقوام عالم کی رہنمائی کا موقع دیا لیکن یہ قوم اپنے رویہ میں نہایت متلون مزاج رہی۔ اور عارضی مفادات کے لئے کبھی سیدھے راستہ پر آجاتی اور کبھی واپس کفر کی طرف لوٹ جاتی۔

67- نعمت کا شکرانہ:-

آیۃ مبارکہ 40 میں اللہ تعالیٰ یہود کو اپنی نعمتوں کی یاد دہانی کرا رہے ہیں تا کہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ اس میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے رہیں اور ہر دم اسکے شکر گذار بندے بن کر زندگی گذاریں۔ شکر کی ایک علامت اللہ تعالیٰ کی دل سے عبادت اور اسکی محبت اور اسکے دین کی تبلیغ ہے تا کہ انسانیت جہنم میں گرنے سے بچ جائے۔ یہودی کردار کو پسِ پشت رکھتے ہوئے چاہیے کہ ہمارے اسلاف پر جو اللہ نے فضل کیا اور مسلمانوں کو عروج دیا ان واقعات کو یاد کر کے ہم رب العالمین کا شکریہ ادا کرتے رہیں اور اپنی کوتاہیوں سے توبہ کرتے رہیں تا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے حقدار ہوں۔

68- بندے کا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ:-

آیۃ مبارکہ ۴۰ میں ایک نہایت اہم بات یہ کہی گئی ہے کہ "تم میرے ساتھ کئے گئے وعدہ کو پورا کرو، میں تمہارے ساتھ کئے گئے وعدہ کو پورا کروں گا اور خاص مجھی سے ڈرو" فرمایا وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ ۚ وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ یہ ایک عمومی حکم ہے جو ہر

Marfat.com

انسان اور ہر معاشرہ کے لئے ہے۔ مسلمان کلمہ طیبہ پڑھتے وقت وعدہ کرتا ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی اور الہٰ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں"۔ یہ ایک وعدہ ہے اور اس ایفائے عہد کا ایک تقاضہ زمین پر اور اپنے آپ پر اللہ کی حاکمیت کا نفاذ ہے اور دوسرے تمام خداؤں کی نفی ہے اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ **لا الہ الا اللہ** کہنے والے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور سب کا رہنما اور قابل تقلید ہستی خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اب اگر ہم اس وعدہ کی تکمیل کے لئے جدوجہد کریں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اسی پر توکل کریں، اسی سے ڈریں اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہی اپنا رہبر و رہنما مانیں تو ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ ایسے وعدہ وفاؤں کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ وہ انہیں دنیا و آخرت میں ہر قسم کے خوف اور رنج والم سے آزادی عطا فرمائے گا، دنیا میں انہیں عزت عطا فرمائے گا، ان کے دشمنوں پر ان کی دھاک بٹھادے گا، ان کو نیکی پر چلنے کی مزید توفیق دے گا، اور آخرت میں ان کو جنت عطا فرمائے گا۔ لیکن اگر ہم کلمہ طیبہ کی شہادت کے بعد بھی زندگی کو اپنے نفس کی سفلی خواہشات کے مطابق گذارتے ہیں تو ہم بھی یہود کی طرح ہو گئے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب تو پڑھتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

69- ختم الرسل پر ایمان:-

آیہ مبارکہ 41 میں قوم یہود کے لئے بالخصوص اور عام انسانیت کے لئے بالعموم حکم ہے **وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ** کہ "ایمان لاؤ اس پر جو میں نے نازل کیا ہے......" یہ محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کلام سمجھتے ہوئے اس کی پیروی کرنے کا حکم ہے۔ یہ اس بات کی بھی یاد دہانی ہے کہ دراصل حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت پہلے انبیاء کرام کا ہی تسلسل ہے اور قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے جو اس سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں مثلاً تورات، انجیل وغیرہ سب کی تصدیق کرتی ہے۔ اب یہی معیار حق ہے۔ مسلمان وہ ہیں جو اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیں، اور اس کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے گزرے ہوئے پیغمبروں پر بھی ایمان لایا جائے اور تمام مذاہب کی عزت کی جائے۔ یوں اسلام تمام اقوام عالم کے لئے قدرتی دین ہے۔

آیہ مبارکہ میں اہل کتاب سے خصوصی خطاب ہے کہ "خبردار کفر میں پہل نہ کرنا۔" اس لئے کہ وہ بھی وحی کے حامل ہیں اور ان کی کتابوں میں نبی آخر ﷺ کی بعثت کی خوشخبریاں موجود ہیں لہٰذا انہیں تو سب سے پہلے اسلام کا ساتھ دینا چاہئے۔ اگر پھر بھی وہ نہیں مانتے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جان بوجھ کر جرم کرنا جرم کی نوعیت کو مزید سنگین بنا دیتا ہے۔ لیکن افسوس کہ یہود اور نصاریٰ اسلام میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔

آیہ مبارک 41 میں یہ حکم کہ "میری آیات کے بدلے میں حقیر قیمت نہ لو" **وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا** بہت اہم ہے کہ ہم

Marfat.com

اسلام کے اعلیٰ ترین اصولوں کو دنیا کے چھوٹے چھوٹے مفاد پر قربان نہ کریں۔ افسوس کہ آج کل لوگ اس طرف خیال نہیں کرتے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بولتے ہیں، بے ایمانی کر بیٹھتے ہیں، اللہ پر توکل چھوڑ دیتے ہیں۔ یہودی بھی یہی کرتے آئے ہیں اور اب مسلمان بھی یہی کر رہے ہیں۔ یہ سب یہودی کریکٹر ہے جس سے بچ کر ہی ہم اسلام پر قائم رہ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی آخرت کے مقابلہ میں ہیچ ہے لیکن افسوس کہ دنیا کے چندروزہ مفادات کی خاطر انسان اپنے ضمیر کو کچل دیتا ہے۔ اگلی آیات کریمہ اس خطرناک صورت حال سے بچنے کی تلقین کرتی ہیں اور خاص طور پر جن باتوں سے احتیاط کرنی ہے ان کی وضاحت کرتی ہیں۔ فرمایا ......

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○

42- اور تم حق پر باطل کا لبادہ نہ چڑھاؤ، اور (یوں) حق کو نہ چھپاؤ، حالانکہ تم (اسے) جانتے ہو۔

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ ○

43- اور صلوٰۃ کو قائم کرو، اور زکوٰۃ دو۔ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

70- حق پر باطل کی ملمع سازی:

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ...... حق پر باطل کی ملمع سازی کرنا تاکہ عام آدمی کے لئے حق اور باطل میں فرق کرنا مشکل ہو جائے، یہ یہودی ذہن (Jewish Mentality) کا ایک بڑا فتنہ ہے۔ مثلاً یہود اللہ کے رسول محمد ﷺ کی خوشخبریوں کے متعلق تورات اور انجیل میں جو آیات ہیں ان کو وہ چھپاتے تھے اور بعد میں انہیں اپنی کتابوں سے بالکل ہی حذف کر دیا اور جو باقی رہ گیا ہے اس کو بھی یہ مختلف معنی دیتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، مثلاً فطرت (Nature) کو اللہ تبارک کے ساتھ ملا کر کہتے ہیں کہ فطرت ہی خدا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی جگہ سود کو لے آئے ہیں۔

افسوس کہ آج بہت سے مسلمان بھی یہی کر رہے ہیں۔ اپنی خواہشات کو دین بنا دیا ہے اور دین حق جو سادہ ہے اس پر رسم و رواج کے لبادے چڑھا دیئے ہیں یوں اب وہ بھی بہت ساری برائیاں یہود کی طرح مذہب کے نام پر کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ جو خود اچھے مسلمان

Marfat.com

ہیں وہ بھی اپنے فرقہ کے مطابق اسلام پرست بن چکے ہیں جبکہ پرستش صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کیلئے ہے۔ بنی اسرائیل بھی مذہب پرستی میں کم نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی پرستش پر رسم ورواج کی پرستش کو ترجیح دیتے تھے۔ ان حالات میں ہر اچھے مسلمان کو چاہیے کہ وہ حق پر باطل کے اثرات نہ پڑنے دے اور حق کے اوپر رسم ورواج اور فرقہ پرستی کی پردہ پوشی نہ ہونے دے۔ امت محمدیہ ﷺ کا مقصد ہی عالم انسانیت پر حق کو ظاہر کرنا اور باطل کو واضح کرنا ہے تاکہ لوگ حق وباطل میں تمیز کرتے ہوئے کھوئی ہوئی جنت کو پالیں۔

71- حقیقی دین کا پیغام:-

اس ضمن میں آیتہ مبارکہ 43 کا حکم **وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ** حقیقی دین کی شکل کو واضح کرتا ہے۔ اسکے دو حصے ہیں ایک **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** یعنی حقوق اللہ کا پورا کرنا اور دوسرا **اٰتُوا الزَّكٰوةَ** یعنی حقوق العباد کا پورا کرنا، جب کہ **وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ** کا مطلب یہ ہے کہ دین تنظیم سے مکمل ہوتا ہے۔ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی ادائیگی فرداً فرداً ہوسکتی ہے لیکن اعلیٰ ترین شعار یہ ہے کہ باجماعت ہو مثلاً نماز باجماعت کا ثواب فرداً فرداً نماز سے 27 گنا زیادہ ہے۔ گویا مسلمانوں کا باہم منظم ہونا دین کی شان وشوکت کیلئے ضروری ہے۔ ملکی سطح پر نظام اسلام کے نافذ کرنے کی کوششیں بھی دراصل "**وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ**" کے حکم کی تکمیل کی طرف ہی ایک قدم ہے۔ لیکن یہودی ذہن دین کے ان پہلوؤں کو چھوڑ کر خود ساختہ رسم ورواج والے شخصی دین کا پیروکار ہے ان کا کہنا ہے کہ دین ایک ذاتی معاملہ (Personal Affair) ہے لیکن یہ انکی شیطانی سوچ کا نتیجہ ہے۔ وہ اگرچہ پیغمبروں کی تعلیمات کی بنا پر ان باتوں کو سمجھتے ہیں لیکن دوغلہ پن کا شکار ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے ارشاد ہے۔ فرمایا......

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○	-44	کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیکی کا، اور بھول جاتے ہو اپنی ذات کو، حالانکہ تم الکتاب (بھی) پڑھتے ہو۔ کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔
وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۙ	-45	اور مدد طلب کرو، صبر سے اور صلوٰۃ سے، اور بے شک وہ بڑی بھاری بات ہے۔ مگر (ان کے لئے نہیں) جو عاجزی کرنے والے ہیں۔

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

46- (جو) یقین رکھتے ہیں، کہ وہ ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

72- خود را فضیحت:-

آیۃ کریمہ 44 کا خطاب اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ''کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیکی کا اور بھول جاتے ہو اپنی ذات کو......'' انسانی ضمیر کیلئے چیلنج ہے۔ گو کہ اس کے اولین مخاطب یہودی قوم اور یہودی ذہن والے لوگ ہیں جو دوسروں کو تو نیکی کا پرچار کرتے ہیں لیکن خود اپنی ذات کے لئے پرواہ نہیں کرتے لیکن انہی میں وہ تمام بے عمل ناصح اور خطیب بھی شامل ہیں جو کہتے کچھ اور کرتے کچھ ہیں۔ ان کے بارے حضور ﷺ نے خبر دی ہے کہ ''معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جس کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے جبرائیل علیہ السلام سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیا کرتے تھے لیکن اپنے آپ کو بھلائے رکھتے تھے حالانکہ وہ کتاب کی تلاوت بھی کرتے تھے۔''

دراصل لوگوں کو اچھی اچھی باتیں بتانا اور خود ان پر عمل نہ کرنا ایک شیطانی ذہنی بیماری ہے جس سے لوگ نکھٹو اور جھوٹے ہو جاتے ہیں۔ افسوس کہ آج کل یہ بیماری عام ہے جس میں بہت سے خطیب، علماء، دانش ور، شاعر، ادیب اور سیاستدان بھی خطرناک حد تک مبتلا ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہ ایک ایسی بیماری ہے جو اندر ہی اندر انسان کی دیگر نیکیوں کے ساتھ ساتھ ہے اور بالآخر انسان کی عقل کو بھی کھا جاتی ہے۔

73- نسخہ کیمیاء:-

آیۃ کریمہ 45 اس قبیح بیماری سے نکلنے کا نسخہ بتاتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے بچنے کا ارادہ کیا جائے اور پھر توبہ کے ساتھ دعا کی جائے کہ رب العالمین مجھے نیکی کی توفیق دے۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** کا اکثر ذکر کیا جائے۔ بے شک ''اس کی مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا''۔ یہ تو ایمان کی بات ہے۔ عملی بات یہ بتائی گئی ہے کہ مدد لو صبر سے اور صلوٰۃ سے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ یعنی انسان صبر کے ساتھ کوشش کرتا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ دعا اور صلوٰۃ پر قائم رہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کیلئے اور برائی سے بچنے کے لئے باقاعدہ نماز بہت ہی ضروری ہے۔ ''بے شک صلوٰۃ ہر برائی اور فحش سے روکتی ہے'' آیہ مبارک 45 کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ ''گو یہ مشکل امر ہے لیکن خاشعین کے لئے نہیں'' اس کا یہ مطلب ہے کہ نفس کی یہ خطرناک بیماری فوری دور نہیں ہو گی بلکہ اسکے لئے صبر سے محنت کرنا پڑے گی۔

Marfat.com

آیۃ مبارکہ 45 میں اللہ کی مدد حاصل کرنے کیلئے ''صلوٰۃ اور صبر'' کا جو نسخہ دیا گیا ہے۔ وہ زندگی کے تمام مسائل کیلئے اکسیر ہے۔ صلوٰۃ کا مطلب کلی طور پر اپنے آپ کو اللہ کے ساتھ جوڑ دینے کا ہے اور صبر اس کی راہ میں ڈٹے رہنے کا نام ہے۔ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آئے، تو حکم ہے کہ اچھی طرح وضو کر کے، دو رکعت نماز نفل پڑھ کر قبلہ رو بیٹھ کر، اللہ رب العزت سے خشوع و خضوع اور یقین کے ساتھ مدد مانگی جائے۔ انشاء اللہ وہ مسئلہ باحسن طریقہ حل ہو جائیگا اور جب تک مسئلہ حل نہیں ہوتا صبر کے ساتھ انسان جدوجہد کرتا رہے، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا رہے، دل نہ چھوڑے، اس کی رحمت پر پورا یقین رکھے اور ہرگز مایوس نہ ہو۔

74- خاشعین:-

آیۃ مبارکہ 45 میں خاشعین کی تعریف کی گئی ہے کہ ان کیلئے صلوٰۃ اور صبر مشکل کام نہیں۔ خاشعین وہ لوگ ہیں جن کی طبیعت میں غرور اور تکبر نہیں۔ وہ اپنے رب سے ڈرنے والے، آخرت پر پورا یقین رکھنے والے اور اپنے مالک و خالق رب کائنات سے ہر دم دعا مانگتے رہنے والے ہیں۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہوتا ہے اس لئے نتائج کے لئے بے صبری نہیں کرتے۔ خاشعین کے برعکس متکبر اور مغرور لوگ ہیں دراصل انسان بہت ساری غلط باتیں اپنے غرور اور تکبر میں کرتا رہتا ہے اور یہ دونوں نفس کی بڑی بیماریوں میں سے ہیں۔ غرور اور تکبر کے مریض نہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں اور نہ ہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ بالآخر انہیں اپنے رب کریم کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور کہتے ہیں کہ ''یہ جہاں مٹھا او جہاں کس ڈٹھا'' یعنی یہ دنیا مزیدار ہے آخرت کی دنیا کس نے دیکھی ہے؟

آیۃ مبارکہ 46 سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ موت کے بعد ہر آدمی کی ''رب تعالیٰ سے ملاقات ہوگی۔ لیکن یہ ملاقات انسان کے اعمال کے مطابق ہوگی۔ خشوع و خضوع والے صالح اور متقی لوگوں کے لئے یہ ملاقات انعام پانے کے لئے ہوگی، گنہگاروں اور مغرور لوگوں کیلئے سزا پانے کیلئے۔ جس کے بعد فرشتے سب کو انکے مقامات کی طرف لے جائیں گے۔ جنتیوں کا یہ اعزاز ہوگا کہ رب کائنات اکثر انہیں اپنے دیدار کا اعزاز بخشے گا اور اس میں اس قدر مزا ہوگا کہ جنتی دیدار الٰہی کیلئے بیتابی سے دعا کرتے رہیں گے۔

اگلی آیات کریمہ دوبارہ بنی اسرائیل کے متعلق کچھ غیر معمولی فضائل اور انعام اکرام کی یاددہانی کرواتی ہیں جو ان پر اللہ تعالیٰ نے کیئے تھے لیکن وہ ناشکری قوم ہے اور باوجود اتنی نعمتوں کے ابھی تک راہ راست پر نہیں آئی۔ فرمایا......

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○

-47 اے بنی اسرائیل، یاد کرو میری نعمت کو، جو میں نے تمہیں عطا فرمائی، اور بے شک میں نے تمہیں تمام کائنات پر فضیلت دی۔

Marfat.com

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا
وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ
وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ
وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

48- اور ڈرو اس دن سے، جس دن نہ بدلہ دے سکے گا کوئی، اور نہ قبول کی جائے گی اس سے سفارش، اور نہ لیا جائے گا اس سے کوئی معاوضہ، اور نہ ہی وہ مدد کئے جائیں گے۔

75- عالمی فضیلت اور ذمہ داری:-

عالمین میں بنی اسرائیل کی فضیلت ان کے نبیوں کی وجہ سے تھی ورنہ بلاتفریق رنگ اور نسل، انسان کائنات میں ہر چیز پر افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو مکرم بنادیا ہے فرمایا "**ولقد کرمنا بنی آدم**" (سورہ بنی اسرائیل آیت 70) لیکن بنی اسرائیل پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عام انسانوں پر بھی فضیلت بخشی۔ ان کو اس قدر علم وفضل عطا کیا کہ کسی قوم کو ان سے پہلے نہیں دیا گیا تھا۔ ان میں اتنے پیغمبر مبعوث ہوئے جتنے کسی اور قوم میں نہیں ہوئے اور ان کو اپنی محبوبیت کا شرف عطا فرمایا لیکن وہ ان نعمتوں کا حق ادا نہ کر سکے۔

جب انہوں نے اپنے مقام فضل کو کھودیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور کچھ عرصہ ان کے پیروکار اس فضل کے حقدار رہے، جب انہوں نے بھی اپنے دین کو کھودیا تو سرتاج انبیاء وسرور کائنات حضور ﷺ تشریف لائے اور تمام عالمین پر فضیلت کا تاج آپکے سچے خادموں کے سر پر رکھ دیا گیا اور اب قیامت تک وُہی اس میراث کے حقدار ہیں۔ یہود اور نصاریٰ اور دیگر مذاہب کو ماننے والے بھی اگر اسلام قبول کر لیتے ہیں تو ان کو بھی عالمین پر فضیلت حاصل ہوجائے گی۔ مسلمانوں میں سے بھی جو گروہ اسلام کی اس نعمت کی قدر نہیں کرتے تو وہ بھی یہود کی طرح مقام فضل سے گر جائیں گے۔ آیہ مبارک 48 میں ایسی ہی گراوٹ کے نتائج کی طرف تنبیہ (Warning) فرمائی گئی ہے۔ افسوس کہ ایسے لوگ یوم حساب سے بھی نہیں ڈرتے جبکہ وہ بالکل تنہا ہونگے۔

76- یوم حساب اور بیچارگی:-

آیہ مبارک 48 میں بتایا گیا ہے کہ یوم حساب بڑا سخت دن ہے۔ اس دن کائنات میں ہر جگہ سے لوگ میدان حشر میں جمع ہونگے۔ بڑے بڑے مجرموں میں وہ لوگ ہونگے جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کے باوجود اس کی ناشکری کی ہوگی۔ اس اصول کے مطابق کہ جو کسی کی مطابقت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ ہوتا ہے، اس دن سب ناشکرے قافلہ یہود کے ساتھ ہوں گے اور اپنے جرائم کے نتائج کے خوف سے کانپ رہے ہوں گے۔ آیہ مبارک 48 ان لوگوں کے لئے جو دنیا میں اپنی طاقت اور پیسے کے گھمنڈ میں سب کچھ کر سکنے کا دعویٰ کرتے

Marfat.com

ہیں زبردست تنبیہ ہے۔فرمایا وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۔ دنیا میں وہ حکام کو دے دلا کر، یا اپنی طاقت اور پیسے کے بل بوتے پر بچ جایا کرتے تھے لیکن اس دن ان سے کوئی معاوضہ قبول نہ ہوگا، ان کی کوئی سفارش نہیں چلے گی، نہ کوئی حمایتی ان کے کسی کام آئے گا، صرف وہ ہوں گے اور ان کے اعمال اور سامنے جہنم کے شعلے نظر آ رہے ہونگے۔اس سے زیادہ تنہائی و کرب کا کوئی اور دن نہیں ہوگا۔

77- شفاعت:-

آیہ مبارک میں ''ولا یقبل منھا شفاعة'' سے بعض لوگ حق شفاعت کے انکاری ہو جاتے ہیں یا شک میں پڑ جاتے ہیں۔ان کے لئے عرض ہے کہ یہ آیات خاص بنی اسرائیل اور انہی کے قماش کے دوسرے لوگوں کے بارے میں ہیں۔بے شک ان کے لئے شفاعت قبول نہ ہوگی۔ان کے لئے شفاعت کرے گا بھی کون؟ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے سیدھے سادے مسلمان بندوں کا تعلق ہے ان کیلئے سرور کائنات رحمت اللعالمین ﷺ کی شفاعت مسلمہ ہے۔حتیٰ کہ آپ ؐ کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور ﷺ کے کئی غلاموں کو بھی یہ حق نصیب ہوگا جس پر متواتر کئی احادیث ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے جو احسان کئے ان میں ایک احسان یہ بھی تھا کہ انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔اگلی آیت کریمہ میں اسی عظیم واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔جس میں تمام نو آزاد مملکتوں کے لئے گہرا سبق ہے۔ فرمایا......

49- وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ○

اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں نجات بخشی، آل فرعون سے۔
جو پہنچاتے تھے تمہیں سخت عذاب،
ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو،
اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے،
اور اس میں بہت بڑی آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے۔

وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۝

50- اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا، پس تمہیں نجات دی ہم نے، اور قوم فرعون کو غرق کر دیا، اور (اس وقت) تم کنارے پر کھڑے، دیکھ رہے تھے۔

78- بنی اسرائیل کا عروج وزوال:-

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد جسے بنی اسرائیل کہا جاتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں مصر میں آباد ہوئی اور ابتدا میں ان کا مصری دربار میں بڑا اثر ورسوخ رہا اور انہوں نے اللہ کا دین پھیلانے میں بھی بڑا اہم کام کیا۔ جب تک وہ اللہ والے بن کر رہے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بڑی عزت عطا فرمائی لیکن جب وہ دنیاداری میں پڑ گئے، اسلام کو بھول گئے تو رب تعالیٰ نے بھی انہیں چھوڑ دیا اور آل فرعون کے حوالہ کر دیا جو ان سے بیگار کا کام لیتے۔ جیسا کہ آیہ مبارک 49 سے ظاہر ہے کہ ان کے لئے یہ بڑا پرآشوب دور تھا ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آل فرعون بنی اسرائیل کے نوجوانوں کو قتل کر دیتے اور ان کی عورتوں کو اپنے لئے زندہ رکھتے۔ غلامی کا یہ دور سینکڑوں سالوں پر محیط تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر دوبارہ رحم فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ آل فرعون کو اللہ سے ڈرائیں اور بنی اسرائیل کو ان کے ظلم سے آزادی دلائیں۔ یہ ایک لمبی جدوجہد تھی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو فتح عطا فرمائی۔

79- سمندر کا پار کرنا:-

جب قوم حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئی اور آل فرعون پر ہدایت پہنچانے کی حجت پوری ہو گئی تو ایک رات آپ نے سب کے ہمراہ مصر سے نکلنے کا عزم کیا۔ آپ کی منزل کنعان یعنی موجودہ اردن اور فلسطین کا علاقہ تھا۔ جلد ہی خبر پھیل گئی۔ بادشاہ فرعون (رعمیس) بذات خود اپنی فوجوں کی قیادت کرتے ہوئے انہیں پکڑنے کے لئے نکل آیا۔ آگے سمندر، پیچھے نہایت ظالم اور طاقتور دشمن، اہل ایمان اپنے رب سے سوال کرتے تھے کہ اب کیا ہوگا؟ اچانک معجزہ ہوا، اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی اور سمندر دو حصوں میں پھٹ گیا، درمیان کی زمین اُٹھ گئی جیسے ایک قدرتی دیوار ہو اور سمندر کا پانی اس کے دونوں طرف ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اپنی قوم کے ساتھ اس معجزاتی پل پر چل کر سمندر پار کر گئے۔

80- فرعون کی غرقابی:-

فرعون نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ، ان کے تعاقب میں چڑھ نکلا۔ پیچھے پیچھے اس کی فوج تھی۔ لیکن جیسے ہی وہ آدھ سمندر میں پہنچے زمین ہلی اور قدرتی پل بیٹھ گیا۔ دونوں طرف سے پانی دوبارہ مل گیا اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے فرعون (رعمیس) بمع اپنی فوج کے سمندر میں ڈوب گیا اور یہ سب کچھ قوم اسرائیل کے سامنے ہوا۔ جدید تحقیق کے مطابق یہ واقعہ 1447 قبل مسیح کو پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مغرور بادشاہ کی لاش کو نشان عبرت کے طور پر محفوظ کر دیا جو 1920 میں دریافت ہوئی اور آج کل قاہرہ میوزیم میں رکھی ہوئی ہے۔ اسکے جسم کے ساتھ کافی سمندری نمک لگا ہوا تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ وہی فرعون ہے جو سمندر میں غرق ہوا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سچائی کو بھی ثابت کر دیا اور اس مردود کو دنیا کے سامنے نشان عبرت کے لئے بھی ظاہر کر دیا۔

آیہ مبارک 49 اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کے لئے پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوموں کے ساتھ ہے اگر وہ ہمت کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد معجزاتی طور پر آئے گی اور ان کے بڑے سے بڑے دشمن تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے۔ شرط صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ، اس کے دین کے لئے گھر سے نکلنا اور صبر وصلوٰۃ کے ساتھ اس سے مدد مانگنا ہے۔

81- سمندر میں راستہ کیسے بنا؟

سمندر کے پھٹنے کا یہ واقع کیسے ہوا؟ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ ایک معجزہ تھا جس کیلئے وجوہ کی تلاش ضروری نہیں۔ دراصل معجزہ زمان ومکاں میں ایک غیر معمولی واقعہ ہوتا ہے جسکا تعلق طبیعات کی بجائے مابعد طبیعات کے قوانین سے ہے اور یہاں عام سائنسی قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا۔ لیکن ذہن کے اطمینان کیلئے سائنسی پہلوؤں سے سوچا جائے تو جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ سطح سمندر کا اٹھ کر سمندر کو دو حصوں میں بانٹ دینا اور ایک عارضی پل کا بن جانا کسی بہت بڑے زلزلہ کے نتیجہ کے طور پر عین ممکن ہے۔ جیسے پہلے بھی کہا گیا ہے، تاریخی جائزے اسی طرف جا رہے ہیں کہ اس زمانہ میں اس سمندری علاقہ میں ایک بہت بڑا زلزلہ آیا تھا جسکے نتیجے میں زمین اٹھ گئی تھی۔ (مرکز زلزلہ پر زمین کا اٹھ جانا کئی دفعہ ملاحظہ کیا جا چکا ہے۔ پچھلے دس سالوں میں دو دفعہ تو چین ہی میں دیکھا گیا ہے کہ زلزلہ کی وجہ سے کس طرح دریا کا پاٹ اٹھ گیا اور پانی نے ارد گرد سیلاب سے تباہی مچا دی لہذا سمندر کا زلزلہ کی بناء پر اٹھ جانا اور پھر بیٹھ جانا عین ممکن ہے)

82- فراعنہ کا ظلم:-

آیہ مبارک 49 میں آل فرعون کے ایک بہت بڑے ظلم کا ذکر ہوا ہے کہ 'وہ لوگ بنی اسرائیل کے لڑکے ذبح کر دیتے تھے اور انکی عورتوں کو زندہ رکھتے تھے'۔ اس سے قوم فرعون کے ظلم اور ان کی اخلاقی حالت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ دراصل کفر ہمیشہ سے ہی بڑا

Marfat.com

ظالم رہاہےاور آج کے دور میں بھی جوظلم بے دین اور مشرکین کر رہے ہیں وہ فرعونوں کے دور سے کم نہیں مصر کے فراعنہ اپنے مخالفین کو صرف جسمانی طور پر ختم کر دیتے تھے جبکہ آج کے فراعنہ انہیں ذہنی طور پر بھی ختم کر دیتے ہیں جیسے ارشاد ہے ''کہ فتنہ قتل سے بدتر ہے'' دراصل اذہان کی موت جسمانی موت سے بھی بدتر ہے کہ اس سے پوری کی پوری قوم مرجاتی ہے۔اس سے بچنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی راہ میں صلوٰۃ، زکوٰۃ، صبر اور جہاد ہی ہے۔

بنی اسرائیل پر جوکڑا وقت تھااس کا احساس مشکل نہیں ہونا چاہئے لیکن جب ان کو آزادی مل گئی تو وہ جلد ہی یہ سب کچھ بھول گئے بلکہ اپنے پرانے دشمن آقاؤں کے راہ ورسم پر بھی چلنے لگے۔ بالکل ایسے ہی جیسے پاکستانیوں نے انگریزوں کو ایک صدی سے زیادہ کی جدوجہد کے بعد نکالا لیکن آزادی حاصل کرنے کے پچاس سال بعد بھی انہی کے طور طریقے عزیز ہیں۔اس یہودی طرز عمل کے متعلق آگے آنے والی آیات نہایت قابل غور ہیں۔فرمایا......

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

51- اور اس واقعہ پر غور کرو جب ہم نے وعدہ فرمایا موسیٰ سے چالیس رات کا بعدازیں تم نے (ان کے پیچھے) بچھڑے کو (معبود) بنالیا اور تم بڑا ہی ظلم کرنے والے تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

52- اس (شرک) کے بعد بھی ہم نے تمہیں پھر سے معاف فرمادیا تا کہ تم (پھر سے) شکر گزار بندے بن جاؤ۔

83- غلامی کے اثرات اور باقیات:-

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے مقصد کشور کشائی ہوتا تو فرعون اور اس کی افواج کی تباہی کے بعد وہ مصر واپس چلے جاتے اور اپنی حکومت قائم کر لیتے لیکن یہاں تو بات ہی اور تھی۔مصر نا قابل اصلاح ہو چکا تھا وہاں کی باقیات بھی خطرناک تھیں۔مسلمانوں کا گروہ ان کے ساتھ تھا جس کی تربیت مقصود تھی اور مصر واپس جانا ان لوگوں کے لئے زہر کھالینے کے مترادف ہوتا۔اس لئے فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس مصر نہیں گئے بلکہ وہ پیغمبروں کی سرزمین شام کی طرف ہجرت کر گئے اور قوم کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنے

Marfat.com

لگے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ لوگ جس جذبہ کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے وطن آئے تھے اسی جذبہ سے ان کی تعلیمات کی پیروی کرتے لیکن ایسا نہ ہوا اندر سے بنی اسرائیل کے اکثر لوگوں کے ہیرو (Hero) اب بھی فراعنہ ہی تھے اور انہیں پرانے آقاؤں کے طور طریقے ہی محبوب تھے۔ جدید تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم مصری بھی ہندوؤں کی طرح گائے کی پرستش کرتے تھے۔ ان کا معبود بیل تھا جو ان کی زراعت کے لئے طاقت کا بنیادی ذریعہ تھا۔ اس لئے بنی اسرائیل میں بھی کچھ لوگ اپنے آقاؤں کی وجہ سے اس کو مقدس سمجھتے تھے۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور زبردست شخصیت کے زیر اثر ظاہراً تو وہ تائب ہو گئے لیکن ان کے باطن میں اب تک گائے کی محبت مچلتی تھی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس رات کے لئے کوہ طور پر رب کائنات کا ذکر اور شکر ادا کرنے اور وحی کی ہدایات لینے کے لئے چلے گئے تو ان کے پیچھے بہت سے بنی اسرائیل آل فرعون کی فرسودہ روایات و عبادات کی طرف پلٹ گئے۔ سامری جو ایک چالاک منافق تھا اس نے اس بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں سے ان کے زیورات طلب کئے اور انہیں پگھلا کر بچھڑے کی شکل میں سونے کا بت بنایا اور اس میں کچھ اسطرح کے آلات لگا دیئے کہ وہ ہلانے پر آوازیں بھی نکالتا تھا۔ سامری نے انہیں بتایا کہ یہ تمہارا حاضر خدا ہے جبکہ موسیٰ کا رب تو کوہ طور پر ہے۔ باوجود کہ ان میں حضرت ہارون علیہ السلام موجود تھے لیکن کمزور عقیدہ کے لوگ انہیں چھوڑ کر سامری کی طرف ہو گئے اور کھلا شرک کرنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے کتاب اور فرقان کے ساتھ لوٹے تو بگڑے ہوئے حالات کو دیکھ کر بہت ناراض ہوئے۔ اپنے بھائی کو بھی ڈانٹا کہ انہیں گمراہ کیوں ہونے دیا۔ سامری کا انجام بھی قابل عبرت تھا اسے ایک ایسی ذہنی بیماری لاحق ہوگئی کہ وہ لوگوں کے لمس سے ڈرتا تھا اس لئے جب کسی کو دیکھتا تو دور بھاگتا۔ جیسے دولت مندوں کو ذہنی بیماری ہے کہ وہ عام لوگوں سے دور بھاگتے ہیں۔ بالآخر اسے کوڑھ ہو گیا اور بہت بری موت مرا۔

اس واقعہ میں ان قوموں کے لئے بہت بڑا سبق ہے جنہوں نے نوآبادیاتی نظام سے نجات حاصل کی ہے۔ جیسے ہی ان کے عظیم لیڈر جنہوں نے زندگی بھر کی جدوجہد کے بعد آزادی دلائی، فوت ہو گئے اکثر قومیں واپس پرانے آقاؤں کے طور طریقوں پر آ گئی ہیں۔ کالے انگریز کی اصطلاح ایسے ہی لوگوں کے لئے استعمال ہوتی ہے اور جو تباہی انہوں نے مچائی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ ایسے لوگ سامری کی قوم ہیں۔ انہوں نے بھی سونے کے بچھڑے کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے اور پیسے کی پرستش کرتے ہیں اور غریبوں سے دور رہتے ہیں۔ آیہ مبارک میں اس بات کو 'ظلم عظیم' کہا گیا ہے۔ اس گناہ سے نجات کا ذریعہ صرف توبہ ہی ہے۔ اگر وہ توبہ نہیں کرتے تو ان کا حشر بھی سامری کے ساتھ ہوگا۔

آیہ کریمہ 52 میں توبہ کی ابتدائی قبولیت کے بعد اس کے پختہ کرنے کا ذکر ہے۔ اس کا طریقہ 'شکر' ہے کہ ہم پہلے تو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کریں کہ وہ توبہ قبول فرماتا ہے اور پچھلے جرائم کو ختم کر دیتا ہے اور دوسرے ہم اس بات کا شکر ادا کریں کہ وہ باوجود ہمارے

Marfat.com

گناہوں اور زیادتیوں کے اپنی نعمتیں پھر بھی دیتا رہتا ہے۔ فرمایا.....

وَ اِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

53- اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا معیار، تا کہ تم راہ راست پر رہو۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

54- (اور یاد کرو وہ وقت بھی) جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، اے میری قوم، بے شک تم نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا بچھڑے کو اختیار کر کے، پس چاہیے کہ تم توبہ کرو اپنے خالق کے حضور۔ پھر اپنے انفاس کو مارو۔ یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک پھر وہ تمہارا قصور معاف فرما دے گا، بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

84- سچی توبہ کا طریقہ:-

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور فرقان کو پیش کیا اور انہیں سمجھایا کہ بچھڑے کو معبود بنا کر انہوں نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہے۔ توبہ کا حکم دیا اور کہا کہ اپنے نفوس کو مارو۔ **فاقتلوا انفسکم** ۔ اصلاح احوال کے لئے یہ حتمی نسخہ ہے، جس نے اپنے نفس پر قابو حاصل کر لیا اس نے ہر برائی پر فتح حاصل کر لی۔ چونکہ انسان کو برائی پر نفس ہی بہکاتا ہے اس لئے اصلاح احوال کے لئے نفس ہی کو سزا ملنی چاہئے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نفسانی کمزوریوں کی مخالفت کی جائے اور نفس کو جو مرغوب چیزیں ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے، مثلاً نفس کو کھانے پینے میں فرحت ملتی ہے اس لئے روزے رکھے جائیں، نفس کو مال و دولت سے محبت ہے اس لئے صدقہ اور قربانی دی جائے، نفس جرم کو چھپانے کی ترغیب دیتا ہے اس لئے سچ بولا جائے نفس کو آرام پسند ہے اس لئے نوافل اور ذکر و اذکار کو زیادہ کر دیا جائے یعنی جس کمزوری کی بناء پر انسان کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس وجہ اور کمزوری سے کنارہ کشی کی جائے اور اس کے الٹ نیک عمل کر کے اپنی توبہ کو مضبوط بنایا جائے اور جو ہو چکا ہے اس پر شرم ساری ہو۔ یہ توبہ کا صحیح طریقہ ہے۔

Marfat.com

85- التواب الرحیم:-

آیت مبارک 53 کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ **التواب الرحیم** ہے۔ التواب کا مطلب ہے ''بہت ہی زیادہ توبہ قبول کرنے والا''۔ التواب کے ساتھ الرحیم کا مطلب یہ ہے کہ ''جب وہ توبہ قبول کرلیتا ہے تو انسان کو اس گناہ سے معصوم کردیتا ہے۔ اس پر پہلے کی طرح رحم وکرم کردیتا ہے'' اس لئے بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی رب تعالیٰ سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اگر وہ توبہ کرے اور گناہ کے لوازمات اور وجوہ کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہوں کو معاف فرما کر اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے گا۔ انشاء اللہ!

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی بھی توبہ قبول کرلی اور انہیں معاف فرمادیا۔ لیکن گھٹی میں پڑا ہوا کفر جلدی نہیں جاتا۔ اب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ تقاضا شروع کردیا کہ ہمیں اپنا پروردگار دکھاؤ۔ اگلی آیہ کریمہ ان کے اس مطالبہ کے متعلق ہے۔ فرمایا

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○

55- اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم نے کہا۔ اے موسیٰ، ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے واسطے تمہارے حتیٰ کہ ہم خود دیکھ لیں اللہ کو ظاہری طور پر۔ پس (اس گستاخی پر) آلیا تم کو، بجلی کی ہولناک کڑک نے۔ اور تم یہ دیکھ رہے تھے۔

ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○

56- پھر ہم نے تمہیں دوبارہ کھڑا کردیا، موت (مدہوشی) کے بعد۔ تاکہ تم شکر گزار بندے بن کر رہو۔

وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ ○

57- اور ہم نے تمہارے اوپر ابر کا سایہ کردیا۔ اور ہم نے تمہارے اوپر من وسلویٰ اتارا۔ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ اور ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہ کی بلکہ وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم وزیادتی کرنے والے تھے۔

86- اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ:-

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے بجھانے کے بعد کچھ عرصہ تو قوم یہود دوبارہ صراط مستقیم پر آ گئی لیکن پھر اپنے پرانے طریقوں پر لوٹنے لگے۔ جیسے فرعون نے ہامان سے کہا تھا کہ "اے ہامان میرے لئے ایک اونچا محل بناؤ تا کہ میں موسیٰ کے رب کو دیکھ لوں" بنی اسرائیل نے بھی حضرت موسیٰ سے نہایت گستاخانہ مطالبہ کر دیا کہ ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے جب تک خود اللہ کو دیکھ نہ لیں۔ آیات کریمہ 54 اسی واقعہ کو بیان فرماتی ہے۔ مجبور کرنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام مان گئے اور بنی اسرائیل کے ستر سرکردہ آدمی اپنے ساتھ لے کر کوہ طور پر پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں سمجھاتے جاتے تھے کہ وہ اپنے اس گستاخانہ مطالبہ سے باز آ جائیں لیکن وہ پھر بھی اپنی بات پر بضد تھے۔

اس معمولی انسان کی خالق کائنات کے سامنے کیا مجال، آسمانی بجلی کا ایک دھماکہ ہوا اور وہ گستاخ اسرائیلی تاب نہ لا کر موت کی بے ہوشی میں چلے گئے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ اسکی ذات پاک کے متعلق غلط تخیلات کا نتیجہ ہے۔ بنی اسرائیل اپنے تصور میں رب کائنات کو ایک بہت بڑا انسان سمجھتے تھے۔ عیسائی بھی اسی طرح کے طفلانہ تصورات رکھتے ہیں اور اپنے چرچوں میں رب تعالیٰ کو ایک بڑے سائز کے داڑھی والے بوڑھے مرکزی کردار والی تصویر سے دکھاتے ہیں اور اسی غلط تصور کے نتیجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ جبکہ حقیقت اس کے بالکل الٹ ہے۔ لاانتہا کائنات کا رب اپنے ہی بنائے ہوئے ایٹمی ذرات کا مجموعہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو ایسا ہے جیسے قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ انسانی ذہن اسکا ادراک تک نہیں کر سکتے۔ اسکی ذات کا عکس ہر چیز میں موجود ہے لیکن خود وہ چیزوں سے ماوراء لاانتہا (infinite) حقیقت ہے جس نے زمان و مکان کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن ہے اس جیسا کوئی اور نہیں۔ انسان کے حواس اور آلات اس قابل نہیں کہ وہ اپنے مالک کا ادراک کر سکیں اس لئے بہت بہتر ہے کہ ہم اسکی تخلیقات پر غور و خوض کریں اور خالق کو اسکی تخلیق سے پہچانیں۔

(For more details please see appendix ii,iii,iv)

87- بنی اسرائیل پر مہربانیاں، من و سلویٰ اور بادلوں کا سایہ:-

سبحان اللہ کہ اپنی لاانتہا ہستی کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے۔ وہ ان کے مسائل کو اہمیت دیتا ہے، ان سے پیار کرتا ہے، اسے ان کو سزا دینا مقصود نہیں بلکہ اپنی طرف ہدایت دینا ہے۔ چنانچہ کئی دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو اس بے ہوشی کی موت سے اٹھایا اور اس مردہ قلب قوم کو پھر سے ہدایت کی دولت عطا فرمائی۔ اس حیات نو کے مژدہ کے ساتھ ہی انہیں شکرگزار بن کر رہنے کی تلقین کی گئی جس کا انہوں نے وعدہ بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان پر بادلوں کا سایہ بھی فرما دیا

Marfat.com

تا کہ وہ صحرا کی چلچلاتی دھوپ سے محفوظ رہیں۔نہ صرف یہ بلکہ صحرا میں انہیں تلاش رزق کی زحمت سے بھی بچا دیا اور آسمان سے ان پر ایک ایسا کھانا اترتا جو نہایت شیریں اور فرحت بخش تھا۔ یہ ایسے گرتا جیسے برف پڑتی ہے۔کاربوہائیڈریٹ کی ضرورت اس سے پوری کی اور پروٹین (لحمیات) کی ضرورت کے لئے بٹیر نما پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ ان کے علاقے میں بھیجے جانے لگے جنہیں وہ نہایت آسانی سے پکڑ لیتے تھے۔لیکن یہود ان کمال مہربانیوں کے باوجود بھی خوش نہیں تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے فطری لالچ کی بنا پر مزید مطالبات کرنے لگے جن کا ذکر اگلی آیہ کریمہ میں آ رہا ہے۔درحقیقت اس طرح کے مطالبات در مطالبات سے وہ اپنا ہی نقصان کر رہے تھے اور یونہی اکثر لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے رہتے ہیں۔

88- شدید شور کے ماحول پر خطرناک نتائج:-

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں ایک دو سائنسی نکات پر بھی غور کرنا فائدہ مند ہوگا۔آیہ مبارک 55-54 میں فرمایا گیا ہے کہ صاعقہ جس کا مطلب شدید ہولناک بجلی کی کڑک ہے نے ان لوگوں کو بے ہوش کر دیا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ شور کا انسانی اعصاب پر برا اثر پڑتا ہے۔اس سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بے ہنگم شور وغوغا انسانی صحت کے لئے مضر ہے۔خصوصاً دماغی خلیات پر ان کا اثر نہایت خراب ہوگا اور اگر بہت شدید اچانک گرج ہو تو انسان اپنے ہوش وحواس بھی کھو دیں گے۔اس لئے ضرورت ہے کہ آیہ کریمہ کی روشنی میں شور اور ماحول پر اسکے اثرات کے موضوع پر تحقیق کی جائے۔

89- اظہار باری تعالیٰ:-

آیہ مبارک ۵۴ میں بتایا گیا ہے کہ باری تعالیٰ نے اپنی ذات کا اظہار بجلی اور اسکے ساتھ پیدا ہونے والی ہولناک کڑک سے کیا۔ ایک زبردست چمک اور گرج کی لہر آئی، اور وہ بیہوش ہوگئے۔(ایٹم بم بھی جب پھٹتا ہے تو توانائی کا اخراج شدید برق، چمک، گرج اور گرمی کی لہر کی صورت میں ہوتا ہے) اسی موضوع پر قرآن پاک کی اگر دیگر آیات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات کا اظہار اسکی توانائی سے ہوتا ہے۔سرور کائنات سے روایت ہے اللہ تعالیٰ ستر پردوں میں چھپا ہے اگر ایک پردہ بھی اتار دے تو اسکی توانائی سے زمین راکھ ہو جائے۔کائنات کی بنیادی اکائی بھی توانائی ہی ہے اور مادہ کی کثیف شکلیں بھی توانائی کا مجسم جامد اظہار ہیں۔توانائی بذات خود کیا ہے؟ سائنس اسے کام کرنے کا ذریعہ سمجھتی ہے لیکن یہ تعریف بھی اسکے کام سے اس کی پہچان ہے، اصلیت کو نہیں بتاتی۔قرآن کریم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ توانائی اپنے رب کے امر کا اثر ہے۔کن فیکون کا عملی مظاہرہ ہے۔موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اس عملی مظاہرہ کو برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش ہوگئے۔

Marfat.com

90- نہ ظلم کرو ، نہ کئے جاؤ:-

آیہ مبارک 56 کے آخر میں عمرانیات کے ماہرین کیلئے ایک عمومی اصول دیا گیا ہے، فرمایا " وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ " یعنی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ انسان خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہے۔ اس پر جس قدر آفات، مصائب، رنج والم آتے ہیں وہ خود اسکے اپنے اعمال اور نیتوں کا نتیجہ ہوتے ہیں، لہٰذا اگر کسی معاشرہ کی بہتری مطلوب ہے تو انسانوں پر محنت کی جائے کہ وہ اپنی ذات اور دوسروں پر ظلم کرنا چھوڑ دیں اور اپنے اعمال بہتر کرلیں۔ اگر وہ ایسا کرلیں گے تو ہر طرح کی آفات سے بچ جائیں گے، اس لئے کہ جن کو وہ قدرتی آفات کہتے ہیں وہ بھی انہی کے اعمال کا ردعمل ہوتی ہیں۔ دوسری یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جتنا زیادہ شکریہ ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ اس شکر کے نتیجہ میں انشاء اللہ نعمتوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ لیکن قوم یہود تو بنیادی طور پر ناشکری قوم تھی۔ انہوں نے من وسلویٰ اور غمام جیسی بیش بہا نعمتوں کی قدر نہ کی اور موسیٰ علیہ السلام سے صحرا کی آزاد کھلی فضا کو چھوڑ کر کسی شہر میں جا بسنے کا نیا تقاضا شروع کردیا۔ اگلی آیات کریمہ انہی واقعات کی یاددہانی ہیں۔ فرمایا......

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

58- اور (یاد کرو وہ وقت بھی) جب ہم نے کہا، تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ، وہاں جو چاہو رغبت سے کھاؤ۔ لیکن ضروری ہے کہ داخل ہو (شہر پناہ کے) دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے، اور کہو، اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما، ہم تمہاری خطائیں معاف فرمادیں گے، اور ہم محسنوں کو تو اس سے مزید بھی عطا کریں گے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

59- پس بدل ڈالا ان میں سے جو ظالم تھے اس بات کو اس سے جس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا، سو ہم نے ظالموں پر اتارا آسمان سے عذاب، اس وجہ سے کہ وہ متواتر نافرمانی کرنے والے تھے۔

Marfat.com

91- کامیابی اور خوشی کے موقع پر طرزِ عمل:-

جب یہود نے حضرت موسیٰ سے مطالبہ کیا کہ ہمیں کسی شہر لے چلو تو اللہ تعالیٰ نے انکی یہ فرمائش بھی پوری کر دی اور ایک شہر (غالباً بیت المقدس) کی طرف کامیابی سے رہنمائی فرمائی۔صرف یہ حکم دیا کہ شہر میں عاجزی سے اللہ کی حمد و ثناء کے ساتھ داخل ہونا، پرانی خطاؤں سے معافیاں مانگتے ہوئے آگے بڑھنا تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر مزید انعام و اکرام کرے۔لیکن وہ یہاں بھی نفس کے بندے نکلے، توبہ اور حمد و ثناء کی بجائے فرعونیوں کی طرح شور شرابہ، نعرے بازی، گانے بجانے غرض ہر قسم کی نامعقولات حرکتیں کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔وہ نافرمان تو تھے ہی لیکن اب حد ہو چکی تھی جسکے نتیجہ میں آسمان سے ان پر سخت عذاب نازل ہوا (استغفر اللہ)۔

ہمیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ کامیابی اور خوشی کو منانے کا طریقہ عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور غرباء کی امداد ہے۔اس کی اعلیٰ ترین مثال فتح مکہ کے موقع پر سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے مبارک طرزِ عمل سے لوگوں کو سکھائی۔دس ہزار قدسیوں کی فوج آپ کے ساتھ تھی۔آپ کی اتباع میں سب کے سب سر جھکائے، اللہ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے، استغفار پڑھتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔دراصل کامیابی اور خوشی کے موقع پر ڈھول ڈھمکا، شور و شغب، شراب کباب وغیرہ ناشکرے یہود کے طریقے ہیں جن سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

92- آسمانی عذاب اور اخلاقی پستی:-

آیۃ مبارکہ میں ایک اہم غور طلب نکتہ عذاب کی نوعیت کے متعلق ہے فرمایا۔" **فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ**" پس جن لوگوں نے ظلم کیا تھا، ان پر ہم نے آسمان سے عذاب نازل فرمایا"۔اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دنیا میں رنج و غم اور عذاب انسان کے اپنے کرتوں کی وجہ سے ہیں یعنی قدرتی آفات کا تعلق انسان کی اخلاقی گراوٹ سے ہے۔اس سے ہم یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتے ہیں کہ طبیعات کو چلانے والی طاقت مابعد الطبعیات ہے۔جب کوئی معاشرہ گناہوں میں بڑھتا جاتا ہے، خاص طور پر جب ظلم اور استحصال کی زیادتی ہو جاتی ہے تو ایک حد کے بعد عذاب کا حکم ہو جاتا ہے ،اور ایسا عذاب آسمان کی طرف سے نازل ہوتا ہے جس میں زیادہ بارشیں، خشک سالی، شہاب ثاقب کا گرنا، فضائی شعائیں بہت زیادہ گرمی یا سردی، طوفانی ہوائیں اور آندھیوں کا عذاب وغیرہ بھی شامل ہیں۔آج کل اوزون (Ozone) کی تہہ ٹوٹ جانے سے بعض علاقوں میں جو سورج کی خطرناک شعائیں پہنچنا شروع ہوئی ہیں وہ بھی کسی بڑے عذاب کا پیش خیمہ ہے۔اس لئے غیر معمولی آسمانی آفات کو ہمیشہ ہی نہائت سنجیدگی سے لینا چاہیے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں۔اس سلسلہ میں ہماری کتاب (Cosmology and Human Destiny) کا مطالعہ فائدہ مند رہے گا۔

93- گنہگاروں پر خوشحالی ڈھیل کی علامت ہے:-

اگر ہم بنی اسرائیل کی داستان (Case History) پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ خوشحالی اور بدحالی دونوں ہی آزمائش کیلئے ہیں۔ اگرچہ بنی اسرائیل متواتر گنہگار تھے، لیکن اللہ تعالیٰ انہیں پھر بھی اپنی نعمتوں اور فضل سے نوازتا رہا، کبھی سختی کرتا کبھی نرمی۔ یوں حالات میں اتار چڑھاؤ آتا رہا، لیکن جب انہوں نے نافرمانیوں کی انتہا کردی تو پھر اچانک آسمان سے عذاب نازل ہوا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی دے کر اور کبھی لے کر، لوگوں کو شکریہ کا موقع فراہم کرتا ہے۔ گنہگار لوگوں پر اگر خوشحالی ہے تو یہ صرف انہیں شکر گزاری کے لئے ایک مہلت دی گئی ہے۔ اگر پھر بھی وہ گناہوں سے باز نہیں آتے تو یہ ظاہراً خوشحالی ان کے لئے آخری تباہی Ultimate Catastrophy کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اس لئے توبہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے لئے شکر ادا کرتے رہنا چاہئے۔ کسی بھی قوم میں جب تک کچھ لوگ توبہ کرنے والے باقی ہیں وہ آسمانی عذاب سے بچی رہتی ہے۔

عذاب کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بچے کھچے لوگوں کو صحرا کی طرف واپس لے آئے تاکہ ان کی مزید تربیت ہو۔ وہاں ان کی دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر بہت کرم کئے جن کا ذکر آگے آنے والی آیات میں کیا جارہا ہے۔ فرمایا......

60- اور (یاد کرو وہ وقت بھی) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا مانگی، تو ہم نے فرمایا اپنے عصا سے چٹان کو مارو۔ پس اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ تمام لوگوں نے اپنے اپنے گھاٹ پہچان لئے۔ (ہم نے حکم دیا) کھاؤ پیو، اللہ کے رزق سے اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○

61- اور (یہ بھی یاد کرو) جب تم نے (موسیٰ سے) کہا۔ یا موسیٰ ہم صبر نہیں کر سکتے ایک ہی کھانے پر، پس تم اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کرو

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا

Marfat.com

وَ فُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۟

کہ وہ نکالے ہمارے لئے وہ چیزیں جن کو زمین اگاتی ہے، مثلاً ساگ پات اور ککڑی اور گیہوں اور لہسن اور مسور (دالیں) اور پیاز۔ موسیٰ نے کہا، کیا تم بہتر کو ادنیٰ سے بدل لینا چاہتے ہو؟ تو جاؤ واپس مصر جاؤ، تمہیں مل جائے گا وہاں جو تم مانگتے ہو۔ پس مسلط کر دی گئی ان پر ذلت اور غربت، اور وہ مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ وہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کرتے اور انبیاء (اکرام) کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ نافرمان تھے، اور حد سے بڑھ جانے والے تھے۔

94- کوشش دعا کے لئے حیلہ ہے:-

آیہ مبارک 60 کوشش اور تقدیر کے مسئلہ کو واضح کرتی ہے۔ اگر چہ قوم نافرمان، حجت باز اور ناشکر گزار تھی لیکن جب شہر سے دوبارہ صحرا میں آنا پڑا توان کی حالت زار کے پیش نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے پانی کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا** ''کہا چٹان کو اپنے عصا سے مارو۔ پس نکل پڑے اس میں سے بارہ چشمے''۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ اگر چہ یہ معجزہ دعا کے نتیجہ میں ہوا لیکن اس کے لئے بھی کوشش کو ضروری قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ عصا چٹان کو توڑ نہیں سکتا تھا لیکن پھر بھی حکم ہوا ''اپنے عصا سے چٹان کو مارو'' یعنی دعا کے ساتھ ساتھ کوشش کو لازمی قرار دے دیا۔ چنانچہ خالی خولی دعا جس میں انسانی محنت شامل نہ ہو کی قبولیت اللہ کی سنت نہیں۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن اس کا اصول یہی ہے کہ ''دعا کو اپنی محنت کے پر لگاؤ''۔ یعنی دعا کے ساتھ ساتھ جس قدر ہو سکے کوشش بھی کرتے رہو۔ دراصل کوشش حیلہ ہے سبب نہیں اور دعا میں اخلاص کا عملی ثبوت ہے۔ کام تبھی ہوتا ہے جب اللہ چاہے لیکن رب العزت اپنے بندے کو اپنے کاموں میں شامل کرنا چاہتا ہے تا کہ اسکی بھی عزت افزائی ہو جائے۔ سبحان اللہ، کہ وہ کتنا قدر دان ہے۔

(For more details please see appendix)

95- فساد سے اجتناب اور احترام الارض:-

حضرت موسیٰ کی قوم 12 قبیلوں پر مشتمل تھی۔ ہر قبیلہ کو ایک ایک پانی کا چشمہ الاٹ کر دیا گیا تا کہ پانی پر باہمی نزاع نہ کھڑا کریں۔ اس مہربانی کے ساتھ ہی انہیں حکم دیا گیا۔ **ولا تعثوا فی الارض مفسدین** " اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو"۔ یہ دنیا بھر کے انسانوں کے لئے ایک عمومی حکم ہے کہ زمین کا احترام کرو۔ زمین کا احترام یہ ہے کہ اس میں امن قائم کرو، اس کی پیٹھ پر کوئی غیر فطری کام نہ کرو، ظلم اور زیادتی سے بچو اور اس پر قائم شدہ توازن کو خراب نہ کرو۔ مثلاً اس کے درختوں کو خواہ مخواہ نہ کاٹو، اس کے پانیوں کو ضائع نہ ہونے دو، اس کی فضاؤں کو صاف ستھرا رکھو، اس پر رہنے والی مخلوقات کو تنگ نہ کرو، اس پر رہتے ہوئے شرعی قوانین کو نہ توڑو، غرض ہر قسم کے فساد سے بچو۔ حضور سرور کائنات ﷺ سے روایت ہے کہ زمین سے ڈرو، یہ اپنے اوپر کئے ہوئے ہر گناہ کی گواہ ہے اور سورۃ زلزال میں ارشاد ہے کہ روز قیامت زمین اپنے اندر سے سب کچھ نکال کر باہر رکھ دے گی۔

(For more details please see appendix x,xi)

96- ناشکری اور طمع کی سزا:-

آیہ مبارک 61 ایک دفعہ پھر یہود کے حوالہ ہی سے کچھ بڑے اہم اصولوں کی طرف توجہ مبذول کراتی ہے اور اس کے خوفناک نتائج سے ہمیں متنبہ کرتی ہے۔ **وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ** یعنی اس آیہ مبارک میں معاشرتی علوم (Socialogy) کی سائنس کے متعلق بڑے اہم قانون واضح کر دئے گئے ہیں اور قوموں کے زوال کی وجوہات کھول کر رکھ دی گئی ہیں۔ اس میں اہم ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر نہ کیا جائے۔ اس میں قرآن پاک کی آیات اور کائنات کی آیات سبھی شامل ہیں۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کی ان آیات پر غور و فکر اور عمل نہیں کرتی وہ بالآخر ذلیل و خوار ہو جائے گی۔ دوسری اہم بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے سے بچا جائے اور اس کے نبیوں سے جنگ نہ کی جائے۔ مثلاً قرآن پاک میں یہ کھل کر بتایا گیا ہے کہ سود کھانا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے مترادف ہے لیکن اکثر مسلمان جانتے بوجھتے اس حکم سے اجتناب کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ آیہ مبارک 61 اس بات پر بھی تنبیہ کرتی ہے کہ قوم اسرائیل کی طرح نہ ہو جاؤ جو ہر وقت مزید کی خواہش کرتے رہتے اور ہوس کی وجہ سے کسی بات پر مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ بالکل آج کل کے لوگوں کی طرح کہ اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اس کا شکر نہ ادا کرنا لیکن جو اوروں کے پاس ہے اس کی طمع کرتے رہنا۔ جس قوم میں بھی یہ باتیں ہوں گی وہ ذلت اور غربت کا شکار ہو جائے گی۔ اگلی آیہ کریمہ میں یہود کی غلط روی اور غلط نظریات کے خلاف لوگوں کو صحیح طرز زندگی اپنانے کی ہدایت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ مذہب پرستی کوئی چیز نہیں اصل مذہب اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اسکے احکام پر عمل میں ہے۔ یہ آیت کریمہ نوع انسانی کیلئے ایک تحفہ ہے۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○	62-	بے شک جو ایمان لائے ہیں، یعنی مسلمان ہوئے، اور وہ جو یہود اور نصاریٰ اور دیگر مذاہب والے ہیں، جو کوئی بھی (ان میں سے سچے دل سے) ایمان لایا، اللہ پر اور یوم الآخرت پر، اور نیک عمل کرتا رہا، پس ان کے لئے اجر ہے، ان کے رب کے پاس۔ اور نہیں ان کے لئے کوئی خوف اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

97- فلاح پر کسی مذہب کی اجارہ داری نہیں:-

آیہ مبارک 62 اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ کی رضا پر کسی مذہب کی اجارہ داری نہیں۔ اپنے نام کے ساتھ کسی بھی مذہب کا لیبل لگا لیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، اصل بات ایمان اور صالح عمل ہے ۔ یہودی کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا مخصوص گروہ ہیں، برہمن کہتے ہیں کہ وہ سب سے اعلیٰ ہیں، عیسائی کہتے ہیں کہ صرف عیسائی ہونے میں نجات ہے، مسلمانوں میں بھی ایسے ہیں جو محض اپنے فرقہ کے نام پر جنت کی ٹھیکیداری کا دعویٰ کرتے ہیں، غرض دنیا میں ہر مذہب کے ماننے والے اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ وہ صرف اپنے مذہب کی بنا پر اللہ کو راضی کر لیں گے اور جنت صرف انہی کیلئے ہے۔ آیہ مبارک 62 ان سب کی نفی کرتی ہے۔ فرمایا'' مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی جو کوئی بھی سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر یقین لایا اور زندگی میں نیک عمل کرتا رہا'' اس کا بیڑا پار ہو گیا۔ وہ کامیاب ہو گیا، اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لی اور اس کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں۔

دراصل اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ کسی پر اسکی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ مثلاً، ایک آدمی ایسے معاشرہ میں رہتا ہے جہاں اسلام کی روشنی نہیں پہنچی تو اسلام اسکی استطاعت سے باہر ہے، یا ایک ایسا شخص ہے جسے کبھی اسلام کی دعوت ہی نہیں دی گئی جس وجہ سے وہ اسلام سے محروم ہے۔ آیہ مبارک 62 کے نفس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ انشاء اللہ ایسے لوگ بھی قابل معافی ہیں بشرطیکہ وہ خلوص کے ساتھ اپنے نبی کی شریعت کے کاربند ہوں۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ جنت میں ہمارے کئی غیر متوقع پڑوسی ہوں۔ اصل مسئلہ مذہب پرستوں کا ہے وہ سخت دھوکے میں ہیں وہ مذہب کے نام پر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے شرک کرتے رہتے ہیں حالانکہ مذہب پرستی دین نہیں بلکہ فساد ہے۔ اصل دین جیسے فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ پر سچے دل سے ایمان، اسکی رضا کے لئے عمل صالح اور اسکے نام پر اطاعت ہے۔

98- کیا دیگر مذاہب کے لوگ بھی جنت میں جائیں گے:-

یہ سوال اکثر پوچھا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا کیا ہوگا جو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں پیدا ہوتے ہیں؟ ہم چونکہ فیصلہ کرنے والے نہیں اسلئے صحیح جواب تو یہی ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن آیہ مبارک 62 ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے نبی کی شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر نیک اعمال کرتے ہیں تو ان کیلئے کوئی خطرہ نہیں، بشرطیکہ انہیں حضور ﷺ کی رسالت کا علم نہ ہو، اسلئے کہ پہلے نبیوں کا دین بھی اسلام ہی تھا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ ہر انسان کا حساب اس کی استطاعت کے مطابق ہے ۔ آیۃ مبارکہ (286)2 میں فرمایا ......
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ.... یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی استطاعت اور قابلیت سے زیادہ امتحان میں نہیں ڈالتا۔ لہٰذا اگر کسی آدمی تک دین اسلام پہنچایا ہی نہیں گیا تو وہ کافر نہ ہوا۔ کافر تو تب ہوتا جب دین پہنچایا جاتا اور وہ انکار کرتا۔ ایسا آدمی اگر اپنے نبی کی شریعت پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ اور آخرت کو مانتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو ہم اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے بخش دیں گے۔ لیکن موجودہ معلوماتی دور (information age) میں شاید اب یہ حجت باقی نہیں رہی۔ لہٰذا کافر جس پر حضور سرور کائنات ﷺ کی رسالت کا پیغام اچھی طرح پہنچ چکا ہے لیکن پھر بھی وہ صراط مستقیم پر نہیں آتا تو اس کی بخشش نہیں ہوگی (الا ماشاء اللہ)۔

حقیقت یہ ہے کہ **اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ** ۔(سورۃ عمران آیت 19)۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے''۔ تمام نبیوں کا دین بھی اسلام ہی تھا لہٰذا یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ دنیا کے ہر انسان تک اللہ کے دین کی دعوت کو اچھی طرح پہنچائیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو انسانیت کا ان پر حق رہ جاتا ہے جس کے لئے وہ قابل مواخذہ ہوں گے۔ ہوسکتا ہے کہ آج کے مسلمانوں پر بہت سے مصائب کی وجہ بھی یہی ہو کہ وہ اپنا فرض تبلیغ ادا نہیں کر رہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے بھی ایک سبق ہے کہ اسلام کسی مذہب کا نام نہیں، بلکہ اسکا مطلب ہے ''اللہ تعالیٰ کی غلامی (Submission to Allah) قبول کرنا اور اسکا دوسرا مطلب ہے امن (peace)۔ اس لئے اگر ہماری عبادات اور رسومات ہمیں اللہ تعالیٰ کا عبد نہیں بناتیں اور ہم معاشرہ میں فتنہ پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں تو پھر ہم اسلام نہیں بلکہ اپنے ہی کسی خود ساختہ مذہب کی پیروی کرتے ہیں۔ جس کا ہوسکتا ہے کچھ بھی بدلا نہ ملے۔

99- غم فکر اور ایمان کی پہچان:-

آیۃ مبارکہ میں ایمان اور اعمال کے صحیح ہونے اور ان کی مقبولیت کے جانچنے کا فارمولا بھی دیا گیا ہے۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ یہ تو مرنے کے بعد ہی پتہ چلے گا کہ کوئی کہاں تک مسلمان ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ موت انسان کو حق الیقین اور عین الیقین کی حدود تک لے جاتی ہے لیکن زندگی میں بھی حق اور ناحق کا کسی حد تک پتہ چل جاتا ہے۔ جس کا فارمولا ''**وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ**'' ہے

Marfat.com

بلاشبہ یہ آیہ مبارک حیات بعد الموت میں مومنین کے حالات کے متعلق خوشخبری ہے لیکن اسکے اثرات دنیا میں بھی ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یعنی مومنین اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے بلا وجہ خوف، بے اطمینانی اور غم سے بچے رہتے ہیں۔ اگر دل پر دنیاوی پریشانیوں کا بوجھ رہتا ہے، بلا وجہ پریشانیاں ہیں اور طبیعت ہمیشہ مکدر رہتی ہے تو ہو سکتا ہے کہ ہمارے ایمان اور عمل کی کمزوری کی وجہ سے ہو۔ دل میں جس قدر دنیاوی چیزوں کا ہیجان برپا ہے اسی قدر ایمان کی کمی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ مومن کو تکالیف نہیں، بلکہ ایمان کے امتحان کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی ہوتی ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ مومن کی تکالیف اس کی روح کو پراگندہ نہیں کرتیں۔ وہ واویلا نہیں کرتا، صبر اور شکر کے ساتھ جو کچھ پیش آتا ہے اسے برداشت کرتا ہے، بلکہ مشکل حالات میں تو اسکا دل اللہ تعالیٰ کی طرف اور زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ اس لئے تکلیف کے باوجود اس کی روح خوف اور غم سے آزاد رہتی ہے۔ اگلی آیات کریمہ ایمان اور اعمال کے امتحان کے متعلق ہیں۔ روئے سخن اگرچہ یہود کی طرف ہے لیکن احکامات کا اطلاق تمام انسانیت پر ہوتا ہے۔ فرمایا......

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

63- اور یاد کرو (وہ واقعہ بھی) جب ہم نے تم سے پکا وعدہ لیا اور کوہ طور کو ہم نے تمہارے اوپر بلند کیا، (اور حکم دیا) پکڑ لو مضبوطی سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اور ان (احکام کو) یاد کرتے رہو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

64- اس کے بعد بھی تم پھر گئے اپنے وعدہ سے (یاد رکھو) اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر خصوصی فضل نہ ہوتا، اور اس کی خاص رحمت نہ ہوتی تو تم لازمی سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوتے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۝

65- اور تم یقیناً جانتے ہو انہیں بھی، جنہوں نے نافرمانی کی تھی تم میں سے سبت (ہفتہ کے دن) کی، تو ہم نے حکم دیا ان کے لئے "ہو جاؤ بندر ذلیل و خوار"۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

66- اسطرح ہم نے بنادیا اس (واقعہ) کو اس زمانہ کے لوگوں اور انکے بعد آنے والوں کیلئے عبرت کا نشان اور ڈرنے والوں کیلئے نصیحت۔

Marfat.com

100- پکا وعدہ:-

آیۃ مبارکہ 63 میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک عظیم واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہو چکی تھی لیکن قوم اس پر عمل کرنے سے انکاری تھی۔ آپ نے قوم اسرائیل کو کوہ طور کے سائے میں اکٹھا کیا۔ یہ بلند پہاڑ ان کے اوپر جھکا چاہتا تھا۔ ایسے لگ رہا ہوگا کہ ابھی ان پر گرنے والا ہے۔ اس پر شکوہ ماحول میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے مقدس تورات پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے کا وعدہ لیا تا کہ وہ ایک متقی قوم بن جائیں۔ آج یہی حکم مسلمانوں کے لئے ہے کہ وہ قرآن حکیم کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ یعنی اپنی زندگیوں میں اسکے احکامات، ارشادات اور فلسفہ حیات پر سختی سے کاربندرہیں۔ یعنی خالی تلاوت یا ختم پر ختم سے بات نہیں بنے گی۔ شرط نصیحت پکڑنا اور پھر اس نصیحت پر عمل کر کے متقی بن جانا ہے یہودی بھی تورات کو بہت پڑھتے تھے لیکن آیات کی حسب مرضی تاویلیں کر لیتے تھے مثلاً انہیں واضح طور پر معلوم تھا کہ خاتم النبیین ﷺ آنے والے ہیں اور آپ ﷺ کے آنے کا انہیں ہی سب لوگوں سے زیادہ انتظار بھی تھا لیکن جب آپ ﷺ بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں سے ظاہر ہوئے تو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اسی طرح سود کی حرمت ہے۔ یہود بھی سختی سے سودخوری سے منع کیے گئے تھے لیکن انہوں نے غیر یہود سے سودخوری کو جائز بنالیا۔ صرف باہمی سود کو حرام سمجھا۔ اسی طرح کئی ایک حلال چیزوں کو انہوں نے اپنے لئے حرام کر لیا اور کئی ایک حرام چیزوں کو حلال بنالیا۔ افسوس کہ آج کل مسلمان بھی یہود کی طرح سود کھاتے ہیں اور دین کی من پسند تاویلات کرتے ہیں یا اتنے بڑے گناہ گار ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ہم پر خاص فضل نہ ہوتا تو اس گستاخی کی بنا پر بہت بڑا عذاب آچکا ہوتا۔

101- انہیں اللہ تعالیٰ کیلئے فرصت نہیں:-

آیۃ مبارکہ 65 میں یہود کی سبت کی حرمت کو توڑنے کی سزا کا ذکر ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا حق بندے پر ہے کہ وہ ہمیشہ اس کی بندگی میں زندگی گزارے۔ جیسے ارشاد ہے **"وما خلقت الجن ولا نس الا لیعبدون"** "ہم نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر عبادت کے لئے" چنانچہ شریعت موسیٰ علیہ السلام میں بھی یہی تھا کہ یہود اللہ کی ہر روز عبادت کریں لیکن انہوں نے کاروبار اور مال و دولت کے بہانے یہ کہا کہ ہم چھ دن کاروبار کریں گے اور ساتویں دن یعنی سبت کے دن عبادات کیا کریں گے۔ لیکن وہ اپنے اس وعدہ کو بھی نبا نہ کر سکے۔ کاروباری اور دنیاداری مصروفیات میں الجھ کر سبت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کے لئے وقت نہ نکالتے بالکل ایسے ہی جیسے آج کل بہت سے مسلمان پانچ وقت نماز تو دور کی بات ہے جمعہ پڑھنے کے لئے بھی فارغ نہیں ہوتے۔

102- شکلوں کا مسخ ہو جانا:-

جب کوئی انسان آخری حد تک دنیاداری میں پھنس جاتا ہے تو وہ انسانیت کے درجے سے بہت نیچے گر جاتا ہے اور اسے مقصد انسانیت سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں رہتا۔ ایسے لوگوں کی روح تو کیا شکلیں بھی مسخ ہونے لگتی ہیں۔ انہی کے لئے حکم ہے **کُوْنُوْا قِرَدَۃً**

Marfat.com

خٰسِئِیْنَ ''ہو جاؤ بندر ذلیل وخوار'' اس حکم کے ساتھ ہی یہود میں سے ایک نافرمان گروہ جن کا باطن تو پہلے ہی سے بندروں کی طرح ذلیل تھا، اب لوگوں نے ان کے ظاہر کو بھی ایسا ہی دیکھ لیا۔ ان کی شکلیں مسخ ہو گئیں اور وہ واقعی بندروں کی طرح ہو گئے۔ یہ ایک نہایت عبرت ناک سزا تھی تاکہ دوسرے لوگ اللہ کے احکامات کو مذاق نہ سمجھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اعمال کے مطابق ہی انسان کی شخصیت بنتی ہے۔ اگر اعمال میں لالچ، حرص، ظلم درندگی زیادہ ہے تو پہلے وہ اپنے باطن میں درندہ بن جاتا ہے پھر شکل سے درندگی ٹپکنے لگتی ہے۔ چالاک جھوٹے اور مکار لوگ لومڑی کی شکل کے ہو جاتے ہیں، لوگوں کو چھپ کر کاٹنے والا سانپ کی طرح بن جاتا ہے، بے حیا مانند سؤر ہو جاتے ہیں، لالچی لوگ بندروں کے سے ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی دیکھنے والی آنکھ ہو تو یقیناً اسے بازاروں میں آج کل انسان تو خال خال ہی نظر آئیگا۔

قبر میں جاتے ہی ظاہر مٹ جاتا ہے اور باطن کھل جاتا ہے وہاں لوگ اپنے اپنے اعمال کی شکلوں میں چلے جاتے ہیں کاش کہ جب تک اس دنیا میں پردہ پوشی ہے ہم سدھر جائیں۔ مشہور نومسلم عالمِ قرآن اور محدث محترم محمد اسد لیوپولڈ اپنے اسلام لانے کے واقعہ میں لکھتے ہیں کہ وہ ٹرین میں بیٹھے قرآن کریم کی انہی آیات پر غور کر رہے تھے کہ ان پر باطن ظاہر ہو گیا اور ٹرین میں اب انہیں وہاں کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا بلکہ مختلف قسم کے درندے بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ وہ ڈر کر اگلے ہی سٹیشن پر اتر گئے اور اسکے تھوڑے دنوں بعد باقاعدہ اسلام قبول کر لیا۔ بندر جیسی شخصیت کی نمایاں بات چالاکی، حجت بازی اور ڈھٹائی ہوتی ہے اور یہودی ذہن کا بھی یہی خاصہ ہے۔ اگلی آیات کریمہ ایسے ہی لوگوں کے مختلف ذہنی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔ پورا واقعہ نہائت قابل غور ہے اور حجت باز لوگوں کیلئے تو خصوصاً سبق آموز ہے۔ اس سورۃ کا نام بقرہ بھی انہی آیات کی وجہ سے ہے جن سے ان کی اہمیت مزید واضح ہو جانی چاہئے۔

-67 وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ
يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا
هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
الْجٰهِلِيْنَ ۝

(اور یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا
'اللہ تمہیں ایک گائے کے ذبحہ کرنے کا حکم دیتا ہے'
کہنے لگے 'کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ (موسیٰ نے) کہا
میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں کی سی بات کروں۔

-68 قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ
قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ
لَا بِكْرٌ ؕ
عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ
فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝

کہنے لگے آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں
بتائے کہ کیسی ہے وہ گائے؟ (موسیٰ نے) کہا، کہ وہ
فرماتا ہے ''وہ ایک گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے، نہ
بالکل بچہ ہے (بلکہ) درمیانی عمر کی ہے
پس تم بجا لاؤ جو حکم تمہیں دیا جا رہا ہے''۔

-69 قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ
قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ

وہ کہنے لگے، اپنے رب کو پکارو ہمارے لئے کہ
وہ ہمیں بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہے؟ موسیٰ نے کہا
''ایک گائے ہے، خوب گہرے زرد رنگ کی گائے ہے،

Marfat.com

تُوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ○

دیکھنے والوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے"
(لیکن حجت بازی سے وہ پھر بھی باز نہ آئے)۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ○

70- بولے کہ اپنے رب کو پکارو ہمارے لئے کہ کھل کر بیان کرے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ بے شک گائے میں ہمیں شک پڑ گیا ہے۔ اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور ہدایت پائیں گے۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ○

71- موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ (اللہ) فرماتا ہے کہ "وہ گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی گئی زمین میں ہل چلانے کی، اور نہ کھیتی کو پانی دینے کی، وہ (گائے) بے عیب ہے۔ اس میں کوئی داغ نہیں"۔ (بالآخر) وہ کہنے لگے، اب آپ لائے صحیح پتہ۔ پھر انہوں نے (اسے) ذبح کیا، حالانکہ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے۔

103- دین میں حجت بازی:-

مندرجہ بالا آیات منافقین کے ذہن کی عکاسی کرتی ہیں۔ بات سیدھی سادی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم کو گائے کی قربانی کا کہہ رہے تھے لیکن وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ابھی تک وہ اپنے پرانے آقاؤں کے رسم ورواج اور مذہب کو اپنے دل سے نکال نہیں سکے تھے۔ جیسے کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے فرعون گائے کو مقدس سمجھتے تھے اور ہندوؤں کی طرح اس کے ذبح کرنے کے خلاف تھے۔ اسرائیلی باوجود کہ وہ اب دین حق میں داخل ہو چکے تھے لیکن گائے کا تقدس بدستور ان کے دلوں میں موجود تھا۔ تھوڑا ہی عرصہ پہلے انہوں نے سامری کے پیچھے لگ کر بچھڑے کو معبود بنالیا تھا۔ اب جب اس تقدس کو ختم کرنے کے لئے کہا گیا کہ گائے کو ذبح کرو تو وہ یہ کرنا نہیں چاہتے تھے، نہ ہی ان میں انکار کی ہمت تھی۔ اس لئے انہوں نے حجت بازی شروع کردی اور طرح طرح کے فضول سوال کرنے لگے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر وتحمل کے ساتھ ان کی ایک ایک بات کا جواب دیتے رہے۔ بالآخر جب انکے پاس کوئی چارہ نہ رہا تو وہ گائے کو ذبح کرنے پر تیار ہوئے۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے۔

آیہ مبارک سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دین کے مسائل میں خواہ مخواہ حجت بازی اور بے فائدہ سوالات کرنے کی بجائے جو حکم ہو اس پر بلا چون وچرا عمل کیا جائے۔ فضول سوالات اکثر انہی کا شیوہ ہے جو حکم پر عمل سے دل چراتے ہیں اور یہ یہودی کریکٹر کی ایک نشانی ہے

Marfat.com

104- مبلغین اور علماء کیلئے مثال:۔

ان آیات میں مبلغین، علماء اور اساتذہ کرام کے لئے بھی سبق ہے کہ جاہلوں کے ساتھ بحث مباحثہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بردباری کا ثبوت دینا چاہئے۔ اگر چہ معلوم بھی ہو کہ سوال کرنے والے کی نیت میں فتور ہے پھر بھی تحمل سے بات سنی جائے اور صبر کے ساتھ اس کا جواب دیا جائے۔ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کس قدر بردبار اور تحمل والے ہیں۔ سبحان اللہ کہ دلوں کا بھید جانتے ہیں لیکن پھر بھی بنی اسرائیل کو مطمئن کرنے کے لئے ان کے ایک ایک سوال کا جواب دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ آیات کریمہ مقتدی اور مقتدا دونوں ہی کے لئے نہایت قابل غور ہیں اور ان میں بہت بڑا سبق ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مضمون کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم کی اس عظیم سورت کا نام گائے کی نسبت سے البقرہ رکھا گیا ہے۔ اگلی آیات کریمہ انہی آیات کا تسلسل ہیں۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ○

72- اور (تم اس بات کو بھی یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ پھر اس میں ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنے لگے، اور اللہ تعالیٰ اس کو باہر نکالنے والا تھا جو کچھ تم چھپاتے تھے۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○

73- پس ہم نے فرمایا، اسے ضرب مارو اس کے کسی حصہ سے۔ اور اللہ تعالیٰ یونہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور وہ تمہیں دکھاتا ہے اپنی نشانیاں، تا کہ تم عقل پاؤ۔ تفکر و تدبر سے کام لو۔

105- قتل ناحق:۔

کسی معاشرہ کے بگاڑ کی انتہا یہ ہے کہ وہاں کوئی قتل ہو جائے اور لوگ اصل قاتل کو چھپانے کی خاطر ایک دوسرے پر الزام تراشی شروع کر دیں اور قاتل کی بجائے دوسرے لوگوں کو پھنسانے کی کوشش کریں۔ بنی اسرائیل میں کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا۔ ان میں ایک آدمی مارا گیا لیکن منافقت کی بنا پر انہوں نے باہمی جھگڑے فساد اور ایک دوسرے پر الزام تراشی سے معاملہ کو اس قدر الجھا دیا کہ قاتل کو ڈھونڈنا ناممکن ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون عدل ہے کہ قتل چھپا نہیں رہتا۔ بعض اوقات تو مقتول کے شواہد خود بولتے ہیں کہ اصل قاتل کون ہے یہ اور بات ہے کہ بگڑے ہوئے معاشرہ میں بدنیتی کی بناء پر ادھر توجہ نہیں دی جاتی۔

Marfat.com

106- قتل بولتا ہے:-

آیۃ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہود نے قتل کے معاملہ کوانتہائی پیچیدہ بنادیا تو ایک معجزہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ مقتول کے جسم کے کسی حصہ کو ضرب دو۔ ایسے ہی جیسے ہم کسی کو گہری نیند سے جگانے کے لئے کرتے ہیں۔ یہ بات کہ چوٹ کس چیز سے لگائی گئی قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اس گائے کے جسے ذبح کرنے میں یہود تامل کر رہے تھے، اسی کے ایک ٹکڑے سے لگائی گئی تھی۔ بہر حال معجزہ معجزہ ہوتا ہے۔ اس میں ذرائع اہم نہیں ہوتے۔ وہ مقتول اٹھ پڑا اور اس نے خود اپنے قاتل کا نام بتایا۔ یوں لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دو نشانیوں کو ملاحظہ کیا۔ ایک یہ کہ قتل کبھی چھپتا نہیں اور دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردہ کو زندہ کرنا کس قدر آسان کام ہے اور یہ کہ آخرت میں بھی وہ مخلوق کو ایسے ہی زندہ کردے گا جیسے کسی کو نیند سے جگاتے ہیں۔

107- سائنس کی ترقی اور مردوں کا زندہ ہونا:-

یہاں ایک اہم سائنسی نکتہ یہ ہے کہ اسباب کی دنیا میں یہ واقعہ کیسے رونما ہوا؟ یہ ایک سائنسی بات ہے جس پر غور کرنا چاہئے۔ ہوسکتا ہے کہ گائے کے بعض حصوں میں انسانی قبولیت ہو اور حیوانات کے اعضا کی انسان کے جسم میں پیوند کاری کی سائنس شاید گائے سے شروع ہو۔ یہ ایک خیال ہے۔ لیکن جیسے کہا گیا ہے معجزہ معجزہ ہی ہوتا ہے اور وہاں اسباب کا اصول ضروری نہیں۔

جہاں تک حیات بعد الموت کا تعلق ہے اگر چہ بیک وقت تمام مردوں کا زندہ ہونا تو قیامت کو ہی ہوگا لیکن اس دنیا میں بھی کبھی کبھی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا ہے۔ لہٰذا مردہ کا زندہ ہونا کوئی امر محال نہیں۔ چونکہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے اب معجزات کا زمانہ نہیں رہا۔ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ سائنسی ترقی سے بھی ایسا ہی کوئی معجزہ ہو جائے اور سائنس دان کسی مردہ کو زندہ کرلیں۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ بالکل انہی واقعات کا اعادہ ہوگا جو پہلے بھی ہو چکے ہیں اور حیات بعد الموت کا اٹل ثبوت ہوں گے۔ موجودہ سائنس اس کوشش میں ہے کسی مردہ کے جسم کے ذرات (Cells) کو لیا جائے اور جیسے بیج کو پانی اور مٹی میں اگایا جاتا ہے اسی طرح اس سیل (Cell) کو بھی مناسب ماحول مہیا کر کے لیبارٹری میں پرورش کا موقع دیا جائے جیسے باپ کا جرثومہ ماں کے پیٹ میں بڑھنے لگتا ہے۔ یہ عین ممکن معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہو کر رہے تو یہ قرآن حکیم کی سچائی کا ایک اور ثبوت ہوگا لیکن یہ حیات بعد الموت بھی عارضی طور پر ہوگی مستقل حیات بعد الموت صرف اور صرف یوم الدین کے وقت ہی ہوگی۔

(For detail please see appendix xiv,xii)

جیسا کہ آیۃ مبارکہ 73 میں فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم کی ایسی نشانیاں انتہائی قابل غور اور سبق آموز ہیں لیکن ان سے صرف وہی لوگ سبق لیں گے جو واقعی عقل سلیم رکھتے ہیں۔ بے شمار لوگ تو ایسے ہیں جن پر ایسی باتوں کا کوئی بھی اثر نہیں ہوتا۔ اگلی آیہ کریمہ میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جن کے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا......

Marfat.com

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

74- پھر اس کے بعد بھی تمہارے قلوب سخت ہو گئے، جیسے کہ وہ پتھر کے تھے، بلکہ سختی میں ان سے بھی بڑھے ہوئے، اور بے شک پتھروں میں تو کئی ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ پڑتی ہیں۔ اور کوئی ان میں ایسا بھی ہے کہ پھٹ پڑتا ہے، اور نکلتا ہے اس میں سے پانی۔ اور کوئی ان میں سے ایسا بھی ہے کہ گر پڑتا ہے، اللہ کے خوف سے۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں۔

108- دلوں کی سختی:-

آیۃ مبارکہ 74 کافر اور منافق شخص کی سرشت (Psychology) کا نہایت ہی خوبصورت نقشہ پیش کر رہی ہے۔ یہ ان آیات میں سے ہیں جن کے مطالب بیان نہیں ہو سکتے صرف محسوس ہی کئے جا سکتے ہیں اور وہ بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ بعض انسان سنگ دل ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت کہ ہدایت ان کے اوپر اثر نہیں کرتی۔ باوجود کہ حیات بعد الموت ایک کھلی حقیقت ہے، وجود باری تعالیٰ پر ذرہ ذرہ گواہ ہے، قرآن اور صاحب قرآن کی سچائی کا دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں لیکن ان سخت دلوں کو کوئی حقیقت متاثر نہیں کرتی۔ مسلسل انکار اور حیل وحجت سے وہ اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ پتھر بھی ان سے اچھے ہیں۔ البتہ اگر ایمان کی رمق باقی ہو تو کبھی کبھی یہ پتھر دل بھی پگھل جاتے ہیں۔

رسول پاک ﷺ سے روایت ہے کہ آدمی جب گناہ کرتا ہے تو ہر گناہ کالے دھبہ کی طرح قلب پر جمتا جاتا ہے حتیٰ کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر سچے دل سے توبہ کی جائے تو یہ داغ دھبے دور ہو جاتے ہیں۔ آیہ مبارک کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ پتھر بھی اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتے ہیں۔ لہٰذا دلوں کی سختی دور کرنے کا طریقہ اللہ تبارک تعالیٰ کا احساس، اسکے ذکر اور اس سے ڈرنے میں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اکثر رب العزت کے نام کا ذکر کرتے رہیں تا کہ دل سخت نہ ہونے پائیں۔

109- قلب کیا ہے؟

آیۃ مبارکہ 74 میں ''پھر تمہارے قلب سخت ہو گئے جیسے کہ وہ مثل پتھر کے ہوں'' سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قلب ہے کیا چیز؟ کیا یہ وہی ہے جسکو ہم دل (Heart) کہتے ہیں یا یہ دماغ کا کوئی حصہ ہے یا کوئی اور چیز؟ اس بات پر بہت اختلاف ہے اور یہ اختلاف صرف مفسرین ہی میں نہیں بلکہ پوری سائنس ابھی تک Mind اور Brain کے فرق کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ جب سے جین (Gene) کی

Marfat.com

دریافت ہوئی ہے اور یہ پتہ چلا ہے کہ ہر جرثومہ (Cell) بذات خود انسان کی شخصیت کا ڈیزائن ہے جس میں وہ ایسے ہی بند ہے جیسے بیج کے اندر پورا درخت، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ قلب جین کی شعوری کیفیت کا نام ہے چونکہ ہر انسان کھربوں جینز (Genes) کا مجموعہ وامتزاج ہے اسلئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کھربوں جینز کا مجموعی شعور انسانی قلب ہے جو انسان کی پوری شخصیت کی عکاسی کرتا ہے اور اسکا مرکز دل ہے۔ جینز (Genes) کی مثال کمپیوٹر کے سافٹ ویر (Software) سے دی جاتی ہے۔

یہ کہ جینز سے ہدایات جسم کو کیسے ملتی ہیں اس سوال کا تعلق ہارمونز (Hormones) سے ہے یہ کچھ ایسے کیمیکل اجزا ہیں جن کا خون کے ذرات کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ سارا خون ہارمون سے بھرا پڑا ہے۔ جن کی جسم میں ہارمونز کی حیثیت نامہ بر (Messenger) کی سی ہے۔ یہ سارے جسم کی خبریں لیکر قلب سے گزرتے ہیں، دماغ سے ہوتے ہوئے بھی قلب میں واپس آتے ہیں یوں قلب ہارمونز کے جنرل ہیڈکوارٹر (GHQ) کی سی حیثیت رکھتا ہے اسی لئے قلب کے معاملات کا ذہن سے گہرا تعلق ہے۔ ان جدید دریافتوں سے قلب کی اہمیت واضح تر ہوتی جاتی ہے کہ یہ محض خون کے لئے ایک مکینیکل پمپ نہیں بلکہ انسانی شخصیت میں نہائت اہم مقام ہے بلکہ دماغ کے کام کرنے کا انحصار اس پر ہے۔

چونکہ دل (Heart) میں سے ہر آن انسان کے اربوں خلیات خون کی شکل میں گزرتے ہیں جن میں جینز، ہارمونز اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ ہوتا ہے اس لئے دل خود بخود قلب کی نشست گاہ (Seat) کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور یوں سارے جسم پر دماغ سمیت دل کی حکومت ہے۔ ان دریافتوں کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قلب محض کسی گوشت کے لوتھڑے کا نام نہیں بلکہ یہ انسان کی پوری شخصیت کی کتاب ہے جس کے الفاظ خون میں جینز ہیں، ان الفاظ کے معانی کے نامہ بر ہارمونز ہیں اور اس کی نشست انسان کا دل (Heart) ہے۔
(For more detail please see appendix xiii, xii)

110- ہر ایٹم قلب رکھتا ہے:-

آیہ مبارک 74 میں چیزوں کے خواص سمجھنے کے لئے ایک نئی سمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے...... سائنس نے بھی پچھلے چند سالوں میں اس طرف دیکھنا شروع کیا ہے۔ فرمایا کہ "پتھروں میں بھی تو کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے نیچے گر پڑتے ہیں" اس سے صاف ظاہر ہے کہ پتھر جنہیں ہم جمادات میں شمار کرتے ہیں اور بے جان سمجھتے ہیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا شعور حاصل ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی ہیں اور اس کے خوف سے بعض اوقات اپنی جگہ سے گر بھی جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بے جان سے بے جان چیز تک کے ذرات (Atoms) میں اپنے خالق کا شعور ہے، وہ اس کے بنائے ہوئے قوانین کو یاد رکھتے ہیں اور دیئے گئے فرائض کی ادائیگی میں ہر دم مستعد ہیں۔ یہ نظریہ کہ نیم ایٹمی ذرات (sub atom particles) کی یاداشت ہے 1935 میں پیش کیا گیا تھا اور 1985 میں پیرس یونیورسٹی میں آلین آسپکٹ (Alain Aspect) سائنس دان نے تجرباتی طور پر یہ ثابت کیا کہ اگر دو ذرے

Marfat.com

کروڑں میلوں تک بھی علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں وہ پرانی رفاقت کو نہ صرف یاد رکھتے ہیں بلکہ کسی غیر مرئی طاقت کے بل پر جانتے ہیں کہ انکا دوست ذرہ اس وقت کیا کر رہا ہے (Ref. New Scientist Sept.1987)

کائنات اور مافیہا کو سمجھنے کی طرف یہ ایک بہت بڑی ذہنی جست ہے۔ اسکا صاف مطلب ہے کہ اس دنیا میں کوئی بے جان اور بے شعور نہیں بلکہ جس طرح انسان ایک قلب کا مالک ہے جس سے وہ شعور کی آگاہی رکھتا ہے ویسے ہی ہر ایٹم کا اپنا قلب ہے جس سے وہ قوانین قدرت کا شعور رکھتا ہیں اور ان کی پابندی کرتا ہے۔ اگر زندگی شعور کا نام ہے تو اس حقیقت کے پیش نظر اپنے اپنے طریقہ سے ہر چیز زندہ ہے۔ اور موت کے بعد بکھرے ہوئے اجزا یادداشت کے برقرار رہنے کی وجہ سے باآسانی اکٹھے ہو کر دوبارہ زندہ جسم بن سکتے ہیں۔ (For detail see Appendix -IX) کاش کہ ہم بھی اپنے رب کی اسی طرح تسبیح کرتے رہیں جس طرح کائنات میں باقی چیزیں اپنے رب کی تسبیح کرتی ہیں۔ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سبھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں''۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اپنے راستہ میں ہمارے دلوں کو نرم رکھے اور انہیں ہر قسم کی سختی سے بچائے۔ اس حوالہ سے مندرجہ ذیل آیات سخت دل لوگوں کے رویہ کے متعلق ہیں تا کہ ہمیں ان کی پہچان ہو۔ فرمایا......

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ○

75- کیا تم اس بات کا طمع رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہارے لئے ایمان لے آئیں گے؟ ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے کہ اللہ کا کلام سنتا ہے، پھر سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر اسے بدل دیتا ہے اور وہ (یہ بات) اچھی طرح جانتے ہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

76- جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم ایمان لائے۔ اور جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں، کیا تم ان (مسلمانوں) کے سامنے وہ کچھ بیان کر دیتے ہو جو صرف اللہ تعالیٰ نے تم پر ہی ظاہر کیا ہے، تا کہ وہ تمہارے رب کے حضور تم پر حجت کریں پس کیا تمہیں عقل نہیں؟

Marfat.com

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۞

-77 کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، جو کچھ وہ چھپاتے ہیں، اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

111- منافقین نا قابل اصلاح ہیں:-

حضور سرورِ کائناتﷺ تمام انسانیت کی طرف سے فکر مند رہتے تھے کہ لوگ اپنے غلط عقائد اور اعمال کی وجہ سے جہنم میں نہ چلے جائیں اور یہی فکر آپؐ کے ہر سچے پیروکار کی ہے لیکن رحمت العالمین حضورﷺ کے سامنے یہود کا یہ وطیرہ تھا کہ صبح اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے اور شام کو مرتد ہو جاتے یا مسلمانوں کے سامنے اپنے آپکو مسلمان ظاہر کرتے لیکن اپنے لوگوں میں جا کر اسلام کا مذاق اڑاتے۔ افسوس کہ یہود و نصاریٰ کی یہ منافقت ابھی تک جاری ہے۔ مسلمانوں کے دلوں سے پھر بھی ان کیلئے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور وہ اپنے غلط رویہ سے توبہ کر کے سچے دین کی طرف آ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن سے یہ توقع بے سود ہے۔ وہ ہمیشہ سے ایسے ہی چلے آ رہے ہیں۔ جہاں تک انکے علماء کا تعلق ہے وہ حقائق کو توڑنے مروڑنے میں زیادہ ہی ماہر ہیں۔ مثلاً وہ تورات میں اللہ کے آخری نبیﷺ کی بشارتیں پڑھتے تو ہیں لیکن انکے معنی بدل دیتے ہیں اور یوں وہ اپنے عوام الناس کی گمراہی کا بھی سبب ہیں۔

112- اللہ کے بندوں سے ڈرنا اور اللہ سے بے باکی:-

جب مسلمان طاقت میں تھے تو کفار اور منافقین کا طرزِ عمل ان سے نہایت عیارانہ تھا۔ خصوصاً یہودی اس معاملے میں بہت ماہر تھے۔ بعض اوقات مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی وہ سچی بات بھی منہ پر لے آتے اور حضور نبی کریمﷺ کی تصدیق کرتے اور اپنی کتاب تورات سے بعض اوقات آپؐ کی بشارت کے متعلق آیات بھی پڑھ کر سناتے۔ لیکن بعد میں جب وہ اپنے لوگوں سے ملتے تو اس بات پر باہم جھگڑا کرتے کہ ایسا کیوں کہا۔ وہ کہتے ''مسلمان تو دنیا و آخرت میں اس بات سے ہم پر حجت قائم کریں گے اور ہمارے پاس رب العزت کے دربار میں کیا جواب ہوگا''؟ گویا وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کو ان کی اندرونی حالت کا پتہ نہیں اور مسلمانوں کو بتانے سے ان پر عذاب نازل ہوگا۔ یوں کافر کی یہ سائیکی (نفسیات) ہے کہ وہ بندے سے تو ڈرتا ہے لیکن اللہ سے نہیں ڈرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ ظاہر، باطن سب سے واقف ہے اور قیامت کے دن لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق پکڑے گا۔ (استغفراللہ)

اگلی چند آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بے باکی کے معاملے میں پڑھے لکھے اور ان پڑھ منافقین سب برابر کے شریک ہیں۔ فرمایا...

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ○

-78 اوران میں کچھ اُمی (ان پڑھ) بھی ہیں، جواللہ کی کتاب کونہیں جانتے، مگراپنی ذہنی اختراعوں اور جھوٹی امیدوں اور وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ○

-79 پس ان کے لئے بہت بڑی تباہی ہے جولکھتے ہیں کتاب خوداپنے ہاتھوں سے، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، تا کہ حاصل کرلیں اس کے عوض تھوڑے سے دام، سوہلاکت ہے ان کے لئے بوجہ اس کے جو بناوٹی باتیں انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھیں، اور ہلاکت ہے ان کیلئے بوجوہ اس کے جوانہوں نے کمایا۔

-113 اُمی (Gentiles):-

آیہ نمبر 75 سے 77 تک ان یہودی منافقین کا ذکر تھا جو عالم وفاضل ہیں اور توریت پڑھتے ہیں۔ وہ بزعم خود محبوب خدا ہیں اور دوسرے لوگوں کو وہ اُمی کہتے ہیں، جس کا مطلب ان کے نزدیک اجڈ، جاہل، ان پڑھ وغیرہ ہے۔ جدید اصطلاح میں انہیں جنٹائل (Gentile) کہتے ہیں اور آج کل ان کا نام بنیاد پرست (Fundamentalists) رکھ دیا ہے۔ حضور ﷺ سے پہلے بہت سے عرب بھی جن کو اگر چہ یہودامی کہتے ان کے حلقہ ارادت میں آگئے تھے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے آج کل، برہمن اگر چہ اپنے آپ کو محبوب خدا اور شودروں کو راندہ درگاہ سمجھتے ہیں لیکن شودر پھر بھی انہی کے دین کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہودی امیوں کو تورات پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے لیکن اپنے مفادات کی خاطر ان کو وہ وظائف اور جنتر منتر وغیرہ سکھادیتے تھے جسے وہ دین سمجھتے۔ وہ لوگوں کو تعویذ گنڈے لکھ کر دیتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور یوں جھوٹ بول کر کچھ مالی فوائد بھی اٹھالیتے۔ بالکل ایسے ہی جیسے مکار اور جھوٹے لوگ پیر بن کر آج کل جاہل مسلمانوں کو خود ساختہ ولایت کے نام پر لوٹتے ہیں۔

اس قماش کے لوگ خواہ وہ یہودی ہوں یا مسلمان، ایک ہی ہیں۔ یہ اللہ کی کتاب سکھانے کی بجائے اپنے مفادات کی تسکین کیلئے خودساختہ روایات مشہور کرتے رہتے ہیں اور چالاک مرید بزنس بڑھانے کیلئے مارکیٹنگ کرتے رہتے ہیں۔ اور سب مل کر گنڈے، تعویذ اور وظائف وغیرہ لکھ کر خوب دولت کماتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر بناوٹی باتیں لکھتے ہیں اور اس دھوکا دہی سے کچھ دنیاوی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آیت مبارکہ 79 میں فرمایا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے بہت بڑی تباہی ہے۔

Marfat.com

مذہب کے نام پر دھوکا دینے والوں میں ایک مشترک بات یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کا خصوصی نمائندہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ان میں سرفہرست وہ یہود تھے جو یہ دعویٰ کرتے کہ بنی اسرائیل اللہ کی پیدا کردہ مخصوص قوم ہے۔انہی کی طرح ہندوؤں میں برہمن ہیں، وہ بھی اپنے آپ کو خصوصی تخلیق سمجھتے ہیں۔آج کل اسی گروہ میں کچھ کذاب مسلمان بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے نام پر جھوٹ بول کر اپنی جھوٹی شان بڑھاتے ہیں۔اس قماش کے لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے......

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

80- اورانہوں نے کہا، ہرگز نہ چھوئے گی ہمیں آگ (عذاب دوزخ)، (اگر ایسا ہوا بھی تو) صرف چند دن کے لئے۔ آپ فرما دیجئے کیا (اس بات پر) تم نے اللہ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے، تب تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا، یونہی تم اللہ کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں خود بھی علم نہیں۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓــٴَـتُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○

81- ہاں، جس نے جان بوجھ کر برائی کمائی، اور اس کے گناہ نے گھیرے رکھا اسے، (یعنی توبہ نہیں کی) اور گناہ پر گناہ کرتا رہا، تو ایسے لوگ جہنم کی آگ کے ساتھی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○

82- اور جو لوگ ایمان لے آئے، اور عمل صالح کرتے رہے، وہ جنت کے ساتھی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

114- جنت کے ٹھیکیدار:-

آیت مبارک 80 مذہبی اجارہ داریوں کے خلاف اللہ کی طرف سے سرزنش ہے۔یہود اپنے آپ کو محبوب الٰہی سمجھتے اور یہاں تک کہتے کہ بفرض محال اگر بداعمال کے نتیجہ میں انہیں دوزخ میں جانا بھی پڑا تو یہ محض چند دن کے لئے ہوگا۔یہود کی طرح مسلمانوں میں بھی کچھ لوگ اپنے آپ کو برگزیدہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، گویا وہ جنت کے ٹھیکیدار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی ہی ان

Marfat.com

کے لئے ہے۔ اپنے ناموں کے ساتھ وہ محبوب رحمانی، اعلیٰ حضرت اور پتہ نہیں کون کون سے خودساختہ القاب لگا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور اپنے مریدوں میں جنت الاٹ کراتے پھرتے ہیں۔ جب کبھی ان کی بداعمالیاں سامنے آجائیں تو پھر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کہتے ہیں ''انسان خطا کا پتلا ہے۔ اول تو فلاں فلاں کے صدقے ایسا ہوگا نہیں، بفرض محال اگر ہم دوزخ میں گئے بھی تو صرف چند روز کے لئے ایسا ہوگا''۔ ان باطل نظریات کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم ان سے پوچھیں، کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو ٹھیک ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ بصورتِ دیگر عذاب کے لئے تیار رہیں۔

115- فیصلہ کن بات:-

آیۃ مبارکہ 81 اور 82 حق و باطل کے نتائج کے بارے میں فیصلہ کن اعلان ہے کہ بلا لحاظ مذہب وملت، قبیلہ، نسل اور رنگ، جس کسی نے بھی برائی کمائی اور مرتے وقت تک توبہ نہ کی وہ آگ کا ساتھی بن گیا اور وہاں ہمیشہ رہے گا، الا ماشاءاللہ، اور جو بھی اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا اور عمل صالح کرتا رہا وہ جنتی ہوگا (انشاءاللہ)۔ یوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بنی اسرائیل اور امیان (Jews and Gentiles)، برہمن اور شودر بحیثیت انسان سبھی برابر ہیں۔ سب کا انسانی حق یہ ہے کہ انہیں ان کے اعمال کا صحیح بدلہ ملے اور دنیا کے خودساختہ مذاہب، فضیلتوں کے بہانے، مصنوعی اونچ نیچ سب ملیامیٹ کردی جائیں۔ الحمدللہ کہ اسلام انسان کے اس حق کی ضمانت دیتا ہے۔

116- دوزخ کی سزا:-

آیۃ مبارکہ 81 میں گناہ گاروں کے لئے دوزخ میں قیام ہمیشہ کے لئے بتایا گیا ہے۔ یہ حکم ہر طرح کے مجرموں کیلئے نہیں بلکہ جہنم میں ہمیشہ وہی رہیں گے جن کو ہمیشگی کی سزا ہوگی۔ آیہ مبارکہ 81 میں ایسے مجرموں کے متعلق بتا دیا گیا ہے کہ یہ وہ کافر لوگ ہیں جو جان بوجھ کر مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حوالے سے جھوٹ بولتے رہتے ہیں اور اپنے انہی قبیح افعال پر مرتے دم تک قائم رہتے ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگ کے ساتھی ہوں گے۔ یعنی دائمی سزا ان کیلئے ہے جو جان بوجھ کر گناہ کبیرہ کرتے رہے اور توبہ نہ کی اور اپنے کفر پر ہی مر گئے۔ لیکن اسلام لانے والے اگرچہ کبیرہ گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں بھیجے جائیں گے لیکن اپنی سزا کاٹنے کے بعد جنت کے کسی نہ کسی درجہ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ (انشاءاللہ)

117- جن کی قسمت میں دوزخ ہوجاتی ہے:-

انسان کے بارے میں فیصلہ کن بات رب تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے کہ **بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ**۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ برائی انسان سے ہوسکتی ہے اور توبہ وندامت پر معافی بھی مل جاتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ غلطی کے بعد توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں لیکن مجرم وہ ہیں جنہوں نے برائی کی اور پھر اس برائی کے ساتھ چمٹے رہے، ان کے لئے

Marfat.com

دوزخ لازمی ہے۔ (For more details please see appendix VII - VIII)

اگلی آیات مبارکہ میں جنت والے کچھ اعمال کا ذکر ہے۔ یہی اعمال کسی بھی احسن معاشرہ کی بنیاد ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ان پر عمل کیا جائے تو بفضل حق تعالیٰ یہ جنت کے لئے کافی ہیں۔ (انشاء اللہ العزیز)۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ○

83- اور (یاد کیجئے اس وقت کو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔ اور جن سے قریبی تعلق ہے اور وہ جو یتیم ہیں، اور وہ جو مساکین ہیں ان سب سے احسان کرو۔ اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے بات کرو، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو۔ (لیکن) کچھ عرصہ بعد تم اس (عہد) سے پھر گئے اور تم (میں سے اکثر) تو پھرنے ہی والے ہیں۔

118- انسان کے بنیادی حقوق وفرائض:۔

آیہ مبارک میں بنی اسرائیل کے حوالہ سے کچھ ایسی نیکیوں کا ذکر ہے جو دراصل تمام مذاہب میں مشترکہ ہیں یہ بنیادی انسانی حقوق وفرائض ہیں۔ ان میں سب سے بنیادی بات اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی بلاشرط اور بلاشرکت غیرے عبادت کرنا ہے۔ افسوس کہ یو۔این۔او کے بنیادی حقوق وفرائض میں انسان کے اس اہم ترین حق اور فرض کا ذکر تک نہیں۔ جبکہ انسان کی دنیا وآخرت میں کامیابی اسی حق میں مضمر ہے۔ افسوس کہ اس ایک حق کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے انسان جہنم کی آگ میں اتر جائے گا اور وہاں سے نکلنے کا ماسوائے اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے اور کوئی طریقہ نہیں۔ یہ آدمی کا آدمی پر فرض اور حق ہے کہ وہ ایک دوسرے کو رب تعالیٰ کے متعلق بتائے۔ یہ ہر انسان کی ذاتی ذمہ داری بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ چاہیے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کرے، کسی ذاتی مفاد کو بیچ میں نہ لائے۔ اس کی عبادت اس لئے کی جائے کہ وہ ہے ہی عبادت کے لائق۔ اس لئے کہ بندہ، بندہ ہے اور رب، رب ہے۔ ہر ماں باپ کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سب سے پہلے رب تعالیٰ کے متعلق تعلیم دیں اور ان کی پیدائش پر ان کے کانوں میں جو پہلی آواز پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی ہو۔ یعنی ہر بچے کا یہ پیدائشی حق ہے کہ اس کے کانوں میں پیدائش کے فوراً بعد اذان کہی جائے۔

''عبادت'' لفظ ''عبد'' سے ہے جس کے معنی غلام کے ہیں۔ لہٰذا ''اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو''۔ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرے اور اس کے احکام کو پورا کرے اور ''اللھم لبیک، اللھم لبیک میں حاضر ہوں

Marfat.com

میں حاضر ہوں'' کی عملی تصویر بن جائے اور حضور اکرم ﷺ کی مکمل اتباع کرے۔

آیہ مبارک 83 کے مزید احکامات سے ثابت ہوتا ہے کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی اتنے ہی اہم ہیں۔ان میں اولین اہمیت والدین کے حقوق کی ہے کہ انسان اپنے والدین کا فرمانبردار ہو۔انکے ساتھ حسن سلوک کرے۔انکے بعد قریبی رشتہ داروں کے حقوق ہیں کہ آدمی اپنے قریبی عزیزوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے۔انکے علاوہ ہر شخص پر معاشرہ کے کمزور طبقات کے بھی کچھ حقوق وفرائض ہیں۔ان میں اولین فرض یتیم بچوں کی کفالت ہے۔اسکے بعد معاشرہ میں محروم لوگوں کی دست گیری ہے اور تمام انسانوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا ہم سب پر ایک عمومی فرض ہے جس پر عمل کرنا عبادت کا سا درجہ رکھتا ہے۔

119- خوش اخلاقی ، بنیادی انسانی حقوق وفرائض میں سے ایک فرض:-

آیہ مبارک 83 کا حکم ''اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے بات کرو''۔ عالمی درس اخلاق ہے۔ایک انسان کا دوسرے انسان پر کم از کم حق یہ ہے کہ وہ اس سے خوش اخلاقی سے پیش آئے اور بات چیت میں نرمی اختیار کرے۔خود سرور کائنات ﷺ نے اسکی اعلیٰ مثال قائم کی۔آپؐ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ''آپ ﷺ بہت مسکرانے والے، نہائت تواضع کرنے والے اور دوسروں کی عزت کرنے والے تھے''۔آپؐ نے کبھی کسی کی عزت نفس مجروح نہ کی۔کبھی کسی کی چغلی نہ کھائی اور نہ ہی کبھی کسی کا دل توڑا۔اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''آپؐ اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں''۔آپؐ کے امتیوں سے بھی یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ عام آدمیوں کی نسبت اخلاق میں کہیں بڑھ کر ہوں۔مومنین کا یہ فرض بنتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں اور تکبرانہ گفتگو سے اجتناب کریں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اچھی بات کرنا صدقہ ہے''۔

اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ اس میں جو ایک کا فرض ہے وہ دوسرے کا حق ہے۔یعنی حقوق اور فرائض دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں جبکہ مغربی دنیا میں حقوق کا تو ذکر ہوتا ہے، فرائض کا نہیں۔دونوں تہذیبوں میں یہ ایک واضح فرق ہے۔

120- صلوٰۃ وزکوٰۃ ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا جوڑا:-

جو چیزیں انسان کے بنیادی حقوق وفرائض میں شامل ہیں ان میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر اہم ترین ہے۔دراصل یہ دونوں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی عملی شکلیں ہیں۔صلوٰۃ کا قیام، حقوق اللہ کا پورا کرنا اور زکوٰۃ کا قیام، حقوق العباد کو پورا کرنا ہے اور یہ ہر صاحب نصاب پر واجب ہے جسکی مالیت ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت ہے۔(بخاری مسلم۔ابن ماجہ) زکوٰۃ دینے سے مال پاک وصاف ہو جاتا ہے۔انسان کا بخل جاتا رہتا ہے اور دوسروں کے لئے اس کے دل میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔نفس کے تزکیہ کا تعلق بھی زکوٰۃ سے ہی ہے یعنی نفس کی برائیوں کو دور کرنے کا بہترین طریقہ صدقات اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔

Marfat.com

عملی طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے مال میں ایک حصہ دوسروں کا بھی ہے۔اس کی کم سے کم حد ایک ہزار میں چالیس روپے یعنی 2.5 فیصد ہے۔یہ کوئی ٹیکس نہیں بلکہ یہ اپنی دولت اور اثاثوں کو حلال اور پاکیزہ رکھنے کے لئے ایک لازمی عبادت ہے۔جس طرح خون کو صاف رکھنے کے لئے آکسیجن ضروری ہے،جسم کو صحت مند رکھنے کے لئے ورزش کے ذریعے جسم کی چربی جلانا لازمی ہے اور کنویں کو صاف رکھنے کیلئے اس میں سے پانی نکالنا ضروری ہے،اسی طرح رزق اور مال و دولت کی صفائی کے لئے زکوٰۃ ضروری ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ ادا نہ کی جائے تو مال و دولت میں برکت نہیں رہتی اور وہ راحت کی بجائے زحمت کا باعث بن جاتا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس مال میں سے زکوٰۃ نکلتی رہے وہ ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور یہ بھی کہ زکوٰۃ وصدقات سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ یہ اسکو بڑھانے کا باعث ہیں۔مال و دولت کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ باقی نعمتوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے مثلاً جسم کی زکوٰۃ دوسروں کی خدمت کرنا،علم کی زکوٰۃ دوسروں کو تعلیم دینا اور ایمان کی زکوٰۃ تبلیغ دین میں ہے۔

انسانی حقوق و فرائض

حقوق اللہ: عبدیت،حج،صوم وصلوٰۃ واذکار،جہاد

حقوق العباد: عدل،احسان،زکوٰۃ وصدقات،خوش اخلاقی

121- دائمی اصولوں کے توڑنے کی سزا:-

آیت مبارک کے آخر میں خصوصی طور پر بنی اسرائیل اور عمومی طور پر تمام لوگوں کے لئے حکم ہے کہ قبول مذہب سے تم اللہ تعالیٰ کے کائناتی اصولوں کے پابند ہونے کا وعدہ تو کر لیتے ہو لیکن تم میں سے اکثر اس کی پابندی نہیں کرتے۔خصوصاً موجودہ مغربی لادین تہذیب نے تمام رشتوں کو توڑ کر انسان کو تنہا کر دیا ہے اور اللہ کی غلامی سے نکل کر وہ سینکڑوں بتوں کی غلامی میں چلے گئے ہیں لہٰذا آج انسان کے دکھوں کا سبب مادی ذرائع کی کمی نہیں بلکہ آیہ مبارک میں بتائے گئے فرائض کی ادائیگی نہ کرنا ہے۔ان شخصی حقوق و فرائض کے علاوہ معاشرتی اعمال ہیں جن کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔

مندرجہ ذیل آیات میں ان احکام کا بنی اسرائیل کے حوالہ سے ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے کہ یہ وہ قوم ہے جس نے ان احکام کو پامال کیا جسکی وجہ سے اسے دنیا میں شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لئے کوئی حصہ نہیں۔انسانیت اس کے حالات پڑھ کر بہت زیادہ عبرت حاصل کر سکتی ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ جنگ عظیم دوم میں تباہی کے بعد ان کی موجودہ خوشحالی بھی صرف ایک عارضی وقفہ ہے۔ان کی تاریخ میں کئی بار ایسا ہوا ہے کہ تباہی کے بعد اللہ تعالیٰ نے خوشحالی عطا کر کے سنبھلنے اور توبہ کرنے کا موقع دیا لیکن

Marfat.com

انہوں نے سبق سیکھا نہ شکر ادا کیا، اور نافرمانی کی روش پر قائم رہنے کی وجہ سے پہلے سے بھی شدید تر عذاب کی لپیٹ میں آ گئے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کی تاریخ سے سبق حاصل کریں اور اپنی اصلاح کی طرف مسلسل توجہ دیتے رہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں یہودیوں کی طرح خود بھی نشان عبرت بن جائیں۔ فرمایا......

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○

84- اور تم وہ وقت بھی یاد کرو، جب ہم نے تم سے پکا وعدہ لیا، کہ تم آپس میں خون نہ بہانا، اور اپنے لوگوں کو بستیوں سے نہ نکالنا، پھر تم نے اس (وعدہ کا) اقرار کیا، اور تم اس پر خود گواہ تھے۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

85- (لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد) تم پھر سے قتل و غارت کرنے لگے،
اور ایک گروہ دوسرے کو گھروں سے نکالنے لگا،
اور تم اس گناہ اور زیادتی کی پشت پناہی کرتے تھے،
اور اگر (ان نکالے گئے لوگوں میں) کوئی قیدی ہو کر تمہارے پاس آتا، (تو اپنے دوغلے پن کی وجہ سے) تو پھر تم ان کیلئے فدیہ بھی ادا کرتے،
حالانکہ تم پر ان کا (گھروں سے) نکالنا ہی حرام تھا۔
کیا تم کتاب الٰہی کے کچھ حصے مانتے ہو؟
اور کچھ سے انکار کرتے ہو؟

Marfat.com

يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

پس جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا بدلہ (اس کے علاوہ) کیا ہو سکتا ہے، کہ دنیا کی زندگی میں ذلت و رسوائی ہو، اور قیامت کے دن تم سخت عذاب کی طرف دھکیل دیئے جاؤ۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

86- یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلہ میں دنیاوی زندگی کا (عارضی) عیش و عشرت خرید لیا، لہٰذا ان پر نہ عذاب میں کمی آئے گی، نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی۔

122- حق ملکیت اور تحفظ ملکیت:-

آیۃ مبارکہ 85-84 اس بات کی طرف توجہ مبذول کراتی ہیں کہ معاشرہ کا اہم ترین حق یہ ہے کہ لوگ باہمی امن سے رہیں اور ایک دوسرے کے حق ملکیت کو تسلیم کریں اور کوئی شخص کسی دوسرے کو اسکے گھر اور شہر سے بے دخل نہ کرے۔ اس سلسلہ میں یہود کی سخت مذمت کی گئی ہے چونکہ ان میں سے طاقتور اپنے ہی برادری کے لوگوں کی جائیداد ہتھیانے کے لئے یا باہمی دشمنی کی بنا پر حق ملکیت سے محروم کر دیتے اور انہیں گھروں سے نکال دیتے اور بعض اوقات تو وطن سے نکلنے پر بھی مجبور کر دیتے۔ گو کہ کچھ لوگ اس ظلم میں براہ راست شریک نہیں ہوتے تھے لیکن چونکہ وہ اپنے سامنے ہوتے ہوئے ظلم کو روکنے کے لئے بھی کچھ نہ کرتے اس لئے ان کی یہ خاموشی بھی ظالم کی پشت پناہی کرنے کے مترادف تھی۔ اس طرح پوری قومِ یہود گنہگار تھی۔

آج کل مسلمانوں میں بھی کئی قبضہ گروپ ہیں جنہیں اللہ کا خوف ہے نہ آخرت کی فکر۔ ایسے لوگوں کا عمل یہود سے کم برا نہیں۔ اسی طرح ہم میں سے بھی کئی ایسے لوگ ہیں جن کیلئے گناہ سے دوسروں کو روکنے کی تو دور کی بات ہے الٹا گنہگاروں اور ظالموں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ مقام فکر ہے کہ کہیں ہمارا احساب کتاب بھی قومِ یہود کے طرح نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔

123- ظلم و زیادتی کے باوجود قومی حمیت کی پاسداری:-

غرض یہود کا معاشرہ مفاد پرستی اور باہمی لوٹ مار کا معاشرہ تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان میں قومی حمیت بھی تھی۔ اگر ان کی قوم کا کوئی فرد، اگرچہ انہوں نے خود ہی اسے کیوں نہ نکالا ہوتا، جب کسی دوسری قوم کے ہتھے چڑھ جاتا تو پھر وہ اس کی حمایت کرتے اور اسکا

Marfat.com

خود فدیہ ادا کر کے آزاد بھی کرواتے۔اس اچھے کام کے پیچھے ان کے قومی وقار کا جذبہ ہوتا۔حالانکہ نیکی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے کی جائے۔اس لئے ایسے لوگوں کی نیکی بھی قبول نہیں ہوتی اور بالآخر یہ معاشرے دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہو جاتے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے من پسند حصوں پر تو عمل کرتے ہیں اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔

124- آج کل کے قبضہ گروپ:-

افسوس کہ یہود جیسی باہمی ظلم وزیادتی کا رواج آج کل ہمارے معاشرہ کے اندر بھی عام ہو گیا ہے جبکہ حکم ربی ہے کہ ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے'' لیکن کچھ لوگ دوسروں کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کر لیتے ہیں اور ڈرا دھمکا کر سینہ زوری کی بنا پر انہیں گھروں اور گاؤں سے نکلنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔کتنے ہی لوگ ہیں جو چودھریوں، وڈیروں اور رسہ گیروں کے ظلم کی وجہ سے اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے مقامات کی طرف ہجرت کر چکے ہیں۔آیہ مبارک 85 کے آخر میں ایسے ظالم لوگوں کا انجام کھل کر بیان کر دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان سے غافل نہیں۔وہ دنیا میں بھی اپنے ظلم کی بنا پر ذلیل وخوار ہوں گے اور آخرت میں تو انہیں شدید تر عذاب دیا جائے گا اور اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ایسے ظالموں کے سامنے لوگ اپنی اپنی سزا بھگت کر دوزخ سے نکلتے جائیں گے لیکن وہ ہمیشہ کے لئے اپنے ظلم کے باعث گلتے سڑتے رہیں گے۔اس کی وجہ آیہ مبارک 86 سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے دنیا کے عارضی فوائد کے لئے آخرت کے دائمی اصولوں کو ٹھکرا دیا تھا۔دنیا میں انہیں اپنے حمایتیوں پر بڑا ناز تھا وہ بڑے جتھے دار تھے لیکن وہاں ان کی کوئی حمایت کرنے والا نہیں ہوگا، وہ اکیلے ہی اپنے ظلم کی سزا پاتے رہیں گے اور مظلوم کو بھی دینے کے لئے ان کے پاس کچھ نہیں ہوگا کہ اپنا جرم معاف کروا کر دوزخ سے باہر آجائیں۔بلکہ دادرسی کے طور پر ان کی نیکیوں میں سے کچھ نیکیاں ان لوگوں کو دی جائیں گی جن پر وہ ظلم کرتے تھے اور اگر پھر بھی حساب برابر نہ ہوا تو پھر مظلوموں کے گناہ ان کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے۔

125- نامکمل دین ، منزل محال:-

آیتہ مبارک 85 میں یہ فرمان کہ ''تم کتاب الٰہی کے کچھ حصے مانتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو'' نہایت قابل غور ہے۔'' کچھ ماننا اور کچھ نہ ماننا'' گویا پورے دین کی تکذیب ہے۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔''دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ''۔اس لئے دین میں اپنی مرضی نہیں چلتی۔اللہ کی کتاب کسی منزل کی طرف جانے والی سیدھی سڑک کی مانند ہے۔جس پر اللہ کی حدود وقیود کے پل ہیں۔برابر ہے کہ سارے پل ٹوٹے ہوں یا ایک پل ٹوٹ گیا ہو۔اگر آپ منزل کا حصول چاہتے ہیں تو تمام پل سلامت رہنے ضروری ہیں۔اسکی مثال مندرجہ ذیل میں دی گئی ہے کہ اگر کسی سڑک پر کئی پل ہوں اور ان میں سے ایک بھی پل ٹوٹا ہوا ہو تو منزل پر پہنچنا کسی بھی صورت ممکن نہیں۔

Marfat.com

سالم پل۔منزل آسان

شکستہ پل۔منزل محال

ایک بھی پل ٹوٹنے سے منزل کا حصول محال بلکہ ناممکن

126- دنیاوی زندگی کی ذلت ورسوائی کا علاج:-

آیتہ مبارک 85 میں فرمانِ ربی کہ ''جو کچھ تم کرر ہے ہواسکا بدلہ (اسکے علاوہ) کیا ہوسکتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت ورسوائی ہو اور قیامت کے دن تم سخت عذاب کی طرف دھکیل دیئے جاؤ'' دلوں کو ہلا دینے والی خبر ہے اور ہم سب کیلئے ایک زبردست انتباہ ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے اگر دنیا میں کسی معاشرے اور قوم کیلئے ذلت ورسوائی ہے تو یہ انہی کے اعمالِ بد کا نتیجہ ہے۔لہٰذا دوسروں کو اپنی بدقسمتی کا قصوروار ٹھہرانے سے پہلے بہت بہتر ہوگا کہ لوگ اپنے اندر جھانک کر دیکھیں خصوصاً وہ قرآن کریم کی آیات مبارک 86-83 میں دیئے گئے احکام کے مقابلہ میں اپنی اپنی حالت کا موازنہ نہ کریں۔اس سے انہیں معلوم ہوگا کہ قوموں کی بدبختی اور رسوائی اللہ تعالیٰ کے احکام کی عدم ادائیگی کے باعث ہے۔خصوصاً جس معاشرہ میں لوگوں کے انسانی حقوق محفوظ نہ ہوں انکو انصاف نہ ملے اور انکے حقوق ملکیت کا تقدس نہ ہو اس معاشرہ کی موت قریب آجاتی ہے۔اسلئے اہل حکومت اور اصلاح احوال کیلئے کام کرنے والی جماعتیں ان احکام کی ادائیگی کی طرف توجہ دیں جنکا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔اسی میں انکا علاج ہے۔اگلی آیہ مبارک 87 ایسے ہی عالمی اصولوں (Universal Truths) کو عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے حوالے سے بیان کرتی ہے۔

87- وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ○

اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی،
اور ان کے بعد بھی متواتر رسول بھیجتے رہے،
اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو واضح دلائل عطا کئے،
اور ہم نے روح القدس کے ذریعے ان کی مدد فرمائی۔(لیکن اے قوم اسرائیل تمہارا حال یہ ہے) کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا، اور اس نے تمہاری نفسانی خواہشات کے خلاف تعلیم دی تو تم نے تکبر کیا۔

اور یوں تم نے (نبیوں میں سے) کچھ کو
جھٹلایا
اور کچھ سے تم نے مقاتلہ (جنگ) کیا۔

وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ؕ
بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ
فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ○

88- اور (یہود نے) کہا
ہمارے قلوب تو غلاف میں (محفوظ) ہیں،
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی انکے کفر
کی بناء پر،
پس ان میں سے بہت تھوڑے ایمان
والے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمۡ كِتٰبٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ ۙ
وَكَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ
عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ
مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ ۚ
فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ○

89- اور جب ان کے پاس وہ کتاب آئی،
تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے۔
حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ (آنے والے
نبی کے وسیلہ سے) کافروں پر فتح حاصل کرنا
چاہتے تھے۔
پس جب وہ تشریف لائے،
جنہیں وہ پہچانتے تھے تو (انہیں ماننے سے)
انکار کر دیا۔
پس (ایسے) کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

بِئۡسَمَا اشۡتَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ

90- بہت بری چیز ہے جس کے بدلے
انہوں نے اپنی جانوں کا سودا کیا۔
جو اللہ نے نازل کیا اس کا انکار کیا، اپنی

Marfat.com

اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بَغْیًا
اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِہٖ ۚ
فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ ؕ
وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ○

سرکشی کی بناء پر۔
کہ اللہ نازل کرتا ہے اپنا فضل (وحی)
جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں
پس یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے
اللہ کے غیض وغضب کا شکار ہوئے۔
اور ایسے کافروں کیلئے نہایت ذلت والا عذاب ہے۔

127- نفسانی دین:-

آیہ مبارک 87 میں سے نوع انسانی کی اس بری عادت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ لوگوں میں سے اکثریت نفسانی خواہشات کی پیروی کرتی ہے۔فرمایا۔**اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ ۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ** جہاں دین ان کے نفس کو بھایا وہاں سب اچھا ہے، جہاں یہ ان کی نفسانی خواہشات سے ٹکرایا وہاں اس کی مخالفت کرتے ہیں۔اس بات میں یہود ونصاریٰ پیش پیش ہیں۔آیہ مبارک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی وساطت سے ان کے پیروکاروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ان پر بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی مہربانیاں فرمائی تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑے منفرد معجزے عطا فرمائے تھے لیکن عیسائی مذہب کے ماننے والوں نے ان کی تعلیمات کی دھجیاں اڑادی ہیں۔ جو ان کے دلوں کو اچھا لگتا ہے وہ تو قابلِ قبول دین ہے اور جہاں یہ ان کی نفسانی خواہشات کے خلاف گیا وہ دین نہیں انہی میں سے کچھ بدبختوں نے قوم لوط کے فعل کو بھی جائز قرار دیا ہے،سود کو یہ حلال سمجھتے ہیں، بے حیائی اور فحاشی کو یہ کلچر کہتے ہیں، کمزور اقوام پر ظلم ان کا انصاف ہے اور تکبر میں یہ سب سے آگے ہیں۔یہود ونصاریٰ کا یہ وطیرہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہود کا تو یہ حال تھا کہ وہ نبیوں سے بھی یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ ان کی خواہشات کے مطابق دین کی تعلیم دیں۔چنانچہ انہوں نے نبیوں کو جھوٹا بھی کہا اور ان سے جنگ بھی کی۔اب جبکہ نبیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے یہ کام امتِ محمدیہ (ﷺ) کے علماء کے ذمہ ہے کہ لوگوں کو سیدھے راستے کی تعلیم دیں تو افسوس کہ ان میں سے بھی بعض نے دین کو لوگوں کی خواہش کے تابع کر دیا ہے اور حکمرانوں کی خواہش کے مطابق تشریح وتاویل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں موت کے بعد والی زندگی کا شعور نہیں اور وہ اپنے انجام سے بے خبر ہیں۔ آیہ مبارکہ 87 میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دین کو جھٹلانے کی سب سے بڑی وجہ تکبر ہے جس کی انتہا یہودی طبقہ میں پائی جاتی ہے۔اس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

128- خودساختہ مقدس لوگ:-

جیسا کہ آیات کریمہ 88-90 سے ظاہر ہے تباہی کا بدترین راستہ وہ ہے جب کچھ لوگ اپنے آپ کو مقدس اور مخصوص افراد سمجھنے

Marfat.com

لگیں مثلاً جب سرور کائنات ﷺ لوگوں کو بتا رہے تھے کہ ہر گناہ قلب پر ایک سیاہ دھبہ کی مانند ہے جب انسان گناہ کرتا جاتا ہے تو بالآخر سارے قلب پر گناہوں کی سیاہی جم جاتی ہے اس وقت یہود نے اس عظیم اصلاحی نکتہ سے سبق سیکھنے کے بجائے یہ بات گھڑ لی کہ ان کے قلوب غلافوں میں بند ہیں۔ ان تک گناہ کے اثرات پہنچتے ہی نہیں۔ آیہ مبارک 88 میں بتایا گیا ہے ایسے خودسر لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ دراصل یہ لوگ اپنے آپ ہی کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں اپنی غلطی کبھی نہیں مانتے، توبہ کرتے نہیں ہیں بلکہ اپنے گناہ پر الٹا اصرار کرتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "کچھ نہیں ہوتا یہ سب راہبوں، پادریوں اور مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں" وغیرہ وغیرہ۔ یوں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور ذلت وخواری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور بالآخر اپنے گناہوں کے ساتھ مر جاتے ہیں۔ ان کا باطن اس قدر خراب ہو چکا ہوتا ہے کہ جہنم کی آگ بھی ان کے اعمال کی بدبو اور خرابی کو نہیں دھو سکتی اس لئے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔ **اِلّا ماشاالله**۔

129۔ یہود کی طرف سے آخری نبی کا انتظار اور ان کی آمد کے بعد ان کا انکار:۔

آیہ مبارک 89 تمام یہود و ہنود و نصاریٰ اور دنیا کے بقیہ بھی لوگوں کے لئے قابل غور ہے۔ سب آسمانی کتابوں میں نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کی خوشخبری دی گئی تھی اور تمام مذاہب کے لوگ حضور ﷺ کی آمد کا شدت سے انتظار کرتے تھے خصوصاً یہود تو مدینہ منورہ میں اپنے مخالف قبائل سے یہاں تک کہا کرتے تھے کہ عنقریب ہماری مذہبی کتابوں کے مطابق اللہ کا آخری نبی آنے والا ہے اور ہم ان پر ایمان لا کر تم پر حکمرانی کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مدینہ کو جیسے ہی حضور ﷺ کی آمد کا علم ہوا وہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے لیکن یہود کی قسمت پھوٹ گئی۔ چونکہ ان کی دینداری کا مقصد دنیا کا حصول تھا۔ اسلئے جب وہ اللہ کے نبی ﷺ کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال نہ کر سکے تو آپؐ کے مخالف بن گئے۔ آج بھی یہود اور عیسائی آپ کی عظمت اور بعثت کی سچائی کے تو قائل ہیں لیکن ہٹ دھرمی اور دنیاوی تکبر کی وجہ سے وہ آپؐ پر ایمان نہیں لا رہے۔ (Ref.....100 Great) ہندوؤں کی کتابوں میں بھی آپؐ کا ذکر ہے لیکن برہمن آپؐ کے متعلق دی گئی خوشخبریوں کو چھپاتے ہیں۔ لوگوں کو آپؐ کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ (Ref."Muhammad" by K.S.Ramakrishna Rao) یہ لوگ بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہو چکے ہیں لیکن اب یہ مسلمان دانشوروں پر منحصر ہے کہ یہود و ہنود اور نصاریٰ کی کتابوں کا بغور مطالعہ کر کے ان کی کتابوں میں نبی آخرالزماں ﷺ کی آمد کے بارے میں دی گئی خوشخبریوں کو منظر عام پر لائیں تا کہ انسانیت آپؐ کو پہچان کر حق کی طرف آ جائے اور یوں جہنم میں گرنے سے بچ جائے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ بھی دعوت حق نہ دینے کے باعث گنہگار ہوں گے۔

آیہ مبارک 90 بتاتی ہے کہ لوگوں کا اسلام قبول نہ کرنا ان کی نفسانی خواہشات کی وجہ سے ہے۔ مسلمانوں میں سے بھی جو لوگ اسلام کے اندر مکمل طور پر داخل نہیں ہوئے اور نبی پاک ﷺ کی سنت کا اتباع نہیں کرتے اس کی وجہ بھی نفس کی غلامی ہے۔ اسلامی تعلیمات

Marfat.com

کی پابندی ان پر گراں گذرتی ہے، ان کے دنیاوی مفاد قرآن وسنت کے احکام سے ٹکراتے ہیں اس لئے وہ کئی بہانوں سے ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ آیہ کریمہ 90 کے آخر میں ایسے تمام بدظنوں کا فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کا شکار ہوں گے، نہ ان کو دنیا میں چین ہوگا اور نہ آخرت میں۔ (استغفر اللہ)

اگلی آیہ کریمہ 91 میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسلام کی مخالفت کی وجہ لوگوں کا تعصب ہے خطاب گو کہ بنی اسرائیل کیلئے ہے لیکن مدعا سب کیلئے ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا
وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ
قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ
مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

91- اور جب ان سے کہا جاتا ہے
ایمان لاؤ اس پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے،
تو کہتے ہیں ہم صرف اسے مانیں گے
جو ہم پر نازل ہوا ہے۔
اور اسکے علاوہ جو کچھ ہے اس کے منکر ہیں،
حالانکہ وہ حق ہے۔
تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے۔
آپ کہئے، اگر تم مومنین تھے
تو پھر اس سے پہلے تم اللہ تعالیٰ کے
انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے؟

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ
ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ
مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

92- اور جب موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے
پاس کھلے دلائل کیساتھ آئے تھے،
تو اس وقت تم نے بچھڑے کو (معبود)
پکڑ لیا تھا۔ اور تم ظالم تھے۔

130- تعصب اور حق کی مخالفت:-

ہمیشہ ہی سے حاسد اور متعصب طبقہ سچائی کی مخالفت میں ہراول دستہ ہوتا ہے جو اپنے مفادات اور فرسودہ خیالات کے علاوہ اور کچھ سننے، سیکھنے اور سمجھنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ یہی حال اس وقت یہود کا تھا اور آج بھی ہے، جب نبی آخر الزمان ﷺ تشریف لے آئے تو انکی اپنی کتابوں کی پیشگوئیوں کے مطابق انہیں معلوم تھا کہ آپؐ نبی آخر زمان ہیں لہٰذا ان پر لازم تھا کہ وہ انکی پیروی کرتے، لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم تو صرف اپنی کتاب کو مانتے ہیں حالانکہ انکی اپنی کتاب کے مطابق آپ ﷺ خاتم النبیین تھے اور آپؐ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور باقی تمام پیغمبروں کی تصدیق کی اور انکے ادیان کو حق ثابت کیا تھا۔ جبکہ یہود نے ان میں اکثر انبیا کی تکذیب کی تھی اور کئی ایک کو قتل بھی کیا تھا۔ یہی حال موجودہ زمانہ کے یہود اور انہی جیسے دوسرے لوگوں کا ہے۔ اگر یہ مخلص ہوتے تو وہ اپنے آباؤ اجداد کے ان قبیح افعال کو برا کہتے لیکن وہ تو ان پر فخر کرتے ہیں اور ہمیشہ ہی سے اپنے روایتی تعصب کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے جنگ کرتے آرہے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کے جرائم کی مذمت کی بجائے انہی کی طرح یہ اب نبی آخر الزماں ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں لیکن انکی ہٹ دھری کوئی ایسی بات بھی نہیں عام لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکے۔ آیہ مبارک 92 میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون جیسے ظالم سے نجات دلائی تھی انکی موجودگی ہی میں بھی ان لوگوں نے سامری کے کہنے پر بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا تھا۔ دراصل مسلسل کفر اور تکبر کی وجہ سے ان میں سے اکثریت کی فطرت خراب ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح موجودہ زمانے کے یہود و نصاریٰ بھی اسلام کا انکار کر رہے ہیں لیکن ابھی بھی انکے پاس اپنی اصلاح کے لئے وقت ہے۔ اگلی آیات کریمہ یہودیوں کو ان کے پچھلے قابل مذمت کرتوت یاد دلا کر اسلام کی دعوت دیتی ہیں، اس لئے کہ ان کے بڑوں سے تو جو غفلت ہوئی سو ہوئی اب یہ تو اپنی آخرت خراب نہ کریں۔ فرمایا......

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ	93- اور (اس بات کو یاد کرو)، جب ہم نے (دامن طور میں) تم سے پکا وعدہ لیا،
وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ	اور ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے سروں پر بلند کیا، یہ کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے
خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ	اسے مضبوطی سے پکڑلو،
وَاسْمَعُوا ۖ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا	اور خوب غور سے سنو۔ انہوں نے کہا۔ ہم نے سنا اور نہ مانا
وَأُشْرِبُوا	

Marfat.com

فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ بِكُفۡرِهِمۡ ؕ قُلۡ بِئۡسَمَا يَاۡمُرُكُمۡ بِهٖۤ اِيۡمَانُكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ○

اوران کے کفر کے باعث ان کے
دلوں میں
بچھڑے کی محبت رچ گئی تھی۔
آپ ان کو بتائیے کہ،تمہارا ایمان تمہیں
کیسی بری باتوں کا حکم دیتا ہے،
اگر تم واقعی ایمان والے ہو۔

94- قُلۡ اِنۡ كَانَتۡ لَـكُمُ الدَّارُ الۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ○

آپ انہیں بتائیے کہ اگر(بقول تمہارے)
آخرت کا گھر واقعی تمہارے ہی لئے ہے،
باقی لوگوں کے لئے نہیں،
تو پھر تم موت کی تمنا کرو،
اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

95- وَلَنۡ يَّتَمَنَّوۡهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ○

اور وہ کبھی بھی اس کی تمنا نہیں کریں گے
ان بداعمالیوں کے سبب جو وہ کرتے ہیں
اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

96- وَلَتَجِدَنَّهُمۡ اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا ۛۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ

اور آپ یقیناً ان کو پائیں گے
زندگی کے لئے سب لوگوں سے زیادہ
حریص۔
اور مشرکوں میں سے تو ہر ایک کی خواہش
ہے،

Marfat.com

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ
وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○

کہ وہ ہزار برس جیئے۔
حالانکہ (اتنی مدت) جینا بھی نہیں بچا سکتا
ان کو عذاب سے۔
اور اللہ سب کچھ دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ
کرتے ہیں۔

131- پکا وعدہ اور پہاڑوں کی گواہی:-

آیہ مبارک 93 میں تاریخ عالم کے ایک نہایت اہم موڑ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ کوہ طور کے دامن میں کھڑے تھے۔ اس کی فلک بوس چوٹیاں ان پر جھک رہی تھیں، اس پرشکوہ ماحول میں انہوں نے کوہ طور کو گواہ بناتے ہوئے بنی اسرائیل سے اس بات کا وعدہ لیا کہ ''وہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے اور اس کے احکامات پر عمل کریں گے'' لیکن ان کی ڈھٹائی کی حد ہو چکی تھی بولے'' ہم نے سن لیا لیکن نہیں مانتے'' انکار کی وجہ یہ تھی کہ ایمان کے لئے ان کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ ان کے دل بچھڑے کی محبت میں گرفتار تھے اور جب دل میں غیر اللہ کی محبت سمائی ہوئی ہو تو وہاں ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ افسوس کہ یہی حال آج کل کے بے شمار کلمہ گو مسلمانوں کا ہے، شہادت تو لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی دیتے ہیں لیکن اس شہادت کے عملی تقاضے پورا نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ان کے دل بھی سونے کے بچھڑوں (مال و دولت وغیرہ) کی محبت میں گرفتار ہیں افسوس کہ سامری کے یہ پیروکار باتیں بنانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں۔ یاد رکھیں کعبۂ دل میں اگر رب تعالیٰ کو بٹھانا ہے تو جھوٹے خداؤں سے اسے خالی کرنا پہلی شرط ہے۔

132- منافق زندگی کیلئے سب سے زیادہ حریص ہیں:-

آیہ مبارک 94 ان نام نہاد نیک لوگوں کی غلط فہمی دور کرتی ہے جو اپنے آپ کو محبوب ربانی اور پتہ نہیں اور کیا کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو اور جنت تمہارے ہی لئے ہے تو پھر موت کی تمنا کرو تا کہ وہاں پہنچ کر ہر طرح کی راحت پاؤ۔ یہی حکم سورۃ جمعہ کی آیہ مبارک 6 میں دہرایا گیا ہے۔ لیکن ہر ظالم موت سے گھبراتا ہے اور لمبی زندگی کی آرزو کرتا رہتا ہے۔ آیہ مبارک 96 ظالموں کی اس خصلت کو بیان کرتی ہے کہ یہ لوگ زندگی کے لئے بڑے حریص ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ ہزار سال بھی زندہ رہیں تو بھی موت کے پنجہ سے بچ نہیں سکتے بلکہ ان کی لمبی عمر زیادہ گناہ اکٹھے کرنے کا باعث بنتی ہے۔ عذاب ان کا منتظر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ایک لمحہ بھی غائب نہیں ہو سکتے وہ ہر وقت ان ظالموں کے کرتوت دیکھ رہا ہے، ان کی ایک ایک حرکت اس کے علم میں ہے۔ یہ ہزار سال بھی جی لیں بالآخر انہیں اپنے کئے کا جواب دینا ہوگا۔ ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے سچے اور نیک بندے ہیں ان کے لئے دنیا ایک

Marfat.com

قیدخانہ ہے اور موت آزادی کا پروانہ، جو کچھ رب تعالیٰ نے دیا اس پر وہ خوش ہیں اس لئے وہ دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کی دعا مانگتے ہیں۔(آیہ 201) حضور ﷺ نے مومنوں کو سکھایا ہے کہ وہ دعا کریں: ''اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک یہ زندگی میرے لئے بہتر ہے اور اس وقت موت دے جب تو اس کو میرے لئے بہتر سمجھے''۔ گویا مومن زندگی اور موت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہے۔

133- لمبی عمر اور سائنس:-

آیۃ مبارک 96 ایک خاص سائنسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وہ یہ کہ یہود اور مشرکین جن میں نصاریٰ بھی شامل ہیں زندگی کی مدت بڑھانے کیلئے جستجو کرتے رہیں گے اور ان کی ریسرچ بار آور ہو سکتی ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا اسلئے مستقبل قریب میں ممکن ہے کہ انسانی عمر ایک ہزار سال کے لگ بھگ ہو جائے۔ انسان کے ابتدائی زمانہ میں بھی عمریں بہت لمبی ہوتی تھیں مثلاً حضرت نوح علیہ السلام 950 برس سے زیادہ عرصہ زندہ رہے لیکن برے آدمی کے لئے لمبی عمر اس کے بداعمال کی زیادتی اور نتیجتاً اس کے عذاب میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس فرمان کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ ''مومن کے لئے دنیا مانند جیل ہے'' وہ جلد از جلد اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے اس کا دل اپنے رب کی محبت میں بے تاب رہتا ہے۔ اسی لئے مومن موت کو عزیز رکھتا ہے وہ تمنائے شہادت کے ساتھ جیتا ہے لیکن کافر کے لئے قبر آگ کے تندور کی مانند ہے۔ اس لئے وہ دنیا کی زندگی کے لئے حریص ہے۔ (For more detail see Appendix - XIV)

اگلی آیات کریمہ میں یہود کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے بلا جواز دشمنی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا......

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ
فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ
بِاِذْنِ اللّٰهِ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
وَهُدًى وَّبُشْرٰى
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

97- آپ ﷺ ان سے کہیں بھلا وہ کون ہے جو جبرائیل کا دشمن ہے؟ (جبرائیل) تو وہ ہے (جسکی وساطت سے) نازل ہوا (قرآن) آپ کے قلب پر، اللہ تعالیٰ کے حکم سے، یہ (قرآن) تصدیق کرنے والا ہے، ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل کی گئیں، اور سراپا ہدایت ہے اور بشارت ہے مومنین کے لئے۔

Marfat.com

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○

98- پس جو کوئی دشمن ہو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا،
اور اس کے رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا،
تو اللہ تعالیٰ بھی دشمن ہے ایسے کافروں کا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○

99- اور یقیناً ہم نے نازل فرمائیں تمہاری طرف روشن آیات۔
اور نہیں ان کا انکار کرتے مگر بدکردار لوگ۔

134- اللہ کے فرشتوں سے دشمنی:-

جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے سردار ہیں اور ان کے ذمہ اللہ تبارک تعالیٰ کا کلام نبیوں تک پہنچانا تھا۔ یہ اس لیے تھا کہ کسی آدمی کے بس کی یہ بات نہیں تھی کہ وہ بشری حالت میں براہ راست خالق کون و مکان سے بات چیت کر سکے، دیکھ سکے یا ملاقات کر سکے۔ حضرت موسیٰ کا کلیم اللہ ہونا پسِ حجاب تھا۔ سرور کائنات ﷺ کی معراج کے موقع پر جو ملاقات ہوئی وہ انتہائی غیر معمولی اور خصوصی واقعہ ہے جس کی وضاحت سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ نجم میں آئے گی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی وحی کا نزول ہمیشہ حضرت جبرائیلؑ کے واسطہ سے نبیوں کے قلوب پر ہوا۔

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے یہود و نصاریٰ نبی آخر الزماںؐ کا انتظار کیا کرتے تھے۔ لیکن بنی اسرائیل اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ سرورِ کائنات ﷺ ان کے قبیلہ سے ہونگے۔ لیکن یہ عزت اولاد اسماعیلؑ کے لیے لکھ دی گئی تھی اور یہ بات نسلی تعصب کی وجہ سے یہود کے لیے نا قابلِ برداشت بات تھی۔ چنانچہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جبرائیلؑ سے غلطی ہوئی لیکن جوں جوں وہ اپنے کفر میں بڑھتے گئے ان کا انکار دشمنی میں بدلتا گیا حتیٰ کہ وہ حضرت جبرائیلؑ کو برا بھلا کہنے لگے کہ اس نے بنی اسمٰعیل کے ایک فرد کو شرارت سے نبی آخر الزماںؐ بنا دیا ہے۔ (اعوذ باللہ من ذالک)

135- تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے:-

آیہ کریمہ 98,97 ظاہر کرتی ہیں کہ تعصب اور تکبر انسانی سوچ کو ختم کر دیتا ہے۔ مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو بہت مفلوک الحال تھے لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی غربت کو خوشحالی میں بدل دیا۔ لیکن یہود کے لیے یہ بھی نا قابل

برداشت تھا۔ چونکہ رزق کی تقسیم حضرت میکائیلؑ کے ذمہ ہے اس لیے وہ اس جلیل القدر فرشتہ کے بھی خلاف ہو گئے۔ لہٰذا فرشتوں سے ان کی دشمنی بھی خاتم النبیینؐ سے حسد اور بغض کی بنا پر تھی۔ بیوقوف بھول رہے تھے کہ جبرائیل اور میکائیل تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اسی کا حکم پورا کرتے ہیں، اس لیے ان کی دشمنی سے گویا وہ ان کے مالک (اللہ تعالیٰ) کی دشمنی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ افسوس کہ کچھ نام نہاد مسلمان فرقہ بندی اور اپنی جہالت کی بنا پر یہود جیسے ہی خیالات رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی جگہ کسی اور کو نبی بننا تھا لیکن جبرائیلؑ سے غلطی ہوئی۔ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت دے۔

آیہ مبارک 99 کا یہ ارشاد کہ ..... **وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ** سرورِ کائناتؐ کی سچائی کے شواہد اور قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے پر شک کرنے والا یا تو کلی طور پر جاہل ہے، جیسے ابو جہل یا وہ انتہائی متعصب ہے جیسے شیطان۔ ورنہ حق و باطل میں فرق روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

136- قلب پر وحی الٰہی کا نزول (الہام اور القاء):-

آیہ مبارک 97 کا ارشاد کہ **فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ** ''یقیناً جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ حضورؐ کے قلب پر قرآن حکیم نازل کیا''۔ ایک ایسی آیت ہے جس کا ادراک کرنا عقل و شعور کے بس کی بات نہیں۔ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ سے کسی نے ایک دفعہ پوچھا کہ کیا آپ حضور پاکؐ کے قلب پر وحی کے نزول کو مانتے ہیں تو علامہ صاحب نے جواب دیا۔ ''حضور پاک ﷺ کی ذاتِ مبارک کا کیا کہنا۔ وہ تو اشرف الانبیا ہیں۔ مجھ جیسے معمولی انسان کے قلب پر شعر کا نزول ہوتا ہے''۔ قلب پر نزول کی ایک حالت کو جس کا ادراک اکثر لوگوں کو ہوگا، سائنسی اصطلاح میں (Intution) کہتے ہیں۔ جس کے قریب ترین اردو کا لفظ الہام ہے۔ سائنس کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ بڑی بڑی دریافتیں، دقیق نکات کے حل اور غیب کے کئی راز جو تجربہ میں نہیں آ سکتے تھے، کیسے اچانک کسی سائنسدان مفکر، فلاسفر یا دانشور کے دل پر اتر گئے اور تحقیق جو رکی ہوئی تھی پھر سے متحرک ہوگئی۔ آیت الکرسی کا فرمان **لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۗ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ** ۔(وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور کوئی اس کے علم میں سے کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتا مگر جتنا وہ چاہے) ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے چاہے اور جس کو چاہے، اپنے بندوں میں سے کسی کے قلب پر اپنے علم میں سے کچھ نازل فرما دیتا ہے۔ جن سے علم کی جزئیات آگے بڑھتی جا رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول وہ چنیدہ ہستیاں ہیں جن کے ذمے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچانا ہوتا ہے۔ ان پر القاء، الہام اور وحی کے دروازے غیر معمولی طور پر کھول دیے جاتے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام اس کام کیلئے مقرر کیے گئے ہیں تاکہ اس پاک علم کی ترسیل میں شیطان، جنات اور سفلی ارواح کسی طرح کی آمیزش نہ کر سکیں۔ اس لیے نبی پر جو کچھ اترتا ہے وہ یقیناً وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طرف سے بھیجا جاتا ہے۔اس کے برعکس عام آدمیوں پر جو الہام یا القاء ہوتا ہے۔انکے لیے اس طرح کی حفاظت کے انتظامات نہیں ہوتے۔اس لئے ان کے صحیح ہونے پر شک کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ان میں شیطانی وسوسوں کا بھی دخل ہوسکتا ہے۔لہٰذا ان کے سچ ہونے کی کسوٹی بھی قرآن کریم ہی ہے۔اگر الہام یا القاء، اللہ کی کتاب اور شریعت محمدؐ کے مطابق ہو تو یہ صحیح ہوسکتا ہے ورنہ اس کو رد کرنے میں ہی عافیت ہے۔

پوچھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی ترسیل میں حفاظتی تدابیر وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔مثلاً بعض احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ فلاں آیت یا فلاں سورت جب نازل ہوئی تو اسکی معیت میں اتنے فرشتے تھے۔اسکا ایک جواب یہ ہے کہ یہ ان سورتوں اور آیات کی عظیم شان اور عزت واحترام کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ وحی کے ساتھ شیطانی وسوسوں کی ملاوٹ کے امکان کو روکا جائے۔اس بات کو اگر بعض لوگوں کے لئے سمجھنا مشکل ہے تو وہ لاسلکی نظام (WIRELESS SYSTEM) کے ذریعہ پیغامات کی ترسیل مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ کے طریقوں اور ان پر فضا میں موجود بجلی کے طوفانوں کے اثرات مثلاً بادلوں کی گرج چمک وغیرہ کم کرنے کے حفاظتی نظام پر غور کریں تو یہ مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔مثلاً جب بھی بادلوں میں بجلی کڑکتی ہے تو سگنل خراب ہوجاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اصل سگنل پر بادلوں کی بجلی کا سگنل چڑھ جاتا ہے چنانچہ آج کل آواز یا تصویر کے سگنل کو ٹرانسمٹ (Transmitt) کرنے سے پہلے ان پر حفاظتی سگنل (Modulated Signal) چڑھادیئے جاتے ہیں۔اگر یہ عام انسانی حفاظتی تدابیر کی بات ہے تو شیطانوں سے وحی کی حفاظت کے خصوصی انتظام پر شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

137- ماہیت قلب:-

قلب کیا ہے؟ قلب اور دماغ میں کیا فرق ہے؟ کیا دل جو انسانی خون کو پمپ کرتا ہے وہی قلب ہے؟ کیا وحی یا الہام دماغ کو ہوتا ہے یا قلب کو؟ ان سوالات کے جواب علمی تشنگی بجھانے کے لئے اہم ہیں لیکن ایمان اور تقویٰ کے لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔لیکن چونکہ فی زمانہ انسان کی سرشت میں جستجو ہے اس لئے ایسے سوالوں کو مناسب اہمیت دی جانی چاہیئے۔

ہم پہلے بھی اسی سورت میں ہارمونز اور خون کے ذرات کے حوالہ سے انسانی دل بحیثیت آلہ جذبات کے متعلق کچھ بحث کرچکے ہیں۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہیں گے کہ دراصل قلب انسانی شخصیت کا مرکزی نکتہ (Nucleus) ہے۔بیالوجی کے طلباء جانتے ہیں کہ انسان کا جسم کھربوں خلیات (Cell) کا مجموعہ ہے لیکن یہ تمام خلیات اپنی بناوٹ میں ایک ہی کلیہ کے مطابق ہیں۔ہر خلیہ کے اندر ایک مرکز (Nucleus) ہوتا ہے اور اس مرکز میں ڈی۔این۔اے ہوتے ہیں اور ڈی این اے میں جینز (Genes) کا فارمولہ ہوتا ہے اور انسان کی شخصیت اور اسکے اعضاء اس فارمولہ کے مطابق تشکیل پاتے ہیں۔اس کلیہ کے مطابق انسان کا بھی بحیثیت مجموعی ایک مرکز (Nucleus) ہوتا ہے جسے ہم قلب کا نام دیتے ہیں۔یہ اسکی پوری شخصیت کا مرکزی مقام ہے۔

جہاں تک دماغ کا تعلق ہے اسکا قلب سے بڑا گہرا ناطہ ہے۔ اگر قلب بادشاہ ہے تو دماغ وزیر ہے۔ بیالوجی کی رُو سے انسانی جسم کے روئیں روئیں میں تاروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے جسے نروس سسٹم (Nervous System) کہتے ہیں۔ یہ تاریں ایسے ہی ہیں جیسے کسی بڑے شہر کا بجلی کا نظام، جو ہر گھر کی طرف گرڈ سٹیشن (Grid Station) سے نکل کر بجلی کی ترسیل کا کام کرتی ہیں۔ دماغ کی مثال کمپیوٹر کے سازوسامان (Hardware) کی سی ہے۔ وہ قلب کی طرف سے دی گئی ہدایات (Software) کے مطابق کام کرتا ہے۔ لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے لازم وملزم ہیں۔ انگریزی زبان میں قلب کا قریب ترین ترجمہ لفظ مائنڈ (Mind) ہو سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)۔

(For more details pleae see appendix xii, xiii)

138- وحی کی کیفیات:-

حضور ﷺ کے قلب مبارک پر وحی کا نزول ہمیشہ غیر معمولی طور پر ہوتا تھا۔ جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تو آس پاس کے لوگوں کو فوری طور پر پتہ چل جاتا تھا۔ متعدد احادیث مبارکہ میں نزول وحی کی کیفیات کو بیان کیا گیا ہے۔ مختصراً یہ کہ یہ امر حضور سرور کائنات ﷺ کے لئے آسان نہیں تھا کہ ایک بات دل میں آ گئی اور کہہ دی بلکہ جب وحی نازل ہوتی تھی تو سخت سردیوں کے دنوں میں بھی آپؐ پسینہ پسینہ ہو جاتے۔ بعض اوقات آپ پر غنودگی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی اور آپ لمبے لمبے سانس لینا شروع کر دیتے جس طرح کوئی آدمی حالت نیند میں لیتا ہے۔ اگر آپ گھوڑے اور اونٹ پر سوار ہوتے تو متعلقہ سواری وحی کے بوجھ سے بیٹھ جاتی۔ اس سے حضور پاک ﷺ کی بلند عظمت اور عالی مرتبے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ وحی کا بہت گراں بوجھ برداشت کر لیتے۔ ورنہ قرآن پاک کی عظمت کا اندازہ اس آیہ کریمہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ''اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ دیکھتے کہ یہ (پہاڑ) خشیت الٰہی سے دبا جاتا اور پھٹا جاتا'' (سورۃ حشر آیت مبارکہ 2)

139- شان وحی:-

یہ تو صاحبِ وحی کی کیفیات کا بیان تھا لیکن کلام وحی بذات خود بھی یکتا ہے۔ اس کی خوبصورتی اور معنی کی شان بھی بے مثل ہے۔ کوئی دوسرا آدمی اپنے ذہن سے ایسا کلام پیدا نہیں کر سکتا اور قرآن کریم کا یہ چیلنج چودہ سو سالوں سے اب تک اپنی جگہ پر قائم ودائم ہے کہ اگر کوئی قرآن پاک کی مثل کوئی چھوٹی سے چھوٹی سورت بھی بنا سکتا ہے تو بنا کر دکھائے۔

وحی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے الفاظ سرور کائناتؐ کے قلب پر ثبت ہو جاتے اور آپ انہیں حرف بہ حرف، لفظ بہ لفظ بغیر کسی کوشش کے بیان فرما دیتے۔ اس طرح آپؐ قرآن کریم کے قدرتی حافظ تھے اور اس کی تمام جزئیات آپؐ کے ذہن مبارک میں محفوظ تھیں۔ بے شک قرآن کریم اللہ کی طرف سے دیا گیا ایک عظیم معجزہ ہے اور یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس طرح کا کلام بنا سکے۔

Marfat.com

اگلی آیات کریمہ میں وحی الٰہی پر فاسقین، مشرکین اور منافقین کے ردعمل کو اجاگر کیا گیا ہے تاکہ مومنین اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔ فرمایا......

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

100- کیا یہ نہیں کہ انہوں (فاسقوں) نے جب کبھی وعدہ کیا تو انہی میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ ڈالا؟ بلکہ ان میں سے کچھ لوگ تو ایمان ہی نہیں لاتے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

101- اور جب انکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آیا، تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس تھی، تو جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی، تو ان کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ اس کو جانتے ہی نہیں۔

140- بدعہدوں کا معاشرہ فاسق معاشرہ ہوتا ہے :-

کسی اچھے معاشرہ کی طاقت اس بات میں ہے کہ اس میں لوگ وعدہ وفا ہوں۔ اس کے برعکس فاسق معاشرہ کی اولین نشانی یہ ہے کہ وہ وعدہ وفا نہیں ہوتا۔ آیہ مبارک 100 میں کیا خوب بتایا گیا ہے۔ ''ان فاسقوں نے جب کبھی وعدہ کیا تو انہی میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ ڈالا''۔ یوں ان میں بہت سے معاہدے ہوتے رہتے ہیں اور توڑے جاتے ہیں اور معاشرہ میں کسی کو کسی کی بات کا پاس نہیں رہتا اور آخر کار بے یقینی اور بے اعتباری کی فضا میں یہ لوگ تباہ و برباد اور ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں۔ آیہ مبارک یہ بھی بتاتی ہے کہ فاسق کی نشانی یہ ہے کہ وہ وعدہ کر کے پورا نہیں کرتے۔ دنیا کے معاملات تو اپنی جگہ، وہ دین کے معاملات میں بھی کیئے گئے وعدے پورے نہیں کرتے۔ مثلاً

Marfat.com

دین اسلام کو ماننے کا مطلب ہے کہ اس کے سارے احکام کو ماننے کا گویا وعدہ کر لیا گیا۔ اب دیکھیں ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اس وعدہ پر قائم ہیں۔ جگہ جگہ ہمارے ایمان اور اعمال کے پل ٹوٹے ہوئے ہیں اور پھر بھی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ جنت میں پہنچ جائیں گے۔

آیۃ مبارک 101 پھر سے اسلام کی اس خاص بات کا اعادہ کرتی ہے کہ یہ سارے ادیان کی سچائی کا گواہ ہے۔ قرآن پاک تمام الہامی کتابوں کی کتاب ہے اور سب کی تصدیق کرتی ہے اور ان الہامی کتابوں میں بھی آخری نبی پاک کی بعثت کی خوشخبری موجود ہے اور تمام انبیا نے یہ خوشخبری دی تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ سب نبیوں کی بنیاد اور تکمیل ہیں۔ لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا گویا تمام مذاہب اور تمام انبیا پر ایمان لانا ہے اور ایک امت واحدہ بن کر اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ لیکن افسوس کہ اکثر مذہبی لوگ ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل ہی کے نبی تھے پھر بھی یہود، نصاریٰ کی اور نصاریٰ، یہود کی تکذیب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو پس پشت ڈال چکے ہیں گویا وہ انہیں جانتے ہی نہیں۔ مسلمانوں میں بھی کچھ فرقے ایسے ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں حالانکہ سبھی ایک خدا، ایک رسولؐ اور ایک کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ افسوس کہ اس گناہ میں بعض علماء بھی پیش پیش ہیں۔

جہاں تک عوام کا تعلق ہے، دین کے کچھ نام نہاد ٹھیکیداروں نے انہیں غیر اسلامی مشغلوں میں لگا رکھا ہے۔ انہی مشغلوں میں جادو ٹونے اور تعویذ گنڈے شامل ہیں۔ یہود تو اس میں بہت ہی آگے تھے۔ ان کے علماء نے یہ بات گھڑ لی تھی کہ جادو حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس طرح جادو ٹونے کو دین کا حصہ بنا کر لوگوں کو لوٹتے تھے۔ اگلی آیہ کریمہ میں اس جھوٹ کا پول کھولا گیا ہے۔ فرمایا......

102- اور وہ ہدایت کی بجائے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ جو حضرت سلیمانؑ کے ملک میں شیاطین پڑھا کرتے تھے، حالانکہ سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا تھا، بلکہ شیاطین ہی نے کفر کیا تھا۔ کہ لوگوں کو سکھاتے تھے جادو جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اترا تھا،

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ

Marfat.com

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ
هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ
وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ
حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ
فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ
بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ
وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ
وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى
الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۛ
وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

حالانکہ وہ دونوں کسی کو نہ سکھاتے تھے جتی کہ وہ یہ کہتے! ''ہم تو خود آزمائش میں مبتلا ہیں۔ پس تم کفر نہ کرو'' (لیکن یہ لوگ ان کی نصیحت پر توجہ نہ کرتے) ان سے وہ کچھ سیکھتے جو میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالتا ہے،
حالانکہ وہ اس سے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔
اور وہ سیکھتے ہیں،
جو انہی کو نقصان پہنچانے والا ہے،
اور ہرگز نفع دینے والا نہیں ہے۔
اس لیے کہ جس نے یہ سیکھا
اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔
واقعی یہ بہت برا ہے،
جس کے عوض انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا ہے
کاش وہ یہ جانتے ہوتے!

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

103- اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اچھا ثواب ملتا۔
کاش انہیں (اس کا) علم ہوتا۔

Marfat.com

141- جادو کی حقیقت اور جادوگر کا انجام:-

آیات مبارکہ 3-102 سے ثابت ہوتا ہے کہ جادو ایک علم تو ضرور ہے لیکن حتمی نہیں، لوگ اسے دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لئے سیکھتے ہیں لیکن اس کا سیکھنا، پڑھنا اور عمل میں لانا اسلام میں حرام ہے۔ اس کو سیکھنے اور کرنے والے کے تمام نیک اعمال اکارت جائیں گے اور جیسا کہ آیہ نمبر 102 میں ارشاد ہے **وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ** "یہ ایک خطرناک نقصان دہ علم ہے اور اسکے سیکھنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا"۔ وہ سیدھا جہنم واصل ہوگا۔

آخرت کی خرابی تو اپنی جگہ ایک حقیقت ہے لیکن جادوگر کی دنیا بھی تباہ ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ جادو کرنے والے۔ جادو سیکھنے والے اور کرانے والے دونوں جہانوں میں ذلیل وخوار ہونگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس علم کی بنیاد ہی دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اس میں کوئی بھلائی نہیں بعض لوگ اس کا استعمال لوگوں کے درمیان دشمنی خصوصاً میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے اور باہمی تعلقات خراب کرنے کیلئے کرتے ہیں۔ لیکن یہ گناہ کبیرہ ہے

142- جادو کیوں اور کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

جادو کے اثرات لوگوں کے ذہنوں (MINDS) پر پڑتے ہیں جس کے باعث وہ بیمار ہو جاتے ہیں، ذہنی تناؤ میں آجاتے ہیں اور غصہ اور نفرت سے ان کے دل بھر جاتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ ایسے فیصلے کر بیٹھتے ہیں جو انہیں تباہی و بربادی کی طرف لے جاتے ہیں اور یوں جادو کرنے اور کرانے والے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

انسانوں کے ذہنوں پر جادو کیوں اور کیونکر اثر انداز ہوتا ہے؟ آیت کریمہ 102 سے صاف ظاہر ہے کہ اس کی وجہ شیاطین ہیں جو ہمارے اردگرد لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں موجود رہتے ہیں۔ یہ غیر مادی مخلوق ہیں ایسی ہی غیر مادی مخلوق جس طرح کہ ہماری روح ہے۔ ان کا کام انسان دشمنی ہے لیکن نقصان پہنچانے کی قوت صرف ذہنی وسوسوں کی حد تک ہے۔ اغلب یہ ہے کہ وہ یہ وسوسے ذہن میں چلنے والی برقی لہروں پر اپنی توانائی کی لہروں کے اثرات سے پیدا کرتے ہیں۔ جدید سائنس کے مطابق ذہن میں آنے والے خیالات دماغ میں موجود اربوں نیوران (Neurons) کے درمیان توانائی کے ردوبدل کا عکس ہیں۔ شیاطین جب ہمارے اذہان کی توانائی کی لہروں پر اثر انداز ہوتے ہیں تو ذہنی کشمکش دباؤ، تناؤ، نفرت، حسد، غیبت، برائی، دشمنی جیسے خیالات جنم لیتے ہیں۔ اس عمل کی مثال یوں سمجھ لیں کہ ریڈیو پر آپ دلکش آواز سن رہے ہیں اچانک بادلوں میں بجلی چمکنے لگے یا گھر کی بجلی کی تاروں کے درمیان کہیں معمولی سا شعلہ (Short) پیدا ہونے لگے تو اس کے اثرات سے ریڈیو میں شور پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس طرح شیاطین اپنے ناری شور سے ہمارے ذہن کے برقی نظام کے سکون کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں جنہیں ہم وسوسے یا مختلف برے خیالات کا نام دیتے ہیں لیکن اگر انسان

Marfat.com

مضبوط اعصاب کا مالک ہو یا نیت کرلے کہ وہ اپنے ذہن پر شیطانی اثرات کو غالب نہیں آنے دے گا تو پھر شیطان اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے یہی وجہ ہے کہ جنات اور شیاطین عموماً کمزور ارادے والوں یا ان پر جو خود شیطانی خیالات کی آبیاری کرتے ہیں زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

143- جادو کے الفاظ اور ان کے اثرات:-

اب جادو کے الفاظ کی طرف آیئے۔ کیا وجہ ہے کہ کچھ بے معنی سے الفاظ کے مرکبات انسانی ذہن کو پریشان کر کے رکھ دیتے ہیں؟ یا کچھ اوٹ پٹانگ تحریریں انسان کو کشمکش میں ڈال دیتی ہیں؟ ایک نارمل آدمی عجیب عجیب حرکات کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ان اوٹ پٹانگ الفاظ یا تحریروں کی طاقت کا راز کیا ہے؟ جس طرح کہ پہلے بتایا گیا ہے، دراصل جادو ایک شیطانی عمل ہے جادو کے الفاظ جو ہمارے لیے بے معنی ہوسکتے ہیں دراصل وہ شیطانوں کی زبان کے الفاظ ہیں جن کو وہ سمجھتے ہیں۔ جادو کرنے والا اپنی قوت ارادی اور نفسِ امارہ یعنی نفس کی برائی والی قوت کے زور سے شیطانوں کو پکارتا ہے اور انہیں جادو کے الفاظ میں دی گئی ہدایات کے مطابق مفعول پر حملہ کیلئے اکساتا ہے۔ چونکہ انسان دشمنی شیطانوں کا محبوب مشغلہ ہے اس لئے ان الفاظ کی ہدایات کے مطابق وہ مفعول کے ذہن پر اثرات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر وہ کمزور ذہن کا مالک ہو تو جلد ہی اس پر غالب آجاتے ہیں اور یوں وہ آدمی شیاطین کے زیر اثر جادو کرنے اور کروانے والے کی حسب خواہش ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ اگر وہ آدمی مضبوط اعصاب کا مالک ہے تو شیاطین کتنا بھی زور لگالیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ آسانی سے جادو کا شکار ہوجاتے ہیں اور کچھ لوگوں پر اسکے اثرات کم پڑتے ہیں۔

144- جادو سے بچنے کا طریقہ:-

جیسے کہا جاتا ہے کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ جادو سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی شخصیت کو مضبوط بنائے اور جادو کو وقعت نہ دے۔ اپنی مدد کیلئے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کی تلاش میں رہے۔ باوضو رہے اور رحمانی کلمات "**اعوذ باللہ من الشطین الرجیم**" "**لا حول ولا قوۃ الا باللہ**" ۔**سورۃ الفلق** اور **سورۃ الناس** اکثر پڑھتا رہے۔ آیۃ الکرسی کے ورد میں خصوصی طور پر جادو اور شیطان کے شر سے بچاؤ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کے اثرات سے انشاءاللہ آدمی جادو کے اثرات سے محفوظ ہوجائے گا لیکن اگر جادو کا حملہ بہت سخت ہو تو پھر ذاتی کوشش جاری رکھتے ہوئے ان لوگوں کی مدد بھی ضروری ہوجاتی ہے جو اپنی پرہیزگاری اور شیطان دشمنی میں بلند مقام پر ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بیماری کے حملہ سے پہلے حفاظتی تدابیر مفید ہوتی ہیں لیکن بیماری کے بعد ماہر ڈاکٹروں کے پاس جانے کی ضرورت پڑجاتی ہے۔

Marfat.com

145- حضور ﷺ پر جادو ، ایک غلط فہمی کا ازالہ:-

یہاں جادو ہی کے سلسلہ میں ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ بعض ضعیف قسم کی روایات کے زیر اثر یہ مشہور ہو گیا ہے سرور کائنات، انبیاء کے سردار اور محبوب رب کائنات ﷺ پر کسی یہودی نے جادو کر دیا تھا جس کے زیر اثر آپ چیزوں کو بھولنے لگے تاوقتیکہ ایک کنویں میں سے جادو کا ٹونہ مل گیا اور اس کو تباہ کر دیا گیا۔

حضور ﷺ پر جادو کرنے کی بات ہم مانتے ہیں کہ کفار، منافقین اور یہودی کی زندگی کا مقصد ہی یہی رہ گیا تھا کہ آپ ﷺ کو وہ کسی طرح نقصان پہنچائیں۔ اسلئے ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ انہوں نے ایسی مذموم کوششیں کی ہونگی۔ جادو تو جادو انہوں نے تو آپ کو شہید کرنے کی بھی کوششیں کیں، آپ کو زہر دیا تاہم اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کی حفاظت فرمائی، لیکن یہ کہ آپ پر جادو کا اثر ہو گیا یہ روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ حضور پاک ﷺ تو اپنی روحانی اور بشری حقیقت میں اسقدر بلند پایہ ہیں کہ دنیا کا کوئی دوسرا آدمی آپ کے ہم پلہ نہیں اور اس بات کا اعتراف آپ کے کٹر سے کٹر مخالفین بھی کرتے ہیں کہ آپ کا سا کوئی دوسرا انسان نہیں تو بھلا ایسے مضبوط ترین اعصاب اور ذہنی قوتوں کے مالک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک معمولی یہودی کے جادو ٹونے یا پھر شیاطین وغیرہ کیسے غالب آ سکتے ہیں؟

ویسے بھی تمام انبیاء علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں جن کی شیطانوں سے خصوصی حفاظت کی جاتی ہے جس کے لئے ان پر ملائکہ مقرر ہوتے ہیں لہٰذا شیاطین ان کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتے اس لیے کہ جس قلب پر وحی کا ظہور ہوتا ہے اس قلب کی حفاظت ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں سرور کائنات، رحمۃ العالمین ﷺ جو کون و مکاں کا سبب ہیں، کے لئے یہ کہنا کہ آپ جادو سے مغلوب ہو گئے تھے انتہائی غیر مناسب بات ہے۔ آپ ﷺ کے مقام کو جو سمجھتا ہے وہ اس طرح کی باتوں کو سنتے ہی رد کر دے گا لیکن ان لوگوں کا کیا کریں جو بڑے مزے لے لے کر ایسی باتوں کا ذکر کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگر کچھ نہ بگاڑ سکے سجدے میں گر گئے تھے۔ (سورہ اعراف آیت 120) تو سرور کائنات اثر الانبیاء حضور ﷺ کے اوپر انکا جادو کیسے اثر کر سکتا ہے؟

دراصل منافقین نے یہودی علماء کی ساز باز سے مسلمانوں میں شکوک وشبہات ڈالنے اور یہودیوں کی برتری ثابت کرنے کے لئے اسلام کے اولین دور میں کئی ایک بے سروپا روایات اپنی طرف سے گھڑ کر اسلامی کتابوں میں داخل کر دیں جو بعد میں ان کا مستقل حصہ بن گئیں جن کی بنا پر مسلمانوں کو بڑا نقصان ہوا ہے۔ اگرچہ آج کل یہودی اور نصاریٰ علماء قرآن کریم اور صاحب قرآن ﷺ کے خلاف لکھتے رہتے ہیں لیکن اب ان کی شرارتیں اور سازشیں جلد ہی پکڑی جاتی ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمان محققین کو ہمیشہ ہی سے اس بات کا بڑا احساس رہا ہے اور اس ضمن میں محدث امام زھری اور دیگر مولفین نے ان سازشوں کو بے نقاب کرنے میں بڑا اہم کام کیا ہے۔

Marfat.com

146- مسئلہ تقدیر:-

آیۃ مبارک 102 میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ''وہ جادو سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے'' اس چھوٹے سے جملہ میں تقدیر کے اہم مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ بالک کون مکان کو اختیار کل حاصل ہے، پتہ پتہ اسی کے حکم سے ہلتا ہے۔ ایٹموں کے اندر کی حرکات بھی اسی کے اذن سے ہیں۔ ہمارے اچھے برے حالات اسی کے حکم سے ہیں۔ ہمارے نیک و بد اعمال بھی اسی کی مرضی کے تابع ہیں غرض اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی متحرک چیز قیام نہیں کر سکتی۔ اس کی اجازت ہی ہر چیز کی تقدیر ہے۔ ہمیں چاہئے کہ بھلائی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور برائی پر اس سے معافی مانگیں۔ (For more details please see appendix x,xi)

اس کائنات میں ہر چیز ایک حسابِ مقرر سے چل رہی ہے جو اسکی تقدیر ہے۔ مثلاً ''**الشمس والقمر بحسبان**'' ایٹم کے اندر کا نظام بھی ایک مقرر حساب سے چل رہا ہے۔ روشنی کے فوٹون (Photon) کا بھی اپنا حساب ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے چیزوں کے اندر تقدیر ڈال کر انہیں چھوڑ دیا ہے اور سب اپنے رب کی مقرر شدہ تقدیر کے اندر اپنا اپنا کام کر رہے ہیں مثلاً زہر اور تریاق دونوں ہی اللہ کی تقدیر کے مطابق کام کر رہے ہیں۔

چنانچہ ہر واقعہ بے شمار عوامل کی تقدیر کا مجموعہ ہوتا ہے اور جتنے بڑے واقعات ہونگے اتنے ہی زیادہ عوامل کی مجموعی تقدیر اسکا سبب ہوتی ہے۔ مثلاً ہائیڈروجن، آکسیجن، نائیٹروجن، فاسفورس، کاربن اور کچھ اور عناصر جب ایک خاص ترکیب سے اکٹھے ہوتے ہیں تو پروٹین بن جاتے ہیں یعنی پروٹین کی تقدیر ان عناصر کی انفرادی تقدیر کا حاصل جمع ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کے نظام میں ہر چیز اس کی مرضی کے مطابق حرکت کرتی ہے۔ اسکی مثال کسی ملک میں شہریوں کے اختیار کی ہے بظاہر وہ سب بااختیار ہیں لیکن اس وقت تک اور محض اس حد تک، جس حد تک ملک کے حاکم نے انہیں اجازت دے رکھی ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے کسی چوک میں کھڑے ٹریفک کے سپاہی ہی کی مثال لے لیں اس کے پاس اختیار ہے کہ وہ گاڑیوں کو روک سکتا ہے۔ ان کا رخ بدل سکتا ہے۔ ان کو پکڑ سکتا ہے۔ اس لئے اگر وہ اپنا اختیار استعمال نہیں بھی کرتا اور گاڑیوں کو گزرنے دیتا ہے تو یہ گزرنا بھی اس کی مرضی سے ہے ڈرائیوروں کی مرضی سے نہیں۔

ان مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ اچھا یا برا ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہو رہا ہے، اسکے سامنے ہو رہا ہے، اگر وہ انہیں ہونے دیتا ہے تو یہ بھی اس کی مرضی ہے اور اگر وہ روک دیتا ہے تو یہ بھی اسکی مرضی ہے۔ جادو، کفر، ایمان، زندگی، موت، قتل، ظلم، مہربانی، غرضیکہ ہر چیز اسکی اجازت سے ہو رہی ہے اس لئے کہ یہ سب اس کے سامنے ہو رہے ہیں اور وہ انہیں ہونے دیتا ہے لیکن جب چاہے وہ انہیں روک بھی سکتا ہے اور روک بھی دیتا ہے۔ جب ایک بندہ اپنے رب سے کسی ناگوار واقعہ سے حفاظت یا کسی خواہش کی تکمیل کیلئے دعا مانگتا ہے تو مالک یوم الدین اپنے اس بندہ کی دعا قبول کرتے ہوئے ان عوامل کو تبدیل کر دیتا ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر کا

Marfat.com

پابند نہیں البتہ سب چیزیں اسکی دی ہوئی تقدیر کی پابند ضرور ہیں آیہ مبارک میں جادو کے متعلق بھی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حساب کے اندر اپنا اثر دکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے کلام سے اس کے اثرات کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

147- مواقع تقدیر:-

علامہ اقبالؒ مسئلہ تقدیر کو بڑی خوش اسلوبی سے واضح کرتے ہیں۔

ے تقدیر کے پابند، نباتات و جمادات

مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

جناب عبدالرحمٰنؒ بن قسادہ اسلمی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور پاک ﷺ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کر کے مخلوق کو ان کی پشت سے نکالا'' اور پھر ارشاد ہوا۔ ''یہ جنت میں جائیں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ یہ دوزخ میں جائیں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں''۔ حضور پاک کی یہ بات سن کر مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ یارسول اللہ! اگر یہی بات ہے تو پھر عمل کس بنا پر کریں تو حضور پاکؐ نے فرمایا کہ مواقع تقدیر کی بنا پر یعنی اللہ تعالیٰ کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت اپنے لیے بہتری تلاش کریں۔ مطلب یہ ہے کہ دعا، عبادت اور عمل سے تقدیر بدل بھی جاتی ہے۔ لیکن یہ سب بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق ہی سے ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ جب دوسری بار ملک شام تشریف لے گئے اس وقت طاعون کی وبا پھوٹ پڑی تھی۔ طاعون کے بارے میں فرمان نبویؐ ہے کہ ''جس بستی میں طاعون پھوٹ پڑے وہاں کے لوگ اس بستی سے باہر نہ جائیں اور باہر سے کوئی اس بستی میں داخل نہ ہو'' (متعدی بیماریوں کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے کیا خوبصورت سائنسی فارمولا ہے) آپ نے جناب ابوعبیدہؓ سالارِ لشکر کو مشورہ دیا کہ وہ کسی صحت افزاء مقام پر چلے جائیں اور خود بھی ملک شام میں داخل نہ ہوں جب آپؓ نے واپس مدینہ منورہ کا ارادہ کیا تو جناب ابوعبیدہؓ نے عرض کی کہ اے امیر المومنین آپ تقدیر سے بھاگ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ''نہیں۔ میں تقدیر سے تقدیر کی طرف جا رہا ہوں۔ ایک ندی کے اگر دو کنارے ہوں ایک خشک اور دوسرا سرسبز ہو تو انسان سرسبز کنارے کی طرف جاتا ہے۔'' قارئین! اسلام نے تقدیر کا مسئلہ بڑی خوبصورتی سے حل کر دیا کہ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے احکام کے تحت اپنے لیے بہتری تلاش کرو۔ تقدیر بنانے والا تقدیر بدلنے پر بھی قادر ہے۔ (For details appendix ii,viii, xii)

آیۃ مبارک 103 دنیا کے ہر انسان کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری بھی ہے وہ یہ کہ اگر وہ ایمان لے آتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے اگرچہ وہ جادوگر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لے اور توبہ کے بعد اپنے پرانے طرز عمل پر شرمندہ رہے اور اعمال صالحہ میں لگا رہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحیم و کریم ذات اس کی قدر افزائی کرے گی اس کی آخرت کو سنوار دے گی۔ کاش کہ انسان اگر جوانی میں نہیں تو بڑھاپے ہی میں یہ بات سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے سایہ میں پناہ لے لے۔

Marfat.com

جولوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس سے مغفرت کے طالب ہیں ان کے کردار کی ایک اعلیٰ خاصیت حضور نبی کریم ﷺ سے محبت اور ان کی اتباع ہے۔ اگلی آیت مبارک اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ اگر گناہ، جادو، شیطانی شر اور عذاب سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو حضور ﷺ کی طرف متوجہ رہو۔ فرمایا......

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا
وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ
وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

104- اے ایمان والو۔ تم (حضور پاکؐ کو مخاطب کرتے ہوئے) 'راعنا' مت کہو، بلکہ ''انظرنا'' (یعنی ہماری طرف توجہ فرمایئے) کہو، اور آپؐ کی بات کو نہایت توجہ سے سنو۔ اور انکار کرنے والوں کے لئے الم ناک عذاب ہے۔

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
وَ لَا الْمُشْرِكِیْنَ
اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
وَ اللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ
وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○

105- اور وہ لوگ جو اہل کتاب یا مشرکوں میں سے کفر پر بضد ہیں، وہ نہیں چاہتے کہ اترے تم پر کوئی بھلائی تمہارے رب کی طرف سے، حالانکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت کے لیے مخصوص کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ فضل والا ہے۔

148- آدابِ محفلِ سرورِ کائنات ﷺ:-

آیتہ مبارک 104 میں مومنوں کو آداب سکھائے جارہے ہیں کہ وہ حضور پاک ﷺ کو کیسے مخاطب کریں اور آپ کی باتیں کیسے سنیں یہود اور منافقین آپ کو متوجہ کرنے کے لیے ''راعنا'' کہتے جو ذو معنی لفظ ہے۔ جس کے ایک معنی 'اے ہمارے چرواہے'' بھی ہیں اور پھر وہ اپنی اندرونی خباثت کی بنا پر ہنستے۔ اس لیے مومنین کو سمجھایا گیا وہ آپؐ کو انظرنا! کہہ کر متوجہ کریں جس کا مطلب ہے ہماری طرف توجہ فرمایئے۔ سبحان اللہ خالق کون ومکان کو اپنے پیارے نبی کا ادب اس قدر ملحوظ ہے کہ آپ کی شان میں ان الفاظ کو بھی برداشت نہیں کیا جن

Marfat.com

سے غلط معنی نکالے جاسکتے ہیں اور ایسے لوگوں کو جو ادب ملحوظ نہیں رکھتے ان کیلئے عذاب الیم مقرر کر دیا۔ لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ آپ ﷺ کا اسم مبارک سنتے وقت یا لیتے وقت انتہائی پیار اور ادب کا اظہار کرے اور احادیث مبارکہ میں دی گئی آپ کی باتوں کو توجہ سے سنے اور خود پڑھے انہی ہدایات کو سورۃ نسا کی آیتہ مبارکہ 46 میں مزید تاکید سے دہرایا گیا ہے۔

149- کفار سے خیر کی توقع نہیں:۔

آیتہ مبارکہ 105 میں مسلمانوں کی بین الاقوامی اور داخلی سیاست کے لئے ایک رہنما اصول بیان فرمایا گیا ہے جس پر غور کرنے سے ہم یہود و ہنود و نصاریٰ اور دیگر غیر مسلم اقوام کی سیاست کو سمجھ سکتے ہیں اور ان کی سازشوں سے بچ سکتے ہیں۔ فرمایا .. مَـــا يَـوَدُّ الَّـذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''کفار کبھی بھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ اہلِ ایمان کو کوئی فائدہ پہنچے''۔ اس لیے ان سے خیر کی توقع رکھنا بے سود بلکہ انتہائی حماقت اور خلافِ قدرت بات ہوگی۔ اگر وہ ایسی توقع رکھیں گے تو ضرور مایوس ہونگے۔

ہماری پچھلے چودہ سو سال کی تاریخ اس آیہ مبارک کی تفسیر ہے جس کی واضح ہدایت سرور کائنات ﷺ کے اس فرمان میں ہے کہ ''تمام کفر اسلام کے خلاف اکٹھا ہے''۔ لیکن افسوس کہ مسلمان ان سے خیر کی توقع پر دوستی کرتے ہیں، اپنے ذرائع آمدنی ان کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو دے دیتے ہیں، آپس میں دشمنیاں کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ غیر مسلموں کے سامنے مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ کاش کہ وہ اللہ کی کتاب میں سے حقیقتِ حال کو پہچانتے اور کفار کی دوستی پر بھروسہ نہ کرتے اب بھی اگر ہم ان کے چنگل سے نکلنا چاہتے ہیں تو چاہئے کہ وہ خالص اللہ تبارک تعالیٰ سے رحمت طلب کریں اور اس یقین دہانی پر پختہ یقین رکھیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن جائیں تو پھر چاہے تمام عالم کفر مل کر بھی کوشش کر لے وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ اللہ کی رحمت کو ہم سے روک نہیں سکتے، اس لیے ہمیں کفار سے بہتری کی طلب کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اس کی نصرت اور فضل کی بھیک مانگنی چاہئے۔ یاد رکھیں کہ ''کفار کو ہمارے دین کے جو طریقے ناپسند ہیں وہی ہمارے لئے صحیح راستے ہیں''

اگلی آیتہ کریمہ کائنات میں چند ایسی نشانیوں کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کو ظاہر کرتی ہیں۔ کچھ لوگ ان سے قرآن کریم میں نسخ کی دلیل لیتے ہیں حالانکہ یہ آیات کریمہ اپنے معنی میں کائناتی (Universal) ہیں اور آسمان و زمین میں تخلیق کے جاری و ساری عمل کی طرف توجہ مبذول کراتی ہیں اور پرانے مذاہب کو منسوخ کرتی ہیں۔ فرمایا ......

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○

106- ہم جو کچھ نسخ (زائل) کرتے ہیں کسی آیت (نشانی) میں سے، یا ہم اسے فراموش کراتے ہیں، تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے؟

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○

107- کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے؟ اور اللہ کے علاوہ تمہارا نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔

150- خوب سے خوب تر کائنات:-

قرآن حکیم میں لفظ ''آیت'' کا مطلب ''اللہ تعالیٰ کی نشانی'' ہے۔ چنانچہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق اسکی سب سے بڑی نشانی ہے جس کا آیت 107 میں تذکرہ کیا گیا ہے فرمایا '' آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کیلئے ہے'' اس طرح وحی الٰہی کو بھی آیت کہا گیا ہے۔

اپنے کائناتی معنوں میں یہ فرمان.... **مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا** کہ ''ہم جو کچھ نسخ کرتے ہیں کسی آیت میں سے یا پھر اسے فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس جیسی یا اس سے بہتر اور آیت لے آتے ہیں'' دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے اور زمان و مکان میں ہمیشہ جاری رہنے والے متحرک عوامل (Dynamism) کی نشاندہی ہے جس کو دیکھ کر آج کی سائنس بھی حیران ہے۔ وہ جدھر بھی دیکھتی ہے کائنات کی کسی آیت میں کوئی جمود نظر نہیں آتا بلکہ جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ ''**کل یوم ھو فی الشان**'' (سورۃ رحمٰن آیۃ مبارکہ 29)۔ ہر سمت، ہر آن ایک الگ شان کا ظہور ہوتا نظر آتا ہے۔ کچھ بن رہا ہے کچھ مٹ

Marfat.com

رہا ہے اور کچھ قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ سبحان اللہ کہ آیت مبارک 106 کے چند الفاظ میں پوری کائنات کی ماضی، حال اور مستقبل کی تاریخ دکھادی گئی ہے، جس کے مناظر نے سائنسدانوں کو حیران کر دیا ہے۔

مالک کون ومکاں ایک دفعہ چیزوں کو بنا کر تھک نہیں گیا کہ تخلیقات جمود پذیر ہو جائیں بلکہ یہ اس کی صناعی کا تقاضا ہے کہ بہتر سے بہتر تخلیق کا عمل ہمیشہ جاری رہے۔ آیتہ مبارک 107-106 سے یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں کسی ایک آیت کے زائل یا منسوخ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بالکل ختم ہوگئی بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بہتر یا اس سے ملتی جلتی ایک اور نشانی پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ سائنس دان دیکھتا ہے کہ اگر ایک ستارہ تباہ ہوتا ہے تو اسی کے ملبہ سے ایک دوسرا ستارہ پیدا ہو جاتا ہے جو ہو سکتا ہے پہلے سے بھی اعلیٰ تر ہو۔ مثلاً اپنے سورج ہی کو لے لیں یہ بھی جدید ماہرین فلکیات کے مطابق کئی ستاروں کی تباہی کے بعد معرض وجود میں آیا تھا۔ اپنی اپنی اجل کے مطابق جب ستارے آہستہ آہستہ بوڑھے ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں تو ان کا یہ بڑھاپا کسی نئی نوع کی آمد کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ یوں نسخ اور منسوخ کا یہ عمل کائنات کو بلند سے بلند تر مقامات تک لے کر جا رہا ہے اور رب کائنات ہر دم تعمیری عمل میں مصروف ہے۔ بقول اقبالؒ:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکوں

اگر کوئی نشانی منسوخ ہو جاتی ہے تو اس سے بہتر ظہور پذیر ہو جاتی ہے جیسے حیات، موت کا پیش خیمہ ہے۔ موت زندگی کی نوید ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

151- نسخ توریت اور انجیل:-

یہ تو آیتہ مبارک 106 کا سائنسی ادراک تھا لیکن اگر کسی کو پھر بھی یہی اصرار ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ قرآن کریم کی آیات کے نسخ کے متعلق ہی بتاتی ہیں تو ان کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ نسخ قرآن کا نہیں بلکہ یہاں توریت، انجیل اور تمام دوسرے مذاہب کی کتابوں کے نسخ کا ذکر ہے اس لئے کہ نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کے بعد آپؐ سے پہلے آنے والے تمام انبیا کی شریعتوں کا منسوخ ہونا لازمی امر تھا۔ ان میں سے بیشتر تو ایسی بھی ہیں جو مدتوں انسانی حافظہ سے بھی مفقود ہو چکی ہیں۔ لیکن پادریوں، اور پروہتوں کے زیر اثر لوگ ان مذاہب کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی کہتے ہیں کہ توریت اور انجیل کے ہوتے ہوئے قرآن الحکیم کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اصل کتابیں ضائع ہو چکی ہیں اور ان کے پاس بری طرح تحریف شدہ تراجم ہیں۔ آج حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں کی اصل تعلیمات تو ایک طرف ان زبانوں کا بھی وجود تک نہیں رہا جو اس وقت بولی جاتی تھیں۔ لہٰذا یہ سب کچھ منسوخ ہو چکا ہے، اب انہیں قرآن کریم کی طرف آنا چاہیے جو تمام سابقہ انبیا اور ان کی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے۔

152- نسخ آیات کے متعلق روایات، محض بہتان تراشی:-

نسخ آیات کے متعلق صحیح صورتِ حال پوری وضاحت کے ساتھ اوپر بیان کردی گئی ہے۔اس کے باوجود جو لوگ ان سے قرآن کریم کی آیات کی منسوخی پر بضد ہیں وہ ہمارے خیال میں سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے اور اس کا کلام بھی۔وہ ذات پاک جس کا علم مکمل ہے، وہ جو اول وآخر، ظاہر وباطن ہے جس کے سامنے ماضی، حال اور مستقبل ایک کھلی کتاب کی طرح ہیں اس سے بھلا کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ پہلے کوئی بات کہے اور پھر اس میں ترمیم کردے کہ مذکورہ بات صحیح نہیں تھی۔اگر کلام پاک حضورﷺ کا کلام ہوتا تو یقیناً وقت کے ساتھ تبدیلی کی ضرورت پڑتی رہتی اور یوں آیت در آیت نسخ ہوتا رہتا لیکن یہ کلام بشر کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کے علم پر کوئی شک نہیں، وہ نہ صرف علیم وخبیر ہے بلکہ ارض سماوات کا خالق بھی ہے اس لیے قرآن کریم میں کسی طرح کے نسخ یا کمزوری کا سوچنا بہت بڑی غلطی ہے۔

کچھ مستشرقین کا نسخ کی تشریح میں خیال ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اسلامی معاشرہ ارتقاء پذیر تھا اس لئے آیات کا نسخ ارتقاء کے تقاضوں کے مطابق ہے۔اگر ان کی یہ دلیل مان لی جائے تو پھر پچھلے چودہ سو سالوں میں معاشرہ کا جو ارتقاء ہوا ہے اس کی نسبت سے تو بہت سارا قرآن کریم منسوخ ہوجانا چاہئے۔(نعوذ باللہ) لیکن یہ دلیل ہی غلط ہے۔قرآن کریم معاشرتی ارتقاء کا پابند نہیں بلکہ اس ارتقاء کو اس کا پابند ہونا چاہئے۔ایسے لوگوں پر افسوس ہے جو خود تو بدلتے نہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنے حال کے مطابق بدلنا چاہتے ہیں۔

153- نسخ قرآن حکیم، ایک بہت بڑی غلط فہمی:-

سوال پوچھا جاسکتا ہے کہ پھر یہ کیسے مشہور ہوگیا کہ قرآن میں نسخ ہے اور بہت سی آیات منسوخ ہوگئیں اور اللہ نے ان کی جگہ نئی آیات اتار دیں؟ یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں آیت فلاں کا نسخ ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟ ان سوالات کی اہمیت کے پیش نظر ان کا تفصیلی جواب میری کتاب ''قرآن پاک کے نئے نئے سائنسی معجزات'' میں مفصل دیا گیا ہے۔یہاں یہی کہنا کافی ہوگا کہ یہ منافقین اور یہود کی سازش کا نتیجہ ہے جنہوں نے قرآن پاک کے متعلق نسخ اور منسوخ کے مسئلے کو غلط رنگ دے دیا۔ ان کے اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعض شرعی احکام تدریجی ہیں۔توریت کی مانند بیک وقت نہیں اترے۔مثلاً شراب کے متعلق امتناعی حکم، یا نماز تہجد کے حکم یا وصیت اور وراثت کے ضوابط کے متعلق احکامات پر ان کا اعتراض یہ ہے کہ یہ احکام اپنی آخری شکل میں ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتارے گئے۔اس کے جواب میں کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ ایک ہی موضوع پر بعد میں آنے والی آیت پہلی والی آیت کو منسوخ کردیتی ہے اور یوں یہ باتیں اسلامی روایات کا حصہ بنتی گئیں حالانکہ ایسا سوچنا اللہ تعالیٰ کے علم پر اعتراض کرنا ہے۔

Marfat.com

154- نسخ نہیں بلکہ یہ قبولیت کے معیار ہیں:-

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر آیت کریمہ اپنی جگہ مستقل حکم رکھتی ہے البتہ ایک ہی موضوع پر اعلیٰ سے اعلیٰ تقویٰ کے معیار کا تعین ضرور ہے۔ مثلاً سورۃ مزمل کے شروع میں حکم کہ ''دوتہائی یا اس سے زیادہ یا اس سے کم صلوٰۃ میں کھڑے رہو'' اور اسی سورۃ کے آخر میں ''جتنا چاہے کا حکم'' نسخ نہیں بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کا اعلیٰ ترین معیار تو دوتہائی یا اس سے قریب قریب عبادت ہی ہے لیکن اس سے کم بھی اجازت ہے جو کہ دوسرے درجہ کا مقامِ تقویٰ ہے یعنی ایسی آیات کریمہ ایک دوسرے کو منسوخ نہیں کرتیں بلکہ تقویٰ کے معیار کی حدود کا تعین کرتی ہیں۔ انجینئرنگ کی زبان میں یہ کوالٹی کے معیار کی برداشت (Tolerance Limits) ہیں یعنی یہ وہ زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم حدود ہیں جن کے اندر اندر عمل کو ہونا چاہیے۔ اگر کوئی آدمی شوقیہ طور پر مقرر شدہ حدود سے زیادہ عبادت کرتا ہے تو وہ بھی ٹھیک نہیں اور اگر کم سے کم حد سے بھی کم کرتا ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ نیچے دی گئی شکل میں اعمال کے معیار کی حدود کو دکھایا گیا ہے۔ ان حدود سے باہر عمل قابل قبول نہیں۔ انجینئرنگ کی زبان میں انکو برداشت (Tolerance) کی حدود (Limits) کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز ان حدود کے اندر اندر رہی ہے تو قابل قبول ہے ورنہ رد کردی جاتی ہے۔

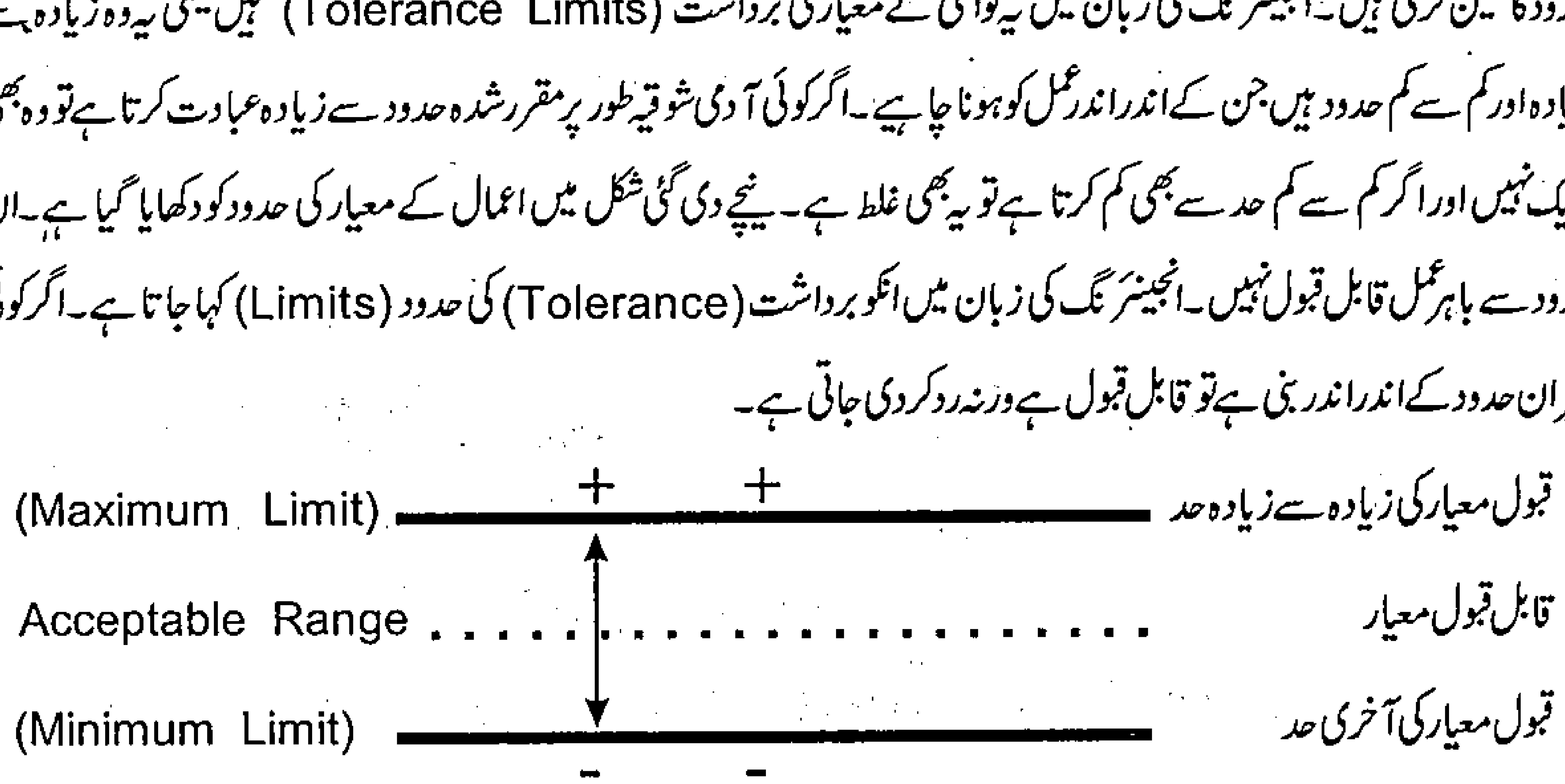

155- اللہ، پوری کائنات کا سچا بہی خواہ:-

آیۃ مبارکہ 106 میں یہ ارشاد ربانی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ہر کام کرنے پر قادر ہے'' کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سائنس کے قوانین کا خالق ہے ان کا پابند نہیں۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے اور اس سے ہمیں یہ سبق لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ دیتا ہے اسے بلا چون و چرا قبول کیا جائے اور بدلتے ہوئے حالات پر شکایت کی بجائے اللہ ہی پر بھروسہ کیا جائے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارے حالات کو خوب جانتا ہے اور جو کچھ بھی کرتا ہے انسانیت کی بھلائی کے لئے ہی کرتا ہے اور یہ کہ ہمیں اس کی رحمت پر توکل کرتے ہوئے بہتری کی طرف کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ اور مدد کے لئے دعا کرتے رہیں۔ اگر ہماری دعا ہمارے حق میں ہے تو عطاء کردی جائے گی ورنہ اسے آخرت کیلئے محفوظ کرلیا جائے گا۔

156- اللہ کا ولی:-

آیۃ مبارک 107 ہمیں یہ بھی باور کراتی ہے کہ جب کوئی آدمی صدق دل سے مسلمان ہوجاتا ہے تو اسے پھر اللہ تعالیٰ ہی کو حقیقی ولی اور مددگار سمجھنا چاہیے اسے صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ کافر کو یہ ڈھیل اور رعایت حاصل ہے کہ بے شمار شیاطین اس کے دوست

Marfat.com

ہوتے ہیں جو اسکی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں اسکی مدد کرتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے اکثر کفار دنیاوی زندگی میں زیادہ کامیاب نظر آتے ہیں۔ لیکن مومن کو سمجھ لینا چاہئے کہ ایمان لانے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ہوگا۔ دراصل کلمہ کی شہادت کے بعد شیاطین اسکے دشمن بن جاتے ہیں اور ہر مقام پر اسکی مخالفت کرنے لگتے ہیں لہٰذا مسلمان کا اللہ ہی سچا دوست ہے۔

یوں یہ آیت اللہ تعالیٰ اور مسلمان کے درمیان تعلقات کی ایک عجیب جہت کا اعلان ہے اور ہمیں دعوت دیتی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا ولی ہے اس لئے اب تم بھی آگے بڑھ کر اس کے ولی بن جاؤ۔ یوں یہ آیہ مبارک ہر مسلمان کے لئے ولایت کے مقام تک پہنچنے کی بھی دعوت ہے۔ یہ کتنی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ خود ربِ کائنات اپنے آپ کو دوستی کے لئے پیش کر رہا ہے (سبحان اللہ)۔ وہ ہمارا بہترین مددگار ہے۔ ہر دکھ درد، غم اور خوشی میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہے۔ افسوس کہ پھر بھی ہم اپنی فطری ولایت کو نظر انداز کر کے ادھر ادھر کے ولیوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

157- اللہ کی دوستی:-

"وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ" کا یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے ذرائع اور اسباب پر توکل کرنا، انکی حمایت اور مدد کو زیادہ اہمیت دینا دراصل تقویٰ کی حدود کو پھلانگنا ہے اور غیر اللہ کی حمایت اور دوستی پر انحصار اللہ تعالیٰ کی ناشکر گزاری ہے خصوصاً اگر انحصار کافروں اور مشرکوں پر کیا گیا ہو تو یہ بہت بڑا گناہ ہے البتہ معاہدہ کے مطابق ان سے مدد لینا یا انہیں مدد دینا جائز ہے۔ اسی طرح کافر دشمن کے خلاف کافر کی پناہ لینا بھی جائز ہے لیکن مسلمان کے خلاف کافر کی دوستی حرام ہے۔

اگلی آیات کریمہ بالخصوص یہود و نصاریٰ کی مدد اور ان کی دوستی کی قلعی کھول رہی ہیں اور حضور پاک ﷺ کی ذات مبارک کی اتباع اور پیروی کی دعوت دیتی ہیں۔ صرف اسی سے مسلمانوں کا حال و مستقبل محفوظ ہوگا۔ فرمایا گیا ہے۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○	**108-** کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے رسولؐ سے ایسے سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھے جاتے رہے؟ اور (خبردار) جو بدل لیتا ہے ایمان کو کفر سے، پس وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔

Marfat.com

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا
حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ
فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

-109 اے مسلمانو! اہلِ کتاب میں سے بہت
سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی طرح تمہیں
ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں۔
ان کی یہ آرزو ان کے حسد کی وجہ سے ہے
جو ان کے نفوس میں سمایا ہوا ہے۔
جب کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے۔
پس تم معاف کرتے رہو اور درگزر کرتے رہو،
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر نافذ کر دے۔
بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ
عِندَ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○

-110 اور تم نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دیتے رہو
اور جو بھلائی تم اپنے نفس کے لیے آگے بھیجو
گے، ضرور اس کو اللہ کے ہاں پاؤ گے۔
بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے
دیکھ رہا ہے۔

158- کامیابی کا بہترین اصول:-

مندرجہ بالا آیات مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی کامیابی کے اصول متعین کر رہی ہیں۔ آیۂ مبارک 108 اس بات کا بیان ہے کہ سوال کرنے سے پہلے خوب سوچو۔ یونہی بلا سوچے سمجھے پے در پے سوالات نہ کرتے جاؤ بلکہ جو کچھ کہا جاتا ہے اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دو اور پیارے حبیبؐ کی بلا تامل اتباع کرو۔ قومِ موسیٰ کی طرح نکتہ چیں نہ بنو کہ وہ خواہ مخواہ تنگ کرنے کے لئے سوال کرتے رہتے۔ مثلاً حکم دیا گیا کہ ''گائے ذبح کرو''۔ لیکن عمل کرنے کی بجائے پیغمبر علیہ السلام پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ جو آدمی اس طرح کی نکتہ چینیوں میں الجھا رہتا ہے بحکم آیۂ مبارک 108 ''پس وہ راہ راست سے بھٹک گیا''۔ درحقیقت دین میں موشگافیاں ڈھونڈنا ذمہ داریوں سے بچنے کے حیلے بہانے ہیں اور نیت کے فتور کی علامت ہیں۔ مسلمانو! اسطرح کی باتوں سے بچو اور ''**سمعنا و اطعنا**'' ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی'' کی عملی تفسیر بن جاؤ۔ اسی میں خیر ہے۔

Marfat.com

159- یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کے خلاف مومنوں کا طرزِ عمل:-

آیتہ مبارک 109 میں یہ رہنما اصول بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے وہ یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے بچ کر رہیں اور اپنے دین کو ان کی سازشوں سے بچائیں اور الجھنے کی بجائے انہیں معاف کرتے رہیں اور عفو و درگزر سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا۔ ہنود، یہود اور نصاریٰ وغیرہ کی سیاست کو سمجھنے کیلئے رہنماء اصول ہے۔ ان میں سے اکثر کی یہ خواہش ہے کہ کسی طرح مسلمان اسلام سے منحرف ہو جائیں۔ اگر ایسا نہیں تو سیکولر بن جائیں لیکن پکے اور سچے مسلمان ان کے لئے نا قابل برداشت ہیں۔

یہودی اور عیسائی تو ہمیشہ ہی سے اسلام کے خلاف کام کرتے آئے ہیں لیکن آج کل ریسرچ کے نام پر کئی نام نہاد مسلمان دانشور بھی ان کے پیچھے لگ کر سیکولرازم کی تعلیم پھیلا رہے ہیں اور ذہنی انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ یہودی سرپرستی میں چلنے والے علمی ادارے ایسے لوگوں کی خاص طور پر حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شروع ہی سے دینِ محمدیؐ سے حسد کرتے آئے ہیں۔ خود حضور پاک ﷺ سے ان کی مخالفت بھی حسد پر مبنی تھی کہ آپ کی ولادت بنی اسرائیل کی بجائے اولادِ اسماعیل میں ہوئی یہ بات ان کے خون میں رچ بس چکی ہے اس لئے آج کل کے بہت سے یہود و نصاریٰ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو راہِ حق سے پھیر دیں۔ اس لئے وہ اپنے جیسے بے دین مسلمانوں کی تعریف و توصیف کرتے ہیں اور جو سچے باعمل مسلمان ہیں ان کی تضحیک کرتے ہیں۔ وہ تو ہیں ہی مسلمانوں کے دشمن، لیکن افسوس تو ان مسلمانوں پر ہے جو ان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تھوڑے سے فوائد کے لئے اپنی دنیا اور آخرت کو ضائع کر دیا۔

160- درگزر اور معافی:-

آیتہ مبارک 109 دشمنوں کی دشمنی اور ان کے حسد کے مقابلہ میں مسلمانوں کو برداشت کی تعلیم دیتی ہے۔ فرمایا ''پس تم معاف کرتے رہو اور ان سے درگزر کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر نافذ کر دے''۔ اس تعلیم کا نچوڑ یہ ہے کہ حاسدین کو زیادہ اہمیت نہ دی جائے اور نہ ہی ان کا مقابلہ دشمنی یا نفرت سے کیا جائے بلکہ انہیں مجبورِ محض سمجھتے ہوئے معاف کر دیں اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرتے رہیں تا کہ ان کاموں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے آپ وہی وقت اور صلاحیتیں اسلام کی مضبوطی اور سربلندی پر صرف کریں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ خود ہی کفار سے نمٹ لے گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حاسد کو حسد کی بیماری کھا جاتی ہے جبکہ محسود درگزر کرنے کی وجہ سے دنیا و آخرت میں ترقی کرتا رہتا ہے لیکن جب معاملہ حسد سے بڑھ جائے تو مسلمانوں کو مقابلے کی بھی اجازت ہے اور جب مقابلہ ہو گیا تو پھر اس وقت تک جہاد جاری رہنا چاہئے جب تک فتنہ کی وجہ ختم نہیں ہو جاتی۔ آیہ مبارک ''یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ اپنا امر ظاہر کر دے'' اس طرف اشارہ ہے کہ اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام پر صبر سے ڈٹے رہیں تو بلآخر انشاءاللہ وہ جیت جائیں گے اور ان کے مخالف کفار تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

Marfat.com

161- دین میں پختگی:-

آیتہ مبارک 110 ہماری اس طرف رہنمائی کرتی ہے کہ عیسائی یہود اور دیگر مذاہب کی اسلام دشمنی اور حسد کے مقابلہ میں مسلمان کا ردعمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ ان سے دوستیاں نہ کریں۔ آپس میں بھائی چارہ مضبوط کریں، دین حق پر ڈٹ جائیں اور نظام صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ کو مضبوط تر بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے اپنی کوشش تیز تر کردیں یہ دونوں دین کی بنیاد ہیں۔ جب تک ہم نماز اور زکوٰۃ پر قائم رہیں گے انشاء اللہ کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اور اللہ ہمارے دشمنوں کو ذلیل وخوار کردے گا۔

162- نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی:-

آیتہ مبارک 110 میں خوشخبری سنائی گئی ہے ''جو بھلائی اپنے نفس کیلئے آگے بھیجو گے تم ضرور اسکا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاؤ گے'' یعنی ہم جو بھلائی بھی کرتے ہیں وہ ہمارے ہی نفس کیلئے ہے۔ (سبحان اللہ) اگرچہ وہ بھلائی دوسروں کے ساتھ ہی کیوں نہ کی گئی ہو ہمیں اس کا فائدہ ضرور ملتا رہے گا۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ ''نیکی کبھی ضائع نہیں ہوتی''۔ رب العزت انسان کی تمام نیکیوں کو ہر لمحہ شمار کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے انکا اجر کہیں نہ کہیں ہمیں ضرور مل کر رہے گا اور یہی حال برائی کا ہے آپ اسے لاکھ چھپائیں لیکن اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ اگر توبہ نہیں کی تو گناہوں کی سزا لازمی ملے گی۔ اسی حوالہ سے آیتہ مبارک 111 میں ان قوموں کا ذکر ہے جو برائی میں بہت آگے جا چکی ہیں لیکن ان کی ڈھٹائی کا حال یہ ہے کہ اپنے آپ کو محبوبِ الٰہی اور جنت کا ٹھیکیدار سمجھتی ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

111- اور وہ کہتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ کے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں، آپ ان سے کہیں (اپنے اس دعویٰ پر) کوئی دلیل لاؤ، اگر تم سچے ہو۔

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠

112- ہاں (جو حق بات ہے وہ یہ ہے کہ) جس کسی نے بھی اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کردیا،

Marfat.com

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اور وہ نیکو کار بھی ہو، تو پس اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے،
اور ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا،
اور نہ کوئی غم۔

163- یہود و نصاریٰ کی خوش فہمیاں:-

گمراہ لوگوں کا یہ وطیرہ چلا آ رہا ہے کہ وہ اپنی گمراہی کا کوئی نہ کوئی جواز ڈھونڈ لیتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگتے ہیں، عالم غیب میں اپنی کامیابی کے دعوے کرتے ہیں اور یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ ان کے علاوہ ہرگز کسی اور مذہب والے جنت میں نہیں جائیں گے۔ گویا جنت صرف ان کے لئے ہے۔ اس بات میں سب سے آگے نصاریٰ اور یہود ہیں۔ نصاریٰ نے تو عجیب سی منطق گھڑ لی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنا خون دے کر اپنے ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے اس لیے اگر وہ گناہ وغیرہ بھی کرتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن جنت کے دروازے پر کھڑے ہوں گے اور انہیں بخشوا کر جنت میں لے جائیں گے۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ یہود کے اس پرچار کے مقابلہ میں تھا کہ وہ خالق وکون ومکان کے محبوب ترین بندے ہیں اور خدا انہیں کسی بھی صورت جہنم میں نہیں جانے دے گا لیکن جو صاحبِ عقل ہیں وہ ان کی خام خیالی سے خوب واقف ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھنساتے ہیں۔ حالانکہ یہود و نصاریٰ کا اپنے پیغمبروں کی تعلیمات سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں اور ان کے پاس اپنے اس دعوے کی حمایت میں کوئی بھی ٹھوس دلیل نہیں۔ البتہ یہ ان کی خواہش ہوسکتی ہے تاہم اسکی کوئی اہمیت نہیں آج مسلمانوں میں بھی ایسے بہت سے ہیں جو عمل کی طرف توجہ دینے کی بجائے ایسی خوش فہمیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کی بھی یہ خام خیالی ہے۔

164- نجات کا راستہ:-

نجات کا راستہ صرف وہی ہے جو آیۃ مبارک 112 میں بتا دیا گیا ہے کہ "اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو اور اس کے بندوں کے ساتھ احسان کرو"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے تمام انبیا کی یہی تعلیم تھی کہ ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو اور اس بات کو اپنے اخلاق اور عمل سے ثابت کرو۔ انہوں نے واضح الفاظ میں بتایا کہ نجات کا صرف یہی راستہ ہے باقی سب خرافات ہیں۔ اب اگر لوگ اپنے انبیاء کی تعلیمات پر عمل کریں گے تو زندگی اور آخرت کے ہر موڑ کو بلا خوف وخطر عبور کرتے جائیں گے۔ چونکہ ان پیغمبروں کی اصل تعلیمات میں خود ان کے پیروکاروں نے بہت زیادہ ترامیم و اضافے کردیئے ہیں لہٰذا اب انسانیت کیلئے صحیح اور سچا راستہ صرف راہِ اسلام ہے جو تمام انبیاء کی تعلیمات کا نچوڑ بھی ہے اور ان کی تصدیق

Marfat.com

بھی کرتا ہے۔ مسلمانوں پر افسوس ہے کہ ان کے ذمہ یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ اس پیغام کو عالمی سطح پر پھیلا دیں لیکن وہ بھی آج کل یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے خول میں بند ہو گئے ہیں۔ دوسروں کو جہنم سے تو کیا بچانا، اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے خود جنت ان کی پہنچ سے باہر ہوتی جارہی ہے۔ جبکہ اللہ کے حبیبؐ نے اپنی دخترِ پاک، خاتونِ جنت، محترمہ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ سے فرمایا کہ ''محض نبی کی بیٹی ہونے کی وجہ سے وہ جنت میں نہیں جا سکے گی۔ وہاں صرف اپنا ایمان اور اپنے عمل ہی کام آتے ہیں''۔ ایسے نیک مومنین کے لئے وہاں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔ اگلی آیۃ مبارک 113 مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے آپس کے اختلافات کو عیاں کرتی ہے۔ فرمایا......

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۗ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○

113- اور یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی چیز پر نہیں، اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کسی چیز پر نہیں۔ حالانکہ وہ سب کتاب (صحیفہ حق تعالیٰ) پڑھتے ہیں۔ یونہی جاہل لوگ بھی انہی کی سی باتیں کرتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

165- ایک دوسرے پر الزام تراشی:-

آیۃ مبارک 113 مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے آپس میں اختلافات کو ظاہر کرتی ہے۔ کسی نہ کسی شکل میں یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کو ماننے کا اعلان کرتے ہیں، اسی کی عبادت کا دعویٰ کرتے ہیں، اپنے آپ کو اللہ والے کہتے ہیں لیکن پھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں۔ مثلاً یہود، نصاریٰ سے کہتے ہیں کہ وہ ہدایت پر نہیں اور نصاریٰ بھی ان سے یہی کہتے ہیں۔ یہی حال مسلمانوں میں بھی کچھ جاہل لوگوں کا ہے۔ وہ سب اگرچہ ایک اللہ، ایک رسول اور ایک قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ایک دوسرے پر اللہ، رسول اور قرآن کے نام پر ہی دشنام طرازی کرتے ہیں اور مختلف فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی جہالت ہے۔ بقول اقبالؒ:

Marfat.com

ایک ہی سب کا نبی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک

آیۃ مبارک 113 میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اختلافات کو قیامت کے دن سب کے سامنے ظاہر کردے گا۔ حق یہ ہے اگر واقعی یہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہوتے تو یہ سب ایک ہوتے۔ انکے باہمی اختلافات کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نہیں بلکہ اپنی انا کی پوجا کرنے والے ہیں۔ توریت ہو یا انجیل یا قرآن پاک، ایسے لوگ ان مقدس کتابوں کو اپنے حق میں دلیل ڈھونڈنے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ یوں یہ لوگ مذہب کے نام پر فساد کرتے رہتے ہیں۔ ایسے فرقہ پرست لوگ قیامت کے دن گروہ در گروہ دوزخ میں گرتے جائیں گے۔

افسوس کہ ان میں سے بعض لوگ اختلافات کو یہاں تک لے جاتے ہیں کہ ایک دوسرے کو اپنی عبادت گاہوں میں نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے۔ انکے اس ظلم کا حال اگلی آیہ کریمہ میں کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

114- اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا، جو منع کرتا ہے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کرنے سے، اور ان کی ویرانی کی کوشش کرتا ہے۔ ان کے لیے تو ہرگز نہیں مگر یہ کہ ان میں داخل ہوتے ہوئے ڈریں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں ذلت ہے، اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

115- اور مشرق و مغرب سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ تم جدھر بھی رخ کرو، ادھر اللہ تعالیٰ ہی کو پاؤ گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور بے مثل علم والا ہے۔

Marfat.com

166- مساجد میں لڑائی جھگڑے اوران کی ویرانی سے ممانعت:-

آیتہ مبارک 114 ان لوگوں کی طرف توجہ مبذول کرواتی ہے سب سے بڑے ظالم وہ ہیں جو لوگوں کو مساجد میں جانے سے روکتے ہیں اورانکی ویرانی کا باعث بنتے ہیں۔ان میں سے ایک تو اسلام دشمن قوتیں ہیں، مثلاً سپین میں عیسائیوں نے جو کچھ کیا یا ترکی میں خود ایک مسلمان کے ہاتھوں ہوایا جو کچھ آج کل ہندو، ہندوستان میں کرر ہے ہیں لیکن دوسرے خود مسلمان ہیں جن کے مذہبی اختلافات بھی مسجدوں کی ویرانی کا باعث بنتے ہیں۔مجوسیوں اور دہریوں کی حد تک تو یہ بات عیاں ہے لیکن افسوس کہ مذاہب کے نام پر راہب اور پادری بھی یہ ظلم ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں اور کر رہے ہیں۔مسلمانوں میں بھی کچھ لوگوں نے اپنے اپنے فرقہ کے نام پر مساجد بنائی ہوئی ہیں جہاں غیر فرقہ کا آدمی نماز ادا نہیں کرسکتا۔

مسجدوں کے نام بھی ایسے رکھ لئے جاتے ہیں جن سے فرقہ بندی ظاہر ہوتی ہے حالانکہ کسی کو کسی بھی مسجد میں نماز پڑھنے اور ذکر و اذکار سے روکا نہیں جاسکتا۔جو ایسا کرے گا وہ بہت بڑا ظالم ہوگا۔انہی ظالموں میں وہ دہشت گرد بھی شامل ہیں جو مسجدوں میں بم رکھ دیتے ہیں یا نمازیوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔یہ سب پکے جہنمی ہیں۔

آیتہ مبارک کا یہ فرمان ''کہ لوگوں کے لئے نہیں مگر یہ کہ ان میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں'' اس بات کا حکم ہے کہ مومنین اپنے آپ کو اتنا مضبوط بنائیں کہ کوئی بھی شخص مسجدوں کو ویران کرنے کی جرات نہ کرسکے۔اسکے علاوہ یہ آیت مبارکہ مسجد کے آداب کو بھی واضح کرتی ہے۔یعنی مسجد میں داخل ہوتے وقت انسان اپنے دل میں یہ خوف پیدا کرے کہ وہ اللہ کے گھر میں داخل ہو رہا ہے۔اللہ کی عظمت کا احساس پیدا کرے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ وہاں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔مسجدوں میں جھگڑنے والے، بم پھینکنے والے اوران میں اختلافی مسائل کھڑے کر کے مخلص مسلمانوں کو متنفر کرنے والے آج ان کی ویرانی کا باعث ہیں۔کیا وہ اپنے اعمال کی سزا نہیں بھگتیں گے؟۔

آیتہ مبارک 114 سے ظاہر ہے کہ تمام مخلص مسلمانوں، حکومتِ وقت اور صاحبِ اقتدار لوگوں کا فرض ہے کہ وہ مساجد کی بے حرمتی نہ ہونے دیں۔خرابی پیدا کرنے والے حضرات کو، خواہ وہ نام نہاد علماء ہی کیوں نہ ہوں انہیں اس ظلم سے روکیں اور سمجھائیں کہ وہ اس فعل سے باز آجائیں اور مسجدوں کو اپنے قبیح سیاسی یا فرقہ وارانہ عزائم کے لئے استعمال نہ کریں۔اگر وہ پھر بھی باز نہیں آتے تو پھر انہیں طاقت سے روک دیں۔

مسجدوں کی ویرانی میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے جنہوں نے نظام تعلیم کو بالکل بے دین (Secular) بنادیا ہے۔اسی طرح وہ والدین بھی ذمہ دار ہیں جو بچوں کو مسجدوں میں لے کر نہیں جاتے۔ عام طور پر ویرانی کے ان پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی قبیح گناہ ہیں جن کا بدلہ پورے معاشرے کو بھگتنا پڑیگا۔

مسجدوں کی رونق کیا چیز ہے؟۔اسے سمجھنا ہے تو سرورِ کائنات کی مسجد کا نقشہ ذہن میں لائیں۔نماز پنجگانہ کے علاوہ یہ مسجد اسلام کی طاقت کا سرچشمہ تھی۔حکومت کی نشست گاہ تھی،اسلام کی یونیورسٹی تھی،بیت المال کا نظام یہیں قائم تھا،یہی ہائی کورٹ تھی،یہی جی ایچ کیو تھا،یہیں ایک طرف تیر بنانے کا کارخانہ تھا تو اس کے دوسری طرف ہسپتال تھا۔یہ تھی شان اللہ کے نبی ﷺ کی مسجد کی۔اب اپنی مسجدوں کی حالت دیکھ لیں اور پھر خود ہی ان کی رونقوں اور بربادیوں کا اندازہ لگالیں۔

167- دنیا میں رسوائی:-

حاصل بحث یہ ہے کہ جو لوگ کسی بھی طریقہ سے مسجدوں کی ویرانی کا باعث بنتے ہیں آیتہ مبارکہ 114 میں ان کے بارے میں بتا دیا گیا ہے کہ وہ بہت بڑے ظالم ہیں،رب العزت ایسے لوگوں کو دنیا میں ذلیل وخوار کرے گا اور آخرت میں انہیں سخت عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔آیت مبارک 114 کا یہ حصہ کہ ''ان کیلئے دنیا میں ذلت ہے''۔نہایت قابل غور ہے۔کہیں ایسا تو نہیں کہ آج مسلمان دنیا میں اس لیے ذلیل وخوار ہیں کہ انہوں نے بھی اپنی اپنی علیحدہ مسجدیں بناڈالی ہیں اور ایک دوسرے کو اپنی مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے۔اس کے علاوہ یہ بھی کہ مسجد کا جو مقام قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے اندر تھا وہ چھین لیا گیا ہے اور اب یہ بھی دوسرے مذاہب کے معبدوں کی طرح محض عبادت گاہیں بن کر رہ گئی ہیں۔سوچئے!شاید ہم صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔

168- مشرق ومغرب سب اللہ کے لئے ہیں:-

یہ بحث کہ اللہ کی عبادت کے لئے کس طرف منہ کیا جائے،اس کی وضاحت آیت 115 میں کردی گئی ہے۔''مشرق ومغرب سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں۔تم جدھر بھی منہ کرو گے ادھر اللہ تعالیٰ ہی کو پاؤ گے'' اس کے لیے کوئی مخصوص سمت نہیں۔ہر سُو وہی ہے اس لئے عبادت کے لئے کسی مخصوص سمت کے سلسلے میں جھگڑنے والی کوئی بات نہیں۔مسلمانوں کے لیے خانہ کعبہ کی سمت مقرر کردی گئی ہے جو امت کی وحدت کی نشانی (Symbol) ہے اور ان پر لازم ہے کہ وہ اس طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔(نماز کے لئے ماسوائے حالت مجبوری کے،قبلہ کی طرف منہ کرنا نماز کے ارکان میں شامل ہے)۔لیکن دراصل مقصود نہ تو کعبہ ہے اور نہ ہی بیت المقدس۔مقصود تو رب العزت کی ذات ہے جو ہر سمت اور ہر جگہ یکساں موجود ہے۔

169- ایک سائنسی نکتہ:-

یہ اہم حقیقت کہ ''مشرق ومغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔تم جدھر بھی منہ کرو گے اللہ ہی کو پاؤ گے۔اور وہ واسع علیم ہے'' اللہ تعالیٰ کی بے مثل صفات کا اظہار ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کی ذات محدود ہوتی تو اسکی کوئی سمت بھی ہوتی لیکن چونکہ وہ خود غیر محدود اور ہر انتہا سے ماورا (infinite) ہے اور سائنس یہ جانتی ہے کہ غیر محدود اور لاانتہا ہستی کے لئے سب سمتیں برابر ہوتی ہیں اور حقیقتاً یہ اسکے اندر ہی ہوتی ہیں یعنی وہ سمتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔مشرق ومغرب اور شمال وجنوب،سبھی اسکی ذات کے اندر مقید ہیں۔

Marfat.com

آیۃ مبارک 115 کائنات کی بناوٹ کے متعلق بھی واضح سائنسی انکشاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سمتوں (Dimensions) کے عندیئے سب نسبتی (Relative) تقاضے ہیں یعنی مشرق و مغرب حقیقت میں کوئی حقیقت نہیں۔ ہمارے لیے جو خاص سمت مشرق ہے کسی اور کے لیے وہی سمت مغرب ہوسکتی ہے۔ آئن سٹائن کی تھیوری (Theory of Relativity) کی بنیاد بھی یہی نکتہ ہے کہ سمتوں کی اہمیت نسبتی ہے۔ اس طرح یہ آیہ مبارک آج سے چودہ سو سال پہلے یہ حیرت انگیز انکشاف بھی تھا کہ زمین پر رخ قبلہ کچھ لوگوں کے لئے مغرب میں ہے اور کچھ کے لئے مشرق میں ہے۔ اب ہم جانتے ہیں کہ خط استوا کے شمال میں رہنے والوں کے لئے قبلہ مغرب کی سمت میں ہے اور جنوب میں رہنے والوں کے لئے یہ مشرق میں پڑتا ہے۔

(For more detail please see appendix v,xxi)

170- چاند پر ذات باری تعالیٰ کیلئے نماز:-

مسلمانوں کے لئے حکم ہے کہ جہاں کہیں بھی ہوں نماز میں اپنا منہ کعبۃ اللہ کی طرف کریں اس لئے نماز کے لئے اپنے علم اور حساب کے مطابق خانہ کعبہ کی طرف اپنا رخ کرنا نماز کے ارکان میں شامل ہے لیکن آیہ مبارک 115 سے یہ سہولت میسر ہے کہ کعبہ کی سمت کے سلسلے میں بہت زیادہ غلو کرنا بھی ضروری نہیں۔ صرف احتیاط لازم ہے اور بعض لوگ حجت بازی کرتے ہیں کہ چاند پر ہم کس طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ اس کا جواب آیہ مبارک میں دے دیا گیا ہے کہ ''تم جدھر بھی منہ کرو گے اللہ ہی کو پاؤ گے''۔ یعنی یہ مسئلہ نیت کا ہے اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ایسی باتوں میں اُلجھنے کی بجائے دل و جان سے اللہ تعالیٰ ہی کے ہو جائیں۔ اپنے قلوب میں اس کی عظمت و کبریت محسوس کریں کہ وہ ذاتِ عظیم جو کائنات کی خود خالق ہے، کائناتی قدروں کی پابند کیسے ہوسکتی ہے۔ ہر نکتہ اسی کا مرکز و محور ہے اور ہر سمت اسکی اپنی سمت ہے۔ وہ واحد، احد اور بے مثل ہے، جس کا نہ کوئی بیٹا نہ باپ، اس کی عظمت کے سامنے ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ لہٰذا رب العالمین کو انسانی پیمانوں سے تولنا اس کی بے مثل شان میں گستاخی ہے۔ اس سلسلہ میں عیسائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مالکِ کون و مکاں کا بیٹا کہتے ہیں گمراہی کی آخری حدوں کو چھوتے ہیں (For more detail please see appendix ii) آیہ مبارک 116 میں عیسائیوں کے ایسے جھوٹے مفروضوں کو رد کیا گیا ہے۔ فرمایا ......

وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ○

116- اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے کوئی بیٹا بنالیا ہے۔ حالانکہ وہ (ایسی باتوں سے) پاک ہے، بلکہ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے، سب اسی کا ہے۔ سب اسی کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ○

117- وہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے، اور اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو فرماتا ہے "ہوجا" تو وہ ہوجاتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا
يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ
كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ
قَوْلِهِمْ ؕ
تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ
قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○

118- اور جو لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے کہتے ہیں، ہم سے اللہ تعالیٰ کلام کیوں نہیں کرتا؟ یا ہمارے لیے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا؟ ان سے پہلے بھی کچھ لوگ یہی کہتے آئے ہیں۔ دراصل ان گمراہوں کے قلوب ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ بے شک ہم نے خوب وضاحت کردی ہے اپنی آیات کی یقین رکھنے والوں کے لئے۔

171- سب سے بڑا جھوٹ:-

عیسائیوں کا یہ نظریہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنالیا ہے سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ ربِ کائنات کی ذات پاک کو یہ نظریہ عیب دار بنا دیتا ہے۔ آیۃ مبارک 116 میں فرمایا گیا ہے "اور وہ (عیسائی) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بنالیا ہے بیٹا حالانکہ وہ ذات پاک ہے" اگر اس کا بیٹا ہے تو اس کا کوئی باپ بھی ہوگا۔ کوئی آباؤاجداد بھی ہوں گے اور پھر اس کے بیٹے کی بھی کوئی اولاد ہوگی، اس کی بیوی بھی ہونی چاہئے، اس کے بھائی بہن بھی ہوسکتے ہیں۔ اس کی خلق اور ملک میں شریک بھی ہونے چاہئیں اسے حمایتیوں اور مددگاروں کی بھی ضرورت ہوگی یعنی پھر تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں مکمل نہ ہوا (نعوذ باللہ)۔ مالک کون و مکاں خالق آسمان و زمین، واحدہٗ لاشریک کی حیثیت کسی قبیلے کے سردار جیسی ہوگی جو خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو اسکی طاقت کا انحصار بہرحال اپنے بیٹوں اور بھائی بندوں پر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے، ربِ کائنات پر بہت بڑا بہتان باندھنا اور دیدہ دلیری ہے۔ اس گمراہ کن نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے عیسائی پادریوں نے انجیل مقدس کو بھی بدل ڈالا اور اپنی طرف سے کئی اضافے بھی کر دیئے یہی وجہ ہے کہ آج کل بازار میں کئی مصنفین کے ناموں والی کئی ایک انجیل ملتی ہیں۔

Marfat.com

172-آسمانوں اور زمین کی ایجاد، ایک سائنسی نکتہ:-

عیسائیوں کے باطل عقیدہ کہ ''حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں'' کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ'' یہ اس کی شان نہیں وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد اور خالق ہے''۔ یہ اللہ کی واحدانیت پر بڑی زبردست دلیل ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت بھی ہے کہ کائنات ایک تخلیق ہے اس لئے اس کا کوئی آغاز بھی ہوگا۔ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے تک کائنات کے متعلق سائنسی نظریہ ہمیشگی کا تھا۔ یعنی کائنات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اس تھیوری کا نام (Steady State Universe) ''ہمیشگی کی تھیوری'' تھا۔ لیکن بعد کی دریافتوں نے قرآن پاک کی حقانیت کو سچ ثابت کیا کہ کائنات ایک ایجاد ہے یعنی یہ ہمیشہ سے نہیں نہ ہی زمان و مکان کا وجود ہمیشہ سے ہے بلکہ یہ سب اچانک ظہور پذیر ہوئے۔ ان سے پہلے ایک انہونی کیفیت تھی۔ اس انہونی (Nothingness) سے سب کچھ ہوگیا۔ اس نئی تھیوری کا نام بگ بینگ (Big Bang) تھیوری ہے جو کائنات کے بارے میں معتبر ترین تھیوری سمجھی جاتی ہے۔ عقل حیران ہے کہ سائنس ایک لمبے سفر کے بعد اس حقیقت تک پہنچی ہے جو قرآن کریم میں صدیوں پہلے ان واشگاف الفاظ کے ساتھ بتائی جاچکی تھی کہ ''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے''۔ یعنی کائنات ایک ایجاد ہے اور ایجاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے نہیں ہے اور اس سے پہلے بھی ویسی کوئی چیز نہیں تھی۔ (For details please see appendix IV , V , XXII)

173-کن فیکون، تخلیقی امر کا اصول:-

آیۂ مبارک 117 ہی میں آسمانوں وزمین یعنی کائنات کی ایجاد اور تخلیق کے ذکر کر کے فوراً بعد بتایا گیا ہے کہ یہ کیسے ہوا ہوگا۔ فرمایا ''اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی بات کا حکم فرماتا ہے تو کہتا ہے **کن** (ہوجا) اور **فیکون** (پس ہوجاتا ہے) یعنی زمین وآسمان (کائنات) کا وجود بھی اس اصول کے مطابق اچانک معرضِ وجود میں آیا تھا۔

اپنے عام معنی میں اس آیہ مبارک سے یہ سائنسی نکتہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تخلیقی امر ہمیشہ ہی اچانک اور فوری ہوتا ہے۔ اس میں کوئی وقت اور کوشش نہیں لگتی۔ کہا اور ہوگیا۔ یعنی بگ بینگ اللہ تعالیٰ کا ایک حکم تھا اور اس وقت سے تاقیامت کائنات میں تخلیقی امر اسی اصول کے پابند ہیں۔ جیسے ہی اس نے 'کن' کہا۔ ایک بالکل نئی تخلیق معرضِ وجود میں آگئی۔ کن فیکون وقت کا محتاج نہیں بلکہ وقت (Time) بھی اس کی تخلیق ہے جیسے مکان (Space) اس کی تخلیق ہے۔ نہ ہی اسے کسی چیز کو بنانے کے لئے پہلے سے موجود مادے (Materials) کی ضرورت ہے۔ نہ ہی اسے انجام دینے کے لئے وقت چاہئے۔ بلکہ 'کن' کے امر کے ساتھ ہی تمام طرح کے اسباب بھی پیدا ہوجاتے ہیں۔

تخلیقی اوامر کے اچانک معرضِ وجود میں آنے کی بات ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت ہے جس کی دریافت پر جدید سائنس فخر کرتی

Marfat.com

ہے۔اور یہ کوانٹم تھیوری (Quantum Theory) کی بنیاد ہے، اس کے مطابق نئی چیزوں کا ظہور آہستہ آہستہ نہیں بلکہ فوراً وقوع پذیر ہوتا ہے۔اسی طرح ایک حالت سے دوسری حالت میں تغیر بھی اچانک چھلانگ (Quantum Jump) سے ہوتا ہے جیسے کسی نے حکم دیا ''ہوجا اور وہ ہوگیا''۔

افسوس کہ سائنس ایجاد وتخلیق کے عمل کو سمجھ چکی ہے لیکن موجد اور خالق کی حقیقت سے نا آشنا ہے۔ چنانچہ آیہ مبارک 118 میں فرمایا گیا ہے کہ ایسے حقیقت نا آشنا اس سلسلہ میں رب السموات والارض کے بارے میں عجیب عجیب خود ساختہ نظریے رکھتے ہیں۔کبھی وہ اتحاد ثلاثہ (Trinity) باپ ماں اور بیٹے کے باطل نظریہ کا پرچار کرتے ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ کو ایک نہایت قد کاٹھ والے انسان کی صورت میں تصور کرتے ہیں، کبھی اس کا انکار کر دیتے ہیں، کبھی اس سے ہم کلام ہونا چاہتے ہیں، کبھی اس سے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں، جیسے رب تعالیٰ بھی انہی جیسی کوئی طاقت ہے جسے ان کی خواہشات کا احترام کرنا چاہئے۔ یہ سب لوگ گمراہ ہیں اور ہر دور اور ہر خطہ میں ان کی سوچ مزاج اور شخصیت ایک سی رہی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ترقی پسند کہتے ہیں لیکن درحقیقت ان سے بڑا قنوطیت پسند اور جاہل کوئی نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ کفر دور قدیم سے چلا آرہا ہے۔اگرچہ وہ اپنے تجربات اور حساب سے وہی کچھ دریافت کر رہے ہیں جو قرآن پاک کی آیات میں چودہ سو سال قبل بتا دیا گیا تھا، لیکن افسوس کہ وہ ابھی تک مخزن حقائق پر ایمان نہیں لائے۔

174- عظیم تر سبب (Super Dimension):-

آیۃ مبارک **کن فیکون** سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر واقعہ کے پیچھے رب العزت کی ذات پاک ہے۔سائنسی زبان میں کسی بھی واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کے لئے دو بنیادی سبب درکار ہیں ایک وقت (Time) اور دوسرا مکان (Space)۔ان میں (space) یعنی مکان کی تین بنیادی سمتیں (Dimension) ہیں یعنی طول، عرض اور موٹائی۔ یہ تینوں بنیادی سبب ہر چیز کے وجود کے احاطہ کے لئے لازمی شرط ہیں۔ان میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو کوئی مادی وجود ممکن نہیں۔ مثلاً صرف طول اور عرض خواہ کس قدر ہی بڑے ہیں اگر موٹائی نہیں تو کوئی چیز بھی معرض وجود میں نہیں آسکتی۔لیکن واقعہ کے ظہور پذیر کے لئے طول وعرض اور موٹائی بھی کافی نہیں۔اس کے لئے ایک چوتھا بنیادی سبب (Fourth Dimension) بھی چاہئے۔ جو وقت ہے۔صفر وقت (Zero Time) میں کسی واقعہ کا ہونا ناممکن ہے۔لیکن آیہ مبارک 116 سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان چاروں اسباب کے اوپر ایک اور عظیم تر سبب بھی ہے اور وہ رب تعالیٰ کا امر ہے۔ جب تک امر ربی نہ ہوگا زمان ومکان بھی حرکت نہیں کریں گے۔لہٰذا یہ وہ سپر ڈائمنشن (Super Dimension) ہے جس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔**واللہ محیط علی کل شیی**۔اللہ کے فرشتے، غیبی طاقتیں اور غیبی اسباب اس عظیم تر سبب کے ذیلی اسباب (Minor Dimensions) ہیں۔ یہ بات خوش کن ہے کہ جدید سائنس نے اب زمان ومکان کی چار سمتوں کے علاوہ بھی سوچنا شروع کیا ہے اور بعض سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کائنات میں درجنوں اور بنیادی اسباب ہوسکتے ہیں۔ کاش کہ انہیں مسبب

Marfat.com

الاسباب کی بھی سمجھ آجائے۔ (For more detail please see appendix ii,iii,iv,v)

آگے آنے والی آیات واضح کرتی ہیں کہ رب کائنات کے بارے میں جو کچھ قرآن حکیم میں فرمایا گیا اس کے علاوہ باقی سب عقیدے باطل ہیں اور باطل عقیدوں کے ماننے والے ہمیشہ مسلمانوں اور اسلام کی مخالفت کریں گے۔ اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ نہ صرف اپنے آپ کو باطل عقیدہ والوں کے اثرات سے بچا کر رکھیں بلکہ ساری دنیا کو گمراہی سے بچانے کے لئے اسلام کے نور کی روشنی کو پھیلائیں۔ فرمایا......

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَ
نَذِيرًا ۖ
وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ ○

119- بے شک ہم نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ خوشخبری سنانے والے، اور عذاب سے ڈرانے والے،
اور آپؐ سے دوزخ والوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ
حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ
إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۗ
وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم بَعْدَ ٱلَّذِى
جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ ۙ
مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ○

120- اور (یاد رکھئے) یہود ونصاریٰ آپؐ سے ہرگز راضی نہ ہونگے۔ جب تک کہ آپؐ ان کے دین کی پیروی نہیں کرتے۔
لہٰذا آپؐ فرما دیجئے، بے شک اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے۔
اور اگر آپؐ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی بعد اس کے کہ آپؐ کے پاس علم یعنی (وحی الٰہی) آچکا ہے،
تو پھر آپ کا (بھی) اللہ کی طرف سے کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

-121　جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی، اور تلاوت کرتے ہیں اس کی جیسے اسکی تلاوت کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ اور جو اس سے انکار کریگا پس وہ نقصان اٹھائے گا۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

-175 ہادی اعظم:-

سرور کائنات رحمت اللعالمین ﷺ کو لوگوں کے گمراہ ہونے کا بڑا قلق ہوتا تھا۔ بہت فکر کرتے کہ باطل نظریات کے پیچھے لوگ عیسائی، یہود، مشرکین، کافر اور منافق بن کر دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ آیۃ مبارک 119 میں اللہ تعالیٰ حضور پاک ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ کا کام لوگوں پر حقائق واضح کر دینا ہے، لوگوں کو جنت کی خوشخبری اور دوزخ کی وعید دینا ہے۔ ماننا یا نہ ماننا ان کا اپنا کام ہے۔ آپ سے ان کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا کہ یہ دوزخ میں کیوں پہنچ گئے۔ آپ کا حق تبلیغ ہے جو آپ نے ادا کر دیا (ﷺ) آپ کے بعد یہی احکام امت محمد یہ کیلئے ہیں مسلمان کا کام خود حق پر عمل کرنا اور دوسروں تک حق کو واضح طریقہ سے پہنچا دینا ہے۔ باقی وہ مانیں یا نہ مانیں یہ ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔

-176 یہود و نصاریٰ کی سیاست:-

آیۃ مبارک 120 مسلمانوں کے لئے دنیا میں رہنے کا فارمولا ہے، کہ وہ کٹر یہود و نصاریٰ کی اصلاح پر زیادہ فکر مند ہونے کی بجائے اپنے آپکی خبر لیں۔ فرمایا ''وہ ہرگز تم سے خوش نہ ہوں گے حتیٰ کہ آپ ان کی خواہشات کے مطابق نہ ہو جائیں۔'' یہ ایک نہایت اہم لائحہ عمل کی طرف واضح حکم ہے۔ اس سے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی سیاست سمجھنے میں بھی بہت مدد ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی سیاہی کو ظاہر کر دیا ہے۔ افسوس کہ آج کے مسلمان اس بات کو نہیں سمجھتے۔ اگرچہ آئے دن کے واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ اکثر غیر مسلموں کی ایک ہی خواہش ہے کہ مسلمان دین حق چھوڑ کر ان کے طریقوں پر چلنے لگیں۔ اگر آپ ان کے طور طریقوں، ان کی قدروں، ان کی تہذیب، ان کی سی مادر پدر آزادی، ان کی طرح دین سے بیزاری کو اپنا طریقہ بناتے ہیں تو وہ آپ کو برداشت کرتے رہیں گے لیکن جونہی اسلام اور اسلامی نظام حیات کی بات کرو گے یا اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ فوری ردعمل دکھائیں گے۔ پھر کبھی تمہیں رجعت پسند، کبھی بنیاد پرست، کبھی وحشیانہ فرسودہ رسم و رواج کے پیروکار کے خطابات سے نوازیں گے۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک اسلام ہی ان کی باطل اور فرسودہ تہذیب کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ لہٰذا وہ ہمیشہ سے اسلام کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔

Marfat.com

ان کی عیاری، مکاری اور جفاداری سے بچنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ مسلمان کفر سے کسی طرح کا سمجھوتہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا علیحدہ اسلامی تشخص قائم رکھنے کی تلقین کرتا ہے اور بڑے واضح اور سخت الفاظ میں تنبیہ کرتا ہے کہ اسلام کے بعد اگر مسلمان غیر مسلم اقوام کی خواہشات کے پیچھے لگے تو پھر اللہ کی طرف سے انہیں کوئی مدد نہیں آئے گی۔ اور یہی کچھ ہو رہا ہے۔ جب سے مسلمانوں نے مسلمانوں کی بجائے ہنود، یہود اور نصاریٰ وغیرہ سے دوستی کو ترجیح دینا، اور انکی پیروی میں اسلامی نظام حکومت کی بجائے سیکولرزم کو اہمیت دینا شروع کی ہے وہ بے یار و مددگار ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرکین ان سے پوری طرح خوش نہیں ہوئے۔ حالانکہ وہ انہی کے طور طریقوں (Way of Life) کی طرف بڑھ رہے ہیں یعنی وہ ماڈرن بنی اسرائیل بن چکے ہیں۔ اگلی آیہ مبارک میں انہی کی داستان (case history) کے کچھ پہلوؤں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے تاکہ مسلمان اس سے سبق سیکھ کر گمراہی سے بچ جائیں، فرمایا.....

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىٓ
اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○

122- اے بنی اسرائیل، میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی اور بے شک میں نے تمہیں کائنات میں بزرگی عطا فرمائی۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا
لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا
وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ
وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ
وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

123- اور تم اس دن سے خوف کھاؤ جس دن کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے کام نہ آئے گا۔ اور نہ ہی اس سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا۔ اور نہ ہی انہیں کوئی سفارش فائدہ دیگی۔ اور نہ ہی انہیں کوئی مدد دی جائے گی۔

177- بنی اسرائیل کی فضیلت:-

جیسا پہلے بھی ذکر ہوا ہے بنی اسرائیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اس طرح ان کی یہ خصوصیت اپنی جگہ تھی کہ وہ جلیل القدر انبیاء اکرام کی اولاد میں سے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی ایک خاص فضیلت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بے شمار پیغمبر بھیجے اور دنیا میں اس قدر پیغمبر کسی دوسری قوم میں نہیں آئے۔ اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی ذہانت، حکمت اور حکومت عطا کی جو بے مثل تھی۔ اس لحاظ سے وہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں

Marfat.com

ممتاز ترین قوم تھے۔ جہاں تک عالمین میں بزرگی کا معاملہ ہے تو اس ضمن میں قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ بحیثیت بنی آدم ہر آدمی ہی بزرگ و محترم ہے۔ بنی اسرائیل چونکہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں افضل تھے اس لئے اس وقت وہ تمام کائنات میں بھی بزرگ ترین قوم تھے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اس عظیم الشان نعمت کے بدلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے لیکن انہوں نے ان سب انعامات کو اپنی ذاتی قابلیت سمجھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کی بجائے وہ آہستہ آہستہ اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں پر فخر کرنے اور اپنے آپ کو خصوصی نسل کے انسان سمجھنے لگے کہ دنیا میں ان کے مقابلہ کا کوئی اور انسان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ان کے غرور کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے سوا باقی سارے جہاں کو اُمی یعنی جاہل (gentile) کہتے۔ سبحان اللہ کہ حضور ﷺ کی بعثت نے اس لفظ اُمی کی فضیلت اس قدر بڑھادی کہ اسکے معنی ہی بدل گئے لیکن بنی اسرائیل پھر بھی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور اسلام کو غرور اور حسد کی بنا پر ٹھکرادیا۔ اس انتہائی غیر ذمہ دارنہ طرزِ عمل پر آیہ کریمہ 123 میں ان کو سنگین نتائج کے متعلق تنبیہ کی گئی ہے کہ روز جزا وہ ہوں گے اور انکے اعمال۔ گنہگاروں کیلئے کوئی سفارش، کوئی تعلق یا معاوضہ کام نہیں آئے گا۔ دنیا میں جس روپے پیسے کے بل پر وہ ہر چیز خریدنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہاں یہ سب کچھ نہیں چلے گا۔ اس لئے ان کو چاہئے کہ ابھی سنبھل جائیں اور نبی آخرالزماںؐ پر ایمان لاکر اپنی آخرت بہتر بنائیں۔ ورنہ موت کے بعد صرف پچھتاوا ہی پچھتاوا ہو گا۔ آیۃ مبارک 123 کی یہ ودیعت دنیا بھر کے انسانوں کے لئے حقیقی ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ خصوصی طور پر لمحہ فکریہ ہے۔

178- اللہ کی نعمتوں کا شکرانہ:-

آیۃ مبارک 122 میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر اور انکا شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے ہر آدمی کا یہ فرض ہے کہ چیزوں کو ان کے روحانی پہلو سے دیکھے۔ یعنی مخلوق سے خالق کی معرفت حاصل کرے اور سوچے کہ اگر ان میں سے کوئی چیز نہ ہوتی تو پھر کیا ہوتا، تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرسکیں۔ اسکے فضل کے گن گاتے رہیں اور اسکی نعمتوں کو اچھے کاموں میں صرف کریں اور یوں اپنے رب کے نام کو دنیا میں بلند کریں۔ یاد رہے کہ نعمت کا ذکر کرنے اور شکر ادا کرنے سے ہمارا مالک خوش ہوتا ہے اور اپنی نعمتوں کو مزید بڑھاتا جاتا ہے۔

179- حق شفاعت:-

آیۃ مبارک 123 اس بات کی زبردست یاددہانی ہے کہ روز جزا آنے ہی والا ہے، اس وقت کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے کام نہیں آئے گا۔ کوئی معاوضہ قبول نہیں ہوگا اور جو لوگ یہودی کریکٹر رکھتے ہیں ان کے لئے کسی کی سفارش یا شفاعت فائدہ نہیں دے گی۔ گویا حق شفاعت کیلئے بھی اہلیت ضروری ہے اللہ تعالیٰ جن کو چاہے گا حق شفاعت عطا کرے گا۔ سرور کائنات ﷺ کی شفاعت مسلمہ ہے۔

180- حضور پاک ﷺ کے امتیوں کی فضیلت:-

آیۃ مبارک 122 میں بنی اسرائیل سے یہ فرمایا ''میں نے تمہیں العالمین پر فضیلت عطا فرمائی'' اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی

Marfat.com

وقت بنی اسرائیل واقعی تمام نوع انسانی، حیوانی، ملکوتی، جناتی وغیرہ سب مخلوقات سے افضل تھے اور ان کی یہ فضیلت عالمین میں ہر جگہ تھی۔ عالمین کا لفظ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ کائنات میں کئی جگہ زندگی ہو گی اور ان میں سمجھدار مخلوقات بھی ہیں لیکن انسان اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے سب پر فضیلت رکھتا ہے۔ تاہم انسانوں میں مقام فضیلت قوم درقوم، فرد درفرد بدلتا رہتا ہے۔ ایک وقت تھا جب بنی اسرائیل اس اعلیٰ ترین منصب کے حامل تھے لیکن جب انہوں نے اپنے اس عالی مقام کے روحانی اور انسانی تقاضے پورے نہ کئے تو ان سے یہ عزت چھین لی گئی۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد آپ کی بدولت یہ فضیلت آپؐ کے مقدس ساتھیوں کو تفویض ہوگئی اور اب یہ مقام عالی وقار ہر اس قوم، قبیلہ، گھر اور فرد کو ملتا رہے گا جو زمین پر اللہ تبارک تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کا حق ادا کریں گے۔ آپؐ سے پہلے ایسی ہی ذی وقار ہستیوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جن کا ذکر خیر آیت 124 میں ہو رہا ہے۔ فرمایا ....

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ
بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ
قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ
لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ
قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ
قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ○

124- اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم علیہ السلام کو اسکے رب نے چند باتوں میں آزمایا، اور اس نے ان کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا" بے شک میں نے تمہیں دنیا بھر کے لوگوں کے لئے امام مقرر کیا"۔ (اس پر ابراہیم نے) کہا، کیا میری اولاد میں سے بھی؟
(اللہ نے) فرمایا،
"میرا یہ وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچے گا"۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
وَاَمْنًا ؕ
وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ
وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ
لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُوْدِ ○

125- اور (وہ موقع بھی یاد کیجئے) جب ہم نے بیت المکرم کو لوگوں کے اجتماع کی جگہ بنایا، اور مقام امن۔
اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ
اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے عہد لیا
کہ وہ دونوں میرے گھر کو پاک وصاف رکھیں گے،
طواف کرنے والوں کے لئے،
اعتکاف کرنے والوں کے لئے،
اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے۔

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ
هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ
مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ
فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ
اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ
وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ○

126- (اور وہ وقت بھی یاد کیجئے)
جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا
اے رب اس شہر (مکہ) کو جائے امن بنادے،
اوررزق دے مختلف پھلوں کا اسکے باشندوں کو
جو ان میں سے اللہ تعالیٰ اور
یوم آخرت پر ایمان لائیں۔
(اس پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا،
"جو کافر ہوا اسے بھی میں یہ متاع دوں گا
(زندگی کا) تھوڑا عرصہ"۔
پھر میں اسے آگ کے عذاب کی طرف (جانے پر)
مجبور کردونگا۔
جو رہنے کی بدترین جگہ ہے۔

181-امتحان ، شرف بزرگی کی شرط:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام تاریخ عالم کی وہ واحد ہستی ہیں جنہیں تمام ادیان کے پیروکار اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں۔ بالخصوص مسلمان، عیسائی اور یہود کے پیغمبروں کے وہ مورث اعلیٰ ہیں۔ انہیں یہ مقام کیوں اور کیسے حاصل ہوا؟ آیہ مبارک 124 بتاتی ہے کہ یہ عالی مرتبہ کچھ یونہی نہ مل گیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی طرح کے امتحانوں میں ڈالا اور وہ عظیم انسان ہر امتحان میں کامیاب وکامران رہا۔ سخت سے سخت موقع پر بھی کسی طرح کا ضعف نہیں دکھایا۔ حتیٰ کہ آگ نمرود میں بھی ہنسی خوشی اتر گئے۔ یوں آیہ مبارک 124 سے صاف ظاہر ہے کہ فضل ربی اپنی جگہ پر ٹھیک ہے لیکن سنت ربی یہی ہے کہ وہ اپنے لئے اپنے بندوں کی محبت اور ایمان کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے اور جو لوگ صبر وتحمل، ایمان ورضا سے ان آزمائشوں میں پورے اترتے ہیں رب کائنات اپنی طرف سے انہیں خصوصی فضیلت اور انعامات سے نوازتا ہے۔ اس ضمن میں سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ وہ انہیں امام الناس یعنی انسانوں کی ہدایت کے لئے چن لیتا ہے۔ اس لئے ان کی امامت عارضی نہیں ہوتی بلکہ رہتی دنیا تک لوگوں کے دلوں پر رہتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اگر اللہ چاہے تو بیٹھے بٹھائے بھی سب کچھ دے

دے لیکن اعلیٰ ترین مقامات کی عطا کے لئے وہ اپنے پیاروں کو ضرور بڑے بڑے امتحانوں سے گذارتا ہے۔خود حضورﷺ کو جن آزمائشوں سے گزرنا پڑا وہ تا قیامت آنے والے انسانوں کے لئے مثالی ہیں۔

182- روحانی سلسلے:-

آیتہ مبارک 125 کا دوسرا حصہ بھی قابل غور ہے جب ابراہیم علیہ السلام کو امام الناس بننے کی خوشخبری سنائی گئی تو اولاد سے بشری محبت کی وجہ سے چاہا کہ یہ منصب ان کی اولاد کو بھی ملتا رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میرا یہ وعدہ ظالموں کے لئے نہیں'' یعنی جو ظالم نہیں ان کے لئے منظور ہے۔اس فرمان سے بزرگی کا وراثت میں منتقلی کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔صالح اور نیک اولاد اگر اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چل کر اسلام پر عمل کرتی رہتی ہے تو وہ ان کی بزرگی کے بھی وارث ہیں۔اس شرط کے ساتھ روحانی سلسلے جاری وساری رہتے ہیں لیکن اگر اولاد مقام بندگی سے گر گئی تو مقام بزرگی سے بھی گر جائے گی۔

183- تعمیر خانہ کعبہ:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر کی بنیادوں پر خانہ کعبہ کو اٹھانے اور آباد کرنے کا حکم ہوا جو آپ اور آپ کے قابل قدر فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بنایا آیہ مبارک 125 کا یہ بیان معجزانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ بنایا۔اس بات کو اگرچہ چار ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا ہے۔بے شمار تہذیبیں آئیں اور گئیں لیکن اس گھر کے طواف کرنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی گئی ہے۔کوئی ایسا وقت نہیں کہ کبھی یہ خالی ہو۔سرور کائناتﷺ کی بعثت کے بعد تو اس گھر کی رونق کو چار چاند لگ گئے اور دنیا کے کونہ کونہ سے لوگ طواف کیلئے جوق در جوق آتے رہتے ہیں اور یہ تعداد دن بدن بفضل حق تعالیٰ بڑھ رہی ہے۔یوں دنیا قرآن حکیم کی آیت 125 میں دی گئی خبر کی خود گواہ ہے۔ **(For details see Appendix XXI)**

184- حرمت اور امن کا گھر:-

آیتہ مبارک میں یہ فرمان کہ ''ہم نے (کعبہ کو) امن کا گہوارہ بنا دیا''۔ایک اور معجزانہ حقیقت ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ یہ گھر ہمیشہ سے امن کا گھر رہا ہے۔حتیٰ کہ حج کے زمانہ میں تو یہاں حقیر سے حقیر مخلوق کو بھی امن اور تحفظ ملتا ہے۔اس کے اردگرد کی زمین جسے حرم کہا جاتا ہے وہاں پر خون بہانا بالکل منع ہے۔ اس پر بھی تاریخ گواہ ہے کہ اگر کسی نے اس کی حرمت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل وخوار کر کے تباہ کر دیا۔ہاتھی والے ابرہہ کے واقعہ کا خود اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ فیل میں ذکر کر کے اس بات کو ہمیشہ کے لئے مثال بنا دیا ہے۔جب بھی کوئی شیطانی ہاتھ خانہ کعبہ میں امن وامان خراب کرنے کی کوشش کرے گا تو انشاء اللہ ابرہہ کی طرح بالآخر ذلیل وخوار ہو گا۔جس طرح خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اسی طرح باقی مسجدیں بھی جو رب تعالیٰ کے نام پر بنائی جاتی ہیں اسی کا گھر ہیں۔ اسلئے ہم سب کے لئے مقدس ہیں اور ان کی حرمت بھی لازم ہو جاتی ہے۔

185- مقام ابراہیم اور دیگر مقدس مقامات کی فضیلت :-

خانہ کعبہ کا انچ انچ مقدس ہے اور اس میں کسی جگہ بھی نماز پڑھیں ایک لاکھ گنا ثواب ملتا ہے لیکن وہ جگہ جس جگہ حضرت ابراہیم نماز پڑھا کرتے تھے اس کے تو کیا ہی کہنے کہ خود رب العزت فرماتے ہیں ''مقام ابراہیم پر نماز پڑھو'' اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صالح بندے جس جگہ نماز پڑھتے ہیں یا عبادت کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان محبوب ہستیوں کی نسبت سے ان جگہوں کو بھی خصوصیت بخش دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے سرور کائنات ﷺ کی نسبت سے جو مقام ہیں ان کی خوش بختی کے کیا کہنے۔ غار حرا، غار ثور، مسجد نبویؐ، آپ ﷺ کا جائے مولود، سبھی بابرکت اور خصوصی اہمیت کی حامل جگہیں ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے شہر مکہ مکرمہ کا نہایت پیار سے ذکر فرمایا ہے۔ وَ **هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ** اسی دلیل کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ جگہیں بھی جہاں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے دفن ہیں اپنی اہمیت کی خود حامل ہیں لیکن ان کے ادب اور تقدس میں کسی بھی طرح کا شرک سخت گناہ کا باعث ہوگا۔

186- مساجد کا انتظام :-

آیۃ مبارک 125 میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کو صاف اور پاک رکھنے کی ذمہ داری عطا کی گئی تا کہ طواف، اعتکاف، نماز، اذکار، غرض ہر طرح کی عبادت کے لئے اسے خوب صاف ستھرا رکھا جائے۔ صفائی اور پاکی کے اس حکم کا اطلاق باقی تمام مسجدوں پر بھی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے گھر ہیں۔ مسجدوں میں کسی طرح کی گندگی پھیلانا سخت گناہ ہے اور انہیں کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے کوشش کرنا سنت ابراہیمی ہے جو نہایت ثواب کا باعث ہے۔

187- دنیا میں خوش حالی :-

آیت نمبر 126 اس بات کی بھی وضاحت کرتی ہے کہ دنیا پر کسی آدمی کا رزق اس کے دین پر منحصر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس تھوڑی سی زندگی میں رزق کے دروازے سبھی پر کھول دیئے ہیں۔ کافر ہو یا مومن اللہ تعالیٰ کسی کا رزق اس کے مذہب کی وجہ سے کم یا زیادہ نہیں کرتا۔ وہ سب کا رب ہے۔ اس نے اپنی ہر مخلوق کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔ اگر کچھ لوگ بھوکے مرتے ہیں تو اس کی ذمہ داری انہی پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اصول رزق پر عمل نہیں کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مومنین کے لئے خصوصی رزق کی دعا کے ساتھ اسے کافروں پر سے روک دینے کا سوال کیا لیکن رحمان ورحیم رب نے جو فرماتے ہیں ''**ولقد کرمنا بنی آدم** ۔(سورہ بنی اسرائیل آیت مبارکہ 70) ہم نے بنی آدم کو (بلا لحاظ مذہب وملت) مکرم کر دیا ہے۔'' حضرت ابراہیم کو سمجھایا کہ دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کسی کے بدعتقاد یا مذہب کی وجہ سے اس پر رزق بند نہیں کرے گا۔ وہ تو سانپ اور سور جیسی مخلوق کی پرورش بھی کرتا ہے۔ آیہ مبارک 126 سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ چونکہ رزق کی فراہمی کا ذمہ رب تعالیٰ نے خود اپنے سر لیا ہے اس لئے کسی کے رزق کی تنگی کے لئے دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ البتہ آخرت صرف مومنین ہی کے لئے ہے۔ اس لئے دنیاوی زندگی کی تنگی ترشی کو صبر اور دیانت داری سے برداشت کرنا مسلمانوں کا شیوہ ہے اور یہی مومن اور کافر کی سائیکی

Marfat.com

(Psychy) میں واضح فرق ہے۔ جبکہ مومن آخرت کے لئے جیتا ہے، اور کافر دنیا کے لئے اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا چونکہ کافر ارضی حیات کو ترجیح دیتا ہے اس لئے اسکا جھکاؤ ارضی چیزوں کی طرف زیادہ ہوتا ہے، جبکہ مومن روحانی حیات کا شوق رکھتا ہے اس لئے وہ حیات بعد الموت کے فوائد کے لئے کوشش کرتا رہتا ہے۔ یاد رکھیے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی حیثیت مکھی کے پر برابر بھی ہوتی تو کفار پر تنگ کردی جاتی یہ ایک عجیب سائنٹیفک بات ہے جس کا ادراک 20 صدی میں ہوا کہ مجموعہ کائنات میں ہماری یہ زمین جس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر انسان لڑتے رہتے ہیں درحقیقت اس کی حیثیت ایسے ہے جیسے صحرائے اعظم میں ریت کوئی ذرہ ہے یا اس سے بھی کم ہے اس لئے مومنین کو کافرین کی دولت اور خوشحالی پر رشک نہیں کرنا چاہئے۔ یہ سب کچھ انتہائی عارضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس اسلام کی دولت ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔

اگلی آیات کریمہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ ہی سے ہیں۔ آپ کا ایک اور عظیم یادگار کارنامہ یہ بھی ہے کہ جب اسلام دنیا سے اٹھ چکا تھا، آپ نے اسے دوبارہ زندہ کیا اور ایمان لانے والوں کے لئے مسلم نام کو اپنایا۔ اس لئے اگر عیسائی اور یہود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں تو انہیں بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہلانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں....

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

127- اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ابراہیم اس گھر (خانہ کعبہ) کی بنیادیں اٹھا رہے تھے، اسماعیل بھی ان کے ساتھ تھے۔ (وہ دونوں دعا کرتے تھے) "اے ہمارے رب تو (یہ خدمت) ہم سے قبول فرما، بے شک تو سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ
وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪
وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا ۚ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

128- اے ہمارے رب، ہمیں اپنے لئے مسلمان (فرمانبردار) بنالے، اور ہماری اولاد کو بھی اپنے لئے امت مسلمہ بنا،
اور ہمیں (دین کے) طریقے بتا،
اور ہمارے اوپر مغفرت فرما۔
بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا

Marfat.com

اور رحم کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ع

129- اے ہمارے رب ، اور ان میں سے ایک (عظیم الشان) رسول اٹھا، جو ان پر تیری آیات پڑھ کر سنائے۔ اور انہیں کتاب (وحی) کی تعلیم دے اور حکمت سکھائے، اور انہیں (گناہوں کی آلودگی سے) پاک وصاف کرے۔ بے شک تو ہر قسم کی طاقت رکھنے والا اور حکمت والا ہے۔

188- وقتِ محنت، وقتِ دعا:-

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی پہلی فکر اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی رضا ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جب کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو یہی فکر ان کو دامن گیر تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمالے اور یہ کہ انہیں ہمیشہ اپنا ہی تابعدار رکھے۔ سبحان اللہ، نہ اپنی عبادت پر کوئی فخر، نہ اپنے کام اور جدو جہد پر کوئی مان۔ اپنے مسلمان ہونے پر بھی مطمئن نہیں بلکہ نہایت عاجزی سے دعا کرتے ہیں" ہم دونوں کو اپنا مسلمان یعنی اپنا ہی تابعدار بنا اور ہماری اولاد کو بھی امت مسلمہ تا کہ زندگی رب العزت کے حضور" حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، یارب میں حاضر ہوں" **لبیک لبیک اللھم لبیک** کے تصور کے ساتھ حاضری میں گذر جائے۔ آیہ مبارک 128 سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انسان صرف اپنے ہی دین کی فکر نہ کرے بلکہ اپنی اولاد کیلئے بھی فکر مند ہو اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے دعا کرتا رہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہی جئیں اور اسی کے لئے مریں۔

(For details see Appendix XXI, V)

189- عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا:-

جب خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھنے لگتی ہیں اور مانگی جانے والی دعاؤں میں خشوع وخضوع انتہا کو پہنچتا ہے تو دونوں باپ بیٹا عرض کرتے ہیں" یا اللہ ہماری اولاد میں سے، یعنی نسل اسماعیل میں سے وہ عظیم الشان رسول پیدا کر، جو دنیا بھر کو اللہ کی کتاب، اس کی تلاوت

Marfat.com

اور حکمت کی تعلیم دے اور وہ اللہ کے دین کی روشنی سے ساری دنیا کو منور کر دے"۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق ان کے 2500 سال بعد اس دعا کی قبولیت کا سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی صورت میں اظہار فرمایا۔

190- سرور کائنات ﷺ کا مشن:-

یہ آیتہ مبارک نبی پاکؐ کے مشن کی عکاسی کرتی ہے۔ آپؐ کی بعثت کا مقصد صرف قرآن پاک کی تنزیل نہیں تھا جیسے کچھ کوڑھ مغز جاہل رسول پاک ﷺ کو محض رب کا ڈاکیا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو آپؐ کے کام کا صرف نکتہ آغاز ہے۔ اصل کام تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس اور حکمت و دانش کا عملی طور پر سبق سکھانا اور مضبوط بنیادوں پر اسلام کا نفاذ تھا۔ آپ ﷺ نے جس شاندار طریقہ سے اپنے ذمے لگے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا وہ لاجواب ہے۔ آپؐ قرآن حکیم کے اول اور آخر مفسر ہیں، پہلے حافظ اور استاد ہیں، سب سے پہلے اس پر عمل کرنے والے ہیں، اور پھر اپنے رب تعالیٰ کی حکمتیں جو اس نے آیات قرآنی میں رکھ دی ہیں ان حکمتوں کی تفصیلات کو انسانیت پر واضح کرنا بھی آپؐ کے مشن میں شامل ہے اور اس سے بھی آگے بڑھ کر لوگوں کے قلوب کا تزکیہ بھی آپ کی ذمہ داری ہے جس کیلئے حضور ﷺ بڑی محنت سے صحابہ کرام کی تربیت فرماتے، الحمد للہ! آج بھی اپنے عاشقین کی عالم غیب سے قدر دانی کرتے ہیں۔ آپؐ کی ان تمام تعلیمات کا نچوڑ احادیث کے مجموعہ جات ہیں جن کے بغیر قرآن حکیم کی حکمتوں کا ادراک ناممکن ہے اور ان کا انکار رسالت مآبؐ کے منصب سے انکار کے مترادف ہے۔ آپؐ کی ذات پاک ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی عملی صورت ہے۔ آپؐ پر دینِ ابراہیمی کی تکمیل ہوئی، انشاء اللہ یہ فیض تا قیامت قائم رہے گا۔ اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے آیہ کریمہ 130 اور اس کے بعد آنے والی آیات حضرت ابراہیمؑ کے حوالہ سے اسلام کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ فرمایا......

وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

130- اور کون ہے جو ملت ابراہیم سے منہ موڑے سوائے اسکے جو خود کو ہی بیوقوف بناتا ہے۔
اور بے شک ہم نے اسے دنیا میں برگزیدہ بنایا تھا
اور آخرت میں بے شک، وہ صالحین میں سے ہوگا۔

Marfat.com

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

131- جب اس کے رب نے اسے فرمایا ''اسلم'' (سر تسلیم خم کرو) تو اس نے کہا ''اسلمت'' ''میں ربّ العالمین کے لئے سر تسلیم خم کرتا ہوں''

191- دین ابراہیمی:-

ابراہیم علیہ السلام کا دین خالص اسلام ہے۔ انہوں نے بلا شک وشبہ اپنے آپ کو رب العالمین کی محبت اور رضا کی خاطر مخصوص کر دیا۔ ان کی سنت یہ ہے کہ انسان سب سے کٹ کر صرف اپنے رب کا ہو جائے اور اس کی ربوبیت میں کسی اور کے شریک ہونے کا سختی سے انکار کر دے، لیکن نصاریٰ، یہود اور کئی دوسرے مذاہب والے اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو مانتے ہیں، لیکن ان کے دین میں شامل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کسی اور کو نہیں بلکہ خود اپنے آپ ہی کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعلق ہے انہوں نے تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دیا تھا اور رب العزت نے بھی اس کے عوض انہیں ساری دنیا میں سے چن لیا اور امام انسانیت بنا دیا۔ سبحان اللہ! کہ چار پانچ ہزار سال گزرنے کے باوجود آج بھی سارے مذاہب کے پیروکاران کا برابر احترام کرتے ہیں اور آخرت میں وہ صالحین کی اگلی صفوں میں بیٹھے ہوں گے۔ تو یہ ہے وہ انعام جو مالک کون ومکان اپنے سچے مسلمانوں کو عطا کرتا ہے۔ دنیا سے بھی انکا لوہا منواتا ہے اور آخرت میں بھی مقام عزت عطا کرتا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ دنیا وآخرت کی یہ عزت صرف اور صرف انہی کو ملے گی جو دین ابراہیمی پر قائم ہیں جس کا نام اسلام ہے۔ حضرت ابراہیم اسی نسبت سے اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے تھے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے رب سے محبت کرے اور اس کی غلامی اختیار کرے، اسی کا نوکر بن جائے، اسی کے احکام کو بسر وچشم پورا کرے، اس کی رضا کیلئے جیئے، اسی کی رضا کیلئے مرے۔ اگلی آیات کریمہ یہ بتا رہی ہیں کہ تمام جلیل القدر پیغمبروں کی یہی سنت ہے اور چاہیے کہ آدمی اپنی اولاد کو بھی اس طرف راغب کرے اور دین کے مطابق تعلیم و تربیت کرے۔ فرمایا......

وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ۝

132- اور ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنی اولاد کو دین کی وصیت کی اور (انہی کی طرح) یعقوب نے بھی ''اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک دین چن لیا ہے سو تم نہ مرنا، مگر مسلمان رہتے ہوئے۔

Marfat.com

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○

133- کیاتم اس بات کے گواہ ہو کہ، جب یعقوب (علیہ السلام) پر موت حاضر ہوئی ، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا، ''تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟'' وہ بولے،''ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی، اور آپ کے آباؤاجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی،''معبود واحد'' اور ہم صرف اسی کے مطیع وفرمانبردار ہوں گے۔

(نوٹ: آیۃ مبارک 133 میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی حضرت یعقوبؑ کے آباؤ میں سے کہا گیا ہے حالانکہ وہ باپ نہیں بلکہ چچا تھے۔ دراصل عربی محاورہ میں ادب کی خاطر بعض دفعہ چچا کو باپ ہی لکھا جاتا ہے۔ اس ضمن میں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آذر حضرت ابراہیمؑ کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا۔ آپؑ کے باپ کا نام تارح بتایا گیا ہے)۔

192- موت آئے ،مگر مسلمانی میں:-

انسان کا حساب کتاب اس حالت پر ہوتا ہے جس حالت پر وہ مرتا ہے۔ آیہ مبارک 132 ہماری توجہ اس طرف مبذول کراتی ہے کہ ہم زندگی بھر مسلمان رہیں اور وقت آخر بھی مسلمان ہوں۔ ''سو تم نہ مرنا مگر مسلمان ہوتے ہوئے'' ہر انسان کی یہ دعا ہونی چاہئے کہ میں مسلمانی کی حالت میں مروں، ہر ماں باپ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح یہ وصیت ہونی چاہئے کہ ''ان کی اولاد اللہ واحد کی مطیع اور فرمانبردار رہے''۔ اس سے بڑی کوئی وراثت نہیں جو انسان اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔

افسوس کہ آج لوگ اپنے وارثوں کی ذہنی اور روحانی تربیت کی فکر نہیں کرتے بلکہ موت کے وقت جب اگلا جہاں ان کے عین سامنے ہوتا ہے اس وقت بھی ان کی وصیتیں دنیاوی معاملات کے متعلق ہی ہوتی ہیں۔ جبکہ پیغمبروں کی یہ سنت ہے کہ اپنی اولاد کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اس لئے چاہیے کہ وقتِ نزع کے قریب مرنے والا اگر ہوش میں ہو تو دنیاوی باتوں کی بجائے اپنے

Marfat.com

لواحقین کو دین پر چلنے کی تاکید کرے۔ نبی آخر الزماں ﷺ بھی جب اس عارضی جہاں سے رخت سفر باندھ رہے تھے تو آس پاس کھڑے اہل خانہ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کو صلوٰۃ ، صلوٰۃ ، صلوٰۃ کی تلقین فرما رہے تھے۔

آیۃ مبارک 133 میں بنی اسرائیل کا یہ وعدہ کہ ہم صرف معبود واحد کی عبادت کریں گے عیسائیوں کے لئے تازیانہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ صرف اس کے بندے اور رسول تھے اور آخرت میں ان کے کسی کام نہیں آسکتے۔ وہاں آدمی کی قدر صرف اور صرف اس کے اپنے ایمان اور اعمال کے مطابق ہوگی۔ فرمایا......

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

134- وہ ایک امت تھے جو گزر گئے،
ان کے لئے وہ جو انہوں نے کمایا
اور تمہارے لئے وہ جو تم نے کمایا۔
اور تم سے نہ سوال ہوگا کہ وہ کیا کرتے
تھے۔

193- ذمہ داری اپنی ہی ہے:-

آیۃ مبارک 134 میں ایک نہایت بنیادی مسئلہ کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ "ہر شخص اپنے اعمال کیلئے خود ذمہ دار ہے۔ ہر کوئی اپنے ہی اعمال کا پھل پائے گا۔ جو بوئے گا سو کاٹے گا" اس لئے آباؤ اجداد کی نیکیاں کام نہیں آئیں گی اور نہ ہی ان کی برائیاں اولاد کے حساب میں ڈالی جائیں گی۔ البتہ اگر اولاد یہودیوں کی طرح اپنے آباء کے گناہ پر اصرار کرتی ہے تو انہی کی طرح مغضوب ہوگی، اسلئے کہ گناہ کی مذمت نہ کرنا بھی گناہ میں شمولیت کے مترادف ہے۔

194- بنیادی گناہ کا نظریہ غلط ہے:-

رب تعالیٰ کے فرمان کہ "ان کیلئے وہ جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے وہ جو تم نے کمایا" سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان پر کوئی بنیادی گناہ نہیں جسے دھونے کیلئے حضرت عیسیٰ نے اپنی قربانی دی۔ بلکہ عیسائی پادری ایک باطل نظریہ کی تشہیر کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اعمال ان کیلئے تھے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے، انکے ماننے والوں کی نجات تبھی ہوگی اگر وہ ان کی اتباع میں زندگی گزارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر انہی کی طرح ایمان لاتے ہیں۔

آیۃ مبارک 134 "وہ ایک امت تھے جو گذر گئے" سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو اچھی یا بری فطرت ماں باپ سے ورثہ میں نہیں ملتی یعنی جنیز کے ذریعہ برائی یا اچھائی نسل در نسل منتقل نہیں ہوتی۔ ان کے ذریعہ جسمانی خصوصیات، بیماریاں اور صحت کے متعلق

Marfat.com

چیزیں تو منتقل ہوتی ہیں لیکن برائی اور اچھائی کا جینز (Genes) سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ تمام بچے معصوم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ معاشرہ اور ماحول ہے جو بچوں کی عادات پر اثر انداز ہو کر انہیں اچھا برا بنا دیتا ہے۔ لہٰذا ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ بچوں کی بہترین تربیت کریں اور اپنی بری عادات سے انہیں بچائیں۔

195- انسانی حقوق اور انصاف:-

آیۃ مبارک 134 کا فرمان "ان کے لئے وہ جو انہوں نے کمایا تمہارے لئے وہ جو تم نے کمایا" انسانی عدالتی نظام کے لئے بھی مشعل راہ ہے۔ کوئی بیٹا باپ کے گناہ کے عوض، کوئی باپ بیٹے کی غلطی کی وجہ سے، کوئی بھائی دوسرے بھائی کے جرم کی بنا پر سزا نہ پا سکے گا۔ اس اصول کے مطابق پولیس کا یہ طریقہ کہ ملزم کی تلاش میں اس کے رشتہ داروں کو پکڑ لیتی ہے بالکل غیر اسلامی عمل ہے۔

آیۃ مبارک 134 یہ بھی باور کراتی ہے کہ کوئی فرد یا قوم اپنے رنگ، نسل اور وطن کی وجہ سے کسی فضیلت کی اہل نہیں۔ انسان کے ساتھ برتاؤ اس کے ایمان اور اعمال کی بنا پر ہونا چاہئے اور اگر دنیا میں کسی کو اس کی محنت کا پھل نہیں ملتا، یا کوئی دوسرا فریب اور دھوکے سے کچھ فائدہ اٹھا لیتا ہے تو اسے کو یقین رکھنا چاہئے کہ قیامت کو اللہ تعالیٰ اس کا حق ضرور دلائے گا۔

آیۃ مبارک 134 اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے والوں کے لئے بھی ایک تازیانہ ہے۔ اس ضمن میں بدترین عمل ان لوگوں کا ہے جو اپنے پراپیگنڈا کی بنا پر انسانیت کو اسلام سے محروم رکھنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ دراصل یہ سب کچھ دنیاوی مفادات کے تحفظات کے لئے انکی چالیں ہیں جس کی خاطر انہوں نے نوع انسانیت پر بڑا ظلم کیا ہے خصوصی طور پر وہ لوگوں کو دین حق سے دور رکھ کر ان کی آخرت کو برباد کر رہے ہیں۔ جن نبیوں کو وہ ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی تعلیمات کے خلاف ان کے ذرائع ابلاغ ان کے مفاد اور باطل نظریات کو پھیلانے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ایسے میں ان کی سیاست کو سمجھنا ایمان اور امہ کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ اگلی آیات کریمہ اس طرف ہماری بھرپور رہنمائی کرتی ہیں کہ اصل دین حق کیا ہے۔ فرمایا......

وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى
تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ
بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ
وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

135- انہوں نے کہا
یہود یا نصاریٰ ہو جاؤ۔ تو ہدایت پاؤ گے۔
آپ انہیں بتا دیں کہ
ابراہیم کا طور طریقہ ہی صحیح پسندیدہ راستہ ہے
اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ
اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَ
ـطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَ
عِيْسٰى وَمَا اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ
بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

136- آپ کہہ دیں کہ، ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ
پر اور جو کچھ ہماری طرف نازل کیا گیا ہے،
اور اس پر (بھی) جو نازل ہوا تھا،
ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب
اور ان کی اولاد (میں سے نبیوں) کی
طرف۔
اور جو کچھ دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو،
اور اس پر بھی جو دوسرے نبیوں پر ان کے
رب کی طرف سے اترا۔
ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق
نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ تعالیٰ) کی
تابعداری کرنے والے ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
هُمْ فِىْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

137- پس اگر وہ ایسے ایمان لے آئیں
جیسے تم ایمان لائے ہو،
تو پھر وہ بھی ہدایت پائیں گے،
لیکن اگر وہ اس سے پھر گئے،
تو پس وہ ٹوٹ پھوٹ میں پڑیں گے۔
پس بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے لئے
کافی کر دے گا۔
اور وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

Marfat.com

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○

138- (یہ ہے وہ رنگ جو) اللہ تعالیٰ کا رنگ ہے اور کون ہے وہ جو اللہ کے رنگ سے بہتر ہے اور (تم کہہ دو کہ) ہم تو اسی کیلئے عبادت کرنے والے ہیں۔

196- مذہبی رواداری کا اعلیٰ ترین نمونہ:-

مندرجہ بالا آیات مذہبی رواداری کا معرکتہ الاراء نمونہ ہیں۔ مسلمانوں کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور سب کو برابر مانتے ہیں۔ یوں مسلمان کا دین ساری انسانیت کا دین ہے لیکن دوسرے مذاہب کو ماننے والے سوائے اپنے مذہب باقی سب کو جھوٹ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے باقی پیغمبروں کی حقانیت پر بھی یقین نہیں لاتے۔ مثلاً عیسائی سرور کائنات ﷺ کو تسلیم نہیں کرتے اور یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور یہی حال دوسرے مذاہب کا ہے۔ ان کی اس بات نے انسانیت کو بانٹ کر رکھ دیا ہے۔

جبکہ اصل دین وحدت ہے جس کا مقصد انسانیت کو ایک وحدت میں پرونا ہے۔ اس لحاظ سے ہر مسلمان حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کو بھی مانتا ہے، غرض وہ ہر سچے مذہب کا سچا ماننے والا ہے لیکن فرقہ وارانہ مذاہب جو صرف اپنے آپ کو صحیح سمجھتے ہیں وہ اسلام کی اس عالمی رواداری کو برداشت نہیں کرتے۔ اسی لئے مسلمانوں کو آیۃ مبارک 137 میں تسلی دی گئی ہے ''بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے لئے کافی کردے گا''۔ یہ نہ صرف اہل اسلام کی بالآخر کامیابی کی خوشخبری ہے بلکہ یہ بھی کہ متعصبانہ مذاہب کے باطل نظریات انشاء اللہ خود ہی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کسی کی پرواکئے بغیر دین حنیف پر قائم رہیں۔ یہی اللہ کا رنگ ہے سو تم اللہ کے رنگ میں رنگ جاؤ، سب سے بہتر اسی کا رنگ ہے۔

197- اللہ تعالیٰ کا رنگ، سب سے بہتر رنگ:-

آیۃ مبارک 138 کمال کی آیت ہے اور اپنے اندر معرفت کے سمندر لئے ہوئے ہے۔ اس میں صبغۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا رنگ عجیب مثال ہے۔ مومن کی معراج یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا جائے۔ رنگ کپڑے کے روئیں روئیں میں چلا جاتا ہے بلکہ پکا رنگ تو وہ ہے کہ کپڑا پھٹ جائے تو پھٹ جائے رنگ نہ اترے۔ یہی حال ہر سچے مسلمان کا ہے۔ رنگوں میں کسی خاص رنگ کی طرح اس کی شخصیت بھی لوگوں میں سے خاص ہوتی ہے۔ دین اس کے روئیں روئیں میں رچ جاتا ہے، حتیٰ کہ موت بھی اس کے دین کو اس سے علیحدہ نہیں کرسکتی ہے۔ مسلمان ہر حال اور ہر عالم میں مسلمان ہی رہتا ہے۔ جنت کی مسرت، نہ جہنم کا خوف، غرض اسکے دل پر جو رب تعالیٰ کی محبت کا رنگ چڑھا ہوا ہے اس پر کچھ بھی غالب نہیں آسکتا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگے جانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ کا مظہر ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ رب ہے، مسلمان بھی اس کی مخلوقات کے لئے ربوبیت کا سامان بہم پہنچائے، وہ صانع ہے، مسلمان بھی صنعت میں کمال حاصل کرے، وہ خالق ہے مسلمان بھی تخلیق کار ہو، وہ رحمٰن الرحیم ہے مسلمان بھی مخلوق کے لئے باعث رحمت ہو، وہ جبار اور قہار ہے مسلمان بھی کفار اور برائی کے خلاف برسرِ پیکار ہو۔

اسلام کا حق یہ ہے کہ مسلمان پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھ جائے۔ وہ زمانے بھر میں اپنی شان، عظمت اور خوبصورتی میں الگ نظر آئے اس رنگ سے بہتر کوئی رنگ نہیں۔ جب ایسا ہو تو پھر مسلمان اپنے رب کے معاملات میں کسی بھی مصلحت کے لئے تیار نہیں ہوگا اور جیسے آیۃ مبارکہ 137 میں فرمایا گیا ہے، کفر انکے سامنے ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور بہت جلد اللہ تعالیٰ انہیں کافروں کے لئے کافی کر دے گا۔ جیسے اگلی آیہ کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا ہوا مسلمان اپنے رب کا اسقدر عاشق ہوتا ہے کہ اسکے دل میں سے اغیار کا خوف دور ہو جاتا ہے اور وہ دنیا کے لئے حق کا پیغام بن جاتا ہے۔ فرمایا......

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ
وَهُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ
وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ
وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۙ

139- آپ ان سے کہہ دیں
کیا تم ہم سے اللہ کے بارے جھگڑا کرتے
ہو؟ وہ تو رب ہے ہمارا،
اور رب ہے تمھارا،
اور ہمارے لئے ہمارے اعمال،
اور تمہارے لئے تمہارے اعمال،
ہم تو اسی کے لئے مخلص ہیں۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا
اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ

140- کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور
یعقوب اور ان کے بعد ان کی راہ پر آنے
والے لوگ یہود تھے یا نصاریٰ تھے؟
آپ کہیں، کیا تم اللہ تعالیٰ سے بہتر جانتے

Marfat.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ
مِنَ اللّٰهِ ؕ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

ہو؟ (یہ سب تو حضرت موسیٰ اور حضرت
عیسیٰ سے پہلے ہوئے تھے)
اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس نے چھپایا
اس شہادت کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
اس کے پاس ہے۔ جو کچھ تم کرتے پھرتے
ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ
وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

141- وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی،
اس کے لئے وہ جو اس نے کمایا،
اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے کمایا۔
اور تم سے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں،
ہرگز نہیں پوچھا جائے گا۔

198-یہود اور نصاریٰ کے گمراہ کن نظریات:-

اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے۔ کوئی راست عقیدہ شخص اس بات پر اختلاف نہیں کرسکتا لیکن یہود و نصاریٰ نے اپنے باطل نظریات سے رب العزت کی ذات پاک کو بھی متنازع موضوع بنادیا ہے اور اسکی صفات، معرفت اور حقیقت کے بارے میں اپنے جھوٹے تصورات کی بناء پر لوگوں سے جھگڑا کرتے ہیں۔ یہود کہتے ہیں کہ وہ صرف بنی اسرائیل کا رب ہے اور نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ ماں اور بیٹے والا تثلیث کا نظریہ پیش کر دیا ہے۔ یعنی تین میں ایک اور ایک میں تین۔ اور یوں اس بے معنی مسئلہ کی بناء پر انسانیت کو گمراہ کررہے ہیں اور لوگوں سے جھگڑا کرتے ہیں۔ اور جیسے آیہ 140 میں فرمایا گیا ہے ان کی حماقت کی حد یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کو بھی اپنے اپنے خیال کے مطابق عیسائی یا یہودی بتاتے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ اگر بنی اسرائیل ہی اللہ کے محبوب ہیں تو ان سے پہلے گزرے ہوئے پیغمبروں کا کیا حال ہے یہودیوں نے کہا وہ بھی دراصل اسرائیلی ہی تھے۔ اسی طرح جب عیسائیوں نے کہا کہ جو نظریہ تثلیث کو نہیں مانتا وہ کافر ہے تو انہوں نے

Marfat.com

بھی اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے اوٹ پٹانگ باتیں کرنا شروع کردیں کہ حضرت عیسیٰ سے پہلے ہونے والے نبی عالم بالا میں ان پر ایمان لے آئے تھے۔ایسی تمام خرافات ان عظیم پیغمبروں کی مقدس ذات پر بہتان ہیں سچ تو وہی ہے جو آیہ مبارک میں فرمایا گیا کہ ''وہ کچھ لوگ تھے جو گزر گئے ان کے اعمال ان کے ساتھ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور تم سے ان کے بارے سوال نہیں ہوگا''۔

199- بنیادی قانون انصاف:-

آیۃ مبارک 139 میں ایک سچے مسلمان کی شان بھی بیان فرمادی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پوری طرح مخلص ہوتا ہے۔اس بات پر بھی زبردست دلیل ہے کہ ہر آدمی اپنے اعمال کا رہن ہے۔کسی سے کسی دوسرے کے اعمال کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔''تمہارے لئے وہ جو تم نے کمایا اور ان کے لئے وہ جو انہوں نے کمایا''۔یہ اسلام کا بنیادی قانون انصاف ہے۔کسی شخص کو نا کردہ گناہ کی سزا نہیں ملے گی اور نہ ہی کسی شخص کے اچھے اعمال کسی کے پلڑے میں ڈالے جائیں گے۔نہ ہی اپنے باپ دادا کی وجہ سے کوئی لازم احترام یا مطعون ہوسکتا ہے۔ آدمی کی قدر اس کی اپنی وجہ سے ہوگی۔حتیٰ کہ سرورکائنات ﷺ نے خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سے فرمایا کہ ''بیٹی اس خیال میں نہ رہنا کہ تمہارا باپ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے،تمہارے ساتھ معاملہ تمہارے اپنے ہی ایمان اور اعمال کے مطابق ہوگا''۔

200- گواہی کا چھپانا جرم ہے:-

آیۃ مبارک 140 کا یہ فرمان کہ ''اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس نے حق کی شہادت کو چھپایا'' اس کا اطلاق خصوصاً یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب پر ہے جن کی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت،محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خوشخبری اور اسلام کی حقانیت کے متعلق سارے دلائل موجود ہیں لیکن وہ انہیں چھپاتے ہیں۔اس کا اطلاق ان مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے جو دنیا کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ نہیں کرتے اور اپنے قول وفعل سے اسلام کی سچائی کی شہادت نہیں دیتے۔اسی قانون کے مطابق عدالت میں بھی سچی گواہی چھپانا جرم ہے۔

اگلی آیات کریمہ اس پس منظر میں ہیں کہ اگرچہ عیسائی اور یہود مسلمانوں سے جھگڑا کرتے رہیں گے اور دین حق کی گواہی چھپاتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرے گا۔اسی ضمن میں عیسائی اور یہودیوں کے تعصب کی خاص علامت بیت المقدس کی ہے جس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی تھی۔مسلمانوں کے نزدیک تو یہ مقام اتنا محترم ہے کہ ہجرت سے پہلے وہ اپنی نمازوں میں یوں کھڑے ہوتے کہ بیت المکرّم اور بیت المقدس دونوں ہی ان کے سامنے ہوتے۔لیکن عیسائی اور یہود باوجود کہ حضرت ابراہیمؑ کو مانتے ہیں،کعبۃ اللہ کو جسے انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا کو نہیں مانتے ہیں۔ان کا یہ تعصب اس وقت کھل کر سامنے آگیا جب اللہ تعالیٰ نے سرورکائنات ﷺ کو نماز میں بیت المقدس کی بجائے کعبۃ اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم دیا۔ مندرجہ ذیل آیات اس اہم مسئلہ کے حوالہ سے اسلام کی حقانیت کو واضح کرتی ہیں۔فرمایا......

Marfat.com

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ
مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا
قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○

142- عنقریب لوگوں میں سے بیوقوف کہیں گے، کہ کس چیز نے انہیں ان کے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے، ہٹا دیا۔
آپ کہیں، مشرق ومغرب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، وہ جسے چاہے صراط مستقیم کیطرف ہدایت کی توفیق دیتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا
لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا
إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ
مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ
وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ
إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ○

143- اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک متوازن امت بنا دیا ہے۔
تا کہ تم دنیا کے تمام لوگوں پر (معیار حق کے) گواہ بنو، اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہوں۔
ہم نے قبلہ کی سمت جس پر آپ تھے (اس لئے بدلی)
تا کہ ہم (لوگوں پر) امتیاز واضح کر دیں، کہ کون رسول (ﷺ) کی حقیقی تابعداری کرتے ہیں، اور کون ہیں جو اپنے پاؤں پر پھر جانے والے ہیں۔ یقیناً یہ ایک مشکل آزمائش تھی سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے۔
اور اللہ تعالیٰ کبھی بھی تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ رؤف ورحیم ہے۔

Marfat.com

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ
وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○

144- (قبلہ کی تبدیلی کی وجہ یہ بھی تھی کہ اے
محبوبؐ) کہ ہم دیکھتے ہیں تمہیں آسمان کی
طرف اپنا منہ کرتے ہوئے۔
پس ہم اب تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں
جو آپؐ (حبیب ﷺ) کو پسند ہے۔
پس تم اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف پھیر لو،
اور جہاں کہیں بھی تم ہو،
(نماز میں ہمیشہ) اسی کی طرف منہ کرو گے۔
بے شک اہل کتاب (عیسائی یہود)
خوب جانتے ہیں،
کہ اللہ کی طرف سے یہی حق ہے،
اور اللہ تبارک تعالیٰ کبھی بھی ان کی
کاروائیوں سے غافل نہیں۔

201- تبدیلی قبلہ:-

قبلہ وہ سمت ہے جس کی جانب نمازوں میں منہ کیا جاتا ہے۔ یوں یہ وحدتِ مقصد اور وحدتِ امت کی نہایت اہم علامت ہے اور اس نکتہ نظر سے یہ مسئلہ بہت زیادہ سیاسی اہمیت کا بھی حامل ہے۔ کعبۃ اللہ کی تاریخی اور روحانی اہمیت یہ ہے کہ اس کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی تھی اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر دوبارہ اس کی تعمیر کر کے دنیا کے تمام انسانوں کو اس کی طرف آنے کی دعوت دی چنانچہ ہمیشہ ہی سے یہ مقدس مقام تمام سچے مذاہب کے لئے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق تو ہندوؤں کا قبلہ بھی کعبۃ اللہ ہی تھا اور ان کے مندروں کی سمت بھی یہی ہے۔ کعبۃ اللہ کے برعکس بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان نے فرمائی تھی جس کے بعد بنی اسرائیل نے اسے اپنا قبلہ ٹھہرالیا اور ان کی اتباع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے بھی اسے ہی تسلیم کرلیا۔

Marfat.com

ان وجوہات کی بنا پر نبی آخرالزمان ﷺ کے نزدیک کعبۃ اللہ اور بیت المقدس دونوں ہی بڑے اہم تھے۔ چنانچہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ جب نماز ادا کرتے تو یوں کھڑے ہوتے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس آپ کے سامنے ہوں۔ لیکن جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ ممکن نہ رہ سکا اس لئے کہ وہاں یہ دونوں مقامات مخالف سمتوں میں ہیں۔ اس طرح آپؐ ایک سوچ میں تھے۔ چہرہ مبارک اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا کرتے کہ کب یہ مسئلہ حل ہوگا۔ بہر حال یہود ونصاریٰ کے پیغمبروں کی سنت میں آپ ﷺ ہجرت کے بعد بھی نمازیں بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے۔ یہ دیکھ کر مدینہ منورہ کے یہود سمجھنے لگے کہ اسلام انہی کے دین کی عربی شکل ہے اس لئے انھوں نے بھی حضور ﷺ کی بڑی آؤ بھگت کی۔ یوں ہجرت کے بعد سولہ سترہ ماہ ایسے ہی گزر گئے لیکن پھر وہ حکم نازل ہوگیا جسکا آپ ﷺ کو انتظار تھا۔ ایک دن جب حضور ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر ادا کر رہے تھے تو نماز ہی کے دوران تبدیلیٔ قبلہ کا حکم آ گیا۔ چنانچہ تبدیلیٔ قبلہ کے متعلق اترنے والی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے آپؐ صفوں کو چیرتے ہوئے پیچھے ہٹے اور رخ انور ﷺ شمال سے جنوب کی طرف مڑ گیا (حوالہ ضیاء القرآن صفحہ 103)۔ وہ مسجد جس میں تبدیلی قبلہ کا حکم ہوا ہے اُسے مسجد قبلتین کہتے ہیں اور وہ قبا میں ہے۔

202- آزمائش کی گھڑی:-

جیسا کہ آیۃ مبارک 143 میں کہا گیا ہے، یہ ایک مشکل آزمائش تھی، خاص طور پر مدینہ والوں کے لئے کہ وہ یہود کی وجہ سے بیت المقدس کو ہی قبلہ سمجھے ہوئے تھے لیکن جن کے دلوں میں اسلام راسخ ہو چکا تھا ان کے لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ انہوں نے فوراً حضور ﷺ کی اتباع کی۔ البتہ جن کے دلوں میں نفاق تھا وہ علیحدہ ہو گئے۔ یوں منافقین ظاہر ہو گئے۔ یہود نے بھی مدینہ میں ایک ہنگامہ کھڑ کر دیا کہ نبی پاکؐ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی مخالفت کی ہے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ بیت المقدس کو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو سو سال بعد حضرت سلیمانؑ نے بنایا تھا۔ اس لئے تبدیلیٔ قبلہ دین موسوی کی مخالفت نہیں تھی۔ ان کی ناراضگی کے پیچھے ان کا اسلام سے حسد بھی تھا۔ تبدیلی قبلہ سے انہیں پہلی کتابوں میں دی گئی اسلام کی حقانیت کی پیشگوئی بھی پوری ہوتی نظر آئی جو انہیں کسی حال میں بھی قبول نہ تھی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ان کا رویہ بہت سخت ہو گیا۔

203- بشارتِ رسالت:-

لیکن یہود میں سے جو مخلص لوگ تھے وہ حقیقت جانتے تھے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ نبی آخرالزماں ﷺ دو قبلوں والا ہوگا۔ (حوالہ معارف القرآن صفحہ 237، 241) شروع میں بیت المقدس ان کا قبلہ ہوگا اور آخر میں مکۃ المکرمہ ان کا قبلہ ہو گا۔ اس طرح ان کے لئے یہ تبدیلی ایک بہت بڑی بشارت تھی اور یہ وہ آخری نشانی تھی جس کے وہ منتظر تھے۔ ایسے مخلص لوگوں نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔

Marfat.com

204- اُمتِ وسطیٰ:-

یوں تبدیلی قبلہ حضورﷺ کی نبوت کی ایک اور گواہی تھی۔اس سے حضورﷺ اور آپؐ کے مقدس ساتھیوں اور ان کی وساطت سے امت مسلمہ کو من جملہ یہ فضیلت حاصل ہوگئی کہ وہ دونوں قبلوں کو ماننے والے ہیں لہٰذا وہ امت وسطیٰ ہیں یعنی سب کے بین بین توازن قائم کرنے والے ہیں۔سبھی پیغمبروں کی تصدیق کرنے والے، سبھی کے قبلہ کو اپنا قبلہ تسلیم کرنے والے اور سبھی آسمانی کتابوں کو سچا ماننے والے ہیں۔اس لئے وہ سچ اور باطل کے درمیان بہترین گواہ ہیں جبکہ حضورﷺ آپ سے پہلے گزرے ہوئے تمام امتوں، نبیوں، اپنے اصحابؓ اور بعد میں آنے والے تمام لوگوں پر گواہ اور معیارِ حق ہیں۔سورۃ نساء کی آیت مبارک 41 کے مطابق آپؐ گواہوں پر بھی گواہ ہیں جس کی تفسیر انشاء اللہ بعد میں آئے گی۔قیامت کے دن جب سب کے مقدمے بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گے فیصلہ انہی کی گواہی پر ہوگا۔الحمداللہ! مسلمانوں کو اپنے اس اعزاز پر خوش ہونا چاہئے اور یہود و نصاریٰ کو بھی اسلام سے بغض چھوڑ کر حق کو تسلیم کر لینا چاہئے۔

205- یک سو یک سمت:-

آیہ مبارک 144 میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ قبلہ کی تبدیلی میں سرور کائناتؐ کی بیت اللہ کے لئے محبت اور احترام کے جذبات کا بھی دخل تھا اور آپؐ کو اس حکم پر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔اب قیامت تک مکۃ المکرمہ امت مسلمہ کی وحدت کی علامت ہے۔حکم ہے کہ ''تم کہیں بھی ہو صلوٰۃ میں اپنا چہرہ یعنی توجہ اور قلبی سمت اسی کی طرف رکھو''۔جب تک مسلمان اس حکم پر سختی سے کاربند رہیں گے انشاء اللہ وہ جسدِ واحدہ کی مانند ایک امت رہیں گے۔

206- کعبہ کا نور:-

ہماری روحوں کیلئے کعبۃ المکرّمہ کی مثال سورج کی سی ہے، جس طرح سورج کے اردگرد تمام سیارے طواف کرتے رہتے ہیں اور وہ سب کے لئے توانائی کا بنیادی ذریعہ ہے روحانی لحاظ سے یہی حال کعبۃ اللہ کا ہے۔اس سے نور کی شعائیں ہر سمت پھوٹ رہی ہیں۔جب ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو کعبۃ اللہ کی سمت سے نکلتا ہوا نور ہمارے قلوب میں منتقل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔سبحان اللہ، اگر انسان چاند پر بھی جائے گا تو وہاں بھی قبلہ بیت المکرّم ہی رہے گا اور یہاں سے اٹھتے ہی نوری قائمہ زاویہ کی طرف نماز پڑھنے والا اپنا منہ کرے گا۔اصل بات نیت کی ہے۔انما الاعمال بالنیات۔(بخاری)

(For more details please see appendix xxi)

اگلی آیۃ مبارک 145 تبدیلیٔ قبلہ کے واقعہ پر اہل کتاب کے تعصب کے متعلق ہے۔ فرمایا......

Marfat.com

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ
وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ
وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۘ

-145 اور اگر آپ اہل کتاب کے پاس ہر طرح
کی نشانیاں بھی لیں آئیں،
تب بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں
کریں گے، اور نہ ہی آپ ان کے قبلہ کی
پیروی کرنے والے ہیں،
اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ
کی پیروی کرنے والے ہیں۔
اور اگر تم نے ان کی خواہشات کی پیروی
کی بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے،
تو بے شک تم بھی ظالموں میں سے ہو گے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا
يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ
لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۘ

-146 جنہیں ہم نے کتاب عطا کی۔ وہ اس،
(نبی پاک ﷺ) کو اس طرح پہچانتے ہیں،
جیسے کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔
اور ان میں سے ایک گروہ یقیناً حق کو چھپا
رہا ہے، اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۘ

-147 حق تو وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف
سے ہے، پس تم لوگ اس میں کبھی بھی شک میں
مبتلا نہ ہونا۔

Marfat.com

207- اسلام کیخلاف بغض:-

یہود اور نصاریٰ کے آپس میں بے شمار اختلافات ہو سکتے ہیں لیکن اسلام دشمنی میں وہ ایک ہی ہیں۔ یہی حال باقی مشرکین کا ہے۔ شیطان کے تمام پیروکاروں کی ایک ہی روش ہے اور وہ یہ کہ انہیں اسلام سے ضد ہے۔ اگرچہ ان کی اپنی کتابیں اسلام کی حقانیت کی تصدیق کرتی ہیں لیکن پھر بھی وہ قرآن کو نہیں مانتے۔ اب قبلہ کی تبدیلی ہی کو لے لیں، ان کی اپنی کتابوں کے مطابق یہ نبی آخر الزماں ﷺ کے متعلق نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی ہے اور جیسے آیہ مبارک 146 میں بھی فرمایا گیا ہے، حضور ﷺ کے متعلق بشارتوں کا ان کی کتابوں میں اس قدر ذکر ہے کہ وہ آپؐ کی مبارک شخصیت سے یوں واقف ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کے وید بھی آپؐ کی شہادت دیتے ہیں اور آپؐ کے متعلق خبروں سے بھرے ہوئے ہیں (حوالہ کلکی اوتار اور نبی کریم ﷺ مصنف ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے) لیکن حسد اور تعصب کی بنا پر تمام مشرکین بڑی ڈھٹائی سے آپؐ کا انکار کر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے قلوب اسلام کے خلاف بغض سے بھرے ہوئے ہیں۔ تبدیلیٔ قبلہ اسکی ایک مثال ہے۔ یہودیوں نے اس بغض کی بنا پر الٹا واویلا کرنا شروع کر دیا کہ یہ کیسا نبی ہے کہ پہلے نبیوں کے قبلہ سے پھر گیا ہے۔ آیۃ مبارک 145 مسلمانوں کے لئے یاددہانی ہے کہ تم کچھ بھی کرلو کفار تم سے کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ لہٰذا مکۃ المکرّمہ کے قبلہ والوں کو ان کی سیاست سمجھنی چاہئے اور آپس میں ایک ہو کر رہیں۔

208- باطل کی خاطر حق سے بے اعتنائی:-

آج مسلمان غیر مسلموں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں حالانکہ وہ ان سے بار بار دھوکا کھا چکے ہیں۔ آیہ مبارک 145 میں ایک دفعہ پھر اللہ تبارک تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین کسی بھی دلیل سے قائل ہونے والے نہیں تاوقتیکہ تم مرتد ہو جاؤ اور اسلام چھوڑ کر ان کے قبلہ کی پیروی کرنے لگو پھر شاید وہ تم سے کسی قدر خوش ہو جائیں۔ لیکن جو بھی ایسا کرے گا، آیہ مبارک میں بتا دیا گیا ہے کہ اس کا شمار ظالموں میں سے ہوگا۔ سب سے بڑا ظلم تو یہی ہے کہ انسان حق چھوڑ کر باطل کی پیروی کرے۔ مسلمان جو سراسر حق پر ہیں ان میں سے اگر کوئی اہل کتاب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حق سے منہ موڑتا ہے تو یقیناً اس نے اپنے نفس پر بہت بڑا ظلم کیا۔ جیسا کہ آیہ مبارک 147 میں فرمایا گیا ہے **اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ** "یاد رکھو کہ حق تو وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہے" جو قرآن کریم میں آچکا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بتا دیا ہے اور کر کے دکھا دیا ہے۔ علاوہ ازیں جو کچھ بھی ہے سب ظن وتخمین کے علوم ہیں۔ ان میں سے صرف وہی ٹھیک ہوگا جو اسلام کے معیار کے مطابق ہے۔ اس لئے مسلمانو! غیروں کے نظریات کی طرف نہ جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول محترم ﷺ کے راستوں پر بے خوف چلتے جاؤ۔ اگر ایسا کرو گے تو پھر کبھی دھوکا نہ کھاؤ گے۔ غیر کچھ بھی کہیں تم اپنی توجہ صرف اور صرف اپنے رب کی طرف رکھو۔ تم ہی حق پر ہو، اس میں ہرگز شک میں مبتلا نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں اگلی آیات کریمہ مزید رہنمائی کرتی ہیں۔

148- ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے،
جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے۔
پس تم نیکیوں میں سبقت لے جاؤ۔
(یادرکھو) تم جہاں کہیں بھی ہوگے، بالآخر
اللہ تعالیٰ تم سب کو اکٹھا کر کے لے آئے گا۔
بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ
اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

209- دین کی اصل......نیکی میں سبقت:-

دین رسم ورواج کا نام نہیں۔ مندر یا مسجد، یہ تو انسانی معاشرہ کا حصہ ہیں چنانچہ ہر آدمی کا اپنی فطرت کے مطابق کسی نہ کسی طرف جھکاؤ ہوتا ہی ہے اور وہ اس طرف چلتا جاتا ہے جبکہ اصل دین یہ ہے کہ ''اسلام پر چل کر انسان نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرے''۔ دولت، شہرت، طاقت میں مسابقت انسانی نفس کے تقاضے ہیں، زندگی کی ہر دوڑ میں سبھی کی یہی کوشش ہے کہ دوسروں کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے بڑھ جائے لیکن یہ آگے بڑھنا نہیں بلکہ پیچھے رہ جانا ہے۔ جبکہ مومن نیکیوں کیلئے حریص ہوتا ہے۔

اصل بات **''فاستبقو الخیرٰت''** ہے یعنی مقابلہ اور مسابقت نیکیوں میں ہو۔ ورنہ زندگی میں تم کہیں بھی پہنچ جاؤ بالآخر اللہ تعالیٰ وہاں سے کھینچ کر تمہیں اپنے حضور لے آئے گا، جس کی پہلی منزل موت ہے، جو جیتی ہوئی کھیلوں کو ہار میں بدل دیتی ہے۔ باقی رہ جانے والا سرمایہ صرف بے لوث نیکیاں ہیں۔ زمان ومکان کے اس سفر کی دوسری منزل عالم برزخ ہے۔ اس میں انفاس اپنے اپنے اعمال اور اعتقادات کے مطابق رہتے ہیں لیکن جب صور بجے گا وہ بلاوے کے مقام کی طرف ایسے دوڑتے آئیں گے جیسے پتنگے روشنی کی طرف لپکتے ہیں۔ اس لئے عقلمند کے نزدیک کمائی کا وقت یہی ارضی حیات ہے، وہ زندگی کے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ بے قوف سونے چاندی کے ڈھیر اکٹھا کرنے میں زندگی کا یہ وقفہ ضائع کر دیتا ہے۔

210- مسلم معاشرہ کی خصوصیت:-

دراصل ایک صالح مسلم معاشرہ کا امتیازی وصف **''فاستبقو الخیرٰت''** ہی ہے جس میں لوگوں کو ایک دوسرے سے بڑھ کر نیکیاں کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ مسلم اور غیر مسلم میں فرق بھی زندگی کی جدوجہد کی سمت میں ہے۔ مسلمان آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے جبکہ غیر

Marfat.com

مسلم زمینی چیزوں کی سمت میں دوڑتا رہتا ہے۔صحابہ کرامؓ کی زندگیاں اسی پیغام کی عبارت تھیں اور آج بھی ہر اچھا مسلمان اسی قرآنی حکم کی تصویر ہے۔اس کو دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر ہوتی ہے۔جبکہ غیر مسلم معاشرہ میں جدو جہد کا مقصود اعلیٰ معیار زندگی (Higher Living Standard) ہوتا ہے حالانکہ چیزوں کی بہتات میں انسان کو سکون نہیں۔پھر بھی وہ دنیا کی دوڑ میں ایسے مگن ہیں جیسے شیطان نے انہیں باؤلا کر دیا ہو۔یکسوئی اور سکون ختم۔ایک آپا دھاپی کا سماں ہے۔اگلی آیہ کریمہ اس بے سکونی سے نکلنے کا نسخہ بتاتی ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ
وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ
وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○

149- اورتم جہاں سے بھی نکلو،
پس اپنا رخ مسجد حرام کی طرف رکھو۔
اور بے شک یہی آپ کے رب کی
طرف سے حق ہے۔اللہ تعالیٰ اس سے
ہرگز غافل نہیں،جو تم کرتے ہو۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ
وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ
فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۙ
لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ
إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۚ
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ
وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

150- اور (مزید تاکید کی جاتی ہے) کہ جہاں
سے بھی تم نکلو،
پس اپنا رخ مسجد حرام کی طرف رکھو،
اور تم جہاں کہیں بھی ہو،
اپنا رخ اسی طرف رکھو۔
تا کہ لوگوں کے لئے تم پر کوئی حجت نہ
رہے،مگر جو ان میں سے ظالم ہیں
(وہ پھر بھی اعتراض کرتے رہیں گے)
پس تم ان سے نہ ڈرو،صرف مجھ سے ہی
ڈرو،تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں،
اور یہ کہ تم ہدایت پاؤ۔

Marfat.com

211- مسجد حرام ، قبلۂ انسانیت:-

''اور جہاں سے بھی تم نکلو، جہاں بھی تم ہو، اپنا منہ مسجد حرام کی طرف رکھو'' یہ بڑی تاکید کے احکام ہیں۔ وحدت عمل کے جمال وجلال کا بھرپور نظارہ ہے۔ آیات مبارکہ 149 اور 150 میں یکے بعد دیگرے یہی حکم ہے تاکہ اچھی طرح واضح ہوجائے کہ امت مسلمہ ایک علیحدہ امت ہے. جس کا اپنا سیاسی اور معاشرتی نظام ہے اس کا اپنا قبلہ ہے جو اس کی ہر کوشش کا محور ہونا چاہئیے۔ اگر مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تو شک کی گنجائش رہتی کہ شاید وہ بھی یہود ونصاری ہی کا کوئی فرقہ ہیں لیکن تبدیلی قبلہ نے مسلمانوں کو بالکل علیحدہ تشخص عطا کردیا ہے۔ اس کے بعد راہ راست کا معیار صرف مسجد حرام اور صاحبِ مسجد حرام ﷺ ہیں۔ لہٰذا تم کسی بھی جگہ کیوں نہ ہو، زمین پر یا چاند پر، پانی میں یا ہوا میں، زمین وآسمان میں ہر جگہ مسلمانوں کا تشخص کعبہ سے ہے۔ لہٰذا اگر نیکیوں میں سبقت لے جانے کی سچی رغبت ہے تو یکسوئی سے اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرلو۔ اسی کی طرف منہ کر کے اپنی نمازیں پڑھو۔ وہیں سے Inspiration حاصل کرو۔ اور یہی تمہاری سیاست اور وحدت کا قبلہ ہونا چاہیے۔

212- معاشرت اور شہری منصوبہ بندی (Town Planning) کے لئے اصول:-

آیات مبارکہ 149 اور 150 کے تاکیدی حکم ''جہاں بھی تم ہو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف رکھو'' کا یہ مطلب بھی ہے کہ مسلمانوں کی مسجدیں، ان کے گھر، ان کے قبرستان، ان کے شہر غرض ان کی ساری کی ساری ٹاؤن پلاننگ (Town Planning) اور دیگر زندگی کے مسائل میں خانہ کعبہ کی سمت اہم ترین عنصر ہونا چاہئے۔ ان کے گھر، شہر اور دیگر عمارات اس طرح ڈیزائن ہونی چاہییں کہ ان کا منہ خانہ کعبہ کی طرف ہو۔ اس تاکیدی حکم کا یہ مطلب بھی ہے کہ بیٹھتے اٹھتے، حتیٰ کہ سوتے میں بھی اس بات کا خیال رہے کہ منہ قبلہ کی سمت ہو۔ اور بہتر ہوگا کہ صاحب مجلس بھی قبلہ رخ بیٹھے۔ اگر ہم اپنی معاشرت اور شہری منصوبہ بندی میں ان احتیاطوں کا خیال رکھیں گے تو انشاء اللہ ہمارے دل اللہ کی طرف مائل رہیں گے، اس کی برکات اترتی رہیں گی، امہ میں باہمی اتحاد رہے گا اور وہ آپس میں نفاق سے بچے رہیں گے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو ہم سب کا قبلہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا آیئے کہ ہم سب ایک ہوکر اس قبلہ کو پکڑ لیں۔ ہماری آزادی کی حفاظت، بے یقینی سے نجات، امن وامان، دلوں کا اطمینان اور راحت صرف اس میں ہے کہ ہم دیگر سب سمتیں چھوڑ کر اس ایک سمت کے ہو جائیں اور فاران کی چوٹیوں پر گونجنے والی اس آواز پر توجہ دیں جس کا پہلا سبق یہ تھا ''**قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحو**'' یعنی ہم دل وجان سے تسلیم کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں، صرف اسی سے ڈریں، کسی اور سے نہ ڈریں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یقینی طور پر فلاح پاجائیں گے اور عرب وعجم ہمارے سامنے جھک جائیں گے۔

Marfat.com

213- نعمتوں کا حصول:-

دنیا میں انسان ہر طرح کی نعمت کے لئے خواہش رکھتا ہے۔ ان خواہشات کا حصول کیسے ممکن ہوگا؟ کفار کا چونکہ آخرت میں کوئی حصہ نہیں اس لئے ان پر دنیا کھول دی گئی ہے اور دنیاوی نعمتیں آسان بنادی گئی ہیں لیکن مسلمانوں کیلئے اللہ کی نعمتیں تقویٰ سے مشروط کردی گئی ہیں۔ آیہ مبارک 150 میں یہ بتادیا گیا ہے کہ ''نعمتوں کی بہتات چاہتے ہوتو مسلمانو! اللہ کے سوا کسی کے خوف اور رعب میں نہ آؤ''۔ سب فکریں چھوڑ کر، تمام نفسانی اور انسانی خداؤں کو ٹھوکر مار کر، اسی ایک کے ہوجاؤ جو رب کائنات ہے۔ صرف اور صرف اسی سے ڈرو تاکہ تمہیں خوف اور غم سے مکمل آزادی مل جائے۔ اس کا وعدہ ہے، جب تم اپنے دل سے دیگر ڈر نکال کر صرف اسی سے ڈرو گے، اپنے آپ کو اس کی ذات پاک کے لئے وقف کردو گے، تو وہ اپنی نعمتیں تم پر مکمل کرتا چلا جائے گا۔ سب سے بڑی نعمت اسلام کی ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کو اس نعمت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات عطا کرتا ہے۔ اس کی بہترین عملی مثال محبوب الٰہی حضور ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ ان کے نقش قدم پر چلتے جاؤ گے تو انشاءاللہ جنت میں پہنچ جاؤ گے جو نعمتوں کی تکمیل کا گھر ہے۔

214- غربت کا علاج:-

آیۃ مبارک 150 میں ایک بہت بڑا معاشی نکتہ بھی بیان کردیا ہے۔ فرمایا..... ''تم ان سے نہ ڈرو، اور صرف مجھی سے ڈرو۔ تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کردوں اور یہ کہ تم ہدایت پاؤ''۔ معاش، امن وامان، خوشحالی، باہمی محبت و یگانگت، صحت، حفاظت، دوسروں کے خوف و ڈر سے آزادی، کون نہیں چاہتا؟ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اگر ہم ان نعمتوں کو پانا چاہتے ہیں تو پہلی شرط یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ، ہندوؤں اور مشرکین کا خوف دل سے نکال دیں اور صرف اللہ ہی سے ڈریں۔ جب ہم ایسا کرلیں گے تو یقیناً یہ سب نعمتیں حاصل ہوجائیں گی۔ اور یہ حقیقت فرد اور معاشرہ سب کیلئے برابر ہے۔

اس کی مثال حضور اکرم ﷺ کے اصحاب کی بہترین مثال ہے۔ جب وہ اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، ان کی فرمانبرداری کی اور دنیاوی خداؤں کو اپنے دلوں سے نکال پھینکا، تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں عرب کے صحراؤں سے اٹھا کر دنیا و آخرت میں ایسی لازوال فضیلت عطا فرمائی جس کی تاریخ عالم میں مثال نہیں ملتی۔ چند ہی سالوں میں اس وقت کی سپر پاور یں ان کے سامنے سرنگوں تھیں علم و فضل میں وہ یکتا تھے، خوشحالی اتنی عطا کی کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا باقی نہ رہا، اور دشمنوں کے دلوں میں انکا رعب ڈال دیا۔ آج بھی اگر ہم رہبر صادق کی سنت پر چلتے ہوئے مالکِ کون و مکاں کے ہوجائیں تو انشاءاللہ اس کی رحمت و فضل کے یہ سب خزانے ہمارے اوپر پھر سے کھل جائیں گے۔

اگلی آیت کریمہ میں نمونہ انسانیت ﷺ کے حوالہ سے اللہ کی نعمتوں اور ہدایت کے اگلے مدارج کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

Marfat.com

151- جیسا کہ ہم نے بھیجا تم میں، ایک رسول تم میں سے، جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے، اور تمہارے نفس کا تزکیہ کرتا ہے، اور تمہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، اور سکھاتا ہے تمہیں وہ چیزیں، جو تم نہیں جانتے تھے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ
يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا
وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۞

152- پس تم میرا ذکر کرو، اور میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اور تم شکر کرو میرے لئے، اور کفر نہ کرو۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ
وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۞

153- اے لوگو جو ایمان لے آئے ہو تم مدد مانگو، صبر سے اور صلوٰۃ سے، بے شک اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا
بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۞

215- تکمیل انسانیت اور مقصد رسالت:-

اوپر دی گئی آیات کریمہ تکمیل انسانیت کا درس دیتی ہیں۔ سب سے پہلے احسن الخلائق یعنی خاتم النبیین ﷺ کا حوالہ دیا گیا ہے، جن کی اتباع میں تکمیل انسانیت ہے۔ آپ ؑ کی بعثت کا پہلا مقصد تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت تھا یعنی جو کچھ آپ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوتا آپ بالکل اسی طرح لوگوں کے سامنے پڑھ دیتے۔ یہ تو پیغام رسانی کا عمل تھا۔ قرآن پاک کا محفوظ کرنا، وحی کی ہدایت کے مطابق اسے کتابی شکل دینا، لوگوں کو حفظ کرانا، یہ سب کام بھی پیغام رسانی کے پروگرام کا حصہ تھے۔ لیکن سرور کائنات ﷺ صرف پیغام رساں ہی نہ تھے بلکہ اس پیغام کے مطابق انسانیت کو اس کا کھویا ہوا مقام دلانا بھی آپ ؑ کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ چنانچہ آپ کے منصب، مقام اور ذمہ داریوں کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کے لئے بہترین استاد ہیں ایسا استاد، جو کچھ بھی کہتا ہے پہلے وہ خود کرتا ہے۔ اسکے علاوہ آپ ؑ کی تعلیم کی ایک خصوصیت تزکیہ نفس ہے۔

Marfat.com

216- تزکیہ نفس:-

تزکیہ نفس وہ تربیت ہے جس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ شیطان کا بآسانی مقابلہ کرسکتا ہے اور نفسانی خواہشات پر کنٹرول حاصل کر لیتا ہے۔ یہ بات صرف کتاب پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ضروری ہے جس کی صاحب قرآن ﷺ بہترین عملی تصویر ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کی ہر آیت پر سب سے پہلے خود عمل کرنے والے تھے۔ یوں آپؐ کی ذات مقدسہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تجربہ گاہ (لیبارٹری) ہے یہاں سے لوگ نفس کی پاکیزگی حاصل کرنے کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ یعنی تزکیہ نفس آپؐ کی اتباع میں ہے۔

تزکیہ کا مقصد نفس کو برائیوں کی آلائش سے پاک کرنا ہے۔ اس راہ پر چل کر برائیوں سے لدا ہوا نفس جسے نفس امارہ (سورۃ یوسف) کہتے ہیں وہ بھی بالآخر نفس مطمئنہ (سورۃ حجر)، جو اپنے رب کی رضا پر مکمل طور پر مطمئن ہو جاتا ہے بن سکتا ہے۔ اس کی پہلی منزل نفس لوامہ ہے یعنی دل میں برائی پر پچھتاوا اور اس کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے۔

اس لئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا نفس برائی سے پاک ہو جائے تو سب سے پہلے دل میں برائی کے خلاف نفرت پیدا کریں اور حلال حرام میں تمیز کرنا سیکھیں اور دل میں حرام سے کراہت اور حلال سے رغبت پیدا کریں۔ اس کے لئے کلمہ شہادت کا ذکر اور اس پر غور و فکر شافی علاج ہے۔ جب حضور ﷺ لوگوں کو کلمہ شہادت پڑھاتے تو اس کا فوری اثر یہ ہوتا کہ لوگ اپنی پچھلی زندگی سے کنارہ کش ہو کر ایک نئی زندگی جس کی منزل نفس مطمئنہ ہے کی طرف بڑھنا شروع ہو جاتے۔ یوں تزکیہ نفس نہ تو دنیا کے کام کاج سے کٹ کر صرف اللہ اللہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی سخت جسمانی اور روحانی ریاضتوں کا نام ہے بلکہ یہ **لا الہ الا اللہ** کے اسرار میں سے ہے کہ آدمی صرف اپنے رب ہی کا ہو جائے۔ اس بات کو سلطان بلھے شاہ نے نہایت عمدہ الفاظ میں بیان کر دیا ''ہتھ کار وچ۔ دل یار وچ'' یعنی کام نہیں چھوڑنا بلکہ حضور ﷺ کے طریق کے مطابق کسب حلال کے لئے جدوجہد کے ساتھ ساتھ دل میں اللہ تبارک تعالیٰ سے محبت اور اس کا تصور موجود ہو اور یوں آدمی مال و جان کی زکوٰۃ دیتا رہے۔

217- کتاب وحکمت کی تعلیم:-

آیۃ مبارک کریمہ 151 میں آپ ﷺ کی بعثت کا تیسرا بڑا مقصد کتاب اور حکمت کی تعلیم بتایا گیا ہے۔ کتاب سے مراد سارے کا سارا قرآن پاک ہے جسے حضور ﷺ نے بذات خود لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ترتیب دے کر انسانیت کے حوالہ کر دیا۔ آپ اس کے پہلے حافظ تھے اور آپ ہی نے وحی کی ہدایت کے مطابق آیت در آیت اسکو کتابی شکل بھی دی۔ یہ وہ نسخہ کیمیا ہے جو سراسر حکمت ہے لیکن اس کی حکمت کے بھرپور اثرات سے وہی قوم بہرہ مند ہوگی جو مکمل کتاب کو نافذ کرتی ہے۔ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو ریاست قائم فرمائی اس کی سیاست، معیشت، عدالت، نظم اور قانون سب کچھ حکمت قرآن کے مطابق تھا۔ آج بھی اگر مسلمان سرفرازی چاہتے ہیں تو انہیں پھر

Marfat.com

سے اپنے معاملات قرآن کریم کے سپرد کرنے ہوں گے۔ اس لئے قطع نظر ظاہری کامیابی یا ناکامی کے، حضور پاک ﷺ کے سچے امتیوں پر یہ لازم ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کے پیغام کو دنیا میں پھیلاتے رہیں اور خود اس کا نمونہ بنیں

218- باطنی علوم کی تعلیم :-

آیۃ مبارک 151 میں حضور کی بعثت کا ایک اور مقصد ان باتوں کی تعلیم بتایا گیا ہے جو اس سے پہلے دنیا نہیں جانتی تھی، فرمایا ''اور تمہیں وہ چیزیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے'' یعنی جو علوم کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتے تھے وہ بھی آپ نے سکھائے ان میں بے شمار ظاہری اور باطنی علوم اور بے شمار غیب کی باتیں ہیں جن کی تعلیم قرآن کریم کے علاوہ حضور پاک ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو فرمائی. اس میں کچھ علم حدیث کی شکل میں قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے محفوظ ہے۔ یوں آپ ﷺ کی تعلیم اور حکمت کا فیض آپ کے فرمانبردار عاشقوں پر ہمیشہ ہی بالواسطہ اور بلاواسطہ جاری رہے گا۔ لیکن یہ سب **فاذکرونی اذکرکم** کے ساتھ مشروط ہے۔ یعنی روحانی ترقیاں اللہ تعالیٰ سے محبت، اسکی یاد اور اسکو حاکم اعلیٰ تسلیم کرنے میں ہیں۔ قرآن کریم اسکا نصاب ہے اور خاتم النبین ﷺ استاد ہیں۔

219- اللہ تعالیٰ کا ذکر :-

ذکر کا مطلب، اللہ تبارک کو ایسا یاد کرنا ہے کہ دل و دماغ پر اس کی شان، اس کی محبت، اسکی ہیبت اور اسکا خیال چھایا رہے، آدمی اسکی رضا کو اپنی رضا بنالے اور قلبی طور پر اس کے حضور حاضر رہے۔ اس مقامِ ذکر تک پہنچنے کیلئے کئی ذیلی اذکار ہیں جنہیں بزرگان دین اور صوفیاء کرام سکھاتے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی نام کی تسبیحات مثلاً **سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر** اور **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** وغیرہ جیسے کلمات طیبہ کا بار بار ورد کرنا شامل ہے دل ہی دل میں **اللہ ، اللہ ، اللہ** ، کہتے رہنا بھی بڑا با برکت ذکر ہے لیکن اصل بات اللہ تعالیٰ کے ذکر کو زندگی کا عمل بنانے میں ہے۔

اسی ضمن میں قرآن کریم کی تلاوت، اس پر غور و فکر اور عمل بہت بڑا ذکر ہے۔ اس کی اہمیت یہاں سے واضح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا ایک نام ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِین رکھا ہے۔ اسلامی عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ بھی ذکر ہی کے طریقے ہیں۔ رزق حلال کے لئے جدوجہد بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ذکر کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ کام جو ہم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے، اس کے پیارے حبیب ﷺ کے طریقوں پر چلتے ہوئے کریں گے وہ اللہ کا ذکر ہوگا۔ کمالِ ذکر یہ ہے کہ ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد ہو اور زندگی اس کا نام بلند کرنے کے لئے وقف ہو اور شکر کے احساس کے ساتھ انسان اسکے سامنے بچھا جا رہا ہو۔

Marfat.com

220- ذکرِ الٰہی کا بے مثال انعام:-

آیۃ مبارک 152 میں "**فاذکرونی**" کے حکم سے ذکر کرنا بندے کے فرائض میں شامل کردیا گیا ہے، جس کا جوابی انعام "**اذکرکم**" کے پیارے الفاظ سے دیا گیا ہے یعنی اپنے ذاکر بندے کا رب تعالیٰ خود ذکر فرماتا ہے۔ سبحان اللہ یہ ایک ایسا اعجاز ہے جس کا کوئی جواب نہیں یہ بے مثل نعمت ہے۔ کیا خوب، کہ ہم خالقِ کون و مکان کا ذکر کریں اور اس کی شان کریمی ہمارا ذکر کرے۔ سبحان اللہ

اگر انسان اپنی بساط کے مطابق ذکر کرتا ہے تو اس آیہ مبارک سے صاف ظاہر ہے کہ ربِ کائنات، اپنے بندے کا ذکر اپنی شان کے مطابق کرتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان لامحدود ہے اس لئے اس کا اپنے کسی بندے کے متعلق ذکر بھی لامحدود ہی ہوگا، اور جب خالق ذکر کرتا ہے تو کائنات کیسے پیچھے رہ سکتی ہے۔ چنانچہ اپنے رب کی فرمانبرداری میں اس خوش قسمت ذاکر بندے کا ذکر کائنات کا ذرہ ذرہ کرتا ہے، وہ جدھر سے گزرتا ہے راستہ کے فرشتے، جنات، جانور، حیوانات و نباتات و جمادات اس پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اس خوش قسمت انسان کو مبارکیں دیتا ہیں کہ "آپ کا ذکر رب تعالیٰ نے کیا ہے"۔ نہایت عاجزی سے دعا ہے کہ ہمارا ذکر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو۔ آمین!

221- حاصلِ ذکر:-

ذکر کی عظیم اہمیت کے پیشِ نظر صاف ظاہر ہے کہ اس اہم کام کے کچھ آداب اور طریقے بھی ہوں گے۔ کچھ لوگوں نے وقت بے وقت تسبیح پھیرنے کی عادت بنالی ہے، کچھ اپنے دیگر فرائض کو نظرانداز کرکے ذکر و اذکار کی محفلوں میں لگے رہتے ہیں، کچھ اس میں دکھاوا بھی کرتے ہیں۔ لیکن آیہ مبارک 152 سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذکر بندے اور رب کے درمیان ایک بہت ذاتی سا معاملہ ہے جس کی جس قدر بھی تحریم ممکن ہو کرنی چاہئے۔ سورۃ مدثر کی تیسری آیہ مبارک میں فرمایا گیا ہے "اپنے رب کا نام بلند کرو" "**وربک فکبر**" دراصل یہی حاصل ذکر ہے۔ جیسا پہلے بھی کہا گیا ہے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی حاضری میں رہے اس کے رنگ میں رنگا جائے اور رب تعالیٰ سے باقی سب چیزوں سے بڑھ کر محبت کرے اور اسکے ساتھ ساتھ اور اپنے عمل سے دنیا بھر میں اس کا نام بلند کرتا رہے۔ یوں غلبہ دین کے لئے تبلیغ اور جہاد اعلیٰ ترین ذکر ہیں۔ یاد رکھیں عمل سے خالی ذکر سرورِ کائنات ﷺ کی سنت نہیں۔

222- شکر کی اہمیت:-

رب تعالیٰ کی نعمتوں کے حوالہ سے اسکا ذکر اسکا تہہ دل سے شکر ادا کرتے رہنے میں ہے جس کی طرف آیہ مبارک 152 میں فرمایا گیا ہے۔ **واشکروالی** .... "اور میرے ہی لئے شکر کرو اور تم کفر نہ کرو"۔ اللہ تعالیٰ کے انسان پر احسان ہی احسان ہیں اور اگر آدمی سمجھے تو اس کے شکریہ کے بوجھ تلے اپنی گردن نہیں اٹھا سکتا۔ افسوس کہ جب کوئی دوسرا آدمی چھوٹی سی بھی مہربانی کردیتا ہے تو ہم اس کے

لئے Thankyou-Thankyou (شکریہ۔شکریہ) کہتے تھکتے نہیں، لیکن اپنے پروردگار کی نعمتوں کو یونہی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یا یہود کی طرح نعمت کو اپنی محنت اور قابلیت کا صلہ سمجھتے ہیں۔ یہ سب گمراہوں کی نشانیاں ہیں۔نعمت، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کا احساس صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ چھن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے شکریہ ادا کرنے کا اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ کفر سے باز رہیں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں، رزق، زندگی، قابلیت، عزت اور طاقت کو ہم اس کا عطیہ سمجھیں، دل میں احساسِ ممنونیت پیدا کریں اور شکریہ کے طور پر اسکی دی گئی نعمتوں میں دوسروں کو بھی شریک کریں، انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں، اپنے رب کے نام کا بول بالا کریں اور محبوبِ خالقِ کون و مکاں ﷺ کے کام کو آگے بڑھائیں۔ چنانچہ تبلیغ اسلام، اسلام کی شان وشوکت کے لئے جدوجہد۔ظلم کے خلاف جہاد، اصلاح معاشرہ کے کام، انفرادی اور مجموعی نیکی کے عمل، مثلاً بھوکوں کے کھانے کا انتظام کرنا، بیمار کی عیادت، غریب کی دستگیری، مظلوم کی حمایت اللہ تعالیٰ کے شکرادا کرنے کے مختلف طریقے ہیں اور حاصل شکر کفر سے بچنا اور کفر کی مخالفت ہے۔

کسی نعمت کے مل جانے پر زبان سے شکر الحمدللہ کہنا اور دل سے اپنے رب سے خوش ہونا بھی شکریہ ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے جس کی ہمیں عادت ڈالنی چاہئے اور اپنے بچوں کو بھی سکھانی چاہئے۔یہی وجہ ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے اللہ کی تعریف اور کھانے کے بعد اس کا شکرادا کرنا مسلم تہذیب کا حصہ ہے۔افسوس کہ اب ہم اس وصف کو بھی کھوتے جاتے ہیں۔یاد رہے کہ آیۃ مبارک 152 کے دوسرے حصے کے مطابق اللہ کی نعمتوں پر شکر نہ کرنا کفر کے مترادف ہے۔اس سے بڑا کفر کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جس نے ہمیں زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات عطا کئے ہیں ہم خوش دلی سے اس کا اعتراف بھی نہ کریں۔

223- نصرت الٰہی طلب کرتے رہو:-

آیہ مبارک 153 میں اللہ کے بندوں کے لئے نصرت الٰہی حاصل کرنے کا نسخہ ہے۔زندگی میں ہر انسان پر مشکل دور آتے ہیں، مومن اللہ کے ذکر اور اسکے شکر کے ساتھ مصائب کا سامنا کرتا ہے اور اس سے مدد کی دعا کرتا رہتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہیں آزمائش سے خالی نہیں۔شیطان کی دشمنی آسان کام نہیں۔اسکے سارے پیروکار مومن بندے کی مخالفت پر اتر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کی پاداش میں اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ان آزمائشوں اور مصائب میں مومن اللہ ہی کو مدد کیلئے پکارتا ہے۔

باری تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ اس کے بندے تمام آزمائشوں میں اسی سے مدد مانگیں، لیکن اکثر یہ ہوتا ہے کہ بشری کمزوریوں کی بنا پر آدمی مدد کے لئے سب سے پہلے مادی ذرائع کی طرف رجوع کرتا ہے حالانکہ مادی ذرائع بھی صرف اسی وقت کام آئیں گے جب مالک کا حکم ہوگا۔اس لئے مومنین کے لئے حکم ہے کہ وہ ہر حال میں، خوشی ہو یا غمی، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کریں۔اصل مدد اسی کی

Marfat.com

طرف سے ہے، مادی ذرائع بھی اسی کے لشکر ہیں۔" **وللّٰہ جنود السموات والارض**" اس لئے مادی ذرائع کے لئے بھی اللہ ہی سے مدد مانگو۔ وہ ہر سوالی کے سوال کا جواب دیتا ہے، ہر مانگنے والے کو عطا کرتا ہے۔ لیکن مانگو تو سلیقہ سے مانگو۔ جس کی طرف آیۃ مبارک 153 میں رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

224- صلوٰۃ اور صبر کا نسخہ:۔

آیۃ مبارک 153 میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا نسخہ "صلوٰۃ اور صبر" بتایا گیا ہے فرمایا۔ یعنی اللہ کی مدد کیلئے بندہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر خوب اچھی طرح وضو کرے، خشوع خضوع سے نوافل ادا کرے، اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کی معافی مانگے اور پھر رب تعالیٰ سے مدد کی فریاد کرے اور کرتا ہی جائے۔ مانگنے کے لئے کسی خاص وقت کا تعین نہیں ہے، ہم ہر وقت اور ہر حال میں دعا کر سکتے ہیں لیکن بعض اوقات کی اہمیت زیادہ ہے۔ انہی میں سے تہجد دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا بھی صلوٰۃ ہے۔

یہ باری تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ہر سوالی کی دعا سنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ اس لئے ہمیں پورے یقین وثوق اور اصرار سے دعا مانگتے رہنا چاہئے وہ ضرور مدد کرے گا۔ لیکن کب اور کیسے؟ اس بات کا وہ خود فیصلہ فرماتا ہے۔ اس لئے مومن کو صبر اور استقلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا انتظار کرنا چاہئے۔

صبر کا مطلب یہ ہے کہ شکایت، فضول بہانے، اپنی کمزوری کا رونا رونے وغیرہ سے اجتناب کیا جائے اور عزت نفس کو برقرار رکھتے ہوئے استقلال کے ساتھ اپنی جدوجہد کو جاری رکھا جائے، رب تعالیٰ پر توکل کیا جائے اور محنت کے ساتھ ساتھ رب العزت سے دعائیں مانگتا رہے۔

بالآخر جب اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچتی ہے تو غیب سے ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ آدمی خود حیران رہ جاتا ہے اور کمک وہاں وہاں سے آنا شروع ہو جاتی ہے جسکا تخیل بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حالات یوں پلٹتے ہیں کہ کسی کے وہم وگمان میں نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ مومنین کو کامیابی عطا فرما دیتا ہے۔ (اے ہمارے مالک، ہم کمزوروں کی مدد فرما۔ بیشک ہر توفیق تیری ہی طرف سے ہے)۔

225- کیا دُعا رائیگاں جاتی ہے؟

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ حالات حسب خواہش نہیں بدلتے۔ دعائیں قبول ہوتی نظر نہیں آتیں۔ ایسی صورت میں مایوس ہونے کی بجائے صاحب دعا کو اپنی طرف دیکھنا چاہیئے کہ کہیں وہ بے صبری تو نہیں کر رہا، اس کی دعا میں اخلاص کی تو کمی نہیں۔ اس کی دعا کسی اور کو نقصان پہنچانے کے لئے تو نہیں۔ اس کے رزق میں حرام تو شامل نہیں۔ اپنے طور طریق میں وہ منافق تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے یقین میں کمی تو نہیں۔

Marfat.com

یعنی دعا کا مقبول نہ ہونا دراصل صاحب دعا کی اپنی کمزوریوں پر منحصر ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ قبولیت کی شرائط اور اخلاص کے ساتھ کی گئی دعائیں قبول نہ ہوں۔ اگلی آیات اسی سلسلہ کی کڑی ہیں جن میں ایک ایسی کامیابی کا مژدہ ہے جس کے لئے ہر مومن دعا کرتا ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کامیابی کے لئے آزمائش شرط ہے۔ فرمایا...

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

154- جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مردہ مت کہو۔ (نہیں) بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ۙ

155- اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے ساتھ ہر چیز کے، خوف اور بھوک سے، اموال کے نقصان سے، اور جانوں کے (نقصان سے)، اور نتائج (ثمرات) کے (نقصان سے)۔ اور آپؐ صابروں کو (بالآخر کامیابی کی) خوشخبری دے دیں۔

الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْہُمْ مُّصِیْبَۃٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ؕ

156- یہی وہ لوگ ہیں جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں، بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُہْتَدُوْنَ ۝

157- یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے (صلوات) رحمتیں نچھاور ہوتی ہیں اور یہی لوگ ہیں جو حقیقت میں ہدایت پر ہیں۔

Marfat.com

226- اسلام کا فلسفہ حیات:-

سورہ بقرہ کی مندرجہ بالا آیات میں اسلام کے فلسفہ حیات کی مکمل تصویر پیش کر دی ہے۔ اس کے مطابق سب سے بڑی کامیابی اللہ تعالیٰ کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا ہے جس کے عوض وہ اپنے بندے کو حیات جاودانی عطا فرماتا ہے۔ اس سے پہلی آیات میں حکم تھا کہ حق کی نصرت کے لئے مال کی قربانی دو، بدلہ میں اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا زیادہ، بعض اوقات ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ کر کے واپس کر دیتا ہے، جبکہ ایسا وقت بھی آ سکتا ہے جب حق کی شہادت کے لئے جان کا نذرانہ دینا پڑے یہ قربانی کی آخری حد ہے۔ اس کے بدلہ میں مالک کون و مکان اپنی رحمتوں کی بھی آخری حد کر دیتا ہے اور ہمیشہ کی زندگی عطا کر دیتا ہے۔

یہ افسوس ناک بات ہے کہ آج کل کے سیاسی رہنماؤں اور دانشوروں نے فلسفہ شہادت کو وطنیت پرستی کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ لیکن ان کے کہنے سے کوئی آدمی شہید کا مرتبہ نہیں پا سکتا۔ حقیقت میں شہادت کی موت صرف وہ موت ہے جو دین اسلام سے ثابت ہو لیکن اس میں بھی کئی درجات ہیں۔ اعلیٰ ترین درجہ اس شہید کا ہے جو اپنی جان اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ دوسرے درجہ میں شہادت کی وہ موت ہے جب کوئی مسلمان اپنی آزادی، ملکیت، بیوی بچوں اور لوگوں کے دفاع کے لئے جان دے دیتا ہے۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ''جو اپنی ملکیت کو بچاتے ہوئے مر گیا پس وہ شہید ہے''۔

اسی طرح حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ان لوگوں کی موت بھی شہادت کے زمرے میں آتی ہے جو کسی مہلک بیماری سے یا قدرتی آفات میں اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوئے صبر کے ساتھ فوت ہو جائیں۔ اس میں طاعون اور اس قسم کی متعدی بیماریوں کا خاص طور پر ذکر ہے۔ ایسی غیر طبعی اموات کو شہادت کہنے میں شاید یہ حکمت پنہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کریمی سے ان کی بقیہ طبعی زندگی کی مدت کو نیکیوں والی زندگی شمار کر لیتا ہے۔ شرط وفات سے پہلے ایمان اور عمل، صبر شکر اور توکل علی اللہ ہے۔ شہید صحافت، شہید جمہوریت وغیرہ کی اصطلاحیں کسی کو شہید نہیں بنا دیتیں بلکہ ایسے کلمات غیر اسلامی کلمات ہیں۔ (واللہ اعلم)

227- شہید زندہ ہے:-

زخموں سے نڈھال شہید جب اپنی آخری سانس اس گواہی کے ساتھ مالک کے حوالہ کرتا ہے کہ ''رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا''، تو زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اسے خوش آمدید کہنے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے۔ عزرائیل اس کے لئے حیات جاودانی لکھ لیتا ہے۔ شعور کی کمی کے باعث لوگ شہید کی شاندار حیات کے راز کو سمجھنے سے قاصر ہیں لیکن آیۃ مبارکہ 154 سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے ایسے بندہ کے لئے یہ الفاظ بھی گوارا نہیں کہ ''وہ مر گیا ہے''۔

دنیاوی موت کے ساتھ ہی اس پر ساری کائنات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ رب العزت کے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے جہاں چاہے وہاں جا سکتا ہے، اور اس کے دونوں اطراف فرشتے ''خوش آمدید خوش آمدید'' کے ترانے گاتے ہیں۔ عام لوگوں کو جنت کے لئے روز آخرت کا انتظار کرنا پڑتا ہے لیکن شہید کا نفس مطمئنہ سیدھا جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

آیۃ مبارکہ 154 میں خوشخبری کہ ''شہید زندہ ہے لیکن دنیا کے لوگوں کو اس کی حیات کا شعور نہیں'' سمجھنے کے لئے یقین وایمان والا قلب چاہئے۔ لیکن یہ تو مشاہدہ کی بات ہے کہ زمین شہید کے جسم پر اثر نہیں کرتی۔ مہینوں، سالوں، بلکہ صدیوں تک ان کے اجسام کا صحیح سالم حالت میں پائے جانے کا مشاہدہ تو کئی لوگ کر چکے ہیں۔ یہاں حضور پاک ﷺ کے ان دو اصحابی شہدا کا ذکر باعث برکت ہوگا۔ (حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ) جنھوں نے خواب میں 1950 میں عراق کے بادشاہ شاہ فیصل کو حکم دیا تھا کہ ''دریا کی نمی ان کے لئے تکلیف دہ ہوگئی ہے لہٰذا انہیں کسی خشک جگہ پر منتقل کر دیا جائے۔'' پھر حج کے فوراً بعد اعلان عام کے ساتھ ہزاروں لوگوں کے سامنے جب مقابر کھولے گئے تو لوگ سبحان اللہ، سبحان اللہ، کہتے انگشت بدنداں تھے کہ باوجود 1350 سالوں کی مسافت کے اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کے جسم یوں تازہ اور خوبصورت تھے جیسے ابھی ابھی سوئے ہوں۔ (سبحان اللہ) یہ دونوں اصحاب رسول ﷺ اب مشہور صحابی اور عاشق رسولؐ حضرت سلمان فارسیؓ کے نام سے موسوم احاطہ سلمان پارک میں مدفون ہیں۔

کمونسٹوں کے خلاف افغان جہاد کے شہداء کے چشم دید گواہ بھی ایسے ہی روح پرور مناظر بتاتے ہیں۔ پاکستان کی اپنی تاریخ بھی ایسے ہی سچے اور پکے مومنوں کے ذکر سے خالی نہیں۔ شہید کے جسم کے محفوظ رہنے کی ایک وجہ جسم سے روح کے رشتہ کے برقرار رہنے کی وجہ ہوسکتی ہے اور دوسرے یہ کہ زمین اور ہواؤں کے کیڑوں کو شرم آتی ہے کہ وہ اللہ کے محبوب بندوں کے اجسام کو کھائیں۔ سورۃ عمران آیت 169 شہادت کی موت کے مزید پہلو واضح کرتی ہے۔ (تفصیلات کے لئے ہماری کتاب ''قیامت اور حیات بعدالموت'' کا مطالعہ فرمائیں)

228- دکھی دل کی ڈھارس:-

آیۃ مبارکہ 156 میں مومن بندوں کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ وہ مصیبت میں کہتے ہیں ''ہم اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' یوں ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' کا کلمہ ان کے دکھی دلوں کی ڈھارس کا باعث بن جاتا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کے فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' کے ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ آدمی کو مصائب سے محفوظ کر لیتا ہے۔ اس کے قلب پر سے مصیبت کے اثرات مٹ جاتے ہیں اور اسے گمشدہ متاع مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب کا فرمان ہے۔ جس نے مصیبت کے وقت (دل سے) ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' کہا تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کی تلافی فرماتے ہیں اور اسکا انجام بخیر ہوتا ہے۔ (رواہ مسلم)

229- صابرین پر اللہ کا درود وسلام:-

آیۃ مبارکہ 157 اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبر کرنے والوں اور اپنے اعمال سے حق کی گواہی دینے والوں کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہ ہدایت یافتہ ہیں''

صلوٰۃ کا مطلب دعا یا نیک تمنائیں (good wishes) ہیں ۔اللہ تعالیٰ کی بندے کے حق میں صلوٰۃ کا مطلب اسے گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ سبحان اللہ۔ہم رب کریم کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے کہ وہ ہمارے اوپر اپنی رحمتیں اور صلوات نچھاور کرتا ہے۔ (اے باری تعالیٰ ہم کس طرح تیرا شکریہ ادا کریں۔ بے شک تو انتہائی رحم کرنیوالا بے مثل قدر دان ہے)۔ یاد رکھو جس کا اللہ تعالیٰ قدر دان ہے زمین و آسمان اس کے آگے آنکھیں بچھاتے ہیں اور فرشتے بڑھ بڑھ کر اسے سلام کرتے ہیں۔

آیتہ مبارکہ 158 سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبر کے ساتھ جدو جہد کرنے والے مجاہدین اصل ہدایت یافتہ لوگ ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور درود و صلوٰۃ نازل ہوتی ہیں۔اگلی آیت نمبر 158 ایسی ہی چند ہدایت یافتہ عظیم ہستیوں کی یاد تازہ کرتی ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ
فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ
وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ
فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○

158- بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے، اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان طواف کرے۔ اور جو کوئی بھی خوشی سے بھلائی کرے، تو اللہ تعالیٰ (اس کا) خوب قدر دان، جاننے والا ہے۔

230- صفا اور مروہ پر جدو جہد کی شاندار مثال:۔

صفا حرم شریف سے دائیں جانب اور مروہ بائیں جانب دو پہاڑیاں ہیں جن کا درمیانی فاصلہ تقریباً دو فرلانگ ہے۔آج کل یہ جگہ چھتی ہوئی ہے۔انکے درمیان حضرت حاجرہؑ کی آزمائش ہوئی۔جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی بیوی مائی حاجرہؑ اور شیر خوار بچے حضرت اسماعیلؑ کو مکہ کی سنگلاخ بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر رخصت ہوگئے تو چند دن کے اندر اندر ہی خورد و نوش کا تمام سامان ختم ہوگیا جب بچے کا بھوک اور پیاس سے رونا ماں سے برداشت نہ ہوسکا تو یہ دیکھنے کے لئے کہ شاید کوئی قافلہ ادھر ادھر سے گذر رہا ہو یا کہیں پانی کا نشان مل جائے وہ کبھی صفا پر چڑھتیں اور کبھی مروہ پر، ساتھ ساتھ حضرت اسماعیلؑ کو دیکھتیں جو موجودہ چاہ زم زم والی جگہ پیاس سے بلک رہے تھے۔ان چٹیل چٹانوں میں ان دونوں کا واحد سہارا اللہ تعالیٰ تھا جس سے وہ قدم قدم پر

اپنے بچے کی حفاظت اور پانی کے لئے دعائیں مانگ رہی تھیں۔ یہ اس عظیم ماں کے لئے ایک بہت بڑی آزمائش کی گھڑی تھی۔ اگرچہ ظاہری امید کی کوئی کرن نہیں تھی لیکن انہیں اپنے رب پر پورا یقین تھا۔ باوجود مایوس کن حالات کے انہوں نے کوشش ترک کی نہ توکل کا دامن چھوڑا۔ یوں اس کٹھن وقت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتے ہوئے انہوں نے صفا و مروہ کے درمیان دوڑ دوڑ کر صبر اور عملی جدوجہد کی ایسی مثال قائم کر دی جو راہِ حق کے مسافروں کے لئے ہمیشہ قابلِ تقلید ہے۔

231- صبر کا پھل:-

اگرچہ وہاں کسی قافلہ کا گزرنا یا پانی کا مل جانا ناممکن سی بات تھی لیکن انہوں نے حوصلہ نہیں ہارا۔ نہ ہی مایوسی میں بیٹھ گئیں۔ اسماعیلؑ کا پیاس سے تڑپنا ان کے عزم کو کم نہیں کرتا بلکہ اس کے تڑپنے کی آواز پر وہ صفا اور مروہ کی بلندیوں پر مزید اوپر چڑھتی ہیں اور تیز دوڑتی ہیں۔ متواتر بھاگ رہی ہیں، کبھی اس طرف کبھی اس طرف۔ اللہ تعالیٰ پر پورے یقین کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھتی ہیں کہ اچانک اسماعیلؑ کے رونے کی آواز بند ہو جاتی ہے، ماں اس خوف سے کہ خدانخواستہ...... بھاگ کر اس کی طرف لوٹتی ہے لیکن اسماعیلؑ صاف اور ٹھنڈے پانی میں تر اپنے ہاتھوں کو گیلا کر کے پانی چاٹ چاٹ کر مسکرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حاجرہ علیہ السلام کے جذبہِ محبت، صبر اور توکل علی اللہ کے بدلے زمین سے ایک ایسا چشمہ جاری کر دیا جو آج بھی جاری ہے اور ہر سال کروڑوں انسانوں کی پیاس بجھا رہا ہے، اور ایسا پانی ہے جو بھوک بھی مٹاتا ہے اور اس میں بیماریوں کے لئے بھی شفا ہے۔ اس کا ثبوت ان لاکھوں لوگوں کا تجربہ ہے جو ہر سال حج اور عمرہ کے لئے بیت اللہ کی زیارت کرتے ہیں اور آبِ زمزم پیتے ہیں۔

سبحان اللہ کہ صفا اور مروہ کی دو معمولی پہاڑیاں اس اللہ والی کے قدموں کے طفیل شعائر اللہ کا درجہ پا گئیں اور اس وقت سے جو کوئی بھی حج اور عمرہ کی نیت سے بیت اللہ کی زیارت کو جاتا ہے وہ اس عظیم ماں کے قدموں پر چل کر جدوجہد اور توکل علی اللہ کی اس داستان کو زندہ کرتا ہے۔

232- عورت کا مقام:-

ہو سکتا ہے کہ آج بھی کسی کے دل میں خیال آئے جیسے اس وقت جب قرآن کریم نازل ہو رہا تھا کچھ لوگ سوچ رہے تھے کہ صفا اور مروہ کا طواف تو ایک عورت کا اتباع ہے۔ کرنا چاہئے یا نہیں؟ آیۃ مبارکہ 158 انسانیت کو یاد دلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت ہو یا مرد، جو کوئی بھی صالح عمل کرے گا اجر پائے گا۔ بے شک حاجرہ علیہ السلام ایک عورت ہی تھی لیکن انکا عمل اس قدر عظیم جذبہ والا عمل تھا کہ دنیا کے تمام مردوں کو حکم ہے کہ جب وہ وہاں پہنچیں تو بیت اللہ کے طواف کے بعد ان راستوں کا ضرور طواف کریں جہاں وہ بے تابی سے دوڑ رہی تھیں۔ اس میں ثواب ہی ثواب ہے۔

Marfat.com

233- قدردان رب:-

آیۃ مبارکہ 158 کے آخر میں حکم صادر فرمایا گیا ہے کہ "جو کوئی بھی دل کی خوشی سے نیکی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بڑا قدردان پائے گا"۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمل کی قبولیت کے لئے ذات پاک نسل مذہب یا عورت مرد کا امتیاز نہیں بلکہ شرط تقویٰ ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی محبت میں کی گئی کوئی کوشش رائیگاں نہیں جاتی اور جس قدر جذبہ سے کوئی عمل ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کی قدر ہو گی۔ مثال حضرت حاجرہ علیہ السلام کی حاضر ہے۔ لیکن بعض مذہب پرست لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت پر رسمی عملوں کو ترجیح دیتے ہیں اور جذبوں کی قدروں کو چھپاتے ہیں۔ اگلی آیات کریمہ سچے دین کو چھپانے والوں کی مذمت میں بڑی سخت آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے سیدھے راستہ پر سدا رکھے۔ فرمایا......

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَۙ

159- بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو ہم نازل کر چکے ہیں، کھلی نشانیاں اور ہدایت، بعد اس کے کہ ہم نے لوگوں کیلئے انہیں کتاب (بھی) میں واضح کر دیا۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اور تمام لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

160- البتہ جن لوگوں نے توبہ کی، اور نیکی کی، اور (اللہ کی نشانیوں کو) ظاہر کیا، پس میں ان کی توبہ قبول کرونگا، اور میں توبہ قبول کرنے والے اور رحمت والے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَۙ

161- بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے، اور (مرتے وقت بھی) کافر ہی تھے، ایسوں پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں کی مجموعی لعنت ہے۔

Marfat.com

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○

162- ہمیشہ اسی میں رہیں گے،
نہیں ہلکا کیا جائے گا ان پر سے عذاب،
اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

234- لعنتی لوگ:-

آیہ مبارکہ 159 قرآن کریم کی بڑی سخت آیات میں سے ہے۔ آیہ مبارکہ 157 میں ان عظیم لوگوں کا ذکر تھا جن پر اللہ تبارک صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا جینا مرنا سب رب العالمین کیلئے ہے۔ یہاں اس گروہ کا ذکر ہے جن پر ہر وقت لعنت برستی رہتی ہے۔ یہ وہ دشمنِ انسانیت ہیں جو لوگوں سے اللہ تبارک تعالیٰ کی نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، حق کو دباتے ہیں اور باطل کا پرچار کرتے ہیں۔

ان میں کسی حد تک وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اپنے بچوں کو ایسی تعلیم و تربیت دیتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے بچوں کے بھی مجرم ٹھہرے کہ جب انکی عمر سیکھنے کی تھی انہیں اللہ کی ہدایت سے دور رکھا۔

اس گروہ میں وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو اللہ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال کر انسانی فلاسفہ، قوانین اور طریقوں کو رائج کرتے ہیں۔ ایسے اہل علم، علماء، دانشور، ماہرین تعلیم، ذرائع ابلاغ کے ناخدا، سیاستدان، حکمران غرضیکہ ہر وہ آدمی جو کسی نہ کسی طریقہ سے سچائی پر پردہ ڈالنے کے عمل میں معاون ہے وہ کسی نہ کسی درجہ میں اللہ کی لعنت کو دعوت دیتا ہے۔ ان سب کیلئے آیہ مبارکہ 158 زبردست انتباہ ہے۔ فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ خود لعنت فرماتے ہیں اور اتباع خداوندی میں زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ یعنی پورے کا پورا ماحول، اردگرد کے جمادات، نباتات اور اللہ تعالیٰ کو ماننے والے تمام جن و انس بھی ان پر لعنت کرتے ہیں، انہیں حقارت سے دیکھتے ہیں۔ (استغفر اللہ) سوچنے کی بات ہے کہ کہیں ہم خود تو اس ظلم عظیم کے مرتکب نہیں؟ ہمارے اسلامی ملکوں پر جو ادبار کے بادل چھائے ہوئے ہیں کہیں وہ بھی اسی وجہ سے تو نہیں؟

دراصل جب بھی کوئی انسان آدمیت کے مقام سے گر کر کام کرتا ہے تو وہ ہر چیز کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ تمام جمادات و نباتات اسے حقارت سے دیکھتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں۔ لعنت ایسے ہی عمومی جذبات کی ترجمانی ہے لیکن اگر وہ اپنی اصلاح کر لیتا ہے اور برائی سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو پھیلانے میں ممد و معاون بن جاتا ہے تو پھر سے وہ قابل عزت ہے۔ آیہ مبارکہ 160 ایسے لوگوں کے لئے امید کا پیغام اور خوشخبری ہے۔

آیات مبارکہ 161 اور 162 ان بدبخت لوگوں کا حال بیان کرتی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور کفر ہی میں مر گئے۔ توبہ کی نہ گناہ چھوڑا۔ ایسے مجرموں کے لئے ہمیشہ کی لعنت ان کی تقدیر بن جاتی ہے قیامت کے دن جب حقائق ظاہر ہو چکے ہونگے اللہ تعالیٰ کے فرشتے

اور تمام جن وانس، خواہ وہ جنتی ہوں یا دوزخی ایسے لوگوں پر لعنت بھیجیں گے۔ بلکہ اس دنیاوی حیات میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے نافرمانوں کو کائنات کا ذرہ ذرہ نفرت اور حقارت سے دیکھتا ہے یوں وہ لعنت کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ مبتلا ہیں۔

یہ وہ بدقسمت ہیں جنہوں نے اپنی دنیاوی حیات کے دوران اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور کیا نہ انہیں دیکھنے کی زحمت کی۔ اگر وہ غور کرتے تو ان پر بھی یہ حقیقت واضح ہو سکتی تھی کہ ہم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اے اللہ ہمیں حق کے بول بالا کی توفیق عطا فرما اور آیات کو سمجھنے کی فراست عطا فرما۔ اگلی آیات کریمہ میں زمین وآسمان کی کچھ ایسی ہی نشانیوں کا ذکر ہے۔ فرمایا.....

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝

163- اور تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے،
اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں،
وہ الرحمٰن اور الرحیم ہے۔

اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ
بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
مِنْ مَّآءٍ
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠
وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

164- بے شک آسمانوں اور زمینوں کی خلق میں،
اور روز وشب کے بدلنے میں،
اور جو سمندر میں (جہاز) چلتے ہیں،
جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں،
اور اللہ تعالیٰ نے (جو) آسمان سے پانی
نازل کیا، پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا،
اور اس میں ہر قسم کے جاندار آباد کر دیئے،
اور ہواؤں کی گردش میں،
اور وہ سحاب جنہیں آسمان اور زمین کے
درمیان رکھ دیا گیا ہے،
بے شک (عرفان حق کی جانب)
سب عقلمند لوگوں کیلئے اہم نشانیاں ہیں۔

Marfat.com

235- سب سے بڑی سچائی، سب سے بڑی سائنس:-

سچ کی معراج اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات کا ادراک ہے۔ مذہب، سائنس، عقل، فلسفہ، وجدان ان سب کی انتہا اس بات کی سمجھ ہے کہ کائنات اور ہم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اللہ واحد، اسکے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔ یہ حقیقت سب سے بڑی سچائی ہے اور سب سے بڑی سائنس ہے۔ جس وحدت (singularity) کی تلاش میں آج سائنس کے ہزاروں بہترین دماغ لگے ہوئے ہیں، وہ اسی ذات پاک کی صفت ہے۔ جیسے ہر تخلیق اپنے خالق کی حقیقت پر شہادت دیتی ہے اسی طرح کائنات اور مافیہا اپنے خالق کی شہادت دیتی ہے۔ اس کا وجود ہی اس بات کا اعلان ہے کہ وہ مخلوق ہے اور اس کا کوئی خالق بھی ہے لیکن افسوس کہ اکثر لوگ قدرت کی ان شہادتوں پر غور نہیں کرتے۔

اگر ہم تھوڑی دیر اپنے اردگرد آسمان و زمین میں با مقصد نظر سے غور کریں، اسکی تخلیق اور ایجاد پر غور کریں اس میں برپا توازن کو سمجھیں، اس کے حسن کو دیکھیں، اس کی لامحدود وسعت کا ادراک کریں، اس میں موجود مخلوقات جنکی مقدار کا تعین انسانی حساب نہیں کر سکتا پر سوچیں اور پھر پوچھیں کہ یہ سب کیسے اور کیوں ہے؟ تو حقیقت واضح ہو جائے گی کہ تم سب کا معبود۔ معبود واحد ہے۔ اسکے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ مالکِ یوم الدین ہے۔ ہر چیز کا وہ اول ہے جس سے پہلے کوئی نہیں، وہ آخر ہے جس کے بعد کوئی نہیں، وہ ظاہر ہے جس سے پرے کوئی نہیں، وہ باطن ہے جس سے خالی کوئی نہیں، وہ یکتا ہے جس جیسا کوئی نہیں، ہمیشہ سے ہمیشہ تک قائم، جسے نہ اونگھ ہے نہ تکان۔ علم، عزت اور قدرت اسکی صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی پاک ﷺ نے ان ہستیوں کے بارے جو اپنے خالق کی صفات اور عظمت پر اس طرح غور و فکر کرتے ہیں فرمایا کہ ''عالم کی روشنائی شہید کے خون سے زیادہ مقدس ہے'' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر والی رات زندگی بھر کی عبادت والی راتوں سے افضل ہے۔

(For more details see Appendix I to XXII)

236- کیا یہ سب خود ہی ہو گیا؟

آیۃ مبارکہ 164 دنیا بھر کے انسانوں کیلئے ایک سائنٹیفک چیلنج ہے۔ انسان کے ضمیر کو جھنجوڑ رہی ہے کہ ذرا شب و روز کے نظام کی تفصیل کو سمجھو، اپنے محور اور سورج کے گرد بیک وقت گھومتی زمین کو دیکھو، اس کے صبح و شام کے متعلق سوچو کہ یہ کیسے اور کیوں ہیں تو عقل کے پاس ان سب کے موجد اور خالق کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں رہ جاتا۔ لہروں سے اچھلتے ہوئے سمندر اور ان میں خراماں جہازوں سے پوچھو کہ پانی کے یہ وسیع ذخائر اور ان میں چلتی کشتیاں کس نے انسانی خدمت پر لگا دی ہیں تو خالق سے دوری نہیں رہے گی۔

زمین پر یہ اس قدر پانی کہاں سے آ گیا۔ یہ تو ابتداء میں ایک جلتا ہوا انگارا تھا۔ یہ کس نے کر دیا کہ آسمانوں میں سے برف کے

Marfat.com

شہاب لالا کر زمین کو ٹھنڈا کیا اور اس کے نشیبوں کو پانی سے بھر دیا اور پھر پانی میں حیات رکھ دی اور پھر اس حیات میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ کروڑوں اربوں ڈیزائنوں کے مطابق طرح طرح کی زندگی سے زمین کی خشکی اور تری کو بھر دیا۔ یہ سب کیا خود بخود ہی ہو گیا؟

یہی نہیں بلکہ زمینی حیات اور اس کی نباتات وحیوانات کو معتدل ماحول اور موسم دینے کیلئے زمین سے سینکڑوں ہزاروں میل دور اس پر ایسے ایسے سحاب کے غلاف ڈال دیئے کہ بیرونی دنیا سے آنے والی خطرناک شعاعیں، ذرات اور شہاب زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دیئے جائیں۔ یہ کہ سمندروں میں بو نہ پڑ جائے، اسمیں رہنے والے جاندار دم گھٹ کر نہ مر جائیں، زمین سے 389000 میل دور چاند کو رکھ دیا جسکی کشش سے مدوجزر کا نظام سمندر کے کھربوں ٹن پانی کو ہلاتا رہتا ہے۔ یہ شاندار نظام کس کا قائم کیا ہوا ہے؟ اگر تمام سائنس معلوم سے نامعلوم کی طرف سفر ہے تو پھر مخلوق سے تم خالق کو کیوں نہیں پہچانتے؟

237- زمین پر آسمان سے پانی:-

آیۃ مبارکہ 164 میں ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا ''اللہ سبحانہٗ وَ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا''۔ جبکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بارش کا پانی اگرچہ آسمان کی طرف سے گرتا ہے لیکن اس کا منبع بھی زمین پر سمندر ہی ہیں۔ اس لئے رب تعالیٰ کا فرمان ''آسمان سے پانی نازل کیا'' کا مطلب معمول کا بارشی پانی نہیں بلکہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ زمین پر جو پانی ہے وہ بھی ضرور آسمان سے ہی نازل ہوا ہوگا۔ یہ بہت بڑا سائنسی انکشاف ہے جسکا ثبوت پچھلے دس بیس سالوں کی خلائی تحقیق سے ملا ہے۔ سبحان اللہ، یوں سائنس قرآن کریم کی تصدیق کرتی جاتی ہے۔

1987 کے لگ بھگ امریکہ کے سب سے بڑے خلائی تحقیق کے ادارے ناسا (NASA) کے سائنسدانوں نے دیکھا کہ خلا میں برف کے بڑے بڑے پہاڑ یعنی برفانی شہابیئے (ICE Meteorites) موجود ہیں۔ ان میں سے ہر روز ہزاروں کی تعداد میں زمین کا رخ بھی کرتے ہیں لیکن ہوا سے ٹکرانے کے بعد بھاپ بن کر ہوا ہی میں جذب ہو جاتے ہیں۔ یوں آسمانوں کا پانی زمینی فضا میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور یہ عمل اربوں سالوں سے ہو رہا ہے۔ ابتدا میں یہ عمل بہت زیادہ تیز تھا۔ ان کے علاوہ زمین کا کچھ پانی اسکی تخلیق میں موجود آبی بخارات کے ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے بھی ہے۔ یہ بخارات ان گیسوں میں موجود تھے جن سے زمین کی تخلیق ہوئی۔ لیکن انکا منبع بھی وہ آسمانی ستارے تھے جن کی تباہی کے ملبہ سے زمین معرض وجود میں آئی تھی۔ یہ بخارات خلائی ٹھنڈک سے ٹھنڈے ہو کر ژالہ باری اور بارشی قطروں کی شکل میں لاکھوں سال متواتر بارشوں کی شکل میں گرتے رہے جس کی وجہ سے زمین کی بیرونی سطح نہ صرف ٹھنڈی ہوتی گئی بلکہ پانی کے کیمیائی عمل سے اس پر جو تبدیلیاں آئیں ان سے زمین کے اوپر کا پرت نرم ہوتا گیا اور یوں آہستہ آہستہ وہ نباتات پیدا کرنے کے قابل بن گئی۔ اسی پانی کے نشیبی جگہوں میں جمع ہونے سے جھیلیں اور سمندر وجود میں آئے۔ یعنی جیسے کلام اللہ میں فرمایا گیا تھا جدید سائنس بھی اسی نتیجہ پر پہنچی ہے کہ زمین پر پانی آسمانی ذرائع کا مرہون منت ہے۔

(For more details please see appendix xvii)

238- مردہ زمین میں پانی سے زندگی:۔

آیۃ مبارکہ 164 کے فرمان اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ.... میں ایک اور بہت بڑی سائنسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ابتدا میں ہماری زمین مردہ تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی نازل کیا تو اس پانی کی وجہ سے زمین کو حیات ملی۔ اس کے علاوہ ہواؤں کی گردش اور بادلوں کا نظام بھی سمندروں میں جمع شدہ پانی ہی کی وجہ سے ہے یہ وہ حقائق ہیں جو بیسویں صدی کے اوائل میں سائنس کو معلوم ہوئے۔ پانی کے بغیر مردہ زمین کا تصور تو صحراؤں سے بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا صحیح ادراک سورج کے دوسرے سیاروں مثلاً زہرہ، مریخ، عطارد وغیرہ کی خلائی تصویروں سے ہوتا ہے۔ وہ بھی سورج کا خاندان ہیں اور ہماری زمین بھی۔ فرق صرف پانی کا ہے۔ وہاں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا اور ان کی مٹی بھی نباتات کے لئے زہریلی ہے۔ سورج کے خاندان میں کچھ سیاروں مثلاً زحل وغیرہ میں پانی سخت جمی ہوئی برف کی شکل میں موجود ہے لیکن وہ بھی مصداق پتھروں کے ہے اس لئے وہاں بھی کوئی زندگی نہیں۔

دراصل پانی جو دو ہائیڈروجن اور ایک آکسیجن کے ایٹم کے ملنے سے بنتا ہے کیمیائی طور پر بہت زیادہ تیز عمل کار ہے۔ یہ پتھروں کو توڑ کر رکھ دیتا ہے اور اس میں بیشتر چیزیں حل ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مائع، گیس اور ٹھوس حالتوں میں وہ خصوصیات رکھ دی ہیں جو کسی اور کیمیا میں نہیں ہیں۔ ان کی بنا پر یہ زمین، فضا اور سمندروں میں متناسب درجہ حرارت رکھنے کا باعث ہے اور اپنی ایسی ہی خصوصیات کی بنا پر یہ زندگی کا منبع ہے۔ اگر زمین پر پانی نہ ہوتا تو دوسرے سیاروں کی مانند یہاں بھی زندگی ناممکن ہوتی۔ یوں سائنس قرآن کریم کی آیۃ مبارکہ 166 کی تصدیق کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی نازل کر کے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ اگر کسی وجہ سے زمین کا پانی چھین لیا جائے تو یہ دوبارہ مردہ ہو جائے گی۔ (For more details please see appendix xix)

239- زمین پر جانداروں کی آبادی:۔

سورج کے تمام سیاروں میں یہ امتیاز بھی زمین ہی کو حاصل ہے کہ اس میں ہر طرح کے جاندار آباد ہیں۔ یونیسکو (UNESCO) کی کتاب حیاتیاتی انواع واقسام (Biological Diversty) کے مطابق زمین پر 43900 ریڑھ کی ہڈی والے اور 990000 کے قریب ریڑھ کی ہڈی کے بغیر جاندار ہیں۔ 13000 کے قریب ہوا میں اڑنے والے جانور ہیں۔ ان کے علاوہ 250000 سے زیادہ اقسام کی نباتات ہیں۔ جراثیمی اور سمندری زندگی کا تعداد میں کوئی حساب نہیں، اربوں ہونگی اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نفس واحدہ سے بنا دیا جس کی زندگی پانی سے شروع ہوئی۔ ''پانی میں حیات ہے'' قرآن کریم نے یہ بات ۱۴۰۰ سال پہلے فرمائی تھی اور سائنس حیران ہے کہ یہی بات جدید حیاتیاتی سائنس کی بنیاد ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم ہی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''تمام جاندار نفس واحدہ سے بنے جو پانی سے شروع ہوا''۔ دراصل قرآن کریم کا یہ انکشاف کہ ''رب تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی نازل کیا، پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اور پھر اس میں طرح طرح کے جاندار آباد کر دیئے''۔ اتنی بڑی سائنس ہے جس کی تشریح میں ہزاروں سائنسی کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رازوں کی جستجو رکھنے والے قیامت تک لکھتے رہیں گے۔ نفس واحدہ سے کھربوں مخلوقات کیسے پیدا ہوئیں؟ اس مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے کے لئے سائنس دان بے تاب ہیں۔ لیکن جتنا کچھ معلوم ہوا ہے وہ اس قدر حیران کن ہے کہ عقلِ انسانی مبہوت ہے۔ ہر سطح پر ایک پوری کی پوری دنیا ہے۔ جراثیمی دنیا ہو یا حیوانی، ایک ایک تخلیق کا شاہکار ہے۔ لاکھوں سائنس دان اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو سمجھنے میں لگے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی کم ہیں۔ یہ تو ہمارے رب کی شان ہے، لیکن افسوس کہ ان سائنس دانوں میں مسلمان بہت کم ہیں۔ اور مزید افسوس کی یہ بات ہے کہ مغربی محققین کو کوئی بتانے والا بھی نہیں کہ ''نفس واحدہ'' والی دریافت جس پر وہ فخر کرتے ہیں دراصل قرآن کریم نے 1400 سال پہلے ہی اسے بتا دیا تھا تا کہ ان پر دین حق ظاہر ہو۔ (For more details please see appendix ii,v)

اس ضمن میں ایک اور قابل غور بات یہ ہے کہ مغربی دنیا کی اندھی صنعتی ترقی زمین پر حیات کے لئے خطرہ بن گئی ہے۔ ان کے پیدا کیے ہوئے فساد کی وجہ سے زمینی حیات تیزی سے ختم ہو رہی ہے۔ یونیسکو ہی کے مطابق اگلے بیس سے تیس سالوں میں دس لاکھ سے زیادہ نباتاتی اور حیوانی زندگی کی اقسام ختم ہو جائیں گی یعنی ہر روز 100 سے زیادہ زندگی کی اقسام مرتی جا رہی ہیں لیکن وہ پھر بھی ماحول کو خراب کرنے سے باز نہیں آ رہے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے **ظلوماً جھولاً** کہا ہے جو اپنے ہاتھوں اپنی دنیا کو ختم کیے جا رہا ہے۔ (For more details please see appendix xx)

240- ہواؤں کا چلنا:-

آیۃ مبارک 164 میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں میں ہواؤں کے چلنے کو بھی شامل فرمایا ہے۔ جس طرح بہتا ہوا پانی ہر طرح کی حیات کی بقا کیلئے ضروری ہے اس طرح ہواؤں کے چلتے رہنے میں بھی زندگی ہے۔ اگر فرض کریں کہ ساری دنیا میں ہوا کا چلنا ٹھہر جائے تو کیا ہوگا؟ سائنس سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف جگہوں پر درجہ حرارت برداشت سے باہر ہو جائیں گے۔ کثافتیں شدید طور پر بڑھ جائیں گی حتیٰ کہ سانس لینا بھی دشوار ہو جائے گا۔ بارشیں رک جائیں گی۔ ایسا حبس ہوگا کہ ہر جاندار نباتات الامان الامان پکار اٹھے گی اور چند ہفتوں تک زندگی ختم ہو جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے زمین کی ساخت، اس پر پہاڑوں، میدانوں، صحراؤں اور سمندروں کی ایسی تقسیم کی ہے کہ سورج کی توانائی کے بل پر ہوائیں مسلسل چلتی رہتی ہیں۔ یہ سب کیسے ہوتا ہے؟ یہ ایک بہت بڑی سائنس ہے جس پر موسموں کی

تبدیلیوں کے متعلق پیش گوئیوں کا انحصار ہے۔اس موضوع پر بھی مسلسل تحقیق ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔
آیتہ مبارکہ 164 ہی میں سحاب کا ذکر ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان ہیں۔خلا کی تحقیق نے کلام اللہ کی اس عظیم نشانی کو بھی واضح کر دیا ہے۔یہ سحاب مختلف کروں کی شکل میں زمین کے لئے مانند چھت ہیں۔خلا کے برقی ذرات ان سے ٹکرا کر واپس ہو جاتے ہیں اور شہاب ثاقب کو زمین پر آنے سے پہلے یہ تباہ کر دیتے ہیں۔سبحان اللہ کہ کلام پاک نے کس جامع طریقہ سے ایسی بڑی بڑی سائنسوں کی طرف انسان کی توجہ مبذول کروائی ہے۔بے شک دنیا کے لئے یہ سوچنے کی بات ہے کہ عرب کے صحراؤں میں ایک آدمی جو لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتا تھا 1400 سال پہلے کیسے وہ یہ باتیں بتا گیا جن کی دریافت پر مغربی سائنسدان نوبل انعام حاصل کر رہے ہیں۔کاش کہ مسلمان سائنس دان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ان حقائق کو دنیا کے سامنے پیش کر سکیں تا کہ انسانیت سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی بھی کرے۔
(For details please see various appendix given in this book)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سب کچھ یونہی ہو گیا؟ یا ان سب کا کوئی صانع، ڈیزائنر، خالق اور پروردگار بھی ہے؟ بے شک ریت کا ذرہ ذرہ، پانی کا قطرہ قطرہ، نباتات کا پتہ پتہ، ہوا کی ہر سرسراہٹ نغمہ خواں ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، رحیم و رحمٰن، رب کریم، اللہ جل جلالہ۔لیکن کچھ عقل کے اندھے حقیقت سے آنکھیں بند کر کے عارضی فوائد اور باطل کے چکروں میں پھنس کر کائنات کی ان شہادتوں کے منکر ہیں یا اپنے مفادات کو اللہ تعالیٰ کے مدمقابل رکھے ہوئے ہیں۔اگلی آیہ کریمہ ایسے ہی گمراہوں کے ضمیر کو جھنجوڑنے کیلئے ہے کہ ابھی بھی وقت باقی ہے، ان خود ساختہ خداؤں سے بچو اور مالک حقیقی کی طرف آجاؤ۔ فرمایا..

وَمِنَ النَّاسِ	165- اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں،
مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ	جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مدمقابل
اللّٰهِ اَنْدَادًا	شریک بنا رکھے ہیں۔
يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ	اور ان سے یوں محبت کرتے ہیں،
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ	جس انداز سے اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئے۔اور جو ایمان والے ہیں،
وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ	وہ تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں سب سے قوی ہیں۔اور اگر ظالم وہ منظر دیکھیں،
اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ	جب ان (کافروں) کو عذاب دیا جا رہا
وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ○	

Marfat.com

ہوگا، تو (انہیں سمجھ آجائے)
کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ اور
بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

241- فلسفہ محبت:-

مندرجہ بالا آیت کریمہ مومن اور کافر کے فلسفہ محبت کے فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ فرمایا...... ''جو ایمان لائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں''۔ یعنی ایمان کی قوت کا معیار اللہ تعالیٰ سے محبت کی شدت میں ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت تھی کہ مکہ مکرمہ کے کافر بھی کہا کرتے تھے محمد ﷺ کو اپنے رب سے عشق ہو گیا ہے۔''

دراصل'' جذبہ محبت انسانی جذبوں کا سرتاج ہے اور بقائے حیات کا لازمی عنصر ہے۔ آخرت میں کامیابی کا دار و مدار بھی اسی جذبے کے صحیح استعمال پر ہے۔ اگر اس کا محور رب کریم کی ذات ہے تو وہ آدمی کامیاب ہو گیا۔ اگر اس کا رخ کسی دوسری طرف ہے تو مرنے کے بعد بھی نفس اسی سراب کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے۔ جب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساری چاہتیں باطل تھیں تو یاس و حسرت کے بادل چھا جاتے ہیں اور سخت بے کسی کی حالت میں تا قیامت عالمِ برزخ میں وہ نفس ''وائے ناکامی وائے ناکامی'' کے احساس تلے عذاب سہتا رہتا ہے، لیکن یہ وہ ظلم ہے جو اس نے اپنی ذات پر خود ہی کیا تھا۔ جس وقت محبتوں کا مرکز خالق کو ہونا چاہئے تھا وہ مخلوق کو ترجیح دیتا رہا۔

حق یہ ہے کہ مخلوقات سے بھی محبت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کی جائے۔ یہی سچے مومن کی نشانی ہے جسے سورۃ انعام کی آیۃ مبارکہ 163 میں مزید واضح کیا گیا ہے کہ اس کی قربانی، عبادت، مرنا جینا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہی ہوتا ہے۔ ایسے ہی نفوس کامیاب و کامران ہونگے۔

242- بے سود محبت:-

بے سود محبتوں کے بھی کئی رنگ ہیں۔ یہ چیزوں سے بھی ہو سکتی ہے اور انسانوں سے بھی۔ چیزوں میں آج کل سب سے بڑا بت وہ ہے جسے معیارِ زندگی (living standard) کہتے ہیں۔ جسکی خاطر انسان اپنا دین۔ اخلاق سب کچھ داؤ پر لگا دیتا ہے۔

افسوس کہ انسانوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنے آپ کو محبت کے لئے پیش کرتے ہیں اور پیر و مرشد بن کر دنیا کو دھوکا دیتے ہیں اور بیوقوف مرید، جو محبت انہیں اللہ تعالیٰ کو دینی چاہئے تھی ان بہروپیوں کو دیتے ہیں۔ ایسے مرید اور پیر دونوں ہی تباہ ہو گئے۔

یہاں یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ سچے مرشد اور بہروپئے پیر کی کیسے پہچان ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ والے پر اللہ تعالیٰ کا رنگ غالب ہوتا ہے جو خود اثر کرتا ہے۔ اس لئے صحیح بزرگ کی نشانی یہ ہے کہ ان کی مجلس میں انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ سے رغبت او

Marfat.com

محبت پیدا ہونے لگتی ہے یعنی سچا پیر اپنی ذات کی طرف متوجہ کرنے کی بجائے سالک کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے مشتاق ہوتا ہے۔اس کے برعکس دھوکے باز پیر مریدوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔کاش کہ وہ عذاب کے اس منظر کو دیکھنے کی استطاعت رکھتے جس کا حوالہ آیت 165 میں دیا گیا ہے۔

243- اللہ تعالیٰ سے ہمسری:-

آیۃ مبارک 165 کے شروع میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو مخلوق میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر بنا لیتے ہیں۔انہوں نے اپنے کام نکلوانے کے لئے کئی خدا بنا رکھے ہیں۔جب کوئی کام پڑ گیا، کوئی مشکل آ گئی، کوئی خواہش آڑے آئی تو یہ ان کے پاس جاتے ہیں اور جیسے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے ان سے مدد مانگتے ہیں۔جیسے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہئیں یہ ان کی خوشامد کرتے ہیں۔ان کے نزدیک پیروں، فقیروں، اعلیٰ افسروں اور (نعوذ باللہ) قرآن حکیم خانہ کعبہ اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی اہمیت یہی ہے کہ انکے در پر جانے سے ان کا کام ہو جاتا ہے۔اگر کام پیر کی دعا سے ہو جائے تو یہ سب سے آسان بات ہے ورنہ کسی بڑے افسر یا سیاستدان کی سفارش سے ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہو جائے سبھی برابر ہیں۔یوں یہ بدبخت ربِ کائنات کو بھی اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں، اگر نتائج ان کی مرضی کے مطابق آتے رہے تو اللہ تعالیٰ بہت اچھا ہے ورنہ اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کے پاس چلے جائیں گے۔

یہ سب ظالم لوگ ہیں۔انھوں نے اپنے اپنے مفادات، رواج، جھوٹی انا اور نفسانی خواہشات کو ربِ کائنات کا مدمقابل بنا رکھا ہے اور انہیں کو اس سے بھی زیادہ پیار کرتے ہیں۔ جیسے اگلی آیہ مبارکہ میں بتایا گیا ہے ان کے لئے آخرت میں سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہیں اور جن لوگوں کے یہ سہارے ڈھونڈتے پھرتے ہیں وہ قیامت کے دن انہیں پہچاننے سے بھی انکار کر دیں گے۔فرمایا......

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا	166- (خیال کرو اس وقت کا) جب وہ لوگ جن کی اتباع کی جا رہی ہے،
مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا	اپنے اتباع کرنے والے سے بیزار ہوں گے۔
وَرَأَوُا الْعَذَابَ	اور اس وقت وہ سب دیکھتے ہوں گے عذاب،
وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ○	اور منقطع ہو جائیں گے ان کے تمام اسباب۔

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا
لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا
مِنَّا ؕ
كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ
عَلَيْهِمْ ؕ
وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝

167- تو وہ جو اتباع کرتے تھے کہیں گے،
کاش کہ ہمارے لئے ہوتا ایک دفعہ لوٹنا۔
کاش ہم دنیا میں دوبارہ لوٹ کر جاتے،
تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہوتے،
جیسے کہ یہ ہم سے بیزار ہیں۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال
دکھائے گا اور ان پر مایوسیاں چھا جائیں گی،
اور وہ دوزخ کی آگ سے کبھی نکلنے نہ
پائیں گے۔

244- باطل کے پرستاروں کا انجام:-

اوپر کی آیات کریمہ باطل کی پیروی کرنے والوں کے لئے بروقت تازیانہ اور نہایت سخت وارننگ ہیں۔ یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو دنیا میں غیر اللہ، گمراہ پیر، فقیر، عالم، ظالم، سیاسی رہنما، فلاسفر، دانشور وغیرہ کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور ان کی بخوشی پیروی کرتے ہیں اور ان کے باطل پروگراموں کو آگے بڑھانے میں مددومعاون ہوتے ہیں۔ بعض کے بارے میں تو ان کا اعتقاد اس حد تک ہوتا ہے کہ سمجھتے ہیں کہ وہ آخرت میں بھی ان کا بیڑا پار کر دیں گے، اور دوسری طرف یہ جھوٹے مکار سہارے ان سادہ لوحوں کا اپنے اوپر باطل یقین بڑھاتے ہی رہتے ہیں قیامت کے دن ایسے مرید پیر اور رہنما اکٹھے جب دوزخ کے کنارے لائے جائیں گے تو سب ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے، ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں گے، امید کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی، تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے، اس وقت پیروکار یہ چاہیں گے کہ کاش ایک دفعہ انہیں دنیا میں جانے کا موقع مل جاتا تو وہ اپنی غلطیوں کی تلافی کرتے اور صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی رضا کے مطابق زندگی گزارتے لیکن اب یہ ناممکنات میں سے ہوگا اور یہ خیال ان کی حسرتوں اور مایوسیوں میں مزید اضافہ کر دے گا۔

آیات مبارکہ سے بہت بڑا سبق یہ ملتا ہے کہ آدمی غور کرے کہ وہ جسکی اتباع کرتا ہے کہیں اسکے پیچھے پیچھے وہ خود بھی جہنم میں نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ مسلمانوں میں سے وہ جو یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرکین و ملحدین کے طور وطریق کو اپناتے ہیں، ان کی نقل کرتے ہیں، بودوباش میں ان کی تقلید کرتے ہیں، دراصل وہ اپنے لئے جہنم میں گھر بنا رہے ہیں۔ اس لئے چاہیے کہ جب تک توبہ کا وقت باقی ہے اس

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انسان زندگی ہی میں اپنی اصلاح کرلے اور ہر قسم کے شیطانوں کے چنگل سے آزاد ہو کر رب العالمین کے حضور حاضر ہو جائے، ورنہ وہ دوزخ کی آگ سے نکل نہیں پائے گا۔ اگلی آیات کریمہ اسی بات پر انسان کو ہدایت کرتی ہیں۔ فرمایا......

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖؗ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ○

168- اے لوگو! کھاؤ (پیو) اس میں سے جو زمین میں حلال اور طیبہ چیزیں ہیں، اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

169- وہ تو تمہیں بس برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ کہ تم کہو اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں، جن کا تم علم نہیں رکھتے ہو۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ○

170- اور جب انہیں کہا جاتا ہے اتباع کرو اس کی، جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ (یعنی قرآن کریم اور سنت رسول اللہ) تو وہ کہتے ہیں، ہم تو اس پر چلیں گے جس پر پایا اپنے باپ دادا کو، اگرچہ ہوں ان کے باپ دادا عقل سے عاری۔ اور ہدایت پر بھی نہ ہوں۔

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○

171- اور کفار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایسی چیز کے لئے چلا رہا ہے، جو کچھ نہیں سنتی بجز اپنی صدائے بازگشت کے یہ لوگ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس اور وہ کبھی بھی عقل نہیں کریں گے۔

Marfat.com

245- فلسفہ حلال وحرام:-

آیتہ مبارک 168 تمام نوع انسانی کے نام پیغام ہے''اے لوگو! کھاؤ پیؤ جو کچھ زمین میں حلال اور طیّب ہے......'' یہ حکم دراصل اس سے پہلے آنے والی تین آیات کا ماحاصل ہے اس سے یہ مطلب عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ان ہی دلوں میں ہوگی جن کی آبیاری حلال رزق سے ہوتی ہے۔اس لحاظ سے اسلام کا فلسفہ حلال وحرام دنیا کے تمام مذاہب میں بے مثل ہے۔حلال اور حرام کھانے کے جو اثرات انسانی تمدن اور صحت پر پڑتے ہیں انہیں واضح کر دینا اسی کی شان ہے۔کھانے پینے پر پابندی نہیں، اگر پابندی ہے تو حرام اور مکروہات کے کھانے پر۔

حرام دو طرح کے ہیں۔ایک ذاتی حیثیت سے اور دوسرے صفاتی حیثیت سے۔مثلاً سور، مردار، بہتا ہوا خون، غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ جانور کا گوشت وغیرہ اپنی ذات ہی میں حرام ہیں۔(آیتہ مبارک 173)۔ان کے علاوہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے خلاف ہے وہ صفاتی طور پر حرام ہے۔(آیتہ مبارک 174)۔چنانچہ رشوت، چوری، ڈاکے کی کمائی اور تمام ناحق طریقوں سے جمع شدہ مال ایسے ہی حرام ہیں جیسے سور کا گوشت۔

حلال کا مادہ حل ہے جس کے معنی گرہ کھولنے کے ہیں۔یعنی حلال کھانے سے انسان کے دل کی گرہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے کھل جاتی ہے اور وہ بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔

اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ حلال وہ چیزیں ہیں جو حلال ذرائع سے کمائی جائیں اور شریعت نے انہیں منع نہ کیا ہو۔طیب وہ اشیاء ہیں جن میں کھانے والے کے لئے کراہت اور روحانی یا جسمانی صحت کی خرابی کا ڈر نہ ہو۔شریعت میں غیر طیب چیزوں کی نشان دہی موجود ہے۔انہیں مکروہات کہا جاتا ہے۔مثلاً سگریٹ، نشہ آور چیزیں، ہر طرح کا زہر اور شریعت میں مشتبہ چیزیں وغیرہ، یعنی روحانی یا جسمانی صحت کے لئے جو بھی چیزیں نقصان دہ ہیں وہ مکروہات کے زمرے میں آتی ہیں۔

تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان مکروہات سے بھی بچتا رہے۔جہاں تک حرام کا تعلق ہے، حرام تو قطعی حرام ہے اور جان بوجھ کر اس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا کفر کرنے کے مترادف ہے۔جس انسان کے خون میں حرام کی آمیزش ہوگی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت محال ہے۔اس لئے سچا مومن نہ صرف یہ کہ حرام اور مکروہات سے بچتا ہے بلکہ اپنے دل میں ان چیزوں کے خلاف کراہت اور نفرت بھی محسوس کرتا ہے۔اسی میں جسمانی اور روحانی صحت ہے۔ صحابہ کرامؓ کو اگر شک ہو جاتا کہ بھول چوک کر کوئی مکروہ یا حرام چیز کھا بیٹھے ہیں تو قے کر کے اسے فوراً نکال دیتے۔

246- شیطان حرام کی تعلیم دیتا ہے:-

جیسا کہ آیتہ مبارک 169 سے ظاہر ہے کہ شیطان انسان کا بدترین دشمن ہے۔وہ اسے حرام، برائی اور بے حیائی کی تعلیم دیتا ہے، وہ

Marfat.com

باتیں جو انسان کو نقصان پہنچانے والی اور بالآخر غمگین کرنے والی ہیں وہ انہیں رنگین کر کے پیش کرتا ہے ۔ اس لئے انسانی خوشی کے لئے بھی ضروری ہے کہ شیطان کی مخالفت کی جائے۔ ممکن ہے کہ شیطان کے احکامات پر عمل کرنے میں وقتی طور پر کچھ لطف و ہیجان مل جائے لیکن دیرپا اثرات نقصان دہ ہوتے ہیں۔

چونکہ آج کل لوگ حلال اور حرام میں زیادہ تمیز نہیں کرتے اس لئے ان پر بے شمار مصائب اپنے کھانے پینے ہی کی وجہ سے ہیں اور انہی کے زیر اثر وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر حجت بازی کرتے ہیں۔ اس میں شیطان کے چیلوں یعنی باطل قوتوں کا جو حصہ ہے اس سے کون واقف نہیں، لیکن افسوس کہ کچھ مسلمان بھی انہی کی پیروی کرتے ہیں۔ کاش کہ ہم شیطان کی دشمنی کو پہچان سکیں۔

آیۃ مبارک 169 میں بتایا گیا ہے کہ شیطان کا ایک بڑا حربہ یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک پر افتراء کریں، یہ بدترین گناہ ہے۔ آج کل بعض لوگ علم کے بغیر اپنی طرف سے امور دین پر تبصرہ بازی کرتے رہتے ہیں، دین میں کمی بیشی کرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ دراصل وہ ایسی باتیں اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف غلط باتیں منصوب کرنے کے مترادف ہیں جو بہت بڑا گناہ ہے۔

247- رسم ورواج کی برائی:-

آیۃ مبارک 170 انسان کو اپنے لئے آزاد سوچ کی دعوت دیتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برائیوں میں سے ایک بہت بڑی برائی باپ دادا کے نام پر غلط رسم ورواج کی پیروی کرنا ہے۔ فرمایا ''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر چلیں گے جن پر اپنے باپ دادا کو پایا'' اور پھر ان کے غلط طریقوں پر اپنی عقل، دین، روپیہ پیسہ سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔ فرقہ بازی اور مذہب کے نام پر غلط اعتقادات، شادی بیاہوں، سالگرہ اور موت کی رسومات میں خرافات، میلے ٹھیلے وغیرہ دراصل شیطان کے خطوات (طور طریقے) ہیں جنہیں لوگ باپ دادا اور خاندانی رسم ورواج کے نام پر کرتے رہتے ہیں اور یوں جہالت کو دوام بخشتے رہتے ہیں۔

یاد رہے کہ جس طرح آباواجداد کے غلط اعتقادات اور رسوم پر اڑنا منع ہے ویسے ہی باطل فلاسفروں، رہنماؤں، پیروں، فقیروں یہود، ہنود، نصاریٰ وغیرہ کی اتباع کرنا منع ہے اور یہ بھی کہ اگر انسان ان کے غلط طریقوں کی مذمت نہیں کرتا تو اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ قرآن کریم میں یہود کی مذمت سے یہ بھی عیاں ہے کہ جو لوگ اپنے آباؤاجداد کے غلط کاموں کی نفی کرنے کی بجائے ان پر مصر ہیں اس لئے وہ بھی انہی کی طرح ہیں۔

248- اعمال کی بازگشت اور سائنس:-

آیۃ مبارک 170 میں ہدایت سے انکار کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ باغی لوگ غلطی پر غلطی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اپنے ہی خیالات کی بازگشت میں رہتے ہیں۔ جو دوسروں کی بات نہیں سنتا بھلا وہ کیسے سمجھ سکتا ہے۔ کافر کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنی ہی بات پر اڑا رہتا ہے دراصل ایک برا عمل دوسرے برے عمل کو جنم دیتا ہے جیسے کسی پہاڑی وادی میں آواز کا منظر ہے۔ پہاڑوں سے ٹکرا ٹکرا کر وہی

Marfat.com

آواز واپس (Echo) ہو کر شور میں اضافہ کرتی ہے اور اصل آواز کو دبا دیتی ہے۔

کلام اللہ کا یہ بیان مسلمان سائنس دانوں کو ابھارتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس راز کو سمجھیں۔ Echo یعنی صدائے بازگشت کا تعلق صرف آواز سے ہی نہیں بلکہ ہر طرح کے اعمال سے ہے۔ جس طرح قدرت میں آواز، روشنی، راڈار، گرمی وغیرہ یعنی ہر طرح کی توانائی میں بازگشت ہے آیۃ مبارک 177 واضح کرتی ہے کہ انسان کے خیالاتِ اعمال ثواب گناہ نیکی بدی سب میں بازگشت کا امر کام کرتا ہے۔ ایک اچھا عمل دوسرے اچھے عمل کو جنم دیتا ہے اور یہی حال بدی کا ہے۔

حقیقت یہ ہے لوگوں کے باطل خیالات اور بداعمال صدائے بازگشت (Echo) کی طرح انہیں گھیرے رکھتے ہیں جس کے اثرات سے وہ کبھی بھی آزادی پانے والے نہیں۔ کنویں کے مینڈک کی طرح وہ اپنی ہی ٹرٹر میں مگن ہیں اور اپنی برائی کے شور و شغف اور لہو و لعب ہی میں مرکب جاتے ہیں۔ افسوس کہ ان کے پیرومرشد، رہنما اور ہیرو بھی انہیں برائی کی دلدل میں سے نکالنے کی بجائے مزید گہرائی میں دھکیلتے جاتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کا دین آسان ہے لیکن ان لوگوں کی باطلانہ صدائے بازگشت نے اسے بھی گورکھ دھندا بنایا ہوا ہے۔ ایسے میں ہدایت انہی کو ملے گی جو ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور متقی ذہنیت کے ساتھ ہدایت کی باتیں سنتے ہیں۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اگلی آیات مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر تم واقعی اللہ کی عبادت کرتے ہو تو حرام اور مکروہات سے بچو۔ فرمایا.....

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○

172- اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو،
ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ
جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں،
اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو،
اگر تم واقعی اس کی عبادت کرتے ہو۔

249- عبادت کی قبولیت کیلئے ضروری شرط:-

آیۃ مبارک 172 ایمان اور قابلِ قبول عبادتوں کے متعلق ایک کسوٹی کا مقام رکھتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں، "پتہ نہیں ہماری عبادات قبول بھی ہوگی یا نہیں"۔ آیۃ مبارک 172 ایسے لوگوں کے لئے راہنمائی بہم پہنچاتی ہے۔ اس آیۃ مبارک میں عبادت کی قبولیت کو حلال و پاکیزہ رزق کے کھانے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے مشروط کر دیا ہے یعنی اگر کوئی آدمی حرام اور مکروہات کھاتا ہے، اور ناشکرا بندہ بھی ہے تو ایسے آدمی کی عبادت بے معنی ہوگی۔ اس معیار کے مطابق آپ اپنے ذرائع آمدنی اور رب تعالیٰ کے لئے شکریہ کے جذبات کی نسبت سے اپنی نمازوں، روزہ، حج اور عمروں کی قبولیت کا خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

آیہ مبارک 172 میں اللہ تعالیٰ کے شکر کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا گیا ہے۔ایک شکر گزار بندے کا دل رب تعالیٰ کی محبت اور احسان مندی کے احساس سے بھرا ہوتا ہے۔وہ نعمتوں کو اپنی محنت اور قابلیت کا کمال نہیں سمجھتا ہے بلکہ رب تعالیٰ کا فضل جانتا ہے اور دوسرے لوگوں پر خرچ کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔نعمت پر شکرادا کرنا دراصل منعم کو تسلیم کرنا ہے۔اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اپنے رب کا شکریہ بھی ادا نہیں کرسکتا۔اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا اور اس کی نسبت سے بندوں کا شکریہ ادا کرنا ہر اچھے مسلمان کا شیوہ ہے۔

شکرگزار بندہ کنجوس نہیں ہوتا، وہ قاسم ہے جسے دینے میں راحت ملتی ہے، اور وہ حلال وحرام میں بے حد محتاط ہوتا ہے۔ اسی ضمن میں اگلی چند آیات میں حلال اور حرام کی مزید تشریح کی گئی ہے۔فرمایا......

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ
الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ
وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ
فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

173- بے شک ہم نے حرام کیا اوپر تمہارے
مردار، اور خون، اور سؤر کا گوشت،
اور ہر وہ چیز جو تم غیر اللہ کے لئے نامزد کرتے ہو۔
ہاں جو بے بس ہو، اور اپنی خواہش نفس کے لئے
نہ کھائے، اور نہ بلا ضرورت، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔
بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا،
بے حساب رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ
وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ
اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ
وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

174- تحقیق جو لوگ چھپاتے ہیں، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے
الکتاب (قرآن کریم) میں نازل کیا، اور مول
لیتے ہیں اس سے مول تھوڑا، وہ لوگ اپنے پیٹوں
میں آگ کے انگارے بھرتے ہیں۔
اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے
بات نہیں کرے گا۔
اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے
گا۔اور ان کے لئے عذاب الیم ہے۔

Marfat.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ
وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ
فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝

175- یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے برائی خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب (خریدا)، پس وہ آگ پر صبر نہیں کر سکیں گے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ
لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝

176- یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو حق کیساتھ کتاب نازل فرمائی۔ اور بے شک جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ حق وصواب سے بہت دور، انتہائی ضد اور گمراہی میں مبتلا ہیں۔

250- خصوصی حرام:-

پہلے دی گئی آیات میں پاکیزہ اور حلال چیزوں کے کھانے کی تاکید کی گئی تھی۔ اب آیتہ مبارکہ 173 میں بات کو قطعی طور پر واضح کر دیا ہے اور ان حرام اشیاء کی تفصیل بتا دی گئی ہے جن سے مکمل اجتناب فرض ہے البتہ اگر بھوک یا پیاس سے جان کا خطرہ ہو تو محض جان بچانے کی خاطر قلیل مقدار میں کھا پی سکتا ہے۔ اس حالت میں بھی اگر رغبت سے کھا لیا تو گنہگار ہو گیا۔ آیت مبارکہ میں دی گئی حرام اور حلال کی تمیز دراصل اسلامی تشخص کے لئے بھی نہایت ضروری ہے۔ خصوصاً ایک ایسا معاشرہ جس میں مسلم اور غیر مسلم ساتھ ساتھ رہتے ہوں وہاں ان کے درمیان پہلی بڑی تمیز ان کا کھانا پینا ہی ہے۔ چنانچہ جو مسلمان غیر مسلم ممالک مثلاً یورپ، امریکہ، چین، جاپان، روس وغیرہ میں بغرض کاروبار جاتے ہیں یا وہاں رہتے ہیں اگر وہ خوراک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر سختی سے عمل کریں گے تو ان کے لئے یہ مانند جہاد ہے۔

251- حرام اشیاء اور سائنس:-

قطعی حرام چیزوں میں پہلی چیز مردار ہے۔ ہر وہ جاندار جو اسلامی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا یا خود بخود مر گیا تو وہ مردار ہے۔ چونکہ مردار کے کھانے کی ممانعت رب کائنات کی طرف سے ہے اس لئے روحانی لحاظ سے تو یہ موت ہے لیکن میڈیکل سائنس کے نقطہ نظر سے بھی مردار کا کھانا بے شمار قسم کی بیماریوں کا باعث ہے۔ اس کے برعکس ذبح کے ساتھ خون بہانا لازمی ہے جو اپنے ساتھ جسم کے اندر کے تمام جراثیم اور بیماری کے محرکات کو بھی بہا کر باہر لے جاتا ہے اس لئے ذبح کا کھانا طبی لحاظ سے بھی ضروری ہے اور اس بات کو اب مغربی حکماء بھی ماننے لگے ہیں۔

مردار کے بعد حرمتِ خون کا ذکر ہے۔ جیسے پہلے کہا گیا ہے کہ اسکے کھانے سے روحانی نقصانات تو ضرور ہوں گے لیکن طبی نقصانات بے شمار ہیں۔ مثلاً خون ہی میں تمام جراثیم پرورش پاتے ہیں اور بیمار جانور کا انتہائی تھوڑی مقدار میں خون بھی اس کی بیماری کو اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتا ہے۔ یوں قرآن کریم میں خون کی حرمت ایک سائنسی معجزہ ہے جس کا صحیح ادراک 20 ویں صدی میں خوردبین کی ایجاد کے بعد ہوا کہ بیماری پھیلانے کے لئے جراثیم بھرے خون کا ایک قطرہ بھی کافی ہے۔ خون کی حرمت جانوروں کے لئے بھی رحمت ہے۔ اس سے پہلے زندہ جانور کی رگوں سے خون پینے کا عام رواج تھا جو ان بے زبانوں پر بہت بڑا ظلم تھا۔

خون کی حرمت کے بعد سؤر کے گوشت کے قطعی حرام ہونے کا حکم ہے۔ چونکہ ممانعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے اس میں کسی طرح کا اشتباہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس کا کھانا روحانی ترقیوں کے لئے سم قاتل ہے۔ کھانے والوں میں حیوانی خصوصیات بڑھتی جائیں گی جس کا ثبوت سؤر کھانے والی اقوام کی انفرادی اور خاندانی زندگی کا مشاہدہ ہے۔

بعض اوقات پوچھا جاتا ہے کہ سؤر کو حرام قرار دینے کی کیا وجہ ہے۔ ایک مسلمان کے لئے تو یہی کافی ہے کہ یہ رب کائنات کا حکم ہے اس لئے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اس حکم پر بلا چون و چرا عمل کیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ روحانی اثرات اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں لیکن جدید سائنس نے ثابت کیا ہے کہ سؤر کا گوشت باقی جانوروں کے گوشت سے انسانی صحت کے لئے زیادہ مضر ہے۔ مغرب میں بہت ساری بیماریاں خصوصاً دل اور جلدی بیماریوں کی زیادتی کی ایک بڑی وجہ سؤر کا گوشت بتائی جاتی ہے اس میں اس قدر کولسٹرال (Cholestrol) کی مقدار ہے وہ کسی اور گوشت میں نہیں پائی جاتی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ جراثیموں کی آماجگاہ بھی سؤر کا گوشت ہے۔ اس کے علاوہ گائے، بیل، بھینس، بکری کے مقابلہ میں یہ جانور انتہائی غلیظ ہے حتیٰ کہ اپنی غلاظت بھی کھالیتا ہے یہ بذات خود اسکی گندگی کا ثبوت ہے لیکن اس کے علاوہ سؤر کی بے حیائی بھی مشہور ہے۔ اب جدید سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ماحول کا انسان کے کردار پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ چونکہ انسان کے لئے کھانا پینا ماحول سے بھی قریب تر ہے اس لئے سؤر کا گوشت کھانے والی اقوام میں اسی کی طرح بے حیائی اور شہوت کی عادات پیدا ہونا قدرتی بات ہے۔ اگر یورپ، امریکہ، روس، چین، جاپان وغیرہ کے ممالک کے لوگ سؤر کھانا بند کر دیں تو نسبتاً بہتر ہو جائیں گے۔ یہ سوال کہ اگر وہ سور نہ کھائیں تو خوراک کی کمی ہو جائے گی اسکا جواب مسلمان ممالک کی مثال سے دیکھ لیں حالانکہ وہ نسبتاً غریب ملک ہیں لیکن سور نہ کھانے کی وجہ سے وہ قحط زدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ بے شک بہت بہتر بدلہ دینے والا ہے۔ رہی یہ حجت کہ اگر سور اسی قدر برا ہے تو اسے پیدا ہی کیوں کیا گیا ہے؟ اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ اس میں مومن اور کافر کا امتحان ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی مخلوق بلا مقصد نہیں۔ اسی ضمن میں جنگلی سور بھی بہت سے ایسے کام سرانجام دیتا ہے جو حیوانی اور نباتاتی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔

Marfat.com

چوتھی حرمت ان تمام اشیاء کی ہے جو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دی جاتی ہیں۔ اس میں غیر اللہ کے نام پر قربانیاں، چڑھاوے، نیازیں اور نذرانے بھی شامل ہیں۔ افسوس کہ کچھ نام نہاد مسلمان بے دینوں سے بھی زیادہ اس گناہ میں ملوث ہیں، اس لئے کہ بے دین کا عمل اگر اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں تو کسی اور کے لئے بھی نہیں ہوتا لیکن توہم پرست مذہبی لوگوں نے اکثر کوئی نہ کوئی نام نہاد خدا بنایا ہوتا ہے جس کے نام پر وہ نذرانے چڑھاتے ہیں اور قربانیاں کرتے ہیں، حالانکہ یہ سب حرام ہیں۔

علاوہ ازیں رشوت، چوری، ڈاکہ اور بے شمار قسم کی کرپشن (Corruption) اور سودی کاروبار وغیرہ جو سراسر حرام ہیں آج کل مسلمانوں میں کفار سے بھی زیادہ ہیں۔ یہ سب سؤر کا گوشت کھانے بلکہ اس سے بھی بدتر گناہ ہیں لیکن افسوس کہ اس طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔

ذبح کرتے ہوئے سنت کے مطابق چھری پھیرنا اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا ذبح کے لوازمات میں شامل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا اور یونہی چھری پھیر دی گئی تو پھر بھی حرام ہو گیا لیکن اگر کسی اور کے نام پر چھری پھیری تو حرام کے ساتھ ساتھ شرک بھی ہو گیا جو گناہ کبیرہ ہے۔ افسوس کہ آج کل ذبح کرنے والے اکثر بے علم اور غیر محتاط لوگ ہیں خصوصاً بازاروں میں جس طرح مرغیاں ذبح کی جاتی ہیں وہ انتہائی افسوسناک بات ہے۔ ایسے میں گاہک پر فرض ہے کہ وہ خود جانور کو صحیح طرح سے ذبح کروائے یا خود ذبح کرے۔ ہوٹلوں کے مالکوں پر بھی یہی احتیاط لازم ہے۔

252- مجبوری اور حرام:-

کھانے پینے میں حرام اور حلال کی تمیز دراصل مسلم اور غیر مسلم میں فرق کو نمایاں کرتی ہے لہٰذا ان مسائل میں جس قدر بھی احتیاط کی جائے کم ہے لیکن جب کوئی اور خوراک میسر نہ ہو، بھوک سے مر جانے کا واقعی خطرہ ہو یا شدید نقاہت کا امکان ہو تو ایسے حالات میں زندگی بچانے کیلئے حرام چیز کے کھانے کی رعایت دی گئی ہے۔ یعنی زندگی جانے کا خطرہ ہو تو اس وقت حرام کی قید ساقط ہو جاتی ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے سخت بیماری کے وقت روزے پر اصرار گناہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانی زندگی سب سے زیادہ محترم ہے۔

253- سؤر سے بڑے حرام:-

آیۃ مبارکہ 174 واضح کرتی ہے کہ سؤر، مردار، خون اور غیر اللہ کے نام ذبیحہ یا نذرانے کی حرمت سے بھی بڑا حرام اللہ کے پیغام کو چھپانا اور دنیاوی فوائد کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے دین کو نظر انداز کرنا ہے اس حکم میں لوگوں کو احکام الٰہی کی تعلیم نہ دینا، غلط فتوے دینا اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کی جگہ کسی اور شریعت کا نفاذ شامل ہے۔ جو لوگ ان جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور ان کی سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ رب العزت قیامت کے دن ان سے بات تک بھی نہیں کرے گا، جب سارے عالم کی مغفرت ہو رہی ہوگی یہ بدبخت اللہ کی عام معافی سے بھی محروم رہیں گے۔ (استغفر اللہ)

Marfat.com

اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی ہدایت سے روکنے کا باعث بنے۔ اگر چہ وہ حق کی حقیقت کو سمجھتے تھے لیکن اپنے ذاتی جاہ وجلال اور دنیاوی فوائد کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل سے لوگوں کو روکا، اسلام میں اختلافات کا باعث بنے۔ اسلامی شریعت کے نفاذ کی راہ میں روڑا اٹکاتے رہے، بے حیائی کا جال پھیلاتے رہے، اسلام کے شعار کا مذاق اڑاتے رہے یہ دنیا پرست رہنما، دانشور، سیاستدان، مشائخ اور فرقہ پرست حق کو چھپانے کا باعث بنے، قیامت کے دن ان کا حشر سؤر اور مردار کھانے والوں سے بھی بدتر ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مغفرت کے بدلے عذاب خریدا، ان کے لئے دوزخ کی آگ یقینی ہے جسے وہ ہرگز برداشت نہ کرسکیں گے۔ (استغفراللہ)

اس لئے ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ حرام کے قریب بھی نہ جائیں۔ جبکہ سور کا گوشت، مردار، خون اور غیر اللہ کے نام پر ذبح ذاتی حیثیت میں حرام ہیں کرپشن، چوری، ڈاکہ، سود اور دیگر غیر شرعی طریقوں سے کمائی ہوئی دولت اپنی صفاتی حیثیت میں حرام ہیں۔ ان کے علاوہ دین کی تعلیم حاصل نہ کرنا، اپنے بچوں کو دین کی تعلیم سے محروم رکھنا، یہ بھی حق کو چھپانے کے زمرے میں آتا ہے جو شدید تر گناہ ہے اور نتیجہ تباہی ہی تباہی ہے۔

اگلی آیۃ مبارکہ میں ایسے منافقوں کی یہ نشانی بتائی جارہی ہے کہ وہ دین کے ظاہر پر تو بہت زور دیتے ہیں لیکن باطنی کیفیات کو اہمیت نہیں دیتے۔ فرمایا......

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ	177- بھلائی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ	مشرق اور مغرب کی طرف پھیرلو،
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ	بلکہ اصل بھلائی اس نے کی،
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ	جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر،
وَالنَّبِيّٖنَ ۚ	اور یوم آخرت پر،
وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى	اور (ایمان لایا) فرشتوں پر،
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ	اور کتاب (اللہ) پر، اور نبیوں پر،
وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ	اور دیا اپنا مال اس (اللہ) کی محبت میں،
وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ	قرابت والوں اور یتامیٰ اور مساکین اور
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ	راہ چلتے مسافروں اور سوال کرنے والوں کو،

Marfat.com

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

اورلوگوں کوآزادی دلانے کے لئے۔
اورانہوں نےصلوٰۃ قائم کی اورزکوٰۃ ادا کی۔ اور جب وہ عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں۔ اور صبر کرنے والے ہیں تنگ دستی اور بھوک میں، بیماری میں اور حالت جنگ میں، بس یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے (اپنااسلام) سچ کردکھایا،
اور یہی وہ لوگ ہیں جو دراصل متقی ہیں۔

254- صحیح اسلام کے بنیادی اصول:-

آیۃ مبارکہ 177 دین اسلام کی اہم ترین اساسی آیات میں سے ایک ہے۔ اس میں دین کے سولہ بنیادی امور اور پانچ اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جن پر چل کر آدمی صدق اور تقویٰ کے مقامات حاصل کرسکتا ہے۔

اس فرمان سے کہ بھلائی مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرنے میں نہیں جولوگ، رسم و رواج کو نیکی سمجھتے ہیں ان کی نفی کردی۔ مسلمانوں کے لئے اقوام مغرب اور اقوام مشرق کی پیروی کے متعلق بھی بتادیا کہ اس میں بھی ان کے لئے کوئی بھلائی نہیں۔ اسی طرح جولوگ رسومات (Rituals) اور دین کے ظاہر میں مبالغہ کرتے ہیں مثلاً کعبہ کی سمت کی سیدھ ، نمازوں میں ہاتھ کہاں رکھے جائیں وغیرہ وغیرہ کے سلسلے میں سختی کرتے ہیں ان کی اس سختی کی بھی نفی کردی۔ یہود اور نصاریٰ جو بیت المقدس کی طرف سے کعبۃ اللہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی سے نالاں تھے انہیں بھی سمجھا دیا گیا کہ تمام اطراف اور سمتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں، اس لئے یہ باتیں جھگڑا کرنے اور اختلاف کی نہیں بلکہ دین تو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اچھی طرح ادا کرنے کا نام ہے۔ جن کی تفصیل آیۃ مبارکہ 177 میں دی گئی ہے۔ صحیح اعتقاد اور نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور عبادت حقوق اللہ ہے ، اور اللہ اور اسکے رسول کی ہدایت اور طریقوں پر چلتے ہوئے انسانیت کی فلاح کے لئے کام کرنا حقوق العباد کو پورا کرنا ہے۔ یہ دونوں دین کی گاڑی کے پہیے ہیں۔

ایمان ← صلوٰۃ ← حقوق اللہ

اعمال ← زکوٰۃ ← حقوق العباد

255- اصل نیکیاں:-

آیۃ مبارکہ 177 سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نیکی کی بنیاد صحیح عقیدہ ہے جس میں اولین دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ، یوم آخرت، فرشتوں، اللہ کی کتاب اور اس کے نبیوں کی سچائی پر پختہ ایمان رکھنے میں ہے۔ ظاہری عبادات کتنی بھی کیوں نہ ہوا گر باطن میں خوبصورتی نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ یعنی عقیدہ کا ٹھیک ہونا بہت بنیادی بات ہے یعنی صحیح ایمان دین کی اولین شرط ہے۔

ایمان کے بعد اہمیت اعمال کی ہے اس لئے کہ صالح اعمال ایمان کے اخلاص کی پہچان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں ہمیشہ "ایمان اور اعمال" کے جوڑے کا اکٹھے ذکر آتا ہے۔ (امنوا وعملوا الصلحت)۔

اعمال میں اولین اہمیت حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ہے۔ بندے پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ وہ احسن طریقہ سے اسکی عبادت کرے اور اسکا نام بلند کرنے کے لئے جدو جہد کرتا رہے۔ اس پر دیگر انسانوں کے لئے یہ حقوق ہیں کہ ان کی بہتری کے لئے کوشش کرے، انہیں ایذا دینے سے بچے، مشکل میں ان کی مدد کرے اور یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے روشناس کروائے تاکہ وہ دوزخ کی آگ سے بچ جائیں۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں اول درجہ اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنے کو حاصل ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر سچے ایمان کا ٹیسٹ ہی یہی ہے کہ اس کی محبت میں آدمی کس قدر اپنا مال خرچ کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کا عملی ثبوت اپنے مال سے محبت کی نفی میں ہے۔

256- مال کے خرچ کے حق دار:-

مال کیسے خرچ کیا جائے اور کن پر خرچ کیا جائے، آیۃ مبارکہ 177 میں پہلی ترجیح اپنے قرابت داروں کو دی گئی ہے۔ پھر یتامی مساکین اور مسافروں کی بہتری کے لئے خرچ کرنے کو کہا گیا ہے اور جو لوگ کسی حاجت کے لئے سوال کرتے ہیں ان کی مدد کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ ایک اور خاص مصرف لوگوں کو غلامی سے آزادی دلانے کے لئے ہے۔ پوچھا جا سکتا ہے کہ اب جبکہ غلامی کا رواج ختم ہو چکا ہے اس حکم پر عمل کیسے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ غلامی ختم نہیں ہوئی صرف اس کی شکل بدل گئی ہے۔ پہلے زمانہ میں فرد غلام ہوتے تھے اب تو پوری کی پوری قوم غلام بنالی جاتی ہے۔ اسی طرح مقروض لوگوں کو جس طرح قرض خواہ غلام بناتے ہیں اور جاگیر دار طبقہ نے اپنے ہاریوں کو غلام بنایا ہوا ہے، آجر اجیر کا استحصال کرتا ہے یہ غلامی کے جدید طریقے ہیں۔ ان کی امداد، آزادی کے لئے جدو جہد اور مالی مدد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ دراصل مظلوموں کو ظالموں کے پنجوں سے آزاد کرانے کے لئے جو کچھ بھی خرچ کیا جائے گا وہ اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔

Marfat.com

جہاں تک یہ سوال کہ لوگوں پر مال کیسے خرچ کیا جائے شریعت میں اس کے متعلق بھرپور رہنمائی موجود ہے۔ بہترین مصرف ایسے انتظامات کرنے میں ہے جن سے حاجت مند کی حاجت کا مستقل طور پر تدارک ہو جائے۔مثلاً پیاسوں کو پانی پلانا بڑی نیکی ہے لیکن ان کے لئے کنواں بنانا اس سے بھی بڑی چیز ہے۔اسی طرح غریب کے روزگار کا انتظام کرنا صدقہ جاریہ ہے جسکی فضیلت وقتی امداد سے بہت زیادہ ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ اسلام کے نزدیک گداگری ایک قبیح گناہ ہے،لیکن یہ برائی شرمناک حد تک مسلمانوں کے شہروں میں پھیلی ہوئی ہے۔اس کی بھی بڑی وجہ یہ ہے کہ اہل ثروت غرباء کی مستقل بحالی کے لئے تو کچھ نہیں کرتے،البتہ کسی کو چند روپے دیکر اپنے جذبہ سخاوت کی تسکین کر لیتے ہیں حالانکہ ان کے اس جذبہ سے گداگری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

257- اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنے اور زکوٰۃ میں فرق:-

آیہ مبارکہ 177 میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال خرچ کرنے کے احکام کے بعد صلوٰۃ کے قیام اور زکوٰۃ کی باقاعدہ ادائیگی کا ذکر ہے۔قابل غور بات یہ ہے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا ذکر قرآن کریم میں اکٹھا جوڑے کے طور پر آتا ہے۔ (**اقام الصلوۃ واتی الزکوۃ**)۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صلوٰۃ بلا زکوٰۃ اور زکوٰۃ بلا صلوٰۃ قبول نہیں ہوں گے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیہ مبارکہ 177 میں پہلے اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال خرچ کرنے کا اور پھر زکوٰۃ کا ذکر ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زکوٰۃ اور اللہ کی راہ میں خرچ دونوں کے معنی مختلف ہیں۔دراصل زکوٰۃ تو لازمی فرائض میں شامل ہے۔اس کی شرح ڈھائی فیصد سالانہ مقرر ہے اور اس کا ادا نہ کرنا گناہ ہی نہیں بلکہ اسلامی حکومت میں ایک سنگین جرم بھی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ مزید خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور باعث بلند درجات ہے۔زکوٰۃ کی فرضیت ہی میں یہ بھی شامل ہے کہ اسکے لئے باقاعدہ نظام قائم جائے یہ ہر اسلامی حکومت کا اولین فرض ہے۔اگر حکومت یہ کام نہیں کرتی تو پھر مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ نظام زکوٰۃ قائم کریں۔بیت المال کی اساس ہی نظام زکوٰۃ ہے۔اگرچہ صدقات کے لئے اس طرح کے محکم نظام کی ضرورت نہیں لیکن اگر بیت المال قائم ہو جائے تو پھر صدقات کو بھی وہاں جمع کرانا احسن ہوگا۔

اس دور میں یہ بھی غنیمت ہے کہ مسلمان مساجد میں نظام صلوٰۃ تو قائم کئے ہوئے ہیں لیکن افسوس کہ نظام زکوٰۃ یعنی بیت المال کے نظام کو قائم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی گئی حالانکہ وہ بھی اسی طرح فرائض میں شامل ہے۔مسلمانوں کی بے شمار معاشرتی اور معاشی کمزوریوں کا حل نظام زکوٰۃ قائم کرنے میں ہے۔

Marfat.com

258- وعدہ وفائی:-

آیہ مبارکہ 177 میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان کی پختگی، اللہ کی راہ میں مالی قربانی اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کے علاوہ مومن کا ایک اور طرہ امتیاز یہ ہے کہ "وہ جب وعدہ کرتا ہے تو اپنے عہد کو پورا کرتا ہے"۔ اس میں سب سے پہلے وہ عہد ہیں جو ہم اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ جیسے کلمہ طیبہ کی دل و جان سے شہادت کے بعد اس میں مضمر فرائض کی ادائیگی ہے۔ لیکن بہت سے عہد انسانوں کے باہمی معاملات کے متعلق ہیں۔ حکم یہ ہے کہ اگر وعدہ کرتے ہو تو پورا کرو۔ یہ معاشرہ کی مضبوطی کے لئے بنیادی اصل ہے۔ انسانوں کے باہمی معاملات، گھریلو تعلقات، حکومت کے کاروبار تبھی احسن طریقہ سے چل سکتے ہیں اگر لوگ اور ادارے اپنے اپنے وعدے پورے کریں۔ جہاں عہد کا پاس نہیں وہاں باہمی اعتبار ناممکن ہے اور یہاں باہمی اعتبار نہیں وہاں امن و امان، کاروبار کی ترقی باہمی اعتماد اور بھائی چارہ ناممکن ہے۔ لہٰذا وعدہ کا پورا کرنا اپنی مجموعی اور انفرادی حیثیت میں مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔

اس ضمن میں ایک وعدہ وہ بھی ہے جو سورۃ فاتحہ میں "ایاك نعبد و ایاك نستعین" کہہ کر آدمی اپنے رب سے نمازوں میں کرتا ہے، کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کریں گے اور صرف تجھی سے مدد کے طلب گار رہوں گے"۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے آج کل رب کائنات کے مقابلہ میں بہت سے دیگر خدا بھی بنا رکھے ہیں جن سے وہ مدد بھی مانگتے ہیں اور ان کی غلامی بھی کرتے ہیں حتیٰکہ وہ کفار کی اتباع اور غلامی میں بھی پیش پیش ہیں۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ وعدہ خلافی کفر کی نشانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ" آدمی کے منافق ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے"۔ وعدہ پورا نہ کرنے سے بہت بہتر ہے کہ آدمی وعدہ نہ کرے بلکہ یہ کہہ دے کہ "میں کوشش کروں گا، وعدہ نہیں کر سکتا"۔ بعض لوگ آج کل انشاء اللہ کا استعمال اسلئے کرتے ہیں کہ ان کی نیت ہی اس کام کو کرنے کی نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

وعدہ ہی کے ضمن میں عبادات کے لئے نیت کا باندھنا ہے یعنی نماز پڑھنے کی نیت، روزہ رکھنے کی نیت یا روزہ کھولنے کی نیت، اللہ تعالیٰ سے وعدے ہیں۔ پہلے ہم وعدہ کرتے ہیں اور پھر اس پر عمل کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ نیت کے بغیر عمل بے فائدہ ہے۔

259- مصائب میں صبر:-

آیہ مبارکہ 177 یہ بھی بتاتی ہے کہ مسلمانوں کا ایک طرہ امتیاز یہ ہے کہ "وہ صبر کرنے والے ہیں"۔ حالت امن، حالت جنگ، غرض ہر قسم کی مصیبت میں وہ صبر کرتے ہیں۔ ان میں تحمل اور برداشت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں، مومن حوصلہ نہیں ہارتا مصائب میں شور و غوغا، شکایات کرنے اور مایوس ہونے کی بجائے عزت اور وقار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بھروسے ان کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے اور مستقل مزاجی سے راہ حق پر ڈٹا رہتا ہے۔ (سورۃ آل عمران کی آیت 200 میں اس مضمون کی مزید تشریح کی گئی ہے)

Marfat.com

آیۃ مبارکہ کے آخر میں ایک بہت بڑی خوشخبری ہے کہ ''مندرجہ بالا صفات والے لوگ ہی ہیں جنہوں نے اپنے اسلام کو سچ کر دکھایا ہے، یہی لوگ دراصل اسلام کے سچے پیروکار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب پرہیزگار بندے ہیں''۔ آیئے کہ ان صفات کے مقابلہ میں ہم اپنی صفات پر بھی غور کرلیں تا کہ پتہ چل سکے کہ ہم کس درجہ کے مسلمان ہیں۔ اور جہاں جہاں کمی ہو اسے دور کردیں۔

اس سے اگلی آیۃ مبارکہ میں ایک عمدہ معاشرہ کی کچھ خصوصیات کا ذکر فرمایا گیا ہے جن پر عمل کر کے لوگ خوف سے نجات حاصل کر سکتے اور امن وامان کی زندگی پا سکتے ہیں۔ انسانی معاشرہ میں سب سے بڑا جرم قتل ہے۔ آیۃ مبارکہ 178 میں اس خوفناک جرم سے نپٹنے کا قانون دیا جارہا ہے۔ فرمایا ......

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	**178-** اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر فرض کیا
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ	گیا قصاص قتل میں۔
اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ	آزاد آزاد سے،
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ	اور غلام غلام سے،
وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ	اور عورت عورت سے،
فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ	پھر جو کوئی معاف کیا گیا، اس کے لئے اپنے بھائی کی طرف سے کچھ حق ہے۔
فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ	پس اتباع کرو بھلائی کے ساتھ اور ادا کرو اسکی طرف احسان کے ساتھ،
ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ	یہ تمہارے رب کی طرف سے کمی اور آسانی ہے، اور یہ رحمت (خداوندی) ہے۔
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ	پھر اس کے بعد بھی جو زیادتی کرے،
فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○	اس کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔

Marfat.com

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ　179- اور اے عقل وشعور والو!

يَّاُولِي الْأَلْبَابِ　تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○　تا کہ تم میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا ہو جائے۔

260- ناحق قتل، گھناؤنا ترین جرم ہے:-

انسانی قتل سے زیادہ کوئی ہولناک جرم نہیں۔ اگر اس ہیجان خیز جرم کا کوئی قابل قبول تصفیہ نہیں ہوتا تو اس کے اثرات کے تحت لوگ مدتوں انتقام کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ یہ آگ تبھی بجھ سکتی ہے کہ قتل کو معمولی جرم نہ سمجھا جائے اس کی پوری پوری پیروی کی جائے اور پھر اچھی طرح واضح عدل ہو۔ ایسا عدل جو بے لاگ ہو، بلا تفریق ہو، نظر آئے اور جرم کی حوصلہ شکنی ہو اور اس کا مقصد پائیدار امن ہو۔ یہ قصاص ہے۔

لیکن مشرق اور مغرب میں کوئی بھی انسانی بنایا ہوا قانون ان مقاصد کو پورا نہیں کرتا۔ بہت سے مغربی ممالک میں قتل کے بدلے قتل کی سزا کو منسوخ کر دیا گیا ہے اور مشرق کے اکثر ممالک میں قتل کی سزا قتل ہے۔ یوں یہ دونوں قانون انتہا پر ہیں۔ اول الذکر قاتل کی حمایت کرتا ہے اور دوسرا اسے توبہ اور اصلاح کا موقع نہیں دیتا ہے۔ ہر دو صورتوں میں مقتول کے وارثوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے لیکن قاتل کے ورثا عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ زبردست لوگ قتل کر کے بچ جاتے ہیں اور اگر پکڑے بھی جائیں تو کسی بے گناہ غریب یا اپنے ہی کسی نوکر چاکر کو اپنی جگہ پھنسا دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض معاشروں میں عورت کے جرم کو نرم سمجھا جاتا ہے اور اس کے برعکس بعض میں مرد اگر عورت پر ظلم کرے تو اس کو قرار واقعی سزا نہیں ملتی۔ چنانچہ کوئی معاشرہ بھی اس گھناؤنے جرم کا عادلانہ حل پیش نہیں کر سکا اور یوں قتل ہوتے رہتے ہیں ایک کے بدلے کئی کئی اور بعض دفعہ تو انتقام کا سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔

261- قانون قصاص:-

آیات آیۃ مبارکہ 179-178 میں رب العزت نے قتل اور قتل کے متعلقہ محرکات کا علاج قصاص میں رکھا ہے فرمایا **وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّاُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** قانونِ قصاص کی حیثیت اسلامی تعزیرات میں فرض کی ہے۔ قصاص کا مادہ قص ہے۔ جسکے معنی نقش قدم پر چلنے کے ہیں۔ قصہ اور قصص یعنی کہانی، تاریخ وغیرہ کا مادہ بھی قصص ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مقدمہ قتل کی ہر پہلو سے چھان بین ہو اسکی پوری تاریخ اور محرکات پر غور وفکر ہو، تمام اقدام پر غور ہو تا کہ اصل قاتل اور اسکے ساتھیوں اور اسکے پیچھے چھپے مقاصد تک پہنچا جائے۔ لہٰذا اصل قاتل کو ڈھونڈنا، مقدمہ کی با قاعدہ پیروی، قتل کے محرکات اور مقتول کے ورثاء کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے بلا تفریق اور بے لاگ عدل، اور فیصلہ کے بعد فیصلہ ہوتے نظر آنا تا کہ قاتل کو معقول سزا ہو، مقتول کے وارثوں کو انکا حق مل

جائے اور قتل کے محرکات ختم ہو جائیں ، یہ قصاص ہے جس میں عدل کے ساتھ ساتھ مقتول اور قاتل کے ورثاء کی بھی بھلائی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

آیت نمبر 179 میں فرمایا گیا ہے ''تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے''۔ یعنی جہاں یہ قانون نافذ العمل ہوگا وہاں ایک پر امن معاشرہ جنم لے گا۔ ہر قتل کی بلا تفریق خوب تفتیش ہوگی، اگر قاتل نہیں ملتا تو قاتل کے وارث اور اقربا خون بہا کا حق ادا کریں گے، ایک قتل کے بدلے ایک ہی قتل ہوگا نہ کہ ایک کے بدلے کئی قتل ہوں یا ایک کے بدلے کئی لوگ پھانسی پر چڑھا دیئے جائیں، ہاں البتہ اگر شریک جرم زیادہ لوگ ہیں تو سب سے قصاص لیا جائے گا۔ اور یہ سب کچھ صلۂ رحمی اور معافی کو سامنے رکھتے ہوئے ہوگا۔ آیۃ مبارکہ 178 میں قصاص کے متعلق مندرجہ ذیل خاص خاص باتیں ہیں۔

1- قصاص کا ماخذ قص یعنی پیچھے پڑ جانا ہے۔ قصہ بھی اسی سے ہے یعنی قصاص کا مطلب یہ ہے کہ قتل کو معمولی جرم نہ سمجھا جائے بلکہ پوری کہانی کی چھان بین کی جائے جب تک حقائق سامنے نہیں آجاتے اس جرم کی خوب پیروی کی جائے۔ اس ضمن میں قاتل کے خاندان والوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قاتل کو ڈھونڈیں ورنہ قصاص ادا کریں۔ یوں قاتل چھپ نہیں سکتا اسلئے کہ چھپانے والے بھی اکثر خاندان والے ہی ہوتے ہیں۔

2- جج صاحبان قاتل کو سزا دیتے وقت معافی اور اصلاح کا پہلو نظر انداز نہ کریں لیکن ورثا کی مرضی بھی معلوم کریں اور ان کی مرضی کو اپنے فیصلہ میں خاص اہمیت دیں۔

3- اگر قاتل پکڑا نہ جا سکے تو قاتل کے خاندان والے مقتول کے خاندان کو خون بہا ادا کریں۔ یہ قتل کے بدلے ایک رقم ہے جو باہمی مشورے سے جج صاحبان متعین کریں گے۔

4- عدل ہو جانے کے بعد چاہیے کہ مقتول کے خاندان والے قاتل کو دل سے معاف کر دیں معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے معاشرہ اور عدالت کو بھی چاہئے کہ وہ معافی پر زور دیں اور ورثا بھی اس مسئلہ کو معافی کے ذریعے ہی حل کرانے کی کوشش کریں۔

Marfat.com

5- اگر ورثاء معاف کرنے پر راضی ہو جائیں تو اس کے عوض قاتل پر یا قاتل کے ورثاء پر فرض ہے کہ مقتول کے وارثوں کی اس مہربانی کا بہتر بدلہ دیں۔ حکومت بھی قصاص یعنی قتل کے بدلے میں ہدیہ کا تعین کر سکتی ہے لیکن مقتول کے ورثاء مجبور نہیں کئے جا سکتے۔ ان کی خوشدلی لازمی ہے۔

6- جب ایک دفعہ معاف کر دیا اور قصاص کے مقاصد پورے ہو گئے تو پھر دشمنی اور عناد رکھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

7- دونوں فریقین پر فرض ہے کہ قصاص کے بعد وہ تمام دشمنی ختم کریں اور بھائی بھائی بن کر رہیں۔

8- آیہ مبارک کا فرمان ''آزاد آزاد سے، عورت عورت سے اور غلام غلام سے، اس بات کو خوب اچھی طرح واضح کرتا ہے۔ کہ اصل قاتل کے بدلے کسی دوسرے کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ عموماً طاقتور لوگ اپنی جگہ کسی کو پکڑا دیتے ہیں۔ اسی طرح عورت اگر قاتل ہے تو اس کو بچانے کے لئے خصوصی کوششیں کی جاتی ہیں۔ قانون بھی اکثر قاتلہ کو رعایت دیتا ہے۔ یہ سخت گناہ کی باتیں ہیں۔ قتل کے بدلے ہر درجہ کے قاتل کو بلا تفریق قانون قصاص کے تحت سزا ملنا ہی اسلام ہے۔ البتہ مقتول کے ورثا کو معاف کر دینے کا حق ہے۔ اور اگر وہ معاف کرنے پر رضامند ہوں تو پھر قاتل اور اس کے ورثا پر فرض ہے کہ ان کی اس مہربانی کو نہ صرف تسلیم کریں بلکہ جج صاحبان اور مقتول کے ورثا کے فیصلہ کے مطابق خون بہا ادا کریں اور آئندہ دشمنی کو دونوں فریق بھول جائیں۔

262- قاتل اور مقتول بھی باہمی بھائی بھائی ہیں:-

آیت نمبر 178 میں الفاظ ''جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے معافی ہو جائے.....'' نہایت قابل فکر ہیں۔ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ آیہ مبارک کا فرمان اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اس باہمی بھائی چارہ کے رشتے کو بڑی سے بڑی دشمنی بھی ختم نہیں کر سکتی حتیٰ کہ قاتل اور مقتول کے درمیان بھی یہ رشتہ قائم رہتا ہے۔ اسلئے قصاص کے بعد تمام عناد اور نفرتیں ختم ہو جانی چاہئیں، یہی عین اسلام

Marfat.com

ہے۔اسکے بعد دل میں دشمنی اور بغض رکھنا گناہ کی بات ہے۔

263- قصاص میں حیات:-

آیتہ مبارکہ 179 میں یہ فرمان کہ ''اے عقل و شعور والو۔تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ قانون قصاص قتل کے محرکات کو ختم کرتا ہے اور پائیدار امن و امان کا باعث ہے یہ نظریہ'' دنیا کے تمام ماہرین قانون کے لئے ایک نئی فکر ہے۔اسکا مطلب یہ ہے کہ قتل کو معمولی جرم نہ سمجھا جائے بلکہ اسکے پیچھے پڑ کر تمام پہلوؤں کی پوری پوری تفتیش کی جائے تاکہ کوئی بے گناہ نہ پھنس جائے۔جب قاتل اور قتل کے محرکات واضح ہو جائیں تو پھر مقتول اور اس کے ورثا کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے۔لیکن ساتھ ساتھ معافی اور اصلاح کے پہلوؤں کو نظر انداز نہ کیا جائے خصوصاً قاتل کے بچوں کی پرورش اور مقتول کے ورثا کی بہتری اور ان کی رائے کا خیال کیا جائے۔

یوں قانون قصاص یقیناً حیات آفرین قانون ہے جس میں مقتول سے انصاف کرنے کی پوری گنجائش ہے اور مقتول کے ورثا اور قاتل کے ورثا کی بہتری بھی شامل ہے۔عام قانون میں قاتل کو پھانسی یا قید ہو جائے پھر بھی دشمنی برقرار رہتی ہے۔اس کے برعکس قانون قصاص دلوں میں اللہ تعالیٰ کا احساس، اسکا خوف اور ڈر اور ساتھ ساتھ قاتل اور مقتول کے ورثا کی بہتری کی سوچ کو اجاگر کرتا ہے۔یوں یہ دشمنیاں مٹاتا ہے اور باہمی محبت اور یگانگت کے جذبات کو بڑھاتا ہے اور پائیدار امن کی ضمانت ہے۔خون بہا کے ذریعے مقتول کے ورثاء کی تسلی اور مدد بھی ہو جاتی ہے اور قاتل اور اس کے ورثا بھی رنج و الم سے بچ جاتے ہیں۔

یعنی قصاص کا مقصد انتقام نہیں بلکہ انتقام کو مٹا کر دونوں خاندانوں کو پر سکون بنانا ہے اور اگر بفرض محال مقتول کے ورثا خون بہا پر متفق نہیں ہوتے تو پھر قاتل کو اسی طرح سزا دی جائے جس طرح اس نے مقتول کو قتل کیا تھا اور یہ سزا بھی مقتول کے ورثاء کے سامنے ہو گی اور اگر وہ چاہیں تو خود بھی سزا دے سکتے ہیں۔اس طرح انتقام کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔دنیا میں کسی حد تک قانون قصاص سعودی عرب میں پچھلے پچاس سال سے لاگو ہے۔اس کے اثرات دیکھنے کے لئے اس کے نفاذ سے پہلے اور اس کے بعد سعودی عرب میں جرائم کی شرح کا جائزہ لیں تو ان میں جو حیرت انگیز کمی نظر آتی ہے اس سے 'قصاص میں حیات ہے' والی بات سمجھ آ جاتی ہے۔قتل اور قصاص موت کی یاد دلاتے ہیں۔اس لئے اگلی آیات کریمہ میں اس طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ اس سانحہ کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ اپنی ذمہ داریوں کو مسلمان فراموش نہ کریں۔ فرمایا......

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ○

180- (اے مسلمانو) تمہارے اوپر یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ تم میں سے جب کسی کی موت کا وقت قریب آ پہنچے،
اگر وہ کچھ مال (ترکہ) چھوڑے تو
وصیت کرے اپنے والدین اور اقرباء کیلئے معقول طریقہ سے۔
یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر۔

264- والدین اور اقرباء کیلئے وصیت:-

اسلام میں والدین اور اقرباء کے حقوق بہت اہم ہیں آیۃ مبارکہ 180 میں احساس ذمہ داری کو جس طرح موت کے کٹھن مرحلہ پر بھی نہ بھولنے کی نصیحت کی ہے وہ مقام کمال ہے۔ اولاد انسان کے دل کے قریب ترین ہے اس لئے اس کی بات نہیں کی گئی لیکن والدین اور اقرباء کے لئے ترکہ میں معقول وصیت کا خصوصی حکم دیا گیا ہے. وارثوں کے لئے جو حصے شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں وہ اپنی جگہ ہیں اور وہ انہیں ضرور ملنے چاہئیں لیکن آیۃ مبارکہ 180 کے مطابق اسکے علاوہ بھی اگر مورث چاہے تو مزید کی بھی وصیت کر سکتا ہے۔

جہاں تک والدین کی ضروریات کا تعلق ہے بیٹا یا بیٹی خوب جانتے ہیں کہ ان پر کس قدر ذمہ داریاں ہیں اور اگر یہ ان کے وسائل سے زیادہ ہیں تو ان کے لئے پھر قانون وراثت میں مقرر شدہ حصہ سے علاوہ کی وصیت بھی کی جا سکتی ہے لیکن جیسے فرمایا گیا ہے وصیت کرتے وقت انصاف اور عدل کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ لہٰذا وصیت میں معقولیت کا دامن چھوڑنا گناہ ہے۔ عام ورثا کے لئے سرور کائنات ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ''وارثوں کے لئے وصیت نہیں'' یہ ایک عمومی حکم ہے لیکن یہ مورث کے وصیت کے اختیار کو منسوخ نہیں کرتا۔ البتہ اس کا یہ مطلب ضرور ہے کہ اس اختیار کے استعمال میں انتہائی احتیاط کی جائے تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ کسی کے ساتھ بے جا مہربانی نہ ہو جائے۔ یہی شرائط تحفہ اور ہبہ کے لئے بھی ہیں۔ اگرچہ زندگی میں مالک کو اپنی ملکیت کے بیچنے یا کسی کو تحفہ دینے کا پورا پورا اختیار ہے لیکن یہ سب کچھ بھی انصاف اور عدل کے اندر رہ کر ہونا چاہئے تا کہ قانونی ورثاء کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ وصیت والی آیۃ مبارکہ وراثت والی آیات سے پہلے اتری تھیں اس لئے جب وراثت کا حکم نازل ہوا تو وصیت والی بات منسوخ ہوگئی۔ لیکن یہ غلط سوچ ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے احکام اٹل ہیں اور اسے پہلے اور بعد کی خوب خبر ہے۔ دراصل آیات وصیت خصوصی ضروریات، ذمہ داریوں اور حقوق کو پورا کرنے کے لئے ہیں جنہیں قانون پورا نہیں کر سکتا۔ مثلاً کسی ایسے

Marfat.com

رشتہ دار کا مسئلہ لے لیں جس پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں اور انہیں پورا کرنے کے لئے خصوصی وسائل کی ضرورت ہو تو اس کے حق میں وصیت کر کے قانون وراثت کے ذریعے ملنے والے حصہ کی کمی پوری کی جاسکتی ہے۔اس طرح قانون وصیت مالک کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اگر کسی خاص وجہ سے کسی کو وراثت سے زیادہ حق دینا چاہے تو دے سکتا ہے البتہ کم نہیں کر سکتا۔ جو لوگ وصیت کے متعلق آیت کو کسی غلط فہمی کی وجہ سے اب منسوخ سمجھتے ہیں انہیں اس پر غور کرنا چاہیئے کہ اگر مالک کو اپنی زندگی میں ہبہ یا تحفہ کرنے کا حق حاصل ہے تو وصیت کے ذریعہ وہ کسی کو کیوں نہیں دے سکتا ؟ البتہ نبی پاک ﷺ نے مال متروکہ کے تیسرے حصہ سے زائد وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

265-یتیم پوتے اور پوتی کا ترکہ:-

اسی ضمن میں یتیم پوتے پوتیوں کی وراثت کا مسئلہ بھی ہے۔ اسلامی قانونِ وراثت میں ان کے لئے کوئی حصہ مخصوص نہیں کیا گیا ہے اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ کیا ان یتیموں کو وراثت سے محروم کر دیا گیا ہے؟ ایسا نہیں بلکہ آیت وصیت کے ذریعہ دادا دادی کو اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ جتنا چاہیں انہیں دے دیں بلکہ یہ ان کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنے پوتے پوتیوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے مرنے سے پہلے ہی ان کے لئے وصیت کر جائیں۔اسی طرح آیۃ مبارکہ 180 کے مطابق والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرنا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے یعنی اگر نہیں کرتا تو گنہگار ہوگا۔

چونکہ موت کا پتہ نہیں کہ کب آجائے ،اس لئے بہتر یہی ہے کہ آدمی موت کا انتظار کئے بغیر ہی اپنی وصیت لکھ کر رکھے اور دور کے وہ رشتہ دار جنہیں قانون وراثت کے مطابق بہت کم یا بالکل ہی نہ ملتا ہو لیکن وہ حاجت مند بھی ہوں، تو وصیت کے ذریعہ ان کے لئے خصوصی امداد کا انتظام کر دے۔ یہ بہت بڑا صدقہ ہوگا بشرطیکہ جائز وارثوں کی حق تلفی نہ ہو۔ (وراثت کے مسائل پر سورہ نساء میں بھی تفصیلی بحث ہے)۔یہ بات دوبارہ یاد رکھی جائے کہ وصیت کے ذریعہ کسی وارث کے کو زیادہ تو دیا جاسکتا ہے لیکن اس کے شرعی حصے میں کمی نہیں کی جاسکتی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وصی کی موت کے بعد اس کی وصیت پر کون عمل کرائے گا اور اگر اس نے ورثاء کے حق میں کچھ بے انصافی کر دی ہے تو پھر اس معاملہ کو کون حل کرے گا۔ اگلی آیات کریمہ میں ایسے ہی مسائل کا حل دیا گیا ہے۔ فرمایا......

فَمَنۢ بَدَّلَهٗ بَعۡدَ مَا سَمِعَهٗ
فَاِنَّمَآ اِثۡمُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يُبَدِّلُوۡنَهٗ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝

181- پس جو کوئی (وصیت) سننے کے بعد بدل دے تو اس کا گناہ ان پر ہے جو اسے بدلتے ہیں۔
بے شک اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔

Marfat.com

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا
فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ
فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

-182 پھر جسے اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے سے،
کسی طرف داری یا بددیانتی کا'
پس اگر وہ اصلاح کرادے ان کے (وارثین) درمیان،
تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔
بے شک اللہ تعالیٰ نہایت بخشنے والا
اور رحم کرنے والا ہے۔

266- وصیت میں بے انصافی کی مذمت:-

جیسے پہلے کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی میں یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی ملکیت دوسروں کو دے سکتا ہے، ہبہ کردے تحفہ میں دیدے یا وصیت کردے ،لیکن اس حق کے استعمال میں بھی کچھ عادلانہ تقاضے ہیں جنہیں اگر پورا نہ کیا جائے تو آدمی گنہگار ہو جاتا ہے۔اس لئے وصیت لکھتے وقت عدل کا خیال رکھنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ جائز وارث قیامت تک پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

اس بارے آیۃ مبارکہ 182,181 نہایت قابل غور ہیں۔ان آیات کریمہ سے یہ بات واضح ہے کہ وصیت پر عمل کرانا لازمی ہے اور وصیت کو بدل دینا سخت گناہ ہے، البتہ اگر کسی نے اپنی وصیت کے ذریعے کسی جائز وارث کو اس کے حصہ سے محروم کر دیا ہے یا کسی اور کو اس کے حقوق اور ضروریات سے بہت زیادہ دے دیا ہے، جس سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہو تو پھر وارثوں کی باہمی رضامندی یا عدالت کے ذریعہ وصیت میں ردوبدل ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی برائی یا گناہ نہیں۔نیک نیتی سے کیا جانے والا عمل اگر غلط بھی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بڑا رحم والا ہے۔آیۃ مبارکہ 181 اور 182 سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وصیت کے مسائل میں انصاف کرنا اور انصاف دلانا آسان نہیں۔اپنے نفس سے ماوریٰ ہو کر یہ کام بڑے تقویٰ والے ہی کر سکتے ہیں، اس لئے اگلی آیات کریمہ میں مضمون کو اصلاح نفس کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔

تقویٰ پیدا کرنے کیلئے بہترین عبادت اللہ تعالیٰ کیلئے روزہ رکھنا ہے جو ہمیشہ سے اصلاح نفس کا بہترین علاج چلا آرہا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

-183 اے ایمان والو فرض کئے گئے تم پر روزے
(صوم)،
جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے
تھے، تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ۔

Marfat.com

184- یہ گنتی کے دن ہیں

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ
فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ
وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ
مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ
وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ
إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○

پھر تم میں سے اگر کوئی بیمار ہو، یا سفر پر ہو،
تو گنتی پوری کرے ان کی بعد دوسروں دنوں میں۔
اور جو لوگ یہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے،
مگر سخت مشکل سے، ان پر فدیہ ہے،
جو مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی
خوشی خوشی نیکی کرے، تو وہ اس کے لئے اور
زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر تم روزے رکھو تو یہ
تمہارے لئے بہت بہتر ہوگا اگر تم جانو۔

267- روزہ ایک محکم عبادت:-

حکم دو طرح کے ہو سکتے ہیں ایک زبانی اور دوسرا لکھا ہوا۔ لکھا ہوا حکم عارضی نہیں ہوتا بلکہ اس کا ماننا اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ وہ نوشتہ قائم ہے۔ صوم یعنی روزوں کا حکم بھی ایسے ہی نہایت ضروری احکامات میں سے ایک ہے۔ فرمایا "لکھ دیئے گئے تم پر روزے......" ہم سے پہلی امتوں پر بھی یہ لازم تھے اور ہم پر بھی ان کا رکھنا لازمی ہے۔ ہم سے پہلے بھی عیسائی، یہودی، ہندو غرض تمام قوموں پر روزے فرض تھے اور اب بھی ان پر ویسے ہی فرض ہیں، وہ رکھیں یا نہ رکھیں یہ اور بات ہے۔ یہ عبادت جہاد بالنفس ہے، یعنی اگر نفس پر قابو پانا اور اسے فتح کرنا ہے تو یہ بلا صوم ناممکن ہوگا۔ اسی لئے رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ بھی متقین اکثر نفلی روزے رکھتے ہیں۔

268- روزہ بیماریوں کا علاج:-

رمضان المبارک کے روزے رکھنا رب کائنات کا حکم ہے اور اس حکم کی ہمارے خالق نے خود ہی تفسیر فرما دی کہ اس سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے جو روحانی ترقیوں کی طرف راہ کمال ہے۔ یعنی روزہ روح کی غذا ہے اور اس میں روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار جسمانی بیماریوں کا علاج بھی روزہ ہی ہے اور اب جدید ترین سائنسی دریافتوں کے مطابق کینسر، دل اور ذہنی بیماریوں کے علاج کے لئے بھی روزہ رکھنا فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔ روزہ سے کس طرح ان جان لیوا بیماریوں سے صحت حاصل ہو جاتی ہے؟ ابھی تک جو سائنسی بات سامنے

Marfat.com

آئی ہے وہ یہ ہے کہ جب پیٹ خالی ہو جاتا ہے تو پھر جسم کے زہروں کو نظام ہضم کھانے لگتا ہے۔ پیٹ کی بہت ساری مشینری کو آرام کے لمحات بھی مل جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ خون کی صفائی کے کام میں بھی تیزی آ جاتی ہے۔ جو صحت کے لئے ضروری عوامل ہیں۔ یہ سائنسی حقائق تو آغاز ہیں، آگے آگے جو معلوم ہوگا وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ مسلمان ماہرین طب کو چاہیے کہ وہ غیر مسلموں سے پہلے مختلف بیماریوں کے لئے روزوں کے فوائد پر تحقیق کریں۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سال میں ایک مہینہ رمضان المعظم کے روزے تو ہر بالغ وعاقل پر فرض ہیں لیکن نبی پاکؐ باقی سال بھی اکثر روزے رکھتے تھے مثلاً حضور پاک ﷺ اکثر کئی کئی دن متواتر روزے رکھتے تھے اور پھر کبھی ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے اور بعض دفعہ متواتر کئی دن روزہ چھوڑ بھی دیتے تھے لیکن کچھ مخصوص دنوں کے روزے مثلاً محرم الحرام وغیرہ کے روزے پابندی سے رکھتے تھے۔ لہٰذا رمضان کے علاوہ بھی روزے رکھنا سرور کائنات ﷺ کی سنت ہے۔ اگر ہم یہ سوچ کر روزے رکھیں گے تو روحانی اور جسمانی فوائد کے علاوہ اتباع رسول ﷺ کا ثواب بھی ملے گا۔ یاد رہے کہ رمضان کے روزے نجات کا ذریعہ ہیں اور نفلی روزے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے رکھے جائیں درجات کا ذریعہ ہیں۔

269- روزہ میں رعایت اور فدیہ کا مسئلہ:-

آیۃ مبارکہ 184 میں یہ رعایت عطا فرما دی گئی ہے کہ سفر اور بیماری کی حالت میں روزہ چھوڑا بھی جا سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ بیماری ایسی ہو کہ اس میں روزہ کی وجہ سے مزید خرابی کا خدشہ ہو یا سفر ایسا ہو کہ اس میں روزہ تکلیف کا باعث ہو لیکن گنتی کر کے انہیں بعد میں پورا کرنا فرض ہے ورنہ گنہگار رہے گا۔

اس صورت میں کہ حالات میں بہتری کی امید نہ ہو مثلاً صحت اور زیادہ خراب ہو جائے یا سفر مسلسل ہو، تو صاحب استطاعت پر یہ لازم ہے کہ وہ چھوڑے ہوئے روزوں کا فدیہ ادا کرے جسکی کم از کم مقدار کسی مسکین کو ہر ایک روزہ کے عوض پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے ایسا کھانا جو وہ خود کھاتا ہے، لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو یہ بہت بہتر ہوگا۔

کچھ صاحب استطاعت اس رعایت سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی نیت ہی روزہ سے بچنا ہوتا ہے اور یوں بدنیتی سے فدیہ کرتے ہیں۔ اس لئے ایسا فدیہ روزہ کا بدل نہیں ہوگا بلکہ منافقت کی بنا پر الٹا عذاب ہو سکتا ہے۔ رعایت تو یہ ہے کہ نیت روزہ رکھنے کی تھی لیکن مسلسل بیماری اور سفر کی تکالیف کی بناء پر پورا کرنے میں دقت پیش آئی، اس لئے فدیہ دے دیا۔ لہٰذا بدنیتی کا فدیہ مقبول نہیں ہوگا اور روزہ چھوڑنے کا گناہ الٹا پڑے گا۔ اس بات کی وضاحت آیۃ مبارکہ 184 میں کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فدیہ سے زیادہ روزے رکھنے کو پسند فرماتے ہیں۔ اگلی آیۃ مبارکہ 185 میں رمضان شریف کی فضیلت اور اس میں خصوصی روزوں کا حکم ہے۔

Marfat.com

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ
هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ ۚ
فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ؕ
وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا
اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ
يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ
وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ
وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ
وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ○

185- رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن
پاک نازل کیا گیا،
جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے،
اور ہدایت جو واضح دلائل کے ساتھ ہے،
اور حق و باطل کا معیار ہے،
پس جو کوئی تم میں اس مہینہ کو پائے،
پس اس کے روزے رکھے،
اور جو مریض ہو، یا سفر پر ہو، وہ بعد کے دنوں
میں گنتی پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا
ہے، اور تمہارے حق میں سختی نہیں چاہتا،
اور چاہیے کہ تم (روزوں کی) گنتی کو پوری کرو،
اور چاہیے کہ تم اس ہدایت (قرآن) کے
مطابق اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو،
تا کہ تم اس کے شکر گزار بن جاؤ۔

270- قرآن حکیم کی سالگرہ:۔

آیۃ مبارکہ 185 واضح کرتی ہے کہ رمضان کا مہینہ قرآن کریم کی سالگرہ بھی ہے سب سے پہلے اسی مہینے میں قرآن پاک عرش بریں سے آسمان دنیا پر نازل ہوا اور حضور ﷺ پر وحی ہوا یہ وہ بلند شان والی کتاب ہے جو کھلے دلائل کے ساتھ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور حق و باطل میں فرق کا معیار ہے اور یوں تمام انسانیت پر عظیم ترین احسان ہے۔ اس نعمت غیر مترقبہ کے نزول کے مہینے کو کیسے منایا جائے۔ کیا اس میں چراغاں کیا جائے، لہو و لعب ہو، تقریریں ہوں، جیسے دنیا کا رواج ہے یا کوئی اور طریقہ؟ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا کہ قرآن کریم کے نازل ہونے کی خوشی اور ایک عرصہ کے بعد وحی الٰہی کے نزول کے عظیم الشان واقعہ کی یاد لوگ روزے رکھ کر منائیں۔ لہٰذا رمضان شریف کی آمد پر خوش ہونا، شوق سے چاند دیکھنا، رغبت سے سحری اور افطاری کرنا، خشوع و خضوع کے ساتھ دن بھر روزہ رکھنا اور قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنا اس مہینہ کی پسندیدہ عبادات ہیں۔

Marfat.com

271- روزوں کی قضا کے بارے حکم:-

آیۃ مبارکہ 185 میں تمام انسانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ جیسے ہی رمضان شریف کا چاند نظر آئے لوگ روزے کی تیاری کریں اور باقاعدگی سے پورا مہینہ روزے رکھیں اور صاحب قرآن کریم ﷺ کی سنت کے مطابق اپنی زندگیوں کو بدلنے کی کوشش کریں لیکن اللہ تعالیٰ انسان کے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بیمار اور مسافر کے لئے رعایت دی ہے۔ اگر ان کے لئے روزہ رکھنا واقعی مشکل ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتے ہیں، لیکن بعد میں قضا لازم ہے اگر بعد میں بھی کوئی روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، مثلاً بہت ضعیف ہو، بہت زیادہ کمزور ہو یا بیماری کے اثرات سدا غالب رہیں یا سفر سے نجات ناممکن ہو وغیرہ تو وہ آیۃ مبارکہ 184 میں دی گئی رعایت کے مطابق فدیہ دے کر اس فرض سے بری ہو سکتا ہے۔

272- دین میں آسانی:-

رمضان کے روزوں میں چھوٹ کے حوالے سے آیۃ مبارکہ 185 میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی شریعت کا ایک اہم اصول واضح کر دیا ہے فرمایا **يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** کہ وہ "انسانوں پر آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا"۔ لہٰذا مذہب کا مقصد انسان کی بھلائی ہے۔ وہ مذاہب جو انسان کو خواہ مخواہ سختیوں میں ڈالتے ہیں وہ فطرت کے خلاف حکم دیتے ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتے، مثلاً رومن کیتھولک مذہب پادریوں کیلئے شادی کی ممانعت کرتا ہے جو انسانی فطرت کیخلاف ایک سخت ضابطہ ہے اس لئے یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہو سکتا یا ہندو جوگی کئی کئی دنوں تک بغیر کھائے پیئے روزہ رکھ کر اپنی جان کو بہت تکلیف پہنچاتے ہیں یہ بھی حکم الٰہی کے خلاف بات ہے۔ بعض صحابہ کرامؓ کے متعلق بھی روایت ہے کہ شوق عبادت میں وہ بہت زیادہ مجاہدہ کرنا چاہتے لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا۔

اس اصول کے مطابق عبادات بھی وہی اچھی ہیں جو معتدل ہوں۔ اگر کوئی آدمی اپنے جسم کو سختی میں ڈالنے والی عبادات کرتا ہے تو وہ فطرت کیخلاف جا رہا ہے چنانچہ چلہ کشیاں، سخت قسم کے مجاہدے یا اپنے بدن پر برداشت سے زیادہ سختی کرنا دین کا حصہ نہیں۔ دین کا اصل مقصد آیہ مبارک 185 میں جو واضح کیا گیا ہے وہ رب تعالیٰ کا نام بلند کرنا، تقویٰ اختیار کرنا اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ ترین عبادت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کی محبت میں ڈوبا رہے اور ساری عمر اسکا نام بلند کرنے کے لئے جدوجہد کرتا رہے، شکرگزار بندہ بن کر اس کی نعمتوں کا حق ادا کرے اور اس ڈر سے گناہ سے بچتا رہے کہ کہیں اسکا رب ناراض نہ ہو جائے۔

رمضان المبارک کے روزوں کا ایک مقصد انسان میں ان احساسات کی تربیت کرنا ہے تاکہ رمضان کے بعد بھی وہ اپنے رب کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی کے لمحات گذارے۔

Marfat.com

وحی الٰہی کے نزول کے حوالہ سے اس مہینہ میں قرآن کریم کا پڑھنا، سننا اور اسکی ہدایات پر عمل کرنا اس مہینہ کے اعلیٰ ترین اعمال ہیں۔ چاہیے کہ اس مہینہ میں کلام اللہ پر غور و فکر کے ذریعہ آدمی اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی عبادت و محبت ہی روح کی غذا ہے۔ جب بندہ اللہ کی بڑائی اور اس کے شکریہ ادا کرنے میں لگ جاتا ہے تو اسے اللہ تبارک تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔ لہٰذا رمضان شریف کے اعلیٰ ترین مشاغل میں اللہ سے دعائیں کرنا بھی شامل ہے۔ جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے....

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ
عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ
اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ
اِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ
وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○

186- اور اے (حبیبؐ) جب میرے بندے
آپ سے میرے متعلق سوال کریں، تو
آپ انہیں بتائیں،
کہ میں ان کے قریب ہوں۔
میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں،
جب وہ واقعی مجھے پکارتا ہے۔ پس انہیں چاہیے
کہ وہ میرا حکم مانیں، اور مجھ پر ایمان لائیں۔
تا کہ وہ سیدھا راستہ پائیں۔

273- رب تعالیٰ قریب ترین ہے:-

آیتہ مبارکہ 186 میں اللہ تبارک تعالیٰ نے سات مرتبہ اپنی ذات پاک کے حوالے سے اور سات ہی مرتبہ بندے کی ذات کے حوالے سے کچھ نہایت اہم باتوں کی طرف انسانیت کی توجہ مبذول فرمائی ہے۔ گو کہ خطاب ''جب میرے بندے آپؐ سے میرے متعلق سوال کرتے ہیں'' بلا واسطہ سرور کونین ﷺ کی طرف ہے لیکن حکم عام ہے جب بھی کوئی کسی سے اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھے تو جواب یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں سے قریب ترین ہے۔ ان کی شہ رگ سے بھی قریب تر۔ اس کی ذات پاک کا عکس انسان کے ہر خلیہ میں ہے اور وہ ان کے دل و دماغ کی تہوں کے اندر چھپے ہوئے راز بھی جانتا ہے۔ لہٰذا اس سے دل میں بات کرو یا منہ سے، آہستہ یا اونچی آواز میں، قلب کے گوشوں میں یا زبان سے، وہ ہماری بات سنتا ہے۔ حضرت علیؓ سے اللہ تبارک تعالیٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''وہ باوجود دور ہونے کے قریب ہے اور باوجود قریب ہونے کے دور ہے، وہ ہر چیز کے اوپر ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں چیز اسکے نیچے ہے نہ وہ ہر چیز

Marfat.com

کے نیچے ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں چیز اسکے اوپر ہے۔ وہ ہر چیز کے آگے ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں چیز اسکے پیچھے ہے۔ وہ اشیاء کے اندر داخل ہے مگر نہ اسطرح جسطرح ایک چیز دوسری چیز کے اندر داخل ہوتی ہے۔ نہ تو وہ کسی چیز سے ہے، نہ کسی چیز کے اندر اور نہ کسی چیز کے ساتھ، پاک ہے وہ ذات جسکی یہ صفات ہیں'' (حوالہ اللمع فی التصوف ابونصر سراج طوسی) پس چاہیے کہ ہم اسی کا حکم مانیں اور اسی پر ایمان لائیں آیۃ مبارکہ 186 میں **لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ** کے فرمان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ صراط مستقیم پر قائم رہنے کی دعا کثر کی جائے اور جو صراط مستقیم کی دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی اس دعا کو قبول فرمائے گا۔

(For more details please see appendix ii,iii,iv)

274- قبول دعا:-

آیۃ مبارکہ 186 میں انسان کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ کسی مجبور و مقہور بندے کے لئے اس سے زیادہ کیا تسلی ہو سکتی ہے کہ وہ پکارے ''اے میرے رب'' اور خالق کائنات جواب میں فرمائے ''اے میرے بندے'' اور حسب حال اس کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔

دعا کے حسب حال اور حسب مرضی قبول ہونے میں جو فرق ہے اسے سمجھنا ضروری ہے۔ بندہ ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ دعا اس کی مرضی کے مطابق قبول ہو، جیسے بچہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے منہ سے جو بات نکلے والدین فوری طور پر اس کو پورا کر دیں۔ چونکہ والدین کو معلوم ہے کہ بچے کے لئے کیا بہتر ہے اور کیا بہتر نہیں، اس لئے وہ اس کی بات تو پیار سے سنتے ہیں لیکن کرتے وہی ہیں جو ان کے نزدیک اس کے لئے مناسب ہے۔ یہی ان کا پیار ہے ورنہ اس کی غلط فرمائشیں پوری کر کے وہ اسے تباہ بھی کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ماں باپ کی نسبت اربوں گنا زیادہ مہربان اور محبت کرنے والا ہے اور نہائت حکیم اور علیم ہے۔ اس لئے وہ بندہ کی دعا تو پیار سے سنتا ہے لیکن دیتا وہی ہے جو اس کے لئے بہتر ہوگا۔ ہمارا یہ یقین ہونا چاہئے کہ کوئی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔ جن دعاؤں کے نتائج حسب خواہش نہیں نکلتے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کی قبولیت میں جو نقصانات پنہاں ہیں ہم ان سے آگاہ نہیں۔

آیۃ مبارکہ 186 میں دعائیں قبول نہ ہونے کی ایک اور وجہ بھی بتائی گئی ہے۔ فرمایا...... ''**أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ**'' ''میں پکارنے والے (دعا کرنے والے) کی پکار (دعا) کا جواب دیتا ہوں، جب وہ واقعی مجھے پکارتا ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا قبول ہوگی جب بندہ سارے سہارے چھوڑ کر اللہ تعالیٰ ہی پر اپنا معاملہ چھوڑ دیتا ہے، اسباب سے ہٹ کر مسبب الاسباب پر توکل کر لیتا ہے، اس کے بعد دل کے یقین کے ساتھ عاجزی، محبت اور خلوص کے احساس کے ساتھ بندہ جب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے دعا کرتا ہے تو رب العزت ضرور اسے قبول فرماتے ہیں۔ لیکن اگر خالق کائنات کو بھی اسباب میں سے ایک سبب گردانتے ہوئے دعا کی جائے تو یہ دعا نہیں بلکہ رب العزت کی بے قدری کرنا ہے۔ (استغفراللہ)۔ لہٰذا ایسی دعائیں قبول کیسے ہوں جن میں بے ادبی، نفاق اور شرک کی

Marfat.com

ملاوٹ ہو۔ یہ مشرکین اور منافقین والی دعائیں ہیں جو مانگنے والے کے منہ پر ماری جاتی ہیں۔خاص طور پر مسلمان جن پر حق تعالیٰ کا مقام عیاں ہے اگر وہ ایسا کریں گے تو یہ گناہ ہی نہیں بلکہ نا قابل معافی جرم بھی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان اور یقین کی دولت عطا فرمائے۔امین!

275- مستجاب الدعوات:-

دعا کی قبولیت کا انحصار اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق میں بھی ہے۔ یہ بھی سبھی کو معلوم ہے کہ خالص تعلق کی بنیاد محبت اور خلوص ہے اور محبت کا تقاضا محبوب کے لئے مکمل سپردگاری ہے اور محبوب کی ناراضگی کے ڈر سے گناہ سے بچنا ہے۔

اسی لئے اس آیت کریمہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''وَلْيُؤْمِنُوا بِي'' یعنی دعائیں مقبول بنانی ہیں تو ''نہیں چاہئے کہ میری دعوت اور پکار یعنی اسلام قبول کرلیں'' جولوگ سچے دل سے اسلام کو قبول کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے اس پر عمل کرتے ہیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کی عبادت، قربانی اور زندگی و موت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو جاتی ہے۔انعام کے طور پر ایسے لوگوں کو مستجاب الدعوات کا درجہ عطا ہو جاتا ہے۔اگر ان سے دعا کروائی جائے تو انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

اولاد کے حق میں ماں باپ بھی مستجاب الدعوات ہیں۔ان کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں بھی عرش بریں تک پہنچتی ہیں۔اس لئے اگر ماں باپ زندہ ہوں تو ان کی سچے دل سے خدمت کرو اور ان سے دعائیں کرواؤ۔ یہ بہت بڑا موقع ہے۔ہاتھ سے جانے نہ پائے۔

276- متکبر اور دعا:-

قبولیت دعا میں اہم ترین فلسفہ یہ ہے کہ آدمی ''للہ یعنی اللہ کیلئے ہو اللہ نہ بنے''۔لیکن افسوس کہ بعض لوگ علم، دولت، عہدہ، طاقت، نیکی، عبادات، جہاد خود کو اللہ بنانے کے لئے کرتے ہیں (یعنی لوگوں پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے یا اپنے نفس کے اطمینان کے لئے) اللہ کے لئے نہیں۔ایسے لوگوں کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔کسی بھی متکبر کی دعا قبول نہیں ہوتی۔یاد رکھو، قبول دعا کے لئے سپردگی اور عاجزی ضروری شرط ہے۔اگر کافر بھی عاجزی سے دعا کرے گا تو انشاء اللہ اس کی دعا بھی رائیگاں نہیں جاتی۔اللہ تعالیٰ رب العالمین رحمان ورحیم ہے۔لہٰذا اس کا جود و سخا صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں۔جو بھی اس سے مانگے گا مراد پائے گا۔(انشاء اللہ العزیز)۔ فرعون نما لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کا فضل نظر آتا ہے وہ ان کی آزمائش کا پرچہ ہے اس لئے ان کی حالت پر افسوس کرنا چاہئے۔

277- غیر مسلم کی دعا اور سائنسی تجربات:-

اللہ تعالیٰ سب کی دعائیں سنتا ہے اور اپنے سب بندوں کے لئے وہ رحمٰن و رحیم ہے۔اس لئے جب کبھی کوئی کافر اور غیر مسلم بھی خلوص اور محبت سے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے مانگتا ہے تو وہ اس کی دعا بھی قبول کرتا ہے اور اس کے مصائب اور تکالیف دور کر دیتا ہے۔یورپ اور امریکہ کے ہسپتالوں میں پچھلے بیس سالوں میں کئی ایک تجربات دعا کے اثرات کا جائزہ لینے کے لئے

Marfat.com

کیئے گئے مثلاً امریکہ میں ایک دل کے ماہر ڈاکٹر نے اپنے مریضوں کو وارڈ A اور وارڈ B میں برابر برابر تعداد میں بانٹ دیا۔ وارڈ A والے مریضوں کے علم کے بغیر وہ ان کی صحت کے لئے پادریوں سے دعائیں کرواتا تھا مثلاً ''یا اللہ وارڈ A کے مریضوں کو صحت اور زندگی عطا فرما۔ یا اللہ وارڈ A کے مریضوں کو صحت اور زندگی عطا فرما......'' تین ماہ کے عرصہ میں ڈاکٹر مذکور نے دیکھا کہ وارڈ A کے مریض حیرت انگیز طور پر صحت مند ہو کر اپنے گھروں کو خوشی خوشی جانے لگے لیکن وارڈ B جن کے لئے کوئی دعا نہیں کرتا تھا وہاں معمول کے مطابق دل کے دورے اور اموات کافی ہوئیں حالانکہ دونوں وارڈوں کے مریضوں کو ایک سا علاج مہیا تھا۔ (ریڈرز ڈائجسٹ 1999)

مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنت یہ ہے کہ ''محنت فرض ہے لیکن محنت پر توکل کفر ہے'' اسلئے چاہیے کہ رب کائنات مسبب الاسباب پر توکل رکھتے ہوئے ہم چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اسی سے مانگیں اور دوسروں سے بھی اپنے لئے دعا کروائیں۔ انشاء اللہ اسباب تابع ہو جائیں گے اور آپ کی محنت کو پھل لگے گا۔ تمام دکھوں کا مداوا دعا ہے۔ آیئے کہ ہم اپنے رب سے مانگتے ہی رہیں۔ جب وہ دینے سے نہیں تھکتا تو ہم لینے سے کیوں کترائیں لیکن ایک اصول یاد رکھیں۔ ہر دعا سے پہلے اور بعد میں بھی صاحب قرآن ﷺ پر درود وسلام بھیجیں ورنہ دعائیں لٹکتی رہیں گی۔

278- رمضان المبارک دعاؤں کا خصوصی مہینہ:-

آیۃ مبارکہ 186 سے پہلے اور اس کے بعد آنے والی آیات رمضان شریف کے روزوں کے متعلق ہیں۔ اس لئے ان کے درمیان دعا کے متعلق اس خاص آیت کا مقام نہایت معنی خیز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان المبارک دعاؤں کا خصوصی مہینہ ہے، جتنا چاہو مانگ لو کم ہے اور انشاء اللہ قبولیت بھی عام ہے، روزہ رکھنے اور کھولنے کے اوقات کے متعلق تو حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ خصوصی طور پر دعاؤں کی قبولیت کے اوقات ہیں''۔ ان لمحات سے جتنا زیادہ فائدہ اٹھایا جائے کم ہے۔ چاہیے کہ اس تھوڑے سے وقت میں چھوٹے بڑے مل کر اللہ تعالیٰ سے خوب مانگیں۔ اپنے لئے، مسلمانوں کے لئے اور مخلوقات کے لئے۔ سب کے لئے دعا کریں۔ یاد رہے کہ دعا میں بخل نہیں کرنا چاہئے۔ خوب دل کھول کر دعا کرو۔ دعا عبادت بھی ہے اور دکھوں کا مداوا بھی ہے اور رب العزت کو پسند ہے کہ اس کے بندے اس سے زیادہ سے زیادہ مانگیں۔ اس لئے ماہ رمضان میں دوسرے مشاغل چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا اور اسکے ذکر اور فکر میں وقت گزارنا بہترین عمل ہے۔ اگلی آیہ کریمہ میں ارشاد ہے......

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ	187- روزوں کی راتوں میں جائز قرار دیا گیا تمہارے لئے اپنی بیویوں کے پاس جانا،

Marfat.com

وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ
عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ
تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ
فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ
وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠
وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا
حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ
الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ
وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ
فِى الْمَسٰجِدِ ؕ
تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ
فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور تم ان کے لئے (مانند) لباس ہو۔
اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم
(ماہ رمضان کی راتوں میں)
خیانت کر جاتے تھے۔
پس اس نے تمہاری توبہ قبول کی،
اور تمہیں معاف کر دیا، پس اب تم ان سے ملو
اور تلاش کرو اس کو جو اللہ تعالیٰ تمہارے
لئے لکھ چکا ہے۔ اور کھاؤ اور پیو۔

اس وقت تک کہ تم پر سفید دھاگے
اور کالے دھاگے میں فرق نمایاں
ہو جائے۔
پھر تم رات تک روزہ پورا کرو۔
اور ان کے ساتھ (حالت روزہ میں)
مباشرت نہ کرو، اور نہ ہی (اس وقت) جب
تم مساجد میں اعتکاف میں ہو۔ یہ
اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان کے پاس
تک بھی نہ جاؤ۔
اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات بیان
کرتا ہے لوگوں کے لئے تاکہ وہ متقی
بن جائیں۔

Marfat.com

279- رمضان شریف کی راتوں کو میاں بیوی کے تعلقات:-

آیت مبارکہ 187 سے رمضان شریف کی فضیلت اور تقدس ظاہر ہے۔اس کی برکتوں اور عظمتوں کا تقاضا ہے کہ اس مہینہ میں مسلمان کے شب وروز اللہ کی یاد میں گزریں۔دن کو روزہ اور رات کو دعائیں، ذکر واذکار، نمازیں، نوافل، غرض کہ اس قیمتی مہینے کا لمحہ لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزر جائے، یہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا اعلیٰ ترین معیار ہے۔اس معیار کے تقویٰ کا تقاضا ہے کہ انسان تمام نفسانی خواہشات کی نفی کر دے حتےٰ کہ اپنی بیویوں سے بھی دور ہو جائے تا کہ پوری یکسوئی سے اپنی راتوں کو اپنے رب پر قربان کر دے، لیکن اس معیار پر صرف چند شہسوار ہی اتر سکتے ہیں۔چنانچہ عامتہ الناس کا خیال کرتے ہوئے ہمارے مہربان رب نے رمضان کی راتوں میں میاں بیوی کے درمیان خصوصی تعلقات کی اجازت عطا فرمادی۔چنانچہ یہ پہلے احکام کی منسوخی نہیں بلکہ ایک رعایت ہے۔اعلیٰ ترین معیار وہی ہوگا کہ میاں بیوی رمضان شریف کے شب و روز اپنے رب کے ساتھ گزاریں۔

280- کوشش اور تقدیر کا مسئلہ:-

آیت مبارکہ میں 187 حکم ربی **وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ** ''اور تلاش کرو جو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے'' تقدیر کو سمجھنے کے لئے نہائت قابل غور نکتہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا لکھا تقدیر ہے۔لیکن حکم اسکی تلاش کا بھی ہے یعنی تقدیر کو پانے کے لئے محنت کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔دراصل بندے کی کوشش سے کچھ نہیں ہوتا لیکن یہ ہمارے مہربان رب کا ہمیں عزت دینے کا ایک طریقہ ہے کہ اپنی رضا میں وہ ہماری ادنیٰ سی محنت شامل فرماتا ہے۔اسکی عمدہ مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صحراء میں چشموں والا معجزہ ہے۔دعا کی کہ رب تعالیٰ ہمیں پانی عطا فرما۔حکم ہوا ''اے موسیٰ اپنے عصا سے پہاڑ کو مارو'' اور جونہی انہوں نے ایسا کیا اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔یہاں عصا کا مارنا رب تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنے کے حکم کو واضح کرتا ہے۔ورنہ ہوتا وہی ہے جو رب تعالیٰ چاہے۔چونکہ وہ چاہتا ہے کہ کوشش کی جائے اسلئے کرنی چاہیے۔

حکم باری تعالیٰ ''اس چیز کی تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے لکھ چکا ہے'' مسئلہ تقدیر اور اسباب کی ضرورت کو بھی واضح کرتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی قسمت لکھ دی ہے۔لیکن تقدیر کی تلاش محنت سے کرنا بندے کے فرائض میں شامل کر دیا ہے۔مثلاً زمین کی تقدیر فصل اگانا ہے لیکن کسان کے لئے فرض ہے کہ وہ اس میں ہل چلائے بیج ڈالے اور فصل کی حفاظت کے لئے محنت کرتا رہے۔یعنی کہ تقدیر میں لکھے کو پانے کے لئے محنت کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اسلئے تقدیر پر ہاتھ پاؤں باندھ کر بیٹھ جانا توکل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نفی ہے۔

(For more details please see appendix x xi)

Marfat.com

میاں بیوی کے آپس کے تعلقات کے حوالہ سے آیتہ مبارکہ 187 میں یہ حکم کہ ''اس چیز کی تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے لکھ چکا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ ان کے باہمی تعلقات کے پیش نظر صالح اولاد کا حصول ہونا چاہئے۔ اگر یہ تعلق محض نفس کی تسکین کیلئے ہے تو بھی حلال ہے لیکن احسن نہیں۔

281- تم ان کے لباس وہ تمہارے لباس:-

آیت مبارکہ 187 میں میاں بیوی کے رشتہ کو واضح کرنے کے لئے جو استعارہ استعمال کیا گیا ہے وہ لاجواب ہے۔ فرمایا ''وہ تمہارے لئے بمنزلہ لباس ہیں اور تم ان کیلئے لباس ہو'' لباس انسان کے لئے زینت، باعث سکون موسمی اثرات سے حفاظت اور جسم کے عیوب کیلئے پردہ کا کام دیتا ہے۔ عورت اور مرد کے باہمی رشتہ کو بھی انہی لوازمات پر قائم ہونا چاہئے۔ وہ ایک دوسرے کے لئے باعث سکون، باہمی حفاظت اور پردہ پوشی کرنے والے ہوں۔

قرآن کریم میں رات کیلئے بھی لباس کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے رات باعث آرام وسکون ہے اور پردہ پوشی کرنے والی ہے میاں بیوی بھی وہی اچھے ہیں جو ایک دوسرے کیلئے باعث آرام وسکون وحفاظت ہوں اور ایک دوسرے کے عیوب پر پردہ پوشی کریں۔ اس لحاظ سے دونوں کے حقوق برابر ہیں اور دونوں پر فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کی کمزوریوں کو چھپائیں، اپنے گھر کے راز افشانہ کریں اور ایک دوسرے کے مال کی حفاظت کریں اور باہمی آرام وسکون کا باعث بنیں۔

282- وقت سحر اور سحری:-

آیت مبارکہ 187 میں وقت سحر کی نہایت خوبصورت طریقہ سے تشریح کر دی ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب سفید دھاگہ اور سیاہ دھاگہ میں فرق صاف ظاہر ہو جائے۔ سیاہ دھاگے سے رات کی تاریکی اور سفید دھاگہ سے آسمان پر مشرق کی جانب صبح کی روشنی کی لکیر بھی مراد ہے۔ چنانچہ انسانی اندازے کے مطابق اونچ نیچ جائز ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں پر آسانی چاہتے ہیں سختی نہیں۔ چنانچہ اس اصول کے مطابق وقت سحر میں چند منٹوں کی اونچ نیچ ہو بھی جائے تو زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہونی چاہیے اگر روزہ بند ہونے کا سائرن ہو جائے لیکن آپ ابھی کھا رہے ہیں تو منہ کا لقمہ پھینک دینا بھی ٹھیک نہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت زیدؓ بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھاتے اور پھر نماز فجر کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے (ابن کثیر) صحابہ کرام سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی کو افضل سمجھتے تھے۔ حالت غسل میں اگر صبح ہوگئی تو روزہ بلا اختلاف جائز ہے۔

283- اعتکاف:-

رمضان المبارک میں کچھ دنوں کے لئے اعتکاف کرنا بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اعتکاف کا مطلب دنیا کے تمام کاموں سے علیحدہ ہو کر مسجد میں بیٹھ کر یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کا ذکر اور اس سے دعائیں مانگنا ہے۔ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے

Marfat.com

لئے مسجد میں قیام آپ کی سنت غیر موکدہ ہے۔

چونکہ رمضان کا اعتکاف ایک خصوصی عبادت ہے اس لئے اس کی ادائیگی بھی خصوصی احتیاط کیساتھ کی جائے۔اس دوران اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کر دی ہیں ان کا بہت خیال رکھا جائے، میاں بیوی کے درمیان مباشرت تو سختی سے منع ہے، اس کے علاوہ بھی وقت ضائع کرنا، غیر ضروری باتیں کرنا، بے فائدہ کتب یا اخبار وغیرہ پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کے اعتکاف کی اہمیت کہ زیادہ اغلب یہی ہے کہ لیلۃ القدر انہی دس راتوں میں ہے۔لہٰذا معتکف کے لئے اس مبارک رات کو پانے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

284- تقویٰ کے مقامات:-

آیت مبارکہ 187 سے یہ بھی عیاں ہے کہ روزہ اور اعتکاف کا مقصد انسانوں کو تقویٰ کے اعلیٰ ترین مراتب پر فائز کرنا ہے۔اب جس کا دل چاہے ان سے فائدہ اٹھائے جس کا چاہے نہ اٹھائے تقویٰ کے درجات کی شرط یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی حدود کی بہت زیادہ احتیاط کرے یعنی جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ان کے پاس تک بھی نہ جائے اور یوں احتیاط کا دامن تھامے دنیاوی زندگی کے سفر میں سے گذر جائے۔

تقویٰ کے اعلیٰ مراتب کے حصول کے لئے عبادات کے علاوہ معاشرتی ذمہ داری اور حقوق العباد کا پورا کرنا بھی لازم ہے۔ایک آدمی عبادات یعنی حقوق اللہ تو پورے کرتا ہے لیکن حقوق العباد (Human Rights) کا غاصب ہے تو وہ بھی کبھی متقی نہیں بن سکتا، نہ ہی حقوق اللہ، حقوق العباد کا بدل ہو سکتے ہیں۔حقوق العباد میں سب سے اہم حقِ ملکیت کی حفاظت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ
وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ
لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ
وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

188- اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔ اور نہ پہنچاؤ حاکموں کے پاس، تاکہ تم لوگوں کے مال سے کچھ کھاؤ ناجائز، اور تم جانتے ہو۔

285- ناحق مال کھانے کی مذمت:-

حقِ ملکیت انسانی حقوق میں نمایاں ترین حق ہے۔حکم ربی ہے **وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ** کہ "تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ"۔کسی کے مال کا ناحق کھانا تمام برائیوں اور بے انصافیوں کی جڑ ہے جس سے نہ صرف معاشرہ اجڑ جاتا ہے بلکہ انسان روحانی طور پر بھی تباہ ہو جاتا ہے۔کمائی کے تمام باطل طریقے شیطان کے طریقے ہیں اور ان سے حاصل کردہ آمدنی حرام

Marfat.com

ہے۔حرام مال کا استعمال مزید حرام ہی کو جنم دے گا۔ایسے معاشرے جن میں حرام وحلال کی تمیز مٹ جاتی ہے بالآخر وہ مٹ جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ''تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ'' دراصل ہر قسم کے استحصالی معاشی نظام اور کمائی کے غلط طریقوں کو حرام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''انسان کیلئے وہی حلال ہے جو اس کی محنت کی کمائی ہے یا اس کا بھائی اسے اپنی خوشی سے کچھ دے دیتا ہے''۔لہٰذا دھوکا، فراڈ، مکاری، چوری، دغابازی، سود، وغیرہ سب کے سب حرام ہیں اور انسان کی روحانی ترقیوں میں سخت رکاوٹ ہیں نہ صرف باطنی نظام میں بلکہ ظاہراً بھی ان طریقوں سے دولت پیدا نہیں ہوتی، نہ کاروبار بڑھتے ہیں بلکہ دولت صرف ہاتھ بدلتی ہے اور زیادہ شاطر لوگ امیر سے امیر تر بنتے جاتے ہیں اور دیانتدار محنتی لوگ غریب تر ہوتے جاتے ہیں جس سے معاشرہ میں بے شمار رقابتیں پیدا ہوتی ہیں۔لہٰذا دنیاوی اور روحانی طور پر ہر صورت میں حرام ذرائع سے حصول شدہ دولت اور جائیداد سب ناحق مال ہے۔ان کا حقدار کو پہنچانا ہی توبہ ہے۔اسی طرح اگر کوئی مزدور یا ملازم کام چور ہے تو یہ بھی ناحق مال کھانے کے زمرے میں آتا ہے اور اسکی ''توبہ'' پورا کام کرنا ہے۔

286- رشوت اور اختیارات کا ناجائز استعمال:-

ناحق مال ہڑپ کرنے کا ایک عام طریقہ رشوت دے کر حکومتی اثر ورسوخ سے دوسروں کے مال وجائیداد اور حقوق پر قبضہ کرنا ہے۔یا اختیارات کے ناجائز استعمال سے فائدہ اٹھانا ہے۔ آیہ مبارک 188 کے آخری حصہ میں اس بات کی سختی سے مذمت کی گئی ہے اور منع فرمادیا ہے۔اس لئے حاکموں، ججوں، عدالتوں پر دوسروں کے حقوق کو غصب کرنے کے لئے خرچ کرنا صریحاً حرام ہے۔رشوت دینا جرم ہے لیکن رشوت لینا اس سے بھی بڑا جرم ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''راشی اور مرتشی دونوں ہی جہنمی ہیں''۔اگر حاکم یا جج انجانے سے بھی کوئی مال ودولت، جائیداد وغیرہ کسی کو ناحق بخش دیتا یا غلط فیصلہ کر دیتا ہے تو پھر بھی وہ حرام ہی رہے گا اور یہ حرام نسلوں تک چلتا جائے گا تاوقتیکہ اس کا ازالہ نہیں کر دیا جاتا۔اگر حاکم جان بوجھ کر حق دار کو حق نہیں دیتا تو وہ خود سب سے بڑا مجرم ہوگا۔البتہ انجانے میں اگر کسی کا حق کھایا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والے ہیں۔

اپنے مال کا غلط استعمال اور دوسروں کا مال غلط طریقوں سے ہڑپ کر جانا ہر سوسائٹی کا ناسور ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے بعض اوقات ان حرام خوروں میں نام نہاد مذہبی لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جو ایسے گھناؤنے جرائم کا تو خیال نہیں کرتے لیکن بے فائدہ رسم ورواج اور غیر اہم مذہبی مباحث کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔اگلی آیہ کریمہ 189 میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے یہ لوگ حضور اکرم ﷺ سے کبھی نئے چاند کے متعلق سوال کرتے کبھی گھروں میں داخل ہونے کے طریقوں کے متعلق بحث کرتے لیکن دین کی بنیادی باتوں سے کتراتے۔فرمایا......

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ
قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ
وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ
ظُهُوْرِهَا
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ
وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

189- وہ آپ سے نئے چاند کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے۔ کہ یہ اوقات (مقرر کرنے کا ذریعہ) ہیں لوگوں کیلئے، اور حج کے لئے، اور یہ نیکی نہیں کہ تم اپنے گھروں میں پشت سے داخل ہوں، نیکی تو یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرو۔ لہٰذا تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

287- چاند بحیثیت ایک عالمی پیمانہ وقت:-

آیۃ مبارکہ 189 میں چاند کا تعارف بحیثیت ایک ''عالمی پیمانہ وقت بڑا اچھوتا اور حقیقی تعارف ہے۔ فرمایا ...**قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ**'' کہ یہ اوقات (مقرر کرنے کا ذریعہ) ہیں لوگوں کے لئے، اور حج کے لئے.....قدیم زمانہ میں بھی لوگ سالوں اور مہینوں کا حساب اس قدرتی کلاک سے لگاتے تھے اور آج بھی کئی تہذیبوں مثلاً چین، جاپان، کوریا، اسلامی ممالک وغیرہ کے لوگ اپنے دنوں مہینوں اور سالوں کا حساب چاند ہی سے کرتے ہیں۔ سائنسی نکتۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ زمین کی اپنے محور پر گردش اور چاند کی زمین کے مدار میں گردش ایک باقاعدہ حساب سے ہے۔ جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی اور جو لوگ اس حساب کو جانتے ہیں وہ ہزاروں سال کا صحیح قمری کیلنڈر تیار کر لیتے ہیں۔ یوں چاند ہمیشہ ہی سے زمین والوں کے لئے آسمان پر ایک بہت بڑا ٹائم کلاک ہے۔ جس کا مرکزی نکتہ (Reference Point) نیا چاند ہے۔

اسلامی کیلنڈر قمری ہونے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے مطابق حج، روزہ اور دیگر تہوار 35 سالوں میں گھوم جاتے ہیں یہ لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے نظام عدل کی برکات میں سے ہے۔ فرض کرو اگر اسلامی کلینڈر شمسی ہوتا تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کسی ایک جگہ ایک ہی موسم میں روزے رکھے جاتے۔ چنانچہ بعض علاقوں کے لوگوں پر ہمیشہ کیلئے جون کی گرمی کے روزے ہوتے اور انہی دنوں زمین کی دوسری طرف کے لوگ دسمبر میں روزے رکھتے۔ یوں کرہ ارض پر مختلف لوگوں کی حق تلفی ہوتی لیکن اسلام نے قمری کیلنڈر اختیار کر کے دنیا بھر کے لوگوں کے لئے عبادات میں عدل قائم کر دیا۔ (سبحان اللہ)

Marfat.com

جہاں تک چاند کا تعلق ہے یہ زمین سے 389000 میل دور زمین کا سیارہ ہے جو 29 دن 6 گھنٹے 44 منٹ 2.8 سیکنڈ میں زمین کے گرد ایک چکر لگا تا ہے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ سے پہلے بعض معاشرے چاند کی پرستش بھی کرتے تھے اور اسکے متعلق بہت سے توہمات بھی عام تھے۔ چنانچہ لوگ اپنے اپنے نظریات اور توہمات کے حوالہ سے آپ ﷺ سے نئے چاند کے بارے سوال کرتے رہتے۔ ان کو مطمئن کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آیۃ مبارکہ 189 میں نہایت سائنسی جواب دیا کہ ''نیا چاند اوقات مقرر کرنے کا ذریعہ ہے'' اس سے ایک تو وقت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا اور دوسرے چاند کی حرکات کی طرف انسان کی توجہ مبذول کرائی گئی جن پر غور کرتے ہوئے مسلمان سائنس دانوں نے علم فلکیات کی بنیاد رکھی اور سب سے پہلے سورج چاند اور دیگر سیاروں ستاروں کے متعلق وہ معلومات دریافت کیں جن کی بنیاد پر اس دور میں خلا کی تسخیر ممکن ہوئی ہے۔

آیۃ مبارکہ 189 دور جاہلیت کے عربوں کی ایک اور فضول رسم کا بھی ذکر کرتی ہے۔ وہ لوگ جب حج کے لئے احرام پہن لیتے تو اپنے اوپر کئی ایک غیر فطری پابندیاں عائد کر لیتے۔ مثلاً گھروں میں سیدھے دروازوں سے داخل ہونے کی بجائے پیچھے سے دیواریں پھلانگ کر آتے اور اس بات کو بڑی نیکی سمجھتے۔ اس کے علاوہ بھی ان لوگوں میں بہت سی بے معنی، فضول رسومات اور روایات عام تھیں جن پر وہ فخر کرتے تھے اور بڑی نیکی کا کام سمجھتے تھے۔ جیسے آج کے دور میں بھی بعض لوگ بے معنی اور فضول باتوں کو دین کا جز سمجھ کر بغرض ثواب کرتے نظر آئیں گے۔

آیۃ کریمہ 189 ایسی تمام مذہبی رسوم کی جن کی سند اللہ کے نبی پاک ﷺ سے اور قرآن کریم سے نہیں ملتی نفی کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ اصل دین اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کی محبت میں نیک عمل کرنا ہے۔ یعنی فلاح سیدھے سادھے دین کی پیروی میں ہے۔ مذہبی گورکھ دھندوں میں نہیں۔ جس کام کی سند رسول اکرم ﷺ سے نہیں، اسے مذہب کے نام پر کرنا یا نہ کرنا جائز نہیں۔ البتہ جن باتوں کا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے ان کو نہائت احتیاط سے کرنا چاہئے۔ یہی دین قیم ہے۔

اگلی آیۃ مبارکہ اسی دین قیم کے ایک نہایت اہم پہلو کی نشاندہی کرتی ہے جو مومنین کیلئے دنیا و آخرت میں کامیابی کا کھلا دروازہ ہے اور فلاح کا صاف راستہ ہے۔ فرمان خداوندی ہے ......

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○

190- اور تم ان سے لڑو،
جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تم سے لڑتے ہیں۔
اور زیادتی نہ کرو،
بلاشبہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ
وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ
وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ
وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ
فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ
كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○

191- اوران سے لڑو جہاں بھی ان کو پاؤ،
اور انہیں نکالو دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا ،
اور (یادرکھو) فتنہ خون ریزی سے بدتر ہے۔
اور تم ان سے مسجد حرام میں نہ لڑو،
حتیٰ کہ وہ خود اس میں تم سے خون ریزی کریں،
پس اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔
کافروں کی یہی سزا ہے۔

فَاِنِ انْتَهَوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

192- پس اگر وہ باز آ جائیں، تو بے شک اللہ تعالیٰ
معاف کرنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ
وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ
فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى
الظّٰلِمِيْنَ ○

193- اور تم ان سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ مٹ
جائے۔ اور دین صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہو جائے۔
پھر اگر وہ باز آ جائیں،
تو زیادتی نہ ہو مگر ان پر جو ظلم کرتے رہے ہیں۔

288- جہاد برائے امن:-

اسلام امن کا مذہب ہے۔ اس کا معنی سلامتی ہے۔ لیکن امن وسلامتی تبھی قائم رہ سکتی ہیں جب فساد کا منہ توڑ جواب دینے کی قوت ہو جس کو آج کل کی زبان میں موثر جواب (Effective Deterrant) کہا جاتا ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ نے شاید اسی کے پیش نظر جہاد کی تیاری کے لئے کوششوں کو جہاد اکبر اور لڑائی کو جہاد اصغر فرمایا کہ اصل چیز جنگ کی تیاری ہے۔ اسلحہ کی صنعت لگانا، اسلحہ بنانا، ملک کی اقتصادی حالت کی بہتری اور دفاعی ترقی کے لئے عوامی فلاح کے بنیادی کام مثلاً تعلیم اور صحت کے لئے انتظامات وغیرہ بھی جہاد اکبر کا حصہ ہیں۔ اوپر دی گئی آیات مبارک زیادتی کرنے والے ظالم اور کافروں کے خلاف مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیتی ہیں تاوقتیکہ فتنہ مٹ جائے اور فتنہ کے خلاف حالت جنگ میں رہنا ہر سچے مسلمان کا لازمی شیوہ قرار دیا گیا ہے۔ آیتہ مبارکہ 193 سے ظاہر ہے

Marfat.com

مسلمان کا مقصد حیات یہ ہونا چاہیے کہ دین صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہو جائے ،فتنہ مٹ جائے اور دشمن لڑنے سے باز آ جائے۔جب تک مسلمان اس مقصد پر ڈٹے رہیں گے،انشاء اللہ کفار کو بھی ان پر چڑھائی کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا۔اور ہر طرف امن رہے گا۔

289- جہاد کے اصول:-

جہاد مسلمانوں پر ایک مسلسل فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تگ ودو کرنا اسلامی حکومت کے استحکام اور تحفظ کے لئے کوشش کرنا مظلوم کی مدد، فتنہ کی سرکوبی اور دین اسلام کے پھیلاؤ اور نفاذ کے لئے استقلال اور صبر کے ساتھ لگے رہنا، جہاد ہی کے مختلف عوامل ہیں۔جب دشمن فتنہ پر اتر آئے،امن وامان خراب کرے، برائی کو پھیلائے اور مسلمانوں سے جنگ کرے تو اس کے خلاف جہاد کرنا ہر بالغ اور عاقل مرد مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے۔آیۃ 190 میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ہے **وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ** سے صاف ظاہر ہے کہ جہاد کا مقصد صرف فی سبیل اللہ ہونا چاہیے،کوئی اور غرض ہو تو جہاد نہیں ہوگا۔ بہر حال زیادتی منع ہے۔

اللہ تعالیٰ کی آیات کے مطابق سرور کائنات ﷺ نے جنگی جہاد کیلئے کچھ اصول وضع کر دیئے ہیں جن میں خاص خاص مندرجہ ذیل ہیں۔یہ ایسے انسان دوست جنگی اصول ہیں جن کی مثال تاریخ عالم میں کہیں اور نہیں ملتی۔

- ☆ جنگ صرف ان سے ہوگی جو تم سے لڑتے ہیں یا لڑنے کے درپے ہیں۔
- ☆ جنگ میں پہل نہیں کرنا
- ☆ دشمن سے بھی زیادتی نہیں ہو اور کسی صورت میں بھی حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔
- ☆ دشمن کے لوگوں سے دوستی کرنا منع ہے۔
- ☆ جو لوگ جنگ میں شریک نہیں ان سے تعرض نہیں کرنا۔مثلاً بچوں بوڑھوں،عورتوں کو قتل کرنا منع ہے۔
- ☆ انتقام یا غصہ میں آ کر فصلات اور جائیداد وغیرہ کو آگ لگانا جائز نہیں۔
- ☆ جو قیدی بن گئے ان کو قتل نہیں کرنا۔
- ☆ قتل کی اجازت صرف ان کیلئے ہے جو تمہارے قتل کے درپے ہوں۔
- ☆ دشمن کے خلاف جنگ کی اجازت ہے لیکن اسلام کے نظام عدل کے اندر رہتے ہوئے۔
- ☆ جب تک فتنہ یعنی دشمنی کے محرکات ختم نہیں ہوتے یا دشمن صلح پر آمادہ نہیں ہوتا حالت جنگ جاری رہے گی۔
- ☆ اگر دشمن صلح کا خواہش مند ہو تو تم بھی جنگ بند کر کے صلح کو ترجیح دو۔
- ☆ آیات مبارکہ 190 تا 193 جنگ میں دشمن کے ساتھ بھی زیادتی نہ کرنے کا درس دیتی ہیں۔یہ اسلام کا وہ سنہری

اصول ہے جس کی مثال کسی دوسری تہذیب میں نہیں ملتی۔

290- جہاد کی حقیقت:-

اسلام کی باکمال شان یہ ہے کہ وہ مظلوم کی مدد کرتا ہے اسے اسکا حق دلا کر، اور ظالم کی مدد کرتا ہے اسے ظلم سے روک کر۔ اس لئے وہ کسی ظالم کو ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ظلم فتنہ ہے اور باری تعالیٰ کا حکم ہے فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے۔ آیۃ مبارکہ 193 میں یہ ہدایت ہے کہ ''تم ان سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ مٹ جائے'' یعنی ظلم کا زور ٹوٹ جائے۔ مظلوم کو اس کا حق مل جائے اور امن قائم ہو جائے اس کے ساتھ ہی فرمایا گیا ہے کہ دشمن سے بھی زیادتی نہ ہو۔ آیۃ مبارکہ 191 میں حکم ہے کہ اگر انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا تھا، تمہاری جائیدادوں پر ناحق قبضہ کیا تھا تو پھر تمہیں بھی ردِّعمل کے طور پر حق حاصل ہے کہ ان کو گھروں سے بے دخل کر دو۔ لیکن جیسا آیۃ مبارکہ 190 میں فرمایا گیا ہے زیادتی کی ہرگز اجازت نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی جنگ اصولی جنگ ہے۔ اس کا مقصد فتح اقوام نہیں، زمین وزر نہیں، کشور کشائی نہیں۔ اس کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ دنیا سے ظلم مٹ جائے، اور دشمن امن پر مجبور ہو جائے چنانچہ جہاد اس وقت تک جاری وساری رہے گا جب تک فتنہ مٹ نہیں جاتا۔ مسلمانوں پر اس وقت تک حالت جنگ میں رہنا لازم ہے جب تک دین اللہ تعالیٰ ہی کے لئے نہ ہو جائے لیکن جب دشمن صلح کی طرف جھک جائے تو جیسا آیۃ مبارکہ 192 میں فرمایا گیا ہے ''تم بھی ہاتھ روک لو اور صلح کی جستجو کرو'' اس لئے کہ جہاد ظلم کیلئے نہیں بلکہ ظلم مٹانے کیلئے ہے۔

آیۃ مبارکہ 192 میں اسلام کے کٹر دشمنوں، کافروں، قاتلوں فسادیوں اور ظالموں کیلئے ایک مژدہ ہے کہ اگر وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہوں اور سچے دل سے توبہ کر لیں اور اسلام قبول کر لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے گا۔ وہ مسلمانوں کے بھائی بن جائیں گے، ان کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور پرانے جرائم پر کوئی سرزنش بھی نہ ہوگی

291- فتنہ قتل سے بدتر ہے:-

آیۃ مبارکہ 191 میں فرمایا گیا ہے ''**اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ**'' کہ فتنہ قتل سے بدتر ہے اور آیۃ مبارکہ 193 میں اس کی تفسیر فرما دی کہ تم فتنہ پردازوں سے اس وقت تک لڑتے رہو حتیٰ کہ فتنہ مٹ جائے۔ ان احکام باری تعالیٰ سے صاف ظاہر ہے فتنہ ناقابل برداشت جرم ہے اور اگر فتنہ کی بیخ کنی نہیں ہوگی تو معاشرہ میں کبھی بھی امن وسلامتی اور نیکی پنپ نہیں سکتی۔ اسکی موجودگی میں مہذب معاشرہ کا قیام ناممکن ہے۔

Marfat.com

فتنہ کا لفظ فتن سے ہے جسکا لغوی معنی سونے چاندی کو آگ کے دباؤ کے نیچے رکھنا ہے تاکہ خالص اور ناخالص جدا ہو جائے۔ (تفسیر نمونہ صفحہ 30) اس لئے ناحق دباؤ، سختی، شدت، ظلم، تعدی، کفر، بت پرستی، کمزور کا استحصال، رشوت، فراڈ، چوری ڈاکہ، دہشت گردی (Terrorism) وغیرہ سب فتنہ ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فتنہ کے مختلف پہلوؤں کو واضح کر دیا ہے۔ مثلاً سورۃ اعراف آیت 27 میں فتنہ کو شیطان کا مکروفریب کہا گیا ہے۔ انفال 25 میں فتنہ کا لفظ عذاب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ انفال 39 میں فتنہ سے مراد کفر اور شرک ہے۔ مائدہ 41 میں فتنہ کا مطلب گمراہی ہے۔ کفر اور ترغیب کفر کو بھی فتنہ کہا گیا ہے۔ یہ سب ظلم کی مختلف اشکال ہیں۔

پر فتن معاشرہ کی سب سے نمایاں برائی استحصال اور ظلم ہوتا ہے جو طرح طرح کی روحانی، جسمانی، مالی اور معاشرتی استحصالی شکلوں میں نظر آتا ہے۔ مثلاً بت پرستی، جاہ پرستی، کفر پرستی، شرک اور دین سے انحراف، دولت کا غلط استعمال، غلط ارتکاز، کمزور کا حق کھانا، مکروفریب، رشوت، چوری، ڈاکہ دہشت گردی (Terrorism) وغیرہ یہ سب بھی فتنہ ہی کے مختلف نام ہیں، جو قتل سے بھی بدتر جرم ہے اس لئے کہ قتل تو ایک انفرادی ظلم ہے لیکن فتنہ پورے معاشرے کی موت ہے۔ جہاں فتنہ کا دور دورہ ہوگا بظاہر تو وہاں لوگ زندہ ہیں لیکن اس کے نتیجہ میں پرآشوب حالات، پریشانیوں، بے انصافیوں، مایوسیوں اور کفر کی وجہ سے ان کے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ معاشرہ میں ترقی اور نیکی کا عمل رک جاتا ہے۔ قدرتی آفات، باہمی مصائب اور معاشرتی عذاب کا دور دورہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم قرار دیا ہے کہ فتنہ کے تمام عوامل کو ختم کر کے ہی دم لیں۔

292- فتنہ کے خلاف جہاد فرض ہے:-

چونکہ فتنہ ہر برائی کی جڑ اور امن کا دشمن ہے اس لئے قرآن کریم کی آیات کریمہ 190-193 میں مسلمانوں پر فتنہ کے خلاف جہاد کرنا فرض قرار دیا ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اور اپنے حلقہ (Plateform) سے فتنہ کے خلاف جہاد کرتا رہے اور فتنہ پردازوں کو کبھی برداشت نہ کیا جائے۔ اور انکی جڑ کاٹ دی جائے (Nip the evil in the bud) ان کی آزادی پورے معاشرہ کی غلامی ہے، اگر وہ اپنی حرکات سے باز آجائیں تو قابل معافی ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان کے خلاف جنگ جاری رہے تاوقتیکہ فتنہ مٹ جائے اور دین صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے قائم ہو جائے۔ رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''مظلوم کی مدد کر و اس کا حق دلا کر، ظالم کی مدد کرو اسے ظلم سے روک کر''۔

برائیوں کی برائی ظلم ہے اور ظلم کے خلاف جہاد ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس ضمن میں جن چیزوں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کے نفاذ اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان کے ترک کیلئے کوشش کرنا شامل ہے۔ یہی ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' ہے۔ اس کے لئے ہر طرح کی جدوجہد، خواہ وہ تبلیغی ہو، مالی ہو یا دماغی ہو، یہ سب جہاد ہیں۔

Marfat.com

اسی ضمن میں چوراچکوں سے اپنے مال کی حفاظت کرنا اور اپنے بیوی بچوں کو حلال کی کمائی سے رزق پہنچانا بھی جہاد ہے۔ اس کی اہمیت کا اس سے اندازہ کریں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا پس وہ شہید ہے''۔ حق کی گواہی کی آخری حد جان کا نذرانہ ہے۔ اگر یہ کام بھی خوشی بخوشی کردیا تو جہاد کا آخری اعزاز بھی حاصل ہوجائے گا۔ یعنی بلاحساب جنت (انشاءاللہ)۔

293- مسجد حرام میں خون ریزی کی ممانعت:-

آیۃ مبارکہ 191 میں جنگی اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ مسجد حرام میں خون ریزی منع ہے۔ عام معنوں میں اس اصول کا اطلاق ان تمام عبادت گاہوں پر ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے۔ خصوصی طور پر مسجدیں جو مصداق اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں ان میں خون ریزی حرام ہے۔ البتہ اگر کافر یا فتنہ پرداز مسجدوں میں خون ریزی کریں تو اپنی حفاظت اور مساجد کی حرمت کے لئے وہاں بھی ان کا مقابلہ اور خون بہانا مسلمانوں پر جائز ہوجاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے آنے والی آیات کریمہ میں جہاد کے مزید پہلو واضح کئے گئے ہیں۔ فرمایا.....

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ
وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ
فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ
فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى
عَلَيْكُمْ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

194- حرمت والا مہینہ ہے بعوض حرمت والے کے،
اور (اسی طرح) حرمتوں کا قصاص ہے۔
سو جو تم سے زیادتی کرے تو تم بھی اس پر
کرسکتے ہو مانند اسکے جو اس نے تم پر زیادتی
کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور جان لو،
کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا
بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ
وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

195- اور تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اور اپنے
آپ کو اپنے ہاتھوں سے تباہی میں نہ ڈالو۔
اور ہر کام احسن طریقہ سے بجالاؤ،
بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں،
اچھی طرح کام کرنے والوں کو۔

Marfat.com

294- حرمت والے مہینے اور جنگ:-

جنگ وجدل اور قتل وغارت کو روکنے کیلئے اللہ تبارک تعالیٰ نے مسلمانوں پر سال میں چار مہینے یعنی ''ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب'' کو محترم قرار دیا ہے اور ان میں ہر طرح کی خون ریزی کو حرام قرار دیا ہے۔ یوں ہر قسم کے جھگڑے حرمت والے مہینوں میں بند ہو جانے چاہئیں اور فریقین کو بات چیت کے ذریعے اپنے مسائل کو طے کرنا چاہیے۔

حرمت والے مہینوں کا نظریہ اتنا زبردست ہے کہ اگر اقوام عالم اور یو این او اس نظریہ کو اپنا لیں تو دنیا میں کئی جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ جنگ میں ملوث فریقین کو حکم ہے کہ حرمت والے مہینوں میں وہ جنگ بند کر دیں اور حالات کو پر امن بنائیں۔ چونکہ حکم کی نوعیت عمومی ہے اس لئے اس کا اطلاق صرف مکہ مکرمہ کی حدود تک ہی نہیں بلکہ ان کا اطلاق ہر جگہ، ہر ملک اور ہر قوم پر ہے کہ وہ ان مہینوں میں قتل وغارت بند کر دیں۔ البتہ اگر ایک پارٹی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جنگ بند کر دے اور مخالف پارٹی باز نہ آئے تو پھر پہلی پارٹی پر گناہ نہیں کہ وہ دشمن کا مقابلہ جاری رکھے۔ اس صورت میں انشاء اللہ فتح حق کی ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے کی وجہ سے پہل کرنے والی پارٹی گنہگار بھی ہوگی۔

295- ہر حرمت کا قصاص ہے:-

آیت نمبر 194 میں ایک نہایت اعلیٰ عدالتی اصول یہ دیا گیا ہے کہ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ۔ ''ہر حرمت کا قصاص ہے'' اگر کوئی شخص کوئی انسانی قدر توڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حقوق یا بندوں کے حقوق میں بگاڑ پیدا کرتا ہے تو اس پر قصاص لازم ہے۔ یعنی ظلم کی پیروی کرنا اور بدلہ لینا جائز ہے۔ مقصد ظلم اور تعدی کو روک دینا ہے۔ لیکن ظلم ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کیلئے حکم ہے کہ انتقام کی آگ میں جل کر خود ظالم نہ بن جائیں۔ اینٹ کا جواب اینٹ سے دینے کی اجازت ہے لیکن اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی اجازت نہیں اور معاف کر دینا تو بہت ہی بہتر ہے۔

''ہر حرمت میں قصاص ہے'' کے حکم کا یہ بھی مطلب ہے کہ معمولی ظلم کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ اگر معاشرہ چھوٹے چھوٹے مظالم کو ہونے سے روکتا رہے گا تو بڑے مظالم سے خود بخود ہی بچا رہے گا۔ اسلام کا یہ سنہری اصول عالم انسانیت پر احسان عظیم ہے اسکے مطابق حالت جنگ میں بھی ظلم کی اجازت نہیں، اور جنگ بھی صرف اللہ تعالیٰ سے ڈر کر، اللہ تعالیٰ ہی کیلئے جائز ہے۔ آیۃ مبارکہ 194 میں یہ خوشخبری بھی فرما دی کہ اگر مطلوب اللہ تعالیٰ کی رضا ہے کشور کشائی اور ذاتی مفاد نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے اور انشاء اللہ وہ یقیناً فتحیاب ہونگے۔

296- اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ:-

آیۃ مبارکہ 195 جہاد ہی کی ایک اور اہم کڑی ہے۔ انسان کو سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی نے دیا ہے۔ اسکا مال و دولت عزت و

Marfat.com

طاقت، اس کی اپنی ہستی، سبھی رب العالمین کی عطا ہیں۔ لیکن پھر بھی اکثر لوگ ان چیزوں کو اپنے نفس کی ملکیت سمجھ لیتے ہیں۔ آیہ مبارک 195 میں بتایا گیا ہے کہ تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ تم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہاری تباہی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا ایک مطلب اللہ تبارک تعالیٰ کے دین کو سر بلند کرنے اور اس کی مخلوق کی بھلائی کیلئے ہمہ وقت کام کرنا ہے۔ اس راستہ میں عقلی، جسمانی، روحانی قوتوں، وقت، مال و دولت، آرام اور سکون کو قربان کرنا سب شامل ہیں اور کبھی جان دینے کی ضرورت پڑ جائے تو پھر بھی پیچھے نہیں ہٹنا۔ جس حد تک کوئی معاشرہ اس کام میں آگے ہوگا اسی حد تک وہ دنیا و جہان میں کامیاب ہوگا اور دنیا کی امامت بھی انہی کے لئے ہے۔ اس کے برعکس کنجوس اور بخیل معاشرہ اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے... **وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ** یعنی صدقات میں خوشحالی ہے، ان سے معاشی کارکردگی بڑھتی ہے جبکہ بخل نجاست اور موت ہے۔

297- ہر کام بہت اچھی طرح کرو:۔

سوسائٹی کی بقا اور ترقی کے لئے آیہ مبارک 195 ہی میں ایک اور نہایت اعلیٰ اصول بتا دیا گیا ہے فرمایا **وَاَحْسِنُوْا ۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ** کہ ''اور ہر کام احسن طریقے سے بجا لاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں، اچھی طرح کام کرنے والے کو''۔ خواہ وہ عبادات ہوں یا مجاہدات، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہو یا اپنی ذات پر۔ ذاتی معاملات ہوں یا دفتر کا کام۔ گھر ہے یا کھیل کا میدان، جدھر بھی ہو، جو بھی کام کر رہے ہو اسے بہت اچھی طرح سرانجام دو۔ یہ ہے مسلمانی۔ اگر کام کو بیگار سمجھ کر کیا تو یہ صرف رب العزت کے اس حکم کی روگردانی ہوگی جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں رسوائی کے ماسوا اور کچھ نہیں۔ بلکہ انسان اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گر جائے گا۔ (استغفر اللہ)

آیۃ مبارکہ 195 کا اخیر بھی نہایت خوبصورت ہے فرمایا **اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ** ''بے شک اللہ تعالیٰ اچھی طرح کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں''۔ تمام مخلوقات کا فطری تقاضا ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں وہ بھی اس کو پسند کریں چونکہ کام کو احسن طریقہ سے ادا کرنے میں رب العزت کی پسند ہے اس لیے احسن کام کرنے والا مخلوقات کا بھی پسندیدہ بن جاتا ہے۔ وہ جن وانس میں مقبول عام ہو جاتا ہے۔

اسکے برعکس جو فرد، معاشرہ یا قوم احسن طریقہ سے اپنے کام نہیں کرتی اس سے مخلوقات بھی منہ موڑ لیتی ہیں۔ اس لئے چاہیے کہ ''ہر کام اچھی طرح کرو اور چل چلاؤ والا کام نہ کرو'' کی عادت بچوں میں بچپن سے ڈالی جائے۔ آج کے دور میں امریکن، یورپین، جاپانی اور چینی اقوام کی کامیابی کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اسکی وجہ انکا اسلام کو نہ مانتے ہوئے بھی آیات کریمہ 195-94 میں دیئے گئے اصولوں پر عمل

Marfat.com

کرنا ہے اور مسلمان اگر اپنے مقام سے نیچے گرے ہوئے ہیں تو اسکی وجہ بھی ان احکامات کو پس پشت ڈالنے کی ہے۔

298- حج جہاد کی شکل:-

اللہ تبارک تعالیٰ کے راستہ میں جان و مال کے ایک جہاد کی شکل حج اور عمرہ ہے جو اسلام کا سالانہ بین الاقوامی اجتماع ہے اور امت محمد مصطفیٰ ﷺ کا عالمی پلیٹ فارم ہے جہاں اللہ والے ہر سال جمع ہوتے ہیں تاکہ باہمی رابطے بڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کے عمل کو آگے بڑھانے کے لئے جامعہ منصوبہ بندی ہوتی رہے۔ اگلی کچھ آیات کریمہ اسلام کے انہی اہم ترین شعار کے متعلق ہیں۔ فرمایا:

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ	196- اور حج اور عمرہ کو خالص اللہ تعالیٰ کیلئے بجالاؤ،
فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ	پس اگر تم روک دیئے جاؤ، تو پھر جو کچھ میسر آئے اس کی قربانی کرو۔
وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ	اور پھر اس وقت تک سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی نہ کرلو۔
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ	پس اگر کوئی تم میں سے مریض ہو، یا اسے (سر منڈوانے سے) کوئی تکلیف ہو، تو اس کے بدلے روزے رکھے، صدقہ دے یا قربانی کرے۔
فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٝ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ	پھر جب تمہیں امن نصیب ہو، تو حج اور عمرہ سے مستفیض ہو، جو قربانی میسر آئے وہ کر دو،
فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ	اور جسے مقدور نہ ہو تو رکھے تین روزے پے درپے ایام حج میں، اور سات روزے (اپنے گھر) واپس لوٹ کر، اور یہ ہوگئے پورے دس۔
ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ	اور یہ (رعایت) اسکے لئے ہے جو مسجد الحرام کا باشندہ نہیں۔
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ	اور تم لوگ اللہ تبارک تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔
وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝	اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت مواخذہ کرنیوالا ہے۔

Marfat.com

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ
فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ
وَلَا فُسُوْقَ ۙ
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ
وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ
وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫
وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝

197- اور حج کے مہینے پہلے سے معلوم (مقرر) ہیں،
پس جس نے ان میں حج لازم کرلیا (احرام باندھ لیا)
تو وہ دوران حج نہ بیوی کے پاس جائے۔
اور کوئی فسق وفجور کی بات کرے اور
کسی سے جھگڑا کرے۔
اور تم جو بھی اچھا کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے،
اور حج میں اپنے ساتھ زادِ راہ لے کر جاؤ۔
پھر بھی بہترین توشہ تقویٰ ہے
اور اے عقل مندو، مجھ سے ڈرتے رہو۔

299- حج اور عمرہ کا حکم:-

آیۃ مبارکہ 196 کا آغاز اس حکم سے ہوتا ہے کہ **وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔** "تم اللہ تعالیٰ کیلئے حج اور عمرہ ادا کرو"۔ یہ حکم عام ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ زندگی میں کم از کم ایک دفعہ بیت اللہ شریف کا حج کرے۔ حضور ﷺ کے دربار اقدس پر حاضری دینا اگرچہ فرض نہیں لیکن جیسے کلمہ طیبہ صرف لا الہ الا اللہ سے مکمل نہیں ہوتا حج بھی نبی پاک ﷺ کی حاضری اور آپ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے بغیر تشنہ رہ جائے گا۔ کم از کم وہاں چالیس نمازیں پڑھنا مستحب ہے۔

جو کوئی بھی زادرہ رکھتا ہے یعنی اتنا مال ودولت اس کے پاس ہے کہ اہل خانہ کی ضروریات کے بعد سفر کے اخراجات برداشت کر سکتا ہے، تو پھر مزید انتظار کئے بغیر اسے حج کر لینا چاہیے۔ جو لوگ حج کرنے کیلئے دنیا کے بکھیڑوں سے فراغت کا انتظار کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ جوانی کا حج احسن ترین عمل ہے اور پھر زندگی کی مہلت کا کسے پتہ ہے۔

آیۃ مبارکہ 196 اور 197 میں حج کیلئے کچھ شرائط اور کچھ رعایتوں کا ذکر ہے۔ آیۃ مبارکہ 196 کے آخر میں یہ فرمان کہ "خوب جان لو اللہ تعالیٰ سخت مواخذہ کرنے والا ہے" یہ وارننگ (Warning) اس لئے ہے کہ حج اور عمرہ کے تمام فرائض، شعار اور حدود کا پورا پورا خیال کیا جائے ورنہ بھول چوک، سستی یا لاپرواہی کا نتیجہ ٹھیک نہیں ہوگا۔

300- حج میں کچھ احتیاطیں:-

آیتہ مبارکہ 197 میں حج کے متعلق کچھ لازمی احتیاطوں کا ذکر ہے۔ دوران حج یعنی (حج کے دس دنوں میں) بیویوں کے ساتھ خصوصی تعلقات، فسق وفجور کی باتیں اور آپس میں جھگڑا، گالی گلوچ، دنگا فساد سے منع کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ ہی اچھے کام کرنے کا حکم ہے۔ بلکہ اسلام تو ہے ہی اچھے کام کرنے کا نام لیکن دوران حج وعمرہ تو آدمی کو معمول سے بہت بڑھ چڑھ کر نیک اعمال بجالانے چاہئیں اور اس جذبہ کے ساتھ برائی تو کیا، مکروہات سے بھی دور دور رہا جائے۔

301- زادراہ کی شرط:-

آیتہ مبارکہ 197 میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حج پر جاتے وقت ضروری سامان اور رقم ساتھ لے کر جاؤ (وَتَزَوَّدُوْا) تا کہ نہ صرف یہ کہ کسی پر بوجھ بنو بلکہ دوسروں کی بھی مدد کر سکو۔ چنانچہ سفر کے ضروری اخراجات کے بغیر دوسروں کے سہارے حج کرنا یا گداگری سے گزارہ کرنے کی ممانعت ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ ساز وسامان میں زیادتی نہیں کرنا۔ بہت زیادہ خرچ بھی نہیں کرنا" (خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى) بہترین توشہ تو پرہیز گاری ہے، یعنی دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی ناراضگی کا خوف لیکر وہاں جانا ہے اور یوں اللہ تعالیٰ سے ڈرڈر کر اس کی محبت میں حج کے تمام معاملات طے کرنا ہے"۔ اس لئے اگر حاجی صاحبان زادراہ کے طور پر ضرورت سے زیادہ سامان وغیرہ لے جانے، دوران حج بسیار خوری، زیادہ سونے، آرام کرنے، گپ بازی اور بلاضرورت خرید وفروخت سے احتراز کریں تو ان کیلئے بہتر ہوگا۔ عقلمند حاجی وہی ہے جو تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے حج پر جاتا ہے ،اللہ تعالیٰ ہی کیلئے حج کے تمام اوقات میں مصروف عمل رہتا ہے، ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی ناراضگی کے خوف میں گزارتا ہے اور ہر طرح کی فضول خرچی سے بچتا ہے۔ اس لئے کہ یہ اعمال حج کی قبولیت کے لئے ضروری ہیں۔

302- حج کے تجارتی اور سیاسی فوائد:-

جہاں حج ایک سالانہ روحانی اجتماع ہے وہاں اس کے کئی ایک سیاسی، معاشرتی اور تجارتی فوائد بھی ہیں آیتہ مبارکہ 198 میں ہماری توجہ حج کی اس معاشرتی اور تجارتی اہمیت کی طرف دلائی گئی ہے۔ فرمایا......

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ	**198-** اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم
اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ	(دوراج حج) اپنے رب کے فضل کے متلاشی ہو۔
فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ	جب عرفات سے فارغ ہو جاؤ
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪	تو مشعر الحرام کے پاس (مزدلفہ میں) اللہ تعالیٰ

Marfat.com

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ○

کو کثرت سے یاد کرو، اور اسی طرح یاد کرو جیسے تمہیں ہدایت کی گئی ہے۔ اور تم اس (اسلام) سے پہلے گمراہوں میں سے تھے۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

199- پھر تم کوچ کرو سب کے ساتھ، اس جگہ سے کہ جہاں سے لوگ کوچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو جو نہایت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

303- حج کی تجارتی اہمیت:-

آغاز آیہ مبارک 198 میں اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ حج کے دنوں میں دنیا کے معاملات گناہ ہیں۔ فرمایا گیا ہے **لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ** کہ "اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں کہ دوران حج تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو" رب کے فضل کی تلاش کا مطلب محنت مزدوری اور تجارت وغیرہ ہے۔ یوں حج ایک عظیم الشان عبادت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا بین الاقوامی سیاسی اور تجارتی پلیٹ فارم بھی ہے۔ چنانچہ اسلام کے شاندار ماضی میں حج کی تیاریوں میں یہ بھی شامل تھا کہ دنیا بھر کی مصنوعات اور تجارتی مال، مسلمان تاجر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جمع کر دیتے تھے، تجارتی میلے ہوتے، درآمد برآمد کے معاہدے ہوتے اور یوں حج نہ صرف عبادت اور سیاست بلکہ امت کی معیشت میں بھی ایک نہایت اہم کردار کا حامل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مسلمانوں کا سالانہ بین الاقوامی سیاسی اور علمی اجتماع بھی تھا جہاں دنیا بھر کے مسلم رہنما اور علماء اکٹھے ہوتے اور تبادلہ خیالات کرتے۔

افسوس کہ آج یہ عظیم الشان شعار محض عبادت بن گیا ہے۔ تجارت تو اب بھی ہوتی ہے لیکن مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ غیر اسلامی ملکوں کی مصنوعات کی سب سے بڑی منڈی ہیں۔ حاجی غیر مسلم ممالک اور اسلام کے دشمنوں کا بنا ہوا مال اٹھائے ہوئے اپنے اپنے وطن لوٹتے ہیں جو ایک افسوس ناک بات ہے۔ اگر مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ صرف مسلمان ممالک کی مصنوعات کی منڈیاں ہوں تو امت مسلمہ کیلئے حج کے دنیاوی فوائد میں مزید اضافہ ہوگا۔ جس طرح غیر مسلموں کا داخلہ ان دو مقدس شہروں میں ممنوع ہے اسی طرح اگر وہاں غیر مسلم ممالک کے مال کا داخلہ بھی ممنوع ہو تو آیۃ مبارکہ 198 میں جس فضل کی خوشخبری دی گئی ہے وہ مسلمانوں کا ہوگا۔ انشاء اللہ!

304- مناسک حج:-

آیۃ مبارکہ 198-199 میں مناسک حج کی تفصیلات کو بھی بیان فرما دیا گیا ہے۔ حج کی انتہا میدان عرفات میں دوپہر سے پہلے سورج ڈھلنے تک کا قیام ہے۔ یہ مقام روحانی بلندیوں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا مقام ہے۔ یہ مکۃ المکرمہ سے چھ کلومیٹر باہر بہت بڑا

Marfat.com

میدان ہے روائت ہے کہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت آدمؑ اور اماں حواؑ کا ملاپ ہوا اور ان کی دعا قبول ہوئی۔ یہ جگہ مغفرت اور رفعت درجات کی جگہ ہے۔ وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں، توبہ کرنے والوں کو گناہوں سے معافی ملتی ہے۔ یہیں ایک پہاڑی پر سرور کائنات ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد افراد کے اجتماع میں اپنا مشہور عالم خطبہ دیا تھا، جو آج بھی انسانی حقوق Human Rights کا بہترین چارٹر ہے۔ اپنے خطبہ کے آخر میں آپؐ نے فرمایا ''اے اللہ! گواہ رہنا میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے''۔ اس خاص مقام پر کھڑے ہو کر یا میدان عرفات میں کسی بھی جگہ وقوف کے وقت حضور پاکؐ کے حجۃ الوداع اور آپ کے ساتھی اصحابہ کرامؓ کے اجتماع کے تصور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، روح کیلئے سرفرازی کا باعث ہوگا۔ (انشاءاللہ)

آیتہ مبارکہ 198 میں عرفات کے بعد مشعر الحرام میں رات کے پڑاؤ کا حکم ہے۔ تمام حاجی وہاں کھلے میدان میں آسمان کے نیچے رات گزارتے ہیں۔ آیتہ مبارکہ 198 میں تاکید کی گئی ہے کہ یہ رات اللہ کے ذکر میں گزاری جائے۔ یہاں کا قیام روز محشر کی مثل ہے۔ صبح منیٰ کی طرف کوچ ہوتا ہے جہاں قربانی دی جاتی ہے اور شیطان کو کنکریاں مار کر انسان اپنے نفس پر فتح حاصل کرنے کی مشق کرتا ہے۔

یہ تمام شعائر حج ہیں جن کی خصوصیت یہ ہے کہ، بیت اللہ کا طواف مقام حاضری ہے، عرفات مقام معرفت ہے، مشعر الحرام مقام وصل ہے اور منیٰ مقام نعمت ہے اور جہاں شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ مقام مغفرت ہے۔ یہ نہایت قیمتی لمحات ہیں اور یہاں کئے گئے اعمال ارادے اور دعائیں انتہائی اہم ہیں۔ لہٰذا ان سب کو ویسے ہی ادا کرنا چاہئے جیسا نبی کریمؐ نے ہمیں ہدایت کی ہے۔ یہی حج ہے۔

اگلی آیات کریمہ میں حج کے بعد ہدایات ہیں۔ فرمایا......

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ
فَاذْکُرُوا اللّٰہَ
کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ؕ
فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی
الدُّنْیَا
وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ○

200- پس جب تم اپنے مناسک (حج) انجام دے لو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم، (فخر و مباہات کے ساتھ) اپنے آباؤاجداد کا ذکر کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔
پھر کوئی آدمی لوگوں میں سے کہتا ہے،
''اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر''
ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

201- اور ان میں سے جو یہ کہتے ہیں ''اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر، اور آخرت میں بھلائی عطا کر، اور ہمیں (نار) آگ کے عذاب سے بچا''۔

Marfat.com

أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ○

202- یہی وہ (لوگ ہیں) جن کے نصیب میں ہوگا جو کچھ انہوں نے کمایا۔ (یعنی انکی محنت ضائع نہیں جائیگی) اور اللہ تعالیٰ نہایت سرعت سے حساب کرنیوالا ہے۔

305- ذکرِ الٰہی کی اہمیت:-

حج بذات خود اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ اس کا ایک ایک رکن، انسان کا تعلق اپنے مالک سے جوڑتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آیہ مبارک 198 میں حکم ہے "مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرو" اور آیتہ 200 میں ارشاد ہے۔ **فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا** "جب تم مناسک حج سے فارغ ہوجاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہو" مطلب یہ ہوا کہ دوران حج اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ذکر اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ اور حج کے بعد بھی یہی سب سے بڑی عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کیسے کیا جائے؟ اس کا جواب بھی آیتہ مبارکہ 200 میں بتا دیا گیا ہے فرمایا..... **فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا۔** "اللہ کا ذکر کرو اسطرح جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر" انسان جب اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتا ہے تو ان سے اپنے ذاتی تعلق کو یاد کرتا ہے، ان کی محبت، بڑائی، خوبیوں اور مہربانیوں کے حوالے دیتا ہے ان پر فخر کرتا ہے، کوئی ان کی برائی کرتا ہے تو ان سے لڑتا ہے۔ لیکن یہ سارے تعلقات عارضی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ سے انسان کا رشتہ ہمیشگی والا ہے اس لئے جیسے آیتہ مبارکہ 200 کے ارشاد سے ظاہر ہے مومن ہر خوبی، بڑائی اور مہربانی کا حقیقی حقدار صرف رب العالمین ہی کی ذات مبارک کو سمجھتا ہے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہایت اہتمام سے کرتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے "رانجھا رانجھا کوک دی..... میں آپے رانجھا ہوئی"۔

ہمیں چاہیے کہ اپنے مہربان مالک کا اتنا ذکر کریں کہ اس کے رنگ میں رنگے جائیں۔ اس کی عطا کی گئی نعمتوں، لذتوں، مہربانیوں، اور خوشیوں کا دل و جان سے شکریہ ادا کیا جائے اور دل سے اس کے ممنون ہوں۔ زندگی کے ہر طرح کے معاملات اور معمولات کا دارومدار اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جائے۔ اور اس کے نام کو دل اور زبان سے بلند کیا جائے۔ **لبیک اللھم لبیک ۔ انشاء اللہ ، ماشاء اللہ ، سبحان اللہ ، اللہ اکبر ، استغفر اللہ ، لا الہ الا اللہ ، الحمد للہ** جیسے کلمات ہماری زبان کا حصہ بن جائیں ہر سانس کے ساتھ اللہ اللہ کا ورد ہوتا رہے، محفلوں میں اللہ تعالیٰ۔ اس کے نبی پاک ﷺ، قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کے حوالہ سے بات کی جائے۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ کے لئے تعمیرات بنانا، مسجدوں کو سجانا، لوگون کو کھانا کھلانا، صدقات، تحفے، تحائف دینا وغیرہ بھی اس کے ذکر ہی کی مختلف صورتیں ہیں، لیکن فضول خرچی سے بچتے ہوئے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچوں سے محبت نہیں کرتے۔

Marfat.com

306- صرف دنیا کی دعا کرنا:-

آیتہ مبارکہ 200 کے اخیر میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ وہ اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ سے دنیا ہی مانگتے ہیں۔ یقیناً رب تعالیٰ دنیاداروں کی دعا بھی قبول کرتا ہے اور انہیں خوب دنیاوی نعمتیں عطا کرتا ہے، جیسے ہنود و یہود نصاریٰ اور دیگر مشرک اقوام آج کل دنیاوی جنت سے نوازے گئے ہیں۔ یہ اس کی شان ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو بھی مایوس نہیں کرتا بلکہ حجت پوری کرنے کے لئے ان کی توقعات سے بڑھ کر انہیں دنیا دیتا ہے لیکن یہ سب عارضی متاع ہیں۔ حقیقت میں وہ بدقسمت ہیں ان کے بارے فرمایا گیا ہے **مَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ** کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اس لئے کہ وہ آخرت کو تسلیم نہیں کرتے، اور نہ ہی آخرت بہتر بنانے کی ان کے دلوں میں آرزو ہے۔

307- دنیا و آخرت کی دعا:-

اس کے برعکس مسلمان کی سائیکی کافر سے بالکل مختلف ہے۔ جبکہ مومن کے لئے ہمیشہ رہنے والی آخرت اہم تر ہے، کافر کیلئے دنیا کی عارضی راحتیں زیادہ اہم ہوتی ہیں۔ مومن کی نظر دنیاوی زندگی کے فوائد سے موت کے بعد والی زندگی کے فوائد پر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ کبھی اکیلی دنیا نہیں مانگتا بلکہ اسکی دنیا بھی آخرت ہی کے لئے ہوتی ہے۔ وہ دنیا کی بھلائی کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی آخرت کیلئے برابر کی دعا کرتا ہے۔ جس کے الفاظ آیتہ مبارکہ 201 میں سکھائے گئے ہیں۔ **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ**۔

یہ دعا نہایت جامعہ اور بہترین دعا ہے۔ چونکہ اس کو سکھانے والا خود رب العالمین ہے، اس لئے اسکی قبولیت یقینی ہے لیکن جیسے پہلے آچکا ہے دعا کے ساتھ ساتھ کوشش کی اہمیت کو نظر انداز کرنا بھی غلط ہے۔ آیتہ مبارکہ 202 میں یہ فرما کر **اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا** ۔ کہ "وہ اپنی کوشش کا صلہ ضرور پائیں گے" واضح کیا گیا ہے۔ کہ دعا کے ساتھ ساتھ مقصد کی طرف کوشش بہت ضروری ہے جسکی اعلیٰ ترین مثال خود صاحب قرآن ﷺ کی ذات مبارک ہے۔

308- سریع الحساب:-

آیتہ مبارکہ 202 کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارک کا سریع الحساب کے الفاظ کے ساتھ تعارف کرایا ہے۔ اس کے حساب کی قوت کا اندازہ یہاں سے لگالیں کہ کائنات (Universe) میں موجود ذرہ ذرہ، پتہ پتہ، جراثیم یا ان سے بھی چھوٹی چیزیں، کہکشائیں اور ان سے بھی بڑی چیزیں جن کی تعداد کیلئے انسان کے پاس حساب نہیں سب اس کے حساب کے اندر ہمہ وقت اس کے حکم پر عمل پیرا ہیں۔ جدید کاسمالوجی (Cosmology) کی تحقیقات کے اندازے کے مطابق کائنات میں 10^{78} ذرات ہیں یہ ہوشربا تعداد بھی اسکے حساب کے اندر ہے۔

Marfat.com

اس کی شان کس قدر سریع الحساب ہے شاید اسکا احساس آپ کائنات کے کنٹرول سے کرسکیں۔ مادی دنیا میں تیز ترین چیز روشنی ہے جس کی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی کائنات اتنی وسیع ہے کہ سائنسی حساب کے مطابق روشنی اگر ہمیشہ بھی چلتی رہے تو کائنات کے آر پار کا سفر اس کے لیے ناممکن ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر روشنی کائنات کی وسعت کے مقابلہ میں اس قدر سست رفتار ہے تو پھر اسکے مختلف اجزاء کے درمیان کونسا ذریعہ ابلاغ (communication) ہے جس سے وہ قابو میں رکھے جارہے ہیں اور یہ توازن قائم ہے؟ ہر چیز اپنے اپنے وقت پر کیسے ہورہی ہے؟ سائنسی قوانین ہمہ وقت ہمہ جگہ کیسے کام کررہے ہیں؟

ان باتوں کا جواب اس وقت بہت بڑا سائنسی مسئلہ ہے۔ کائنات میں کنٹرول اور توازن ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کب کی تباہ ہوگئی ہوتی بلکہ اس کا وجود بھی محال ہوتا۔ لیکن یہ کنٹرول روشنی برقی یا مقناطیسی اشاروں (Electromagentic Signals) سے ناممکن ہے اس لئے کہ ان کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں اربوں سال چاہئیں۔ لہٰذا کائنات میں کنٹرول کے لئے کوئی اور ہی سسٹم ہوگا جو روشنی کی رفتار کی نسبت سے بھی انتہائی تیز تر ہونا چاہئے۔

برقی مقناطیسی روشنی کے اشاروں کی سست رفتاری کے پیش نظر اب بہت سے سائنس دان یہ نظریہ پیش کررہے ہیں کہ کائنات آئن سٹائن کی چہار جہت کائنات (Four Dimensional Universe) نہیں بلکہ اس میں مزید کئی ایک جہتیں (Dimensions) ہیں جن کا ابھی انسان کو ادراک نہیں۔ یہ وہ جہتیں ہیں جن میں وقت اور فاصلے بھی سکڑ جاتے ہیں اور کنٹرول سگنل روشنی کی نسبت لاکھوں گنا زیادہ تیز رفتار ہونگے۔ (واللہ اعلم) بہر حال اللہ تعالیٰ کا حساب زمان و مکان کی پابندیوں سے بالاتر ہے۔ وہ ہمہ وقت ہر جگہ ہے۔ وہ چیزوں کے اندر اور باہر موجود ہے، یعنی کوئی چیز اس سے دور نہیں لہٰذا اس کو حساب اور کنٹرول کیلئے نہ وقت چاہیے نہ جگہ۔ اس نے کہا۔ "ہوجا" وہ ہوگیا۔ یہ اس کے حساب کی ادنیٰ سی شان ہے ہماری مادی عقل اسکو سمجھنے سے ہمیشہ ہی قاصر رہے گی لیکن دل کی آنکھ سے اسکی قدرت کا احساس ہوسکتا ہے۔ اس قلبی آنکھ کو کھولنے کے لئے انسان کو اپنے رب سے تعلق جوڑنا ہوگا جس کی مزید تاکید آیتہ 203 میں ہے۔ فرمایا......

(For more details please see appendix I to V)

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ
فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ
فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ

203- اور تم اللہ تعالیٰ کو (حج کے) مقررہ دنوں میں خوب یاد کرو۔ پس جو (منیٰ سے) دو دن جلدی چلا گیا، اس میں (بھی) کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۗ
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ
وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○

اور جو تاخیر کرے۔(اور تین دن پورے کرے) اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔اور یہ اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم سب اسکی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

309- حج کے بعد مقام منیٰ میں قیام اور ذکر الٰہی:۔

آیہ مبارکہ 203 میں مشعر الحرام سے آکر منیٰ میں مزید دو سے تین دن ٹھہرنے کی ہدایت ہے۔اکثر جب کوئی کامیابی حاصل ہوتو عام طریقہ یہ ہے کہ لوگ خوشی کے اظہار کیلئے لہولعب کا راستہ اختیار کرتے ہیں کھیل تماشے کی طرف لگ جاتے ہیں لیکن آیہ مبارک میں حکم ہے کہ ''ان مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرو'' حج کی کامیابی ملنے کے بعد یہ رب تعالیٰ کے شکر و ذکر کا وقت ہے کہ اس نے حج کی توفیق عطا فرمائی اور کامیابی دی۔اس وقت نفس کی کوشش ہوگی کہ جلدی سے گھر چلا جائے یا مکۃ المکرّمہ کی رونقوں میں چلا جائے۔اگرچہ اسکی ممانعت نہیں لیکن آیہ مبارکہ 203 کے نفس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہتر یہ ہوگا اگر آپ جلدی نہ کریں اور مزید دو تین دن منیٰ میں قیام کے دوران ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔زندگی میں ایسے قیمتی لمحات صرف کسی خوش قسمت ہی کو ملتے ہیں دوران حج تو حرکت ہی حرکت تھی اب منیٰ میں بیٹھ کر اپنے رب کے ذکر و شکر کا موقع ہے جس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

310- ذکر کی روح:۔

آیہ مبارک 203 میں بھی اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ذکر کی روح تقویٰ ہے۔حکم ہے ''اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے''، اس لئے اللہ تعالیٰ ہماری محبتوں کا مرکز ہونا چاہیے۔جس طرح محبوب کی رضا حاصل کرنے کیلئے انسان کئی طرح کے جتن کرتا ہے اور ناراضگی کے خوف سے کئی باتوں سے بچتا ہے ہم بھی خوف،امید، رضا، محبت کے ساتھ اپنے پیارے رب کو یاد رکھیں۔حج کے بعد بھی دل میں حج کی حاضری والی کیفیت باقی رہے۔

یعنی ''**لبیك اللھم لبیك**'' میں حاضر ہوں۔اے میرے اللہ میں حاضر ہوں' جو ہر حاجی کی دوران حج پکار ہوتی ہے اپنے گھروں میں واپس آنے کے بعد بھی اسی طرح دل کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر رکھا جائے۔ یاد رکھو کہ اللہ رب العالمین کے دربار میں مسلسل حاضری کا تصور ہی دراصل ذکر کی اصل روح ہے۔

اگلی آیات کریمہ میں ان لوگوں کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے جو اپنے حج صلوٰۃ، ذکر و افکار میں منافق ہیں، جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقویٰ نہیں بلکہ لوگوں میں مقبولیت، ان کی ہمدردیاں، دوستیاں اور مدد حاصل کرنا ہوتا ہے تاکہ اثر و رسوخ میں اضافہ ہو اور وہ من مانی کرسکیں۔فرمایا......

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ○

204- اورلوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جس کی گفتگو تمہیں دنیاوی معاملات میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور (اپنی بات میں) وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے، (اس پر) جو اسکے دل میں ہے اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِكَ الۡحَـرۡثَ وَالنَّسۡلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ ○

205- اور جب ایسے لوگ (زمین میں) اثر ورسوخ حاصل کر لیتے ہیں، تو اس میں فساد برپا کرتے ہیں، نباتاتی اور حیوانی زندگی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور (خبردار) اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ○

206- اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو انہیں آمادہ کرتی ہے ان کی عزت، انہیں مزید گناہ پر، ان کیلئے جہنم (کی آگ) کافی ہے، اور یہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

311- دوست دشمن کی پہچان:-

آیات کریمہ 204 سے 206 میں مسلمانوں کی سیاسی تربیت فرمائی گئی ہے اور انہیں دوست دشمن میں تمیز کرنے کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنی سادہ لوحی سے عیار لوگوں کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں۔ آیتہ مبارکہ 203 میں بتایا گیا تھا کہ صحیح طرز عمل تو یہ ہے کہ لوگ دن رات اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں اس کے لئے جئیں اور اس کے لئے مریں۔ لبیک اللّٰھم لبیک ان کی پکار ہو، لیکن جیسے فرمایا گیا ہے **وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ** انسانوں میں وہ بھی ہیں جن کے قول و فعل کا مقصد صرف دنیاوی زندگی کے فوائد کا حصول ہے۔ اپنی چکنی چپڑی سیاسی مصلحت انگیز (Diplomatic) باتوں کے ذریعہ دوسروں کا دل موہ لینے کا فن جانتے ہیں۔ سننے والوں کو ان کی باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ کسی کے بھی دوست نہیں ہوتے بلکہ سخت جھگڑالو، فسادی اور اسلام کے پکے دشمن ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو پہچانیں اور ان کے دھوکا میں نہ آئیں تاکہ دنیا ان کی برائی سے بچے رہیں۔

Marfat.com

312- شیطانی پروگرام:-

آیۃ مبارکہ 204-205 شیطان صفت انسانوں کی شخصیت کی آئینہ دار ہیں جو اپنا ہی ایک انسان دشمن پروگرام رکھتے ہیں جس کو بڑھانے کے لئے آہستہ آہستہ لگے رہتے ہیں جیسے آج کل یہود مختلف تنظیموں کے ذریعہ یہ کام کررہے ہیں لیکن عام لوگوں کو پتہ نہیں چلنے دیتے بہر حال وہ کتنا بھی چھپائیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی حالت جانتا ہے۔ آیۃ مبارکہ 205 میں فرمایا گیا ہے **وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ** کہ فساد ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ جب بھی وہ طاقت حاصل کریں گے تو اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لیے وہ زمین میں فساد برپا کریں گے اور ماحول کو خراب کریں گے۔ اپنی عام زندگی میں بھی یہ لوگ اپنی جفا کار پالیسیوں کے ذریعہ حیاتیاتی اور حیوانی زندگی کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں اور انسانوں کو تنگ کرتے ہیں۔ اگر انہیں فساد سے منع کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلایا جائے، تو ضد میں آکر مزید تباہی کی کوشش کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے ایسے لوگوں کو دنیا میں من مانی کی مہلت حاصل ہو لیکن جیسا کہ آیۃ مبارکہ 206 سے ظاہر ہے آخر میں ان کو رونا پڑے گا۔ کاش کہ وہ ابھی سمجھ جائیں اور آنے والے عذاب سے بچ جائیں۔

313- ماحول اور زمین دشمنی ایک معجزانہ پیشگوئی:-

آیۃ مبارکہ 205 میں اللہ تبارک تعالیٰ نے تمام نوع انسانی کو تنبیہ (Warning) کی ہے کہ شیطان دوست لوگ جب اثر و رسوخ اور طاقت حاصل کر لیتے ہیں تو زمین میں فساد برپا کردیتے ہیں فرمایا **وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ** ۔ فساد دراصل توازن کو نقصان پہنچانے کا نام ہے۔ یہ اصلاح کی ضد ہے۔ چنانچہ جو معاشرہ بھی انسانی ماحول کو نقصان پہنچاتا ہے، امن کو برباد کرتا ہے، لوگوں میں باہمی کشمکش کا باعث بنتا ہے اور ماحول میں قائم شدہ توازن کو خراب کرتا ہے وہ زمین میں فساد برپا کرتا ہے۔

آیۃ مبارکہ میں خصوصی طور پر نباتاتی اور حیوانی زندگی کو نقصان پہنچانے کی بات کی گئی ہے یعنی حیوانات اور نباتات کو نقصان پہنچانا بھی زمین میں فساد برپا کرنا ہے۔ چنانچہ وہ تمام عوامل مثلاً ماحول کی آلودگی، گندگی کا پھیلاؤ زہروں کا چھڑکاؤ، انڈسٹری کے فضلات، زمین پر غیر معمولی تبدیلیاں کردینا، جنگلات ختم کرنا غرض ہر وہ کام جس سے نباتات اور حیوانات کو نقصان پہنچتا ہے گناہ کا کام ہے۔

اسکے برعکس تحفظ نباتات، جنگلات اور حیوانات نیکی کے کام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔

(For more detail please see appendix xx)

یہ آیۃ مبارکہ دنیا پر یہود و نصاریٰ کے غلبہ اور اسکے تباہ کن نتائج کے متعلق پیشگوئی بھی ہے۔ جیسے ان آیات میں بتایا گیا ہے ان کا ظاہر نہایت خوبصورت اور دیرپا ہے لیکن باطن خطرناک حد تک بدصورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں اثر و رسوخ اور غلبہ عطا کیا تو

Marfat.com

انھوں نے زمین پر اسقدر کثافت (Pollution) پھیلائی ہے کہ تمام طرح کی نباتاتی اور حیوانی زندگی کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے اور اب ان کے اپنے دانشور تسلیم کرتے ہیں کہ مغربی تہذیب کے اگر یہی لچھن رہے تو وہ دن دور نہیں جب یہ زمین رہنے کے قابل نہیں رہے گی۔ اس کا حل یہی ہے کہ ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی جائے، اور اگر وہ باز نہیں آتے تو زمین اور اس کے ماحول کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھا جائے:۔

اگلی آیۃ مبارکہ میں ان خوش قسمت لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے اللہ کو راضی کیا اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔ فرمایا......

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ
ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ
وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ○

207- اور لوگوں میں کوئی ایسا (بھی) ہے، جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے بدلے اپنی جان بیچ دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ لطف و کرم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۪
وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ
اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

208- اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ
الْبَيِّنٰتُ
فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

209- پس اگر ان نشانیوں اور واضح ہدایات کے بعد بھی تم ڈگمگا جاؤ، تو جان لو کہ اللہ تبارک تعالیٰ طاقت اور حکمت ہے۔ (یعنی تمہیں کسی بھی صورت میں اس کی عدالت سے فرار نہیں)

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ
فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ
وَالْمَلٰۤئِكَةُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ ؕ
وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○

210- کیا (ان واضح نشانیوں اور ہدایات کے بعد بھی) یہ لوگ منتظر ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے فرشتے خود سایہ فگن بادلوں میں ان کے پاس آئیں گے۔ حالانکہ فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ (یاد رکھو) تمام معاملات کی بازگشت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

Marfat.com

314- مردانِ حق:-

آیۃ مبارکہ 207 میں ان مردانِ حق کا ذکر ہے جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اپنی جانوں کا سودا کرلیا ہے اور اب ان کی تمام سعی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔ ان کی زندگی کا اصول یہ ہے کہ جان جائے، مال جائے، سب کچھ قربان ہو جائے لیکن اللہ پاک ناراض نہ ہو۔ یہ لوگ دنیا جہان کیلئے باعث رحمت ہیں۔ ان پر اور ان کی وجہ سے اللہ تبارک تعالیٰ بے شمار لوگوں پر بھی لطف وکرم کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں اکثر ایسے ہی تھے اور ہمارا بھی یہی مطمع نظر ہونا چاہئے۔

315- اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ:-

آیۃ مبارکہ 208 میں انفرادی اور مجموعی حیثیت سے تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ "اے ایمان والو اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی سے بچو" یعنی آدھا تیتر اور آدھا بٹیر مسلمانی نہیں اس لئے اسلام کے مطابق مثبت زندگی کو اپنائیں اور منفی شیطانی قوتوں سے بچتے رہیں۔ دراصل اسلام ایک پورا سسٹم ہے جس کا اپنا نظام حکومت، نظام عدل، نظام سیاست، نظام معاشیات، نظام تجارت، نظام صنعت وسائنس، نظام تعلیم، نظام صحت، نظام عبادات، نظام معاملات، نظام معاشرت ہے، غرض یہ مکمل نظام حیات ہے۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ مسلمان اس میں سے کچھ منتخب کرلیں اور کچھ چھوڑ دیں۔ کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کے بعد آدمی پر اسلام پورے کا پورا لاگو ہو جاتا ہے اس کے بعد دین میں مرضی نہیں چل سکتی کہ جو چاہا کرلیا جو نہ چاہا نہ کیا۔ یوں حق اور باطل کے درمیان معلق رہنا منافقین کا شیوہ ہے۔ سچے مومن مصلحتوں کا شکار نہیں ہوتے بلکہ وہ دل وجان سے خود اپنی ذات پر اور پورے معاشرہ، ملک اور دنیا پر اسلام کی قدروں کو نافذ کرنے کیلئے مستعد رہتے ہیں۔

شیطان کی خواہش یہی ہے کہ اگر آدمی کافر نہیں ہوتا تو پھر مومن بھی نہ رہے۔ افسوس کہ آج کل کے بیشتر مسلمانوں کا عمل شیطان کی حسب خواہش ہے۔ کسی حد تک نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ ذاتی مفادات کے لئے اللہ تعالیٰ کے دین کو پامال بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود تو دین کے تابع نہیں ہوتے لیکن دین کو اپنے تابع کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور غیر اللہ دونوں کی دوستی رکھتے ہیں جو انتہائی خطرناک صورتحال ہے۔ اس میں دنیا وآخرت دونوں کی تباہی ہے۔ کافر کے لئے کم از کم اس دنیا کی آسائشیں تو ہیں لیکن دوغلے مسلمانوں کے لیے دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں ذلت ہے۔

Marfat.com

316- دوغلے لوگوں کا انجام:-

آیۃ مبارکہ 210 میں اس بات کی طرف ہماری توجہ مبذول کروائی جارہی ہے کہ قوانین الٰہی کے مطابق دوغلے لوگوں کی تقدیر کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ ان کے لیے خجالت ہی خجالت ہے۔ انہیں کسی طرح کے معجزوں کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے بادلوں میں اتر کران کو سمجھانے آئیں گے، قرآن کریم کے ذریعہ واضح دلائل اور نشانیاں اتر چکی ہیں، اس کے بعد بھی اگر وہ اسلام میں پورے طور پر داخل نہیں ہوتے، ان کے قدم ڈگمگاتے ہیں، کبھی ادھر کبھی ادھر، تو ان کے لئے پھر سوائے عذاب کے کیا ہوسکتا ہے۔ (استغفر اللہ) اللہ تعالیٰ کے پاس سب کے اعمال پہنچ رہے ہیں جن کے مطابق ان کا فیصلہ ہوکر رہے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ صاحب عزت وحکمت ہے اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا۔ اگلی آیہ کریمہ میں ہدایت اور گمراہی کے عمل کو بنی اسرائیل کی مثال (case history) سے واضح کیا گیا ہے فرمایا.....

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○

211- پوچھو بنی اسرائیل سے ہم نے کتنی ہی روشن نشانیاں انہیں دیں۔ (لیکن انہوں نے سبق نہ سیکھا) اور جو اللہ تعالیٰ کی نعمت بدل ڈالے۔ اسکے بعد کہ وہ اسکے پاس آگئی۔ تو بے شک (ایسے لوگوں کا) اللہ تعالیٰ سخت محاسبہ کرنے والا ہے۔

زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

212- کافروں کیلئے دنیا کی زندگی خوبصورت بنادی گئی ہے، اور وہ ایمان والوں سے مذاق کرتے ہیں، حالانکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں، وہ قیامت کے دن ان سے بالاتر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

317- بنی اسرائیل کی تاریخی مثال (Case History):-

بنی اسرائیل کی روئداد (Case History) ہر سمجھدار کے لئے قابل سبق ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنے

Marfat.com

بہت زیادہ پیغمبر بھیجے، بے شمار معجزات دکھائے اور اتنے واضح دلائل نازل کئے، جن کی تاریخ عالم میں مثال نہیں ملتی لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور اللہ تعالیٰ کے بندے بننے کی بجائے اپنی دنیاوی مصلحتوں کے بندے بنے رہے اور حق و باطل کے درمیان معلق رہے جیسے آج کل مسلمانوں میں بھی کئی لوگ ہیں۔ یہود کے اس رویہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے بار باران کی سرزنش کی ان پر غیروں کی غلامی، غارت گری، بدامنی، غربت اور مفلسی کے عذاب آتے رہے جب وہ توبہ کرتے اللہ تعالیٰ پھر سے کرم کرتا اوران کی حالت بہتر ہو جاتی لیکن چند ہی نسلوں میں وہ دوبارہ برائی کی طرف لوٹ آتے اور عذاب کا شکار ہو جاتے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی قدر نہ کی، اس کے احکامات کو چھوڑ کر دنیاوی قوانین کو اپنایا اور اللہ تعالیٰ کے دائمی وعدوں پر اعتبار نہ کرتے ہوئے نفس کے عارضی مفادات کو ترجیح دی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو معاشرہ بھی اللہ پاک کی نعمت یعنی اسلام پانے کے بعد اس کو بدل ڈالے گا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔ آج مسلمانوں کی بدحالی کی وجہ بھی ان کا منافقانہ طرز زندگی ہے کہ انہوں نے اسلام کی نعمت کی قدر نہیں کی اور وہ کافروں کی اتباع کرتے ہیں۔

318- دنیا وآخرت میں کامیابی:-

آیۃ مبارکہ 212 میں فرمان **زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا** یعنی کافروں کے لئے دنیاوی زندگی سامان زینت بنادی گئی ہے ایک معجزانہ کلام ہے بے شک کافروں کا ظاہری معیار زندگی اور لہو ولعب بڑے دلکش ہوتے ہیں لیکن مسلمانوں کو کفار کی چمک دمک پر رشک نہیں کرنا چاہئے۔ یہ تو انہیں دنیا کی حد تک کچھ عرصہ ڈھیل ہے اور زمین پر عیش وعشرت کے مواقع ان کے کفر کی وجہ سے ہیں، اس لئے کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں لیکن وہ اس بات کو سمجھتے نہیں بلکہ الٹا مومنین کی غربت کا مذاق اڑاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کفار کا عیش وعشرت نہ صرف کہ عارضی ہے بلکہ ان کے لئے آزمائش بھی ہے۔ حقیقی کامیابی مومنین کے لیے ہے۔ دنیا میں جو ان کی قسمت میں ہے وہ تو ملنا ہی ہے لیکن آخرت کی خصوصی عزت اور نعمتیں صرف انہی کے لئے ہیں۔ وہاں کم سے کم ایمان والا مسلمان بھی اچھے سے اچھے کافر ومنافق سے بلند تر درجات پر ہوگا۔

آیۃ مبارکہ 212 میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے"۔ اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ہمیں دوسروں کی دولت کی کثرت پر رشک یا حسد نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے وہ کسی کو دے کر آزماتا ہے کسی سے لے کر آزماتا ہے۔

319- اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی سزا:-

زندگی کے تمام لوازمات اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہیں۔ ان میں سب سے بڑی نعمت ہدایت یعنی اسلام ہے اس لئے

کہ اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ آیۃ مبارکہ 211 کے مطابق جو لوگ نعمت پانے کے بعد اس کی ناقدری کرتے ہیں ان کا سخت محاسبہ ہوگا اور بالآخر وہ بہت بڑے نقصان میں چلے جائیں گے فرمایا.... **وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ** یہ بات فرد اور معاشرہ دونوں پر برابر لاگو ہے۔ موجودہ زمانہ اس لحاظ سے تاریخ عالم میں خاص اہمیت کا حامل ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے صنعتی وسائنسی ترقی اور دولت وثروت کی نعمتوں کے خزانے بھی انسانوں پر کھول دیئے ہیں لیکن اکثر لوگوں نے ان نعمتوں کا رخ فساد کی طرف کر دیا ہے۔ نتیجتاً ایسا محاسبہ ہوسکتا ہے کہ اللہ پناہ ۔فلاح کا راستہ ایک ہی کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس کی نعمتوں کی قدردانی کرتے ہوئے اس دین پر آ جائیں جو انسان کی فطرت ہے یعنی دین اسلام پر، جس کے بارے میں اگلی آیہ مبارک میں فرمایا گیا ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ	213- (ابتداء میں) لوگ ایک ہی امت واحدہ تھے،
	(پھر جب ان میں بگاڑ آیا)
فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠	تو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء بھیجے،
	خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے،
وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ	اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل فرمائی،
لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ	تا کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے
فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ	جہاں وہ اختلاف کرتے تھے۔
اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ	اور اختلاف انہی نے کیا جن کو (کتاب) دی گئی تھی،
مَا جَاۗءَتْھُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَھُمْ ۚ	بعد اسکے کہ ان پر روشن حکم آ چکے تھے۔ آپس کی ضد کی وجہ سے۔
فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ہدایت فرمائی،
لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ	جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔
مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ	اور اللہ تعالیٰ جسے
يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○	چاہے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

320- دین کا مقصد۔ امت واحدہ:-

آیۃ مبارکہ 213 انسانیت کے نام ایک اہم پیغام بھی ہے کہ اگر وہ اختلافات سے نکل کر باہمی مسرت والا معاشرہ قائم کرنا

Marfat.com

چاہتی ہے تو اسلام پر واپس آجائے جو کہ دین فطرت ہے۔ اختلافات کی وجہ ان کی ضد ہے کہ کافر اپنے کفر پر بضد ہیں، یہودی یہودیت پر مصر ہیں، عیسائی عیسائیت پر ضد کرتے ہیں حالانکہ ان سب کا سرچشمہ اسلام ہے جسکی تکمیل سرورِ کائنات خاتم النبین ﷺ پر ہو چکی ہے۔ اسلام کی طرف آنا دراصل اپنے اصلی ادیان کی طرف ہی آنا ہے اور اسی کے مطابق امت واحدہ بننے میں پوری انسانیت کی فلاح ہے۔

321- خدائی قانون:-

آیۃ مبارکہ 213 میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق انبیاء پر اللہ تبارک تعالیٰ وحی کے ذریعے کتابیں نازل فرماتا رہا ہے تا کہ لوگ خودساختہ قوانین کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قانون پر چلیں اور امت واحدہ بن کر رہیں لیکن انسان اپنی متلوّن مزاجی کی وجہ سے شیطان کے چکر میں آ کر کچھ عرصہ کے بعد ان کتابوں میں بھی ردوبدل کرتے رہے۔

سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ اپنا دائمی معجزہ قرآن کریم لیکر آئے جو کہ حق و باطل میں امتیاز کا انمٹ معیار ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے پھر سے بکھرے دلوں کو اسلام پر اکٹھا ہونے کا موقع دیا ہے تا کہ لوگ ایک پروردگار، ایک رسول، ایک کتاب پر ایمان لا کر امت واحدہ بن جائیں۔ آج جب کہ انسانیت باہم برسرپیکار سینکڑوں گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے اس کے دکھوں کا علاج صرف اور صرف اسلام میں ہے۔ دنیا عالمی حکومت (World Government) قائم کرنے کی طرف بڑھ رہی ہے لیکن وہی عالمی حکومت کامیاب ہو گی جو اسلام کے مطابق ہو گی۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ''ورلڈ آرڈر آف اسلام'' کی برکات سے دنیا کو روشناس کریں۔

322- امت واحدہ کی طرف پیش قدمی:-

انسانیت کو اکٹھا کرنے اور جوڑنے کیلئے پہلی پیش قدمی کرنا مسلمانوں پر فرض ہے کہ سب سے پہلے وہ خود امت واحدہ بنیں اور اپنے رب کے قانون کے مطابق ایک مثالی نظام عملی طور پر قائم کر کے دکھائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانیت خودساختہ ازموں سے کھوکھلی ہو چکی ہے اور دینِ فطرت ہی میں اس کی بقاء ہے لیکن یہ کام مسلمان حکومتوں اور علماء کرام کا ہے کہ وہ دنیا کو اسلام کی عملی مثال پیش کر کے روشنی کی راہ دکھائیں اور ایک ایسا نظام لائیں، جہاں سب ایک کے لئے ہوں اور ایک سب کیلئے ہو۔

آیۃ مبارکہ کے آخر میں فرمان ''بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے'' ہر انسان کے لئے خوشخبری ہے کہ اگر وہ دین حق کی طرف کوشاں ہو گا تو انشاء اللہ ضرور ہدایت پائے گا۔ اگلی آیہ مبارک اس عظیم الشان منزل تک پہنچنے کے لئے راستہ میں موجود

Marfat.com

آزمائشوں کی یاددہانی کراتی ہے تاکہ مومنین گھبرائیں نہیں۔فرمایا......

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ	214- کیا تم سمجھتے ہو کہ جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے،
وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡؕ	حالانکہ ابھی تک تمہیں (دین کے راستہ پر) ان لوگوں کی مثل کچھ نہیں پیش آیا جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔
مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا	انہیں شدید مصائب اور مشکلات پیش آئے، اور وہ ہلا کر رہ گئے،
حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ	حتیٰ کہ پیغمبر اور ان کے ہمراہی مومنین بھی پکار اٹھے۔
مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِؕ	اللہ کی مدد کب آئے گی؟
اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ○	یاد رکھو۔ بے شک اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔

323- دین کے راستہ میں آزمائشیں:-

آیۃ مبارکہ 214 جنت کی آئینہ دار ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان.... اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ........ مومنوں کے لئے زندگی کا روڈ میپ (Road Map) ہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب ہر قیمتی چیز مشقت مانگتی ہے تو پھر جنت کیا یونہی مل جائے گی؟ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر کوئی بڑی نعمت ہو اسی قدر اسکے لئے محنت بھی چاہئے۔اس لئے جنت کا راستہ آزمائشوں سے خالی نہیں ہو سکتا اور یہی آزمائشیں مومنین کے لئے مراتب کے حصول کا ذریعہ ہیں جن کے مطابق جنت میں ان کا مقام متعین ہوگا۔اگر کچھ لوگ بلا محنت ہی سب کچھ پانے کی خواہش رکھتے ہیں، حتیٰ کہ جنت جیسی بیش بہا نعمت کے لئے بھی اس گماں میں ہیں کہ وہ انہی کا انتظار کر رہی ہے اور جونہی موت کی سرحد عبور کریں گے ان کے حوالہ کر دی جائے گی، وہ سخت غلطی پر ہیں۔

رب العالمین آیۃ مبارکہ 214 میں ان کی اس غلط فہمی کو دور فرماتے ہیں۔ جنت کا راستہ تکالیف اور مصائب سے اٹا پڑا ہے جس تک پہنچنے کے لئے بڑی محنت اور جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ پابندی سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی ادائیگی، حلال کی کمائی اور حقوق العباد کا پورا کرنا آسان کام نہیں، لیکن دین اس سے بھی زیادہ قربانی مانگتا ہے۔

Marfat.com

324- اسلام سے پہلے والی امتوں کی آزمائش:-

رب تعالیٰ آیۃ مبارکہ 214 میں فرماتے ہیں کہ اسلام سے پہلے کی امتوں کو جنت پانے کے لئے جن امتحانات اور مسائل سے گزرنا پڑا ان کا تصور بھی انسان کے رونگٹے کھڑے کرنے کے لئے کافی ہے۔ دین کی خاطر انہیں سولی پر چڑھنا پڑا، وہ اپنے وطن اور گھروں سے بے آسرا جنگلوں میں دھکیل دیئے گئے، ان کو زندہ آگ میں ڈالا گیا، غرض وہ کونسی آزمائش ہے جس سے انہیں گزرنا پڑا نہ ہو۔ گھبرا کر وہ آسمان کی طرف منہ کر کے آہ وزاری کرتے حتیٰ کہ رسول اور ان کے ساتھی بھی پکار اٹھے **مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ**۔ کہ ''اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئیگی''، لیکن انتہائی ناگفتہ حالات میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے، نہ ہی دین کو ہاتھ سے چھوڑا۔ اس طرح انہوں نے صبر اور جہاد کے ساتھ جنت کی قیمت ادا کی۔

325- مسلمان اور آزمائش:-

ہم لوگ خوش قسمت امت ہیں کہ خاتم النبین رحمت اللعالمین، شفیع المذنبین ﷺ کی رحمت کے صدقے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے دین میں آسانیاں فرمادی ہیں۔ مثلاً پانچ نمازیں پڑھنے سے پچاس کا ثواب مل جاتا ہے، صبر سے کاٹی ہوئی بیماری اور ہر طرح کی تکلیف گناہوں کا صدقہ بن جاتی ہے لیکن پھر بھی جنت محنت مانگتی ہے، خصوصاً جو لوگ اونچے مراتب اور قرب الٰہی کے خواہاں ہیں انہیں نسبتاً بڑی آزمائشوں اور بڑے امتحانوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ دنیا میں بھی یہی اصول کارگر ہے کہ زیادہ قیمتی شے کے لئے زیادہ محنت درکار ہے۔ سرور کائنات ﷺ سے روایت ہے کہ جنت خاردار جھاڑیوں سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ خوبصورت دلکش باغات کے درمیان ہے۔ یعنی جنت والے اعمال نفس کی مخالفت میں ہیں۔

326- اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے:-

آیۃ مبارکہ 214 کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی انتہا نظر آتی ہے۔ مجاہدین جب گھبرا کر پوچھتے ہیں ''اللہ کی مدد کب آئے گی''، تو نصرت ایزدی کا دریا ٹھاٹھیں مارتا ان تک پہنچتا ہے اور مژدہ سنایا جاتا ہے **اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ** کہ اللہ سبحانہ کی مدد قریب ہے۔ پہلے مرحلہ میں اللہ تعالیٰ انہیں مصائب میں استقامت اور صبر کی قوت بخشتا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ ان کی دعا قبول ہوگئی ہے اور دوسرے مرحلہ میں غیبی امداد کے ذریعہ فتح عطا کرتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کے غزوات اس طرح کی نصرت کی بہترین مثال ہیں۔

327- اللہ تعالیٰ کی مدد:-

اللہ تعالیٰ کی مدد کیا ہے اور کیسے ملتی ہے؟ قرآن حکیم شاہد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہو جاتا ہے تو تمام کائنات اس کو پورا

Marfat.com

کرنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ ماحول اور حالات میں ایسے موزوں اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ جنات اور فرشتے اپنے اپنے دائرہ کار میں مدد کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں اور جو اشیا براہ راست مدد نہیں کرسکتیں وہ بھی اس بندے کے لئے نیک خواہشات کے ساتھ دعا گو ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ کسی سے ناراض ہو جاتا ہے تو تمام کائنات اس سے ناراض ہو جاتی ہے حتیٰ کہ زمین کے ذرات بھی اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ استغفر اللہ اس لئے انسان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوشش کرنا چاہئے اور اس سے نصرت کے لئے دعائیں کرتے رہنا چاہئے اور اپنی بساط کے مطابق اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے کی طرف لگا رہنا چاہئے۔ حکم باری تعالیٰ ہے کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی"۔

یہ سوال کہ کیا ماحول اور ہمارے اردگرد کی چیزوں کو شعور حاصل ہے تو اس کے لئے بھی قرآن کریم کی گواہی کافی ہے فرمایا'' **یسبح للہ مافی السمٰوٰت وما فی الارض**'' چیزوں کی تسبیح کرنے کا صاف مطلب ہے کہ انہیں اپنے خالق کا پورا پورا شعور حاصل ہے اور اب تو جدید فزکس بھی اس نتیجہ پر پہنچ رہی ہے کہ ہر ایٹم کا ایک شعوری وجود ہے۔ (For detail please see appendix iii,ix,xii) افسوس کہ بہت سے انسان اپنے مالک کا شعور نہیں رکھتے۔ حضور ﷺ سے روایت ہے کہ زمین سے ڈرو، قیامت کے دن وہ تم پر گواہی دے گی۔ اگلی آیۃ کریمہ 216-215 میں ان راہوں کو واضح کیا گیا ہے جن پر چلنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی مدد کا حق دار بن جاتا ہے۔ فرمایا......

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬	215- آپ (ﷺ) سے (لوگ) پوچھتے ہیں ہم (اللہ کی راہ میں) کیا کچھ خرچ کریں؟
قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ	آپ بتادیں انہیں کہ جو کچھ تم بھلائی کے لیے خرچ کرو،
فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ	وہ (ترجیحاً) والدین کے لئے ہے اور قرابت داروں کیلئے،
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ	اور یتیموں مساکین اور مسافروں کے لئے ہے،
وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ	اور جو بھی بھلائی تم کروگے،
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○	بے شک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ
وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ
وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا
وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

216- تم پر فرض ہوا قتال (جہاد) اور وہ تمہیں ناگوار ہے، اور یہ عین ممکن ہے کہ جس چیز سے تمہیں کراہت ہو، وہی تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ جس چیز سے تم محبت کرتے ہو وہی تمہارے لئے باعث شر ہو، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے؟۔

328- اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کے حقدار:-

اگر ہم اللہ تبارک تعالیٰ کی مدد، اس کی محبت اور قرب چاہتے ہیں تو اسکا فارمولا یہ ہے کہ اس کی رضا کے لئے ہم اسکا عطا کردہ رزق یعنی مال دولت، وقت اور وسائل وہاں خرچ کریں جہاں وہ چاہتا ہے۔

آیۃ مبارکہ 205 میں ہدایت کی گئی ہے کہ بھلائی کے کاموں میں پہلے حق دار والدین ہیں اور ان کے بعد قریبی رشتہ دار، پھر یتامیٰ (بے سہارا بیوائیں) اور معاشرہ کے دیگر لاچار لوگ ہیں۔ اس ضمن میں **ابن السبیل** خصوصی طور پر وہ لوگ جو دین کے لئے سفر کرتے ہیں ان کی مدد خاص طور پر فرض ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ بیک وقت مسکین، مسافر، اللہ تعالیٰ کے رستہ میں مجاہد اور مبلغ دین ہیں۔

آیۃ مبارکہ 215 کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ ''تم جو بھی بھلائی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے بخوبی جانتا ہے''۔ لہٰذا بھلائی کے کاموں کی تشہیر کی ضرورت نہیں۔ لوگ تسلیم کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، اور صحیح نیت اور اعتقاد کے ساتھ کئے گئے کاموں کو قبول بھی فرماتے ہیں۔ (شکر الحمد اللہ)

329- جہاد آسان نہیں مگر......:-

آیۃ مبارکہ 215 میں مال و دولت اور وسائل کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم تھا اور بتایا گیا تھا کہ انہیں کہاں کہاں خرچ کیا جائے، لیکن آیت مبارک 216 میں **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ** فرما کر جان کی قربانی مانگی گئی ہے جو واقعی بڑی بہادری اور ایمان کا کام ہے۔ اس سے بڑوں بڑوں کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نہایت ہی خوبصورت انداز میں فرماتے ہیں ''اور تم پر فرض ہوا قتال اور تمہیں وہ ناگوار ہے، حالانکہ جس چیز سے تم کراہت محسوس کرتے ہو، ہوسکتا ہے کہ وہی تمہارے حق میں بہتر ہو اور جس چیز سے تم محبت کرتے ہو شاید اسی میں تمہاری خرابی ہو'' آیۃ مبارکہ 216 میں دیا گیا اصول.....**وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ**

Marfat.com

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ آخرت اور دنیاوی کامیابیوں کے لئے سنہرا اصول ہے۔ضروری نہیں کہ جو چیزیں ہمیں پسند ہیں وہ ہمارے لئے بہتر بھی ہوں۔اس لئے انسان اپنی پسند اور ناپسند کی بجائے یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسولؐ اس سے کیا چاہتے ہیں پھر انشاء اللہ آپ کبھی دھوکا نہیں کھائیں گے۔اسی ضمن میں اسلام کا عام قانون یہ ہے کہ"کامیابی نفس کی مخالفت میں ہے" جو ایک طرح کا جہاد ہے۔رسول اکرم ﷺ کے فرامین اور قرآن حکیم کے زریں اصولوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جو قوم نفس کو خوش کرتی ہے اور جہاد سے دل کتراتی ہے، وہ بالآخر دنیا میں ذلیل وخوار ہو جاتی ہے۔

330- اعلان جہاد اور فرضیت:-

جہاد کے سلسلے میں یہ سوال بڑا اہم ہے کہ وہ جہاد جس میں قتال کا امکان ہو اسکا اعلان کرنے کا کون مجاز ہے؟ نبی پاک ﷺ اور خلفاء راشدہ کے طرزِ عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاد کے اعلان کا مجاز صرف اولی الامر ہے۔یعنی عوام میں سے کچھ لوگ خود سے مل کر یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ فلاں کے خلاف جہاد شروع کر دیں چونکہ اسطرح جہاد کی بجائے فساد کا زیادہ خطرہ ہے۔اس لئے آج کل کے حالات میں اس مسئلہ پر امت کا اجتہاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔اسی طرح دہشت گردی اور جہاد میں فرق واضح کرنا بھی ضروری ہے۔

331- جہاد کیلئے نصرت اور عوامی فوج:-

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ ایک عمومی حکم ہے جسکے مطابق ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے اور یہ ایمان اور عمل کا اعلیٰ ترین مقام ہے اسی ضمن میں جہادی قوتوں کے ساتھ تعاون کرنا، اللہ کی راہ میں جانے والوں کے لئے اسلحہ، خوراک، گاڑی وغیرہ کا انتظام کرنا اور شہداء کی بیواؤں کی پرورش اور دیکھ بھال وغیرہ یہ سب بھی جہاد ہی کا حصہ ہیں اور ہر مسلمان مرد اور عورت کی ذمہ داری ہیں اور یہ کام اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کا اعلیٰ ترین مصرف ہیں۔

مسلمانوں کیلئے حکم ہے"ہر وقت تیار رہو"(سورۃ نساء آیت 102)۔یوں جہاد کی فرضیت ہر مسلمان سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنی حد تک فتنہ اور برائی کے خلاف جدوجہد کرتا رہے اور لڑائی کا فن سیکھے تاکہ بوقت ضرورت کفر کے خلاف لڑ سکے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کا حکم ہر مسلمان کیلئے ہے اس لئے کسی بھی اسلامی حکومت میں باقاعدہ فوج کے علاوہ عوامی فوج بھی جہاد کی تیاری کا حصہ ہے۔بلکہ عوامی فوج کی تشکیل اور اس میں شامل ہونا سنت رسول ﷺ اور سنت صحابہ کرامؓ ہے لیکن ان احکام کو کیسے عملی شکل دی جائے یہ اولی الامر کا کام ہے۔ افسوس کہ یہودیوں نے تو اسرائیل میں عوامی فوج بنا ڈالی ہے لیکن مسلمان جن پر یہ فرض کفایہ ہے اس کے لئے کچھ نہیں کر رہے۔

Marfat.com

332- کیا اچھا اور کیا برا؟

آیتہ مبارکہ 216 میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ "ہمارے لئے بالآخر کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے" اس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ انسان کوتاہ بین اور جلد باز ہے، اس لئے بے صبری میں اچھے برے کے اندازے لگاتا رہتا ہے لیکن اصل اچھائی اور برائی کا اندازہ دیر پا نتائج سے پتہ چلتا ہے۔ آیہ مبارک 216 کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان "حالانکہ جس چیز سے تم کراہت کرتے ہو، ہوسکتا ہے کہ وہی تمہارے حق میں بہتر ہو اور شاید جس چیز سے تم محبت کرتے ہو عین ممکن ہے کہ اس میں تمہارے لئے خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے" زندگی میں پیش آنے والے مختلف واقعات کا تجزیہ کرنے اور ان سے اثرات لینے کے لئے سنہری اصول ہے۔

ہمیں واقعات کو ان کے دیر پا تناظر میں دیکھنا چاہئے ورنہ کوتاہ بینی (Short Term Vision) سے پریشانی ہوگی اور یہ "توکل علی اللہ" اور صبر کے اصولوں کے بھی خلاف بات ہے لیکن ہم بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اکثر اپنے حالات کو خود خراب کر لیتے ہیں۔ آیہ مبارک کے فرمان کے مطابق ہمیں جلد بازی اور بے صبری کی بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے نتائج کا صبر سے انتظار کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے سے اگرچہ تکلیف بھی محسوس ہو، تب بھی انہیں کر گزرنا چاہئے کہ اصل خیر انہی میں ہے۔

333- حرام کے مہینوں میں جہاد:۔

آیتہ مبارکہ 216 میں جہاد کی فرضیت کے بعد کسی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں تھی لیکن پھر بھی کچھ لوگ شاید اس فریضہ سے جان چھڑانے کے لئے نبی پاک ﷺ سے پوچھنے لگتے کہ کیا حرام کے مہینوں یعنی ذی القعدہ، محرم اور رجب میں بھی جہاد و قتال کرنا جائز ہے۔ عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقتوں سے یہ اصول چلا آرہا تھا کہ وہ حج کے مہینوں میں دنگا فساد چھوڑ دیتے تاکہ کاروبار زندگی اور تجارت کے لئے امن میسر ہو جائے۔ ان مہینوں کے بعد وہ دوبارہ حالت جنگ میں داخل ہو جاتے۔ آیتہ مبارکہ 217 ان لوگوں کے اس سوال کا جواب ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ	217- آپ سے ماہ حرام میں لڑنے کے متعلق پوچھتے ہیں،
قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ	آپ فرما دیجئے۔ ان میں لڑنا بہت بری بات ہے۔
وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ	اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا، اور اس کا انکار کرنا
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ	اور مسجد حرام سے روکنا، اور وہاں کے
وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ	رہنے والوں کو اس سے نکال دینا،

Marfat.com

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی بڑے گناہ کی بات ہے۔ اور (یہ کہ) فتنہ قتل سے بھی زیادہ بدتر ہے۔

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۗ
اور وہ تم سے ہرگز لڑنے سے باز نہیں آئیں گے، یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پلٹادیں اگر ان کے بس میں ہو۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ
اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا پھر مر گیا اور وہ کافر ہی رہا،

فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
ایسوں کے اعمال دنیا وآخرت میں ضائع ہوگئے

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
اور یہی لوگ جہنم کی آگ والے ہیں۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

218- وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے (اللہ تعالیٰ کے لئے) ہجرت کی، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نہایت معاف کرنے والا ہے۔

334- ماہ حرام میں جنگ وجدل کی ممانعت:-

جیسے پہلے بھی کہا گیا ہے آپس میں لڑنا بھڑنا امن عامہ کو برباد کرنا ہمیشہ ہی سے گناہ ہے، لیکن سال کے چار ماہ یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب جنہیں قرآن حکیم میں ماہ حرام (حرمت والے مہینے) کہا جاتا ہے، ان میں سنت ابراہیمی کے مطابق جنگ وجدل خصوصی طور پر منع ہے۔ یہ وہ مہینے ہیں جن میں لوگ دور دراز سے حج کے لئے خانہ کعبہ آتے تھے اور آج کل بھی یہی حال ہے۔ چنانچہ حاجیوں کی حفاظت کے لئے ان ایام میں قتل وغارت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور یہ حج کی قبولیت میں ایک لازمی عنصر ہے۔ یعنی حاجی اگر دنگا فساد کرے گا یا کسی کو مارے گا یا بلا جواز کسی اور جاندار کو زخمی کرے یا مارے تو سخت گنگار ہوگا جس سے نکلنے کے لئے فدیہ بمطابق شریعت

Marfat.com

لازمی ہو جاتا ہے۔

335- الشہرِ الحرام کا آفاقی حکم:-

اگر عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آیۃ مبارکہ 217 کا مضمون آفاقی ہے یعنی ماہ حرام میں جنگ و جدل کی حرمت ہر ملک و قوم اور علاقہ کے لئے ہے یعنی اسکا اطلاق پوری دنیا پر ہے اگر یہ حکم UNO کے چارٹر کا حصہ بن جائے تو پھر دنیا دیکھے گی کہ اسکے جھگڑے کیسے طے ہوتے ہیں لیکن افسوس کہ فی زمانہ خود مسلمان ان احکام کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے اور ماہ حرام کی حرمت کو صرف مکۃ المکرمہ کی حدود تک سمجھ لیا گیا ہے۔

آیۃ مبارکہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر کافر، مشرک اور ظالم لوگ مسلمانوں پر ظلم کریں تو وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کی زیادتی کے خلاف ماہ حرام کی وجہ سے مسلمان ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کسی حالت میں بھی ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ظالم کے ظلم کا منہ توڑ جواب دینا مومنین کے فرائض میں شامل ہے۔ اگر ظالم حرمت کے مہینوں میں جنگ و جدل سے باز نہیں آتے مثلاً مسجدوں میں آنے جانے سے روکتے ہیں خصوصاً خانہ کعبہ میں یا حج کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں یا لوگوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کرتے ہیں یا دین پر عمل کرنا مشکل بناتے ہیں مثلاً لوگوں کو نماز یا زکوٰۃ سے منع کرتے ہیں تو یہ جرم ماہ حرام کی حرمت توڑنے سے بھی بڑے گناہ ہیں۔ ایسے حالات میں ان کے خلاف جنگ کرنا لازم ہے تاکہ فتنہ کا سدباب ہو سکے۔

336- فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے:-

آیۃ مبارکہ 217 کا فرمان.. **اَلْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ**۔ سورۃ بقرہ میں تیسری مرتبہ آرہا ہے جس سے کسی بھی مومن کیلئے اسکی اہمیت میں ذرا برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ یہ درخشاں اصول دنیا بھر کے مصلحین اور دانشوروں کے لئے نصیحت ہے کہ اگر وہ امن چاہتے ہیں تو فتنہ اور فتنہ کے محرکات کو ختم کریں۔ اس سے مراد ہر طرح کا ظلم، استحصال اور دہشت گردی (Terrorism) ہے۔ یہ معاشرہ کا وہ کینسر ہے جسے فوری روکنا سب پر فرض ہے۔ (Nip the Evil in the bud)۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''فتنہ قتل سے بدتر ہے'' ایک عالمی حقیقت (Universal Truth) ہے۔ اگر مسلم معاشرے اس کی روشنی میں قانون سازی کریں اور فتنہ کے محرکات کو ختم کریں تو انشاء اللہ امن وامان قائم رہے گا۔ اسی ضمن میں اسلامی حکومت کے تمام محکموں پر بھی یہ فرض ہے کہ برائی کا فوری سدباب کیا کریں اور کسی طرح کے ظلم کو چھوٹا سمجھ کر نظرانداز نہ کیا جائے۔ اگر معاشرہ چھوٹی چھوٹی برائیوں کا قلع قمع کرتا جائے تو بڑی برائیوں سے خود ہی بچا رہے گا۔

Marfat.com

337- کفار اپنی اسلام دشمنی سے کبھی باز نہیں آئیں گے:-

آیۃ 217 میں اس بات کی یاددہانی بھی کرائی گئی کہ کفار اور مشرکین اپنی اسلام دشمنی سے کبھی بھی باز نہیں آئیں گے۔ فرمایا وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ "وہ تم سے ہرگز لڑنے سے باز نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پلٹ دیں"۔ یہ وہ حقیقت ہے جسکا اعادہ اسلامی تاریخ بار بار دیکھ چکی ہے اور قرآن کریم کی حقانیت کا ایک درخشندہ ثبوت ہے۔ وہ چودہ سو سالوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کافروں کے دل کا سکون اس بات میں ہے کہ مسلمان اسلام سے مرتد ہو جائیں، اور اگر وہ مرتد نہیں ہوتے تو کم از کم اسلام سے بیگانہ ہو جائیں۔ انکو وہ مسلمان جو اسلام سے دور ہیں بھلے معلوم ہوتے ہیں اور انکی دنیاوی ترقیوں کیلئے بھی مدد کرتے ہیں۔ یہ وہ قیمت ہے جو آج کل ہر اچھے مسلمان کو دینا پڑ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتے ہیں کہ اسلام کے خلاف تمام کفر اکٹھا ہوگا اور کافر کبھی بھی کسی اچھے مسلمان کو پسند نہیں کریں گے۔ حقیقت یہ ہے اسلام کی ساری تاریخ آیۃ مبارکہ 217 کی تعبیر ہے۔ سپین میں جس طرح مسلمانوں کو یورپ والوں نے مل کر ختم کیا وہ عبرت کا نشان ہے۔ اب کٹر ہندو ہندوستان میں جو کچھ مسلمانوں کے خلاف کرتے ہیں، امریکہ اور روس میں جو کچھ ہو رہا ہے اور دنیا کے دوسرے خطوں میں جس طرح انہیں تنگ کیا جاتا ہے یہ سب لمحہ فکریہ ہے۔

اس لئے لازم ہے کہ مسلمان اپنے دشمنوں کو پہچانیں، ان پر اعتبار نہ کریں اور آپس میں اتحاد قائم کریں۔ یہ اسلامی سیاست کا اساسی اصول ہے۔ اس سلسلہ میں سیرت طیبہ ﷺ سے جو رہنمائی ملتی ہے اگر ہم اس سے سبق سیکھیں تو دھوکہ نہیں کھائیں گے۔ دراصل مومنین کے لئے زریں اصول ہے کہ "ہر وقت تیار رہو" (سورۃ نساء آیت 127) اور سرور کائنات ﷺ کی سنت "کہ پہل کرنے کی قوت اپنے ہاتھ میں رکھو" (Keep the Intiative in your own hand) میں ہماری بقاء ہے۔

338- مرتد کی سزا:-

آیۃ مبارکہ 217 کا فرمان وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۔ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ کہ اگر کوئی مسلمان اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے اور ارتداد کی حالت ہی میں مر جاتا ہے تو اسکے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارتداد سب سے بڑا گناہ ہے۔ دراصل انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اسکا مستقل ریکارڈ رکھا جا رہا ہے اور موت کے بعد جزا اور سزا انہی اعمال کے مطابق ہو گی۔ لیکن جو لوگ حالت ارتداد میں فوت ہو جاتے ہیں ان کے اچھے اعمال بھی ضائع جاتے ہیں اس لئے کہ ارتداد مانند صفر (Zero) ہے، یہ جس سے بھی ضرب کھاتا ہے اسے صفر کر دیتا ہے۔ ایسے کافروں کیلئے وہ جہنم ہے جہاں سے انہیں کبھی بھی

Marfat.com

رہائی حاصل نہ ہوگی۔البتہ اگر مرتد اپنی موت سے پہلے سچے دل سے توبہ کرلے اور دوبارہ مسلمان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں۔یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چونکہ ارتداد بذات خود سب سے بڑا فتنہ ہے اس لئے اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

339- حقیقی کامیاب لوگ:-

آیۃ مبارکہ 218 میں ہجرت اور جہاد کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ اس میں ان عظیم اور خوش قسمت لوگوں کا ذکر ہے جو کفر اور فتنہ کے خلاف جہاد کرتے ہیں، اگر انہیں اپنے ایمان کے تحفظ کے لئے گھربار وطن سب کچھ بھی چھوڑنا پڑے تو بے دریغ چھوڑ دیتے ہیں، دین کے راستہ میں جیسی بھی آزمائشیں اور مصائب آئیں یہ دل نہیں ہارتے،ایسے بہادروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت اور اپنی رضا کی خوشخبری ہے۔وہ انہیں کبھی بھی مایوس نہیں کرے گا،ان کی تمام چھوٹی موٹی غلطیاں معاف ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لے گی۔یہی حقیقی کامیابی ہے۔

340-اسلامی معاشرہ کی خصوصیات:-

اگلی آیۃ کریمہ میں اسلامی معاشرہ کے کچھ بنیادی خصائل کا ذکر کیا گیا ہے،جن میں اولین یہ ہے کہ وہ معاشرہ شراب اور جواء سے پاک ہوتا ہے اور یہ کہ اس کے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہوتے ہیں اور خاص طور پر یتامیٰ کا خیال کرنے والے ہوتے ہیں۔ان آیات کا انداز سوال و جواب کا ہے تا کہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ	**219-** اے نبی ﷺ آپ سے خمر اور میسر کے متعلق سوال کرتے ہیں،
قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ	آپ فرما دیجئے، ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے،
وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۙ	اور ان میں لوگوں کے لئے کچھ فوائد بھی ہیں۔
وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ	(لیکن) انکا گناہ انکے نفع کی نسبت بہت زیادہ ہے۔
وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ	اور (اے حبیب ﷺ) یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟
قُلِ الْعَفْوَ ؕ	
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ	

لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

آپ فرما دیجئے،
جو کچھ بھی تمہاری ضروریات سے زیادہ ہو۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لئے
اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تا کہ تم غور وفکر کرتے رہو۔

فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ
وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ
قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ
وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

220- دنیا اور آخرت میں۔
اور وہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں
یتیموں کے بارے میں،
آپ فرما دیجئے ان کی اصلاح کے کام نیکی ہیں۔
اور اگر تم انہیں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔
اللہ تعالیٰ خوب پہچانتا ہے مفسد کو مصلح سے،
اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا،
بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا حکمت والا ہے۔

341- خمر اور میسر گناہ کے کام ہیں:-

دنیا کے اکثر معاشروں میں خمر اور میسر کی بیماری چلی آ رہی ہے۔ قطع نظر ان کی ہیئت، خمر کی تعریف میں تمام نشہ آور چیزیں اپنی مائع گیس یا ٹھوس سبھی حالتوں میں شامل ہیں۔ میسر کے زمرے میں اور وہ تمام کھیلیں اور کاروبار شامل ہیں جن میں نفع نقصان کی بنیاد چانس (Chance) پر رکھی گئی ہو، اسلام میں یہ دونوں حرام ہیں۔

جو لوگ ان برائیوں میں مبتلا ہیں وہ ان کی تعریفوں میں رطب اللسان ہوتے ہیں، لیکن مخالفین کو ان کے نقصانات ہی نظر آتے ہیں۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آیۃ کریمہ 219 میں نہایت خوبصورت طریقہ سے فرمایا ہے۔ **قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا**۔ کہ ''ان دونوں میں ضرور کچھ فوائد ہیں لیکن نقصانات بہت زیادہ ہیں۔'' مثلاً عارضی طور پر جوا اور شراب سے سرور وکیف ملتا ہے۔ کچھ لوگوں کے کاروبار اور روزگار کا بھی ذریعہ ہیں اور خمری اشیاء بعض دوائیوں میں بھی استعمال ہوتی ہیں، لیکن ان فوائد کے مقابلہ میں ان کے روحانی، جسمانی اور معاشرتی نقصانات کا شمار کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب معاشرہ کے

Marfat.com

کینسر ہیں اور جرائم کی ماں ہیں اور نتیجہ بالا آخر تباہی ہے۔ لہٰذا ہر عقلمند اور دور اندیش آدمی اور مہذب معاشرہ کا فرض ہے کہ وہ خمری اشیاء کے استعمال اور میسر کی بنا پر کاروبار اور کھیلوں سے بچیں۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان حدود کو توڑنے والوں پر حد جاری کرے۔

342- شراب یعنی خمر کیا ہے؟:-

آیتہ مبارکہ 219 میں لفظ خمر استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ اکثر شراب سے کیا گیا ہے۔ لیکن خمر کے اصل معنی ڈھانپ دینا ہے۔ چنانچہ ہر وہ چیز جو انسانی دماغ پر حاوی ہو جاتی ہے وہ خمر یعنی شراب ہے۔ اس تعریف کے مطابق ہر نشہ آور چیز خواہ وہ ٹھوس ہو یا مائع یا گیس سب ہی خمر کی مختلف اقسام ہیں اور ممنوع ہیں۔ چنانچہ نشہ آور گولیاں افیون۔ حشیش، ہیروئن وغیرہ اگر بغرض نشہ لی جاتی ہیں تو یہ بھی ویسے ہی حرام ہونگی جیسے الکوحل ہے۔

343- میسر یعنی جواء کیا ہے؟:-

لفظ میسر سے جوا کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ دراصل اس لفظ میں تمام وہ کاروبار آ جاتے ہے جس میں سٹہ ہو۔ یہ لفظ یسر سے ماخذ ہے جس کا معنی آسان ہے۔ جواء میں بھی بغیر کسی محنت کے فائدہ حاصل کرنے کی خواہش کار فرما ہوتی ہے اور نتائج کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے ہر وہ کاروبار جس میں سٹہ بازی کا پہلو غالب ہے وہ میسر کی تعریف میں آ جاتا ہے، چنانچہ ہر قسم کی لاٹری، چانس (Chance) پر مبنی نفع ونقصان والے کاروبار اور کھیل اور شرط بھی جواء ہی کی مختلف اقسام ہیں اس لئے حرام ہیں۔ اسی ضمن میں ایسی کمائی جس میں محنت کا دخل نہ ہو وہ بھی مشکوک ہے۔

344- کیا خرچ کیا جائے؟:-

آیتہ مبارکہ 219 میں ایک اور سوال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کے متعلق ہے فرمایا..... **يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۖ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۗ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ** یہی سوال آیتہ مبارکہ 215 میں بھی کیا گیا تھا لیکن وہاں سوال کا ڈائرکٹ جواب نہیں دیا گیا بلکہ اس بات کو سمجھایا گیا تھا کہ کہاں خرچ کیا جائے، یہاں اس سوال کا براہ راست جواب دیا گیا ہے جو نہایت قابل غور ہے۔ فرمایا..... **قُلِ الْعَفْوَ** یعنی "جو کچھ بھی تمہاری ضروریات سے زائد ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہی ہمارا رب یعنی پروردگار ہے اور ہر جاندار کی زندگی کے لئے جتنے لوازم ہیں ان کا بہم پہنچانا اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے لیکن رزق کی تقسیم کے لئے وہ

Marfat.com

انسان کو بطور سبب کے استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ اگر اس نے کسی کو اس کی ضروریات سے زیادہ رزق دیا ہے تو وہ اسکا نہیں بلکہ دوسروں کے لئے ہے۔ لہٰذا اگر وہ خود ہی سب کچھ ہضم کر جاتا ہے تو بد دیانتی کا مرتکب ہوتا ہے۔

345- ضرورت اور العفو:-

آیۃ مبارکہ 219 "ضرورت سے زائد خرچ کرو" ایک حتمی قانون ہے لیکن ضرورت کیا ہے اور ضرورت سے زائد کیا ہے؟ کیسے خرچ کیا جائے؟ اور کیا خرچ کرنا ہے؟ ایسے بہت سے سوالوں کے جواب قرآن حکیم میں اصولی طور پر سمجھا دیئے گئے ہیں لیکن ان کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے انسان کے اپنے غور و فکر پر چھوڑ دی ہے جس کی طرف آیہ مبارک کے آخر میں فرما دیا گیا ہے **لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ** اور اگلی آیت 220 کے آغاز میں بتایا گیا ہے کہ اس غور و فکر کے وقت دنیا و آخرت دونوں کو سامنے رکھو اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی تعلیمات اور مثالوں کی روشنی میں اپنے لئے فیصلہ کرو۔ جہاں تک ضرورت کا تعلق ہے رسول ﷺ نے اپنی ضرورتوں کو کم سے کم کرنے کی ہدایت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر فضول خرچی سے منع فرمایا ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ ''ہم کیا خرچ کریں؟'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ''جو کچھ بھی تمہاری ضرورت سے زائد ہے'' سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی چیز کی لوگوں کو ضرورت ہو اور آپ نے اسے زیادہ نفع کے لالچ میں روکا ہوا تو وہ بھی حرام ہوگئی۔ اسی آیہ مبارک میں ساہوکاری کے نظام کیخلاف بھی استدلال موجود ہے۔ خرچ کے برعکس بخل ہے اسلام میں بخل کی سخت مذمت ہے۔ اسکے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں صدقات کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا ''اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے اور سود کو مٹاتا ہے'' لہٰذا اگر ہم اس پر یقین کریں اور اپنی ضرورت سے زائد اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں گے تو رزق بڑھنا شروع ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت اترنے لگے گی اس برکت کے نتیجہ میں آدمی بلاوجہ نقصان، غیر ضروری اخراجات مثلاً بیماری، مقدمہ، اولاد کی نافرمانی وغیرہ سے بچا رہے گا، اس کا مال مختلف خطرات سے بھی محفوظ رہے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد حاصل ہوگی (انشاء اللہ)۔

346- یتامیٰ کے حقوق اور ان کی نگہداشت:-

اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے آیہ مبارکہ 220 میں اگلا سوال یتامیٰ کے حقوق کے بارے ہے۔ جواب میں فرمایا گیا **قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ** یعنی یتامیٰ کی اصلاح اور ان کی تعلیم و تربیت کرو تا کہ وہ بھی بڑے ہو کر اچھے مسلمان بنیں۔ یاد رہے کہ اچھے مسلمان کی تعریف میں اچھا شہری، اچھا مجاہد، تعلیم یافتہ ہونا، نیک انسان سب کچھ ہی آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کی تربیت اور اصلاح کے لئے انفرادی اور مجموعی حیثیت سے کوشش کرنا ہر مسلم معاشرہ کے فرائض میں شامل ہے جیسے حج اور عمرۃ، اور ان کی بہتری کے لئے خرچ کرنا ہر صاحب وسائل پر لازم ہے۔

Marfat.com

347- یتیم کے مال کی حفاظت:۔

یہ کہ یتامیٰ کا مال جو ان کے وارثوں نے چھوڑا ہے اسے کیسے خرچ کیا جائے ؛ یہ ایک اہم سوال ہے۔ دراصل یتیم کا مال ایک حساس امانت ہے جس کے خرچ کرنے میں بے حد احتیاط لازم ہے۔ آیۃ مبارکہ 220 سے ظاہر ہے کہ ولی (Gaurdian) اس مال کو صرف اس کی اصلاح، پرورش اور تعلیم و تربیت پر خرچ کرسکتا ہے اپنے لئے نہیں۔ البتہ آیہ مبارک میں یہ تشریح بھی کردی گئی ہے کہ اگر ان کو فائدہ ہو تو نیک نیتی کے ساتھ یتامیٰ کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اکٹھے کھانا پک سکتا ہے، کاروبار میں لگایا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں یتامیٰ کو اپنا بھائی تصور کرنا اور جن شرائط کے تحت اپنے سگے بھائی کا مال استعمال ہوسکتا ہے اسی احتیاط اور اخلاص کے ساتھ ان کا مال خرچ کرنا ہے۔ یہ ایک بڑی رعایت ہے جس کے نتیجہ میں ولی (Guardian) یتامیٰ کو علیحدہ رکھنے اور انکے مال اور اخراجات کا سختی سے علیحدہ حساب کتاب وغیرہ رکھنے سے بچ جاتا ہے۔

آیۃ مبارکہ کے آخر میں ''عزیز حکیم'' کی ترتیب بھی قابل غور ہے۔ عزیز ہے جو نہایت طاقت اور وسائل والا ہے اور حکیم جو بہت ہی دانائی عقل و دانش والا ہو۔ ایک ہی ہستی میں دونوں خوبیوں کا اکٹھا ہونا حاکمیت کیلئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے رنگ میں پیدا کیا ہے اسلئے مسلمان کو چاہیئے کہ وہ دنیا میں اللہ کی صفات کا مظہر ہو۔ خصوصاً اولی الامر میں ان صفات کا بدرجہ اولیٰ ہونا ضروری ہے۔

348- عورتوں کے حقوق:۔

یتامیٰ کے حقوق واضح کرنے کے بعد اگلی آیات کریمہ عورتوں کے مسائل کے متعلق ہیں جس میں اہم ترین مسئلہ شادی نکاح کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کی بقا کے لئے عورت اور مرد دونوں کے لئے اس سے اہم اور کوئی مسئلہ نہیں۔ فرمایا......

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ	221- اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو،
وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ	حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔
وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ	اور یقیناً ایک مسلمان کنیز، آزاد مشرک
وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ	عورت سے بہتر ہے
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ	اگرچہ وہ تمہیں پسند ہی کیوں نہ ہو۔
خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ	اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو،

Marfat.com

أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ○

حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں، اور یقیناً مومن غلام بہتر ہے، آزاد مشرک سے، اگر چہ وہ تمہیں پسند ہی کیوں نہ ہو۔ وہ تمہیں دوزخ کی طرف بلاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور اپنے حکم سے تمہیں مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ اور اپنی آیات لوگوں کے لئے واضح کرتا ہے، تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

349- شادی کے لئے اولین ترجیح:-

آیتہ مبارکہ 221 میں یہ اصول دیا گیا کہ نکاح کے لئے اولین ترجیح ایمان کو حاصل ہے فرمایا...وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان مرد کے لئے مشرکہ عورت اور مسلمان عورت کے لئے مشرک مرد سے نکاح کرنا حرام ہے اگر چہ وہ ایک دوسرے کی پسند ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ شادی کے وقت نفس کے سامنے محبت، خوبصورتی، دولت، معاشرتی مقام اور دیگر دنیاوی فوائد اہم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں آخرت کے لئے یہ سب بے وقعت اسباب ہیں۔ لہٰذا اگر صرف دنیاوی فوائد کے لئے شادی کی گئی تو جو خطرہ لاحق ہے وہ اتنا شدید ہے جس کے سامنے یہ فوائد بے حقیقت ہو جائیں گے اور بعد میں ان کا تدارک انتہائی مشکل امر ہوگا۔ جیون ساتھی میں سے اگر ایک مشرک ہے تو دوسرا مومن ہونے کے باوجود بھی شرک کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکے گا۔ لہٰذا نکاح کے لئے مرد اور عورت دونوں پر لازم ہے کہ وہ ایمان کی دولت کو ظاہری حسن اور دنیاوی دولت پر ترجیح دیں۔

آیتہ مبارکہ 221 کا فرمان وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ۔ کہ "اگر چہ وہ تمہیں پسند ہی کیوں نہ ہوں" سے پسند کی شادی کی اجازت معلوم ہوتی ہے لیکن غیر مشرکین کے ساتھ پسند کی شادی بھی حرام ہے۔

350- مشرک اہل کتاب سے شادی:-

جہاں تک یہ سوال کہ مشرک کون ہے، ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ کوئی اور عقیدہ رکھتا ہے مشرک ہے۔ چنانچہ بت

Marfat.com

پرست ہندو، تثلیث کو ماننے والے نصاریٰ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر فطرت (Nature) کو ماننے والے دہریئے سب ہی مشرک ہیں۔ان سے شادی اسی صورت میں جائز ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔بعض حضرات آج کل یورپین اور امریکن لڑکیوں سے اہل کتاب کے ناطے شادی کرلیتے ہیں حالانکہ ان میں اکثر مشرک یا بے دین ہوتی ہیں۔ایسے لوگ محض اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں۔شادی کی شرط اسلام اور بس اسلام ہے۔ورنہ مشرک ساتھی اپنے ساتھی کو بھی دوزخ میں لے جائے گا۔اسی طرح اگر مسلمان لڑکیاں کسی غیر مسلم سے شادی کرتی ہیں تو یہ ہرگز نکاح نہیں ہوگا اور وہ گنہگار رہوں گی۔

آیۃ مبارکہ 221 کے آخیر میں اللہ تعالیٰ کی انسان کے لئے محبت اور مہربانی عروج پر نظر آتی ہے۔مالک کون و مکاں خود انسان کو جنت اور اپنی مغفرت کی دعوت دیتا ہے۔فرمایا **اُولٰٓئِكَ یَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ یَدۡعُوۡٓا اِلَى الۡجَنَّةِ وَالۡمَغۡفِرَةِ بِاِذۡنِهٖ** "وہ (مشرک) تمہیں دوزخ کی دعوت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے" سبحان اللہ۔ یہ قدردانی...... افسوس انسان کی بے قدری پر کہ خالق کائنات کی دعوت کو رد کرکے دنیاوی خداؤں کی دعوت کو مانتا ہے اور شیطان کی بات کو سنتا ہے۔کاش کہ ہم صراط مستقیم پر چل کر جہنم سے بچ جائیں جس سے نکلنے کا کوئی بھی راستہ نہیں ہوگا۔(استغفر اللہ)۔

اگلی آیات مبارکہ بھی خاندانی مسائل ہی کے متعلق ہیں۔مردوں کو عورتوں کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط روایات اور خیالات سے متنبہ کیا گیا ہے اور احترام کی ہدایت کی گئی ہے۔ فرمایا......

وَیَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡمَحِیۡضِ ؕ قُلۡ هُوَ اَذًى ۙ فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الۡمَحِیۡضِ ۙ وَلَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰى یَطۡهُرۡنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرۡنَ فَاۡتُوۡهُنَّ مِنۡ حَیۡثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِیۡنَ ○	222- اور وہ آپ ﷺ سے حیض والی عورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے فرمادیں کہ یہ ایک ناگوار حالت ہے، پس تم حیض کی حالت میں ان سے کنارہ کشی اختیار کرو، اور ان سے قربت کے تعلقات نہ رکھو، حتیٰ کہ وہ پاک ہوجائیں پھر ان کے پاس جاؤ۔ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ (یعنی فطرت کے مطابق) یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے، اور محبت رکھتے ہیں پاک وصاف رہنے والوں سے۔

Marfat.com

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

223- تمہاری عورتیں تمہارے لئے مانند کھیتیوں کے ہیں،
پس تم اپنی کھیتیوں میں آؤ جیسے چاہو،
اور اپنے نفوس کیلئے (بھلائی کی) منصوبہ بندی کرو۔
اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔
اور خوب جان لو کہ تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو،
اور آپ مومنین کو خوشخبری دیں۔

351- حیض ایک ناگوار حالت ہے ...... سائنسی وجوہ:-

موجودہ سائنسی دریافتوں کے مطابق حیض بگڑا ہوا خون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کے تقاضوں کے مطابق ہر ماہ بچہ دانی میں کچھ خون پیدا ہوتا ہے جس کا مقصد متوقع مہمان کی خوراک کا انتظام ہے۔ اگر حمل ٹھہر جاتا ہے تو اس کے کام آتا ہے اور بچہ کو ضروری نشوونما کا سامان مہیا کرتا ہے لیکن اگر بچہ کا وجود نہیں تو پھر کچھ دنوں بعد جسم اس کو ضائع کر دیتا ہے۔ جب جسم اس خون کو باہر نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ مخالف سمت سے کوئی بیرونی چیز بھی جائے چنانچہ قدرتی طور پر عورت میں ان دنوں سیکس (Sex) سے رغبت ختم ہو جاتی ہے اور اگر خاوند اس سے یہ تعلقات قائم کرتا ہے تو یہ اس کی طبیعت پر ناگوار ہوگا۔ چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ نے عورت کے احترام و اکرام میں ماہواری کے دوران قربت کے تعلقات سے منع فرما دیا لیکن اس ممانعت میں صرف عورت کا ہی نہیں بلکہ مرد کا بھی یکساں فائدہ ہے۔ جدید سائنس نے معلوم کیا ہے کہ خون ہر چیز سے زیادہ جراثیم اور بیکٹیریا پکڑنے والی چیز ہے، جو اپنی گزرگاہ سے گندگیاں اکٹھی کرتا جاتا ہے اور یوں ایک پلید مضر صحت مرکب بن جاتا ہے۔ چنانچہ جب یہ مواد آدمی کے اعضا کے ساتھ ملے گا تو کئی ایک بیماریوں کا باعث بن سکتا ہے سبحان اللہ کہ آج کل میڈیکل سائنس قرآن حکیم کی آیۃ مبارکہ 222 کے اس حکم کی سب سے بڑی خود تائید کنندہ ہے۔

352- دوران ماہواری بیویوں سے تعلق:-

سبحان اللہ کہ ہم جن حلال باتوں کو کرنے سے شرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کھول کر بتا دیتا ہے تا کہ انسانی زندگی کے پردے میں جو چھپے گوشے ہیں ان کے لئے بھی ہدایت مل جائے۔ انہی مسائل میں ایک مسئلہ دوران ماہواری بیویوں سے تعلقات کا ہے۔ اس مسئلہ پر یہودی مذہب کے احکام بڑے سخت ہیں، بچاری عورت خواہ وہ ماں ہو یا بیٹی، بہن ہو یا بیوی دوران ماہواری اسے گھر والوں سے الگ

Marfat.com

تھلگ رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔اس کے برعکس عیسائی مذہب کے نزدیک ان حالات میں بیویوں سے قربت کے تعلقات کو معمول سے بھی بہتر سمجھا جاتا ہے۔صحیح صورت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.... **هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِيْضِ۔ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔** "حیض عورت کے لئے ایک ناگوار حالت ہے پس تم ماہواری کے دوران ان سے قربت کے تعلقات نہ رکھو، حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں"۔

353- حیض کے بعد پاک ہونا:-

شریعت کے مطابق ماہواری کے خاتمہ پر بیوی کے لئے غسل کرنا لازم ہے تاکہ وہ دوبارہ مطہر یعنی پاک صاف ہو جائے۔دوران ماہواری اللہ تعالیٰ نے اسے نمازوں اور روزے کی جو چھوٹ دی تھی اب وہ رعایت ختم ہو جاتی ہے اور معمول کے مطابق تمام عبادات اس پر فرض ہو جاتی ہیں۔یہ رب الرحیم کا عورت پر ایک خاص احسان ہے کہ ماہواری کے دوران چھوڑی گئی نمازوں کی قضا نہیں ہے ہاں البتہ روزے کی قضا واجب ہے۔یہ خواتین کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص انعام ہے اگرچہ اس دوران نمازیں نہیں پڑھی گئیں تھیں لیکن ثواب مقبول نمازوں کے مطابق مل گیا۔بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔

354- اللہ تعالیٰ پاک صاف لوگوں کو پسند کرتا ہے:-

آیۃ مبارکہ 222 میں اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا نسخہ بھی عطا کر دیا گیا ہے فرمایا.... **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ** یعنی وہ لوگ جو توبہ کرتے رہتے ہیں اور صاف ستھرے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔یہ ایک عمومی حکم ہے لیکن مرد عورت کے خصوصی تعلقات کے ضمن میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جب بیوی پاک ہو جائے تو فطرت کے مطابق اپنے تعلقات استوار کریں، اگر محبت سے مغلوب ہو کر دوران ماہواری کوئی غلطی کر بیٹھے تھے تو فوری توبہ کر لیں بے شک اللہ تعالیٰ نہ صرف معاف کرتا ہے بلکہ توبہ کرنے والوں سے وہ پیار بھی کرتا ہے۔شکر الحمد اللہ، کہ ہمارے رب نے ہر طریقہ سے ہماری قدر افزائی کی ہے۔صفائی آموں کے آم، گٹھلیوں کے دام والی بات کے مصداق ہے۔جو میڈیکل فوائد ہیں وہ اپنی جگہ لیکن اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کامل جانا کمال کا انعام ہے۔حضور ﷺ سے روایت ہے کہ صاف ستھرے ماحول میں اللہ کی رحمتیں اترتی ہیں۔

آیۃ مبارکہ **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ** سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے صاف کپڑے پہننا، نہانا، دھونا، گھر کی صفائی، گلی محلے گاؤں اور شہروں کی صفائی، گندگی سے احتراز ایسے سب کام عبادت میں شامل ہیں۔یاد رہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس سے باقی مخلوقات خود بخود ہی محبت کرنے لگتی ہے۔

اس لئے آپ اگر لوگوں کے محبوب بننا چاہتے ہیں تو آسان نسخہ یہ ہے کہ توبہ اور صفائی سے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جائیں۔اس

کے لئے طہارت کے تمام لوازمات کا خوب خیال رکھیں اور اگر ممکن ہو تو ہر وقت وضو میں رہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ وضو مومن کا اسلحہ ہے، اس سے روحانی اور جسمانی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور شیطان اس سے ڈرتا ہے۔ آیۃ مبارکہ 222 سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ماحول کی پاکیزگی کے لئے کوشش کرنا بھی عبادت ہے۔

355- میاں بیوی کے تعلقات کی مثال :-

آیۃ مبارکہ 223 میں میاں بیوی کے تعلقات کی عظمت، برکت اور تقدس کا ذکر ہے اور اسلام کی فیملی لائف کی تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے۔ فرمایا نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ''تمہاری عورتیں تمہارے لئے مانند کھیتیاں ہیں''۔ یہ گھریلو تعلقات کی رونقوں اور خوبصورتی کے اظہار کے لئے ایک شاندار مثال ہے۔ اس استعارہ کا صحیح ادراک وہی کر سکتے ہیں جو خود کسان ہوں۔ ایک کسان کا اپنی زمین سے پیار مثالی ہوتا ہے اور جس طرح وہ اس پر محنت کرتا ہے وہ بھی دیکھنے کے قابل ہے زمین سے اس کی زندگی کی تکمیل ہوتی ہے اور اس کے مقاصد کو پورا کرنے کا سبب ہوتی ہے۔ زمین کسان سے اپنے پیار کا اظہار اس طرح کرتی ہے کہ وہ اس کے لئے غذا اور سبزیات بلکہ اس کے مویشیوں کے لئے بھی خوراک پیدا کرتی ہے۔ یوں کھیتی اور کسان ایک دوسرے کے لئے زندگی کا سبب ہیں۔ ایسے ہی ایک اچھی بیوی اپنے خاوند کے لئے زندگی ہے، وہ اسے ہر طرح کی خوشیاں، راحت اور سکون کا سامان مہیا کرتی ہے اور دوسری طرف خاوند اپنی بیوی کے لئے سب کچھ ہے۔ جس طرح کسان اپنی زمین کی حفاظت کرتا ہے، اس کے اردگرد باڑ لگاتا ہے، اس میں ہل چلاتا ہے، پانی لگاتا ہے بیج ڈالتا ہے اور مشقت جھیل کر پودوں کی پرورش کرتا ہے، یہی حال ایک اچھے خاوند کا ہے، وہ اپنی بیوی کی قدر کرتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کے لئے رزق کے وسائل پیدا کرتا ہے اور اس کے بچوں کے لئے ہر طرح کی مشقت جھیل کر پرورش کا انتظام کرتا ہے اور یوں وہ گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ (نوٹ۔ بعض لوگ آیۃ مبارک ۲۲۳ سے میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات غیر معروف طریقوں سے کرنے کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ یہ اسلام کی روح کے سراسر خلاف ہے۔)

356- اولاد کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری:-

میاں بیوی دونوں مل کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو قائم رکھنے کا مقدس فریضہ ادا کرتے ہیں۔ قدرت کے نزدیک ان کے تعلقات اور فطری محبت کی بنا یہی ہے اس لئے آیۃ مبارکہ 223 میں حکم ہے وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ یعنی اپنے لئے اور اپنے خاندان کی بہتری کے لئے منصوبہ بندی کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ باہمی تعلقات کو اس طرح نبھاؤ کہ آئندہ نسلیں قابل قدر مسلمان ہوں اور ان میں بہترین انسان کی ساری خوبیاں ہونی چاہئیں۔ حضور ﷺ سے روایت ہے کہ اچھی اولاد ماں باپ کے لئے بہترین صدقہ ہے، اور پیچھے چھوڑے گئے اعمال میں سے بہترین ترکہ ہے۔

آیۃ مبارکہ 223 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان.......... وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ یاد دہانی کراتا

Marfat.com

ہے کہ موت کے بعد یقیناً ہم اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں اور وہاں میاں بیوی کے باہمی تعلقات، حقوق فرائض اور اولاد کی تعلیم و تربیت اور پرورش کے متعلق ضرور سوال ہوں گے۔ مومنین کے لئے تو وہ وقت خوشخبری کا ہے کہ انہوں نے دنیا میں اپنے فرائض پورے کیے اور اب وہ اپنے انعامات وصول کریں گے، لیکن افسوس ان پر جنہوں نے آپس کے مقدس رشتوں کو پامال کیا ان کیلئے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سوائے ذلت اور ہمیشہ کی بے چارگی کے اور کچھ نہیں۔

357- انسانی کردار کی کمزوری:-

اگلی آیۃ کریمہ 224 میں معاشرتی کمزوریوں کے متعلق مزید ہدایات دی گئی ہیں۔ ان کا تعلق قسموں سے ہے۔ قسم آدمی جذبات کی شدت یا اپنی بات کو معتبر بنانے کے لئے یا دوسرے پر اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے کھاتا ہے لیکن اسکا اثر الٹا ہوتا ہے۔ زیادہ قسمیں کھانے والے آدمی کا اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ خاص طور پر یہ میاں بیوی کے باہمی تعلقات اور معاشرہ کے لئے خطرناک نتائج کی حامل ہوتی ہیں۔ فرمایا......

وَلَا تَجۡعَلُوا اللّٰهَ عُرۡضَةً
لِّاَيۡمَانِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡا
وَتَتَّقُوۡا وَتُصۡلِحُوۡا بَيۡنَ النَّاسِ ؕ
وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ○

224- اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کو بہانہ اپنی قسموں سے
کہ نہ کرو گے تم نیکی، اور ڈرو اللہ سے اور کراؤ
لوگوں کے درمیاں صلح۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ
سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ
بِاللَّغۡوِ فِىۡۤ اَيۡمَانِكُمۡ
وَلٰكِنۡ يُّؤَاخِذُكُمۡ بِمَا كَسَبَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ○

225- اللہ تعالیٰ تمہارا مواخذہ نہیں کرتا بے ارادہ قسموں پر،
البتہ مواخذہ کرے گا ضرور اس پر
جو تمہارے دل دماغ نے کمایا۔
اور اللہ تعالیٰ انتہائی معاف کرنے والا، حلم والا ہے۔

لِلَّذِيۡنَ يُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآٮِٕهِمۡ
تَرَبُّصُ اَرۡبَعَةِ اَشۡهُرٍ ۚ

226- ان لوگوں کیلئے جو اپنی عورتوں سے تعلق
نہ رکھنے کی قسم کھاتے ہیں

Marfat.com

فَاِنْ فَآءُوْ
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

چار ماہ کی مہلت ہے۔
پس اگر اس (مدت) میں درستگی ہو جائے،
تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ
فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

227- اور اگر وہ طلاق کا پکا ارادہ کر چکے ہیں،
تو اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

358- اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم کھانا:-

آیۃ مبارکہ 224 واضح کرتی ہے کہ خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم کھانا بہت بری بات ہے۔ فرمایا... **وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ**۔ لیکن پھر بھی کچھ لوگ جھوٹی سچی عادتاً قسمیں کھاتے رہتے ہیں۔ اللہ کی قسم، رب کی قسم، خدا کی قسم وغیرہ وغیرہ۔ عرب لوگ واللہ، واللہ، بات بات پر کہتے ہیں۔ اس طرح کی غیر سنجیدہ قسمیں کھانا نہایت نامناسب ہے۔ خصوصاً اگر ان میں جھوٹ کی آمیزش بھی ہو تو قطعاً حرام ہیں۔ بعض اوقات لوگ اس طرح کی قسم کھا لیتے ہیں "اللہ کی قسم، میں تمہیں کچھ نہیں دونگا۔ "اللہ کی قسم میں تم سے قطع تعلقات کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں تم سے صلح نہیں کروں گا "۔ خاوند نے بیوی سے کہا "خدا کی قسم میں تم سے نہیں بولوں گا" وغیرہ یہ سب گناہ کا باعث ہیں۔ بعض دفعہ لوگ اپنی نیکی تقویٰ اور معصومیت ثابت کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کا غلط استعمال ہے آیۃ مبارکہ 225 میں ایسی لغو اور فضول قسموں سے اظہار ناپسندیدگی کیا گیا ہے۔ یہ ایک قبیح عادت ہے جسے بچپن ہی سے روکنا چاہیے۔

بعض اوقات کوئی آدمی نیکی کے کام سے رک جانے کی قسم کھا لیتا ہے یہ بھی منع ہے مثلاً حضرت ابو بکر صدیق ؓ ایک شخص کی مدد کیا کرتے تھے لیکن وہی شخص حضرت عائشہ صدیقہ ؓ پر تہمت کے الزام میں بھی پیش پیش تھا، چنانچہ جناب صدیق ؓ نے کہا ''اللہ کی قسم میں اس شخص کو کچھ نہیں دونگا''۔ لیکن اس آیہ مبارک کے اترنے کے بعد صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور حسب عادت اسکی امداد بحال کر دی۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ
بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ
وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ

228- اور مطلقہ عورتیں روکیں اپنے آپ کو،
تین ماہواری پاک ہونے تک۔ اور ان کے لئے حلال نہیں
کہ چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے،

Marfat.com

اَنۡ یَّکۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ فِیۡۤ اَرۡحَامِہِنَّ	اگر وہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر
اِنۡ کُنَّ یُؤۡمِنَّ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ	واقعی ایمان رکھتی ہیں۔
وَ بُعُوۡلَتُہُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّہِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ اِنۡ	اوران کے شوہروں کا زیادہ حق ہے،
اَرَادُوۡۤا اِصۡلَاحًا ؕ	کہ وہ اس مدت میں ان کی طرف لوٹ جائیں،
وَ لَہُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡہِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۪	اگر وہ واقعی اصلاح کے خواہش مند ہوں۔
وَ لِلرِّجَالِ عَلَیۡہِنَّ دَرَجَۃٌ ؕ	اور عورتوں کے لئے بھی ایسے ہی حقوق ہیں،
وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۲۲۸﴾	جیسے ان کی طرف سے (مردوں کے لئے) ہیں،
	اعلیٰ تہذیبی قدروں کے مطابق، البتہ مردوں کو ان پر
	ایک درجہ (فضیلت) ہے، اور اللہ تعالیٰ زبردست
	قوت والا غالب حکمت والا ہے۔

359-غلط قسم کھانے کا کفارہ:-

آیۃ مبارکہ 225 سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر واقعی دل سے قسم کھائی جائے اور پھر اس کو پورا نہ کیا جائے، یا قسم کسی غلط بات پر کھائی ہو جیسے میاں کہے "خدا کی قسم میں تم سے علیحدگی اختیار کرلوں گا"۔ ایسی قسموں پر پکڑ ہوگی۔ اس لئے چاہیے کہ فوری طور پر ان کا کفارہ ادا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے۔ بے شک وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا حلم والا اور بردبار ہے۔ قسم کا کفارہ حسب استطاعت صدقہ کرنا ہے یا روزہ رکھنا ہے۔

360-عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم:-

آیۃ مبارکہ 226 میں میاں بیوی کے درمیان تعلقات توڑنے والی لغو قسموں کا خاص طور پر ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر چار ماہ کے عرصہ میں خاوند اپنی قسم سے توبہ نہیں کرتا اور بیوی کی طرف رجوع نہیں کرتا تو خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔ چار ماہ کی مہلت ایک بہت بڑی رعایت ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اس عرصہ میں میاں بیوی کو سوچنے سمجھنے کا موقع مل جائے اور عزیز و اقارب معاملات کی درستگی کی کوشش کرلیں لیکن اگر خاوند پھر بھی اپنے ارادہ سے باز نہیں آتا اور بیوی کو لوٹانے کے لئے تیار نہیں ہوتا تو پھر اس کا رجوع کرنے کا حق زائل ہو جاتا ہے اور طلاق دائمی واقع ہو جاتی ہے۔ (اس صورت میں نکاح جدید سے دوبارہ رکھ سکتا ہے حلالہ کی

ضرورت نہیں۔مفتی محمد اسماعیل طورو)

361- ناپسندیدہ ترین شرعی اجازت:-

آیتہ مبارکہ 225 کے آخر میں ایک دفعہ پھر یہ یاددہانی کرائی گئی ہے کہ ''دل سے کھائی گئی قسموں پر ضرور مواخذہ ہوگا'' ان میں سب سے حساس معاملہ بیوی کو طلاق والی قسموں کا ہے۔اسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے لیکن شرعی کاموں میں سے یہ ناپسندیدہ ترین کام (Necessary evil) ہے۔اس لئے مرد پر ضروری ہے کہ وہ خوب سوچے کہ ایسی قسم کھا کر وہ کہیں ظلم نہ کر بیٹھے۔اگر ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ عورت کی فریاد سننے والا اور تمہارے دل کی بات کو جاننے والا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاوند طلاق کی اصل وجوہ کو چھپاتا ہے اور بیوی پر جھوٹے الزامات لگاتا ہے، آیتہ مبارکہ 227 میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے، لہٰذا قیامت کے دن اس جھوٹ اور تہمت کی ضرور باز پرس ہوگی جو اس نے اپنی بیوی پر لگائی ہوگی۔اگر یہی بات بیوی نے خاوند کے لئے کی ہے تو یقیناً اس کا بھی سخت مواخذہ ہوگا۔اسلام میں جھوٹی تہمت لگانا اور کسی کو خواہ مخواہ بدنام کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور مومن کی شان سے بعید بات ہے۔

362- دلوں کی کمائی پر پکڑ:-

آیتہ مبارکہ 225 میں یہ ارشاد کہ "وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ "وہ تمہیں پکڑے گا اس کی نسبت سے جو تمہارے دلوں نے کمایا'' نہایت قابل غور اور قابل نصیحت بات ہے۔سوچنے کی بات ہے کہ دلوں کی کمائی میں کیا کیا شامل ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری سوچ ہمارے دلوں کی کمائی ہے جسکا تعلق ارادہ اور نیت سے ہے اس لئے انسان کی پکڑ اس کے ارادہ اور نیت پر بھی ہوسکتی ہے۔اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری سوچوں کا بھی ریکارڈ رکھ رہا ہے جسکا حساب ہوگا۔لہٰذا ضروری ہے کہ اپنے دلوں کو کینہ، نفرت، حسد، شرکی تدابیر اور برے خیالات سے پاک رکھا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ دلوں کی طہارت بیرونی جسم کی طہارت سے بھی زیادہ ضروری ہے اور دل کی صفائی میاں بیوی کے درمیان تو بہت ہی اہم بات ہے۔اگلی آیت کریمہ بھی انہی خاندانی مسائل کو مزید سمجھانے کے لئے ہیں جن کا ذکر 226 اور 227 میں ہو چکا ہے۔

363- طلاق کے بعد صلح:-

جیسا کہ پہلے بھی ہم کہہ چکے ہیں کہ اسلام نے طلاق کو مباح لیکن حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ قابل نفرت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ خاندان آباد رہیں لہٰذا طلاق سے بچنے کے لئے میاں بیوی کو پورا پورا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ کسی طرح دوبارہ رجوع کرلیں۔اس سلسلہ میں سب سے بہترین علاج وقت ہے۔اس لئے طلاق جیسے نازک مسائل کا فیصلہ کرنے میں جلدی کرنا

Marfat.com

گناہ ہے اور صبر سے کام لینا سب سے بہتر ثواب کا کام ہے۔ اگر خاوند طلاق دے بھی دیتا ہے تو طلاق فوراً وارد نہیں ہوتی بلکہ تین ماہواری تک انتظار کرنا لازمی ہے۔ عورتوں سے کہا گیا ہے کہ اس مدت میں کسی دوسرے مرد سے شادی تو کیا اس کا اظہار تک بھی نہ کریں، اب بھی پہلے خاوند کا زیادہ حق ہے کہ وہ رجوع کرلے اور صلح صفائی کے بعد دوبارہ گھر بس جائے۔ لیکن اسلام میں خاوند عورتوں کو زبردستی بھی گھر میں نہیں رکھ سکتا۔ اگر اسے طلاق کا حق تھا تو طلاق کے نوٹس پر عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ رہنا چاہتی ہے یا نہیں، اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا، نہ ہی کسی کو کسی پر زیادتی کی اجازت ہے۔

364- دوران عدت حمل کا اظہار:-

آیۃ مبارکہ 228 میں حکم ہے کہ بوقت طلاق عورت اگر حاملہ ہو تو اس بات کو ظاہر کردے۔ ایک تو ایسا کرنا نومولود کی پرورش کیلئے ضروری ہے اور دوسرا اس سے بیوی کے واپس لوٹنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور تیسرا یہ کہ رحم میں موجود بچہ کی ولدیت متعین ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے حقوق کا بھی خیال کرتا ہے جو ابھی پیدا تک نہیں ہوا۔

365-عورت کے حقوق (Women Rights):-

آج کل عورتوں کے حقوق کی بڑی بات ہوتی ہے، بڑے بڑے سیمنار ہوتے ہیں اور قراردادیں پاس کی جاتی ہیں لیکن اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان سب کے پیچھے محرک کچھ ایسے لوگ ہیں جو عورت اور مرد دونوں کا استحصال کر رہے ہیں۔ وہ عورت کو حقوق نہیں دے رہے بلکہ اسے گھر سے نکال کر جاب مارکیٹ (Job Market) میں سستی لیبر (Cheap Labour) کے طور پر لانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کام یورپ، امریکہ اور جاپان میں کر چکے ہیں اور اب ان کی توجہ کا مرکز مسلمان ممالک ہیں تاکہ یہاں کی خاتون سے بھی اسکا گھر، اسکے بچے، اسکا خاوند چھین کر اسے بے سہارا اور بے رحم ہاتھوں میں کھلونا بنا دیا جائے۔ ان کے پراپیگنڈہ کا ہدف وہ اعلیٰ اسلامی شعار ہیں جن سے عورت کو دنیا میں عزت، عفت، حفاظت اور معاشی آزادی ملی ہے۔

انکی پہلے نمبر پر ترجیح عورت کو بے پردہ کرنا ہے، پھر اسے گھر سے نکالنا، جاب مارکیٹ میں لانا، اور پھر اسے بدمعاشوں کے ہاتھوں رسوا کرانا ہے۔ اپنے اس پروگرام میں وہ اسقدر کامیاب ہیں کہ مغربی ممالک بشمول امریکہ 80% عورتیں طلاق پاتی ہیں، 60% کو شادی کئے بغیر مرد اپنے پاس رکھتے ہیں، جب چاہیں بلا کسی قانونی بوجھ کے چھٹکارا حاصل کرلیں، 75% حرامی بچوں کو جنم دیتی ہیں جنکا فراڈی باپ اپنے گناہ کو بیچاری عورت کے پاس چھوڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔ عورت کی یہ قدر بھی اس وقت تک ہے جب تک اسمیں جنسی کشش ہے، بوڑھا ہونے یا بیماری کی صورت میں جب حسن ماند پڑ جاتا ہے تو بیچاری کو چوسی ہوئی گٹھلی کی طرح پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ وہ ظلم ہے جو عورتوں کے حقوق (Women Rights) کے نام پر مغرب میں ہو رہا ہے اور اب مشرق ان کا ٹارگٹ ہے۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ عورت کو اسلام نے جو حقوق دیئے ہیں وہ اسکی فطرت کے مطابق لاثانی ہیں۔ ان میں اولین ترجیح عورت کے لئے ایک پرسکون محفوظ گھر، خاوند کی محبت، بچوں کی عزت اور پیار ہے۔ اسلام نے اسے رزق کمانے کی ذمہ داری سے آزاد رکھا ہے تاکہ وہ نئی نسل کی تربیت پر پوری پوری توجہ دے اور یوں انسانیت بھلائی کی طرف ترقی کرتی جائے۔

اس ضمن میں آیۃ مبارکہ 228 کا یہ فرمان کہ "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ" ''اور اعلیٰ تہذیبی قدروں کے مطابق عورتوں کو بھی ایسے ہی حقوق حاصل ہیں، جیسے ان پر مردوں کی طرف سے ہیں، البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ (فضیلت) حاصل ہے'' عورت اور مرد کے باہمی حقوق اور فرائض کی ضمانت ہے۔ احترام انسانیت کے اعتبار سے جو حقوق مردوں کو حاصل ہیں وہی عورتوں کو بھی ہیں۔ فرمایا "ولقد کرمنا بنی آدم" ''ہم نے بنی آدم کو مکرم و محترم بنایا ہے''۔ اس حکم میں عورت اور مرد کی کوئی تخصیص نہیں، البتہ نظام حیات چلانے کے لئے جب وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں تو پھر مرد کو عورت پر ایک درجہ فضلیت حاصل ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مرد پر معاشی ذمہ داری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں ان کے فیصلے باہمی مشورہ سے طے پانے چاہئیں لیکن نزاع کی صورت میں آخری فیصلہ کا حق مرد کو حاصل ہوگا۔ اگر میاں بیوی اس نکتہ کو سمجھ جائیں تو ان کے درمیان بہت سے نزاعی مسائل حل ہو جائیں گے اور خاندان بچے رہیں گے۔

اسی ضمن میں ایک اور قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو جذبات کی شدت عطا کی ہے تاکہ وہ بچوں کی حفاظت اور تربیت کر سکے اور خاوند کو ایسی محبت دے جو گھر کو جنت نما بنا سکے لیکن عملی زندگی میں جذبات کے منفی اثرات کو کنٹرول کرنے کے لئے اس ذات پاک نے مرد کو ان پر ایک درجہ فضیلت دے دی تاکہ باہمی معاملات میں وہ آخری فیصلہ کا ذمہ دار ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے عورت کو دنیاوی مسائل کا سامنا کرنے سے بھی بچالیا ہے تاکہ وہ اولاد کی تربیت اور گھرداری کے متعلق اپنی حساس ذمہ داریوں کو احسن طریقہ سے پوری کرتی رہے۔ آیہ مبارک کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عزیز الحکیم کا ذکر فرمایا ہے اس سے یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ نظام زندگی کو چلانے کے لئے مرد کو ان دو صفات کے لئے خصوصی طور پر کوشش کرنا چاہئے۔ (عورت کے مزید حقوق اور فرائض کے متعلق تفصیل کے لئے آیات 221 سے 242 کی تشریح دیکھیں)

366- بچے کی پیدائش پر ایک سائنسی نکتہ:-

آیۃ مبارکہ 228 میں ''مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ'' کا جملہ ایک سائنسی حقیقت کا بھی اظہار ہے کہ نئی زندگی کا مقام عورت کا رحم ہے جسے ابتدائے حمل میں سوائے ہونے والی ماں کے، کوئی اور نہیں جانتا۔ آج سے چند صدیاں پہلے تک سائنس بھی اس بات سے نابلد تھی کہ بچہ کہاں پروان چڑھتا ہے اور پیدا ہونے سے پہلے اس کی زندگی کیسی ہے لیکن قرآن حکیم نے اس دریافت سے کئی صدیاں پہلے یہ حقیقت واضح کر دی کہ پیدا ہونے والی زندگی کا مقام رحم مادر ہے۔ اس ضمن میں لفظ ''رحم'' خصوصی اہمیت اور معنی کا حامل ہے۔ اسی

Marfat.com

لفظ سے ماخذ رحمت جیسی اعلیٰ قدر اور اللہ تعالیٰ کے محبوب نام رحمان اور رحیم بھی ہیں، لہٰذا اخلاقی طور پر ''رحم'' کا تقدس عورت اور مرد دونوں کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور پھر یہ بھی کہ رحم، رحمت اور محبت کے جذبات کا منبع ہے۔

مغربی حکماء کے برعکس مسلمان بزرگ ہمیں یہ بھی سکھاتے ہیں کہ بچہ کی سایکالوجی اور اسکے شخصیت کے بناؤ سنگھار میں رحم کے اندر کا وقفہ بہت ہی اہم ہے۔ چاہئے کہ دوران حمل ماں کو مکمل سکون با ہم پہنچایا جائے اور پریشانیوں سے دور رکھا جائے، ماں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے رحم میں پروان چڑھنے والے بچہ کیلئے اچھے اچھے خیالات رکھے۔ اس سلسلہ میں بہترین عمل اس بچہ کو قرآن حکیم کا سنانا ہے۔ ماؤں کو چاہئے کہ دوران حمل وہ قرآن کریم کی خوش الحالی سے تلاوت کریں تا کہ بچہ کی روح اس سے مانوس ہو جائے۔ سرورِ کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا مطالعہ بھی بچہ کی روحانی اور ذہنی نشوونما کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس دوران خاوند پر بھی واجب ہے کہ وہ معمول سے زیادہ کوشش کرے کہ بیوی خوش رہے تا کہ قدرت نے ماں کو جو ذمہ داری عطا کی ہے وہ اس کی طرف بھرپور توجہ کر سکے۔ (For more details please see appendix ix,x,xiii) اس ضمن میں اگلی آیات کریمہ خاندانی مسائل میں طلاق کے تلخ مسئلہ کے حل کی طرف مزید احکام پر مشتمل ہیں۔

الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠	229- طلاق دو بار ہے۔ اس کے بعد یا تو انہیں بھلائی کے
فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۭ	ساتھ روک لینا ہے، یا خوش اسلوبی کے ساتھ ان کا حق انہیں واپس کرنا ہے۔
وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْھُنَّ شَـيْـــًٔا	تم پر یہ حلال نہیں، کہ جو چیز تم انہیں دے چکے ہو اس سے کچھ واپس لو۔
اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ	مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے۔
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْھِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ	پس اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم اللہ کی حدود پر قائم نہیں رہ سکو گے، تو پھر قائم نہیں رہ سکو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ (عورت) اپنا فدیہ (حق مہر) دے کر نجات حاصل کرے۔
تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ	یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں،

Marfat.com

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

ان سے تجاوز نہ کرو۔
اور جس نے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا،
پس وہی ظالم ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا
فَلَا تَحِلُّ لَهٗ
مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ
فَاِنْ طَلَّقَهَا
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ
اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ
اللّٰهِ ؕ
وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ
يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○

230- پھر جب کوئی اپنی عورت کو (آخری) طلاق دے چکا،
پس اس کے بعد وہ عورت اس پر حلال نہیں، حتیٰ کہ وہ
عورت نکاح کرے کسی اور خاوند سے۔ پھر اگر اس نے بھی
طلاق دے دی، تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ رجوع
کر لیں، (بشرطیکہ) دونوں گمان غالب رکھتے ہوں،
کہ (اب وہ) اللہ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔
اور یہ حدود اللہ ہیں جنہیں وہ بیان کرتا ہے،
لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔

367- طلاق دو ہی بار ہے:- (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ)

نکاح مرد اور عورت کے درمیان باہم زندگی گزارنے کا ایک دائمی شرعی معاہدہ کا نام ہے جب کہ طلاق اس معاہدہ کے ختم کرنے کا نام ہے، اس لئے حتی الوسع کوشش ہونی چاہئے کہ طلاق نہ ہو پائے۔ البتہ اشد حالت میں مرد طلاق دے سکتا ہے اور عورت قاضی کی عدالت سے باہمی رضامندی سے نکاح فسخ کروا سکتی ہے جسے شریعت میں خلع کہا گیا ہے۔

آیتہ مبارکہ 229-230 سے یہ تو واضح ہے کہ خاندان کو بچانا فریقین کے لئے لازم ہے لیکن طلاق دے کر واپس لینا بھی بچوں کا کھیل نہیں کہ آدمی بیوی کو بار بار طلاق کی دھمکیاں دیتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ دے دیا کہ طلاق دو ہی بار ہے۔: تیسری دفعہ طلاق کہو گے تو طلاق مغلظ ہو جائے گی، اس لئے میاں بیوی کے تعلقات میں اس لفظ کو کبھی استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سوال کہ، کیا ایک ہی موقع پر تین دفعہ "میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں" کی تکرار سے طلاق دائمی مغلظ واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اسمیں بعض فقہا کا اختلاف ہے لیکن طلاق دینے کا حلال طریقہ یہی ہے کہ یہ عمل تین ماہ میں پورا ہو اور ہر ماہ سوچ سمجھ کر ایک ایک کر کے طلاق دی جائے۔

Marfat.com

368- طلاق کے بعد رجوع:-

چونکہ میاں بیوی کے تعلقات کوئی کھیل کی بات نہیں، اس لئے آیۃ مبارکہ 230 میں یہ حکم ہے کہ جب آخری طلاق ہوگئی تو پھر رجوع ممکن نہیں، تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور پھر وہاں سے بھی بوجوہ طلاق ہو جائے اسکے بعد وہ اپنے پہلے خاوند سے دوبارہ باقاعدہ شادی کرسکتی ہے۔ اسے شریعت میں حلالہ کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں، ان سے کھیلنا نہایت خطرناک ہے۔ کچھ ناعاقبت اندیش اپنی عورت کو غصہ میں آکر تین طلاقیں دے دیتے ہیں بعد میں جب پچھتاتے ہیں تو عورت کسی دوسرے مرد سے طلاق لینے کی نیت سے شادی کرلیتی ہے اور یوں قانونی تقاضہ پورا کرنے کے بعد پہلے مرد سے شادی کرلیتی ہے، یہ شادی جعلسازی کی شادی ہوگی جو سوائے گناہ کے کچھ نہیں اور موجب لعنت ہے (ابوداؤد شریف)۔ آیۃ مبارکہ 229 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان...... **تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ۚ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ** سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی اور اسکی حدود کو توڑنا بہت بڑا گناہ ہے جس کا سخت عذاب ہے۔

369- خلع اور طلاق میں خوش اسلوبی کا حکم:-

آپ نے اوپر کی آیات میں دیکھا ہوگا کہ اللہ تبارک تعالیٰ بار بار تاکید فرماتے ہیں کہ میاں بیوی طلاق خلع اور علیحدگی کے مسائل کو دائرہ تہذیب کے اندر رہتے ہوئے نہایت خوش اسلوبی اور احسان کے ساتھ حل کریں۔ آیۃ مبارکہ 229 میں حکم باری تعالیٰ ہے کہ آخری طلاق کے بعد مرد اور عورت میں ہمیشہ کی جدائی ہو جائے گی، لیکن یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جدائی بھی خوش اسلوبی سے ہو۔ فرمایا... تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ۔ اسکا مطلب یہ ہے طلاق سے پہلے مرد جو تحائف حق مہر اور جہیز بیوی کو دے چکا ہے، واپس لینے کا حق دار نہیں بلکہ پسندیدہ بات یہ ہوگی کہ پچھلی رفاقت کے پیش نظر کچھ مزید بھی دے۔

بہر حال طلاق سے پہلے باہمی صلح صفائی کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے لیکن اگر اکٹھے رہنا ناممکن ہو تو پھر عورت کو بھی علیحدگی کا پورا حق ہے اس حق کو شریعت میں خلع کہا گیا ہے۔ اگر عورت خلع یعنی عدالت میں جا کر مرد سے علیحدگی کا حق لے لیتی ہے تو پھر قانونی طور پر مرد کی طرف سے دیئے گئے تحائف اور حق مہر پر اسکا کوئی حق نہیں رہتا۔ البتہ اس صورت میں بھی اگر حسن سلوک کے تحت مرد انہیں واپس نہ لے تو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ طلاق کے بعد خوش اسلوبی سے علیحدگی اعلیٰ ترین تہذیب کی بات ہے جو اسلام نے دنیا کو سکھائی۔ افسوس کہ آجکل لوگ طلاق کو دشمنی پر لے آتے ہیں۔

اگلی آیات مبارکہ 231-232 میں بھی طلاق ہی کے مسائل کی مزید وضاحت فرمائی گئی ہے۔ فرمایا....

وَ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ
اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ
اَوۡ سَرِّحُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ
وَلَا تُمۡسِكُوۡهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوۡا
وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ
فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ
وَلَا تَتَّخِذُوۡٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا
وَّاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ
وَمَآ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ
مِّنَ الۡكِتٰبِ وَالۡحِكۡمَةِ
يَعِظُكُمۡ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعۡلَمُوۡٓا
اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ○

231- اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو،
پھر وہ اپنی عدت کی مدت کو پہنچ جائیں،
تو انہیں اچھے طریقہ کے ساتھ روک لو،
یا اچھی طرح رخصت کر دو،
اور نہ روکو انہیں نقصان پہنچانے کی نیت سے،
کہ تم ان پر زیادتی کرو۔
اور جو کوئی ایسا کرے گا پس تحقیق
اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔
اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ سمجھو،
اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو،
اور جو اس نے تم پر اتاری ہیں (یعنی) کتاب اور حکمت، وہ اس
سے تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔
اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

وَاِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ اَنۡ يَّنۡكِحۡنَ اَزۡوَاجَهُنَّ
اِذَا تَرَاضَوۡا بَيۡنَهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ
ذٰلِكَ يُوۡعَظُ بِهٖ
مَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ
يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ
ذٰلِكُمۡ اَزۡكٰى لَكُمۡ وَاَطۡهَرُ
وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ○

232- اور جب تم طلاق دے چکو اپنی عورتوں کو،
اور پھر وہ اپنی (عدت) کی مدت کو پہنچ جائیں،
تو تم ان کے آڑے نہ آؤ،
کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں،
جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق راضی ہوں۔
یہ نصیحت کی جاتی ہے تم میں ہر اس شخص کو
جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔
یہ تمہارے لئے بہت ہی پاکیزہ اور نہائت

صاف ستھری بات ہے

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

370- دائمی علیحدگی کے اسلوب:-

اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ میاں بیوی باہمی محبت اور احسان کے ساتھ رہیں لیکن اگر وہ دیکھیں کہ ایسا ناممکن ہے تو پھر علیحدگی بھی نہایت دوستانہ خوش اسلوبی سے ہو۔ فرمایا" فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ "اس لئے دیانیداری اور اخلاص کے ساتھ کوشش کی جائے کہ دونوں رجوع کر جائیں اسی سلسلہ میں اگر باہمی رضامندی ہو جائے تو عدت کی مدت کے آخری دن تک رجوع کرنے کا حق حاصل ہے آیۃ مبارکہ 231 سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے کہ وہ رجوع کر لیں اور اچھی طرح رجوع کریں۔ اس میں معروف طریقوں کے مطابق خوشی وغیرہ کے اظہار کی اجازت ہے لیکن اگر عدت کا آخری دن بھی گزر جائے اور طلاق دائمی واقع ہو جائے تو کیا کرنا چاہیئے؟ آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس صورت میں مرد اپنی بیوی کو احسن طریقہ سے آزاد کر دے، جو اسے دے چکا ہے اسے لے کر جانے دے، بلکہ پرانی قرابت کے پیش نظر مزید تحائف بھی دے اور بہت اچھی طرح الوداع کہے۔

371- رجوع میں نیک نیتی:-

آیۃ مبارکہ 231 میں اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے کہ اگر عورتوں سے رجوع کر لیتے ہو تو نیک نیتی سے کرو یہ نہیں کہ انہیں نقصان پہنچانے کی غرض ہو حکم ہے" وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا" اگر پھر بھی نیت نقصان پہنچانا یا تنگ کرنا ہے تو یہ زیادتی ہے اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنے ہی نفس پر ظلم کرے گا اور دنیا میں بھی اس کا سکھ چین چھین لیا جائے گا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ مظلوم عورت کو اس کے اس ظالم شوہر سے بدلہ دلوائے گا۔ لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے من پسند تاویلیں نکالتے ہیں وہ دراصل آگ سے کھیل رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نیتوں، ارادوں اور اعمال غرض ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس لئے وہ بچ کر کہیں بھی جا نہ سکیں گے۔

372- قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی نعمت:-

آیہ مبارک 231 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان..... وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ایک اچھی گھریلو زندگی اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے بہترین فارمولہ ہے اس کے مطابق ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا، جن میں بیوی بچے اور گھر بھی شامل ہیں شکریہ ادا کرتے رہیں، اور اپنی گھریلو زندگی میں قرآن پاک کو نافذ کریں۔ بے شک اگر انسان اپنی عقل کو قرآن حکیم کے تابع رکھ کر زندگی گزارے گا تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوگا۔

Marfat.com

373- مطلقہ عورت خود مختار ہے:-

آیتہ مبارکہ 232 مطلقہ عورتوں کے حقوق کی ضمانت ہے۔طلاق کے بعد خاوند کو یا کسی اور کو ہرگز اس بات کا اختیار نہیں کہ اس کے معاملات میں ٹانگ اڑائے۔اگر وہ شادی کرنا چاہے تو وہ اسے روکنے کا حق نہیں رکھتے۔اس طرح عدت سے پہلے عورت اگر اپنے پہلے خاوند کے ساتھ رجوع کرنا چاہتی ہے تو عورت کے خاندان یا مرد کے خاندان میں سے کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ انہیں باہم ملنے نہ دیں۔جیسے آیتہ مبارکہ 232 میں فرمایا گیا ہے **وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا** یعنی قرآنی احکام پر عمل کرنے سے معاشرہ ہر طرح کے شر اور گندگی سے پاک ہو جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے قانون ہی بہترین ہیں۔وہی ہمارے نفع ونقصان سے پوری طرح آگاہ ہے۔

374- طلاق کا صحیح طریقہ:-

ابھی تک جو احکامات ہم نے سیکھے ہیں ان سے طلاق کا طریقہ مندرجہ ذیل معلوم ہوتا ہے: (مزید رہنمائی کیلئے اپنی اپنی فقہ سے رجوع کریں)

☆ یہ کہ طلاق رجعی تین ماہواری کے بعد بائن وارد ہو جاتی ہے یعنی طلاق دینے اور اس کے با اثر ہونے میں تقریباً 90 دن کا وقفہ ہے جس میں اگر مرد چاہے تو عورت کی طرف رجوع کر سکتا ہے لیکن زبردستی نہیں کر سکتا۔

☆ ایک دفعہ غصہ یا جذبات میں آکر تاکید کی نیت سے طلاق طلاق خواہ کتنی ہی بار کیوں نہ کہا جائے یہ تکرار ایک ہی طلاق شمار ہوگی۔

☆ اگر وجہ طلاق قائم رہتی ہے اور باوجود کوشش کے میاں بیوی میں صلح نہیں ہوتی تو مرد سوچ سمجھ کر ایک ماہ بعد پھر سے طلاق دے گا۔اب طلاق دوبار ہوگئی۔

☆ دو طلاق کے بعد بھی رجوع کی گنجائش ہے لیکن جب تیسری ماہواری بھی گزر جاتی ہے یعنی پہلی طلاق کو دیئے تین ماہ ہو جاتے ہیں اور اس دوران میاں بیوی رجوع نہیں کرتے تو طلاق خود بخود پکی ہو جائے گی۔اس کے بعد وہ عورت اور مرد ایک دوسرے کے لئے حرام ہو جائیں گے۔

☆ تیسری طلاق کے بعد مطلقہ عورت کسی اور مرد سے شادی کر سکتی ہے اسکے بعد اگر دوسرا شوہر کسی خاص وجہ سے اسے طلاق دے دیتا ہے تو پھر وہ اسلامی دستور کے مطابق اپنے پہلے شوہر سے بھی شادی کر سکتی ہے۔البتہ طلاق حاصل کرنے کی غرض سے کسی دوسرے مرد سے شادی اور پھر پہلے مرد سے شادی حرام ہے۔

☆ طلاق کے بعد مرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ عورت کو دیئے گئے تحائف، جائیداد، جہیز یا حق مہر یعنی جو کچھ بھی بحالت

نکاح دے چکا ہے اس سے زبردستی واپس لے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ مزید بھی کچھ دے اور خوش اسلوبی سے رخصت کرے اور علیحدگی کے بعد ایک دوسرے کی غلطیوں کو معاف اور رنجشوں کو ختم کر دیا جائے۔

☆ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ میاں بیوی اکٹھے نہیں رہ سکتے تو پھر عورت کو بھی طلاق لینے کا حق ہے لیکن وہ طلاق دے نہیں سکتی۔ وہ عدالت میں علیحدگی کیلئے خلع کی درخواست دے گی۔ تقاضا کی صورت میں مرد نے اسے جو کچھ دیا ہے اسے واپس کر دے گی اور عدالت کے حکم کے مطابق اسے طلاق ہو جائے گی۔

نوٹ:۔ اکثر فقہا جن میں بریلوی، دیو بندی، جماعت اسلامی اور عرب جدہ کی فقہی کونسل شامل ہے کے نزدیک ایک ہی دفعہ تین بار ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' کہنے سے طلاق دائمی ہو جاتی ہے لیکن شیعہ فقہ اور غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔

375- دودھ پیتے بچوں کے حقوق (Rights of the Infant):-

اگلی آیۃ مبارکہ میں ان مسائل کی طرف ہدایت فرمائی گئی ہے جو طلاق کے ساتھ ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں اولین مسئلہ چھوٹے بچوں کا ہے، خاص طور پر جو دودھ پیتے ہیں، علیحدہ ہونے والے ماں باپ کو ان کی فکر ہو یا نہ ہو لیکن پروردگار عالم کو ہے۔ فرمایا......

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ	233- اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں،
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ	پورے دو سال۔
لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ	یہ ان کے لئے ہے جو رضاعت کی تکمیل کرنا چاہیں۔
وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ	اور جس کا بچہ ہے، اس کے ذمہ ہے
وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ	اس کا کھانا اور کپڑا اچھی طرح سے۔
لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ	(اور یاد رکھو) کسی شخص پر اسکی طاقت
	اور برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔
لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا	نہ کسی ماں کو تکلیف پہنچائی جائے اسکے بچہ کے باعث،
وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ	اور نہ کسی باپ کو تکلیف پہنچائی جائے
وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ	اس کے بچہ کے باعث،
فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا	

Marfat.com

وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ
وَإِنْ أَرَدْتُّمْ
أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ
وَاتَّقُوا اللَّهَ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○

اور یہی حکم وارث کے لئے بھی ہے۔
پس اگر وہ دونوں باہمی رضامندی اور مشورہ
سے دودھ چھڑوانا چاہیں
توان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔
اور اگر (باہمی رضامندی سے) تم اپنے بچوں کو
(کسی اور ذریعہ سے) دودھ پلانا چاہو تو تب بھی تم پر کوئی
گناہ نہیں، بشرطیکہ ادا کرووہ جو دینا ہے اچھے طریقہ سے۔
اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اچھی طرح جان لو،
کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے۔

376- نومولود بچے کی پرورش:-

انسانی حقوق میں پہلا حقدار نومولود بچہ ہے۔ اسلام میں ان کے حقوق کا خاص خیال رکھا گیا ہے یہاں تک انہیں دودھ پلانے کا تعلق ہے اوپر آیتہ مبارکہ 233 میں اللہ تعالیٰ نے تعین کر دیا ہے کہ مائیں انہیں دو سال تک دودھ پلائیں اور اس دوران اگر باپ ماں کو طلاق دے دیتا ہے تو دودھ پلانے کی وجہ سے وہ ماں کے روٹی کپڑے مکان کا ذمہ دار ہوگا اور اپنی طاقت کے مطابق احسن طریقہ سے اسے معاوضہ دے گا۔ آیہ مبارک سے یہ بھی ظاہر ہے کہ دو سال کی یہ مدت زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ اگر بچہ کو نقصان پہنچنے کا احتمال نہ ہو تو باہمی رضامندی سے دودھ پہلے بھی چھڑایا جاسکتا ہے۔ باہمی رضامندی شرط ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ ماں کی مرضی کے بغیر اس سے بچہ علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اور ماں بھی باپ کی مرضی کے بغیر بچہ کو چھوڑ کر نہیں جاسکتی ہے۔ دونوں بچے کی جسمانی اور ذہنی پرورش کے ذمہ دار ہیں۔

377- مائیں اپنا دودھ پلائیں:-

بچوں کے حقوق کے سلسلہ میں آیتہ مبارکہ 233 سے واضح ہوتا ہے کہ ماں کا دودھ پلانا بچے کا حق ہے، اور غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ماؤں کو خاص اپنا دودھ پلانے یعنی Breast Feeding کا حکم دیتا ہے جس کے لئے آج کل میڈیکل ڈاکٹر بھی تلقین کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ماں کے دودھ کا کوئی نعم البدل نہیں اور اس سے بھی بڑھ کر جب ماں گود میں لے کر چھاتی سے لگا کر اپنا دودھ اس کے منہ میں ڈالتی ہے تو محبت اور سکون جو اس وقت بچے کو ملتا ہے وہ اس کی شخصیت سازی کیلئے انتہائی ضروری ہے۔ مزید

Marfat.com

یہ کہ اپنا دودھ پلانے سے بچوں کی پیدائش میں ضروری وقفہ بھی قدرتی طور پر ہو جاتا ہے۔ افسوس کہ آج کل فیشن کی وجہ سے اکثر مائیں Breast Feeding سے احتراز کرتی ہیں جس سے نہ صرف ان کے بچہ کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ وہ حکمِ ربی کی مخالفت بھی کرتی ہیں اور بچے کو اپنا دودھ پلانے کے ثواب سے بھی محروم رہ جاتی ہیں۔

378- ماں کا عزت واحترام:-

اگرچہ ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا فطری تقاضا ہے، یہ ماں کی ممتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماں کا بچے اور باپ دونوں پر احسان ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ''مرد اس احسان کا بدلہ دے'' دوسری طرف بچوں پر ماں کا ادب اور عزت واحترام بھی فرض کر دیا گیا۔ سبحان اللہ وہ ذات پاک کس طرح ہر ایک کے حقوق کا خیال کرتی ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا ''جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔''

379- دودھ پلانے میں باہمی رضامندی:-

ناگزیر حالات میں مثلاً ماں کی صحت اجازت نہ دے یا اس کے ذاتی مسائل کچھ ایسے ہوں کہ وہ دودھ نہ پلاسکتی ہو تو پھر ماں باپ باہمی رضامندی اور مشورہ سے کسی دوسرے سے بھی دودھ پلوا سکتے ہیں یا کوئی آیا بھی رکھ سکتے ہیں۔ اس کا اصول آیہ مبارک .... **فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا**۔ میں دیا گیا ہے کہ دودھ پلانے کا کام بھی باہمی رضامندی اور مشورے سے ہونا چاہیے، خصوصاً بچوں کی تربیت کے لئے باہمی رضامندی اور مشورہ مومنین کے فرائض میں شامل ہے۔ افسوس کہ آج کل اس بات کا اکثر خیال نہیں رکھا جاتا۔ آیۃ مبارکہ 233 میں فرمایا گیا ہے کہ ''یہی احکام وارثوں کے لئے بھی ہیں''۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر باپ نہ ہو مثلاً کہیں چلا جاتا ہے، یا فوت ہو جاتا ہے، یا اپنی ذمہ داری پوری کرنے سے گریز کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے بچوں کے حقوق کا ذمہ دار وارثوں کو قرار دیا ہے اور حکم فرمادیا کہ ''خبردار باہمی اختلاف کی وجہ سے (جو طلاق کے بعد اکثر ہوتے ہیں) ماں اور بچہ کے حقوق متاثر نہ ہوں''۔ اگرچہ باہمی مشورہ سے آیا رکھنا جائز ہے لیکن ماں کے حقوق پھر بھی مقدم ہیں جس کے لئے خبردار کیا گیا ہے، ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔''

380- طلاق کے بعد خوش اسلوبی کی اہمیت:-

طلاق کے بارے میں جتنی بھی آیات ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم عیاں ہے کہ ''عورت مرد جب طلاق کے بعد علیحدہ ہوں تو اچھی طرح ہوں''۔ یوں تو لوگوں کے درمیان باہمی عزت، تعاون، بھلائی، نیکی، خوش اخلاقی، اسلامی معاشرہ کا طرہ امتیاز ہے لیکن طلاق کے معاملات میں، خاص کر جب اکثر لوگ رنجش اور انتقام کے جذبات سے مغلوب ہوتے ہیں، خوش اخلاقی، خاطر تواضع، انصاف اور باہمی رضامندی اور مشورہ کا جو مقام ہے وہ تہذیب کا بہت اعلیٰ وارفع نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لازم قرار دے دیا ہے کہ علیحدہ ہونے والے مرد اور عورت ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی نیت بھی نہ کریں اور نہایت خوش اخلاقی اور تہذیب سے علیحدہ ہوں، خصوصاً جہاں بچوں کی

Marfat.com

تربیت کا معاملہ ہو وہاں خاص احتیاط کی ہدایت ہے۔ بے شک اسلام نے جس طرح بچوں اور عورتوں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے اس کا عشر عشیر بھی کسی اور تہذیب میں نہیں ملتا۔

381- بیوہ عورتوں کے حقوق (Rights of Widows):-

دراصل خاندانی مسائل کی اہمیت اس قدر ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نظرانداز نہیں کرتے مثلاً اس ضمن میں اگلی آیات 242-234 میں ان عورتوں کے حقوق اور فرائض کا تفصیلی ذکر ہے جن کے شوہر فوت ہو جاتے ہیں اور یہ حقوق وراثت میں ان کے حصہ کے علاوہ ہیں۔ فرمایا......

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا
فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○

234- اور تم میں جو لوگ وفات پا جاتے ہیں،
اور چھوڑ جاتے ہیں اپنی بیویاں،
تو انکو چار مہینے اور دس دن انتظار کرنا ہے۔
پھر جب وہ اس مدت کو پہنچ جائیں
تو تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں کہ وہ
اپنے بارے میں وہ کریں جو مناسب ہو۔
اور تم جو عمل بھی کرتے ہو
اللہ تعالیٰ اسے کو خوب جانتا ہے۔

382- بیوہ اور حکمت عدت:-

مرد کی وفات کے ساتھ عورت خود بخود اس کے نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے لیکن حسب شریعت وراثت میں حصہ کا حق رکھتی ہے۔ جہاں تک شادی کا تعلق ہے اب اسے کسی ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ البتہ دوسرے نکاح کے لئے چار ماہ دس دن جسے عدت کہتے ہیں مدت کا انتظار کرنا لازمی ہے۔ اس مدت میں اگر کوئی بچہ اس کے رحم میں اپنے پہلے خاوند سے موجود ہے تو وہ بھی ظاہر ہو جائے گا اور دیگر یہ کہ اس کے ساتھ جو رفاقت تھی اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ عورت انتظار کرے، غم کے اثرات کم ہوں اور اس کے سسرال والوں کے ساتھ جو رشتہ تھا اس کا تقدس بھی برقرار رہے اور کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ مزید یہ بھی کہ اس مدت میں جو خانگی، مالی اور انتظامی مسائل ہیں وہ بھی خوش اسلوبی سے طے ہو جائیں۔

فقہ کی بعض کتابوں میں عدت کے دوران عورت کو گھر سے نکلنے، زینت والے کپڑے پہننے اور ایسا رویہ جس سے غیر معمولی خوشی کا اظہار ہو

Marfat.com

کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اس مدت کے بعد عورت آزاد ہے اور حسب شریعت اپنے بارے میں جو چاہے فیصلہ کا اختیار رکھتی ہے، نکاح بھی کر سکتی ہے، گھر سے بھی شرعی ضروریات کے لئے نکل سکتی ہے۔

383- بیوہ عورت کی آزادی اور فرائض:۔

اسلام سے پہلے بیوہ کی زندگی اجیرن تھی۔ اکثر معاشروں میں اسے ساری عمر مرحوم خاوند کے گھر کی دہلیز پر زندگی گزارنے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔ کچھ مذاہب، جیسے ہندو مذہب ہے، عورت کو مرد کی لاش کے ساتھ ہی چتا میں جلنے پر مجبور کرتے۔ آج بھی ان معاشروں میں بیوہ کی زندگی اجیرن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عورت کو جو آزادی اور حقوق دیئے ہیں ان کی مثال کہیں اور نہیں ملتی لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ فرائض بھی ہیں تاکہ توازن برقرار رہے کہ وہ مادر پدر آزاد بھی نہیں۔ حیا اور ناموس عورت کا زیور ہے جن کا تحفظ اسے ہر حال میں کرنا چاہئے۔

آیۃ مبارکہ 234 میں یہ فرمان کہ **فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** ''اپنے بارے میں مناسب طریقہ سے فیصلہ کرے'' سے ظاہر ہے کہ خاوند کے وارث یا عورت کے اپنے رشتہ دار اسے بیوگی کی زندگی پر مجبور نہیں کر سکتے، نہ ہی بیوہ عورت کو دوبارہ شادی کیلئے کسی کی اجازت کی ضرورت ہے، لیکن یاد رہے کہ اسلام میں باہمی رضامندی، مشورہ، معروف خوش اسلوب طریقوں کی جو اہمیت ہے اس کے پیش نظر ان آزادیوں کا فائدہ دین کی روح کے اندر رہ کر ہی جائز ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا اور آزادی کا غلط فائدہ اٹھالیا تو یہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی گستاخی سے محفوظ رکھے۔

384- وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں:۔

آیۃ کریمہ 233 میں ایک اور بہت ہی اہم اصول عطا فرمایا گیا ہے کہ **لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا**۔ یعنی ''کسی شخص پر اس کی برداشت اور طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے (یہ اصول قرآن پاک میں کئی دفعہ دہرایا گیا ہے) لہٰذا خاندانی مسائل میں تمام اسلامی احکام کا اطلاق آدمی اور عورت کی وسعت یعنی قوت برداشت، مالی حالات، صحت، عمر وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہوگا۔

اس اصول سے یہ مطلب بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ آخرت میں حساب کتاب بھی دنیا میں انسان کی وسعت، طاقت اور ذرائع کے مطابق ہوگا۔ مثلاً ایک امیر کبیر کا حساب غریب جیسا، یا ایک عقلمند پڑھے لکھے کا حساب ان پڑھ اور کم عقل جیسا نہیں ہوگا۔ اس لئے دنیا کی طاقت، شہرت اور فراوانی کوئی فخر یا خوشی کی بات نہیں بلکہ ایک آزمائش ہے۔ اس لحاظ سے کم وسائل والے زیادہ خوش قسمت ہیں اور جنہیں دنیا والے خوش قسمت کہتے ہیں، اگر وہ اپنی وسعت ذرائع کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا نہیں کرتے تو وہ بدقسمت ہیں، البتہ وہ جنہوں نے عطا کردہ وسائل سے انصاف کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ اگلی آیۃ کریمہ 235 میں مطلقہ اور بیوہ عورتوں کے ساتھ نکاح کے قواعد کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ فرمایا......

Marfat.com

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ
مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ
عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ
وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا
قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ
حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ
فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ○

235- اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ
(دوران عدت) اشارۃً عورتوں کو نکاح کا پیغام دو،
یا اپنے دلوں میں چھپا رکھو۔
اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ضرور ان سے ذکر کرو گے،
لیکن ان سے خفیہ (نکاح کا) وعدہ نہ کرو۔
البتہ کوئی بات عزت و حرمت کے موافق کہہ دو،
اور عقد نکاح کا عزم نہ کرو،
حتیٰ کہ عدت اپنے خاتمہ کو نہ پہنچ جائے۔
اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، جو تمہارے نفس
میں ہے۔ پس ڈرو اس سے، اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ
بہت زیادہ بخشنے والا بردبار ہے۔

385- بیوہ کا نکاح:-

آیۃ مبارکہ 235 سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اس بات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ بیوہ عورتیں نکاح کریں۔ لہٰذا اگر کچھ مسلم معاشروں میں بیوہ عورتوں کے نکاح کو معیوب سمجھا جاتا ہے تو یہ غیر اسلامی اثرات کی وجہ سے ہے۔ بیوہ سے شادی کرنا سنت رسول ﷺ ہے اور اس وجہ سے یہ ایک بڑا نیکی کا کام بھی ہے حضور پاک ﷺ کی تمام زوجہ محترمات جن کا درجہ ہماری ماؤں سے بھی بڑھ کر ہے ماسوائے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے بیوہ تھیں۔

386- بیوہ کو نکاح کا پیغام:-

آیۃ مبارکہ 235 میں انسانی آداب کے پیش نظر حکم فرمایا گیا ہے عدت کے دوران صبر سے کام لیا جائے اور شادی بیاہ کی بات نہ کی جائے۔ یہ نہایت غیر مناسب اور ناشائستہ بات ہوگی کہ عورت اپنے خاوند کے غم میں ہو، اس کے گھر والے پریشان ہوں اور مرد شادی کے پیغام بھیج رہے ہوں۔ لہٰذا عدت کے دوران منگنی اور کھلے بندھوں نکاح کا پیغام دینے سے منع فرمایا گیا ہے البتہ اشارہ کنایہ سے اپنے ارادے کا اگر اظہار کر دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن باہمی رضامندی کے باوجود بھی دوران عدت شادی کی تیاریاں کرنا

Marfat.com

ممنوع ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی دل آزاری پسند نہیں اور ایسا کرنے سے میت کے قریبی رشتہ داروں کی دل آزاری ہونا فطری بات ہے۔

آیۃ مبارکہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی اور معاف کرنے کی صفت اور اللہ تعالیٰ کے حلم تحمل اور بردباری کا ذکر آیا ہے۔اس میں یہ نکتہ پنہاں ہے کہ بعض اوقات شادی بیاہ کے مسائل میں چھوٹی موٹی غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں، ایسے میں چاہیے کہ انسان توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے مایوس نہ ہو اور اپنے معاملات نرمی اور حلم سے طے کرے۔

387- خفیہ منگنی یا خفیہ نکاح کی ممانعت:-

آیۃ مبارکہ 235 سے یہ تو ظاہر ہے کہ مرد عورت کو مناسب انداز میں نکاح کا عندیہ دے سکتا ہے لیکن خفیہ طریقہ سے ملنا اور شادی کے وعدے لینا منع ہے ۔ آیۃ مبارکہ 235 سے یہ بھی حکم نکلتا ہے کہ نکاح کا اعلان نکاح کی لازمی شرط ہے، یعنی خفیہ نکاح ناجائز ہے۔ اعلان کے طور پر معروف رسم ورواج کے مطابق تقریبات جائز ہیں بشرطیکہ اسراف نہ ہو۔ولیمہ کی دعوت میں بھی یہی حکمت پنہاں ہے۔

اوپر کی آیات کریمہ میں بیوہ عورتوں کے مسائل کا حل دیا گیا ہے۔اگلی آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے مسائل کے متعلق ہدایت فرماتے ہیں جن بیچاریوں کو نکاح کے فوری بعد طلاق کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔فرمایا.........

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ
اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ
عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ
مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ
حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○

-236 تم پر کوئی گناہ نہیں کہ طلاق دو عورتوں کو
جب کہ تم نے انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو،
یا ان کے لئے مہر نہ مقرر کیا ہو، (اس صورت میں)
تم انہیں ہدیہ دو (استعمال کی اشیاء تحفہ کرو۔)
صاحب ثروت کے پر اس کی حیثیت کے مطابق،
اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق،
اور یہ عمل خوش اسلوبی سے ہونا چاہیے۔
(اور یہ) واجب ہے نیک لوگوں پر۔

وَ اِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ
مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ
لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ
اِلَّاۤ اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ
اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ
بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ ؕ
وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى ؕ
وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ○

237- اور اگر تم ان کو طلاق دو اس سے پہلے
کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا،
اور تم مقررہ کر چکے تھے ان کیلئے مہر،
تو دو نصف مہر جو تم نے مقرر کیا تھا،
مگر یہ کہ وہ خود (اپنا حق) معاف کر دیں،
یا وہ چھوڑ دے جس کے ہاتھ میں عقدہ نکاح ہو۔
اور یہ کہ اگر تم (باقی نصف حصہ) معاف کر دو،
تو یہ بہت قریب ہے تقویٰ کے۔
اور آپس میں لطف و احسان نہ بھولو، تحقیق
تم جو کچھ بھی کرتے ہو،
اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے۔

388- حق مہر کی فرضیت:-

حق مہر عورت کا حق ہے۔ اس سے اس کی عزت افزائی اور قدر کا اظہار ہوتا ہے اور اس سے اس کا تحفظ درکار ہے اور اس کی کوئی حد نہیں۔ باہمی رضامندی سے کچھ بھی مقرر ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگ جو شرعی حق مہر 32 روپے بتاتے ہیں اس کی کوئی سند نہیں۔ اللہ کا حکم ہے عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۔ ''صاحب ثروت پر اس کی حیثیت کے مطابق۔ تنگ دست کے پر اس کی حیثیت کے مطابق'' یعنی حق مہر کی مالیت آدمی کی حیثیت کے مطابق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اسراف اور دکھاوا پسند نہیں اس لیے بہت زیادہ حق مہر اور اس کا دکھاوا بھی نازیبا ہے۔ حق مہر کی ادائیگی معجل یعنی فوری یا غیر معجل یعنی تاخیر سے ہو سکتی ہے اس بات کی تشریح وقت نکاح ضروری ہے۔

389- طلاق کی صورت میں حق مہر کی ادائیگی:-

آیۃ مبارکہ 237-236 سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا حق مہر نکاح کی لازمی شرائط میں سے ہے اور اس کی تاکید کا یہ حال ہے کہ اگر چہ میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق سے پہلے ہی طلاق ہو جائے اور حق مہر مقرر بھی نہ ہوا ہو، تب بھی علیحدگی کی صورت میں مرد

Marfat.com

پر اس کی حیثیت کے مطابق واجب ہے کہ عورت کو ہدیہ اور اس کے استعمال کیلئے ضروری اشیاء تحفۃً دے۔

اگر حق مہر مقرر ہو چکا تھا لیکن جنسی تعلق سے پہلے ہی طلاق ہوگئی تو نصف حق مہر دینا فرض ہے مگر جیسے کہ آیۃ مبارکہ 237 سے ظاہر ہے مرد اگر اپنا باقی آدھا حق بھی اسے دیدے تو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت پسندیدہ بات ہوگی۔

390- آپس میں لطف واحسان کا حکم:-

آیۃ مبارکہ 237 میں انسانی تہذیب کیلئے ایک بہت اعلیٰ اصول دیا گیا ہے کہ **وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ** ''آپس میں لطف واحسان کو نہ بھولو'' ۔ یہ حکم عمومی اور اسلامی معاشرہ میں لطف وکرم کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ تحفہ وتحائف دینا، کھانے پر دعوت کرنا، ایک دوسرے کی قدر افزائی کرنا، سلام میں پہل کرنا ملاقات پر خوشی کا اظہار کرنا وغیرہ وغیرہ عبادت کے کام ہیں لیکن جہاں شکر رنجی ہو جیسے میاں بیوی کے درمیان طلاق کا مسئلہ ہے، وہاں لطف وکرم کا اظہار اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔ جیسے پہلے بھی حکم ہوا ہے میاں بیوی جب طلاق کے بعد ہمیشہ کیلئے جدا ہو رہے ہوں تو اس وقت خوش اسلوبی سے معاملات طے پانا ان پر فرض ہے۔

391- جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے:-

آیۃ مبارکہ 237 میں حق مہر میں سے کچھ معاف کردینے کا اختیار اس کو بھی دیا گیا ہے جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے۔ یہ عورت کے ولی ہیں، مثلاً باپ، چچا، بھائی، یا جسے بھی اس نے اپنے اختیار تفویض کردیئے ہوں۔ نکاح کے وقت ''جن کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے'' کا تعین کردینا چاہئے۔ اگر عورت کی طرف سے پہلے سے مقررہ شدہ ولی ہوں گے تو جھگڑے کی صورت میں مرد یا اس کے خاندان کے لوگوں کو ان سے بات چیت اور مسائل کو سلجھانے میں مدد مل جاتی ہے اور یوں عورت کے حقوق کا تحفظ بھی بہتر طریقہ سے ہو جاتا ہے۔

392- حق مہر کا تعین معجّل یا غیر معجّل:-

آیۃ مبارکہ 236 میں یہ نکتہ بھی عیاں ہے کہ حق مہر کا تعین نکاح سے پہلے ہونا چاہیے لیکن اگر کسی وجہ سے نہیں ہوا تو نکاح کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ البتہ حق مہر کبھی معاف نہیں ہوتا تاوقتیکہ بیوی خود ایسا نہ کردے۔ یہ اس کا خاص حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مرد کی حیثیت کے مطابق نکاح کے فرائض میں شامل فرما دیا ہے البتہ اس کی ادائیگی باہمی رضامندی سے بعد میں بھی ہو سکتی ہے، عورت اگر چاہے تو خاوند کو معاف بھی کر سکتی ہے۔

نکاح نامہ میں حق مہر معجّل اور غیر معجّل لکھا جاتا ہے۔ غیر معجّل کا مطلب ہے بعد میں کسی وقت بھی جب عورت مانگے اور معجّل کا مطلب فوری ادائیگی ہے اس لئے معجّل حق مہر کا جنسی تعلقات سے پہلے ادا کرنا فرض ہے۔ آیۃ مبارکہ 227 کے آخر میں یہ یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے تاکہ انسان خبردار رہے۔ (عورتوں کے حقوق اور معاشرہ کے اس طرح کے مسائل

قرآن پاک کی متعدد دوسری سورتوں مثلاً نساء، نور اور طلاق وغیرہ میں بھی کئی دفعہ دہرائے گئے ہیں جن سے ان کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور عام مسلمانوں پر ان کا جاننا ضروری ہے)۔

393-ہر حال میں صلوٰۃ کی پابندی:-

خاندانی مسائل خصوصی طور پر جن کا انجام طلاق پر جا پہنچتا ہے نہایت ہی الجھے ہوئے پریشان کن مسائل ہوتے ہیں جن میں فریقین کا شدید ذہنی تناؤ میں ہونا لازمی امر ہے لیکن ان حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ ولاتنسوا الفضل بینکم۔ ''آپس میں ایک دوسرے سے لطف واحسان کو نہ بھولو'' لیکن باہمی تناؤ کے ماحول میں یہ بات آسان نہیں بلکہ ان جھمیلوں میں صلوٰۃ جیسے لازمی فرض میں بھی کوتاہی ہونے کا امکان ہے۔ اس لئے اگلی آیت کریمہ میں یاددہانی کرائی گئی ہے کہ حالات خواہ کیسے بھی ہوں، صلوٰۃ کو نہیں بھولنا۔ تبھی اپنے باہمی معاملات میں اللہ تعالیٰ کے احکام پورے کرسکو گے۔ جو اپنے رب کے فرائض کو بھول جاتا ہے اس سے دوسرے انسانوں سے خیر کی توقع کیا ہوسکتی ہے۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ
وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ
وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

238- حفاظت کرو اوپر صلوٰۃ کے،
اور خصوصی طور پر صلوٰۃ وسطیٰ کی۔
اور اللہ تعالیٰ کے لئے فرمانبردار کھڑے رہو۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
كَمَا عَلَّمَكُمْ
مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○

239- پھر اگر تمہیں (دشمن کا) ڈر یا اندیشہ ہو،
تو (پڑھ لو نماز) چلتے ہوئے یا سواری پر۔ پھر جب تم
امن پاؤ، پس اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرو، جیسے کہ اس نے
تمہیں سکھایا ہے، جو تم نہیں جانتے تھے۔

394-صلوٰۃ کیا ہے؟:-

قرآن کریم میں جس حکم کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے وہ صلوٰۃ کے متعلق ہے۔ آیۃ مبارکہ 238 میں فرمایا گیا ہے.. حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ.... یہاں پر صلوٰۃ کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے جیسے یہ کوئی بڑی قیمتی چیز ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جو اپنی صلوٰۃ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دین خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

صلوٰۃ کا مادہ صل ہے جسکا مطلب جوڑنا ہے، لہٰذا صلوٰۃ پڑھنا گویا اللہ سے جوڑ پیدا کرنا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا، اس کے احسانات کا شکر ادا کرنا، اس کی تعریف و توصیف اور ذکر کرنا، اس کے خیالات میں رہنا، اس کیلئے جینا مرنا یہ سب باتیں صلوٰۃ ہیں۔ اسطرح اپنے عمومی معنوں میں صلوٰۃ وہ تمام اعمال اور عبادات ہیں جن سے بندے کا اپنے رب کے ساتھ تعلق مضبوط ہو، لیکن عام اصطلاح میں اس سے مراد نماز پنجگانہ ہے جو ہر بالغ مومن مرد اور عورت پر فرض ہے۔

395- صلوٰۃ وسطیٰ کونسی ہے؟:-

آیۃ مبارکہ 238 میں صلوٰۃ الوسطیٰ کی حفاظت کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ بعض روایات میں صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے اور کہا جاتا ہے کہ عصر کی نماز پڑھنے کی تاکید باقی نمازوں سے زیادہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ظہر کی نماز ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچوں نمازوں کو ہی فرض قرار دیا ہے اور سب کی حفاظت برابر ضروری ہے۔ (واللہ اعلم) ہمارے خیال میں جب کہ صلوٰۃ سے مراد تمام طرح کی عبادات ہیں صلوٰۃ وسطیٰ سے خصوصی طور پر مراد پنجگانہ نماز ہے۔ اس کی حفاظت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ہر نماز کو مقرر اوقات پر باوضو ہو کر جماعت کے ساتھ (مخصوص حالات میں اکیلے بھی) اس طرح ادا کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ نے تعلیم دی۔ آپؐ کے مقدس طریقہ سے ہٹ کر اگر کوئی اپنے طریقہ سے صلوٰۃ ادا کرتا ہے تو وہ قبول نہیں ہوگی۔

396- صلوٰۃ کی حفاظت اور اسلامی نظام حیات:-

آیۃ مبارکہ 238 کا آغاز **حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ** سے ہوتا ہے اس فرمان میں صلوٰت کی حفاظت کے لئے خصوصی اقدام کا حکم ہے، تاکہ صلوٰۃ کو نقصان نہ پہنچ جائے، مطلب یہ کہ جیسے اہم ترین چیزوں کے اوپر سکیورٹی کا نظام قائم کیا جاتا ہے، اسی طرح مومنوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی صلوٰت کی حفاظت کے لئے خصوصی انتظامات کریں۔ یاد رکھیں کہ ہماری صلوٰۃ کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے پر وہ راندہ درگاہ ہوا تو اس نے مہلت مانگی اور کہا کہ میں لوگوں کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بیٹھوں گا تاکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک سکوں۔ لہٰذا نظام صلوٰۃ قائم کرنے کے لئے اکٹھے ہو کر ایک ایسا ماحول قائم کرنا ضروری ہے۔ جس کے تحت دین پر عمل پیرا ہونا آسان ہو جائے۔ لہٰذا '**حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ**' کا تقاضا ہے کہ معاشرہ میں اسلامی ماحول اور ملک میں اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش کی جائے، کم از کم انفرادی طور پر جس طرح ہم اپنے گھروں کی چور ڈاکوؤں سے حفاظت کا انتظام کرتے ہیں، اہل خانہ مل کر ایسا ماحول ضرور پیدا کریں جس سے نمازوں کی حفاظت خود بخود ہوتی رہے۔

397- مشکل میں نماز اور رعایت:-

آیہ مبارک 239 سے ظاہر ہے کہ حالات خواہ کیسے بھی ہوں تم صلوٰۃ نہیں چھوڑ سکتے ہو۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ''نماز دین کا

Marfat.com

ستون ہے اور جان بوجھ کر چھوڑنے والا کفر کے نزدیک تر ہے"۔لہٰذا امن ہو جنگ، ڈر ہو یا خوف کسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں۔ اگر نماز ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر بیٹھے بیٹھے اس فرض کی ادائیگی ہو سکتی ہے لیکن چھوڑ نہیں سکتے اور نہ ہی یہ معاف ہوتی ہے۔ البتہ رکعتوں میں رعایت ہے مثلاً دوران سفر نماز ظہر، عصر اور عشاء کے چار فرض کی بجائے دو فرض پڑھے جاسکتے ہیں، نوافل اور سنت نماز تھکاوٹ یا بیماری میں چھوڑ سکتے ہیں بلکہ بعض کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ کی دی گئی رعایت سے فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے

آیۃ مبارکہ 239-238 میں صلوٰۃ کی اس تاکید کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ خاندانی مسائل کا ذکر فرماتے ہیں جن میں خصوصاً بیوہ کے حقوق کا ذکر ہے۔ اسلئے کہ ان مسائل کا احسن طریقہ سے حل بھی صلوٰۃ ہی کی ایک شکل ہے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد بھی صلوٰۃ اور صبر میں ہے۔ فرمایا......

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ
مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ
فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
فِىْ مَا فَعَلْنَ فِىْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

240- اور جو تم میں سے فوت ہوں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں سال بھر کے نان ونفقہ کی، گھر سے نکالے بغیر، پس اگر وہ خود چلی جائیں تو تم سے مواخذہ نہیں ہوگا، جو وہ دستور کے مطابق کریں، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝

241- اور مطلقہ عورتوں کیلئے معروف طریقہ کے مطابق نان ونفقہ ضروری ہے اور یہ متقین پر ثابت شدہ واجب امر ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ۧ

242- یوں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتے ہیں تاکہ تمہیں عقل آجائے۔

398- بیوہ عورتوں کے حق میں وصیت:-

آیۃ مبارکہ 239-238 میں صلوٰۃ قائم کرنے کی تاکید تھی جس کے ایک رخ کی تفسیر آیۃ مبارکہ 240 میں فرمائی گئی ہے اور وہ

Marfat.com

یہ ہے کہ مرد مرتے دم تک بھی اپنی بیوی کے حقوق کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اگر چہ اس کے لئے وراثت میں حصہ مقرر ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ ملتے ملتے بہت دیر ہو جائے اس لئے خاوند پر یہ واجب کر دیا گیا ہے کہ وہ وصیت کے ذریعہ ایسے انتظامات کر جائے جن کی بنا پر اس کی موت کے بعد اس کی بیویوں کے لئے کم از کم ایک سال کیلئے نان ونفقہ اور رہائش یقینی ہو۔ اگر اس سے زیادہ کرے تو یہ احسان ہوگا۔ عورت کو اختیار ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے۔

آیۃ مبارکہ 234 کے مطابق اگر وہ چاہے تو چار ماہ دس دن کی عدت کے بعد دوسری شادی کر لے یا اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق خاوند کا گھر چھوڑ کر دوسری جگہ چلی جائے، لیکن بہر حال مرد پر واجب ہے کہ اس کیلئے کم از کم ایک سال کیلئے وصیت کر جائے اور اس کے رشتہ داروں کا یہ فرض ہے کہ اس کے بعد اس کی وصیت کو پورا کریں، اسے کسی طرح بھی تنگ نہ کریں اور اس کی مرضی میں رکاوٹ نہ بنیں۔ یاد رکھیں کہ اس کے یہ حقوق وراثت کے حق کے علاوہ ہیں۔

399- مطلقہ عورتوں کیلئے نان ونفقہ کا حکم:-

آیۃ مبارکہ 241 میں یہی حقوق طلاق یافتہ عورتوں کو بھی عطا کئے گئے ہیں فرمایا... **وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ** عورتوں کے لئے یہ ایک ایسا حق ہے جس کی مثال دنیا بھر میں نہیں۔ اگر چہ طلاق ہو چکی ہے لیکن پھر بھی مناسب مدت کیلئے ان کے نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈال دی گئی ہے اور اسے تقویٰ کی واضح شرط قرار دیا گیا ہے، البتہ اگر عورت اپنی مرضی سے اس کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہتی تو اسے اختیار حاصل ہے۔

400- مہذب اور سمجھ دار معاشرہ کا قیام:-

یہ سوال کہ عورتوں کیلئے اتنی زیادہ مراعات کیوں؟ آیۃ مبارکہ 242 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ** کہ ان احکام کا مقصد ہمیں عقل سکھانا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عقل کا اصل کام ایک مضبوط اور پر سکون خاندانی نظام کا قیام ہے۔ اسلامی قوانین کا ایک بڑا مقصد خاندانی تحفظ ہے اور آیات 242-220 میں جو احکامات دیئے گئے ہیں وہ اس سلسلے میں آئینی درجہ رکھتے ہیں جن پر عمل کرنے سے خوش وخرم معاشرہ کا قیام یقینی ہے۔ دراصل خاندانی معاملات، طلاق اور بیواؤں کے متعلق ان احکامات اور مراعات کا مقصد خاندان میں باہمی صلح، محبت اور قربت قائم کرنا اور مرد کی بالادستی کے باوجود بھی عورت کے حقوق اور اس کے سکون کو تحفظ دینا ہے، اس لئے کہ عورت بحیثیت ماں، بیٹی، بہن بیوی، ایک مہذب اور خوش حال معاشرہ کی بنیاد ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں کی سمجھ اور ان پر عمل کرنے اور کروانے کی استطاعت عطا فرمائے۔

آئندہ آنے والی آیات میں اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے اور معاشرہ کی بہتری کے لئے کچھ مزید مسائل کا ذکر ہے۔ فرمایا......

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ○

243- کیاتم نے نہیں دیکھا ہے انہیں
جو اپنے گھروں سے نکلے
اور وہ ہزاروں میں تھے
پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فرمایا۔ مرجاؤ۔
پھر انہیں زندہ کیا۔
بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے،
لیکن اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

401- قوموں کی حیات وممات:۔

اب تک بہت سی آیات میں خاندانی اور معاشرتی مسائل کا حل دیا گیا تھا۔ اس سلسلہ کو بڑھاتے ہوئے آئندہ کچھ آیات میں قوموں کی حیات وممات کا مسئلہ طے کیا گیا ہے۔ آیتہ مبارکہ 243 میں ایک اہم تاریخی واقعہ کے حوالہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بھرپور توجہ مبذول کراتے ہوئے آیت کا آغاز یوں ہوتا ہے ''کیا آپ نے ان لوگوں کے حالات پر غور نہیں کیا........'' یہ ایک قوم تھی جو تعداد کے لحاظ سے ہزاروں افراد پر مشتمل تھی لیکن اپنی بے راہ روی کے سبب بزدل ہو چکی تھی۔ دنیا کی محبت کے سبب یہ لوگ موت کے خوف میں مبتلا تھے اور دشمن سے مقابلہ کی بجائے اسی خوف وہراس نے انہیں اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ پھر (کچھ ایسے واقعات ہوئے کہ) وہ سب مرگئے لیکن اس موت کے بعد انہیں پھر سے حیات نو ملی۔

یوں آیتہ مبارکہ 243 قوموں کی حیات وممات کے سلسلہ کو واضح کرتی ہے ''ہر کمال را زوالے ...... ہر زوال را کمال'' کے مصداق قومیں ابھرتی ہیں، پھر جب ان پر دنیا کی محبت غالب آجاتی ہے تو بے نامی کی موت میں چلی جاتی ہیں اور اپنے ادبار کے زمانہ میں بلالحاظ تعداد مایوسی اور خوف کا شکار ہوتی ہیں۔ یوں وہ جیتے جاگتے مردہ ہوتی ہیں۔ ان کی تعداد سے کچھ فرق نہیں پڑتا جیسے ہمارے زمانہ میں مسلمانوں کا حال ہے کہ یہود ونصاریٰ کے سامنے مُردوں سے بھی بدتر حالت میں مبتلا ہیں۔ لیکن آیتہ مبارکہ 243 جانفزا مژدہ ہے کہ قوموں کی قسمت میں ہمیشہ کی بے بسی نہیں لکھی گئی، بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں بار بار موقع عطا فرماتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی حالت بدلنے کیلئے خود تیار ہوں۔ جب دنیا کی محبت چھوڑ کر کوئی قوم روحانی اقدار کی طرف لوٹ آتی ہے تو اسے حیاتِ نو عطا کر دی جاتی ہے۔ انشاء اللہ، مسلمان بھی جب اسلام کی رسی کو پھر سے مضبوطی سے پکڑ لیں گے تو ان کا ایک اور شاندار دور شروع ہو جائے گا۔ دراصل حیات نو کا یہ نسخہ اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے قوانین کی پابندی میں ہے، جو قوم بھی اس نسخہ پر عمل کرے گی وہ زندہ جاوید ہو جائے گی۔

402- دوبارہ حیات کا سائنسی پہلو:۔

آیتہ مبارکہ 243 میں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے مسئلہ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا۔ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ

Marfat.com

اَحۡیَاھُمۡ: جو موجودہ سائنسی دور میں بہت اہمیت کا حامل ہو گیا ہے۔ جیسے جیسے جینز کی سائنس(Genetic Engineering)ترقی کرتی جاتی ہے یہ ممکنات میں سے نظر آنے لگا ہے کہ کسی مردہ کے جسم سے لئے گئے خلیہ (Cell) کی نمود سے دوبارہ وہی انسان بن جائے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بیج سے پودا پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے تجربات حیوانات پر ہو چکے ہیں اور ان میں کسی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے۔ آئندہ جلد یا بدیر اس طریقہ پر انسانی نقل (Copy) کا پیدا ہونا بھی ممکن معلوم ہوتا ہے۔ تو کیا سائنسی ترقی سے حیات بعد الموت جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کے عقیدہ پر زد نہ آئے گی؟

آیۃ مبارکہ 243 سے ظاہر ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں کچھ لوگ مر گئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر سے زندہ کر دیا۔ یہ قرآنی مثال واضح کرتی ہے کہ موت کے بعد حیات کا تعلق صرف قیامت کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اور اگر سائنس دان خلیہ کی نمود سے مردہ شخص کی نقل تیار کر لیتے ہیں تو یہ مسلمانوں کے عقیدہ رجعت کی تفسیر ہی ہو گا اور قرآن حکیم کی تصدیق ہو گا۔ سرورِ کائنات نبی الصادق الامین ﷺ نے تو پہلے ہی بتایا ہے کہ قیامت سے پہلے دنیا پر دجال کا ظہور ہو گا اور وہ بھی مردوں کو زندہ کر کے دکھائے گا لیکن زندہ ہونے والا شخص اصل نہیں بلکہ اسکی نقل ہو گا۔ کلوننگ (cloning) کی سائنس بھی نقل ہی پیدا کرنے کا دعوے کرتی ہے۔ اس میں اور قیامت کے بعد والی حیات میں فرق یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کی زندگی ہے جس کے بعد موت نہیں ہو گی، جبکہ سائنسی رجعت عارضی ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خلیات سے پیدائش دراصل تخلیق نہیں بلکہ اس کے اندر پہلے سے موجود انسان کی نمود ہے جیسے قلم سے درخت لگائے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ سائنسی کارنامہ حیات بعد الموت نہیں بلکہ زندہ سے زندہ کی نمود ہے۔

(For detail see appendix xiv,ix)

403- قوموں کی حیات جہاد میں ہے:-

آیۃ مبارکہ 243 میں اس سبق کے بعد کہ جو قوم موت سے ڈرتی ہے خواہ اسکی تعداد جس قدر بھی ہو وہ ایک مردہ قوم ہے، اگلی آیۃ کریمہ میں قوموں کی حیات کا وہ نسخہ بتایا گیا ہے جس کا نام جہاد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد جس کی انتہا یہ ہے کہ آدمی اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی اپنی جان بھی قربان کر دینے سے دریغ نہ کرے۔ جس قوم میں جذبہ جہاد زندہ رہتا ہے وہ قوم کبھی نہیں مر سکتی۔ فرمایا.....

وَقَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ
وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ○

244- اور تم اللہ کی راہ میں قتال (جنگ) کرو، اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

جہاد اللہ تعالیٰ کی راہ میں (فی سبیل اللہ) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جنگ کرنے کا نام ہے اور یہ مسلمانوں پر فرض ہے۔ جب تک اہل اسلام اللہ تعالیٰ کیلئے اپنی قیمتی سے قیمتی متاع حتیٰ کہ زندگی بھی قربان کر دینے پر تیار رہیں گے اور ظلم، کفر اور شرک کو برداشت نہیں کریں

Marfat.com

گے وہ دنیاو آخرت میں عزت سے رہیں گے۔ جیسے آیتہ مبارکہ 243 کی مثال سے واضح کیا گیا ہے جب وہ جہاد سے منہ موڑ لیں گے تو ان پر بحثیت قوم مجموعی موت لکھ دی جائے گی۔

حضور سرور کائنات ﷺ کی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے مسلمانوں کے زوال کی پیش گوئی کی اور بتایا کہ ان پر یہود و نصاریٰ اور مشرکین چڑھ دوڑیں گے جیسے بھوکے مویشی ہرے کھیت کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں۔ اس پر صحابہ اکرامؓ نے پوچھا کہ کیا وہ اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں بلکہ وہ تعداد میں بہت زیادہ ہوں گے لیکن جہاد کو چھوڑ چکے ہوں گے" لہٰذا، موجودہ حالات میں جب کہ زندگی مسلمانوں پر قبر سے بھی زیادہ بھیانک ہو چکی ہے ان کیلئے حیات نو کا راستہ صرف اور صرف جہاد کا ہے۔ جس کی طرف پہلا قدم فی سبیل اللہ باہمی قربانی اور دفاعی تیاریاں ہیں۔ (سورۃ صف میں جان و مال سے جہاد کے فلسفہ کی مزید وضاحت کی گئی ہے)

اس ضمن میں آگے ارشاد ہے:-

مَنْ ذَا الَّذِیْ	245- کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے، تا کہ وہ اسے
یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا	کئی گنا بڑھادے، (بلکہ) اس سے بھی بہت زیادہ۔
فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ	اور اللہ تعالیٰ ہی (رزق میں) تنگی کرتا ہے،
وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ ۪	اور اللہ تعالیٰ ہی کشادگی کرتا ہے،
وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○	اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

404- اللہ تعالیٰ کیلئے قرض حسنہ:-

آیتہ مبارکہ 245 کا یہ اعلان مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا نہایت زوردار اور قابل غور ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے سے مراد وہ مال ہے جو اللہ سبحانہٗ کی راہ میں جہاد اور اعلائے کلمۃ الحق کیلئے یا کسی ضرورت مند کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے یا کسی مظلوم کی مدد کیلئے خرچ کیا جائے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ مالک کون و مکاں اپنے ہی بندے سے اپنے ہی دیئے گئے رزق سے قرض مانگتا ہے سبحان اللہ کہ وہ اپنے بندے کی کس قدر افزائی کرتا ہے اور ایک لے کر سات سو دیتا ہے۔

405- سب سے زیادہ نفع بخش تجارت اور اللہ تعالیٰ کی برکت:-

انسان کو مال بڑھانے اور نفع کی خواہش ہوتی ہے۔ آیتہ مبارکہ 245 میں اللہ تعالیٰ نے مال کو بڑھانے کا ایسا نسخہ عطا فرمایا ہے جس پر مومنین کو شک نہیں ہو سکتا اور منافقین کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ حکم ہے اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو وہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس کرے گا اور یہ نفع صرف دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی جاری رہے گا، یہ ایسا بنک اکاؤنٹ ہے جس کا منافع ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ جو

اپنی جان پیش کر دیتے ہیں، ان کا انعام یہ ہے کہ انہیں بلا حساب بخش دیا جاتا ہے، ساری کائنات ان کے سامنے کھول دی جاتی ہے جس میں آزادی بھی ہے اور رزق بھی ہے، جدھر چاہیں اپنے رب کی تخلیقات سے لطف اندوز ہوتے رہیں، یہ شہید کی زندگی ہے لامحدود قابلِ رشک زندگی۔ جسے سورۃ صف میں بہترین تجارت کہا گیا ہے۔

جہاں تک دنیا میں تنگ دستی سے نجات کی بات ہے تو اس کا علاج بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ وہی فراخی عطا فرمانے والا ہے۔ آیہ مبارک کے آخر میں اس بات کی یاددہانی کرائی گئی ہے کہ تم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے، تو پھر کیا یہ مال ہمیشہ کیلئے تمہارا ہو گیا؟ ہرگز نہیں۔ کفن کی کوئی جیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری تن تنہا اور خالی ہاتھ ہوگی۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ موت آنے سے پہلے زیادہ سے زیادہ آگے بھیج دیا جائے۔

اگلی آیہ کریمہ میں قوموں کے عروج وزوال کے مسائل کو ایک تاریخی مثال (Case History) سے واضح کیا گیا ہے۔ یہ ایک قوم تھی جو جہاد سے اعراض اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال نہ خرچ کرنے کی وجہ سے مغلوب ہو چکی تھی لیکن جب وہ دوبارہ جہاد کی طرف لوٹ آئے اور سچے دل سے توبہ کر کے نشاطِ ثانیہ کیلئے کوشش شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے کامیاب کر دیا۔ اس مثال سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ فرمایا.....

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ	**246-** کیا آپ نے نہیں دیکھا (غور نہیں کیا)،
مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰىۘ	موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کی طرف،
اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ	جب ان لوگوں نے اپنے نبی سے کہا۔
لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ	ہمارے لئے ایک امیر مقرر کر دیجئے، تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال (جنگ) کریں۔
قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْاؕ	ان کے نبی نے کہا کہ "ہو سکتا ہے جب تم پر قتال فرض کر دیا جائے تو تم قتال نہ کرو"۔
قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ	انہوں نے کہا "ہم کیوں نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں گے،
وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىٕنَاؕ	ہمیں ہمارے گھروں سے نکالا گیا اور اولادوں سے جدا کیا گیا"
فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ	
تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْؕ	
وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ○	

پھر جب ان پر قتال فرض ہوا
تو چند لوگوں کے علاوہ باقی سب پھر گئے۔
اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ
إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ
قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا
وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ
وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ
وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ
وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ
وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○

247- ان کے نبی نے انہیں کہا،
"بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو
تمہارا امیر مقرر کر دیا ہے"
وہ بولے "کیسے ہو سکتی ہے اسکی بادشاہت ہمارے اوپر
جب کہ ہم اس سے زیادہ اہل ہیں،
اور اسے (تو ہم سے) زیادہ دولت
وثروت نہیں دی گئی"۔
(نبی نے) کہا۔" بیشک اللہ تعالیٰ نے
اسے تم لوگوں میں سے چن لیا ہے
اور اسے علم اور جسمانی طاقت میں ممتاز کیا ہے،
اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے حکومت عطا فرماتا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک لامتناہی ہے،
وہ (لوگوں کی اہلیت سے) خوب آگاہ ہے"۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ
إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ
أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ
مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ
وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ

248- اور ان کے نبی نے ان سے کہا،
"اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے، کہ تمہاری طرف
"تابوت" آئے گا، اس میں تمہارے رب کی طرف
سے سامانِ تسکین ہوگا،
اور کچھ بچی ہوئی چیزیں جو
آل موسیٰ اور آل ہارون چھوڑ گئے تھے،

Marfat.com

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۴۸﴾

اسے فرشتے اٹھالے آئیں گے۔
بے شک اس (واقعہ) میں تمہارے لئے
(واضح) نشانی ہے اگر تم واقعی ایمان والے ہو"۔

406- ایک شیرازہ بکھری قوم کا حشر:-

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ اور جدو جہد کے نتیجہ میں قوم اسرائیل کو معجزانہ طور پر فرعون کی غلامی سے آزادی مل گئی اور ایک علیحدہ وطن بھی نصیب ہوا جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی امامت میں شریعت الٰہیہ کے مطابق حکومت کریں۔ تربیت کی خاطر اپنے نئے وطن میں وہ بہت سی آزمائشوں سے بھی گزارے گئے تاکہ عہد غلامی میں جو برے اطوار ان کے اندر سرایت کر گئے تھے ان سے پاک ہو جائیں۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلد بعد وہ غیر اقوام کے اثرات میں آکر خلافت الٰہیہ سے دور ہوتے گئے اور آپس میں لڑنے بھڑنے لگے جس سے ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ آخر کار ان کے دشمنوں نے انہیں شکست فاش دی، شہروں سے نکال دیا، ان کی اولادوں کو قیدی بنالیا اور وہ دوبارہ صحرا میں پناہ لینے پر مجبور کردیئے گئے۔

ایک عرصہ کے بعد اپنی حالت زار پر غور وفکر کے نتیجہ میں ان کے سرکردہ لوگوں کو احساس ہوا کہ ان کی ذلت کا باعث ان کا جہاد کو چھوڑ دینا، آپس کے اختلافات اور کسی مسلمہ لیڈر کا فقدان ہے۔ (آج کل کی مسلم اقوام کا بھی یہی حال ہے) اس احساس کے ساتھ وہ اپنے نبی کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کے اوپر کسی کو حکمران مقرر کردیں جسکی رہنمائی میں وہ جہاد لڑیں، لیکن دل اب بھی اکٹھے نہیں تھے۔ ہر ایک کو یہی خیال تھا کہ شاید اللہ کا نبی اسے ہی حکمرانی عطا کردے گا۔ اسلئے جب اللہ تعالیٰ کے نبی نے حضرت طالوت کو ان کا حکمران نامزد کردیا تو وہ اس پر مطمئن نہیں ہوئے بلکہ ان کی غربت کا جواز بنا کر اعتراض کرنے لگے۔ تاریخی طور پر یہ واقعہ حضرت شموئیل علیہ السلام کے عہد کا ہے اور اسلامی ریاست اور سیاست کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ اس کیس ہسٹری (Case History) میں مندرجہ ذیل اہم مسائل ہیں۔

407- اسلامی ریاست کے خدوخال:-

سب سے پہلے یہ کہ ہر جمعیت خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کا ایک امیر ہونا ضروری ہے جس کے تحت حکومت کے تمام معاملات طے ہوں جس قوم کا کوئی امیر نہیں وہ اختلافات میں پھنسی رہے گی اور دوسری اقوام ان پر غالب رہیں گی۔ گویا امیر قومی اتحاد اور طاقت کی علامت ہوتا ہے اور اس کی سیاست کا مقصد دین کا نفاذ اور جہاد کی کامیابی کے لئے تیاری کرتے رہنا ہے۔

408-امیر کا انتخاب:-

امیر کا انتخاب کیسے ہو؟ کیا اس کا فیصلہ جمہور کریں یا صالح افراد کا ایک مخصوص گروہ۔ آیہ مبارک 247 سے ظاہر ہے کہ حضرت طالوت کی حکمرانی کا فیصلہ جمہور کا نہیں بلکہ قوم کے سرکردہ لوگوں نے اپنے نبی سے کروایا۔ آج کل اس کے متبادل طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ لوگ موجودہ جمہوری طریقہ سے انہی نمائندہ پارلیمنٹ کا انتخاب کریں پھر یہ نمائندے باہمی مشورہ سے دو یا تین مناسب افراد کا امیر کے عہدہ کے لئے چناؤ کریں اور پھر ان میں سے کسی ایک کی نامزدگی اولی الالباب علماء کی مجلس کرے۔ حضورﷺ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے۔ چنانچہ علم وفضل تجربہ اور حکمت کے معیار کو سامنے رکھ کر ہر ملک کے بڑے بڑے علماء اور دانشوروں کی ایک کونسل ہونی چاہیے جو حکمرانوں کے انتخاب کو منظور کرے، لیکن اس کونسل کے ممبران بذات خود حکمرانی میں حصہ نہ لیں البتہ حکمرانوں کا احتساب کرتے رہیں۔

409-حکمران کے چناؤ کی شرائط:-

حکمران کے چناؤ کیلئے ضروری شرائط کیا ہیں؟ آیۃ کریمہ 247 سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکمران کی پہلی ضروری شرط یہ ہے کہ اس کی زندگی اسلامی لحاظ سے مکمل ہو، عمل اور ایمان کے نکتہ سے وہ دین کے اعلیٰ میعار کا حامل ہو، اور اسے اہل دین کی حمایت بھی حاصل ہو۔ جہاں تک مادی ذرائع، دولت، تعلقات، قبیلہ، خاندانی وقار وغیرہ جو آج کل کے جمہوری نظام میں کامیاب ہونے کیلئے ضروری ہیں اسلامی حکومت کے امیر کے انتخاب میں بے وقعت ادامر ہیں اور ایک غریب آدمی بھی اہلیت کی بنا پر حکمران بن سکتا ہے۔ حضرت طالوت کی نامزدگی کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں تقویٰ کے بعد حکمرانی کے معیار صرف دو ہیں، علمی قابلیت (Mental Fitness) اور جسمانی قابلیت (Physical Fitness) یعنی حکمرانی کا امیدوار علم وحکمت اور جسمانی قوت وصحت میں دوسروں سے ممتاز ہونا چاہئے۔

410- مبارک حکمران کی نشانی:-

آیۃ مبارکہ 248 سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نیک صالح اور عالم حکمران اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات کا باعث ہوتا ہے اور لوگوں کو اس کی ذات سے تسلی اور سکون ملتا ہے۔ یعنی اگر حکمران اچھا ہے تو اس کی نیکی کی وجہ سے ملک بھی خوشحال ہوگا، پریشانیاں ختم ہو جائیں گیں اور غیبی خزانے کھل جائیں گے۔ اسکے برعکس ایک فاسق وفاجر حکمران تباہی کا باعث ہوگا یعنی قوم کی خوشحالی یا بدبختی میں حکمران کی شخصیت کا بہت بڑا دخل ہے۔ اس لئے حکمران کا چناؤ نہایت احتیاط سے ہونا چاہئے۔

411- اللہ کے انبیاء اور اولیاء اکرام کے تبرکات:-

آیۃ مبارکہ 248 میں جس تابوت سکینہ کا ذکر ہے اس کی تفصیل میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک صندوق تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ

Marfat.com

السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے تبرکات تھے۔ جنہیں بنی اسرائیل نے ان کی یاد کے طور پر ایک مضبوط صندوق میں رکھا ہوا تھا۔ بنی اسرائیل کا تجربہ تھا کہ ان تبرکات کی برکات سے انہیں، سکون، حفاظت، فتح اور رزق میں وسعت ملتی ہے۔ وہ جنگ میں بھی اس صندوق کو آگے آگے رکھا کرتے تھے جس سے انہیں بڑا حوصلہ ملتا جو جیت کیلئے ضروری امر ہے۔ آیہ کریمہ میں تابوت سکینہ کی ان خصوصیات کو رد نہیں کیا گیا بلکہ اسے حضرت طالوت علیہ السلام کی حکمرانی کی سند کے طور پر لایا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ...اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ بڑا معنی خیز ہے اور ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء، اولیاء، صدیقین اور صالحین کی متعلقہ چیزوں سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ اس لحاظ سے سرور کائناتؐ کے نوادرات، تابوت سکینہ کے نوادرات سے یقیناً زیادہ مقدس اور زیادہ برکت کے باعث ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اکرام کی نشانی رکھنا بھی اسی واقعہ سے جائز معلوم ہوتا ہے مثلاً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سر پر ایک ٹوپی رکھا کرتے تھے جس میں سرور کائنات ﷺ کے چند بال مبارک تھے۔ حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ جس معرکہ میں یہ ٹوپی سر پر رکھ کر جاتا اللہ تعالیٰ موئے مبارک کی برکت سے مجھے فتح عطا فرماتے۔

412- مظلوم کے حقوق کی جنگ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت:-

آیۃ مبارکہ 246 کے فرمان ...وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا۔ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی جنگ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے راستہ میں جنگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ ''جو کوئی اپنے مال و جان کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا پس وہ شہید ہے''۔ یعنی اپنی ملکیت، آزادی کے تحفظ اور اپنے جائز حقوق کے لئے کوشش بھی جہاد ہے اور ان کے بچانے کے لئے اگر زندگی چلی جاتی ہے تو وہ شہادت کی موت ہے۔

413- فرشتوں کی مدد:-

آیۃ مبارکہ 248 میں قدرت کے عوامل کی ادائیگی میں فرشتوں کے کردار کی ایک مثال دی گئی ہے کہ تابوت تسکین کو فرشتے اٹھا لائیں گے جو حضرت طالوت کی حکومت کے اہل ہونے کی نشانی ہوگی۔ یہ صندوق کچھ عرصہ پہلے بنی اسرائیل کے دشمن ایک جنگ میں چھین کر لے گئے تھے لیکن اب وہ اس سے ڈرنے لگے تھے کہ یہ ان کے لئے برکت کی بجائے زحمت کا باعث ہے۔ چنانچہ انہوں نے صندوق کو ایک بیل گاڑی میں رکھ کر اپنے شہر سے ہانک دیا اور یوں وہ حضرت طالوت کے انتخاب کے تھوڑی دیر بعد بنی اسرائیل کے شہر میں پہنچ گیا۔ اس نشانی کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کی حکمرانی کو تسلیم کر لیا۔ یہ واقعہ اتفاقیہ بھی کہا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز اتفاقیہ نہیں ہوتی۔ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب اور مقصد ہوتا ہے۔ گو صندوق کو بظاہر آوارہ پھرتی بیل گاڑی لے کر آ گئی لیکن اصل میں یہ کام اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے سرانجام دیا تھا جو بیلوں کی راہنمائی کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظاہری اسباب کے ساتھ

Marfat.com

ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرشتے یعنی کچھ غیبی طاقتیں بھی ہوتی ہیں جو ہونے والے واقعہ کا اصل سبب ہوتی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ شرط صرف ایمان ہے۔

آیۃ مبارکہ 248 کے بعد میں آنے والی چند آیات حضرت طالوت کے حوالے سے فوجی نظم وربط کے متعلق ہیں۔ فرمایا.....

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ
فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي
وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي
إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ
فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ
هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ
قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ
كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ
غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ
وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ○

249- پھر جب طالوت اپنے لشکر کے ساتھ باہر نکلا،
تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری ایک نہر سے آزمائش کرنے والا ہے،
پس جس نے اس سے پیا، وہ مجھ سے نہیں ہوگا،
اور جس نے خواہش نہ کی،
مگر چلو بھر اپنے ہاتھ سے لے، وہ مجھ سے ہوگا،
پھر سب نے اس میں سے جی بھر کر پانی پیا
سوائے چند ایک کے۔
پھر جب طالوت اور اس کے مومن ساتھی نہر کو عبور کر گئے تو کہنے لگے،
ہم میں آج جالوت اور اس کے لشکروں کے ساتھ لڑنے کی ہمت نہیں۔ (لیکن) جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر پختہ یقین رکھتے تھے بولے،
بارہا چھوٹی جماعتیں غالب آئی ہیں
بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے۔
اور اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ

250- اور جب وہ جالوت اور اسکے لشکروں کے آمنے سامنے ہوئے،

Marfat.com

قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا
وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا
وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

تو اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے لگے،
''اے ہمارے رب، ہم پر صبر ڈال دے،
اور ہمیں ثابت قدم رکھ،
اور کافروں پر ہماری مدد فرما''۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ
وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ
وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ
وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○

251- پس انہوں نے انہیں شکست دی اللہ تعالیٰ کے حکم سے،
اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا،
اور اللہ نے اسے (داؤد علیہ السلام) حکومت اور
حکمت عطا فرمائی، اور اسے سکھایا جو چاہا،
اور (یہ بات یاد رکھو) اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض
سے دفاع نہ کرتا، تو یقیناً زمین فساد سے بھر جاتی۔
لیکن اللہ تعالیٰ کائنات پر فضل و کرم فرمانے والا ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ
وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○

252- یہ آیات الٰہی ہیں، اور ہم پڑھتے ہیں انہیں آپ پر
حق کے ساتھ، اور یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں۔

414- فوج میں ڈسپلن کی اہمیت:-

آیات مبارکہ 249-252 میں مسلمانوں کو فوجی ڈسپلن کی تعلیم دی گئی ہے۔ حضرت طالوت علیہ السلام کا لشکر مختلف قبائل پر مشتمل تھا جو جنگ کے جوش اور جذبہ انتقام کی وجہ سے سرشار ان کے ساتھ ہو گئے تھے لیکن ابھی تک ان میں ایمان نظم اور ربط وضبط کا فقدان تھا جسکی وجہ سے وہ نافذ شدہ ڈسپلن کی پابندی نہ کر سکے اور مصیبت کے وقت اکثریت نے اپنے امیر کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا جسکے نتیجہ میں ان میں کم ہمتی آ گئی۔ ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بمحاذ جنگ میں کامیابی کیلئے مندرجہ ذیل نہایت ضروری خصائل ہیں۔

1- امیر کی اطاعت

Marfat.com

2- ڈسپلن کی پابندی

3- تکالیف میں صبر اور ثابت قدمی

4- اللہ تبارک تعالیٰ سے کامیابی کے لئے دعا

آیۃ مبارکہ 249 سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طالوتؑ نے اپنی فوج کا امتحان یوں لیا کہ صحرا میں ان کو خوب دوڑایا ہوگا، گرمی کا موسم تھا، پیاس سب کو لگی ہوئی تھی اور آگے ایک نہر تھی جس کے پار دشمن سے معرکہ پیش آنا تھا۔ حکم دیا کہ میرے ساتھی وہی ہیں جو نہر سے پانی نہیں پیئیں گے ماسوائے جن کا پیاس کی شدت سے بہت ہی برا حال ہو، لیکن وہ بھی چلو بھر سے زیادہ نہیں لے سکتے۔ یہ اطاعت امیر، ڈسپلن اور تکلیف میں ثابت قدمی اور صبر کا کڑا امتحان تھا۔ ہزاروں کے لشکر میں سے صرف چند سو بعض روایات کے مطابق 313 نے حکم پر عمل کیا باقی سب پانی پر پل پڑے جس سے انکا نفاق ظاہر ہوگیا۔ چنانچہ حضرت طالوت علیہ السلام نے تمام نافرمانبرداروں کو واپس بھیج دیا۔ اصول جنگ ہے؟ "Do or Die -- Never Say Why" چنانچہ ان آیات مبارکہ سے جنگی حکمت عملی کا یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ ایک چھوٹی اطاعت گزار منظم اور صابر فوج غیر منتظم انبوہ کثیر سے بہت بہتر ہے۔

415- دشمن کا سامنا اور توکل علی اللہ:-

جب دشمن کا آمنا سامنا ہوا تو مومنین کا یہ گروہ دشمن کی تعداد دیکھ کر گھبرا گیا لیکن فوری طور پر توکل علی اللہ کی بنا پر یاد آیا **کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ**۔ "بارہا چھوٹی جماعتیں غالب آئی ہیں بڑے گروہوں پر"۔ یہ وہ حقیقت ہے جو تاریخ میں بار بار دہرائی جاتی رہی ہے۔ حق والے ہمیشہ ہی اقلیت میں رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد کے سہارے ثابت قدمی اور صبر کے ساتھ جب وہ حق کی راہ پر چل پڑتے ہیں تو اکثریت زیر ہو جاتی ہے۔ ان کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے، حسب استطاعت ظاہری اسباب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ اس کی مدد کے طالب ہوتے ہیں اور دعا کرتے ہیں "اے ہمارے رب ہمیں صبر عطا کر، ہمیں حوصلہ دے، اور ثابت قدم رکھ، اور ہمیں کافروں پر فتح نصیب فرما"۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے تو ایسی فتح نصیب ہوتی ہے جو سب کو حیران کر دیتی ہے۔

416- ظلم کے خاتمہ کا اصول:-

آیۃ کریمہ 251 میں یہ بتایا گیا ہے کس طرح اللہ تعالیٰ برائی کی قوتوں کو بھلائی کی قوتوں سے پامال کرتا رہتا ہے ورنہ دنیا میں برائی ہی برائی پھیل جائے۔ آیۃ مبارکہ 251 کا فرمان **وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ** کہ "اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض سے دفاع نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی" ایک بہت بڑی تاریخی حقیقت ہے اور فلسفہ جہاد کی بنیاد ہے۔ اس میں انسانیت کے لئے

Marfat.com

سبق ہے کہ دنیا میں ہر وقت، ہر جگہ ایسے لوگ ضرور ہونے چاہئیں جو ظلم کے خلاف مسلسل اخلاقی، زبانی، کتابی اور جسمانی جدو جہد کرتے رہیں۔ جب تک ایسا ہوتا رہے گا زمین ٹوٹل فساد سے محفوظ رہے گی اور ظلم ایک حد سے آگے نہیں بڑھے گا۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ صلاح احوال کے لئے نہی عن المنکر اتنا ہی اہم ہے جتنا امر بالمعروف، ورنہ ظالموں کی اقلیت، شریف لوگوں کی اکثریت کو پامال کرتی رہے گی۔

417- آیاتِ الٰہی، روشنی کا مینار (Beacon Lights):-

آیۃ مبارکہ 252 میں ارشاد..... تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ہماری توجہ اس طرف کراتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور وفکر کریں، ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیں اور صاحب قرآن کو اپنے لئے نمونہ بنائیں۔ آیت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جس کی طرف چل کر انسان صراط مستقیم کو پا سکتا ہے، جیسے بندرگاہوں پر بیکن لائٹ ہوتی ہیں جسے دیکھ کر بحری جہاز رات کی تاریکی میں اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت طالوت کے واقع (Case History) میں جو واقعات بتائے گئے ہیں وہ کچھ عالمی سچائیوں کو ظاہر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان سے سبق حاصل کر کے اپنی سیاسی اور جنگی حکمت عملی طے کرنا چاہیے۔

418- اللہ تعالیٰ کے رسول۔ خصوصی انسان:-

آیۃ مبارکہ 252 کے آخر میں فرمان وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ کا خطاب سرور کائنات خاتم النبین ﷺ کی طرف ہے یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے علیحدہ نہیں بلکہ ان کی سچائی کی تصدیق اور ان کے مشن کی تکمیل کرنے والے ہیں، اسلئے آپ کی ذات مبارک میں تمام زمان ومکان کی شان سمیٹ دی گئی ہے۔ اور یوں آپ تمام رسولوں کے مجموعۃ الاخلاق، سب کے اوپر گواہ اور روشن مثال ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ	253- وہ (ایک جماعت) مرسلین تھے۔
فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ	فضیلت دی ہم نے بعض کو اوپر بعض کے،
كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ	ان میں سے وہ بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا،
وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ	اور ان میں سے بعض کے درجات بہت بلند کیے،
وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ	اور عیسیٰ ابن مریم کو معجزاتی دلائل عطا کیے،
مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ	اور روح القدس کے ذریعہ ان کی خصوصی تائید کی۔
مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ	اور اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی

Marfat.com

اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

توان کے بعد کے لوگ آپس میں
خون ریزی نہ کرتے،
خصوصاً جب ان کے پاس روشن دلائل آچکے تھے،
لیکن انہوں نے باہم اختلاف کیا۔ پھر ان میں سے کوئی
تو ایمان لے آیا، اور کوئی ان میں سے کفر پر ہی رہا۔
اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے،
مگر اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو وہ ارادہ کرتا ہے۔

آیت 253 سے ظاہر ہوتا ہے کہ قطع نظر اس کے کہ رسالت کا اظہار کب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول پیدائشی طور پر ہی نامزد ہو کر دنیا میں آتے ہیں، یعنی کوئی آدمی اپنی عبادت ریاضت اور مجاہدہ سے رسول نہیں بن سکتا۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کا نور مبارک کائنات کے وجود سے پہلے موجود تھا اور عالم امر میں تمام نبیوں کی ارواح نے آپؐ کی رسالت کی گواہی دی اور آپؐ نے ان کی صداقت کی شہادت دی۔ تمام انبیاء کرام اپنے اپنے عہد کے خصوصی نمونہ انسان تھے اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ ہمیشہ کیلئے نمونہ شخصیت ہیں۔

419- بعض کی بعض پر فضیلت:-

اگرچہ رسالت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب رسول برابر ہیں لیکن اپنے مشن کے دائرہ کار، عملی جدوجہد کی نوعیت، معجزات، دلائل، پیغام اور فضائل میں ہر ایک کا اپنا اپنا امتیازی مقام ہے جیسے آیت مبارکہ 253 میں فرمایا گیا ہے **فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ** ''فضیلت دی ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر'' ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جن سے اللہ تبارک تعالیٰ نے بلاواسطہ کلام فرمایا انہی میں حضرت موسیٰ تھے (سرور کائنات ﷺ کو جب معراج عطا ہوئی تو عرش معلیٰ کے پاس آپؐ کو بلاواسطہ گفتگو اور دیدار کا اعزاز حاصل ہوا اور آپؐ مقام محمود میں جلوہ افراز ہوئے)۔ انہی میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا بلند مقام ملا۔ جلیل القدر رسولوں میں حضرت عیسیٰ السلام بھی ہیں جن کے معجزات مردوں کو زندہ کرنا، اندھوں کو ٹھیک کرنا، کوڑھیوں کو تندرست کرنا تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح القدس سے بھی بدرجہ اتم تائید فرمائی۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ روح چونکہ امر ربی ہے اس لیے ہر انسان کو کسی نہ کسی درجہ میں روح القدس کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ (قل الروح من امر ربی) لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو یہ تائید خاص طور پر نمایاں تھی۔ سرور کائنات ﷺ کی شان ایسی ہے کہ روح القدس کو بھی آپؐ کی خدمت پر فخر تھا اور سفر معراج اس بات کا بین ثبوت ہے۔

420- مقاصد رسالت:-

تمام انبیاء علیہ السلام کی رسالت کا مقصد انسانوں کو سیدھی راہ دکھانا تھا جس کی وہ خود ایک عملی مثال تھے۔ان سب کا دین اسلام تھا جس کا ایک مطلب "امن" ہے اور دوسرا بلا شرکت غیر اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔چنانچہ ان کی بعثت کا مقصد فساد کو مٹانا اور امن قائم کرنا تھا تا کہ لوگ سکون سے اپنے خالق حقیقی کی بندگی کر سکیں جس میں اکثر بلا واسطہ یا بلواسطہ کامیاب بھی ہوئے۔لیکن شیطان جو فتنہ فساد کی جڑ ہے اس کے زیر اثر لوگ جلد ہی سیدھی راہ چھوڑ کر فساد میں مبتلا ہو جاتے۔

جیسا کہ آیت مبارکہ 253 میں فرمایا گیا ہے..... وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کی فطرت ہی میں سے برائی ختم کر دیتا لیکن اس کی مشیت انسانوں کو ایک با اختیار مخلوق کے طور پر پیدا کرنا تھا۔ یوں اسے اختیار بھی دیا اور اسے برائی اور بھلائی میں تمیز سکھانے کے لئے اپنے رسول بھی بھیجے تا کہ لوگ اپنے اچھے برے کا خود فیصلہ کریں۔ان میں سے بہتوں نے کفر کیا، آپس میں خون ریزی کی اور ایک دوسرے کو حقوق کو تلف کیا۔ایسے لوگ اپنے مقصر حیات سے بہت دور نکل گئے اور بالاخر وہ دوزخ تک پہنچ گئے۔لیکن جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی پیروی کی وہ کامیاب ہوئے۔ان کے راستہ کی ایک جھلک آئندہ آنے والی چند آیات میں دیکھی جا سکتی ہے۔فرمایا......

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ
وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۗ
وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

254- اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو،
خرچ کرو (اللہ کی راہ میں)، اس میں سے جو تمہیں دیا گیا ہے، پیشتر اس کے کہ وہ دن آ جائے،
جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی،
اور نہ دوستی (وہاں کام آئے گی)،
اور نہ ہی (گنہگاروں کو) شفاعت نصیب ہو گی۔
اور جو اس سے انکار کرنے والے ہیں، وہی ظالم ہیں۔

421- اللہ تعالیٰ کے پاس امانت:-

آیت مبارکہ 254 کا پیغام تمام پیغمبروں اور رسولوں کی تعلیمات کا نچوڑ ہے، زندگی میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور آخرت میں کیا کام آئے گا کی تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے فرمایا۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ یہ ایک نہایت قابل فکر، بروقت وارننگ ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زندگی کی صحت، طاقت، ذہانت، تعلیم، مال و

Marfat.com

دولت، عزت، گھر بار، دوست ساتھی، عرض یہ کہ ہر طرح کی نعمت، بغیر مانگے عطا کی ہے۔ یہ سب اس کا عطا کردہ رزق ہے۔ اسکی شان کریمی دیکھیں کہ دینے والا اپنی عطا میں سے کچھ حصہ مانگ رہا ہے اور وہ بھی اپنی کسی ضرورت کیلئے نہیں بلکہ ہمارے ہی لئے، تاکہ جب موت ہم سے دنیا چھین لے، گھر والے خالی ہاتھ مٹی کے سپرد کر آئیں تو اس وقت یہ مال ہمارے کام آئے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے پاس امانت رکھنے کے مترادف ہے۔ جس دن انسان کے پاس خریدنے کے لئے کچھ نہ ہوگا، کوئی دوستی، کوئی رشتہ داری اور تعلق باقی نہ رہے گا، کہیں سے کوئی مدد نہ مل سکے گی، نہ ہی کوئی سفارش کام آئے گی، اس دن صرف اور صرف یہی امانت کام آئے گی۔ اس بے چارگی کے عالم میں اسے پا کر جو خوشی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

422- اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ:-

آیۃ مبارکہ 254 میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں، مادی اور روحانی ذرائع کو اللہ کے دین کے فروغ کیلیے، دنیا سے ظلم کو مٹانے کیلیے اور اللہ کی دیگر مخلوق کو سکھ پہنچانے کیلیے خرچ کریں۔ افسوس کہ آج کا مسلمان اس فریضہ کی ادائیگی میں عیسائیوں اور دیگر غیر مسلم اقوام سے بھی بہت پیچھے رہ گیا ہے اور ایسا پیچھے رہ گیا ہے کہ ہر چیز میں پیچھے رہ گیا ہے، حالانکہ وہ اللہ کی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ غربت اور محرومی کا علاج اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں ہے۔

423- آیت الکرسی۔ اللہ تعالیٰ کا تعارف:-

جبکہ آیۃ مبارکہ 254 نجات کے اس راستہ کی نشاندہی کرتی ہے جو اللہ کی طرف جاتا ہے اگلی آیہ مبارک انسانوں کو رب العزت کی ذات پاک کا تعارف کرواتی ہے۔ اس کا نام آیت الکرسی ہے اور فضائل میں یہ بے مثل آیت ہے۔ روایت ہے کہ اس اکیلی آیت مبارکہ کے نزول کے وقت اس کے ساتھ تیس ہزار فرشتے اترے تھے جس سے اس کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ آیت الکرسی میں اللہ تبارک تعالیٰ نے حفاظت کے اثرات رکھے ہیں۔ مثلاً گھر سے نکلتے وقت اگر آیت الکرسی توکل علی اللہ کے ساتھ پڑھ لی جائے تو انسان تمام خطرات سے انشاء اللہ محفوظ رہیگا۔

اس ضمن میں ایک نہایت دلچسپ اور اہم واقعہ میرا اپنا ہے۔ 1993 میں جب میں ضلع خوشاب میں پاکستان کا پہلا خود ساختہ ایٹمی ری ایکٹر لگا رہا تھا تو حفاظت کے لئے ساری بلڈنگ کے اردگرد لوہے کی پٹیوں سے دس دس فٹ اونچے الفاظ میں آیت الکرسی لکھ دی گئی۔ عام طور پر ایسے بڑے منصوبوں میں یہ ہوتا ہے کہ دوران تکمیل دس بارہ آدمی حادثات کا شکار ہو کر مر جاتے ہیں لیکن الحمدللہ اس کلام کی برکت سے ہم ہر طرح کے حادثات، خطرات اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے۔ اس کے علاوہ باوجودیکہ ہم پہلی دفعہ خود ڈیزائن کر کے پاکستانی ساختہ ایٹمی ری ایکٹر لگا رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں غلطیوں سے بھی بچائے رکھا، الحمدللہ! ہم نے ایک مثالی ایٹمی ری ایکٹر بنایا جو ہر طرح کے نقص سے پاک اب تک چل رہا ہے۔ یہ سب رب العزت کے کلام کی برکت ہے۔

Marfat.com

فرمایا......

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ
ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ
اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ
وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

255- اللہ! نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا،
زندہ جاوید جس پر کبھی فنا طاری نہ ہوگی،
ہمیشہ کیلئے قائم و دائم، مسبب الاسباب
غفلت، اونگھ، اور نہ نیند اسے،
(لمحہ بھر بھی جہان ہستی کی تدبیر سے غافل نہیں)
اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے
اور جو کچھ زمین میں ہے۔
کون ہے وہ جو سفارش کر سکے اس کے حضور
بغیر اس کی اجازت کے ؟
وہ جانتا ہے جو ان کے (مخلوقات کے) آگے ہے،
اور جو ان کے پیچھے ہے،
(کائنات کے اول و آخر کا علم رکھتا ہے)
اور نہیں کوئی پا سکتا اس کے علم میں سے کوئی چیز، مگر جو
وہ چاہے۔ اس کی کرسی (قدرت اور علم) وسیع ہے
آسمانوں اور زمین سے،
اور نہیں کوئی بوجھ اس پر ان کی حفاظت کا،
وہ رفعت و کمال اور عظمت و جلال والا ہے۔

424- آیت الکرسی کی تشریح:-

آیۃ مبارکہ 255 کو آیت الکرسی کہتے ہیں۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی پہچان، اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کی دعوت کا کمال، تمام انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کا نچوڑ، قرآن حکیم کی عظیم ترین آیت، اسم اعظم، جس کی تلاوت میں حفاظت و برکت اور رفعت کے وہ تمام مقامات شامل ہیں جن کی اس میں نشاندہی کی گئی ہے۔ غرض یہ رب تعالیٰ کی پہچان کا مرقع ہے، جو اس کو سمجھ لیا سب کچھ سمجھ گیا، جس نے اس کو پالیا، سب کچھ پالیا۔ اللہ نام ہے یکتا خالق حقیقی، معبود و محبوب کا۔ بے مثل، خالق کل، اول و آخر۔ لیکن وہ کون ہے؟ آیت الکرسی اس کی صفات اور معرفت کے ادراک کے لئے مشعل راہ ہے۔ فرمایا......

Marfat.com

425- اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ :-

یہ اعلان ہے اس بات کا کہ کائنات میں ہر موجود اور معدوم، جمادات و نبادات، حیوانات، انس و جن ملائیکہ غرض ہر مخلوق کا اللہ ہی خالق اور اصل معبود ہے اسکے مقابلہ میں اور کوئی نہیں۔ جس نے اسکے علاوہ اپنے دل کی گہرائیوں میں کسی اور کو سجالیا، خواہ یہ پتھر کی مورتی ہو، دنیا کی ہوس ہو، خواہش کی موج ہو، محبوب کی محبت ہو، غرض کسی اور الہ کو اگر دل میں جگہ دی تو وہ دل اللہ تعالیٰ سے بے آباد ہو گیا۔ سائنسی دریافت کہ زماں و مکاں میں ہر سو ایک ہی طرح کے قوانین ہیں کا مطلب بھی یہی ہے کہ ذرہ ذرہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے۔ اول، آخر، ظاہر و باطن، وجود اور عدم وجود، طبیعات اور مابعد طبیعات کی وحدت اسی ایک کلمہ میں ہے۔ سائنس کی گرانڈ سنگولیرٹی (Grand Singularity Law of Everything) یعنی ''ہر چیز کا قانون'' بھی یہی کلمہ ہے۔

(For more detail please see **Appendix II**)

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کی شہادت کا عملی مطلب مخلوقات کی غلامی سے آزادی اور صرف اللہ واحد کی غلامی ہے۔ یعنی انسان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کرے اور مخلوقات کے خوف و خطر کو اپنے دل سے نکال دے۔ اگر ایسا نہیں کر سکا تو پھر اس نے **لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ** کا بھی ابھی پوری طرح مزہ نہیں لیا۔

اس کلمہ کی شان یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ مکہ مکرمہ کی گلیوں میں لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے کہ ''**یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللّٰہ تفلحوا**۔ اے لوگو **لا الہ الا اللّٰہ** کہو فلاح پاجاؤ''۔ ہم بھی اگر دنیا جہاں کی فلاح کے خواہشمند ہیں تو وہ **لا الہ الا اللّٰہ** کی سمجھ اور اس پر عمل کرنے سے ملے گی۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ **لا الہ الا اللّٰہ** میں دنیا و آخرت کی بادشاہت ہے مظلوموں کے لئے اس میں اعلیٰ ترین آزادی کا پیغام ہے۔ کہو **لا الہ الا اللّٰہ**، **لا الہ الا اللّٰہ**، بار بار کہو **لا الہ الا اللّٰہ**، دل کے سکون اور روح کی آزادی کا راز اسی کی تکرار میں ہے۔

(For more details please see appendix ii,iii,iv,v)

426- اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ:-

اللہ تعالیٰ کی شان **اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ** ہے، اس کی زندگی کسی چیز کی مرہون منت نہیں بلکہ بذات خود وہ زندگی ہے اور ہر ایک کی زندگی کا منبع ہے، ہر شے میں زندگی اسی کا عکس ہے۔ وہ پرورش کا محتاج نہیں بلکہ خود سب کا پروردگار ہے۔ وہ فنا سے بالاتر ہے، زمان و مکان اس کو بوڑھا نہیں کر سکتے۔ وہ خالق اور مالک ہے اور کائنات اس کی مظہر ہے۔ وہ قیوم ہے، ہمیشہ سے قائم و دائم، زمان و مکان سے بالاتر، مسبب الاسباب جو سب کا سہارا ہے اور اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ سب موجودات کا وجود اس کی وجہ سے ہے، سب معدومات کا عدم اسی کی وجہ سے ہے۔ کائنات کے نکتہ آغاز یعنی بگ بینگ (Big Bang) سے پہلے بھی وہی تھا اور کائنات کے نکتہ انجام یعنی Big Crunch کے بعد بھی وہی ہوگا۔ عدم وجود سے وجود، اور وجود سے عدم وجود میں لانے والا بھی وہی ہے۔ اور موت اور حیات کو قیام دینے

Marfat.com

والا وہی ہے۔ اس لئے کہ وہ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کے ذکر میں بیماروں کے لئے شفاء، کمزور کے لئے طاقت، مظلوموں کے لئے نجات ہے۔ حضور پاک ﷺ اکثر کہتے یا حیّ یا قیوم ۔ برحمتک استغیث۔ کیا خوب دعا ہے۔ (سبحان اللہ)

427- لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ :-

ہمارے رب کی صفت لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ہے۔ کائنات میں اربوں کھربوں، غرض حساب کے ہندسوں سے زیادہ دنیائیں ہیں اور ہر دنیا اپنے اپنے کام میں مگن ہے۔ وہ اول سے ازل تک سب کا رب اور سب کا انتظام کرنے والا ہے نہ اسے کوئی تکان، نہ اونگھ، نہ غفلت ،اس کی ذات پاک میں مستعدی (Dynamism) ہی مستعدی (Dynamism) ہے۔

مخلوقات وقت کے ساتھ سست پڑ جاتی ہیں، آرام مانگتی ہیں، سوئے بغیر نہیں رہ سکتیں، نیند جسم کے اجزاء کی توڑ پھوڑ کی بحالی کیلئے ضروری ہے، لیکن وہ ذات پاک زمان و مکان کا حاکم، سب کمزوریوں سے مبرا، طاقت کا سرچشمہ، ہر لحاظ سے مکمل اور چوکس وہ اپنی مخلوقات کے ذرے ذرے سے باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر یقین رکھتے ہوئے لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ کے ذکر کرنے سے آدمی کو تھکاوٹ اور سستی سے نجات مل جاتی ہے (انشاءاللہ)

428- لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ :-

اس کی حکومت لازوال اور لامحدود ہے، آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے اور اسی کیلئے کام کر رہا ہے، سب کا نظام اس کے ہاتھ میں ہے وہ مالک کل ہے جس کی ملکیت میں کوئی اور حصہ دار نہیں۔ ایٹم بھی اسی کا ہے اور کہکشاں بھی اسی کی۔ اگر کسی کے پاس کچھ ہے تو وہ بھی اس کا دیا ہوا ہے اور جسے دیا ہوا ہے وہ بھی اسی کا ہے۔ غرض کوئی بھی چیز، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی اس کی ملکیت سے باہر نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ہم اس کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ سب بڑے چھوٹے اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔

لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ کے ذکر سے غربت اور بیچارگی سے نجات ملتی ہے (انشاءاللہ)۔

429- مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ :-

اس کی بادشاہت میں شرکت تو بہت دور کی بات، کون ہے وہ، کس کو ہے ہمت کہ اس کی عظمت کے سامنے بلا اجازت لب کشائی بھی کر سکے؟ اپنی یا کسی اور کی سفارش کر سکے؟ کوئی نہیں! سوائے اس کے جسے وہ اجازت عطا فرمائے۔ اور وہ ہستی صرف سرور

Marfat.com

کائناتؐ، عارفِ ذات پاک کی ہے جنہیں مالک کبھی محمدؐ (تعریف کیا گیا) اور کبھی احمدؐ (تعریف کرنے والا) کے پیارے ناموں سے یاد کرتا ہے، نبیوں کے سردار، وجہ تخلیق کارخانہ حیات، احسن التقویم ﷺ۔ جنہیں اس نے اپنی معرفت، پہچان اور اظہار کیلئے پیدا کیا۔ صرف اور صرف انہی کو شفاعت کی اجازت ہے اور وہ بھی ان کیلئے جو شفاعت کا حق دار ہوں گے۔ آپؐ کے بعد کسی نبی، رسول، ابرار یا ولی کو اگر شفاعت کی اجازت ملے گی تو آپ ﷺ ہی کی وساطت سے ملے گی۔ آپؐ ہی وسیلہ ہیں، راہ بھی آپؐ اور راہنما بھی آپؐ۔

سفارش وسیلہ اور شفاعت کی کامیابی کے لئے مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ کا ورد کریں۔ انشاءاللہ کام بن جائے گا۔

430- یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ :-

اس کا علم ٹوٹل اور لا انتہا ہے، تمام مخلوقات کا اول و آخر اس کے سامنے ہے، ماضی حال و مستقبل اس کیلئے ایک سے ہیں، جب کہ مخلوقات کا علم زمان و مکان کا پابند ہے، علم اس کی ذات پاک کی صفت ہے۔ وہ بیک وقت ساری کی ساری کائنات کے حالات سے واقف ہے اور ہر جگہ اس کا حکم چلتا ہے۔ معلومات اور کنٹرول کے لئے نہ اسے چیزوں کے پاس جانا پڑتا ہے اور نہ چیزوں کو اس کے پاس لانے پڑتا ہے وہ بیک وقت ان کے اندر بھی ہے اور باہر بھی، زمان بھی خود اور مکان بھی خود۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کی ہر چیز کا بیک وقت کیسے علم رکھتا ہے اور ان کو کیسے کنٹرول کرتا ہے؟ جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دریافتوں کے بعد ان سوالات کے جواب کا ادراک مشکل نہیں ہونا چاہئے۔ (علم ادراک اور عقل و فہم میں ترقی کے لئے اس آیت کا ذکر کرنا چاہئے)

431- وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ :-

مخلوقات میں سے جس کسی کے پاس جو بھی علم ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے۔ نبیوں اور رسولوں کا علم بھی اسی کا دیا ہوا ہے، سائنس دانوں اور موجدوں کا علم بھی اسی کی عطا ہے۔ وہ جب چاہے، جتنا چاہے اور جس پر چاہے اپنا علم ظاہر کر دیتا ہے، جیسے شفاعت کیلئے شفاعت کا حقدار ہونا ضروری ہے اس طرح علم کیلئے علم کا حق دار ہونا ضروری ہے، اور یہ حق اسے ملتا ہے جسے علم کی سچی طلب ہو اور طلب کے ساتھ حقیقی محبت بھی ہو۔

پچھلی ایک دو صدیوں میں جو بے شمار سائنسی دریافتیں ہوئی ہیں آیہ مبارک سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔ آگے کیا ہوگا وہی جانتا ہے۔ یہ بات کہ پچھلے چند سو سالوں میں علمی اور سائنسی دریافتیں مغرب ہی میں کیوں ہوئی ہیں اور مشرق ان سے کیوں محروم رہا اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت مبارک ہے کہ ''جو ڈھونڈتا ہے وہ اس کو راہ دکھلاتا ہے'' لہٰذا اس میں مذہب کا کوئی استحقاق نہیں۔ جو کوئی بھی اخلاص اور لگن کے ساتھ تحقیق کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنے علم کے دروازے کھول دے گا۔ مسلمانوں کی پہلے ہزار سال میں علمی ترقی، جب مغرب جہالت میں ڈوبا ہوا تھا، ان کے شوق اور جستجو ہی کی وجہ سے تھی۔

محققین (Research Workers) اور طالب علم ان خوبصورت کلمات کے ورد کو اگر اپنی عادت بنالیں اور علم کے حصول

Marfat.com

کیلئے محنت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر غائب کے راز کھول دے گا۔(انشاء اللہ)

432- وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ :-

اس کی طاقت عظمت، علم، حکمت اور حکومت کائنات کے ذرہ ذرہ کو گھیرے ہوئے ہے، اس کی وسعت لامحدود ہے، کائنات کے اندر اور باہر اس کی ذات پاک ہے۔ سرورِ کائنات ؐ نے بتایا کہ ''زمین کی جو نسبت آسمانوں سے ہے، وہی نسبت آسمانوں کو کرسی سے ہے اور عرش جس پر کرسی ہے، اپنی وسعت و عظمت اور شان میں لامحدود ہے۔ اسلئے اُن کی حقیقت کا ادراک انسانی استطاعت سے باہر ہے۔ کائنات بھی ایک نہیں بلکہ بے شمار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا ان سب کا راز انسان پر کھول دے گا۔

433- کرسی، عرش اور لامحدودیت:-

یہ سوال کہ کائنات کا مرکز کہاں ہے؟ اس کے لئے لامحدودیت (Infinity) کو سمجھنا ضروری ہے۔ لامحدود (Infinite) کی کوئی حد نہیں ہوتی، اس لئے اس کے باہر کوئی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا کائنات کی لامحدودیت (Infinity) کی وجہ سے کوئی خاص مقام اس کا مرکز نہیں ہوسکتا بلکہ اس میں ہر مقام مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یوں لامحدود کے لامحدود مرکز ہوں گے، اسی طرح لامحدود (Infinite) کی کوئی خاص سمت نہیں ہوتی بلکہ ساری سمتیں اس کے اندر ہی ہوتی ہیں یعنی لامحدود کی لامحدود سمتیں ہیں۔ اس لئے اسے جدھر بھی دیکھو، جس جگہ سے بھی دیکھو اس کے آگے اور پیچھے لامحدودیت (Infinity) ہی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جو لامحدود (Infinite) ہے اس کے لئے کسی مقام، سمت اور جسم کا تصور بے ادبی ہے۔ (Please see appendix v)

شاید لامحدودیت کے تصور کو لاوجودیت کے حوالہ سے سمجھنا آسان ہو صفر لاوجود ہے لہٰذا اگر کروڑوں صفر بھی جمع کر لیں تو حاصل جمع صفر ہی رہتا ہے، اور صفر کے کروڑوں حصے کر دیں تو ہر حصہ پھر بھی صفر ہی ہوگا۔ بالکل ایسے ہی لامحدود کو خواہ اربوں سے ضرب دے لیں حاصل ضرب لامحدود ہی ہوگا اور اسے کھربوں سے تقسیم کر دیں حاصل تقسیم تب بھی لامحدود ہوگا۔ لہٰذا مشاہدہ کے حوالہ سے لامحدود کے لامحدود مراکز ہوتے ہیں۔ یوں انسانی حیات کے حوالہ سے کائنات کا مرکز زمین ہے اور اگر کسی اور جگہ بھی انسان رہتے ہیں تو ان کے حوالہ سے ان کی زمین کائنات کا مرکز ہوگی یعنی ہر شاہد (Observer) اپنی جگہ پر کائنات کا مرکز ہے۔

اس سے ثابت ہو جانا چاہیے کہ یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی کہاں ہے اور اس کا عرش کہاں ہے، ایک بے معنی بات ہے۔ ''کہاں اور یہاں'' کدھر اور جدھر۔ کب اور کیوں'' وغیرہ یہ سب محدودیت کے تصورات ہیں۔ جبکہ وہ ذات پاک لامحدود ہے اور اس لامحدودیت میں اس کا عرش اور کرسی ہر جگہ ہے اور ساری کی ساری کائنات اس کے سامنے صفر ہے۔ وہ ہر چیز کے اندر بھی ہے اور باہر بھی، چیزوں کا اول آخر، ظاہر باطن اسکی ذات پاک کی صفت ہے۔ غرض اسکی شان کا تصور ہماری عقلوں سے باہر کی بات ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ''آسمان و زمین میرے رب کو سما نہیں سکتے مگر مومن کا دل'' حضرت علی کا فرمان ہے ''جس نے اپنے نفس کو پہچانا وہ اپنے رب کو

پہچان گیا اور جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اسکی زبان بند ہوگئی''۔

434- وَلَا یَئُودُهُ حِفْظُهُمَا :-

رب العالمین پر کوئی چیز بار نہیں۔ وہ اسکے کنٹرول کے لئے کسی کا محتاج نہیں، اسکا نظام حکومت مادی اسباب اور طبیاتی قوانین پر انحصار نہیں رکھتا بلکہ وہ بیک وقت ہر جگہ پر خود موجود ہے، اسے کام کرنے کے لئے طاقت نہیں چاہیے بلکہ وہ خود ہر طاقت کا منبع ہے۔ اس لئے وسیع وعریض بے شمار زمینوں اور آسمانوں پر مشتمل کائناتوں کی حفاظت اور انتظام اس پر بالکل گراں نہیں ہے۔ اس کے نظام میں ہر چھوٹی بڑی چیز اس کے قانون کی تابعدار ہے۔ ذرے ذرے کو یہ عرفان حاصل ہے کہ اسے کیا اور کیسے کرنا ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اپنے دائرہ کار سے سرمو بھی تفاوت کر سکے۔ اس کا قانون **لا تبدیل لکلمت اللہ لا تبدیل لخلق اللہ** ''اللہ تعالیٰ کے کلمہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں'' زمان ومکان سے بالاتر ہر جگہ ہر وقت اٹل حقیقت ہے۔ آئن سٹائن کے نظریہ اضافت کی بنیاد بھی یہی نکتہ ہے۔

یوں اللہ تعالیٰ کے قوانین، فرشتے اور دیگر غیبی طاقتیں سب کی سب اس کے ڈیزائن اور پروگرام کو پورا کرنے کے لئے بلا چون وچرا کام کر رہی ہیں اور زمین وآسمان کا انتظام بغیر کسی روک اور کمی کجی کے ہمیشہ سے اس کی مرضی کے مطابق چل رہا ہے اور اس پر اسکا کوئی بوجھ نہیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے معاملات اسکے سپرد کردیں اور اس پر توکل کرتے ہوئے اسباب کا انتظام کریں (انشاء اللہ تعالیٰ ان آیات کے ورد سے ہر طرح کی حفاظت ملے گی)۔

435- وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ :-

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ کے معنوں کا عرفان اس بات کو دل وجان سے تسلیم کرنے میں ہے کہ اس کی ذات پاک لاانتہا بلند مرتبہ عظمت والی ہے۔ وہ لامحدود طور پر رفعت وکمال اور عظمت وجلال کا مالک ہے۔ اس کے سامنے باقی سب کچھ ہیچ ہے۔ تمام زبانوں کے الفاظ، تمام مخلوقات ملائکہ، جن وانس کی تسبیحات، اسکی شان بیان کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔ اگر تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام درخت قلم تو میرے رب کی باتیں نہ لکھی جا سکیں اگرچہ ایسا بار بار ہوتا رہے۔ جدید سائنس اللہ تعالیٰ کی عظمت کی سب سے بڑی گواہ خود ہے کہ باوجود کروڑوں سائنسدانوں کی دن رات کی محنت کے، بڑے سے بڑا سائنس دان بھی یہی کہتا ہے کہ انسان کا کائنات کے متعلق علم ایسے ہی ہے جیسے ریت کا ایک ذرہ زمین کے مقابلے میں ہو۔

یاد رہے کہ مخلوقات میں صرف انسان ہی وہ ہستی ہے جسے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے عرفان کے لئے پیدا کیا ہے اور اسکی عظمت کو اپنی عظمت کے ادراک سے منسلک کر دیا ہے۔ چونکہ کون ومکاں میں رب العالمین کی عظمت کا جو عرفان سرور کائنات ﷺ کو حاصل تھا وہ بے مثال ہے لہٰذا مخلوقات میں آپ کی عظمت بھی بے مثال ہے اور آپ کی سنت طیبہ کی اتباع ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ چونکہ

آپ کی بعثت نے ہر چیز کو واضح کر دیا اور راہ حق کو منور کر کے دکھا دیا اس لئے اب کسی کو دین کے مسئلہ میں مجبور نہیں کیا جا سکتا۔اس لحاظ سے اگلی آیہ مبارک انسانیت کے لئے مذہبی آزادی کا بین الاقوامی چارٹر ہے۔فرمایا.....

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۖ
قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ
فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ
فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ
لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

256- (اب) دین میں کوئی جبر نہیں،
تحقیق ظاہر ہو گئی ہے ہدایت گمراہی سے۔
پس جس نے انکار کیا طاغوت کا،
اور ایمان لایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ،
اس نے یقیناً پکڑا ایک نہایت مضبوط سہارا،
کبھی نہیں ٹوٹے گا یہ سہارا،
اور اللہ تعالیٰ نہایت سننے والا جاننے والا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ
يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ
يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ
اُولٰٓـئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

257- اللہ تعالیٰ ولی ہے ان کا جو ایمان لائے،
وہ نکالتا ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف،
اور جو لوگ کافر ہوئے،
ان کا دوست ہے طاغوت
وہ انہیں نکالتا ہے نور سے ظلمت کی طرف،
یہی وہ لوگ ہیں جو آگ کے ساتھی ہیں،
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

436- بنیادی انسانی حق، مذہبی آزادی:-

آیۃ مبارکہ 256 کا فرمان... لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ۔قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ دنیا بھر کے لئے مذہبی آزادی کا شاندار مدلل عالمی اعلان (Universal Charter of Tolerance and Freedom of Religion) ہے۔اب جبکہ آخری نبی تشریف لے آئے ہیں، حق اور باطل میں فرق واضح ہو چکا ہے، دین فطرت کو دلائل اور عمل سے سمجھا دیا گیا ہے اس حجت کے بعد کسی کو اس کی مرضی کے خلاف مذہب کے مسئلہ میں مجبور نہیں کیا جا سکتا۔اب انسان کو اپنی عقل، سمجھ اور اختیار کو استعمال کرتے ہوئے

Marfat.com

اپنے لئے دین کا فیصلہ خود ہی کرنا ہوگا۔ اگر مجبور ہی کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں اختیار نہ دیتا اور فطرتی طور پر سب انسانوں کو دین اسلام پر پیدا کر دیتا۔ جب اس نے ایسے نہیں کیا تو پھر کسی اور کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کو دین کے مسئلہ میں مجبور کرے۔ البتہ دین کی تبلیغ آدمی کا آدمی پر انسانی حق ہے اور مومن کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو جہنم سے خبر دار کرے۔ بے شک انسانیت کی سب سے بڑی خدمت کسی کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہے۔ لیکن ہدایت کے لئے زبردستی کرنا جائز نہیں۔

437- مضبوط ترین سہارا:۔

آیۃ مبارکہ 256 میں نہایت خوبصورت استعارہ سے دین اور کفر کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ فرمایا... **وَيُؤْمِنْم بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا** ۔ دین اسلام **اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى** ، ہے جو ایک نہ ٹوٹنے والا مضبوط سہارا ہے۔ جسے پکڑ کر انسان تمام مشکلات اور رکاوٹوں پر قابو پا کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا ایک سرا علیین میں ہے اور دوسرا مومن بندہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس شک وشبہ سے بالاتر، نہ ٹوٹنے والے سہارے کو پکڑ کر انسان دوزخ کے اوپر سے چھلانگ لگا کر با آسانی جنت میں پہنچ سکتا ہے۔ اس کے برعکس باطل ایک کمزور سہارا ہے جو ٹوٹے ہی ٹوٹے اور آدمی کو دوزخ میں لے ڈوبے گا۔

438- اللہ ولی اور اللہ کے ولی:۔

آیۃ مبارکہ 257 میں ہر مسلمان کیلئے زبردست خوشخبری ہے کہ **اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ**.... جب اللہ تعالیٰ تو ہر اہل ایمان کا ولی ہے تو چاہیے کہ ہم بھی جلدی سے بڑھ کر اسکے ولی بن جائیں۔ جب وہ ہمیں اندھیروں سے اجالوں کی طرف لے کر جانا چاہتا ہے تو پھر ہم کیوں اندھیروں میں رہیں۔ لوگ اللہ تعالیٰ کو پیروں فقیروں کے پاس ڈھونڈتے پھرتے ہیں کیوں نہ ہم بلا واسطہ اپنے رب کے مقرب بن جائیں۔

آیۃ مبارکہ 257 میں یہ بھی بتایا گیا ہے منافقوں اور کافروں کے دوست سرکش شیطان صفت لوگ ہیں جو انہیں اجالوں سے ظلمتوں کی طرف اور بالآخر اپنے ساتھ انہیں جہنم میں دھکیل کر لے جاتے ہیں۔ ان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ دوستی رکھیں اور حق و باطل کے فرق کو سمجھ جائیں۔ لیکن ہمارے زمانہ کا بڑا المیہ ہے کہ باطل حق کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اس سے بچاؤ کی یہی صورت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کریں اور اپنے اندر مومن کی فراست پیدا کریں جو قرآن کریم اور سیرت طیبہ ﷺ کے مطالعہ سے ہی آتی ہے۔

439- اللہ تعالیٰ کا نور:۔

آیہ مبارک 257 میں نہایت شاندار کلمات میں فرمایا گیا ہے کہ **اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ**

Marfat.com

اِلَی النُّوْرِ اس کا مطلب یہ ہے کہ جوقلب اللہ تبارک تعالیٰ پرایمان سے خالی ہے وہ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ایمان کی مثال نور کی ہے اور کفر کی مثال ظلمت کی۔ جیسے جیسے انسان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے ہی اس کا دل روشن ہوتا جاتا ہے۔ اور وہاں بےاطمینانی کی بجائے سکون چھا جاتا ہے۔(**الابذکراللّٰہ تطمئن القلوب**)(الرعد) "بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں تمہارے دلوں کے لئے چین ہے"۔ یہ ایمان کا ٹیسٹ ہے۔

ایمان کا الٹ کفر ہے، جو قلوب کیلئے مانند تاریکی ہے۔جس پر یہ تاریکی چھاگئی وہ اپنی منزل کھو دیتا ہے، انتشار کا شکار ہو جاتا ہے ،اسے سیدھا راستہ نظر نہیں آتا اور وہ زندگی بھر اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے۔اسی ذہنی انتشار کے ساتھ بالآخر دوزخ کی آگ میں گرجاتا ہے جہاں سے وہ کبھی بھی نہیں نکل سکتا۔اس لئے اللہ تعالیٰ کی دعوت قبول کرتے ہوئے ہمیں اپنے دلوں کو اس کے نور سے منور کرنے کی طرف دھیان کرنا چاہیے،اس کے لئے موقع یہی دنیاوی حیات کا وقت ہے۔

یہ کہ اللہ تعالیٰ کا نور کیا ہے؟ اس کی مثال روشنی سے دی جاتی ہے لیکن یہ دنیاوی مادی روشنی نہیں بلکہ اس سے لامحدود دفعہ زیادہ لطیف اور حساس روحانی لہر ہے۔ جیسے روشنی چیزوں پر ٹکرا کر آنکھ میں منعکس ہو کر دماغ میں انکا شعور پیدا کرتی ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے نور سے آدمی کو حق اور باطل کا شعور حاصل ہوتا ہے۔فرق یہ ہے کہ روشنی تو صرف چیزوں کے ظاہر کا عکس دماغ پر ڈالتی ہے،اللہ تبارک تعالیٰ کا نور چیزوں کے ظاہر اور باطن دونوں کو روشن کر دیتا ہے۔دراصل نور اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات پاک سے ہے جس نے کائنات اور مافیھا سب کا اندر اور باہر سے احاطہ کیا ہوا ہے۔

جدید سائنس نے ایک ایسا لطیف ذرہ دریافت کیا ہے جسکو نیوٹرنیو (Neutrino) کا نام دیا گیا ہے ان کی تعداد بے حساب اور طاقت لاجواب ہے۔سائنسدانوں کا حساب یہ بتاتا ہے کہ فی سیکنڈ فی مربع سنٹی میٹر کروڑوں کی تعداد میں زمین کے آرپار ہوتے رہتے ہیں۔یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق کا حال ہے۔یہیں سے آپ اللہ تعالیٰ کے نور کا تصور کرلیں کہ وہ کیا بےمثل چیز ہوگی ہے جسکا منبع خود ذات پاک ہے۔

جیسے روشنی سے دیکھنے کے لئے بصارت چاہئے، اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھنے کیلئے بصیرت چاہئے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔جبکہ بصارت جسم کی صفت ہے، بصیرت کا تعلق روح سے ہے۔جس روح میں جس قدر بصیرت زیادہ ہوگی اسی نسبت سے وہ عالم غیب کا زیادہ عرفان رکھتی ہے اور چیزوں کے ظاہر اور باطن کا شعور رکھتی ہے یعنی مومن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے جبکہ ظاہر بین انہیں روشنی سے دیکھتا ہے۔جیسے جیسے بصیرت میں ترقی ہوتی جاتی ہے آدمی میں اسی نسبت سے حق اور باطل کے فرق کو سمجھنے کی فراست بڑھتی جاتی ہے اور مخلوقات کا اصل اس پر واضح ہونے لگتا ہے۔

یہ سوال کہ روشنی کی رفتار تو 186000 میل فی سیکنڈ کی ہے نور کی کیا رفتار ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ نور کا تعلق اللہ پاک کی ذات

Marfat.com

سے ہے جو ہر جگہ ہے اس لئے نور کو سفر نہیں کرنا پڑتا، بلکہ ہر چیز پہلے ہی سے اس سے منور ہے اور ہر چیز کا شعور اسکے اندر ہی ہے۔اس لئے کوئی چیز اربوں نوری سال دور ہو یا ہماری شہ رگ کی طرح قریب ' اس کے لئے دونوں برابر ہیں۔

(For more details please see appendix ii,iii,iv,v)

440-طاغوتی طاقتوں کی مثال۔ ایمان اور کفر کا موازنہ:-

اگلی آیۃ کریمہ ایک عظیم صاحب بصیرت کے حالات (Case History) کے حوالہ سے ہے۔یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جن کا ایمان مثالی ہے۔ان کے مدمقابل ایک طاقتور مغرور بادشاہ تھا جو اپنے کفر کی ظلمتوں میں گرفتار تھا کا نام نمرود تھا اور اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا۔دراصل طاغوت کی یہ روایت ہمیشہ سے یونہی چلی آرہی ہے، اس کا نام نمرود ہو، فرعون ہو یا ہامان، سرمایہ داری ہو یا کمیونزم، پہلے وہ رب کائنات کا انکار کرتے ہیں اور پھر لوگوں کو اپنا غلام بنانے کیلئے اپنے آپ کو رب بنا کر پیش کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے بندے سنت ابراہیمی کے مطابق انتہائی نامساعد حالات میں بھی حق اور دلیل کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے جاتے ہیں۔فرمایا:.....

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ
رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ
اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ
قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ۗ
قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ
يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ
فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ
فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ۗ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ

258- کیا آپ نے نہیں دیکھا (غور نہیں کیا)
اس شخص کو جو حضرت ابراہیمؑ سے
جھگڑا کرتا تھا، اس کے رب کے بارے۔
اللہ نے اسے حکومت عطا کی تھی۔
جس وقت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا،
"میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے"
تو وہ (جھٹ سے) بولا،
"میں (بھی تو) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں"۔
(اس پر) ابراہیم علیہ السلام نے (دلیل کو بدل کر) کہا،
"بے شک میرا رب لاتا ہے سورج کو مشرق سے،
پس تو لے آ اسے مغرب سے"
تو وہ کافر مبہوت ہو گیا۔
یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔

Marfat.com

441- دلائل کی قوت:-

آیاتِ مبارکہ 259-258 ایک شاندار جدوجہد کی منظر کشی کر رہی ہیں۔حق و باطل کا عجب معرکہ تھا۔ایک طرف مغرور کافر بادشاہ تھا جو اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا دوسری طرف ایک نوجوان (علیہ السلام) نشہ وحدت میں مخمور کھڑا تھا۔ بادشاہ کے ساتھ دنیا کی ساری طاقت تھی اور حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ اپنے رب کی عطا کی ہوئی حکمت اور ہدایت۔آپؑ نے اسکے خدائی کے دعویٰ کو چیلنج کرتے ہوئے بھرے دربار میں کہا رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ''میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔تو اپنے آپ کو رب کیسے کہلاتا ہے''؟۔اس پر نمرود جھٹ سے بولا۔''میں بھی تو یہ کام کرتا ہوں جس کو چاہوں مار دیتا ہوں اور جسے چاہوں چھوڑ دیتا ہوں'' اور واقعی اس نے ایک بیگناہ کو قتل کر دیا اور ایک پھانسی لگے کو چھوڑ دیا۔اس پر حضرت ابراہیمؑ نے اندازہ کر لیا کہ نمرود کی مغرور کھوپڑی میں یہ بات نہیں آئے گی تو فوراً دلیل کو بدلا اور کہا ''میرا رب زمین پر مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے تم اگر اپنے رب ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو پھر اس نظام کو بدل ڈالو۔سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھاؤ''۔اس شاندار دلیل کا اسکے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔شرمندگی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا اور جیسا کہ ظالموں کی عادت ہے کہ ایسے موقع پر وہ اپنے ظلم پر اتر آتے ہیں نمرود نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس آیۃ مبارکہ میں مسلمانوں کے لئے ایک زبردست نصیحت اور سبق ہے کہ دشمن کو دلیل سے مارو،اس سے بڑا کوئی اور ہتھیار نہیں۔اس لئے آج مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے علماء سائنس اور علماء قرآن کریم اسلام کی حقانیت کو سائنسی لحاظ سے ثابت کریں تاکہ کم از کم وہ لوگ جو اسکے بارے غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں وہ تو راہ راست پر آ کر ہمارے ساتھی اور بھائی بن جائیں۔مسلمانوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام لگایا ہے کہ وہ انسان کو جہنم کی آگ سے بچالیں۔جنہیں ہم کافر کہتے ہیں ان کافروں میں بھی بہت سے ایسے ہیں جن کے دل ہدایت کے لئے ابھی بند نہیں ہوئے۔وہ اپنے کفر پر اس لئے قائم ہیں کہ ان کو کوئی رہبر نہیں ملا یا دلائل سے سمجھایا نہیں گیا۔ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور ہدایت کے مواقع عطا فرماتا ہے اور ان کی زندگی میں ایسے کئی واقعات و حالات پیش آتے ہیں جن پر غور و فکر کے بعد وہ راہ راست پر آسکتے تھے۔

مندرجہ ذیل آیۃ کریمہ میں ایسی ہی ایک مثال (Case History) ہے۔کسی آدمی کو ہدایت کی جستجو تھی،اللہ تعالیٰ نے اسے حیات بعد الموت کا عملی تجربہ کر کے دکھایا تاکہ وہ ہدایت پالے۔ فرمایا.....

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ
وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَاۚ
قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَاۚ
فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ

259- (کیا آپ نے غور نہیں کیا) اس شخص پر جو
ایک گاؤں کے پاس سے گذرا،
اور وہ (گاؤں) اپنی چھتوں کے بل گر چکا تھا،
تو وہ بولا، ''اس موت (تباہ و بربادی) کے بعد

Marfat.com

ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ
قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ
قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ
فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ
وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ
وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ
وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ
وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا
ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ
فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ
اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○

اللہ اسے کیسے زندہ کرے گا''؟ پس موت دی اللہ تعالیٰ
نے اسے ایک سو سال تک، پھر اسے دوبارہ زندہ کر دیا۔
کہا، تم کتنا عرصہ اس حالت میں رہے ہو؟
بولا، میں ایک دن یا اس سے بھی کم عرصہ رہا ہوں گا۔
''کہا، بلکہ تم (اس حالت میں) ایک سو سال رہے ہو،
پس دیکھو تم اپنے کھانے کو اور پینے کو،
وہ خراب نہیں ہوئے،
اور دیکھو تم اپنے سواری کے) گدھے کی حالت
تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیں،
اور اب تم (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھو،
ہم کیسے انہیں ترتیب سے اٹھاتے ہیں،
پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں''،
پس جب یہ سب اس کے سامنے ظاہر ہوا،
تو بولا۔ ''میں اب سمجھا اللہ تعالیٰ ہر چیز
پر قادر ہے''۔

442-حیات بعد الموت:۔

حیات بعد الموت ایک ایسی حقیقت ہے جسے سمجھنا آسان نہیں۔ اس لئے اس پر من وعن یقین اور اعتقاد رکھنا ہی عقل کی بات ہے۔ جیسے کوئی کبھی اپنے باپ کے بارے میں ثبوت نہیں مانگتا بس ایک یقین ہے کہ وہ میرا باپ ہے۔ اسی طرح ہم روزمرہ کی زندگی میں بے شمار چیزوں کو بلا ثبوت مانتے ہیں مثلاً تار میں بجلی کا سبب اس میں سے بہتے ہوئے الیکٹران ہیں یا ٹیلی ویژن پر نظر آنے والی تصویریں کمرے کی فضا میں بھی موجود ہیں ہمارے احساس کو ان کا ادراک نہیں، لیکن ہم ان سب کو اسلئے مانتے ہیں کہ سائنس دانوں نے ہمیں ایسا ہی بتایا ہے۔ اگر دنیا کی سچائیوں کے بارے میں ہمارے ایمان کی بنیاد سائنس دان ہیں تو حیات بعد الموت کا محض اس وجہ سے انکار کہ یہ ہمارے تجربہ کی بات نہیں یا ہماری سمجھ میں نہیں آتی، بڑی غیر سائنسی بات ہے۔ ہماری عقل تو ہمارے اردگرد موجود لاکھوں چیزوں کے سمجھنے

Marfat.com

سے قاصر ہے تو کیا ہم اس وجہ سے ان سب کے وجود کا انکار کر دیں گے؟ اگر ہم سائنسدانوں کی باتوں پر بلا تامل یقین کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے سفیروں کی باتوں کو کیوں نہ مانیں جو ان سے ہزاروں درجہ زیادہ سچے اور ہمارے ہمدرد انسان تھے؟ (تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''قیامت اور حیات بعد الموت'' کا مطالعہ کریں)
(For more details please see appendix vii,viii)

443- سچی جستجو کو مطمئن کیا جاتا ہے:-

آیۃ مبارکہ 259 میں ایک ایسے ہی آدمی کا ذکر ہے جو حیات بعد الموت کے عقیدہ پر حیران تھا، وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ موت کے بعد زندگی کیسے ممکن ہے۔ چنانچہ جب اس نے ایک کھنڈر گاؤں کو دیکھا تو دل میں سوچنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس تباہ شدہ گاؤں کو کیسے زندہ کرے گا؟ لیکن وہ اپنی جستجو میں مخلص تھا اور مخلص جستجو کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ مایوس نہیں کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی اور ایک سو سال بعد دوبارہ زندہ کر دیا۔ یوں اسے حیات بعد الموت کے عملی تجربہ سے گزارا۔ اگرچہ سو سال گزر چکے تھے لیکن اسے بالکل اس بات کا احساس نہیں تھا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وقت کا ادراک زندگی کے ساتھ ہے، حالت موت میں وقت جم جاتا ہے، اربوں سال کے بعد بھی جب آدمی دوبارہ اٹھے گا تو اسے یونہی محسوس ہوگا جیسے کل کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو یہ بھی دکھایا کہ عام حالات میں گلنے سڑنے والی چیزیں مثلاً اسکا کھانا پینا بھی ایک سو سال تک یونہی تازہ رہا، البتہ اس کے گدھے کی صرف چند ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو اس شخص کو موت کی حقیقت کو تجرباتی طور پر دکھایا اور پھر ان گلی سڑی ہڈیوں میں دوبارہ جان ڈال کر اسے حیات بعد الموت کا منظر دکھایا۔ اس کا گدھا اس کے سامنے زندہ ہو گیا۔ یوں اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے اور وہ مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس واقعہ میں مبلغین دین کے لئے بھی سبق ہے کہ اپنے مخالف کو ہر طرح کے دلائل اور ثبوت دیکر مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر رب تعالیٰ یہاں تک چلا جاتا ہے تو ہم معمولی انسان کیوں نہ خوش دلی سے کوشش کریں کہ مخالفین پر دین کی باتیں واضح ہو جائیں۔

444- دوبارہ زندگی اور کلوننگ (Cloning):-

آیۃ مبارکہ میں جس واقعہ کی تفصیل بتائی گئی ہے اگرچہ وہ ایک معجزاتی واقعہ ہے لیکن ایسی مثالوں سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ حیات بعد الموت کا تعلق صرف قیامت کے بعد آنے والی دنیا ہی سے نہیں بلکہ موت کا پلٹ جانا اس زمین پر بھی ممکنات میں سے ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قیامت کے بعد کی زندگی مستقل ہے اس کے بعد موت نہیں لیکن زمینی حیات ہر بار عارضی ہے۔ جینز کی انجینئرنگ (Genetic Engineering) میں پچھلے بیس تیس سال سے جو سائنسی تجربات ہوئے ہیں ان سے یہ چیز تو عیاں ہے کہ کسی جاندار کے جرثومہ کو محفوظ کیا جا سکتا ہے اور ایک لمبے عرصہ کے بعد بھی اگر مناسب ماحول اور توانائی بہم پہنچا دی جائے تو وہ بڑھ کر وہی چیز بن جائے گا جس سے وہ لیا گیا تھا۔ لیکن اس سے پیدا ہونے والا جانور کچھ عرصہ زندہ رہنے کے بعد پھر سے مر جائے گا۔ اس سے لئے گئے جرثومہ کو

دوبارہ بھی محفوظ کیا جا سکتا ہے، یوں حیات، موت اور حیات کا مسلسل عمل جاری ہو سکتا ہے لیکن ہر بار موت بھی یقینی ہے۔ اس قسم کی سائنسی دریافتیں دراصل انسانوں کے لئے حیات بعد الموت کے تجرباتی نشان ہیں یعنی اگر انسان یہ کر سکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے تو یہ نہایت معمولی بات ہے۔ آیہ کریمہ 259 سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہڈی سے لئے گئے جینز سے نشوونما زیادہ ممکن ہوگی۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ ہڈی جینز کے لئے ایک مضبوط قلعہ (Strong Store Room) کا کام کرتی ہے۔

(For details see appendix xii, xiii, xiv)

445- خوراک کا محفوظ رہنا:-

آیہ کریمہ 259 میں کھانے پینے کی چیزوں کا سو سال تک خراب نہ ہونے کا ذکر ہے جو اس طرف دلالت کرتا ہے کہ مناسب طریقہ اور ماحول سے چیزوں کو بہت لمبے عرصے تک گلنے سڑنے سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے جیسے آج کل ہم کئی ماہ تک ڈیپ فریزر کے ذریعہ گوشت اور سبزیوں کو خراب ہونے سے بچا لیتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ٹھنڈ میں جراثیمی نشوونما سست پڑ جاتی ہے، چونکہ ختم نہیں ہوتی اس لئے ٹھنڈک سے چیزوں کو بہت لمبی مدت کے لئے محفوظ نہیں کیا جا سکتا۔ آیۃ مبارکہ 259 سے ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر ٹھنڈ کے بھی ایسا ماحول پیدا کرنا ممکن ہونا چاہیے جس میں چیز خراب نہ ہو۔ آج کل نیوکلیئر شعاعوں کے ذریعہ کھانے پینے کی چیزوں کو سالہا سال تک محفوظ رکھنے کے کامیاب تجربات ہو چکے ہیں۔ اگر ماحول کو جراثیموں سے بالکل ہی پاک کر دیا جائے تو چیزیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھی خراب ہونے سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ قرآن پاک ممکنات کی مثالیں بیان کرتا ہے اب یہ انسان کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل اور اس کے قوانین کو استعمال کرتے ہوئے وہ ان ممکنات کو حقیقت میں بدل ڈالے۔

446- زوال کے بعد کمال:-

اس واقعہ سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ تباہی اور بربادی کے بعد بحالی ہو سکتی ہے اس لیے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ (سورہ کہف میں بیان کردہ واقعہ سے بھی یہی سبق ملتا ہے) اللہ تعالیٰ جب چاہے حالات کو بدل سکتا ہے۔ مردہ قومیں زندہ ہو سکتی ہیں بشرطیکہ ان میں اپنے حالات بدلنے کی تڑپ پیدا ہو جائے اور بہتری کے لئے وہ اپنے پچھلے گناہوں اور غلطیوں سے توبہ کریں اور مستقبل کے لئے رب العزت سے دعا کرتے رہیں۔

اگلی آیۃ کریمہ 260 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ حیات بعد الموت کا مسئلہ صرف عام آدمی کیلئے ہی مشکل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبیوں اور رسولوں کیلئے بھی اسے سمجھنا آسان نہیں تھا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم بلا ثبوت اسکی تصدیق کریں۔ البتہ اگر اخلاص نیت سے تحقیق کریں یا سمجھنے کیلئے سوال کریں تو یہ بھی گناہ نہیں۔ فرمایا......

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰیؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰی وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠

-260 اور (وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے) جب ابراہیمؑ نے عرض کی، اے میرے رب دکھا مجھے کہ تو کیسے زندہ کرتا ہے مردوں کو؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "کیا تم ایمان نہیں رکھتے ہو"؟ (ابراہیم نے) کہا، ضرور ہے، لیکن (میرا یہ سوال) اطمینان قلب کے لئے ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا!) تو پھر چار پرندے پکڑو، پھر انہیں اپنی طرف مانوس کرو، پھر رکھ دو مختلف پہاڑوں پر ان میں سے سب کا ایک ایک ٹکڑا، پھر انہیں اپنی طرف بلاؤ، تو وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئیں گے۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے بڑا حکمت والا ہے۔

447- دل کے اطمینان کی خاطر سوال کی ممانعت نہیں:-

آیۃ مبارکہ 259 میں بتایا گیا تھا کہ کیسے ایک تباہ شدہ قوم کے حالات سے متاثر ہو کر کسی نیک انسان نے حیات بعد الموت اور قیامت کے بعد دوبارہ زندگی کے بارے میں حیرانی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے اشتیاق اور سچائی کی جستجو کے سبب اسے حیات بعد الموت کے تجربے سے گزار کر یقین کی دولت عطا فرمائی۔ آیۃ مبارکہ 260 میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم بندہ کا ذکر ہے جسکا نام ابراہیم علیہ السلام اور خطاب خلیل اللہ ہے۔ آپ یقین اور دلیل دونوں کے بادشاہ تھے۔ آپ نے عقل وشعور (Deductive Logic) کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو سمجھا اور لوگوں پر ثابت کیا، لیکن عین الیقین کی بھی خواہش تھی۔ آپ کو حیات بعد الموت پر کوئی شک نہیں تھا لیکن دل میں یہ جاننے کی خواہش بھی کہ اللہ تعالیٰ یہ کیسے برپا کرے گا، لہٰذا دل کے اطمینان کی خاطر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ "اے رب، دکھا مجھے کہ تو کیسے زندہ کرے گا مردوں کو"، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دل کے اطمنیان اور اعتقاد کو محکم کرنے کی خاطر علم غیب کے متعلق سوال کرنا، تجسس اور تحقیق کرنا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض نہیں ہوتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال پر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ چار پرندے پکڑ کر انہیں اپنے آپ سے خوب مانوس کر لو، جب وہ تمہیں اچھی طرح پہچاننے لگیں تو پھر انہیں ذبح کر کے ان کے گوشت کے ٹکڑوں کا قیمہ بنا لو، پھر اس قیمہ میں سے تھوڑا تھوڑا مختلف پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ دو اور پھر ایک ایک پرندے کا نام لے کر بلاؤ، وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئیں گے۔ جب آپ علیہ السلام نے ایسا کیا تو ان کی آواز پر وہ پرندے معجزانہ طور پر اڑتے ہوئے ان کے پاس آ گئے۔ یوں انہیں مشاہدہ کرایا گیا کہ قیامت کے دن بھی

Marfat.com

جب اللہ تعالیٰ ایسے ہی ایک ایک آدمی کو بلائے گا تو اس کے ذرات جگہ جگہ سے لبیک لبیک کہتے اکٹھے ہو کر اپنی پہلی صورت میں آ کر حاضر ہو جائیں گے۔

448- مرنے سے تعلق ختم نہیں ہوتے (ایٹمی یادداشت):-

آیۃ مبارکہ 260 سے ایک بہت اہم سائنسی نکتہ واضح ہوتا ہے کہ مخلوق کے مرنے کے بعد بھی ان کا رجوع برقرار رہتا ہے، خاص طور پر ان سے جن سے وہ مانوس ہوتی ہیں۔ جس طرح زندگی میں لوگ مقام انس کی طرف رجوع کرتے ہیں، مر کر بھی وہ ادھر ہی کا رخ کریں گے۔ سچ ہے کہ محبت فاتح عالم ہے، آپ محبت سے بلاتے رہیں سخت سے سخت اور مردہ سے مردہ دل بھی آخر کار آپ کی طرف آ جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے ان کی ماں کی نسبت ستر گنا زیادہ محبت کرتا ہے، اس لئے ہمارا قدرتی رجوع بھی اپنے رب ہی کی طرف ہونا چاہیے۔

آیۃ مبارکہ 260 سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ موت کے بعد یادداشت ختم نہیں ہو جاتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرندوں کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بھی اپنی جگہ جانتا تھا کہ کون کے بلا رہا ہے اور ان کا تعلق جسم کے کس حصہ سے ہے۔ موجودہ سائنس نے یہ دریافت کیا ہے کہ جسم کا ٹکڑا تو بڑی بات ہے خوردبین سے نظر آنے والا انتہائی چھوٹا ذرہ بھی اپنی ذات میں اپنے مالک کی پوری شخصیت کا امین ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جدید سائنس اس نتیجہ پر بھی پہنچ چکی ہے کہ ذرات (ایٹم) کی بھی یادداشت ہے۔ دو ایٹم اگر کبھی اکٹھے تھے تو علیحدگی کے اربوں سالوں بعد بھی وہ اپنے ملاپ کے اثرات کو نہیں بھولتے۔ اگرچہ تھیوری کی حد تک تو یہ نظریہ 1935 سے چلا آ رہا تھا لیکن تجرباتی طور پر 1985 میں فرانس کی پیرس یونیورسٹی میں پہلی دفعہ دیکھا گیا کہ روشنی کے ذرات جو ایک ہی منبع سے نکلتے ہیں ایک دوسرے کو نہ صرف یاد رکھتے ہیں بلکہ کسی غیر مرئی طریقہ سے ان کے درمیان ایک تعلق بھی قائم رہتا ہے (حوالہ New Scientist 1985)۔ جب بھی ان کے رب کا حکم ہوگا وہ سب اس حکم پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ لہٰذا موت کے بعد زندگی انہی جانے پہچانے ذرات کا اپنے ڈیزائن کی طرف لوٹ آنے کا نام ہے۔ اگرچہ انسان کو جلا دیا جائے، اسے پانی کے جانور کھا جائیں، گل سڑ کر وہ مٹی کا حصہ بن جائے لیکن اس کے ایٹمی ذرات اپنی پہلی حالت کو کبھی نہیں بھولتے اور نہ ہی وہ اپنے مالک حقیقی سے کبھی غافل ہوتے ہیں۔ اس لئے حیات بعد الموت کے ممکنات پر سوچنے کی بجائے اہم تر بات یہ ہے کہ ہم وہ عمل کریں جس سے حیات بعد الموت کامیاب ہو جائے۔

(For more details please see appendix xii,xiii, ix)

اگلی کچھ آیات کریمہ ان اوامر کے متعلق ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ہم حیات بعد الموت کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ فرمایا:....

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ

261- مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں، ایسی ہے جیسے کہ ایک دانہ،

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ
سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ
مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ
وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○

اگیں جس سے سات بالیاں (خوشے)،
ہر ایک بالی (خوشے) میں ہوں سو دانے،
اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے (اس سے بھی کئی گنا)
جسے وہ چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا،
ہر بات کو جاننے والا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا
مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ
لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

262- وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں
اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں،
پھر جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ احسان جتاتے ہیں،
اور نہ ہی دکھ دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے
پاس ہے، ان پر کوئی خوف ہوگا نہ غم۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ
خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى ؕ
وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ○

263- (یاد رکھو) اچھی بات کرنا اور درگزر کرنا
بہتر ہے اس صدقہ سے جس کے پیچھے دکھ پہنچانا ہو۔
اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، وہ بڑا ہی بردبار ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ
كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ
وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ

264- اے لوگو۔ جو ایمان لائے ہو مت ضائع کرو
اپنے صدقات کو احسان رکھ کر اور اذیت کے ساتھ،
اس شخص کی طرح جو اپنا مال
لوگوں کے دکھاوے کی خاطر خرچ کرتا ہے،
اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتا ہے۔
سو اس کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے ایک چکنا پتھر ہو،

Marfat.com

عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ؕ — جس پر کچھ مٹی ہو، پھر زور کی بارش ہو، سو وہ اسے بالکل صاف کر دے۔
لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ — ایسے لوگ کچھ بھی نہ پا سکیں گے
مِّمَّا كَسَبُوا ؕ — اپنی کمائی سے،
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ○ — اور اللہ تعالیٰ کافروں کو راہ ہدایت نہ دکھائے گا۔

449- اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کیلئے برکات و انعامات:-

اوپر کی آیات میں خرچ کرنے کے آداب بتائے گئے ہیں۔ کمانا اور خرچ کرنا ہر انسان کا مشغلہ ہے لیکن نیتوں اور طریقوں میں فرق ہے۔ ان میں ایک وہ ہیں جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں محض اس کی رضا اور خوشنودی کیلئے خرچ کرتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اپنی دنیاوی وجوہ کی خاطر خرچ کرتے ہیں۔ آیۃ مبارکہ 261 میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو اس بیج (Seed) سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایسا صحت منداور حیات پرور ہے کہ اس سے سات بالیوں والا پودا اگتا ہے اور اس کے ہر خوشہ سے سو سو دانے نکلتے ہیں، یعنی اس ایک دانہ کی برکت سے سات سو مزید دانے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے کہ آیہ مبارک کے آخر میں فرمایا گیا ہے **وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ** پھل اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہے برکت ڈال دے، وہ بہت وسعت والا، علم والا ہے۔

450- سخی آدمی کی مثال:-

اللہ تعالیٰ کے سخی بندہ کی مثال بھی ایسے ہی زرخیز دانے کی سی ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک پورا ادارہ (Institution) ہوتا ہے۔ اس کی بابرکت ذات کے دم سے سخاوت کا عمل جاری رہتا ہے۔ اس کی وجہ سے بے شمار لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور یوں اس کی زندگی اس کیلئے صدقہ جاریہ بن جاتی ہے۔ آیہ مبارک 261 سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوگا بلکہ بڑھتا ہی جائے گا۔ جتنا زیادہ خرچ کرو گے، رب تعالیٰ اس سے کئی گناہ زیادہ عطا کرتا جائے گا۔ یہ اس بات کی گارنٹی (ضمانت) ہے کہ جو افراد، خاندان اور اقوام اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیک نیتی سے خرچ کرتی ہیں وہ انھیں کبھی بھی مایوس نہیں کرے گا۔ ان پر غیب کے خزانوں سے فراوانی رزق ہوتی رہے گی، بات صرف یقین کی ہے۔

451- فی سبیل اللہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی راہ یعنی فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا مطلب صرف مال و دولت ہی نہیں بلکہ اس میں انسان کے تمام تر اسباب اور صلاحیتیں مثلاً مال و دولت، وقت، عقل، صحت وغیرہ شامل ہیں اور ان سب کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح خرچ کرنا جیسے قرآن حکیم اور

نبی کریم ﷺ نے خرچ کرنے کے لیے کہا لازم ہے۔ اس میں اپنی ذات اور اپنے خاندان کی کفالت، مساکین وفقرا اور یتامیٰ کی امداد، مخلوقات الٰہی کے فائدے کے کام، اسلام کی تبلیغ کے کام، مبلغین اور مجاہدین اسلام کے لئے ذرائع کا مہیا کرنا، حکومت اسلامی کی امداد وغیرہ ضروری اوامر ہیں اور جو لوگ ایسا کریں گے کبھی بھی گھاٹے میں نہیں رہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ ایسے لوگوں کا کھانا، پینا، پہناوا اور رہائش سبھی عبادت ہیں۔

452- قابل قبول صدقات اور خصوصی انعام:-

آیۃ مبارکہ 262 میں خرچ کرنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے کہ وہی صدقات قربانی اور جدوجہد قبول ہوگی جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہے اور اس کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، فرمایا..... **اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ** ..... یہ بہت ہی بڑی بات ہے اور بے حساب اجر کی امید رکھی جاسکتی ہے لیکن اگر مقصد کوئی اور ہے، مثلاً لوگوں پر احسان جتانے کے لئے، ان کی عزت نفس کو مجروح کرنے کے لئے، اپنے اثرات بڑھانے کے لئے، کاروبار کو چمکانے کے لئے یا اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے تو یہ سب کچھ بیکار میں گیا۔ ان کا بدلہ وہی دے گا جن کے لئے خرچ کیا گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ سے بدلہ کیسا؟ ہاں البتہ اگر اس کی رضا کے لئے خرچ کیا ہے تو پھر اس کے پاس اجر کی کمی نہیں اور جیسے آیہ مبارک 262 میں فرمایا گیا ہے... **وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** ان کا مزید خصوصی انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مستقبل کے خوف سے آزادی عطا کرتا ہے اور ماضی کے رنج والم کو ان کے دلوں سے نکال دیتا ہے۔ ذہنی تناؤ سے آزادی، قناعت اور اطمینان کی یہ دولت تو انہیں دنیا ہی میں مل جاتی ہے لیکن آخرت میں جو ملے گا اس کا تو حساب ہی نہیں۔

453- عزت نفس:-

آیۃ مبارکہ 263 میں ہدایت کی گئی ہے کہ "اچھی بات کرنا اور درگزر کرنا بہتر ہے اس صدقہ سے جسکے پیچھے دکھ پہنچانا ہو" **قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى** ممکن ہے کہ بعض اوقات آپ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ ہو یا سائل کا رویہ غیر مناسب ہو، ایسے میں بھی اسے جھڑکنا منع ہے اور ڈانٹنا تو ہرگز ہی جائز نہیں بلکہ اس کی غلطی سے درگزر کرتے ہوئے اچھے الفاظ میں معذرت کر لینا زیادہ مناسب ہے۔ یہ اس سے بہت اچھا ہے کہ تنگ آ کر آپ سوالی کو کچھ دے بھی دیں لیکن ساتھ ہی اسے ڈانٹ بھی دیں۔ حاصل سبق یہ کہ سائل کی عزت نفس کو ہرگز مجروح نہیں کرنا چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے حتیٰ کہ گداگر کی عزت نفس کا خیال رکھنا بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔

454- احسان کا صدقہ:-

آیۃ مبارکہ 264 میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے صدقات کو احسان رکھ کر یا اذیت دے کر ضائع مت کرو، فرمایا.... **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى** یہ بہت سخت وارننگ ہے اس لئے اپنا محاسبہ

Marfat.com

کرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ہمارے غلط رویہ کی وجہ سے ہمارے صدقات زکوٰۃ اور لوگوں کی بھلائی کے دیگر کام ضائع تو نہیں جا رہے۔ اگر کسی کی امداد اس لئے کی کہ وہ آپکا احسان یاد رکھے، یا آپ اس پر احسان ڈالیں اور بدلہ طلب کریں یا دینے کے بعد اسے جتائیں اور اس کی عزت نفس کو مجروح کریں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا دینا، نہ دینا برابر ہے اور قیامت میں اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ اس سے کسی کے دل کو جو ایذا پہنچائی تھی اس کا الٹا گناہ ہوگا۔

455- دکھاوے کا صدقہ :-

آیۃ مبارکہ 264 کے مطابق نمائش اور لوگوں کے دکھاوے کی خاطر خرچ کرنے والوں کا حال بھی برا ہے۔ یہ مال ضائع کرنے کے مترادف ہے، کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ اسراف ہے جس کی اپنی سزا ہے۔ افسوس کہ آج کل بہت سے نیکی کے کام دکھاوے کے لئے کئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ روحانی اثرات اور برکات سے محروم رہتے ہیں۔ دکھاوے کے خرچ سے انسان دنیا والوں کی داد کا طلب گار ہوتا ہے لیکن داد تو کیا ملے گی وہ الٹے حاسد پیدا کرتا جاتا ہے، اور اللہ تبارک تعالیٰ سے بھی دور ہوتا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے کہ اوپر والے ہاتھ کو نیچے والے ہاتھ کا علم تک نہ ہو، ہاں البتہ اس نیت سے کہ دوسرے لوگوں میں بھی صدقات اور نیکیوں کی عادت پڑے، دکھاوا جائز ہے۔

456- باطل سخی کی مثال :-

آیۃ مبارکہ 264 میں باطل طریقوں سے خرچ کرنے والوں کی مثال ایک چکنے پتھر سے دی گئی ہے جس کے اوپر تھوڑی سی مٹی ہو، اس میں اگرچہ بیج بوتے رہیں، اُگے گا نہیں، جب بھی بارش ہوگی یا ویسے ہی پانی دیں گے تو مٹی بہہ جائے گی اور بیج خشک ہو کر مر جائے گا۔ ایسے ہی باطل راہوں پر اور باطل طریقوں سے خرچ کئے گئے مال ضائع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا خرچ کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ یہ بندوں سے بدلہ (Credit) کیلئے نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہو۔ بہتر شخص وہ ہے جو بدلہ (Credit) کی خواہش کے بغیر دوسروں سے بھلائی کرتا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کا تھوڑا عمل بھی بہت اثرات کا حامل ہوگا۔

457- ماہرین زراعت اور ایک سائنسی نکتہ :-

آیۃ مبارکہ 261 میں ایک اہم سائنسی نکتہ ماہرین زراعت کے لئے بھی ہے۔ وہ یہ کہ زراعت ایک ایسا شعبہ ہے جس میں سینکڑوں گنا منافع ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ جو مثالیں دیتا ہے وہ ہمیشہ حقیقت پر مبنی ہوتی ہیں اس لیے محکمہ زراعت اور کسان حضرات کیلئے آیہ مبارک ایک کھلا چیلنج ہے کہ وہ بیج کی نسبت سے کم از کم سات سو گنا خوراک حاصل کر کے دکھائیں اور اگر وہ کوشش کریں گے تو بفضل تعالیٰ اس سے بھی زیادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

آیہ مبارکہ زیادہ فصل حاصل کرنے کیلئے اعلیٰ بیج کی اہمیت کو بھی واضح کرتی ہے۔ یہ بیج ہی کی اپنی خصوصیت ہے کہ اس سے ایک بالی ہوگی یا سات یا اس سے کم یا زیادہ۔ اسی طرح ہر بالی میں کس قدر پھل آئے گا یہ سب باتیں بیج کے اندر ہی پنہاں ہیں۔ لہٰذا بیج کے اوپر جس قدر تحقیق ہوگی اُتنا ہی ملک خوشحال ہوگا۔

آیۃ مبارکہ 264 زمین کی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ پتھروں والی زمین کم فصل دے گی، اسی طرح پانی کے علاوہ مٹی کے پرت کی موٹائی کا بھی زمین کی زرخیزی میں بڑا دخل ہے۔ یعنی سخت زمین زراعت کیلئے مناسب نہیں۔ اگر صرف اوپر نرم ہو تب بھی پودے کی جڑیں گہرائی میں نہ جانے کی وجہ سے پھل کم آئے گا۔

اب ہم اگلی آیۃ مبارکہ 265 کے پرمغز معانی پر غور کرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خالص نیت سے خرچ کرنے والوں کی کیفیت، زراعت کے شعبہ ہی کی ایک اور نہایت عمدہ مثال سے واضح کی گئی ہے۔ فرمایا......

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ
وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ
اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ
فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

265- اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال
اللہ کی رضا کی تلاش میں خرچ کرتے ہیں، اور اپنے
نفوس کی پختگی سے ایک گھنے باغ کی مانند ہے،
جو بلند اور اعلیٰ درجہ کی زمین پر ہو۔
جب اس پر زور کی بارش پڑے تو دوگنا پھل لائے گا،
پھر اگر نہ بھی زور کی بارش ہو تو ہلکی پھوار بھی کافی ہے۔
اور تم جو کچھ کرتے ہو،
اللہ تعالیٰ اسے کو خوب دیکھنے والا ہے۔

458- ایمان اور یقین کی ترقی:-

آیۃ مبارکہ 261 میں وہ جو فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں انہیں اناج کے ایک دانہ سے تشبیہ دی تھی جو بڑھ کر سینکڑوں دانے بن جاتا ہے۔ اسکے بعد آیۃ مبارکہ 265 میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اپنا مال اللہ کی خوشی اور اپنے نفس کی اصلاح کیلئے خرچ کرتے ہیں فرمایا۔ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ ان کی مثال ایک گھنے باغ سے دی گئی ہے جو ارد گرد کی زمین سے اونچی اور زرخیز جگہ پر ہو۔ اس کا جو نظارہ ہے وہ تو اپنی جگہ، یقیناً سارے ماحول سے یکتا ہوگا، لیکن اس باغ کے فیض سے جو اللہ

تعالیٰ کی مخلوقات کو فائدہ پہنچتا ہے وہ بھی بے مثال ہے۔ بارش زیادہ ہو یا کم ہو، دونوں صورتوں میں وہ خوب پھل لاتا ہے۔ کیا خوب مثال ہے۔ بارش سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ کیا گیا رزق ہے۔ مومن بندہ امیر ہو یا غریب ہو، وہ ہر حال میں اپنی توانائیاں اور مال و اسباب اپنے رب کی خوشی میں خرچ کرتا رہتا ہے اور جیسے فرمایا گیا'' وَ تثبیتا من انفسھم ''اور پختگی اپنے نفوس کی سے'' خرچ کرتے وقت اسکا دل گھبراتا نہیں بلکہ مزید مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔ یہ وہ صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، اس لئے چاہیے کہ ہم بھی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مضبوط کرتے رہیں اور خرچ کرتے وقت دل چھوٹا نہ کریں۔

آیتِ مبارکہ 265 سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور دلوں میں ایمان کی پختگی کا تعلق بھی ظاہر ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ایمان کی قوت بڑھتی جاتی ہے۔ اگر خرچ کرتے وقت دل میں تنگی محسوس ہو تو سمجھ لیں کہ ابھی دل میں ایمان پختہ نہیں ہوا۔ بخل کی اس بیماری کا علاج اللہ کی راہ میں مزید خرچ کرنے اور اسکے وعدوں پر یقین پختہ کرنے میں ہے۔

459- ایک زرعی نکتہ:-

آیہ مبارک میں زرعی سائنس دانوں اور کاشتکاروں کے لئے بھی ایک اہم سائنسی نکتہ ہے کہ باغات کے لئے بہترین زمین وہ ہے جو اردگرد کی سطح سے بلند ہو اور خوب زرخیز بھی۔ ایسی جگہ دھوپ بلا رکاوٹ پہنچتی ہے اور شبنم وغیرہ بھی خوب پڑتی ہے، بارش اگر زیادہ ہو تو پانی ٹھہرتا نہیں۔ اس کے برعکس نشیب زمین باغات کے لئے نسبتاً غیر موزوں ہے۔ پانی کی نکاسی نہ ہونے کی وجہ سے باغ سوکھ جائے گا اور سورج کی روشنی بھی وہاں کم پہنچتی ہے جس کا اثر بذات خود منفی ہے۔ یہی حال آدمیوں کا ہے۔ بلند حوصلہ اور بلند کردار لوگوں کے کام بھی بڑے ہوتے ہیں۔

آیت مبارک 265 کے آخر میں دوبارہ یاددہانی کرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال سے خوب واقف ہے۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ وہ ہمارے دلوں کے راز جانتا ہے۔ ہم جو کچھ اس کی راہ میں دیتے ہیں وہ اسے بھی دیکھتا ہے، ہمیں بھی دیکھتا ہے اور اسے بھی جس کو دے رہے ہیں، اس لئے ڈھنڈورہ پیٹنے کی ضرورت نہیں۔

اگلی آیہ کریمہ 266 میں بھی انسان کے اعمال کو باغ سے تشبیہ دے کر یاددہانی کروائی گئی ہے کہ اپنی غلط نیتی سے انہیں ضائع نہ کریں۔ اگر ایسا ہوا تو آخرکار سوائے شدید محرومی اور مایوسی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ فرمایا......

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ
مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ

266- کیا تم میں سے کوئی یہ چاہے گا،
کہ اس کا ایک سرسبز و شاداب گھنا باغ ہو،
کھجوروں کا اور انگوروں کا،

Marfat.com

تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ
لَهٗ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ
وَاَصَابَهُ الۡكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ
فَاَصَابَهَآ اِعۡصَارٌ فِيۡهِ نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُوۡنَ ۝

جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں،
اور اس باغ کے اندر تمام اقسام کے میوے ہوں،
اور وہ بوڑھا ہو چکا ہو،
اور ابھی اس کی کمزور اولاد بھی ہو۔
ایسے حالات میں اس (باغ) پر ایک آندھی کا بگولہ آئے،
اور اس (بگولے) میں آگ بھی ہو،
تو وہ باغ جل جائے،
اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے
کھول کر اپنی نشانیاں بیان فرماتا ہے،
تاکہ تم غور و فکر سے کام لو (اور راہ راست پر آ جاؤ)۔

يٰۤـاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا
اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ
وَمِمَّاۤ اَخۡرَجۡنَا لَـكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ ۖ
وَلَا تَيَمَّمُوا الۡخَبِيۡثَ
مِنۡهُ تُنۡفِقُوۡنَ
وَلَسۡتُمۡ بِاٰخِذِيۡهِ
اِلَّاۤ اَنۡ تُغۡمِضُوۡا فِيۡهِ ؕ
وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيۡدٌ ۝

267- اے ایمان والو جو تم نے محنت سے کمایا،
اس میں سے عمدہ اور بہتر چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں
خرچ کرو، اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے
لئے زمین سے نکالا ہے،
اور خراب اور ردی چیز کا قصد بھی نہ کرو،
حالانکہ تم خود بھی اسے لینے والے نہیں،
مگر چشم پوشی اور کراہت کے ساتھ۔
اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ (تمہارے مال سے)
بے نیاز ہے۔ سب حمد و ثنا کے لائق وہی ہے۔

اَلشَّيۡطٰنُ يَعِدُكُمُ الۡفَقۡرَ
وَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ ۚ
وَاللّٰهُ يَعِدُكُمۡ مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ وَفَضۡلًا ؕ

268- شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے،
اور حکم دیتا ہے تمہیں معصیت اور برائی کا،
اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے،

Marfat.com

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝
اپنی مغفرت اور رزق میں کشائش کا۔
اور اللہ تعالیٰ بڑی وسیع قدرت والا، نہایت علم والا ہے۔

460-حاصل زندگی:-

آیۃ مبارکہ 266 میں زندگی کا پورا پروگرام واضح کر دیا گیا ہے۔کیا کمایا، کیا گنوایا۔آدمی کی مثال ایک مالی سی کی ہے۔ہم سب اپنے اعمال کے پودے لگا رہے ہیں جو بڑھ کر ایک ہرا بھرا ثمر آور ہماری سنہری امیدوں کا باغ بن جاتا ہے۔ہماری اولادیں، مال و دولت، جائیداد مکان، دوست یار، شہرت اور زندگی کی دیگر سہولیات اسی باغ کا حصہ ہیں۔اس امید پر کہ یہ ہمارے کام آئیں گے انہی پر محنت کرتے کرتے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔فرض کرو کہ اخیر زندگی ہو، چھوٹی چھوٹی اولاد ہو اور اچانک تمام ذرائع چھن جائیں، کیسی مایوسی ہو گی؟ آیہ مبارک میں ایسے ہی ایک آدمی کی مثال ہے جو ساری عمر ایک خوبصورت باغ لگا تا رہا جب وہ بوڑھا ہو گیا تو خوش ہوتا کہ یہ باغ اس کے بچوں کے کام آئے گا لیکن اچانک ایک آگ کے بگولہ نے اس باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا۔اس وقت اسکی مایوسی کی انتہا نہیں تھی۔

یہ نشانی ان لوگوں کیلئے نہایت غور طلب ہے جو حیات بعد الموت کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی زندگی کو لہو و لعب میں گزار دیتے ہیں اور اپنی حیات نو کے لئے آگے کچھ نہیں بھیجتے۔موت کا بگولہ ان کی زندگی بھر کی کمائی کو جلا کر راکھ کر دے گا اور وہ نہائت مایوسی اور بے چارگی کے عالم میں دوسری دنیا میں داخل ہوں گے۔کاش کہ ہم غور و تدبر سے کام لیکر اپنے آپ کو اس ہلاکت سے بچالیں۔

461-اچھی اشیاء کا صدقہ:-

آیۃ مبارکہ 267 میں کھل کر بتایا گیا ہے کہ موت کے بعد کی زندگی، عالم قبر، عالم برزخ، حشر اور حشر کے بعد کی زندگی کے لئے اگر کچھ چاہتے ہو تو اپنی محنت کی کمائی سے اچھی اچھی چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے آگے محفوظ کرالو۔ **اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ** اگر بیکار چیزیں آگے بھیجو گے تو وہاں انہی کو پاؤ گے۔افسوس کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاجت مندوں کو وہ چیزیں دیتے ہیں جنھیں وہ خود استعمال کرنا پسند نہیں کرتے، ایسے آدمی دراصل اپنی آخرت کے لئے ردی جمع کر رہے ہوتے ہیں۔

462-شیطان محتاجی سے ڈراتا ہے:-

آیۃ مبارکہ 268 میں بتایا گیا ہے کہ شیطان آدمی کو محتاجی کے خوف سے ڈراتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کا مال کم ہو جائے گا، بلکہ انسان کو حرام ذرائع سے، دوسروں کا حق چھین کر اپنی دولت بڑھانے کی ترغیبات دیتا رہتا ہے۔ **يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ** افسوس کہ اکثر لوگ اس کے داؤ اور دباؤ میں آ کر اس کی خواہش کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ انسان سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے کہ اس کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے، لیکن بد قسمت انسان پھر بھی اسکی راہ میں دینے سے جھجکتا ہے۔

Marfat.com

463: دو طرح کے مال:-

آیۃ مبارکہ 267 میں ایک اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کی دو قسموں کا ذکر کیا ہے، ایک وہ جو انسانی محنت کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ جسکے بارے میں کہا **اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ** "اے ایمان والو جو تم نے اپنی محنت سے کمایا اس میں سے خرچ کرو" اس میں زراعت، مزدوری، انڈسٹری اور تجارت وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرے وہ مال جسکے بارے فرمایا... **وَمِمَّآ اَخۡرَجۡنَا لَـكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ** "اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے" یہ وہ مال ہے جو زمین سے بلا محنت نکلتا ہے اس میں ہر قسم کی قدرتی نباتات، جنگلات، معدنیات اور پانی کے ذخائر وغیرہ شامل ہیں۔ اسلامی فقہ کے مطابق یہ ملک میں بسنے والوں کی مجموعی ملکیت ہیں، اگر کوئی فردِ واحد ان پر زبردستی قبضہ کر کے دوسروں کو ان سے فائدہ اٹھانے سے روک دیتا ہے تو یہ ناجائز ہوگا۔ ان کے اوپر ملکیت کا حق صرف حکومت کو ہے وہ کسی فرد کو پٹہ یا ٹھیکہ پر دے سکتی ہے لیکن مالکانہ حقوق مجموعی ہی رہیں گے۔

464- گھٹیا مال کی قربانی یا صدقہ:-

جیسا کہ آیۃ مبارکہ 267 اور 268 سے ظاہر ہے خرچ کرتے وقت یہ احتیاط لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ بھی دیا جائے وہ بہترین ہو، اگر بہترین نہیں تو کم از کم ویسا تو ہو جسے آپ اپنے لئے پسند کر سکتے ہیں۔ اس لئے اپنی ناپسند کی چیز کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ کچھ خرچ نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے **وَلَا تَيَمَّمُوا الۡخَبِيۡثَ مِنۡهُ تُنۡفِقُوۡنَ وَلَسۡتُمۡ بِاٰخِذِيۡهِ** "اور خراب اور ردی چیز کا قصد بھی نہ کرو۔ حالانکہ تم خود بھی اسے لینے والے نہیں" لیکن پھر بھی کچھ لوگ صدقہ اور قربانی وغیرہ کے لئے گھٹیا اور سستا مال ڈھونڈتے ہیں۔ اگر یہ مجبوری کی وجہ سے ہے تو بہتر ہوگا کہ ایسی صورت میں قربانی وغیرہ نہ دیں۔ اگر فراوانی کے ہوتے ہوئے ایسا ہے تو یہ نفاق کی نشانی ہے لیکن اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت کی دولت عطا فرمائی ہو، جس کے بارے میں ارشاد ہے......

يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ
وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ
فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ؕ
وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ○

269- وہ عطا کرتا ہے حکمت، جسے چاہے،
اور جسے دی گئی حکمت،
اسے یقیناً بہت بڑی نعمت مل گئی۔
اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر صاحبانِ عقل و دانش۔

465- حکمت خیر کثیر:-

اس عظیم آیۃ مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے انسان کیلئے سب سے بڑی نعمت حکمت ہے اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں کہ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ''جسے حکمت عطا ہوئی اسے گویا خیر کثیر مل گئی''۔ یعنی خیر کثیر مال و دولت، بلند معیار زندگی، طاقت، حکومت، شہرت وغیرہ میں نہیں بلکہ حکمت سے ہے اور حکمت کا حاصل کمال یہ ہے کہ حکیم اپنے مقصد حیات کو پہچانتا ہو، دنیا و آخرت کی اقدار کو سمجھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اہمیت کو جانتا ہو اور ان سے نصیحت حاصل کر کے ان کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہو۔ وہ دنیا و آخرت کے معاملات کو ان کی اہمیت کی نسبت سے اہمیت دیتا ہے اور متوازن طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے۔

جو معاشرہ اس بات کو سمجھ گیا وہ دنیا و آخرت ہر جگہ کامیاب ہوگیا۔ حکمت میں دنیاوی سائنسی علوم اور دین کی سمجھ دونوں ہی شامل ہیں۔ اگر کوئی معاشرہ صرف سائنسی علوم کو پا گیا تو دنیا کی ساری خیر اسکو مل جائے گی، اگر دین کی حکمت مل گئی تو آخرت کی ساری خیر اسے مل گئی، اور جس نے دونوں پالئے تو وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوگیا۔

اگر عقل ہدایت نہیں سکھاتی تو وہ عقل نہیں بلکہ جہل ہے۔ ابوجہل کو مکہ والے ابوالحکم یعنی حکمت کا باپ کہتے تھے لیکن اسکی سیاست اور عقل اسے راہ ہدایت سے دور ہی لے جاتی رہی۔ دراصل دنیاوی عقل اور حکمت میں بڑا فرق ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے اور انکے بدلے انعامات اور برکات کے وعدے اگرچہ ظاہری عقل کی نفی کرتے ہیں لیکن جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی ہے وہ انکے فوائد کو خوب سمجھتے ہیں اور اسکے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ بات سیکھنے اور سکھانے والی ہے، ورنہ عقل تو شیطان کے پاس بھی بہت ہے اور کافروں کے پاس بھی۔ ہمیں مومن کی فراست کا طلبگار ہونا چاہئے کہ آخرت کی ضروریات کو دنیا کی ضروریات سے مقدم رکھا جائے۔ اگلی کچھ آیات مبارکہ اسی حکمت کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتی ہیں۔ فرمایا...

وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ○	270- اور تم جو کچھ بھی ضروریات زندگی میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو، یا جو نذر اپنے لئے لازم کر لیتے ہو، پس یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ اور جو لوگ ظالم ہیں، ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔
إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ	271- اگر تم اپنے صدقات کو ظاہر کرو تو تب بھی یہ اچھی بات ہے،

Marfat.com

فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوهَا	اور اگر تم انہیں چھپاؤ، اور فقراء کو دو،
وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ	تب تو یہ تمہارے حق میں (اور بھی) بہتر ہوگا۔
فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۚ	اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں پر پردہ پوشی کرے گا،
وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ ۗ	اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○	اس سے خوب باخبر ہے۔

466- نذر کی اہمیت:-

آیتہ مبارکہ 270 میں بتایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کیا جاتا ہے وہ اسے جانتا ہے لہٰذا اس کا فائدہ مل کر ہی رہے گا۔ دوسری بات نذر کے متعلق ہے ۔ اگر ہم اللہ کی راہ میں کوئی خاص صدقہ ،خیرات، قربانی دینے کا وعدہ کرلیں مثلاً یہ کہ ''اگر اللہ تعالیٰ ایسے کردے تو میں یہ قربانی کروں گا، میں اتنی خیرات کروں گا، وغیرہ وغیرہ'' اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی مطالبہ نہیں تھا لیکن بندے نے خود ہی اپنے رب تعالیٰ سے ایک وعدہ کرلیا ہے، اسے نذر کہتے ہیں اور اسے پورا کرنا لازمی ہے اور اگر نہ پورا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے وعدہ توڑنے کے مترادف ہے۔

467- اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنے والا بے یارومددگار:-

آیت 270 میں یہ یاد کرایا گیا ہے **وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ** .... ''ظالموں کا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہوگا''۔ قرآن پاک کی اصطلاح میں ظالم وہ لوگ ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ کی عائد کردہ حدود کو توڑتے ہیں، مثلاً زکوٰۃ نہ دینا، حاجت مند مسکین کی مدد نہ کرنا، ماں باپ اور اولاد پر خرچ نہ کرنا، بے جا اسراف کرنا، نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنا، دوسروں کا استحصال کرنا وغیرہ ایسی سب باتیں اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے والی ہیں جن پر آخرت میں سخت سزا ہے۔ وہاں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور انہیں حضور ﷺ کی شفاعت بھی نصیب نہ ہوگی۔ (استغفراللہ)۔ عمومی معنوں میں آیہ مبارک سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ظالم دنیا ہی میں بالآخر بے آسرا ہوجاتا ہے۔ اگر ہم بہتر زندگی کے طلب گار ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال کرنا ہوگا۔ انشاء اللہ وہ ضرور ہمارا خیال کرے گا۔

468- صدقات وزکوٰۃ کا ظاہر کرنا یا نہ ظاہر کرنا:-

آیتہ مبارکہ 271 میں صدقات اور زکوٰۃ کے ظاہر کرنے یا نہ کرنے کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ''اگر تم اپنے صدقات کو ظاہر کرو تو تب بھی یہ اچھی بات ہے اور اگر تم انہیں چھپاؤ تو یہ تمہارے حق میں مزید بہتر ہوگا'' لہٰذا صدقات کے ظاہر کرنے میں اگر دکھاوے کی نیت نہیں تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن زیادہ پسندیدہ عمل یہی ہے کہ تشہیر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں چھپا کر دیا جائے تا کہ حاجت مند کو شرمندگی نہ

ہو۔اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کا ارشاد ہے "پوشیدہ طور پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے" جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے، اسی طرح یہ انسان کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر بلا کا رد صدقہ ہے۔

469-خفیہ طریقہ سے خرچ کرنے کا خصوصی فائدہ:-

آیۃ مبارکہ 271 کے آخر میں خفیہ طریقہ سے خرچ کرنے کا خصوصی فائدہ یہ بتایا گیا ہے.... **وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ** اللہ تعالیٰ اس رازداری کی بنا پر تمہارے کچھ گناہوں پر سے پردہ پوشی کرے گا"۔قیامت کے دن جب اعمال نامے کھولے جائیں گے، صرف اس لئے کہ تم خرچ کرنے میں دکھاوا نہیں کرتے تھے، حاجت مند کی عزت نفس کی خاطر چھپا کر دیتے تھے،لوگوں کی مجبوری کا ڈھونڈورا نہیں پیٹتے تھے بس اتنی سی بات کے عوض اللہ تعالیٰ ہمارے بہت سے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا اور ہمیں بہت سی شرمندگیوں سے بچا لے گا۔(سبحان اللہ)۔آیت کے آخر میں پھر سے یاددہانی کروائی گئی ہے کہ جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے، وہ ہمارے دلوں کے حال جانتا ہے،اور ہمارا کوئی عمل اس سے چھپا نہیں۔

اس بنا پر اگلی آیۃ مبارکہ میں سرورِ کائنات ﷺ اور مبلغین اسلام کو بتایا گیا ہے کہ تم پر تبلیغ و تلقین کرنا تو لازم ہے لیکن ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔اگر کوئی نہیں مانتا تو بلاضرورت اصرار نہ کرو بلکہ اس کا معاملہ اپنے رب پر چھوڑ دو ۔فرمایا......

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ	**272-** تم پر ان کی ہدایت کی ذمہ داری نہیں،
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ	بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے۔
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ	اور تم جو کچھ بھی اچھی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہو، وہ تمہارے اپنے ہی لئے ہے،
وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ	اور تم نہ خرچ کرو مگر اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے۔
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○	اور اچھی چیزوں میں سے جو کچھ تم نے خرچ کیا، (اسکا بدلہ) تمہیں دیا جائے گا، اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

470- راہ ہدایت میں مجبوری نہیں:-

آیہ مبارک 272 میں سب سے پہلے اس اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ جسکا مطلب یہ ہے کہ مومنین کی ذمہ داری ارشاد و تبلیغ تک محدود ہے۔ لہٰذا ہم اپنی بات کو منوانے کے لئے لوگوں کو مجبور نہ کریں بلکہ ان کی ہدایت کے لئے دعا کرتے رہیں، اگر وہ انکار کرتے ہیں تو زیادہ اصرار نہ کریں بلکہ انہیں بار بار کے انکار کے گناہ سے بچانے کے لئے کچھ دیر کے لئے چپ ہو جائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، وہ جسے چاہے گا ہدایت دے گا۔ کچھ لوگ مسلسل انکار کی بنا پر وہاں تک چلے جاتے ہیں جہاں سے ان کیلئے ہدایت کی طرف آنا ناممکن ہو جاتا ہے اس لئے مقام ناواپسی (Point of No Return) سے لوگوں کو بچانا مبلغین کا فرض ہے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب کا معاملہ ہے۔ زبردستی لوگوں کا مال راہ حق پر لگانے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جس کا مال قبول کرے اور جس کا چاہے رد کر دے۔

471- اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل کرنے کا ذریعہ:-

آیۃ مبارکہ 272 میں خاص طور پر ان مومنین کے عمل کو سراہا گیا جو اپنے اموال اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش اور اس کی توجہ کا حصول ہی مقصود مومن ہے اور آیۃ مبارکہ 272 میں یہ خوشخبری ہے کہ ہم اپنے اموال میں سے طیب اور اچھا مال خرچ کر کے اپنے رب کی توجہ اور رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ اسلام کی راہ میں مالی قربانی قرب الٰہی حاصل کرنے کا بہترین نسخہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔

472- راہ حق میں خرچ۔ پس انداز:-

آیۃ مبارکہ 272 میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اس کی توجہ اور رضا کا خصوصی انعام ملے گا مزید یہ کہ تم جو کچھ بھی اس کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے ہی لئے ہے۔ (سبحان اللہ، کیا ذات کریم ہے کہ ہر طریقہ سے انسان کی پذیرائی کرنا چاہتی ہے)۔ آیہ مبارک کے آخر میں یقین دلایا جا رہا ہے کہ مال مانگ کر تم پر ظلم نہیں کیا جا رہا بلکہ جیسے پہلے آیت مبارک 261 میں وعدہ فرمایا گیا ہے وہ تو ایک کا سات سو، بلکہ اس سے بھی زیادہ کر کے دے گا اور خفیہ صدقات کی فضیلت کی بنا پر گناہوں کی پردہ پوشی بھی کرے گا، اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کسی کی قربانی کو بھولنے والا نہیں ہے، نہایت ہی قدر دان ہے۔ لہٰذا چاہئے کہ ہم اس پر اعتبار کریں اور اس کی راہ میں دل کھول کر اپنے اموال اور ذرائع استعمال کریں اور حق داروں کے حقوق پورے کریں۔ اس ضمن میں آیۃ مبارکہ 273 بتاتی ہے کہ صدقات کے خصوصی طور پر کون حق دار ہیں۔ فرمایا......

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ
اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ؗ
يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ
تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ
لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

273- (تمہارے مال کے خصوصی حقدار وہ ہیں) جو حاجت مند ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر چکے ہیں اور ملک میں کہیں چل پھر نہیں سکتے، (یعنی جہاد یا تبلیغ یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے)، ناواقف انہیں دولت مند خیال کرتا ہے، ان کے صبر اور سوال نہ کرنے کی وجہ سے، (لیکن) تم انہیں ان کی علامتوں سے پہچان لوگے، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔ اور ہر اچھی چیز جو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، وہ اسے خوب جانتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ
وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

274- وہ لوگ جو رات دن ہمہ وقت اپنے مال پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ غم۔

473- صدقات و امداد کے خصوصی حق دار:-

یوں تو ہر سوالی کی حاجت روائی نیک کام ہے لیکن آیہ مبارکہ 273 میں خصوصی حق داروں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ پہلا حق ان کا ہے جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے.... لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد یا تبلیغ دین یا اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی مصروفیات میں لگے ہوئے ہیں کہ ان کے لئے کسب معاش کے لئے نہ وقت ہے نہ ذرائع۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ شریف النفس غیرت مند بندے ہیں بھوکے ہوں گے لیکن ہاتھ اٹھا کر سوال نہیں کرتے۔ اس لئے یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ انہیں تلاش کریں اور ان کے گھر خود امداد پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس عادت شریفہ کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا ہے کہ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ''کہ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے''۔ انہی میں غریب قریبی رشتہ

Marfat.com

دار بھی شامل ہیں جو غیرت کی وجہ سے سوال نہیں کر سکتے انہیں دینے کا دگنا ثواب ملتا ہے، حتیٰ کہ بیوی خاوند کو بھی صدقہ دے سکتی ہے۔ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ محترمہ ایک دفعہ سرور کائنات ﷺ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ وہ اپنی کمائی سے کسی غریب کو صدقہ دینا چاہتی ہیں لیکن اپنے خاوند جناب عبداللہ سے زیادہ کوئی غریب آدمی نظر نہیں آتا، کیا میں ان کو صدقہ کر سکتی ہوں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا ''بے شک، اس کا دہرا ثواب ہے، ایک صدقہ کا دوسرا قرابت کی پاسداری کا''۔

آیۃ مبارکہ 273 میں یہ فرما کر کہ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ یعنی ''ہر اچھی چیز جو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ اسے خوب جانتا ہے، ترغیب دی ہے کہ اس کی راہ میں اپنا بہترین مال خرچ کرو، صدقات اور قربانی میں بھی اچھی سے اچھی چیز دو۔

474- پیشہ ور گداگر کا مسئلہ:-

عموماً پیشہ ور گداگر لپٹ کر سوال کرنے والے ہوتے ہیں اور بڑے اصرار سے مانگتے ہیں۔ اسلام انہیں خیرات دینے سے منع نہیں کرتا لیکن انکی حوصلہ افزائی بھی نہیں چاہتا۔ جہاں تک بھیک مانگنے کا تعلق ہے حضور اکرم ﷺ نے اسکی مذمت فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''جو آدمی مال جمع کرنے کیلئے لوگوں سے بھیک مانگتا ہے وہ انگارے جمع کر رہا ہے۔ تھوڑے انگارے جمع کرے یا زیادہ اسکی اپنی مرضی ہے'' (حوالہ ضیاء القرآن ص 192)۔ اس لئے آپکے صدقات، زکوٰۃ اور خیرات کے صحیح حق دار وہ غیرت مند غریب، مسکین حاجت مند ہیں جنہیں مانگنے سے شرم آتی ہے۔ اگر آپ انکا یہ حق ان تک خود پہنچائیں گے تو یہ ایسی نیکی ہے جس کا اجر بے حساب ہے۔

475- قابل تعریف بندے:-

آیۃ مبارکہ 274 میں اللہ تعالیٰ اپنے سخی بندوں کی صفت بیان کی ہے۔ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ''یہ وہ لوگ ہیں جو رات دن ہمہ وقت اپنے اموال اور ذرائع اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے'' یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو کبھی بھی اپنی تجوریوں کے منہ بند نہیں کرتے اور حالات کے مطابق چھپا کر یا علانیہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہیں اور اجر کے لئے صرف رب تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی خوف و خطرہ نہیں اور نہ انہیں کسی محرومی کا غم ہوگا۔ (سبحان اللہ)۔ اللہ تعالیٰ کے یہ بندے آخرت میں بلا کسی تردد کے خوش و خرم ہوں گے لیکن دنیا میں بھی ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ وہ تکلیف میں بھی خوش ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں سخی کر دیتا ہے اور ان کی ضروریات غیب سے پوری ہونے لگتی ہیں۔ ان کے برعکس بخیل لوگ ہیں جبکہ سخی کا انعام خوف اور غم سے آزادی ہے بخیل باوجود اپنے مال و دولت کے خوف اور غم میں مبتلا رہتا ہے۔

اگلی کچھ آیات میں ان بدقسمت لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ تو کیا کریں گے ان کا لالچ اس قدر ہے کہ وہ دوسروں کا مال بھی ہضم کرنے سے نہیں ڈرتے ان میں اولین نمبر پر سود خور ہیں جن کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فرمایا......

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○	275- وہ لوگ جو (ربوٰ) سود کھاتے ہیں۔ (آخرت میں وہ) نہیں کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کی طرح، جسے دیوانہ کر دیا ہو شیطان نے چھو کر۔ ان کی یہ حالت اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں، "بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہے" حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے، اور سود کو حرام۔ پس جس کسی کو نصیحت اسکے پروردگار کی طرف سے پہنچے، پھر وہ باز آ جائے، تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ ہو چکا، اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے۔ لیکن جو لوگ اس گناہ پر اصرار کریں، پس وہی ہیں جہنم والے، اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔
يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ○	276- اللہ تعالیٰ سود مٹاتا ہے، اور صدقات بڑھاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔

476- ربوٰ اور سود کی مذمت:-

آیۃ مبارکہ 275-276 میں اسلام کے معاشی نظام کو واضح کر دیا گیا ہے اور ربوٰ کی پرزور مذمت کی گئی ہے۔ یہ سوال کہ ربوٰ کیا

Marfat.com

ہے، قرآن کریم اور نبی پاک ﷺ کی احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ ہر قسم کا معاشی استحصال ربواء ہے۔ ان میں سے بدترین سود در سود ہے جس میں قرض پر دی گئی رقم بڑھتی ہی جاتی ہے۔ آیہ مبارکہ 275 میں سود کی کراہت اور اس کے اثرات کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ شیطان کی لگائی ہوئی دیوانگی ہے کہ جو بڑھتے بڑھتے پورے معاشرہ کو باولا کر دیتی ہے، معیشت (Economic) تباہ ہو جاتی ہے، آپس میں ہمدردیاں ختم ہو جاتی ہیں ظلم بڑھ جاتا ہے، بالآخر معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے، شر اور برائی کی قوتیں ان پر قابو پا لیتی ہیں اور وہ پھر سرکشوں اور شیطانوں کے چنگل سے کبھی نہیں نکل سکتے۔ آخر کار سودی معاشرہ پاگل ہو جاتا ہے اور انہیں سود کے چکر سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا یہ تو دنیا میں ان کا حال ہے، میدان حشر میں سود خور سیدھے کھڑے ہو سکیں گے نہ چل سکیں گے، لڑکھڑاتے سب کو نظر آئیں گے کہ "وہ سود خور جا رہا ہے"۔ قرآن حکیم اور نبی پاک ﷺ نے جس قدر سود کی مذمت کی ہے شاید ہی کسی اور گناہ کی مذمت کی ہے اور جس قدر خوفناک عذاب قبر سود خوروں کیلئے ہے شاید ہی کسی اور کیلئے ہو۔

477- سود تجارت نہیں:-

آیتہ مبارکہ 275 میں بتایا گیا ہے سود خور لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ **اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا** "بیع یعنی تجارت بھی تو سود کی طرح ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی اس دلیل کو رد کرتا ہے۔ دراصل ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ سود کی بنیاد انسانی مجبوری ہے جب کہ تجارت باہمی رضامندی اور خوشی سے طے شدہ ایک معاشی عمل ہے۔ تجارت میں انسانی محنت کا لازمی دخل ہے جبکہ سود میں پیسہ پیسے کو کماتا ہے، تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہے جبکہ سود خور نقصان میں حصہ دار نہیں ہوتا۔ تجارت سے پیداوار بڑھتی ہے، پیسہ گردش میں آتا ہے، لوگ نفع کی غرض سے محنت کرتے ہین، جبکہ سود خور لوگوں کی مجبوریاں خریدتا ہے۔ آج کل سود کے حامی بینکنگ سسٹم کو تجارت کا ایک اہم ستون کہتے ہیں لیکن سبھی کو معلوم ہے کہ اس بینکنگ سسٹم نے دنیا کی اسی فیصد آبادی کو غریب کر رکھا ہے۔ دنیا کی ساری دولت بینکاری نظام کی وجہ سے سود خوروں کے پاس چلی جا رہی ہے۔ جبکہ بینکوں کا نظام امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا ہے، قرض خواہ ملک غریب سے غریب تر ہوتے جاتے ہیں۔

کچھ بے وقوف مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ربواء کا مطلب ذاتی قرض کا سود ہے لیکن ان کی یہ دلیل تو خود اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر رد کر دی ہے کہ "اس نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام" خواہ ذاتی قرضہ ہو یا تجارتی قرضہ ہو سب پر سود حرام ہے۔ اصول، اصول ہی ہوتا ہے۔ تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ بغیر حیل و حجت ہر قسم کے استحصالی معاشی نظام کو ربواء سمجھ کر اس سے بچا جائے اور سود سے توبہ کی جائے۔

478- سود پر لیت و لعل کرنے والے:-

آیتہ مبارکہ 275 میں تنبیہ کی گئی ہے کہ سود کی حرمت ظاہر ہونے کے بعد بھی جو لوگ اس سے باز نہیں آتے وہ جہنمی ہیں۔ فرمایا

Marfat.com

گیا ہے...... وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ...... پس جو لوگ لیت ولعل سے کام لیتے ہیں اور غیر شرعی تاویلات سے اس حکم کے اثرات سے بچنا چاہتے ہیں ان کے لئے پکا پکا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ چونکہ آیہ مبارک کا حکم قطعی اور بلا استثناء ہے اس لئے یہ سمجھنے میں مشکل نہیں ہونی چاہئے کہ سود خوروں کے نیک کام بھی کسی کام کے نہیں۔ سود سب نیکیوں کو مٹا ڈالتا ہے، نماز روزہ حج زکوۃ سبھی کو ضائع کر دیتا ہے۔ (استغفر اللہ)

479- اللہ تعالیٰ صدقات بڑھاتا ہے۔ سود مٹاتا ہے:-

آیۃ مبارکہ 276 میں مسلمانوں کے لئے نصیحت کی ایک بہت بڑی بات کہی گئی ہے اور خوشحالی امن وسکون کا فارمولا دیا گیا ہے فرمایا... يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ یعنی ''اللہ تعالیٰ سود مٹاتا ہے اور صدقات بڑھاتا ہے''۔ دراصل سود اور صدقات دونوں باہمی ضد ہیں۔ سود کی بنیاد ظلم ہے اور صدقات کی رحم۔ اللہ تعالیٰ کو سود ناپسند ہے اور صدقات پسند ہیں۔ لہٰذا سودی معاشرہ میں سے برکت اٹھ جاتی ہے اور اس کے رزق میں ترقی رک جاتی ہے۔ اس کا ثبوت ان مسلمان ملکوں کے حالات ہیں جہاں سود کی لعنت پھیل چکی ہے۔ باوجود پیداواری ذرائع کی بہتات کے ان کی معیشت تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔ کفار پر سود کے اثرات کم نظر آتے ہیں اس لئے کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور یہ بھی کہ ان ملکوں میں اگرچہ سودی نظام ہے لیکن اتنا ظالمانہ نہیں اور کسی حد تک ان میں اسلام کا معاشی عدل کا نظام بھی کام کر رہا ہے۔

480- ہماری غربت کی وجہ اور اس کا علاج:-

آیۃ مبارکہ 276 اور اس سے پہلے بھی بہت سی آیات سے عیاں ہے کہ صدقات رزق میں برکت اور مال بڑھانے کا ذریعہ ہیں اور جس معاشرہ میں دوسروں پر خرچ کرنے کی عادت زیادہ ہوگی اسی نسبت سے اس میں خوشحالی زیادہ ہوگی۔ امریکہ، سویڈن، جاپان اور جرمنی اگرچہ غیر مسلم ہیں ان کی مثال ہمارے سامنے ہے، دنیا میں کہیں بھی کوئی مصیبت یا آفت آجائے وہاں ان کے جہاز امداد سے لدے پہنچ جاتے ہیں۔ اس اچھے عمل کی وجہ سے دنیا میں انہیں خوب بدلہ مل رہا ہے۔

جہاں تک سود کا معاملہ ہے وہ بھی ان ملکوں میں کم سے کم ہے، مثلاً جاپان میں بینک دو تین فیصد سود پر قرضہ دیتے ہیں، چین میں یہ شرح اس سے بھی کم ہے، یورپ میں بھی تین فیصد کے قریب ہے، خود امریکہ میں بھی بہت کم ہے۔ یعنی وہ ملک جو معاشی طور پر خوشحال ہیں وہاں عملی طور پر بلاسودی معاشی نظام چل رہا ہے۔

لیکن اس ضمن میں بیشتر مسلم ممالک کی مثال افسوس ناک ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان میں سود کی شرح بہت زیادہ ہے بلکہ صدقات میں بھی وہ باقی اقوام سے پیچھے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ سود سرمایہ دار کا ہتھیار ہے جس سے وہ لوگوں کی ضروریات کا استحصال کر کے اپنا پیسہ بڑھاتا جاتا ہے، وہ پھر بھی انہی IMF, W.B, ADB وغیرہ سے سود در سود پر قرضے لیتے جاتے ہیں اور ان کے جال میں پھنس کر

Marfat.com

دین سے مزید دور ہوتے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا رزق تنگ ہو گیا ہے۔ جبکہ حسبِ وعدہ حق تعالیٰ، غربت کا علاج اللہ تعالیٰ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے اور سود سے بچنے میں ہے۔ دراصل سود کی وبا میں مبتلا لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور محبت سے دور ہوتے جاتے ہیں، گویا وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ اگلی آیات مبارکہ دین کی طرف لوٹ آنے کی زبردست دعوت ہیں۔

فرمایا ......

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

277- بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے،
اور نیک عمل کئے،
اور صلوٰۃ قائم کی، اور زکوٰۃ ادا کی،
ان کے لئے ان کا اجر ہے، ان کے رب کے پاس،
ان پر نہ کوئی خوف ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

278- اے ایمان والو، ڈرو اللہ تعالیٰ سے
اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود سے،
اگر تم واقعی ایمان والے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ
فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ
لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○

279- پس اگر تم نے ایسا نہ کیا،
تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ
سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔
اور اگر تم توبہ کر لو تو پھر تمہیں اصل مال مل جائے گا،
نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ
فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ
وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

280- اور اگر (مقروض) تنگ دست ہو تو مہلت دو،
اسے فراغت اور خوشحالی تک۔
اور اگر تم بخش دو، تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔
کاش تم جانتے ہوتے۔

Marfat.com

وَاتَّقُوْا يَوْمًا 281- اور ڈرو اس دن سے،
تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ جب تم لوٹائے جاؤ گے اللہ تعالیٰ کی طرف،
ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ پھر ہر نفس کو پورا پورا دیا جائے گا،
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ جو کچھ اس نے کمایا ہوگا۔ اور ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔

481- خوف وغم سے آزادی کا انعام:-

آیتہ مبارکہ 277 کا پیغام ساری دنیا کے لئے خوف اور غم سے نجات کا فارمولا ہے۔ آج دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ بھی یہی ہے کہ باوجود معاشی خوشحالی اور ترقی یافتہ حکومتی مشینری کے لوگ ایک انجانے خوف اور غم میں مبتلا ہیں۔ مشرق ہو یا مغرب بے شمار خودکشیوں کے واقعات اسی کا نتیجہ ہیں۔ آیتہ مبارکہ 277 میں ان چند بنیادی شرائط کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے جن کو پورا کرنے سے انسان خوف اور غم سے آزادی حاصل کر سکتا ہے۔ اصل آزادی تو جنت میں ہوگی لیکن دنیاوی حیات میں بھی اطمینان کی دولت اسقدر مل جاتی ہے کہ انسان بے شمار پریشانیوں سے بچا رہتا ہے۔

یہ انعام نظام صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ قائم کرنے والوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں زکوٰۃ وصدقات دیتے ہیں اور سود سے بچتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی معنوں میں **لا الہ الا اللّٰہ** کہنے والے لوگ ہیں اس کے بعد ان کے دلوں سے غیر اللہ کا خوف اور غم اٹھ جاتا ہے۔ اگر انہیں کوئی فکر رہتی ہے تو ایک ہی کہ ان کا رب ان سے کہیں ناراض نہ ہو جائے۔

482- سود خور مومن نہیں ہوسکتا:-

آیتہ مبارکہ 278 میں بتایا گیا ہے کہ ایمان زبانی اور خالی خولی اعتقاد کا نام نہیں بلکہ اپنے ایمان کو اپنے عمل سے ثابت کرنا لازمی بات ہے۔ اس کی پہلی شرط دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا ہو جانا ہے، جس کی عملی صورت یہ ہے کہ ایماندار لوگ سود نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ ''ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود سے، اگر واقعی تم ایمان دار ہو'' ۔ **وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** یعنی ایمان کی شرط سود سے پرہیز ہے، لہٰذا جو آدمی سود کھاتا ہے وہ ایماندار نہیں ہوسکتا اگر چہ وہ دیگر باتوں میں شریعت پر عمل بھی کیوں نہ کرتا ہو۔ یہ ہم سب کے لئے بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے۔ دوسری طرف لوگوں کی مجبوری ہے کہ موجودہ معاشی نظام میں بینکوں سے بچنا تقریباً ناممکن ہے اور بعض دفعہ حفاظت کی غرض سے بھی ان میں رقم جمع کرانا ضروری ہوگیا ہے۔ اس صورتِ حال میں کیا جمع شدہ رقم پر بینکوں سے سود لینا چاہیے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ایک اجتہاد یہ ہے کہ سود کی رقم بینکوں کو نہیں چھوڑنی چاہئے، البتہ اسے اپنے اوپر بھی خرچ

Marfat.com

نہ کیا جائے، بلکہ یہ رقم غرباء میں صدقہ کر دی جائے۔

483- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ:-

آیۃ مبارکہ 279 نہایت شدید ودیعت ہے اور غالباً قرآن حکیم میں اس سے زیادہ جلال والی کوئی دوسری آیت نہیں۔ فرمایا، **فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ** ''اگر تم نے (سود) نہ چھوڑا تو اعلانِ جنگ سن لو، اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ؐ کی طرف سے۔'' کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ سے کوئی مسلمان جنگ کرنے کی جرات کر سکتا ہے؟ (استغفر اللہ)۔ لہٰذا سود کیلئے اصرار کرنے والا کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی وہ فلاح پا سکتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس جنگ میں کون ہارے گا کون جیتے گا؟

افسوس کہ اپنی موجودہ حالت میں بینکاری نظام کفر کا سب سے بڑا آلہ کار ہے اور جس گناہ کو اللہ تعالیٰ مٹانا چاہتا ہے یہ اسے بڑھانا چاہتے ہیں اور یوں بینکوں کو چلانے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ سے ایک طرح کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ اس لئے تمام سچے مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ سودی نظام کے خلاف جدوجہد کرتے رہیں تاوقتیکہ سود مٹ جائے، اور جہاں تک ممکن ہو وہ خود بلاسودی کاروبار کریں۔ جب وہ اس طرف صدق دل سے لگ جائیں گے تو جیسے فرمایا گیا ہے **لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ** نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات اور رحمتوں کا نزول شروع ہو جائے گا۔

484- موجودہ بینکاری نظام:-

سود کی لعنت اپنی جگہ، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ موجودہ بینکاری نظام سرمائے کے انتقال اور بحیثیت امانت دار بھی کام کرتا ہے جس کے بغیر کسی بڑے پیمانے پر تجارت تقریباً ناممکن ہے۔ ان مشکلات کے پیش نظر بعض مسلم علماء بنک کے سودی کاروبار کو جائز قرار دیتے ہیں، یعنی بینکوں کے نظام کی اصلاح کی بجائے وہ قرآن کریم کی اصلاح کرنے لگے ہیں۔ یہ اجتہاد نہیں بلکہ بہت بڑا انفاق ہے۔ ان کی یہ دلیل بھی ٹھیک نہیں کہ اس نظام سے بچنا ناممکن ہے۔ افسوس کہ بلاسودی نظام کو قائم کرنے کے لئے بھی اگر کچھ سنجیدہ کوششیں ہوئی ہیں تو وہ بھی یورپ میں عیسائیوں کی طرف سے ہوئی ہیں۔ مسلمانوں میں آج کل اسلامی بینک کے نام پر جو کوششیں ہو رہی ہیں انہیں خوش آمدید کہنا چاہیے لیکن ابھی تک ان میں سے شاید ہی کوئی صحیح اسلامی معاشی نظام کی تصویر پیش کرتا ہے۔

485- اسلامی بینکاری نظام...... بینک بحیثیت امین:-

اسلامی نظام میں بینک کا رول ایک امانتدار کا ہونا چاہئے جو نہ سود لیتا ہے، نہ سود دیتا ہے بلکہ تجارت کا ایک ذریعہ ہے جو اپنے اخراجات سروس چارجز سے پورا کرتا ہے وہ سرمایہ جمع کرانے اور سرمایہ استعمال کرنے والے دونوں سے لیتا ہے، اسکے علاوہ وہ خود تجارت بھی کرتا ہے اور کھاتہ داروں کی اجازت سے (جو کہ کھاتہ دار کھاتہ کھلواتے وقت بینک کو دے گا) جمع شدہ مال کو نفع ونقصان کی بناء پر تجارت میں لگاتا ہے، اس نظام کے تحت بینک بحیثیت امین کام کرتا ہے جو کہ بالکل جائز ہے۔ لہٰذا بنکاری نظام توڑنے کی ضرورت

Marfat.com

نہیں بلکہ اصل بات اس کی اصلاح کی ہے۔

موجودہ بینک بھی اگر سود دینا اور لینا بند کر دیں اور خدمت کے معاوضہ پر کام شروع کریں اور کھاتہ داروں کی اجازت سے بحیثیت امین اور وکیل ان کی رقم تجارت انڈسٹری وغیرہ میں لگائیں تو یہ اسلام کے مقاصد کے عین مطابق ہوگا، یوں یہی بینک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ دوستی کا آلہ بن سکتے ہیں، نہ کہ دشمنی کا، جو موجودہ حالات میں وہ کر رہے ہیں۔ خود کئی غیر مسلم مغربی ماہرینِ اقتصادیات سودی نظام کے خلاف ہیں اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ افراط زر (Inflanation) کا تعلق سود سے ہے۔ اگر شرح سود زیادہ ہوگی تو افراط زر بھی زیادہ ہوگی اور تجارتی ترقی بھی رک جائے گی۔ چنانچہ آج کل یورپی ممالک، جاپان، امریکہ اور چین وغیرہ میں شرح سود نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان کے برعکس جن ملکوں میں شرح سود زیادہ ہے وہاں افراط زر بھی زیادہ ہے، تجارتی اور صنعتی ترقی بھی رکی ہوئی ہے۔ یوں مسلمانوں پر کفار کی طرف سے بھی حجت قائم ہو چکی ہے کہ وہ سودی نظام سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔

486-مقروض سے رعایت کا حکم:-

آیۃ مبارکہ 280 انسانی حقوق کی عظیم ضمانت ہے۔ فرمایا..... **وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ** ..... مطلب یہ کہ اگر مقروض تنگ دست ہو، یا کسی اور شرعی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکتا ہو قرض خواہ کو ہرگز یہ حق نہیں کہ اس کی جائیداد نیلام کر کے اپنا قرض وصول کرے بلکہ فرمان الٰہی کے مطابق اس پر لازم ہے کہ وہ مقروض کو مہلت دے اور انتظار کرے کہ وہ اس قابل ہو جائے کہ اپنا قرض ادا کر سکے۔ اگر وہ قرض ادا نہیں کر سکتا تو حکم ہے کہ "اسے بخش دو"۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت احسن بات ہے البتہ اگر کوئی شخص طاقت کے باوجود جان بوجھ کر قرض ادا کرنا نہیں چاہتا تو پھر حکومت زبردستی وصول کر کے قرض خواہ کا حق ادا کرنے کی مجاز ہے۔

487-اعمال کا حساب:-

آیۃ مبارکہ 281 شاہد ہے کہ انسان کے تمام اچھے برے اعمال کا حساب رکھا جا رہا ہے یہی اس کی کمائی ہیں اور آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہماری حاضری ہوگی، تو مجسم شکل میں ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہونگے۔ اس وقت کسی کا حق ضائع نہیں ہو گا۔ کسی کے ساتھ رعایت نہیں برتی جائے گی۔ پورا پورا انصاف ہوگا۔ اس لئے دنیا میں ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عارضی واقعات نہیں کہ ہو گئے اور گزر گئے، بلکہ یہ مستقل اثرات کے حامل ہیں اور ہمارا ایک ایک عمل اللہ تعالیٰ کے دفاتر میں محفوظ کیا جا رہا ہے۔ اس لئے عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ بہتر سے بہتر مال آگے بھیجیں اور منفی اعمال سے بچتے رہیں ورنہ وہ حشر ہوگا کہ الامان۔ (استغفر اللہ)

488-ظلم کا علاج:-

آیۃ مبارکہ 279 کا سنہری اصول.... **لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ** "نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے"۔ اسلامی معاشرت

Marfat.com

کا بنیادی اصول ہے ظلم سب سے بڑا گناہ ہے۔شرک بشمول تمام برائیاں ظلم ہی کی پیداوار ہے۔اسلام کا مقصد ہر طرح کے استحصال اور ظلم کا خاتمہ ہے۔رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ کی گلیوں میں اعلان کرتے پھرتے تھے"**یا ایھا الناس قولوالا الہ الا اللہ تفلحو**"۔تو یہ اعلان ہر قسم کے روحانی اور جسمانی استحصال اور ظلم کے خلاف اعلان جنگ تھا اور تمام جھوٹے خداؤں سے انسان کی آزادی کا پیغام تھا۔لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف خود ظلم کرنے سے باز رہے بلکہ ظلم ہونے ہی نہ دے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مظلوم بن کر زندگی گزار دینا بھی مسلمان کا شیوہ نہیں۔حضور سرور کائنات ﷺ نے جب ارشاد فرمایا کہ "ظالم کی مدد کرو،مظلوم کی مدد کرو" تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ "حضور مظلوم کی مدد تو ہم سمجھتے ہیں لیکن ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟" تو آپؐ نے فرمایا 'ظالم کو ظلم سے روکنا اس کی مدد کرنا ہے اور مظلوم کو اس کا حق دلانا اس کی مدد کرنا ہے'۔یعنی مسلمان ظالم کا دشمن نہیں،اس کے ظلم کا دشمن ہے۔" امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی یہی تفسیر ہے۔اسلام بدلہ کی اجازت دیتا ہے لیکن زیادتی کی نہیں۔اگر کسی جگہ ظلم ہو رہا ہے اور تم بالکل بے بس ہو،اسے روک نہیں سکتے تو پھر بے بسی کی زندگی گزارنے کی بجائے وہاں سے ہجرت کر جانا اسلام ہے۔

اگلی آیات کریمہ وہ معرکتہ الاراء آیات ہیں جن میں انسان کے مالی معاملات کے متعلق آداب لین دین سکھائے گئے ہیں تا کہ بھول چوک کی وجہ سے جو کاروباری ظلم ہوتا ہے اس کی بھی گنجائش نہ رہے۔فرمایا......

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا
اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ
اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ
وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ
وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ
اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ
وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ
وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ
فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا

282- اے لوگو جو ایمان لائے ہو،
جب تم لین دین کا معاملہ کسی خاص
مقررہ مدت تک کرنے لگو تو اسے لکھ لو
اور لازم ہے کہ تمہارے درمیان لکھنے والا
انصاف کے مطابق (دستاویز) لکھے،
اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے،
اور وہ لکھے جیسا کہ سکھایا اسے اللہ تعالیٰ نے۔
پس چاہیے کہ وہ لکھے،
اور وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق واجب ہے،
اور ڈرے اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے،

Marfat.com

اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ	اوراس میں سے کچھ کم کرے نہ زیادہ کوئی چیز۔
اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ	پھر اگر وہ جس کے ذمہ حق واجب ہے،
وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ	عقل کا کوتاہ ہو یا کمزور ہو، (دیوانہ گونگا ضعیف وغیرہ)
مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ	اوراس قابل نہ ہو کہ خود لکھوا سکے،
فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ	تو چاہئے کہ لکھوائے اسکا سرپرست
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ	ساتھ انصاف کے۔
اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا	اور دو گواہ بناؤ اپنے مردوں میں سے،
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى	پس اگر نہ ہوں دو مرد،
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا	تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہوں گواہ،
وَلَا تَسْــَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ	جن پر تمہیں اطمینان ہو،
صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ	تا کہ ان دو عورتوں میں سے ایک بھول جائے
ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ	تو دوسری یاد کروائے۔
وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا	اور گواہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں۔
اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً	اور (قرض کے معاملہ میں) نہ سستی کرو اسکی میعاد معین
حَاضِرَةً	کے لکھنے میں، اگرچہ ہو یہ تھوڑا یا زیادہ۔
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ	یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عدل کے قریب تر ہے،
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا	اور یہ (لکھنا) بہت محفوظ رکھنے والا ہے گواہی کو،
وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ	اور آسان طریقہ ہے تمہیں شک سے بچانے کے
وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ	لئے، مگر یہ کہ سودا دست بدست ہو،
وَّلَا شَهِيْدٌ	جس کا تم لین دین آپس میں کرو،
وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ	پس (اس صورت میں) تم پر کچھ حرج نہیں اگر نہ لکھو۔
وَاتَّقُوا اللّٰهَ	اور گواہ بنالیا کرو جب خرید و فروخت کرو۔
	اور نہ ضرر پہنچاؤ لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو،
	اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لئے

Marfat.com

وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ نافرمانی کی بات ہوگی، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو،

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ اور اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتا ہے (آداب لین دین)،

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

489- اقتصادی دستاویز کا حکم۔ آداب لین دین:۔

آیۂ کریمہ 282 ہر طرح کے مالی معاملات اور انتظامات (Finance Management) کیلئے شاہکار ہے اور دنیا بھر کے مالیاتی ماہرین کیلئے ایک زبردست آئینی دستاویز ہے اس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے کاروبار، تجارتی اور اقتصادی نظم (Decipline) کے متعلق تفصیلاً احکام دیئے ہیں تاکہ معاشرہ ظلم، جھگڑے، اختلافات اور مقدمہ بازی سے محفوظ رہے۔ افسوس کہ آجکل مسلمان معاملہ کرتے وقت دستاویز لکھنے سے شرماتے ہیں لیکن بعد میں شک وتردد کا شکار ہو کر لڑنا بھڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں مالی لین دین کے قواعد کے سلسلہ میں انیس احکام بیان کئے گئے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

-1 لین دین کی ساری شرائط ضبط تحریر میں لانا لازمی ہے۔

-2 لین دین کی دستاویز کوئی تیسرا شخص لکھے۔

-3 کاتب کو چاہئے کہ دستاویز لکھتے وقت حق کو پیش نظر رکھے اور عین واقعہ کے مطابق لکھے۔

-4 کاتب دستاویز لکھنے میں گریز نہ کرے۔

-5 معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا دستاویز لکھنے سے احتراز نہ کیا جائے۔

-6 معاملے کے دونوں فریق میں سے جس نے قرض لیا ہے وہ املاء لکھائے۔

-7 مقروض یا جس کے ذمہ حق واجب الادا ہے املاء کراتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور تحریر واضح طور پر لکھائے تاکہ بعد میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔

-8 اگر مقروض کم عقل، نادان صفت ہو یعنی اپنے معاملات کی دیکھ بھال نہ کر سکتا ہو، اپنے نفع ونقصان کو نہ سمجھتا ہو تو والی مقرر کرے جو اس کی طرف سے لکھوائے۔

-9 والی کو بھی چاہئے کہ انصاف وعدل کے تمام تقاضے پورے کرے۔

-10 طرفین کیلئے دستاویز پر دو گواہ بنانے ضروری ہیں۔

-11 یہ دونوں گواہ بالغ مسلمان ہوں۔

12- ایک مرد اور دو عورتیں بھی گواہی دے سکتی ہیں۔

13- گواہ قابل اعتماد ہونا ضروری ہیں۔

14- جب گواہ دو مرد ہیں تو ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ گواہی دے گا۔

15- اگر گواہ دو عورتیں اور ایک مرد ہوں تو چاہئے کہ جب عورتوں میں سے ایک گواہی دے رہی ہو تو دوسری اس بات کا خیال رکھے کہ وہ کچھ بھول تو نہیں رہی اور بھولنے کی صورت میں یاد کروا دے۔

16- قرض کا معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا تحریر میں لانا چاہئے۔ قرض تھوڑا ہونے کی بناء پر بھی دستاویز کے لکھنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

17- اگر معاملہ نقد ہو تو دستاویز لکھنا ضروری نہیں۔

18- نقد معاملات کی صورت میں اگرچہ تحریر ضروری نہیں لیکن (خصوصاً بڑے معاملات میں) گواہ بنا لینا بہتر ہے۔

19- گواہوں اور کاتبوں پر کسی قسم کا پریشر، تشدد یا سختی کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے۔

490- ڈاکومینٹڈ اکانومی(Documented Economy) کاروبار میں حساب کتاب:-

موجودہ دور میں(Ducomented Economy) ڈاکومینٹڈ اکانومی کا بڑا چرچا ہے اور جدید مالیاتی نظام کی کامیابی میں اسکی جو اہمیت ہے اس سے کون واقف نہیں، لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے آیۃ مبارکہ 282 سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کیلئے تو یہ ایک عبادت بھی ہے۔ عقل حیران ہے کہ 1400 سال پہلے اللہ تعالیٰ نے لین دین کے مسائل پر ڈاکومنٹیشن(Documentation) کی کس قدر تاکید کی ہے۔ مغربی دنیا کی اقتصادی ترقی کا راز بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دی گئی انہی ہدایات کی بنا پر ہے۔ افسوس مسلمانوں پر کہ آج وہ معاملہ کرتے وقت لکھنے سے شرماتے ہیں لیکن بعد میں غلط فہمیوں اور شک وشبہات کی بنا پر جھگڑا کرنے میں شیر ہوتے ہیں۔ آپس کے بہت سارے جھگڑے اور مقدمہ بازی کی بنیاد ان ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

491- لکھنے والے کی قدر ومنزلت:-

آیۃ مبارکہ 282 لکھنے کی تاکید کے ساتھ لکھنے والے کی قدر و منزلت بھی ظاہر کرتی ہے اور یہی ایک وجہ تھی کہ ابتداء اسلام میں مسلمانوں میں لکھنے پڑھنے کا سو فیصد شوق پیدا ہو گیا اور ان میں حساب کتاب اور دستاویز کا علم بڑی ترقی کر گیا۔ مثلاً اسلام کے ابتدائی دور ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے اسلامی خلافت کے تمام علاقوں میں مالیہ کے دفاتر قائم کئے اور حساب کتاب کا نظام رائج کیا، زمین کی پیمائش کرائی اور آبادی کی مردم شماری کی گئی۔

492-عورتوں کی گواہی:-

آیۃ مبارکہ 282 میں عورتوں کو بھی گواہی کا حق دیا گیا ہے۔ یہ عورتوں کے انسانی حقوق کی طرف بہت بڑی پیش رفت تھی۔ زمانہ ما قبل قرآن، دنیا میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی حتیٰ کہ اس کی گواہی بھی قبول نہیں ہوتی تھی۔ اس آیہ مبارک سے تاریخ میں پہلی دفعہ عورت کو معاشرہ کے لین دین کے معاملات اور عدالتوں میں مرد کے برابر مقام عطا ہو گیا۔

بعض کوتاہ بین متشرقین اور ان کے زیر اثر مسلمان دانشور، اللہ تعالیٰ کے حکم "اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنالو" پر تنقید کرتے ہیں کہ عورت کی گواہی آدھی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی عورت نے گواہی دینی ہے۔ یعنی ایک عورت کی گواہی پوری گواہی ہے، دوسری عورت اس لئے ہے کہ عدالت میں اپنی قدرتی شرم وحیاء کی وجہ سے گھبرا نہ جائے اور اگر گھبراہٹ میں کچھ بھول جائے تو اس کی ساتھی اسے یاد کرادے تاکہ گواہی میں کوئی اعتراض کا پہلو نہ رہ جائے لیکن افسوس ان ذہنیتوں پر جو آدھی گواہی کے نام پر اپنے رب تعالیٰ کا مذاق اڑانے کی جسارت کرتے ہیں۔ (استغفر اللہ)

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دو عورتوں کی گواہی کی شرط مالی معاملات کے سلسلہ میں ہے لہٰذا اس حکم کا دوسرے مسائل اور مقدمات میں اطلاق ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔

493- گواہوں کے حقوق و فرائض:-

آیۃ مبارکہ 282 میں گواہوں کے حقوق اور فرائض کو بھی واضح کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ گواہ اور کاتب کو کسی قسم کا ضرر، تکلیف یا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر چہ لین دین میں حساب کتاب کا رکھنا (Documentation) فرض ہے لیکن اگر سودا دست بدست ہو تو پھر تحریر نہ لکھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، البتہ بہتر یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح کا ثبوت رکھا جائے۔ بہر حال گواہ کرنا ضروری ہے۔ آیہ مبارک کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں لین دین یعنی اسلامی معاشی نظام قائم کرنے کے لئے ضروری آداب سکھاتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ اسکی آخرت میں ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔

اس سے اگلی آیت کریمہ میں غیر معمولی حالات میں کاروباری لین دین نمٹانے کے متعلق ہدایات ہیں۔ فرمایا..

وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ	283- اور اگر تم سفر پر ہو،
وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا	اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا،
فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ	تو کوئی چیز گروی رکھ لیا کرو باقبضہ۔

Marfat.com

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا — پس اگر تم ایک دوسرے پر اعتبار کرتے ہو،
فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ — تو چاہئے کہ جس پر اعتبار کیا گیا اپنی امانت واپس کر دے،
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ — اور ڈرے اللہ تعالیٰ سے جو اس کا رب ہے۔
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ — اور مت چھپاؤ گواہی کو،
وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ — اور جو شخص گواہی چھپاتا ہے تو یقیناً گنہگار ہے دل کا،
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○ — اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ — 284- اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور زمین میں ہے،
وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ — اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے نفس کے اندر ہے،
اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ — یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ اس کا تم سے حساب لے گا۔
فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ — پھر بخش دے گا جسے چاہے گا، اور عذاب دے گا جسے چاہے گا،
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ — اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

494- گروی اور رہن:-

آیۃ کریمہ 282 میں اقتصادی معاملات کرتے وقت لکھنے کی ہدایت کی تھی لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ لکھنے والا نہ ملے یا کسی اور وجہ سے معاملہ لکھا نہ جاسکے۔ آیۃ مبارکہ 283 میں اس طرح کے غیر معمولی حالات کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ قرض دینے والا مقروض کی کوئی چیز گروی یا رہن رکھ لے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ جب مقروض قرضہ واپس کر دے تو گروی میں دیا گیا مال و اسباب واپس کر دیا جائے۔ شریعت میں مالک کی اجازت کے بغیر گروی شدہ مال کا استعمال منع ہے۔

495- گواہی چھپانا سخت گناہ ہے:-

آیۃ مبارکہ 283 میں گواہی کی حرمت کا بیان ہے۔ انسان کا سارا قانون اور کاروبار گواہی پر ہی چلتا ہے۔ اگر گواہ حق کو چھپائیں،

Marfat.com

جھوٹی گواہی دیں تو پورے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ' اور مت چھپاؤ گواہی اور جو شخص گواہی کو چھپاتا ہے یقیناً وہ دل سے گنہگار ہے''۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ حق بات ظاہر کرنا ضروری ہے اگر جانتے ہوئے بھی ہم حق کی گواہی کو چھپاتے ہیں تو قلب پر گناہ چڑھتا رہے گا حتیٰ کہ یہ ہدایت قبول کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ خود فرما دے کہ'' وہ یقیناً دل سے گنہگار ہے'' تو اس کے دوزخی ہونے میں کیا شک باقی رہ جائے گا۔ دل سے گنہگار ہونے کا یہ بھی مطلب ہے کہ ان کے دل میں نفاق ہوتا ہے بالآخر ان کے دلوں سے دین اٹھ جاتا ہے اور وہ کفر پر مرتے ہیں۔

بعض اوقات لوگوں کے سامنے جرم ہوتا ہے لیکن مصلحت کی بناء پر یا پولیس اور عدالتوں کے خوف سے گواہ نہیں بنتے چنانچہ گواہوں کے نہ ملنے کی وجہ سے مجرم فائدہ اٹھا جاتا ہے۔ بظاہر ایسا ہونا مجبوری کی وجہ سے ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے، لیکن آیتہ مبارکہ 283 سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے گواہی چھپانے کے عمل کو جانتا ہے دراصل وہ اللہ تعالیٰ کے چور ہیں۔ جسکی انہیں سزا مل کر رہتی ہے۔

آیتہ مبارکہ 284 میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اس سے کوئی چیز چھپی نہیں۔ لہٰذا اگر تم گواہی چھپاتے ہو یا کوئی گناہ چھپ کر کر لیتے ہو تو دنیا جانے یا نہ جانے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ ایک ایک بات کا حساب رکھتا ہے۔ یہ اس کی شان ہے کہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے، لیکن حساب (Accountability) سے بچت نہیں ہوگی اس لئے ہمیں ہر حال میں رب تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے۔ اس کی پکڑ بڑی سخت ہے اور حق کو چھپانا اور ظالم کے خوف سے ظلم کے خلاف گواہی نہ دینا سخت ناپسندیدہ عمل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ظلم کے خلاف حق کی گواہی دینا ایک قسم کا جہاد ہے اور یہ قرآن حکیم کی تعلیم کا ایک بہت اہم حصہ ہے۔ اگلی آیات مبارکہ ایمان کی گواہی کے سلسلہ میں مسلمان اور کافر کے امتیاز کو واضح کرتی ہیں۔ فرمایا......

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ	285- رسول (ﷺ) ایمان لایا اس پر،
مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ	جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوا، اور مومنین بھی۔
كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ	یہ سب ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اسکے فرشتوں پر،
وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ۚ	اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر،
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۚ	

Marfat.com

وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا
غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○

(اور شہادت دی کہ) ہم اس کے رسولوں میں سے
کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے،
اور "ہم نے غور سے سنا اور اطاعت کی،
اے رب ہمارے، تیری بخشش ہو ہمارے لئے،
اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا
اَوْ اَخْطَاْنَا
رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا
اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا
رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ
وَ اعْفُ عَنَّا
وَ اغْفِرْ لَنَا
وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

286- اللہ تعالیٰ کسی پر مشقت نہیں ڈالتا
مگر اسکی وسعت کے مطابق،
اس کے لئے وہ ہے جو کمایا اس نے،
اور اسے بدلہ ملے گا کمائی کے مطابق۔
(اور وہ دعا مانگتے ہیں)
اے رب ہمارے، نہ ہم سے مواخذہ کر
ہماری بھول چوک پر اور ہماری خطاؤں پر۔
اے رب ہمارے، اور نہ ہم پر بوجھ ڈال
جیسا تو نے ڈالا تھا ہم سے پہلے لوگوں پر۔
اے رب ہمارے، اور نہ ہم سے وہ اٹھوا،
جس کی برداشت کی طاقت ہم میں نہیں۔
ہمیں معاف فرما دے، اور ہمیں بخش دے اور
ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا آقا ہے،
پس تو ہمیں کافروں پر کامیابی عطا فرما۔

496- محمد رسول اللہ ﷺ حق کا اولین گواہ۔ پہلا مومن:۔

سورۃ بقرہ کے آغاز میں تھا.... ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ "یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی

Marfat.com

شک نہیں اور ہدایت ہے متقین کے لئے'' اسکے آخر میں فرمایا گیا ہے ...اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ .....''رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کی طرف سے اس پر اترا''

متقین کا سردار، سچا ترین انسان، خاتم النبین، صادق الامین آپ ﷺ پر کروڑوں درود و سلام، سب سے پہلے آپ کی ذات اقدس خود اللہ تعالیٰ کی وحی کی تصدیق کرتی ہے اس پر ایمان لاتی ہے اور پھر اسے تمام دنیا کے انسانوں کے سامنے پیش کر دیتی ہے۔ تاکہ وہ بھی یہی گواہی دیں '' اشهد اَن لا اله الا اللّٰه وَ اشهداَن محمدا رسول اللّٰه''

آیۃ مبارکہ 285 اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ہم سب کے ایمان کی بنیاد ہی رسالت مآب ﷺ پر ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، ان سے پہلے آنے والے رسولوں اور غیب کے تمام حقائق پر ہمارا ایمان شمع رسالتؐ ہی ایک کرن ہے۔ ان کی ذات پاکؐ سے ہی ہم نے سیکھا ''اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں میں فرق نہ کرو''۔ یوں ہم تمام سچے مذاہب کے نمائندے بن کر دنیا کے سامنے آئے، اور ان کے پیغمبروں پر ایمان لائے جو آپ کے عالی مقام ﷺ کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی آپ ﷺ کی سمع و اطاعت کے دم سے ہے۔ آپ ﷺ پر کھربوں کھربوں درود و سلام۔ بے شک اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو آج دنیا جاہل مطلق ہوتی۔

اللهمّ صل علٰی محمد وعلیٰ آل محمد ۔ کما صلیت علٰی
ابراهیم و علیٰ آل ابراهیم۔ انك حمید مجید

497 - دین کا خلاصہ:-

آیۃ مبارکہ 285 کے آخر میں مومن کی زبان سے یہ کہلایا گیا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ''ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ہم تیری ہی بخشش چاہتے ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے'' یہ ہے دین کا خلاصہ۔ مومن وہ ہے جو حجت باز نہیں۔ جب اسے اللہ کا کلام یا نبی پاک ﷺ کا کوئی حکم سنایا جاتا ہے تو اس کا ردعمل تامل کا نہیں ہوتا، نہ ہی وہ اس کے فوائد اور نقصانات کے متعلق سوچتا ہے بلکہ فوری اطاعت اور عمل کی طرف پہل کرتا ہے، اپنی کمزوریوں پر نظر رکھتا ہے اور بہترین کوشش کے باوجود متواتر معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ اسکی زندگی میں اگر کوئی فکر ہے تو یہی کہ مالک ناراض نہ ہو جائے، اور جب اس کے سامنے حاضری ہو تو غلام رسوا نہ ہو جائے۔

498- استطاعت اور اعمال:-

آیۃ مبارکہ 286 مومن بندہ کے لئے بڑی خوشخبری اور اسکی تسلی کا باعث ہے۔ رب تعالیٰ کا یہ فرمان کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ ۔ مومنین کے لئے خوشیوں کا پیغام ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی استطاعت سے بڑھ کر مشقت نہیں ڈالتا اور ہر ایک کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا'' یہ روحانی اور دنیاوی زندگی کے لئے عالمی

Marfat.com

قانون عدل (Universal Law of Justice) ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے تمام فرائض اوراحکامات ہرانسان کی استعدادا ور استطاعت کے اندر اندر اس کے امتحان کے پرچہ جات ہیں، یعنی اگر استطاعت کم ہے تو احکام کی تعمیل میں بھی اسی قدر رعایت ہو جاتی ہے۔مثلاً حج اسی پر فرض ہے جس کے پاس جسمانی اور مالی ذرائع ہیں، روزہ کی بیمار اور مسافر پر رعایت ہے، زکوٰۃ مال دار پر ہے، نماز میں قیام رکوع اور سجود بھی شرائط صحت اور قوت کے ساتھ منسلک ہیں۔

یعنی اللہ کے دین میں خواہ مخواہ کی سختی نہیں۔ جسے کم دیا گیا اس کی اسی قدر کم ذمہ داری ہے اور جسے زیادہ دیا گیا وہ اسی قدر زیادہ ذمہ دار ہوگا۔اس لئے انسان کا یہ فرض ہے کہ حسب استطاعت اپنی بہترین کوشش کرتا رہے۔ توفیق اسی ہی کی طرف سے ہے۔باقی اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے، وہ ہر چیز کا پورا پورا احساب رکھ رہا ہے لیکن غفورالرحیم بھی ہے۔حضور پاک ﷺ کی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اسکے ظن کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔اس لئے ہمیں اپنے رب تعالیٰ سے بہترین توقع رکھنی چاہیے۔

یہیں سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ آپس کے معاملات میں بھی انسان کو قانون استطاعت کو رہنما بنانا چاہئے کہ کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے مثلاً مزدور سے اس کی ہمت اور قوت سے زیادہ کام نہ لیا جائے، لوگوں پر ٹیکس وغیرہ ان کی وسعت سے زیادہ نہ لگائے جائیں، نہ ہی استطاعت سے زیادہ ذمہ داری ڈالی جائے اور نہ ہی قابلیت سے بڑھ کر کسی کو کوئی عہدہ دیا جائے۔یعنی میرٹ فسٹ (Merit First) بنیادی انسانی حق ہے۔

499- عالمی قانون انصاف:-

آیۃ مبارکہ 286 کا حکم لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ''اس کے لئے وہ ہے جو اس نے کمایا اور اس پر وہی ہے جو اس نے کیا''۔انسانی حقوق کیلئے بنیادی اصول ہے ،یعنی لوگوں کو ان کی محنت اور صلاحیت کا بدلہ ملنا چاہئے۔اس لحاظ سے صلاحیت سے کم یا زیادہ دینا دونوں ہی ناجائز ہیں۔معاوضہ کی شرح کا تعین بھی صلاحیت اور محنت کے مطابق ہونا چاہئے علاوہ ازیں کسی دوسرے کو کسی کے قصور میں نہیں پکڑا جا سکتا، نہ ہی کسی کی محنت کا حق کسی اور کو دیا جا سکتا ہے، محنت کرے کوئی اور فائدہ اٹھائے کوئی اور، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اس آیۃ مبارکہ کے مطابق ہر قسم کا استحصال، ناحق ذرائع کا استعمال، غیر قانونی قبضہ، رشوت، اقرباپروری اور بلا محنت کی کمائی ناجائز ہیں۔یہ برابر مواقع (Equal opportunity) کا قانون ہے اسکے مطابق جنس، رنگ نسل، امارت غربت، خاندان وغیرہ کی بنا پر مواقع کی فراہمی میں کسی سے امتیاز کرنا گناہ ہوگا۔زندگی ہو یا موت انسان کے زمان و مکان کے سفر میں ہر جگہ یہی قانون لاگو ہے۔

Marfat.com

حضور پاک ﷺ کے سامنے ایک فاطمہ نامی خاتون کو چوری کے جرم میں لایا گیا جو کسی معزز خاندان سے تھی۔ اصحابہ کرام میں سے بعض نے سزا میں نرمی کی استدعا کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''خدا کی قسم اگر فاطمہؓ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اسے بھی یہی سزا دیتا''۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر فاطمۃ الزہرہؓ سے فرمایا ''فاطمہ اس خیال میں نہ رہنا کہ میں نبی کی بیٹی ہوں بے شک ہر انسان کو وہی کچھ ملے گا جس کے لئے اس نے کوشش کی''۔

500- جامع دعا:-

سورہ بقرہ کا اختتام ایک نہائت شاندار، جامع، پر معنی اور پر ہدایت دعا پر ہوتا ہے، ایسی دعا جس کا ایک ایک لفظ قابل غور ہے۔ اگر ہم اسکے مطابق اپنی اصلاح کا عمل جاری رکھیں تو قبولیت میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ دعا سکھانے والا بھی وہ خود اور معاف کرنے والا بھی خود ہے (سبحان اللہ) فرمایا ''رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا . . اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ ہماری بھول چوک پر۔ ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں پر.........'' اس کا مطلب یہ ہے کہ بلا ارادہ بھول چوک، کوتاہی اور کمزوری قابل معافی ہے اور آپس کے معاملات میں ان باتوں پر درگزر کرنا عین اسلام ہے۔

اس دعا میں آدمی اپنے رب سے زندگی کی مشکلات و امتحانات اور آزمائشوں سے پناہ مانگتا ہے، اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتا ہے اور دین کے فرائض کی ادائیگی میں طاقت، قوت اور استطاعت کی بھی دعا کرتا ہے اور جو طاقت سے باہر ہے اس کیلئے معافی کی درخواست کرتا ہے۔ یعنی یہ صرف دعا ہی نہیں، بلکہ مومن کو عمل پر ابھارنے کا نسخہ بھی ہے۔

یہ دعا جہاد کا بھی پیغام دیتی ہے، اللہ کی راہ میں مشکلات اٹھانے اور قربانی کرنے کے لئے ذہن سازی بھی کرتی ہے۔ دعا کے ساتھ ساتھ مومن کی زندگی کا مقصود بھی واضح ہوتا جاتا ہے جو کفر پر فتح حاصل کرنا ہے۔ فرمایا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ''اے اللہ تو ہمارا مالک ہے، کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما'' جو اس بات کا آئینہ دار ہے کہ کفر اور اسلام کی جنگ تا قیامت جاری رہے گی۔ مومنین کی یہ شان ہے کہ وہ اس معرکہ میں ثابت قدم رہنے کی کوشش کرتے ہیں، ہر طرح کے کفر کے خلاف برسرپیکار رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کامیابی کے لئے مسلسل دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

غرض آیۃ مبارکہ 286 قرآن کریم کی بہترین دعاؤں میں سے ایک دعا ہے اور جو لوگ دل سے اسے زندگی کا ورد بنالیں گے انشاء اللہ ان کے ظاہری اور باطنی حالات ٹھیک ہو جائیں گے، ان کی غیب سے مدد ہوگی، انہیں مشکلات و مصائب اور آزمائشوں سے بچا لیا جائے گا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں ہدایت مل جائے گی۔

Marfat.com

آؤ پھر سے دعا کریں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ..... "اے رب ہمارے، ہمیں اپنے اندر کے کفر سے نجات عطا فرما، باہر کے کفر کے خلاف ہماری نصرت فرما اور تو ہم سے راضی ہو جا۔ آمین!

☆☆☆.....................☆☆☆.....................☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس سورۃ البقرہ کی طباعت کے وقت اس کا ہر صفحہ بغور پڑھا ہے یقین ہے کہ اس کی کتابت کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ دورانِ طباعت اگر چھپائی میں کوئی زیر، زبر، پیش، جزم تشدید رہ جائے تو اس کا متن کتابت کی صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا میرا یہ سرٹیفکیٹ متن کی صحت کی حد تک محدود ہے۔

غلام مصطفیٰ

5-4-2003

حافظ القاری غلام مصطفیٰ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ آلِ عمران

(مدنی۔دوسو آیات ۔بیس رکوع)

قرآنِ حکیم کی سائنسی تفسیر و ترجمہ

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

Marfat.com

Marfat.com

تفسیر سورۃ آلِ عمران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ﴿۱﴾

1۔ الف لام میم

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴿۲﴾

2۔ اللہ تعالیٰ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ الحی ہے (بذات خود زندہ ہے) وہ القیوم ہے (بذات خود قائم ہے)

نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴿۳﴾

3۔ اس نے نازل فرمائی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر الکتاب، حق کے ساتھ۔ وہ تصدیق کرتی ہے جو اس کے آگے ہے (جو اس سے پہلے نازل ہوا تھا) اور اس نے نازل فرمائی تھی تورات اور انجیل،

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾

4۔ وہ اس سے پہلے ذریعہ ہدایت تھیں لوگوں کیلئے، اور اب اس نے نازل فرمایا ہے الفرقان (حق و باطل کا معیار)۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کیا ان کیلئے ہے عذابِ شدید۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

501۔ الٓمّٓ:

سورہ آل عمران کا آغاز بھی انہی حروف مقطعات سے ہو رہا ہے جن سے سورۃ البقرہ کا آغاز ہوا تھا۔ جیسے کہ وہاں واضح کیا گیا تھا ان کے معانی پر خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ بہر حال یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ جن سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے ان کی ابتدائی آیات میں خطاب عموماً براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتا ہے۔ جس سے یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ حروف مقطعات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القابات ہیں۔

حروف مقطعات کی ایک اور توضیح یہ ہو سکتی ہے کہ یہ حروف کچھ خصوصی الفاظ کے متبادل مخففات ہیں مثلاً الف سے اللہ، لام سے

Marfat.com

جبرائیل اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ ایک منادی عام ہے۔ "اے نوع انسان! قرآن کریم کی یہ آیات اللہ کی طرف سے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی ہیں"۔

حال ہی میں سائنسی اور حسابی تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ حروف مقطعات قرآن کریم کے حیرت انگیز حسابی ڈیزائن کا حصہ ہیں جس کی تفصیلات ضمیمہ ii میں دی گئی ہیں۔ یہ قیامت تک کے لئے ایسا شاندار معجزہ ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ اور ثابت کرتا ہے کہ قرآن کریم کا نقطہ نقطہ، حرف حرف، لفظ لفظ، آیت آیت آج ہمارے درمیان بالکل ایسے ہی ہے جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے ہونٹوں سے لوگوں نے سنا اور آپ نے لکھوایا۔ یہ مالک کائنات کی طرف سے بہت بڑا احسان ہے جس کے ذریعہ انسان ترقی کی ان منازل پر پہنچ سکتا ہے جن کی بلندی کی کوئی انتہا نہیں۔

502۔ اللہ تعالیٰ متحیر کر دینے والی ذات پاک

سورۃ آل عمران کا باقاعدہ آغاز آیت الکرسی والی پہلی آیت سے ہوتا ہے۔ **اللّٰہ لا الٰہ اِلاّ ھو الحیُّ القیُّوم**۔ یہ بہت عظیم جملہ ہے جس میں خالق کائنات نے اپنی ذات پاک کا تعارف کروایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے، فہم وادراک سے بالاتر ذات پاک، جو انسان کو متحیر کر کے رکھ دیتی ہے۔(1) لغت میں **الہ** بمعنی حیرت اور درماندہ کر دینے والی ذات ہے اس کے ساتھ ال تعریف کا لگا کر اللہ تعالیٰ بنالیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی عقلوں کو متحیر اور درماندہ کر دینے والی ہے۔ صرف وہی لائق عبادت ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ انسان کیلئے **اللّٰہ لا الٰہ اِلاّ ھو** کا جملہ تمام دنیاوی خداؤں سے آزادی کا اعلان ہے۔ اسکا ایک ہی مالک ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ ہے۔ اسے اسی کے حکم کا پابند ہونا چاہیے اور اسی کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنا چاہیے اور اس کے علاوہ کسی اور کے آگے نہ جھکے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے!
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اللّٰہ لا الٰہ اِلاّ ھو کے بعد فرمایا گیا ہے **ھو الحیُّ القیُّوم** یعنی معبود حق بغیر کسی سبب کے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جب کائنات نہیں تھی وہ تھا جب کائنات نہیں ہوگی وہ ہوگا۔ اس کی زندگی کسی سبب کی محتاج نہیں۔ وہ بذات خود زندگی ہے۔ ہر ایک زندگی اسی سے ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے، وہی موت دیتا ہے۔ **اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن**۔ ہم اسی کی طرف سے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے تو اس کی موت بھی اس کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ یوں ہر چیز اپنی فنا کی طرف مسلسل سفر کر رہی ہے۔ سائنس میں اس حقیقت کا نام، حرارت کا دوسرا قانون ہے جس کے مطابق ایٹم سے لے کر کہکشاؤں تک ہر چیز آہستہ آہستہ انتشار کا شکار ہو رہی ہے۔ ماسوائے اس کی ذات پاک ہر چیز کا انجام فنا ہے۔ وہ نہ صرف الحی ہے بلکہ القیوم بھی ہے۔ یعنی وہ جو کسی سہارے

Marfat.com

کے بغیر بذات خود قائم ہے۔ کسی سبب پر انحصار رکھنے کی بجائے وہ مسبب الاسباب ہے یہ بھی نہیں ہوا کہ ایک دفعہ کائنات کو بنا کر خود کو فارغ کر لیا بلکہ وہ ہر آن ایک نئی شان میں ہے۔ پتا تک بھی نہیں ہلتا مگر اس کی اجازت سے۔

503۔ کتاب اللہ

اپنی عظمت والی شان کے تعارف کے بعد اللہ تعالیٰ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہیں: **نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ** " ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر الکتاب یعنی قرآن کریم ایک خاص مقصد کے تحت نازل فرمائی ہے" انسانوں پر رب کریم کا یہ کرم ہے کہ ان کی ہدایت کے لئے وہ ہمیشہ اپنے رسول بھیجتا رہا ہے۔ آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی رسالت تا قیامت ہے۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن الحکیم نازل ہوا۔ حق کے ساتھ۔ بالحق کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم ایک خاص مقصد کے تحت نازل کیا گیا ہے اور اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک آنیوالے تمام انبیاء علیھم السلام کی تصدیق کرتا ہے۔ فرمایا: **مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ** "یہ تصدیق کرنے والا ہے، اس کی جو اس سے پہلے (نازل) ہوا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لوگوں کی ہدایت کے لئے انجیل نازل فرمائی تھی۔ قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھیں۔

504۔ موجودہ تورات اور انجیل

جس تورات اور انجیل کا آیت مبارکہ 3 میں ذکر ہے یہ وہ کتابیں تھیں جو اللہ کے رسولوں پر نازل ہوئی تھیں افسوس کہ آج اپنی اصل حالت میں ان کا کوئی وجود باقی نہیں۔ حتیٰ کہ جن زبانوں میں وہ اتری تھیں وہ زبانیں بھی ختم ہو چکی ہیں۔ آج جو تورات یہودیوں کے پاس ہے اس میں حضرت موسیٰ کے بعد آنے والے نبیوں کی زندگی کے حالات اور بنی اسرائیل کے قواعد وضوابط کے بیانات ہیں جس کی صحت کا کوئی اعتبار نہیں۔

موجودہ اناجیل بھی چار ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کافی عرصہ بعد لکھی گئیں۔ مثلاً

1۔ انجیل متی (Matthew)۔ یہ 30 سے 60 سال بعد کے عرصہ میں متی نے (جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی تھے) لکھی تھی۔

2۔ انجیل مرقس۔ اسے مرقس نامی آدمی نے لکھا جو ساتھیوں میں بھی نہیں تھا۔

3۔ انجیل لوقا۔ 68 عیسوی میں لکھی گئی۔ لوقا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہودی تھا بعد میں عیسائی ہوا اور 70 عیسویں میں فوت ہوگیا۔

4۔ انجیل یوحنا (John)۔ یوحنا جو حضرت عیسیٰ کے ساتھیوں میں سے تھا، نے اپنی آخری عمر میں، حضرت عیسیٰ کے کوئی 80 سال بعد اپنی انجیل لکھی۔

ان چاروں اناجیل کے مضامین میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سولی کے واقعات اور آپ کے بعض خطبات کا ذکر پایا جاتا ہے۔ جدید عیسائی پادری بھی اب برملا مانتے ہیں کہ موجودہ اناجیل کے مصنف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ یہ سب ان کے بہت بعد لکھی گئی کتابیں ہیں۔ لہٰذا انہیں کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں کہا جاسکتا ہے بہر حال نبیوں کی نسبت سے ہر مسلمان پر ان کا ادب کرنا ضروری ہے۔

505۔ الفرقان

تورات، انجیل اور دیگر مذاہب کی کتابوں میں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ اس کا فیصلہ کون کرے گا۔ آیت مبارکہ 4 میں فرمایا گیا ہے:

''اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے الفرقان نازل فرمایا ہے''وَاَنْـزَلَ الْفُرْقَانَ''۔ الفرقان کا مطلب حق اور باطل میں فرق جاننے کا معیار (Criteria of Right and Wrong) ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری وحی یعنی قرآن کریم ہے اور اس کا معجزہ یہ ہے کہ اس میں قیامت تک کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ تمام بنی نوع انسان، مسلمان، عیسائی، یہود، ہنود غرض کوئی بھی مذہب ہو ان سب کے لئے حق کا پیمانہ قران الحکیم ہے۔

ایک الفرقان ہر انسان کے باطن میں بھی ہے۔ یہ انسان کا ضمیر ہے۔ جو اسے بتاتا ہے کہ کیا ٹھیک ہے اور کیا غلط۔ افسوس اپنی حرص، ذاتی فوائد، عصبیت اور پسند ناپسند کے پیچھے لگ کر انسان اپنے ضمیر کی آواز کو دباتا رہتا ہے اور اس کی بجائے شیطانی آواز پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ اس طرح اس کا ضمیر کمزور سے کمزور تر ہوتا جاتا ہے اور آخرکار مر جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن کریم کہتا ہے ''فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا. ان کے دلوں میں بیماری ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی اس بیماری کو بڑھا دیتا ہے حتیٰ کہ ان کی راہ ہدایت دیکھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔

506۔ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کی سزا

آیت مبارکہ 4 کے آخر میں فرمایا گیا ہے: اِنَّ الَّـذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ''بے شک جن لوگوں

Marfat.com

نے اللہ کی آیات کا کفر کیا، ان کے لئے شدید عذاب ہے، اللہ تعالیٰ زبردست بدلہ لینے والا ہے"۔ مطلب نہایت واضح ہے۔ جو لوگ بھی، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اگر اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں تو وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے بہت ضروری ہے کہ سمجھا جائے کہ یہاں آیت کا مطلب کیا ہے؟ اور ان کا کفر کیا ہے؟ آیت کا لغوی معنی نشانی (sign) ہے۔ نشان کا کام کسی بڑی چیز کا پتہ دینا ہوتا ہے۔ اپنے ان معنوں میں آیات وہ ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا پتہ چلتا ہو۔ چنانچہ ساری مخلوق اپنے خالق کی آیت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بار بار اپنی ایسی آیات کا ذکر کرتا ہے۔ کبھی سورج کی بات ہوتی ہے، کبھی چاند کی، کبھی دن رات کی، کبھی سمندروں کی، کبھی پہاڑوں کی، کبھی اونٹوں کی، کبھی مچھروں کی، تا کہ انسان عالم الغیب کے حقائق کو عالم شہادت کے حوالہ سے سمجھ پائے۔ اب اگر کوئی آدمی ان آیات پر اس طرح غور نہیں کرتا تو وہ ان سے کفر کر رہا ہوتا ہے۔ قرآن کریم کے جملے بھی اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔ یہ سب اس کا کلام ہیں جن کا مقصد اس کی ذات تک رسائی کا راستہ دکھانا ہے۔ یہ سب ایک پورا مربوط نظام ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا کفر بھی انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ جب تک وہ معافی نہیں مانگتا اس کے دل پر کفر کا پردہ چڑھتا ہی جائے گا۔ حتیٰ کہ ہدایت اس کی قسمت سے نکل جاتی ہے۔

507۔ کفر کیا ہے؟

کفر یہ ہے کہ بات سمجھ تو آجائے لیکن انسان پھر بھی اپنی ہٹ دھرمی یا کسی ذاتی مفاد یا اور وجوہات کی بناء پر حقیقت کو چھپا تا رہے اور اپنے انکار پر مصر رہے۔ ایسے ہٹ دھرم کو کافر کہا جائیگا۔ اگر کسی آدمی تک حق پہنچا ہی نہ ہو یا ایسے انداز میں پہنچایا جائے کہ اس کی سمجھ میں وہ بات نہ آئے تو وہ غافلین میں سے ہوگا، کافرین میں سے نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا ہے۔ اس لئے وہ یہود و نصاریٰ، ہندو، بدھ جن تک اسلام ابھی تک نہیں پہنچا، یا ایسے طریقہ سے پہنچا ہے کہ بات کو حکمت سے واضح نہیں کیا گیا کافر نہیں کہا جا سکتا ہے۔ شاید ان کا حساب ان کے اپنے دین میں ہوگا (واللہ اعلم)۔ لیکن جیسا کہ آیت مبارکہ 4 میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں یعنی جب ان پر اسلام کو واضح کر کے پیش کر دیا گیا اس کے بعد بھی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں تو ان کافروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لازم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔ جس کی تاریخ عالم گواہ ہے۔ آج کل اگر غیر مسلم خوشحال ہیں یا ان کا غلبہ ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تک مسلمانوں نے دین اسلام پہنچایا ہی نہیں اس لئے وہ کافر نہ ہوئے بلکہ غافل ہیں، اور اگر مسلمان خود بدحال ہیں تو یہ اس بات کی سزا ہے کہ وہ نہ خود عمل کرتے ہیں اور نہ دوسروں تک اس کو پہنچانے کی اپنی ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب** بہر حال ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اس سے دلوں کے بھید بھی مخفی نہیں۔ اس لئے اسی کا فیصلہ ہی صحیح فیصلہ ہے۔ فرمایا۔

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَىْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ﴿۵﴾

5۔ بے شک اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶﴾

6۔ وہی ہے جو صورت بناتا ہے تمہاری ارحام کے اندر جس طرح کہ وہ چاہتا ہے۔نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا۔ وہ غالب ہے حکمت والا۔(العزیز،الحکیم)

508۔ اللہ تعالیٰ کا علم

آیت مبارکہ 5 یہ بتاتی ہے کہ زمین و آسمان یعنی تمام کائنات میں کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے کسی بھی وقت پوشیدہ نہیں۔ ہر چیز ہر وقت اس کی توجہ کے اندر ہے۔سب سے چھوٹی چیز ایٹمی ذرات ہیں۔باقی تمام چیزیں ان کا مجموعہ ہیں۔بے شک اللہ تعالیٰ کا علم ہر وقت ہر ایٹم پر بھی محیط ہے۔اس کی ذات پاک سے نہ کوئی چیز باہر ہے نہ اندر ہے بلکہ وہ خود ہر چیز کے اندر باہر ہے۔جیسے کہ اس کا اپنے بارے میں فرمان ہے۔ ھوا ول ولآخر والظاھر والباطن وھوا بکل شئی علیم ۔اس کی ذات پاک کی صفات زمان ومکاں ہیں اس لئے اس کا علم مسلسل ہے اور کلی ہے انسان تو کیا کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے علم میں ہے وہ ہمارے باطنی خیالات، اس سے پہلے کہ وہ ہمارے ذہن میں آئیں ان سے بھی آگاہ ہے۔(مزید تفصیلات کیلئے ہماری کتاب "تلاش حقیقت" اور ضمیمہ II ملاحظہ کیجئے)

509۔ انسانی تخلیق

آیت مبارکہ 6 خصوصی طور پر انسان کی تخلیق کا ذکر کرتی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ارحام کے اندر ہماری شکل و صورت بناتا ہے جیسی کہ وہ چاہتا ہے ' هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ' سبحان اللہ کہ ہم اس وقت سے اس کی نگاہوں کے اندر ہیں جب ابھی ہم باپوں کی پشتوں میں تھے اور پھر اپنی ماؤں کے پیٹ میں پرورش پا رہے تھے ہماری جو کچھ بھی شکل و صورت ہے اسی کی بنائی ہوئی ہے۔

جدید بائیولوجیکل سائنسز کے مطابق بچے کا پہلا خلیہ (Cell) باپ اور ماں سے لئے گئے سپرم اور انڈے کے ملنے سے بنا ہے۔ان میں سے ہر ایک 46 کروموسومز (Chromosomes) پر مشتمل ہوتا ہے 23 باپ سے اور 23 ماں سے۔یہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ سارے قرآن کریم میں مرد (الرجل) اور عورت (امراۃ) کیلئے بھی 23،23 دفعہ یہ الفاظ آئے ہیں۔ان کے مرکب سے خلیہ کے جینز (Gene) بنتے ہیں اور پھر اس کے مطابق اس خلیہ سے دو، چار، آٹھ، سولہ، بتیس علیٰ ہذا القیاس خلیات بنتے جاتے ہیں۔یوں بچہ رحم کے

Marfat.com

اندر انتہائی مشکل حالات میں پروان چڑھنا شروع ہوتا ہے۔ سیکولر (Secular) سائنس دان اس سارے عمل کو اتفاق (Chance) کا نتیجہ بتاتے ہیں جبکہ ایک مسلمان کے نزدیک، جیسے کہ آیت مبارکہ 6 میں کہا گیا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی طاقت اور حکمت سے ہوتا ہے۔ رحم ماں کی بچہ دانی میں وہ مقام ہے جہاں ایک خلیہ سے بڑھ کر بچہ شکل و صورت پاتا ہے۔ یہ لفظ رحم وہی ہے جو رحمٰن و رحیم کا مادہ ہے۔ یعنی یہ مقام رحمت و کرم ہے ورنہ ایک خورد بینی خلیہ کا اتنے مشکل حالات میں پروان چڑھ کر انسان کا بچہ بن جانا ناممکن ہوتا۔ بے شک لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم. پیدائش کے بعد بھی وہ نہ صرف ہماری مادی پرورش کرتا ہے بلکہ ساتھ ساتھ روحانی رہنمائی بھی کرتا ہے جس کیلئے اس نے قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔ حکم ربی ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾

7۔ وہی ہے جس نے اتاری آپ پر الکتاب۔
اس میں (بعض) آیات محکمات ہیں وہ اس کتاب کی بنیاد ہیں اور (ان کے علاوہ) متشابہات (آیات) ہیں۔
پس وہ لوگ جن کے قلوب میں ٹیڑھا پن ہے وہ اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں جو متشابہ کلام ہے۔ وہ فتنہ چاہتے ہیں۔
اور اس کی (خلافِ حق) تاویل کرتے ہیں۔ اور نہیں جانتا تاویل اس کی مگر اللہ۔
اور وہ جو علم میں پختہ اور راسخ ہیں وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس تمام کے ساتھ۔ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اور نہیں نصیحت پکڑتے مگر صاحب عقل۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾

8۔ (وہ دعا کرتے ہیں) اے ہمارے رب! ٹیڑھا نہ کر ہمارے قلوب کو بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔ اور عطا کر ہمارے لئے اپنے پاس سے رحمت بے شک تو بہت ہی عطا کرنے والا ہے۔

Marfat.com

رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَّا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۹﴾ ع ۱ :آل عمران

9۔ اے ہمارے رب بے شک تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے کہے کے خلاف نہیں کرتا۔

510۔ قرآن کریم کی محکمات اور متشابہات آیات

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایک شان یہ ہے کہ وہ ماؤں کے ارحام میں انسانوں کی طرح طرح کی صورتیں بناتا ہے خلیات پر ان کی فطرت ثبت فرماتا ہے، قسمت مقرر کرتا ہے اور اس کیلئے صلاحیتیں عطا کرتا ہے۔ اس کی رحمت کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ دنیا میں وہ زندگی کیسے گذاریں، اس کیلئے اس نے اپنی طرف سے رسولوں کا سلسلہ جاری کیا اور قیامت تک کیلئے خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ قرآن کریم کا اعزاز یہ ہے کہ اس میں دو طرح کی آیات ہیں۔ ایک وہ جو احکام پر مشتمل ہیں اور دوسری وہ جو حالات کے متعلق ہیں جن میں عالم شہادت سے لے کر عالم الغیب کی کیفیات بتائی گئی ہیں۔ اول الذکر کو محکمات اور آخر الذکر کو متشابہات کہا گیا ہے۔ فرمایا:

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ

محکمات وہ آیات ہیں جو ام الکتاب ہیں۔ ان آیات کا تعلق احکامات، مشاہدات اور واضح حقائق سے ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کی کوئی دوسری تاویل نہیں ہوسکتی ہے۔ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کے متعلق ہدایات مثلاً رمضان کے روزے رکھنے، شراب کی حرمت، قدرتی مظاہرات کے بیان کے متعلق تمام آیات محکمات ہیں۔ ان میں فلاسفی نہیں بلکہ صاف واضح حقیقت کو بتایا گیا ہے۔ جنہیں سمجھنے کیلئے زیادہ سوچ بچار کی ضرورت نہیں۔

لیکن کلام اللہ کی بہت سی باتیں متشابہات کے دائرہ میں آتی ہیں ان کا خاص طور سے عالم الغیب سے تعلق ہے یہ وہ احوال ہیں جن کو بیان کرنے کیلئے انسانی زبان اور الفاظ کافی نہیں۔ نامعلوم کو جب معلوم کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے تو زبان کی یہ دشواری ہمیشہ ہی ہوتی ہے۔ انہیں بیان کرنے کیلئے ملتے جلتے الفاظ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ متشابہ کا مطلب بھی ملتا جلتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں جنت کی نعمتوں کا ذکر، دنیا کی ملتی جلتی چیزوں سے کیا گیا ہے حالانکہ جنت کی زمین سے کوئی نسبت نہیں۔ اس طرح ذات باری تعالیٰ کے مثل کوئی اور چیز نہیں لیکن اس کے اسماء الحسنیٰ کو بھی انسانی صفات کیلئے استعمال ہونے والے الفاظ سے کرنا ایک مجبوری ہے۔

اب جن کے دلوں میں نفاق ہے فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِه وہ محکمات کی طرف تو توجہ نہیں دیتے لیکن متشابہات کو زیر بحث رکھتے ہیں اور طرح طرح کی تاویلات کرتے رہتے ہیں۔ اس سے ان

Marfat.com

کا مقصد ہدایت نہیں بلکہ فتنہ پردازی ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے شک وشبہ میں گرفتار رہیں مثلاً وہ اللہ تعالیٰ کے عرش اور اس کی کرسی کو زیر بحث لائیں گے۔ یہ کرسی کون سے سیارے پر کہاں رکھی گئی ہے، عرش کس پر ہے؟ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کیسے ہیں؟ کہ وہ سنتا ہے تو کیا اس کے کان بھی ہیں؟ اگر اعمال کیلئے علیین اور سجین کے رجسٹر ہیں تو وہ کہاں ہیں؟ اعمال کس طرح کے ترازو پر تولے جائیں گے، کراما کاتبین کی لکھائی کیسی ہے؟ متشابہات کی ایک مثال سورۃ مدثر میں دوزخ کے عذاب کی کیفیت اور اس پر مقرر 19 فرشتوں کی ہے فرمایا'' میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا اور تمہیں کیا پتہ کہ دوزخ کیا ہے؟ وہ نہ ترس کھائے گی اور نہ کسی چیز کو چھوڑے گی، جسموں کو جھلس دینے والی ہوگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے انیس (فرشتے) مقرر ہیں''۔

منافق اپنے خیال کے مطابق ان آیات کی مختلف تاویلات کرتے رہتے ہیں جس کا مقصد فتنہ پردازی اور فرقہ بندی ہوتا ہے یا لوگوں کے دلوں میں شک وشبہ ڈالنا ہوتا ہے۔ آیت مبارکہ 7 کے آخر میں بتایا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ متشابہ آیات کی صحیح تاویل ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ کوئی کتنا بھی عالم ہوجائے جان ہی نہیں سکتا ہے۔ اس لئے کہ جب دنیا میں ان جیسی کوئی چیز ہی نہیں تو پھر دنیاوی الفاظ سے انہیں کیسے بیان کیا جاسکتا ہے۔ یہ صرف جہلاء اور منافقین کا وطیرہ ہے کہ بڑھ بڑھ کر نئی نئی تاویلات اور نظریات پیش کرتے رہتے ہیں جن کا نہ کوئی سر نہ پیر ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی تفسیر میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ تقویٰ کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ تقویٰ کے ساتھ تحقیق پر کوئی قید نہیں۔ ایسے محققین کو اللہ تعالیٰ نے راسخون فی العلم کا قابل افتخار خطاب دیا ہے۔

511۔ راسخون بالعلم

منافقین اور جہلا کے برعکس راسخون فی العلم لوگ متشابہات میں الجھنے کی بجائے محکمات پر عمل پیرا ہونے میں زور دیتے ہیں متشابہات کے متعلق ان کا نظریہ ہے کہ ان کا صحیح ادراک ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ ان کی عقلمندی کا تقاضا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے محکمات اور متشابہات آیات میں نازل فرمایا ہے، بات ان کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ان پر دل سے ایمان لاتے ہیں۔ یہی صحیح طرز عمل ہے۔ اپنی حدود کو تسلیم کرنا بڑی عقلمندی کا کام ہے۔

512۔ اولی الا الباب اور راسخون فی العلم کی دعا

آیت مبارکہ 8 اور 9 میں راسخون فی العلم کے دعائیہ کلمات ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے ہیں جن کا مقصد ہدایت پر قائم رہنا ہے۔ اس لئے وہ دعا کرتے ہیں کہ'' اے ہمارے رب! نہ ٹیڑھا کر ہمارے قلوب کو بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی'' اور اپنے پاس سے ہمیں نصیحت عطا فرما، بیشک تو بہت ہی عطا کرنیوالا ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ

Marfat.com

رَحۡمَةً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ۔ہدایت کا مقصد آخرت میں کامیابی ہے۔عقل مند اپنی موت کو کبھی نہیں بھولتے ،نہ وہ یوم الدین سے غافل ہوتے ہیں۔وہ اقرار کرتے ہیں رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَّا رَیۡبَ فِیۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ”اے ہمارے رب! بے شک تو تمام کائنات سے تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنے والا ہے جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں۔یقیناً قیامت آکر رہے گی یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ہمیں چاہیے کہ آیت 9,8 میں دی گئی دعا کو یاد کرلیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اکثر مانگتے رہیں۔اگلی آیات 10-12 کفار کے انجام کو ظاہر کرتی ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا ؕ وَاُولٰٓـئِکَ هُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾

10۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے ہرگز ان کے کام نہ آسکیں گے (اللہ کے ہاں) ان کے مال اور ان کی اولاد، کوئی بھی شے، اور وہ دوزخ کا ایندھن ہونگے۔

کَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۱﴾

11۔ جیسے کہ آل فرعون کا معاملہ ہوا۔اور ان سے قبل لوگوں کا۔انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔پس اللہ نے انہیں پکڑلیا۔ان کے ان گناہوں کی بنا پر۔اور اللہ تعالیٰ بہت شدید سزا دینے والا ہے۔

قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَتُغۡلَبُوۡنَ وَتُحۡشَرُوۡنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۲﴾

12۔ آپ فرمادیں ان سے جنہوں نے کفر کیا ہے (جان بوجھ کر حق کا انکار کیا ہے) عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے، اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

513۔ کافروں کا حشر

اہل ایمان کے برعکس کافر ہیں جن کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن پر جب اسلام پیش کیا گیا تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا یوں ہدایت کے خلاف جب وہ انکار پر انکار کرتے رہے تو وہ کافر کہلائے۔اگر کسی آدمی پر اسلام پیش نہیں کیا گیا، اور وہ اپنے آباؤ اجداد کے طریقوں پر چلتا آرہا ہے وہ غافل اور گمراہ (الضالین) ہے۔ان کا حشر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ان کی فطرت کو جانتا ہے اور اسے یہ معلوم

Marfat.com

ہے کہ اگر ان کو اسلام پیش کیا جاتا تو ان کا کیا ردِ عمل رہتا۔ چنانچہ ہمارا رب رحیم ان سے وہی کرے گا جس کے وہ حق دار ہوں گے۔ چنانچہ وہ لوگ جو اپنی ہٹ دھرمی سے اسلام کا انکار کرتے ہیں ان کے متعلق آیت مبارکہ 10 میں کھل کر بتا دیا گیا ہے کہ ان کے مال، ان کی اولاد غرض کہ کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے کام نہ آئے گی اور وہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ انہوں نے اگر اپنے مال عوامی بھلائی کیلئے بھی خرچ کئے ہیں تب بھی انہیں اس سے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ البتہ فلاح کے ایسے کام کرنے والے کافروں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں نیک نامی اور عزت سے بدلہ ضرور دیتا ہے۔ غیر مسلم مغربی اقوام کی خوشحالی اور دنیاوی ترقی بھی اسی وجہ سے ہے۔

514۔ دوزخ کا ایندھن

آیت مبارکہ 10 میں بتایا گیا ہے کہ کافر لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے وَاُولٰٓئِکَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ان کی حد تک دوزخ کی گرمی، اس کی آگ اور شعاعیں کافروں کے جلنے سے پیدا ہوں گی۔ قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت 24 میں ہے کہ پتھر بھی جہنم کی آگ کا ایندھن ہوں گے۔ بے شک مادہ توانائی میں تبدیل ہو سکتا ہے اور ایٹمی ری ایکٹروں اور ایٹمی بموں میں یہی ہوتا ہے۔ لیکن آیت مبارکہ سے یہ بھی مطلب لیا جا سکتا ہے کہ کافروں کے اعمال ان کیلئے باعث جہنم ہونگے۔ وہ اپنے اعمال کی آگ میں جل رہے ہونگے۔ یقیناً غم، حزن، حسرت، حسد کی آگ تکلیف میں کسی دوسری آگ سے کم نہیں۔ مادی آگ تو ٹھنڈی بھی پڑ جاتی ہے لیکن محرومی کی آگ تو وقت کے ساتھ ساتھ مزید بڑھتی جاتی ہے۔ بے شک جہنم کا ایندھن انسان کے اپنے ہی کرتوت ہوتے ہیں۔ اس لئے گنہگار، مجرم، منافق اور کافر اپنی موت کے فوری بعد اپنے گناہوں کی آگ میں جلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ قبر کا عذاب بھی اسی آگ کا حصہ ہے۔

515۔ کافروں کی تاریخ

آیت مبارکہ 11 کفر کی تاریخ پر روشنی ڈالتی ہے حق والوں اور باطل کے پرستاروں کی جنگ ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔ ان میں مشہور ترین مثال فراعنہ مصر اور ان کے گروہ کی ہے۔ فراعنہ مصر پر تقریباً دو ہزار سے ایک ہزار قبل مسیح (ق م 2000-1000) حکومت کرتے رہے وہ سورج کو رب کائنات مانتے تھے۔ بادشاہ اپنے آپ کو بھی رب کہلواتے اور رعایا سے اپنی پرستش کرواتے تھے۔ فراعنہ سے پہلے نمرود بادشاہوں کی حکومت تھی وہ لوگ پتھر کے بت بنا کر ان کی پرستش کرتے تھے اور اپنے کفر میں اتنے سخت تھے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ایک اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو انہوں نے آپ کو آگ میں پھینک دیا۔

یعنی آیت مبارکہ 11 اس حقیقت کو عیاں کرتی ہے کہ کفر ماڈرن نہیں بلکہ انتہائی قدیم اور دقیانوسی سوچ ہے۔ اسی آیت مبارکہ میں یہ بھی بتایا گیا کہ کفر کا انجام ہمیشہ بھیانک ترین رہا ہے۔ جب ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے نبی آگئے اور ہدایت کا راستہ واضح کر دیا گیا تو پھر

Marfat.com

حجت ختم ہو جاتی ہے۔اس کے بعد جس قوم نے بھی کفر پر اصرار کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں شدید عذاب کی سزا دی۔ مطلب یہ ہے کہ جہالت میں کفر ہو تو دنیا کی سزا ٹلتی جاتی ہے لیکن ہدایت کا راستہ جب کھول کر بیان کر دیا جاتا ہے تو پھر جان بوجھ کر ہٹ دھرمی سے کفر کرنے پر اللہ تعالیٰ کی سزا نازل ہو جاتی ہے۔ استثنٰے صرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو حاصل ہے۔اس لئے کہ آپ کی نبوت ہمیشہ کیلئے ہے اور ہدایت کا راستہ ہمیشہ کیلئے کھلا ہے اور پھر آپ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آسکتا۔البتہ سرزنش ہوتی رہے گی۔آج کفر کا ڈنکا اس لئے بج رہا ہے کہ مسلمان تبلیغ کے اپنے فرض سے غفلت کر رہا ہے۔اگر ہم دنیا کو اسلام سے آگاہ نہیں کرتے تو کافروں کا کیا قصور، لیکن اگر مسلمان کھل کر اچھی طرح حق کو واضح کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور کفر کو ذلیل کرے گا۔

516۔ قرآن کا اعجاز

آیت مبارکہ 12 ایک پیشگوئی بھی ہے۔جب یہ آیت اتری اس وقت مسلمانوں کی حالت کمزور تھی لیکن انہیں بتایا گیا کہ عنقریب کفار مغلوب ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند سالوں میں اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کی۔اس لحاظ سے یہ آیت اعجاز قرآن ہے۔انشاء اللہ ہمیشہ ایسا ہی ہوگا۔اگر مسلمان واقعی مسلمان بن جائیں اور اپنے فرائض میں کوتاہی نہ کریں تو یقیناً ان کے سامنے کوئی کفر کبھی بھی ٹھہر نہیں سکے گا۔اور کفار دنیا میں شکست و ہزیمت کے بعد آخرت میں بھی جہنم کا ایندھن ہونگے۔اگلی آیت اسی سلسلے کی ایک بہت اہم تاریخی شہادت (Case History) ہے۔فرمایا:

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

13۔ بے شک تمہارے لئے ایک نشانی ان دو گروہوں میں ہے جو باہم مقابل ہوئے۔ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا۔وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے انہیں اپنے آپ سے دوگنا بڑا۔(حالانکہ ایسی بات نہیں تھی)۔(یوں) اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے ساتھ اپنی مدد کے جسے چاہے۔بیشک اس (واقعہ میں) اہل بصیرت کیلئے بڑا سبق ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ

14۔ لوگوں کیلئے خوشنما کر دی گئی ہے مرغوبات کی محبت، عورتوں میں سے اور بیٹوں میں سے اور ڈھیر لگے

Marfat.com

وَالۡفِضَّةِ وَالۡخَيۡلِ الۡمُسَوَّمَةِ وَالۡاَنۡعَامِ وَالۡحَرۡثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الۡمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ہوئے سونے اور چاندی میں اور نشان لگے ہوئے گھوڑوں (مویشیوں) میں، اور کھیتی باڑی میں۔ یہ سب دنیاوی زندگی کے سامان ہیں حق بات یہ ہے کہ، بہترین انجام تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

517۔ اللہ تعالیٰ کی مدد

آیہ مبارک 13 میں غزوۂ بدر کے حوالہ سے ہے جو کہ حق و باطل کی عالمی جدوجہد میں اہم ترین موڑ ہے۔ یہ جنگ 17 رمضان 2 ہجری کو ہوئی۔ مسلمانوں کی مدینہ منورہ کو ہجرت کے بعد کفار کی مایوسی مزید بڑھ گئی اور انہوں نے ٹھان لیا کہ اپنی فوجی اور مالی قوت سے اسلام کو ملیامیٹ کر دیا جائے۔ دشمن کو کمزور کرنے کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی منصوبہ بندی میں پہلا ہدف ان کے مالی فوائد کو رکھا اور تجارتی راستوں کی ناکہ بندی شروع کر دی۔ ادھر کفار نے ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام میں بھیجا تا کہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کر کے مسلمانوں پر ایک زبردست فوجی حملہ کیا جائے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اس بات کا کب موقع دیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ کر لیا کہ تجارتی قافلہ کو روکا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 17 رمضان 2 ہجری کو مدینہ منورہ سے جنگ کے قابل تمام مرد مسلمانوں کو لے کر کوئی 70 کلومیٹر دور بدر کے مقام کی طرف روانہ ہو گئے جو قافلوں کی شاہراہ پر واقع ایک مشہور کنواں تھا۔ ادھر جب کفار کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس منصوبہ بندی کا علم ہوا تو وہ بھی قافلہ کی مدد کیلئے مکہ سے اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ ایک ہزار افرادی قوت جو اس زمانہ کے مطابق جنگی ہتھیاروں سے لیس تھی، کو لے کر ابوجہل کی سرکردگی میں بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اگرچہ تجارتی قافلہ راستہ بدل کر بچ کر نکل گیا لیکن ابوجہل جنگ کئے بغیر واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے یہ موقع جانا کہ اسلام کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ 17 رمضان کو مقام بدر پر اسلام اور کفر کی پہلی جنگ ہوئی۔ جنگی نکتہ نگاہ سے مسلمانوں کی فوج کا کفار کی فوج سے کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ تعداد میں یہ ان سے ایک تہائی بھی نہیں تھے، ساز و سامان میں بالکل ہی کمزور۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد کے رنگ نرالے ہیں۔ کفار مکہ قوت کے بارے میں بڑی غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔

جیسا کہ آیت مبارکہ 13 میں فرمایا گیا ہے کفار کو مسلمانوں کی کمزور حالت کا بالکل اندازہ نہیں ہوا بلکہ انہیں وہ اپنے سے دوگنی قوت نظر آئے جس سے کفار کا حوصلہ جنگ سے پہلے ہی بہت پست ہو گیا۔ ان میں پھوٹ پڑ گئی اور بہت سے لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن ابوجہل نے کسی کی نہ مانی۔ اس نے اپنی جنگی چال بھی اس طرح چلی گویا کہ وہ اپنے سے دوگنی بڑی فوج کا مقابلہ کر رہا تھا۔ ادھر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ دکھایا کہ کفار تعداد میں ان سے دگنے ہیں تو انہوں نے نہایت احتیاط سے اپنی منصوبہ بندی کی۔ کفار اپنی غلط منصوبہ بندی کے نتیجہ میں مسلمانوں کی ولولہ انگیز قیادت کا سامنا نہ کر سکے۔ ان کے حوصلے اتنے پست ہو گئے تھے کہ کسی نے بھی اچھی طرح اپنے جنگی جوہر نہ

دکھائے۔ بلکہ اپنے 72 ساتھی ہلاک اور 72 قیدی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ادھر مسلمانوں کے صرف 22 افراد شہید ہوئے اور کوئی قیدی نہ ہوا۔

آیت مبارکہ 13 آخر میں اس بات کی طرف توجہ مبذول کراتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجاتی ہے تو کوئی بھی قوت سامنے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ جنگ بدر اس بات کی بہترین مثال ہے۔ اہل بصیرت کیلئے اس میں بہت بڑی نشانی ہے وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

518۔ کفار کی سائیکی

آیت مبارکہ 14 کفار کی سائیکی کو واضح کرتی ہے کہ ان کی فطرت میں دنیاوی چیزوں کی حرص بہت زیادہ ہوتی ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۔مکہ کے کفار کی دنیا کیلئے بڑھتی ہوئی محبت یہاں سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ جنگ میں اپنی عورتوں، بیٹیوں، سونے چاندی اور مال مویشی سب لے کر آگئے تھے۔ حالانکہ جنگ کا میدان ان چیزوں کیلئے خطرناک ہوسکتا ہے لیکن کفار ان چیزوں سے کبھی بھی علیحدہ نہیں ہوتے جبکہ مسلمانوں کی سائیکی یہ ہے کہ وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر گھر سے نکلتا ہے۔

519۔ اسفل السافلین

اس ضمن میں آیت مبارکہ 14 کا مضمون بڑا وسیع ہے۔ بتایا گیا ہے کہ عورتوں، بیٹیوں، مال ومتاع، مویشی اور زمین وغیرہ سے محبت انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اگر اس محبت کو کنٹرول نہ کیا جائے تو اس کی پھر کوئی انتہا نہیں۔ انسان انہی میں اپنی زندگی کا مقصد بنالیتا ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ التین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو احسن التقویم میں پیدا کیا اور پھر ہم نے اسے اسفل السافلین میں دھکیل دیا۔ یہ دھکیلنا دراصل دنیاوی چیزوں کی محبت کی طرف ہے۔ جو لوگ ان میں لگ گئے، پھر کبھی بھی ان سے نکل نہیں سکے۔ حتیٰ کہ مرنے کے بعد بھی بھوت بن کر چیزوں سے چمٹے رہتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مومن اپنے عمل اور ایمان کی قوت سے اپنے آپ کو زمینی خواہشات سے بچا کر رکھتا ہے۔

قرآن کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ انسانی روح اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے جس کیلئے سکون اپنے رب کے قرب میں ہے یہ روح اس کے احسن التقویم ہونے کی دلیل ہے لیکن پھر رب تعالیٰ نے اسی انسان میں اسفل السافلین یعنی زمینی خواہشات، جس میں عورتیں، بیٹے، سونے، چاندی، مویشی اور کھیتی باڑی کیلئے زمین وغیرہ شامل ہیں، ڈال دیں۔ ان خواہشات سے کوئی بھی مبرا نہیں لیکن فرق یہ ہے کہ مومن ان پر کنٹرول کرتا ہے جب کہ کافر نہیں پالتا ہے، مومن رب تعالیٰ کے قرب کی طرف محنت کرتا ہے جبکہ عام آدمی دنیاوی چیزوں کی کشش کا شکار

Marfat.com

رہتا ہے اور اکثر زیادہ سے زیادہ چیزوں کو حاصل کرنے میں زندگی ہار دیتا ہے۔ غرض زندگی کی کامیابی یہ ہے کہ ہم اسفل یعنی مادی خواہشات کا مقابلہ کریں۔ دنیا سے اور اللہ تعالیٰ سے محبت باہمی برعکس سمتوں میں کام کرتی ہے۔ جس سمت میں حاصل زیادہ ہوگا اسی سمت میں ہماری ترقی ہوگی۔ دنیا کے رنج بھی دنیا سے محبت کی وجہ سے ہیں جبکہ اطمینان اور روح کی خوشی اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ اعمال کا تول بھی دراصل انہی محبتوں کی کشش کا حساب ہے اگر کشش اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھ گئی تو بیڑا پار ہو جائے گا اگر دنیاوی چیزوں کی طرف زیادہ ہوئی تو جہنم ٹھکانہ ہوگا۔ اگلی آیات کریمہ میں یہی بات کسی اور انداز میں سمجھائی جا رہی ہے۔ فرمایا:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾

15۔ آپ فرمادیں، کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاؤں؟ جو لوگ متقی ہیں ان کیلئے ان کے رب کے پاس جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں ان کیلئے پاکیزہ ساتھی ہیں (ازواج مطہرات)، اور اللہ کی طرف سے رضوان (خوشنودی) ہے۔ اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾

16۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں، "اے رب ہمارے! بے شک ہم ایمان لائے، پس تو ہمارے لئے ہماری غلطیوں کو معاف فرما۔ اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا"۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

17۔ (یہ وہ لوگ ہیں جو) بہت صبر کرنے والے اور بہت سچے اور ہر بات سے بے نیاز اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت خرچ کرنے والے، اور وقت سحر مغفرت طلب کرنے والے ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ النصف

18۔ گواہی دی اللہ نے خود (اس بات کی) "بے شک وہ، وہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں" اور فرشتے اور اہل علم اس بات پر انصاف سے قائم ہیں کہ اسکے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ بڑی عزت والا اور حکمت والا ہے۔

Marfat.com

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

19۔ بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور نہیں اختلاف کیا، اہل کتاب نے مگر بعد اس کے جب ان کے پاس صحیح علم آچکا تھا۔ یہ (اختلاف) ان کے باہمی حسد کی وجہ سے تھا۔ اور جو کفر کرلے گا اللہ تعالیٰ کی آیات سے، پس (وہ خوب جان لے کہ) بے شک، اللہ تعالیٰ بہت تیز حساب لینے والا ہے۔

520۔ جنت کی نعمتیں

آیت نمبر 14 میں دنیا کی نعمتوں کا ذکر ہے جن کے پیچھے بے دین لوگ اپنی جان ہلکان کر دیتے ہیں ان کے مقابلہ میں آیات 15-16 میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے بنی نوع انسان کو بتایا جارہا ہے کہ بندوں کیلئے صحیح طرز عمل کیسا ہونا چاہیے۔ انہیں پتا ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کیلئے کیا کیا تیار کر رکھا ہے قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ ۔ دنیا تو سب کیلئے ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے پرہیزگار لوگوں کیلئے آخرت میں جنت ہے جس کی نعمتوں کے شمار کیلئے انسان کے پاس زبان نہیں۔ صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ عالیشان باغات ہیں جن کے درمیان صاف شفاف پانی کی نہریں چلتی ہیں اور وہاں کے خوش قسمت مکینوں کو اس نعمت کے کبھی بھی چھن جانے کا خطرہ نہیں، وہ ہمیشہ کیلئے ہوں گی۔ اس عالیشان ماحول میں ان کیلئے وہاں پاکیزہ ساتھی ہیں۔ (ازواج المطہرات) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی جس سے بڑھ کر کوئی اور نعمت نہیں۔ ''رضوان عن اللہ''

521۔ جنتی معاشرت

جنت کی معاشرت میں دلوں کی کدورتیں اور برائیاں نکال دی جائیں گی۔ لوگوں کے دل بھی پاک ہوں گے اور جسم بھی۔ ظاہر باطن دونوں مطہر ہوں گے۔ جو دنیا میں خواتین تھیں وہ آخرت میں بھی خواتین ہی ہوں گی لیکن ان کا مقام جنتی حوروں سے کہیں اونچا ہوگا۔ اس اصول پر کہ وہاں ''جو کوئی جو کچھ چاہے گا ملے گا، جو خواہش ہوگی پوری ہوگی''، اگر عورتیں یا مرد اپنی جنس تبدیل کرنا چاہیں تو ایسا ہی ہوگا لیکن یہ تو تب ہوگا جب آدمی اپنی حالت سے مطمئن نہ ہو۔ لیکن وہاں تو ہر شخص اپنی حالت پر اتنا خوش ہوگا کہ کوئی عورت نہیں چاہے گی کہ وہ مرد ہوتی اور

Marfat.com

کوئی مرد نہیں چاہے گا کہ وہ عورت ہوتا۔ سب اللہ تعالیٰ کی عطا پر راضی ہونگے۔

522۔ جنتی ازواج

آیت مبارک 15 میں جنت کی نعمتوں کے حوالے سے ''ازواج مطہرات'' کا ذکر ہے۔ بعض لوگ حجت بازی کرتے ہیں کہ جنت میں مردوں کو تو حوریں ملیں گی عورتوں کو کیا ملے گا؟ اس کا جواب اگرچہ اوپر کی تشریح میں موجود ہے کہ وہاں ہر شخص اپنی حالت پر خوش ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جنتی عورتیں حوروں کی سردار ہوں گی۔ اور ان کے درجہ، نور اور خوبصورتی کا کوئی حور مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ یہ سوال کہ کونسی عورت کس مرد کی ساتھی (زوجہ) ہوگی یہ ان کے مراتب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی جزا کے مطابق ہوگا۔ دنیاوی موت تمام دنیاوی رشتوں کی بھی موت ہے۔ اسی لئے مردہ کو وراثت میں سے حصہ نہیں۔ لیکن خاندانی تعلقات کی یادیں اور باہمی پہچان مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ نتیجہ سے پہلے روز محشر بھی خاندان کے لوگ اکٹھے ہوں گے۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ کیسے کامیاب ہونے والے اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش جائیں گے اور اگر دنیا کے میاں بیوی دونوں جنت میں جاتے ہیں اور اکٹھا رہنا چاہتے ہیں تو اجازت ہوگی بلکہ اگر ایک کا اونچا درجہ ہوگا تو دونوں اس درجہ پر پہنچا دیے جائیں گے۔ وہاں کسی طرح کی مجبوری نہیں ہوگی۔

523۔ رضوان اللہ

جنت کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ آدمی اپنے خالق کی رضا حاصل کرلے گا۔ مالک اس سے خوش ہوگا اور وہ اپنے مالک سے۔ یہ سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ ایسے انسان کو مالک کون و مکاں کا قرب حاصل ہونے کے بعد کسی اور چیز کی خواہش ہی نہ رہے گی۔ اس کا اندازہ لگانا ہے تو سوچیئے کہ اگر دنیا میں کسی غریب کو کسی بہت بڑے آدمی کا قرب اور پسند مل جائے تو کس قدر فخر محسوس کرتا ہے۔ لیکن ''رضوان عن اللہ'' کے بھی لاکھوں مدارج ہیں اس لئے مزید سے مزید کی خواہش وہاں بھی برقرار رہے گی اور اسکے حصول کیلئے جو ضروری اعمال ہونگے انسانوں کی مصروفیت، مشاغل اور جدوجہدان کے مطابق جاری رہے گی۔ یعنی جنتی زندگی خواہش اور عمل کی موت نہیں صرف سمت کی تبدیلی ہے۔ دنیا میں جدوجہد عموماً دنیا کیلئے ہے وہاں یہ خالص اللہ تعالیٰ کے قرب کیلئے ہوگی۔ شوق ہوگا لیکن پریشانی کوئی نہ ہوگی۔

524۔ جنت کے حقدار

آیات مبارکہ 17،16 میں ان لوگوں کے فضائل کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے اہل اور جنت کے حقدار ہیں یہ لوگ پختہ ایمان والے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنی غلطیوں پر معافی مانگنے والے، مصیبت میں صبر کرنے والے، معاملات کے کھرے اور سچے

Marfat.com

اور جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کر دیا اس پر خوش اور قانع ہیں۔ وہ اپنا مال جان اور صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی مخلوق کی بھلائی کیلئے اور دین کی سربلندی کیلئے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ ان صفات کے حوالہ سے آیت 17 میں انکے القابات دیئے گئے ہیں اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَار ۔ آیہ 16 میں ان کی دعا بتائی گئی ہے۔ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّار اے ہمارے رب ہم (صدق دل سے) ایمان لائے۔ پس تو ہمارے گناہ معاف فرمادے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔

525۔ سحری کی ملاقات

آیت مبارکہ 16 میں ان کی ایک خصوصی عادت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ بندے 'مستغفرین بالاسحار' ہیں یعنی بہت صبح اٹھ کر معافی مانگنے والے۔ ان کی عادت یہ ہے کہ وہ صبح سویرے اٹھتے ہیں، وضو کیا، تہجد کے نوافل پڑھے۔ تسبیحات کیں اپنے نقائص اور غلطیوں پر غور کیا اور اپنے مالک سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگی۔ یہ ان کا معمول ہے۔ سحری کا وقت تقریباً رات دو بجے کے بعد سے فجر کی اذان سے ذرا پہلے تک ہے اور دن رات کے 24 گھنٹوں میں سب سے مبارک یہی وقت ہے۔ اس وقت ہر طرف سکون چھا جاتا ہے۔ فضائیں صاف ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ فضا کے تابکار ذرات بھی کم سے کم ہو جاتے ہیں، آلودگی گھٹ جاتی ہے، درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے۔ ہر طرح کا شور مدھم پڑھ جاتا ہے۔ اور ہر طرف اللہ تعالیٰ کے نور کی برکات پھیل جاتی ہیں۔

سحر کے وقت کی برکات کا اندازہ اسی بات سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعارہ کی زبان میں بتایا کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تشریف لا کر فرماتا ہے کہ "ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا، ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا، ہے کوئی ملاقاتی ۔۔۔" غرض یہ وقت ہر لحاظ سے برکتوں ہی برکتوں والا ہے اور توبہ کی قبولیت کیلئے سب سے موزوں وقت ہے۔ انگریزی کی مثل مشہور ہے

Early to bed, early to rise, makes man healty, wealthy and wise.

526۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اور اہل علم

آیات مبارکہ 15-16 میں جن لوگوں کی صفات بتائی گئی ہیں ان کے ایمان کی گہرائی (Commitment in faith) کا ذکر آیات 17-18 میں ہو رہا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ وجدان اور عقل وشعور کے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں **لا الٰہ الا ھو**۔ ان کیلئے کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک واحد لاشریک ذات پاک ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ فرشتے اپنے وجدان سے اور اہل علم اپنے علم کے زور پر، برہان ودلائل سے اس بات کی گواہی

Marfat.com

دیتے ہیں کہ یہی حق اور انصاف ہے کہ کائنات کا مالک ایک ہی ہونا چاہیئے جس کی شان ہر چیز میں نظر آتی ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

آیت مبارکہ 19 یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یقین اور اس کے احکام کی سمجھ ہی دراصل اسلام ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ یہی وہ حقیقت ہے جس کی تعلیم ہر پیغمبر نے دی۔ اس لئے ہر مذہب میں اس کی بنیادی تعلیمات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اگر آپ تحقیق کریں تو بت پرستوں کے مذہب کے پیچھے بھی وحدت کا اصول پنہاں ہوگا۔ آیت مبارک 19 میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اختلافات کی جڑ بعد میں آنے والے لوگوں کے باہمی حسد اور استحصال کا نتیجہ ہے۔ ان اختلافات کے پیچھے مذہبی رہنماؤں کے روحانی مفادات اور بادشاہوں کے سیاسی مفادات نظر آئیں گے، جنہیں عوام جبر یا اپنی جہالت کی بنا پر دین سمجھ کر اپنا لیتے ہیں۔ لیکن اصل دین اسلام ہی ہے حضرت آدم بھی مسلمان تھے نوح علیہ السلام بھی یہی دین لے کر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسلام ہی لیکر آئے تھے۔ ہر بچہ بھی اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی اسلام قبول کرتا ہے تو اصل دین کی طرف آجاتا ہے جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اب تا قیامت اپنی اصلی حالت میں قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس کے بعد جو انکار کرے گا وہ صرف اپنا نقصان کر رہا ہے اور اس کا حساب بہت جلد ہو جائے گا فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

527۔ سریع الحساب

آیت مبارکہ 19 کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے یعنی اللہ تعالیٰ حساب کرنے میں بہت ہی تیز ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد کسی حد تک ہم سریع الحساب کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک سریع الحساب مشین ہے۔ وہ حساب جس کو حل کرنے کیلئے لوگ سالوں لگے رہتے تھے یہ وہی حساب اب چند سیکنڈوں میں کر دیتی ہے لیکن اگر اسے کسی چھوٹے سے کائناتی نظام کا حساب کرنا پڑے تو پھر یہ کمپیوٹر بھی بہت سست رو ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق کائنات میں (10^{78}) (یعنی 10 کے آگے 78 صفرے) ایٹم ہیں جن کے باہمی ملاپ سے بے حساب تخلیقات موجود ہیں۔ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جو ہر نزدیک و دور کو یکساں سرعت سے کنٹرول کر رہا ہے۔ اس نظام میں ستاروں کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ روشنی اپنی 300000KM (تین لاکھ کلومیٹر) فی سیکنڈ کی رفتار سے پہنچتے پہنچتے اربوں سال لے سکتی ہے لہٰذا بجلی کی رفتار سے کمپیوٹر کو اس کا حساب لگانے کیلئے بھی اربوں سال چاہییں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایسا سریع الحساب ہے کہ وہ بلا تھکان ایک ایک لمحہ کا حساب اور کنٹرول رکھتا ہے۔ ایسی سریع الحساب ہستی کے بغیر یہ وسیع و عریض کائنات کب کی بے قابو ہو کر بکھر گئی ہوتی۔ سوچنے کی بات ہے کہ وہ اللہ جو اس آسانی سے یہ سب حساب رکھ رہا ہے بھلا انسانوں کا حساب لگانا اس کیلئے کیا مشکل ہوگا۔ وہ ہماری ایک ایک حرکت کا ریکارڈ رکھ رہا ہے اور جب چاہے شروع دن سے آخر دن تک پیدا ہونے والے انسان کا حساب ایک دم علیحدہ علیحدہ ظاہر کر

Marfat.com

دے گا۔اس سے کوئی خبر چھپ سکتی ہے نہ وہ بھولتا ہے۔(سبحان اللہ)

اگلی آیات مبارکہ میں اسی مضمون پر مسلمانوں کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ اگر لوگ تم سے اسلام کے متعلق جھگڑا کریں تو ان سے حکمت سے معاملہ طے کرو۔فرمایا:

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع۲

20۔ پھر بھی اگر وہ (کافر) آپؐ سے (اسلام کے بارے) حجت بازی کریں تو آپ ان سے کہیں، ''میں نے اللہ کے سامنے اپنا سر جھکا دیا ہے اور جنہوں نے میری اتباع کی انہوں نے بھی'' اور آپ فرمادیں ان لوگوں کو جنہیں کتاب دی گئی (یہود و نصاریٰ) اور غیر اہل کتاب کو بھی۔ ''کیا'' تم بھی اسلام لاتے ہو کہ نہیں''؟ پس اگر وہ اسلام لے آئیں تو وہ ہدایت پائیں گے اور اگر وہ اپنا منہ پھیر لیں تو (آپ پریشان نہ ہوں) آپ پر اتنا ہی ذمہ تھا کہ آپ پیغام پہنچا دیں اور اللہ تعالیٰ (خود اپنے) بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾

21۔ بے شک وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں اللہ کی آیات کا اور قتل کرتے (آئے) ہیں نبیوں کو ناحق، اور قتل کرتے (آئے) ہیں انہیں جو لوگوں میں عدل وانصاف کا حکم دیتے ہیں، پس انہیں خوشخبری سنادیں الم ناک عذاب کی۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾

22۔ یہ وہ لوگ ہیں برباد ہو گئے جن کے اعمال دنیا میں اور آخرت میں اور ان کیلئے کوئی مددگار نہیں۔

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

23۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف، (یہود و نصاریٰ) جنہیں کتاب (وحی الٰہی) سے کچھ حصہ دیا گیا تھا (جب) وہ بلائے جاتے ہیں اللہ کی کتاب (قرآن کریم) کی طرف تاکہ فیصلہ کیا جائے ان کے درمیان (اس کتاب کے مطابق) تو پھر ان میں سے ایک فریق پیٹھ پھیر لیتا ہے۔ (درحقیقت) وہ ہیں ہی روگردانی کرنے والے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَّغَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

24۔ اس (بیباکی کی) وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا، ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی آگ (دوزخ کی)، مگر گنتی کے تھوڑے سے دن۔ اور انہیں دھوکہ میں ڈال دیا ان کے دین (کے بارے) میں (ان باتوں نے) جو وہ اپنی طرف سے گھڑا کرتے تھے۔

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۟ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

25۔ سو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں جمع کریں گے ایسے دن میں کہ نہیں کوئی شک اس کے (وقوع) میں، اور پورا پورا (بدلہ) دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہوگا اور ان کی حق تلفی نہیں ہوگی۔

528۔ مبلغین کیلئے ہدایت

جب آپ دنیا کے سامنے اسلام پیش کریں گے تو لوگ آپ سے حجت بازی کریں گے۔ آیت مبارکہ 20 میں تعلیم دی گئی ہے کہ اس موقع پر آپ کا رویہ اور جواب کیا ہونا چاہیے۔ فرمایا، فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِىَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ وہ چاہیں گے کہ آپ کو جھگڑے اور بحث تمحیص میں الجھا کر آپ کا وقت اور توانائی ضائع کریں۔ ہدایت کی جاتی ہے کہ ان

Marfat.com

سے الجھنے کی بجائے ان کے سامنے اپنی مثال رکھیں فیصلہ کن انداز میں انہیں بتائیں کہ ہم نے اسلام کو من وعن اختیار کر لیا ہے فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ، اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم اسے اختیار کرتے ہو یا نہیں کرتے۔ دراصل زیادہ تر لوگ، خصوصاً یہود و نصاریٰ جن پر پہلے آسمانی وحی آ چکی ہے خوب جانتے ہیں کہ اسلام حق ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں جن کی پہلے انبیاء نے خبر دی تھی۔ اس لئے اگر ایمان نہیں لاتے تو یہ ان کی بہت بڑی ہٹ دھرمی ہے، اس لئے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ آپ کے ذمہ صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ۔ جہاں تک ہدایت کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے جو اس کا اہل ہوگا اسے یہ نعمت نصیب ہو جائے گی۔ آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ تبلیغ دین ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ جن مسلمانوں کو صرف اپنی جنت کی فکر ہے اور دوسروں کو جہنم سے بچانے کا خیال نہیں اسکی اپنی جنت بھی خطرہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو تمام اقوام عالم تک پہنچانا ہر مسلمان کی انفرادی ذمہ داری ہے اور بحیثیت مسلمان بھی ان پر لازمی ہے۔ آج اگر وہ ذلیل وخوار ہو رہے ہیں تو اسی وجہ سے کہ ان کی حکومتیں تبلیغ دین کے فریضہ سے لاتعلق ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی آلہ کار بنی ہوئی ہیں جبکہ وہ ان کے دین کے دشمن ہیں۔

529۔ یہود و نصاریٰ کی مخالفت

دراصل اہل کتاب خصوصاً یہود وہ قوم ہے جو مسلسل نافرمانیوں کے باعث بہت بگڑ چکی ہے۔ یہ لوگ اتنے ظالم ہیں کہ انہوں نے اپنے نبیوں کو ناحق قتل کیا اور اس قدر ڈھیٹ ہیں کہ نسلیں گزرنے کے بعد بھی اپنے اس گناہ پر اپنے اسلاف سے بیزاری اور اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگتے۔ یوں یہ اپنے اسلاف کے گناہوں میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یہ لوگ عدل وانصاف کرنے والوں کے بھی دشمن ہیں وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ موقع ملے تو انہیں قتل بھی کر دیتے ہیں ان وجوہات کی بناء پر ان کیلئے الم ناک عذاب ہے۔ یہ ایسا عذاب ہے جو نظر بھی نہیں آتا لیکن اندر ہی اندر کھائے جاتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ دیکھ لیں کہ یہود پر کیوں اتنی سختیاں آئیں ہیں نہ صرف یہ بلکہ کفر پر ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے نیک اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی کوئی حیثیت نہیں اس لئے یہاں تو انہیں بدلہ مل جاتا ہے لیکن آخرت میں ان کیلئے مکمل بربادی ہے۔

530۔ اعمال کی بربادی

آیت مبارکہ 22 سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ گمراہ لوگ اپنے کیے پر اصرار کیے جاتے ہیں اور وہ برائی پر پچھتاتے نہیں بلکہ اپنے اور اپنے بزرگوں کے برے کارناموں پر فخر کرتے ہیں۔ اس قماش کے لوگ بہت ہی بڑے دھوکے میں ہیں۔ ان کے اچھے کام بھی برباد ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں قانونِ مکافات کے مطابق بھی ان کیلئے بالآخر بربادی ہے اور آخرت میں تو سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

Marfat.com

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔ اس کی مثال صفر کی ہے۔ صفر جس بڑی سے بڑی رقم سے ضرب کھاتا ہے اسے صفر بنا دیتا ہے۔ یہی حال ان کے نسل در نسل چلی آتی برائی کے نتائج کا ہے۔ چونکہ وہ اس کو رد (Condemn) نہیں کرتے اس لئے وہ ان کے اچھے اعمال کو بھی کھا جاتی ہے۔ اس عظیم نقصان سے بچنے کیلئے لازمی ہے کہ انسان اپنے آباؤ واجداد کی بری باتوں کو برا کہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور برائی کی جڑ کو کاٹ دے۔

اعمال کی بربادی سے بچنے کیلئے ہمیں آیت مبارکہ 23 کا بڑا خیال رکھنا چاہیے مطلب یہ ہے کہ ہم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جائیں کہ جب فائدہ نظر آیا تو اپنے معاملات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے متعلق کر لیا اور جب ذاتی مفاد پر زد پڑتی نظر آئی تو کسی اور قانون کی طرف رجوع کر لیا۔ ایسے مرضی والے دین کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس میں خدا خواہش نفس سے یہ منافقت بھی ہے اور منافقوں کے اچھے اعمال بھی آخرت میں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔

531۔ ذاتی بڑائی۔ بہت بڑی غلط فہمی

آیات مبارکہ 24-25 میں یہود کی مثال سے ایک اور برائی کا ذکر کیا گیا ہے جو ہر مذہب میں عام ہے اور مسلمان بھی جس سے خالی نہیں۔ ہر ایک سمجھتا ہے کہ اس کا مذہب اس کو اللہ کی نگاہ میں خصوصیت کا حامل بنا دیتا ہے۔ چنانچہ یہود یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا بنی اسرائیل ہونا ہی کافی ہے کہ اگرچہ وہ گناہ بھی کر لیں اللہ تعالیٰ اس وجہ سے ان کو عذاب دے گا ہی نہیں اور اگر دے گا تو چند دن تک۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی اور اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈالنے کے مترادف ہے وَّغَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۔ مسلمانوں میں بھی کئی کہتے ہیں کہ "ان کا مسلمان ہونا ہی انہیں جنت میں لے جائے گا۔ ان کے بزرگ ان کو بچا لیں گے۔ عمل ایک ثانوی چیز ہے تعلق اور نسبت بہت اہم ہے۔ درحقیقت یہ سب دھوکہ ہے جس کے جال میں مکار پیر اور مذہبی رہنما اپنے مریدوں کو پھنسا کر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آیت مبارکہ 25 میں کہا گیا ہے کہ اپنا ہی کیا ہوا کام آئے گا وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ ہر نفس کو جو کچھ اس نے اپنے لئے دنیا میں کمایا ہو گا وہی کام آئے گا اور اس کا انہیں پورا پورا بدلہ ملے گا۔ کسی کا کوئی حسب نسب، تعلق کام نہیں آئے گا۔ سچے مسلمان کو کوئی ڈر نہیں اور گنہگار کے کوئی کام نہیں آئے گا۔ اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اگلی آیات کریمہ میں ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو کسی سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، نہ ہی کسی کے پھندے میں کسی فائدہ کیلئے پھنسنا چاہیے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ فرمایا:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ

26۔ کہو! اے اللہ تعالیٰ، اے ملکوں کے مالک ہر طرح کی حکومت اور طاقت تو ہی دیتا ہے جس کو تو چاہے۔ اور چھین لیتا ہے حکومت اور طاقت جس سے تو چاہے۔

Marfat.com

تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

اور تو ہی عزت دیتا ہے جس کو تو چاہے اور تو ہی ذلت دیتا ہے جس کو تو چاہے۔ بے شک تیرے ہاتھ میں ہی ہر طرح کی بھلائی ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

27۔ تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور تو داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور تو رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

28۔ نہ بنائیں مومن کافروں کو دوست علاوہ مومنین کے۔ اور جو کوئی ایسا کرے گا تو نہیں ہو گا اسے اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق۔ کسی بھی چیز میں، (ان سے دوستی کی صرف اسی صورت میں اجازت ہے) کہ بچنا چاہو انکے شر سے بچنا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی (ناراضگی) سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

532۔ ماسوائے اللہ تعالیٰ کسی سے نہ ڈرو

مندرجہ بالا آیات مبارک 26-28 جاری مضمون کے متعلق ہدایت کرتی ہیں کہ کسی بھی طاغوتی طاقت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کفار تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، نہ ہی وہ کچھ دے سکتے ہیں، دینے اور لینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے صرف اسی سے ڈرو۔ اسی کی طرف آخر کار لوٹ کر جانا ہے۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ.

533۔ حکومت وقار اور عزت

خصوصی طور پر اس بات کا ذکر ہے کہ ملک، حکومت، اقتدار، اختیار، نفع ونقصان، عزت وذلت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے اسے حساب اور مشیت کے مطابق دیتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی بادشاہ بھی بنا دیا جاتا ہے تو اس کو بادشاہت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشی

Marfat.com

جاتی ہے۔اور اس کیلئے آزمائش ہے اس لئے اترانے یا غرور میں آنے کی کوئی بات نہیں۔اگر کسی کو عزت دی ہے اور ساری دنیا اسے سلام کرتی ہے تو یہ بھی اسی کی دی گئی نعمت ہے۔ہوسکتا ہے کہ یہی تمہاری آزمائش ہے اس لئے کوئی فخر کی بات نہیں۔جس نے عزت دی وہی اسے ذلت میں بدل بھی سکتا ہے۔آپ کے اپنے سامنے بڑے بڑے باوقار صاحب اختیار ایسے ذلیل اور رسوا ہوئے ہیں کہ ان سا کوئی بدقسمت نظر نہیں آیا قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔اس لئے ہمیشہ یادرکھیں حکومت،غربت،عزت،دولت،ذلت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں۔وہ کسی کو دے کر آزماتا ہے کسی سے لے کر آزماتا ہے۔اس کے ہاتھ میں سب بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔اس لئے ہر چیز اسی سے مانگو۔بے شک اللہ ہر چیز پر کلی طور پر قادر ہے۔

534۔ اہلیت اور قانون قدرت

اللہ تعالیٰ نے حکومت،عزت،وقار،طاقت،دولت،غرض ہر چیز کی اہلیت کا معیار دیا ہے۔جو کوئی بھی اس معیار کا حامل ہوگا۔اللہ تعالیٰ انعام کے طور پر یہ نعمتیں دیتا ہے۔مثلاً فرمایا انتم الاعلون ان کنتم مومنین اگر تم مومن ہوگے تو تم ہی غالب آؤ گے۔اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندوں کو خلافت عطا فرمائے گا“۔یعنی ایمان اور اعمال صالح حکومت اور عزت کیلئے اہلیت کی سند ہیں لیکن اہلیت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کرے گا۔ان اللّٰہ علیٰ کل شئی قدیر ،اب اگر کوئی شخص ایمان اور عمل صالحہ کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اسے حکومت نہیں ملی تو یقیناً وہ اپنے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہے یا یہ کہ جدھر وہ رہتا ہے ان لوگوں پر عذاب کا حکم ہوگیا ہے اور انہیں ظالم حکمرانوں سے سزا دینا مطلوب ہے اس لئے انہیں ایسے صالح بندوں کی حکمرانی سے محروم کر دیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ان پر اپنی طرف سے ظالم فاسق حکمران مقرر کر دیتا ہے جو انہیں سزا دیتے ہیں۔یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے آزمائش کیلئے شیطان کو بنایا تھا۔بہرحال بدقسمتی کے ذمہ دار لوگ خود ہیں۔

535۔ رات دن،زندگی موت کا چکر

آیت مبارکہ 26 کے آخر میں یاددہانی کرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہر چیز پر حاوی ہے۔آیت مبارکہ 27 میں نہایت خوبصورت الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھایا گیا ہے تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔یہ پیغام ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظام پر غور وفکر کریں مثلاً کہ وہ کس طرح دن سے رات اور رات سے دن نکالتا ہے؟اسی طرح مردہ چیزوں میں زندگی ڈالتا ہے اور زندہ کو مردہ

Marfat.com

میں بدل دیتا ہے، کیسے؟ یہ سب اس کا امر ہے ورنہ زمین کی محوری گردش کو کون قائم رکھ سکتا ہے جس سے دن رات کا نظام قائم ہے۔

آیت مبارکہ میں " یولج الیل فی النہار ویولج النہار فی الیل" کے الفاظ سے دن رات کے تغیر کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔ یہ وہ نظارہ ہے جو صرف خلائی بلندیوں سے نظر آتا ہے۔ وہاں سے جو دن رات کی تصاویر لی گئی ہیں ان سے وہ اس بات کا نظارہ دیتی ہیں کہ ایک سفید لکیر کالی لکیر میں داخل ہو رہی ہے اور دوسری طرف کالی لکیر سفید لکیر میں داخل ہو رہی ہے۔ آیت مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے "ترزق من تشاء بغیر الحساب"۔ رات دن کے نظام کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظام رزق کا بھی اس سے گہرا تعلق ہے اور دوسری طرف یہ آیت یہ بھی باور کراتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بغیر حساب رزق عطا کرتا ہے۔ اس لئے رزق کیلئے بھی اسی سے سوال کرو۔

536۔ مسلمانوں کی مسکینی کی وجہ

مردہ سے زندگی کا پیدا ہونا اور زندگی کا مردہ ہو جانا بھی مشاہدہ کی بات ہے لیکن یہ کیسے ہوتا ہے اس پر سائنس ابھی اچھی طرح دسترس حاصل نہیں کر سکی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایسا نظام ہے جس پر عقل دنگ ہے۔ جو کہ زندگی موت دیتا ہے وہ سب کچھ دے سکتا ہے اس لئے مومنین کو باور کرایا جا رہا ہے کہ ہر چیز اسی سے مانگو۔ کسی اور کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ وہ بے حساب رزق دینے والا ہے۔ اس کے احکامات پر چل کر تو دیکھو۔ لیکن جب مسلمان بے یقینی کی کیفیت میں غیروں کے آگے ہاتھ پھیلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے پھر مسکینی اور غربت کے سپرد کر دیتا ہے۔ مسلمان ممالک کی غربت کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان میں ایمان کی غیرت نہیں۔ اور وہ غیر مسلم طاقتوں کے سامنے سرنگوں ہیں۔ جبکہ حکم ربی ہے کہ ان کے سامنے جھکنا تو دور کی بات ہے ان کے ساتھ دوستی کی خواہش بھی گناہ ہے۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ.

537۔ کفار سے دوستی

آیت مبارکہ 28 سے صاف ظاہر ہے کہ کفار سے دوستی رکھنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریحاً مخالفت سخت گناہ والی بات ہے۔ چہ جائیکہ مسلمانوں کی دوستی چھوڑ کر کفار سے تعلق بڑھائے جائیں یہ تو صریح کفر ہے اور کھلی بغاوت ہے۔ ایسے مسلمانوں کے اللہ تعالیٰ سے سب تعلق ٹوٹ جاتے ہیں وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ۔ البتہ تجارتی معاشرتی یا سیاسی مصلحت کے تحت کفار کے ساتھ تعلق رکھنا، معاہدے کرنا جائز ہے۔ الّا ان تتقوا منھم تقتہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کفار مکہ اور مدینہ کے یہود کے ساتھ معاہدے کئے تھے۔

538۔ خارجہ تعلقات کی پالیسی

آیت مبارکہ 28 مسلمان ممالک کی خارجہ پالیسی کیلئے بھی رہنما اصول ہے۔ کفار کے ساتھ خارجہ تعلقات ہو سکتے ہیں۔ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ برابری کی بنا پر سفارتی تعلقات قائم کئے۔ اس لئے یہ جائز ہے لیکن ان سے دوستی کے معاہدے حرام ہیں اگر ایسا معاہدہ کسی دوسرے مسلمان ملک کے خلاف ہے تو ناقابل معافی گناہ ہے۔ افسوس کہ آج کل تقریباً سبھی مسلم ریاستیں اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت پر عمل نہ کر کے کائنات کے رب کی برکات سے نکل چکی ہیں۔ آپس میں نا اتفاقی اور یہود و نصاریٰ و کفار سے دوستی ان کا شیوا ہے جس کی وجہ سے سبھی ذلیل ہو رہے ہیں۔ تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ کفار کبھی بھی مسلمانوں سے مخلص نہیں، اور بار بار یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام کفر اسلام کے خلاف اکٹھا ہو جاتا ہے۔ اس دور جدید میں 9/11 کے بعد کے حالات میں اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ اور ہنود کا گٹھ جوڑ اس بات کا بین ثبوت ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کو پھر بھی سمجھ نہیں آتی اور متواتر اللہ تعالیٰ کے نظام کے خلاف ان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ ان کی رضا کیلئے اپنے بھائی بندوں پر گولیاں چلواتے ہیں۔ آیت مبارکہ 29 میں واضح کیا گیا ہے کہ کفار سے دوستی اسی صورت میں جائز ہے کہ اگر اس کا مقصد ان کے شر سے بچنا ہے۔ چنانچہ جن ملکوں میں غیر مسلموں کا زور ہے وہاں کے رہنے والے مسلمان ان کے شر سے بچنے کیلئے کسی حد تک دوستانہ مراسم رکھ سکتے ہیں لیکن وہاں بھی یہ دیکھنا لازم ہے کہ یہ دوستی کسی دوسرے مسلمان کو نقصان پہنچانے کیلئے استعمال نہ ہو۔ اس لئے کفار کی فوج میں شامل ہونا مکروہ ہوگا۔ اول بات اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے اس کی طرف ہمارا لوٹ کر جانا ہے يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۔ اللہ تعالیٰ (مومن کو) اپنی ناراضگی سے ڈراتا ہے اور ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر بھی ہم اس کے پیغمبر کے دشمنوں سے دوستی کرتے شرماتے نہیں۔ وہ ہمارے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اس سے بھاگ کر کہاں پناہ ہے۔ فرمایا:

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

29۔ کہہ دیجئے اگر تم چھپاؤ وہ بات جو تمہارے صدور میں ہے یا تم اسے ظاہر کرو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور جانتا ہے وہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ

30۔ جس دن پائے گا ہر نفس جو اس نے عمل کیا اچھائی والا اپنے سامنے حاضر، اور جو اس نے عمل کیا برائی سے (وہ بھی اپنے سامنے پائے گا) (اس وقت) تو وہ

Marfat.com

بَيۡنَهَا وَبَيۡنَهٗۤ اَمَدًاۢ بَعِيۡدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفۡسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع ۳

آرزو کرے گا، کاش اس کے اور برائی کے درمیان فاصلہ ہوتا بہت دور کا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے، اپنی ذات (ناراضگی) سے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بڑا لطف و کرم کرنے والا ہے۔

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۱﴾

31۔ کہہ دیں اگر تم (واقعی) اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم میری اتباع کرو۔ محبت کرے گا اللہ تعالیٰ تم سے، اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے۔ نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾

32۔ کہو تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور (اس کے) رسول کی۔ پھر اگر وہ اپنا منہ پھیر لیں تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کفر کرنے والوں کو۔

539۔ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے

آیت مبارکہ 28 میں مسلمانوں کو اس بات سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے کہ وہ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ دوستی اور محبت کی پینگیں بڑھائیں اس لئے کہ کفار سے دوستی یا ان کا آلہ کار بننا، ان کے ساتھ ساز باز وغیرہ ایسے بڑے گناہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ معاشرتی، سیاسی یا تجارتی مجبوری یا حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے عمومی تعلقات (Working relations) کی اجازت ہے۔ لیکن چونکہ دوستی اور محبت دلوں کا معاملہ ہے۔ آیت مبارکہ 29 میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے حالات اور اذہان میں چھپے خیالات سے ہر آن واقف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ سیاست کے نام پر تم دوسروں کو بے وقوف بنالو لیکن اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ ظاہر کرو یا چھپاؤ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا قُلۡ اِنۡ تُخۡفُوۡا مَا فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ اَوۡ تُبۡدُوۡهُ يَعۡلَمۡهُ اللّٰهُ ۔ اس کی ذات پاک تمہارے ظاہر باطن پر محیط ہے۔ تمہاری سوچوں کا جاننا تو معمولی بات ہے وہ تو پوری کائنات میں ذرہ ذرہ اس کی نگاہ کے سامنے ہے۔ يعلم مافى السمٰوٰت وما فى الارض ۔ اس کا علم اس کا ذاتی علم ہے کسی بتانے والے پر انحصار نہیں رکھتا۔ اس

لئے کہ زمان و مکاں اس کی ذات پاک سے ہیں اور ہر چیز کو یوں اس نے محیط کیا ہوا ہے کوئی چیز اس کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں نکل سکتی۔

540۔ قلب اور صدور

آیہ مبارکہ 29 میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے صدور میں چھپی ہر بات کو جانتا ہے۔ صدور کا عام طور پر ترجمہ سینہ کیا جاتا ہے۔ جو ٹھیک نہیں۔ صدور لفظ صدر کی جمع ہے جس کا مطلب اعلیٰ ترین مقام ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ اسلام آباد پاکستان کا صدر مقام ہے۔ یا فلاں ملک کا فلاں صدر ہے انسانی جسم کے لحاظ سے صدر کا مطلب اس کے نروس سسٹم کا مرکز (Nerve Centre) یا شعور کا مرکز (Mind Centre) کو کہا جا سکتا ہے۔ یہ دماغ سے برتر سسٹم ہے جس کا جال سارے جسم میں پھیلا ہوا ہے۔ چونکہ انسان کا ہر خلیہ اپنی ذات میں ایک مکمل وحدت ہے۔ اس لئے ہر خلیہ کا اپنا شعور ہوتا ہے جسے جینز (Genes) کا نام دیا گیا ہے۔ تمام خلیات کے باہمی نظام کو جینوم (Genome) کہا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہی جینوم انسانی صدور ہو۔ ہو بہو جڑواں بچے جو ایک طرح کے جینوم کے مالک ہوتے ہیں ایک جیسے ہوتے ہیں۔ امریکہ کی Minnesota یونیورسٹی میں ہونے والی تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ ان کے درمیان ایک باہمی ماورائی رابطہ (ESP) قائم رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے جینز (مجموعی طور پر جینوم) انسان کے خلیات کی شعاعیں باہر پھینکتا (Radiate) رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آجائے کہ انسان کے اذہان میں اٹھنے والے خیال کو آلات پڑھ لیا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ جو ظاہر و باطن اول و آخر یعنی زمان و مکاں کی تمام گہرائیوں میں یکساں موجود ہے اس کیلئے انسان کی سوچوں کو جاننا کیونکر مشکل ہوگا۔

541۔ اعمال کی آخرت میں حاضری

آیت مبارکہ 30 اعمال کے حوالہ سے جزا و سزا کی بات سمجھاتی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ یوم الدین کو اچھے اعمال اور برے اعمال جو کچھ بھی انسان نے کمایا ہے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا۔ پھر بھی بدبخت لوگ بڑی ڈھٹائی سے برائی کرتے جاتے ہیں لیکن جب یہی برائی اپنی ڈراونی اور کریہہ شکل میں سامنے کھڑی ہوگی تو پتہ چل جائے گا۔ آدمی کہے گا کاش اس کے اور میرے درمیان بہت بڑا زمانی فاصلہ ہوتا تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا۔

اعمال کس صورت میں حاضر ہوں گے؟ سیدھی سی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسانی زندگی کی فلم چلنی شروع ہو جائے گی اور زندگی میں کئے گئے تمام صغیرہ و کبیرہ واقعات و اعمال نظروں کے سامنے ہوں گے۔ ابھی ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ زمان و مکاں کی کسی سمت (Dimension) میں محفوظ ہو جاتا ہے جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ کیمرے سے لی گئی تصویریں انٹرنیٹ میں جب محفوظ کر دی جاتی ہیں تو جب چاہو جدھر چاہو انہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا بھی ایک نظام ہے جو ہمارے دلوں کے خیالات تک کو محفوظ کئے جا رہا ہے۔ جس

Marfat.com

کا ہمیں سامنا کرنا ہوگا۔

برائی سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اس لئے وہ لوگوں کی خاطر یا قانون سے ڈرتے ہوئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے برائی کے قریب بھی نہ جائے۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے، اپنی ذات (ناراضگی) سے اسی لئے کہ وہ اپنے بندوں کیلئے بڑا کریم رب ہے۔ اس کا لطف و کرم بے انتہا ہے مقصد یہ ہے کہ ہم برائی سے بچ جائیں تا کہ آخرت میں ذلیل و خوار نہ ہوں۔

542۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کا معیار

وہ اللہ تعالیٰ جو رؤف بالعباد ہے وہی انسان کی ساری محبتوں کا مرکز ہونا چاہیے اور اس کا فائدہ اسی بندہ کو ہوگا۔ مثلاً جس آدمی کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جائے تو پھر وہ ہر کام میں اس کی رضا تلاش کرتا ہے۔ وہ پھر کبھی جان بوجھ کر ایسا نہیں کرے گا کہ اپنے محبوب رب کے احکام کی مخالفت کرے۔ لیکن اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کی محبت کے بڑے دعویٰ دار مل جاتے ہیں جو جھوٹ موٹ کے افسانے سنا کر اپنی پیری فقیری اور ولایت کے چرچے کرتے پھرتے ہیں پھر کیسے پتا چلے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی محبت میں سچا ہے کہ جھوٹا۔ آیات مبارکہ 32,31 میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا معیار اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی ہے کہ زندگی اس طرح گزارے جیسے آپ کی حیات طیبہ تھی اس کو سنت پر عمل کرنا کہا جاتا ہے۔

تمام انسانوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس قدر اللہ تعالیٰ سے محبت کی ہے کسی نے نہیں کی۔ حتیٰ کہ ابوجہل جیسا کٹر مخالف بھی کہا کرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے رب سے عشق ہے۔ اس لئے جب آپ اللہ تعالیٰ کے اس عاشق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر چلیں گے اور ان کی سنت کے مطابق زندگی گزاریں گے تو محبوبیت خود بخود حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اگر کوئی یہ نہیں مانتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور احادیث مبارکہ پر اعتراض کرتا ہے، خود قرآن کریم سے اپنے نفس کی خواہش کے مطابق معنیٰ نکال کر کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو خبردار! آیت مبارکہ 32 سے یہ حکم اخذ ہوتا ہے اگر انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ موڑا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے منہ موڑ لیا ہے۔ اس لئے مسلمانو! تم بھی ایسے اشخاص سے بچو اور ان سے میل جول بند کر دو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں مانتے۔ اصل بات وہی ہے جو آیت 32 میں حکم ہے قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ اللہ تعالیٰ سے محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہی ہے اور اس کا ماخذ بھی محبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور امت کا اتحاد اور ترقی کا راز بھی اسی میں ہے۔ اس لئے آیت 32 کو دل میں بٹھا لو۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے

Marfat.com

رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ اگر عمل اس کے برعکس ہے تو یہ کفر کے مترادف ہے اور جان لو کہ کافر کتنی بھی نیکیاں کرلیں وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں پا سکتے۔ اس کی محبت اس کے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں مضمر ہے۔

اس سے اگلی آیات کریمہ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کے اللہ تعالیٰ کے کچھ عاشقوں کا ذکر ہے تاکہ ان کے حالات زندگی پر غور کرنے سے اپنے لئے ہمیں صراط المستقیم کے انتخاب میں مشکل نہ ہو۔ فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۳۳﴾

33۔ بے شک اللہ نے چن لیا آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو سب جہانوں پر۔

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾

34۔ ان میں سے بعض بعض کی نسل میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

543۔ حُسنِ انتخاب

انسان کی صلاحیتیں دو طرح کی ہیں ایک فطری (Natural) اور دوسری کسبی (Acquired)، جب کہ سائنس کی ترقی کے بعد معلوم ہوا ہے کہ کم از کم 60 فیصدی صلاحیتیں فطری ہیں۔ جس طرح جذبات، ذہانت، قد کاٹھ، رنگ یہ سب قدرتی عطا ہیں اور ان میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے روحانی صلاحیتوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ آیات مبارکہ 34,33 بتاتی ہیں کہ اسی اصول پر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی خصوصی طور پر چنے ہوئے لوگ ہوتے ہیں إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ۔ ان میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آپ کی پیدائش بھی خصوصی تھی اور علم الاشیاء میں کمال بھی خصوصی تھا۔ اس کے بعد نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے، آپ آدم ثانی ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام جد الانبیاء ہیں۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ پھر آل عمران کا ذکر ہے جن کی اولاد میں مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آتے ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں ہماری توجہ اس بات پر بھی مبذول کرائی گئی ہے کہ سبھی پیغمبر خصوصی ہیں۔ اگر ان کے ماننے والے ان کو کسی دوسرے نبی پر کوئی خصوصی انعام کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ گناہ کی بات ہے۔ ان کے مرتبہ کی تخصیص کرنا اللہ تعالیٰ کا اپنا حق ہے۔ اس ضمن میں اسلام کا نکتہ نظر نہایت متوازن ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں میں فرق نہ ڈالو، (سورہ البقرہ 286) تاکہ انسانیت امت واحدہ بن جائے۔ اگر بعض کو بعض پر فضیلت ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل ہے کسی کا اپنا ذاتی کمال نہیں۔

Marfat.com

544۔ ابنِ آدم کی عالمین میں فضیلت

آیت مبارکہ 33 میں جن پیغمبروں کی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے، بتایا گیا ہے کہ ان کی یہ فضیلت عالمین پر ہے یعنی پوری کائنات میں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بھلا ایک زمینی مخلوق کی تمام عالمین پر کیسے فضیلت ہو سکتی ہے لیکن اگر ہم اپنی توجہ ادھر مبذول کر لیں کہ قرآنی فلسفہ کے مطابق زمینی انسان کی وجہ تخلیق عالمین ہی ہے تو بات سمجھ آجائے گی یعنی کہ انسان غایت کائنات ہے۔ کائنات اس کیلئے بنی ہے وہ کائنات کی وجہ سے نہیں۔ اس سلسلہ میں آدم علیہ السلام کا معاملہ تو بہت ہی واضح ہے کہ ان کی جنتی تخلیق کے فوراً بعد ہی علمی امتحان ہوا اور پھر تمام فرشتوں اور جنات کو انہیں تعظیمی سجدہ کیلئے کہا گیا۔ تمام پیغمبر اور انسان آپ ہی کی اولاد ہیں اس لئے تمام عالموں میں ان کی فضیلت بھی واضح ہے۔ آیت مبارکہ 34 میں بتایا گیا ہے۔ جن پیغمبروں کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ ایک دوسرے کی نسل سے ہیں **ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ** پیغمبر اور رسول ان کے علاوہ بھی تھے لیکن قرآن کریم میں انہی کا ذکر ہے جو مڈل ایسٹ میں ہوئے اس کی شاید ایک وجہ یہ ہے کہ مڈل ایسٹ انسانی تہذیب کا نقطۂ آغاز بھی (Cradle of Civilization) تھی۔ بہر حال تمام پیغمبر اپنی پیغمبری فضیلت میں بے شک یکتا تھے اور جیسے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے **وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ**۔

ان آیات کریمہ کے بعد جو عمران کے گھرانے کا ذکر ہوتا ہے جو کہ ایک چنا ہوا گھرانہ تھا۔ خصوصی طور پر حضرت مریم علیہا السلام کی پیدائش اور پرورش کے متعلق بتایا گیا ہے جو اس بات کی روشن مثال ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے چن لے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾

35۔ وہ لمحے بھی یاد کرو جب عمران کی بیوی نے عرض کی۔ اے میرے رب بے شک میں نذر مانتی ہوں تیرے لئے جو کچھ میرے بطن میں ہے (سب کاموں سے) آزاد کر کے۔ پس تو قبول کر لے مجھ سے (یہ نذرانہ)۔ بے شک تو خوب (دعائیں) سننے والا، خوب جاننے والا ہے (نیتوں کو)

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ

36۔ پھر جب اس نے اسے جنم دیا تو بولی (افسوس کرتے ہوئے) ''اے میرے رب بے شک میں نے (تو) جنم دیا ہے ایک لڑکی کو اور اللہ خوب جانتا تھا اس کو جو اس نے جنا تھا۔ اور نہیں ہے لڑکا مانند لڑکی۔

الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾	(بولی) بے شک میں نے اس کا نام رکھا ہے۔ مریم اور بے شک میں اسے تیری پناہ میں دیتی ہوں اور اس کی اولاد کو بھی شیطان مردود سے۔ (تیری پناہ میں دیتی ہوں)۔
فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾	37۔ پھر قبول کیا اسے اس کے رب نے بڑی ہی اچھی قبولیت کے ساتھ اور پروان چڑھایا اسے بہت اچھی طرح اور اس نے اس کا کفیل بنایا زکریا کو۔ جب بھی زکریا داخل ہوتے (مریم کے) محراب میں تو اس کے پاس پاتے کچھ کھانے کی چیزیں۔ (ایک دن پوچھ ہی لیا) اے مریم یہ (چیزیں) تیرے لئے کہاں سے آئی ہیں؟ (مریم نے) کہا وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب۔

545۔ حضرت مریم کی پیدائش اور ایک نئے عہد کا آغاز

اوپر کی آیات 35-37 حضرت مریم علیہا السلام کی پیدائش کے بارے میں ہیں۔ جس محبت اور تقدس کے ساتھ ان کا ذکر ہے اس سے ان کا اسلام میں مقام اور نگاہ باری تعالیٰ میں عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ عمران ایک بزرگ اسرائیلی شخصیت تھے۔ روایات کے مطابق ان کی بیوی اور حضرت زکریا کی بیوی آپس میں بہنیں تھیں لیکن دونوں بے اولاد تھیں۔ جب ایک مدت کے بعد عمران کی بیوی کے شکم میں بچہ حمل ہوا تو اللہ تعالیٰ کی اس بندی نے شکرانہ کے طور پر اپنے ہونے والے بچہ کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دیا اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۔ آیت مبارکہ 35 میں لفظ محررا کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہونے والے بچہ کو کلی طور پر نذر کر یگی۔ ان سے کوئی ذاتی غرض یا ذاتی کام نہیں لے گی۔ ان کا خیال تھا کہ بچہ لڑکا ہوگا۔ لیکن وہ لڑکا نہ تھا بلکہ لڑکی تھی۔ اس سے انہیں بڑی پریشانی ہوئی۔ ایسی کوئی

Marfat.com

روایت (Tradition) نہیں تھی کہ لڑکی بیت المقدس کی مجاوری کرتی۔ آیت 36 ان کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے لیکن پھر بھی اس نے اپنی نذر پوری کی اور حضرت مریم کو حضرت زکریا کی کفالت میں دیا جو وقت کے نبی تھے اور بیت المقدس کی دیکھ بھال بھی وہی کرتے تھے۔ اس زمانہ کے لحاظ سے ایک لڑکی کو بیت المقدس کے مردانہ ماحول کی نذر کر دینا ایک غیر معمولی واقعہ تھا اور خاندان عمران کیلئے ایک بہت بڑی قربانی تھی۔ یہاں سے دین کی خدمت کیلئے عورتوں کے آگے آنے کی ایک نئی رسم کی بھی ابتداء ہوتی ہے۔

546۔ نہیں لڑکا مانند لڑکی کے

آیت مبارکہ 36 کا یہ جملہ "لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى" "نہیں لڑکا مانند لڑکی کے" بھی اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگرچہ انسانی لحاظ سے دونوں برابر ہیں لیکن اپنے فرائض اور فطری رول میں دونوں مختلف ہیں۔ قدرت نے دونوں کو اہم ذمہ داریاں دی ہیں جنہیں پورا کرنے کیلئے مختلف صلاحیتیں دی ہیں۔ اس لئے ماں باپ کا بھی فرض ہے اور معاشرہ کا بھی کہ دونوں کی تربیت ان کی مخصوص صلاحیتوں اور زندگی میں علیحدہ علیحدہ رول کے لحاظ سے کی جائے۔ جہاں تک دینی فرائض اور خدمات ہیں یہاں حضرت مریم کی مثال (Case History) یہ ظاہر کرتی ہے کہ دونوں مرد اور عورت بڑا کام کرسکتے ہیں اور انہیں آگے آنا چاہیئے۔

547۔ اولاد کی نذر

آیات مبارکہ 36,35 سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اولاد کو بھی دینی خدمات کیلئے نذر کیا جاسکتا ہے بلکہ اسلام کی خدمت کیلئے وقف کر دینا والدین کیلئے بہت بڑا صدقہ جاریہ ہوگا۔ آیت مبارکہ 37 سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نذر کو بہت اچھی طرح قبولیت کا شرف عطا فرماتے ہیں چنانچہ جو لوگ اپنی اولاد کو دینی تعلیم، برائے تبلیغ رشد و ہدایت، حفظ قرآن وغیرہ کیلئے بھیجتے ہیں وہ اسی آیت مبارکہ کے مصداق ہیں فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔ حضرت مریم کی مثال سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو والدین اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو کسی خاص دینی مقصد کے تحت نذر کرتے ہیں ان پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ ان کی اس مقصد کے پیش نظر بہترین تربیت کریں اسے شروع ہی سے وہ ماحول دیں جو نذر کے مقصد کے مطابق ہو۔

548۔ اللہ تعالیٰ کی ولیہ کا مقام

آیت مبارکہ 37 حضرت مریم علیہا السلام کے خصوصی مقام کو بھی ظاہر کرتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ولیہ تھیں۔ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت اولیاء کا مقام پاسکتی ہے اور اس سے کرامات کا ظہور بھی ہوسکتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کیلئے خصوصی رزق ان کی کرامت تھی اور یہ کوئی ایسی ویسی کرامت نہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی حیران رہ جاتا ہے پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ کہاں سے آتا ہے؟ جس پر

Marfat.com

مریم بلا حیرانی بڑی سنجیدگی سے جواب دیتی ہیں: قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا کتنا خیال رکھتا ہے انہیں تحفے بھی بھیجتا ہے۔ اور بلا حساب انہیں رزق سے نوازتا ہے۔ یقیناً اب بھی ایسے ہی ہوگا بشرطیکہ ہم اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں۔

اگلی آیت 35 کے مطابق بے موسم پھل دیکھ کر حضرت زکریا کو اپنا مسئلہ یاد آ جاتا ہے۔ بڑھاپا طاری ہے بیوی بھی بانجھ ہو چکی ہے لیکن اولاد کی خواہش ہے کہ کوئی ان کا بیٹا ہوتا جوان کے اللہ تعالیٰ والے کاموں کو جاری رکھتا۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس کھڑے کھڑے بیٹے کیلئے دعا کرتے ہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے اور ناممکن کیلئے بھی اس سے دعا کرنا چاہیے وہ ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دعا کیلئے موقع و مقام کا انتخاب بھی قبولیت کیلئے اہم ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

38۔ اس وقت زکریا نے اپنے رب سے دعا کی اور عرض کیا اے میرے رب اپنی طرف سے مجھے (بھی) پاکیزہ اولاد عطا فرما کہ بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢبِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

39۔ پس جب وہ محراب میں صلوٰۃ کیلئے کھڑے تھے تو فرشتوں نے اسے پکار کر کہا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں خوشخبری دیتا ہے یحییٰ علیہ السلام کی۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تصدیق کرے گا رہبر و رہنما ہوگا، حرص و ہوس سے دور ہوگا، اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوگا صالحین میں سے ہے۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾

40۔ (زکریا) نے عرض کیا، اے میرے رب میرے ہاں کیونکر لڑکا پیدا ہوگا، جب کہ مجھے بڑھاپے نے آلیا ہے؟ اور میری بیوی بانجھ ہے فرمایا۔ اسی طرح ہوگا اللہ تعالیٰ جو کام چاہتا ہے انجام دیتا ہے۔

Marfat.com

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع۴

41۔ (حضرت زکریا علیہ السلام نے) عرض کیا، اے میرے رب۔ (میری اس دعا کی قبولیت کیلئے) میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔ (اللہ تعالیٰ نے) کہا، تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک تو لوگوں سے بات چیت نہیں کر سکے گا مگر اشارہ سے (اس دوران) اپنے رب کا بہت ذکر کرو اور اس کی تسبیح کرو صبح وشام۔

549۔ دعا کرو

جیسے پہلے کہا گیا ہے پچھلی ساری آیات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کبھی مایوس نہ ہوں جسے تم ناممکن سمجھتے ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ اس کیلئے کوئی چیز ناممکن نہیں۔ اس لئے ممکن یا ناممکن، جو بھی تم چاہتے ہو اللہ تعالیٰ سے پورے یقین اور اعتماد سے دعا کرتے رہو اور فوری کرو۔ ہر وقت دعا کا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھو کہ مقدس مقامات اور نیک ہستیوں کے پاس یا ان کی وساطت سے دعا مانگنا قبولیت کے امکانات کو بڑھا دیتا ہے جیسے یہاں آیت 38 میں دیکھتے ہو کہ حضرت مریم کے محراب میں ان کی کرامت دیکھ کر اولاد کی دعا مانگی اگر چہ وہ اس وقت بہت ہی بوڑھے ہو چکے تھے۔ جس یقین سے دعا کرو گے اسی نسبت سے قبولیت کا شرف ملتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دعا کر کے تھک نہ جائیں بلکہ کرتے جائیں، کرتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بہت پسند ہے کہ بندہ مانگے اور بار بار مانگے۔

دعا کی نسبت سے یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ دعا کوشش کے ساتھ ہے۔ اس لئے تدبیر اور محنت کو نہیں چھوڑنا بلکہ مروجہ کوشش کرنا فرائض میں شامل ہے۔ اس لئے اسباب کو اللہ تعالیٰ نے تدبیر اور محنت کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ دعا کی قبولیت کی سند یہ ہے کہ اسباب آپ کے حق میں ہونا شروع ہو جائیں گے۔ دل کو گونا گوں اطمینان نصیب ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات خواب میں بھی اشارہ ہو کہ دعا قبول ہوگئی اور یہ بھی عین ممکن ہے جیسا حضرت زکریا علیہ السلام کے معاملہ میں ہوا کہ فرشتے خود آ کر دعا کی قبولیت کی خوشخبری دیں۔ یہ محض ایک غیبی آواز بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی کہ کبھی فرشتے انسانی شکل میں آ کر انجام خیر کی اطلاع دیتے ہیں۔

دعا کی قبولیت کا حق وہی ہے جو آیت مبارکہ 41 کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ "اپنے رب کا بہت ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو"۔ تسبیح کا ایک مطلب تو مروجہ ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کیلئے

Marfat.com

تگ ودو کی جائے۔ اسلام کا پیغام پھیلایا جائے۔ کتابوں کو تقسیم، وعظ و نصیحت اور فی سبیل اللہ حق داروں تک صدقات کا پہنچانا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا ہے۔

550۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام اور کلمۃ اللہ

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کی قبولیت حضرت یحیٰی علیہ السلام کی پیدائش کی صورت میں پوری ہوئی۔ اردو میں یوحنا اور انگریزی میں جان (John) کا نام بھی انہی کا ہے۔ یحیٰی کا مطلب ہے زندہ رہنے والا اور یہ نام انہیں اللہ تعالیٰ نے خود دیا تھا۔

آیت مبارکہ 39 میں ان کے خواص کا ذکر ہے مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اور صالح قدرتی لیڈر تھے اور انہیں بہت زیادہ نفس پر قابو (Self Control) حاصل تھا۔ چنانچہ دین حق کی تبلیغ اور جہاد میں مصروف رہنے کی وجہ سے انہوں نے شادی بھی نہیں کی۔ اس لئے انہیں آیہ 39 میں حصور کا لقب دیا گیا ہے۔ حصور حصر سے ہے۔ اپنے خصوصی معنوں میں اس کا مطلب حرص و ہوس سے پاک ہونا ہے۔ اس لئے جو رغبت نہ ہونے کی وجہ سے شادی نہیں کرواتا اسے بھی حصور کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے اور آپ کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے (متصدقاً بکلمة من الله) اور مخلص ترین ساتھی تھے۔ آیت مبارکہ 39 میں ان کے بارے پہلے ہی فرما دیا گیا تھا کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کریں گے۔ اگلی آیات کریمہ بن باپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں ہیں۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴿۴۲﴾	42۔	(وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) اور جب کہا فرشتوں نے کہا۔ اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے تمہیں اور پاک کیا ہے اور تمام (اس زمانہ کے) عالمین کی عورتوں پر برگزیدہ کر دیا ہے۔
يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴿۴۳﴾	43۔	اے مریم اپنے رب کے واسطہ تابع فرمان رہ، اس کے آگے سربسجود ہو، اور جو اس کے حضور جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ تو بھی جھک جا۔

Marfat.com

ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ ؕ وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَیُّهُمۡ یَکۡفُلُ مَرۡیَمَ ۪ وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

44۔ (اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم وحی کرتے ہیں تیری طرف۔ اور نہیں تھے آپ ان کے پاس موجود، جب وہ (ہیکل کے خادم) پھینک رہے تھے اپنی قلمیں (قرعہ اندازی کیلئے) کہ کون ان میں سے سرپرستی کرے گا مریم کی، اور نہ تھے آپ موجود وہاں ان کے پاس جب وہ آپس میں (اس بات پر) جھگڑا کرتے تھے۔

551۔ حضرت مریم علیہا السلام کے اعزازات

آیات مبارکہ 35 سے 37 میں حضرت مریم علیہا السلام کے بچپن کے زمانہ کے اعزازات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اوپر کی آیات کریمہ 41 سے 42 میں آپ کے زمانہ بلوغت کے بعد کے اعزازات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ان میں سے سب سے بڑی سعادت یہ عطا فرمائی کہ آپ کو زمانہ بھر کی تمام عورتوں پر فضیلت میں مقبول کیا۔ وَ اصۡطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ کا مطلب یہ ہے زمان و مکان کے اس دور میں اس دنیا میں یا کسی اور دنیا میں، غرض کائنات کے ہر مقام میں رہنے والی تمام عورتوں پر آپ کو ممتاز کر دیا گیا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے۔ بے شک عزت اور مرتبہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آیت مبارکہ 41 سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو منتخب کر لیتا ہے تو اسے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے یعنی اس کے مقبول بندے گناہ نہیں کرتے۔

افسوس عیسائیوں پر کہ اپنے خود ساختہ اتحاد ثلاثہ (Trinity) کے نظریہ کے مطابق انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی کا حصہ دار بنا دیا۔ دوسری طرف یہی عیسائی حضرت مریم علیہا السلام کو یوسف نجار کی بیوی بتاتے ہیں۔ جبکہ یہود نے تو انتہا ہی کر دی کہ وہ ان پر بدکاری کا الزام لگاتے تھے۔ اصل صورتِ حال آیت مبارکہ 43 میں واضح کر دی ہے۔ وہ اپنے رب کی تابع فرمان اس کے سامنے سربسجود رہنے والی اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کے ساتھ ساتھ اس کے سامنے جھکنے والوں میں سے ہے۔

552۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صفات

آیت مبارکہ 43 میں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی تین بدرجہ اولیٰ صفات کا ذکر ہے۔ اول کہ وہ اس سے ڈرنے والے فرمانبردار ہوتے ہیں جن کیلئے ان کا رب ہی کافی ہے۔ دوم، یہ کہ انہیں رب تعالیٰ کیلئے سجدہ کرنا محبوب ہوتا ہے اور جیسا کہ قرآن کریم میں ہے

Marfat.com

والسجد وقترب ۔ ''سجدہ کراور قریب ہوجا''۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اس کے حضور لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں اور یوں اس کا روحانی طور پر قرب حاصل کرتے ہیں اور سوم، یہ کہ انفرادی عبادات کے علاوہ وہ اجتماعی عبادات میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔ آیت مبارکہ 42 چونکہ خصوصی طور پر حضرت مریم علیہا السلام کے حوالہ سے ہے اس لئے ان کو نمونہ رکھتے ہوئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مرد ہو یا عورت۔ اللہ تعالیٰ کے تمام مقبول بندوں کی انفرادی شان اللہ کی تابعداری، اور سجدہ ریزی میں ہے اور اجتماعی طور پر وہ باجماعت عبادات میں مستعد رہنے والے ہوتے ہیں۔

553۔ قرعہ اندازی

آیت مبارکہ 43 حضرت مریم علیہا السلام کے حوالہ سے قرعہ اندازی کا جواز فراہم کرتی ہے جب کسی بات میں فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے نام سے قرعہ نکالا جاسکتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور اللہ تعالیٰ سے صحیح فیصلہ کی دعا کرتے ہوئے قرعہ نکال لیا جائے آیت مبارکہ 43 میں حضرت مریم علیہا السلام کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری قبول کرنے کیلئے قرعہ نکالنے کا ذکر ہے **وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ** ۔ ہیکل سلیمانی کے تمام متولی اس بات کے خواہش مند تھے کہ یہ ذمہ داری ان کو ملے۔ جھگڑے کی صورت تھی اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی قلمیں پانی میں پھینکتے ہیں جس کی قلم ڈوب جائے گی وہی مریم علیہا السلام کی پرورش کی سعادت حاصل کرے گا۔ آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ سرور کائنات اس موقع پر موجود نہیں تھے لیکن ان پر غیب کے یہ امور وحی کے ذریعہ ظاہر کئے جارہے ہیں تاکہ ایک طرف تو لوگ حضرت مریم علیہا السلام کے صحیح مقام کو سمجھ لیں اور دوسری طرف وہ سرور کائنات کی سچائی پر ایمان لاکر مسلمان ہوجائیں۔ اس لئے کہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین بھی اسلام ہی تھا۔ جس کا ذکر اب آیات 45-46 میں آرہا ہے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۙ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾

45۔ اور (جب وہ وقت بھی قابل غور ہے) جب فرشتوں نے کہا۔ اے مریم اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک فرمان (کلمہ) کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ وہ معزز ہوگا دنیا اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں ہوگا۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٦﴾

46۔ اور گفتگو کرے گا لوگوں سے گہوارے میں بھی اور آپکی عمر میں بھی، اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے ہوگا۔

Marfat.com

554۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔کلمۃ اللہ۔بشارت اور خواص

اوپر کی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی حکم کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی بشارت دی گئی ہے۔اس لئے آپ کو کلمۃ اللہ، اللہ کا فرمان کہا گیا ہے۔جیسے ہم قرآن کریم سے ہی جانتے ہیں کہ ہر روح امر ربی ہے قل الروح من امر ربی (سورۃ بنی اسرائیل آیت، 85) ''کہہ دو کہ روح میرے رب کا حکم ہے'' اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمۃ اللہ ہونا دوسرے نبیوں کی ارواح پر کوئی امتیازی بات اور نہ ہی قانون خداوندی سے باہر ہے۔

یہ آپ علیہ السلام کے بہت اعلیٰ روحانی مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔اسی آیہ کریمہ میں آپ علیہ السلام کے لقب مسیح اور کنیت ابن مریم کا ذکر ہے۔مسیح کا مصدر مسح ہے، ہاتھ پھیرنے والا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق لقب مسیح اس بات کی خوشخبری تھا کہ آپ جس پر ہاتھ پھیریں گے وہ صحت یاب ہو جائے گا۔چنانچہ مختلف نا قابل علاج بیماریوں سے شفا دینا آپ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے۔عیسیٰ کا مطلب سید اور سردار کے ہیں جس کی تشریح آیت مبارکہ میں آپ کو ''وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ '' فرما کر دی گئی ہے۔آیت مبارکہ 46 میں آپ علیہ السلام کی اس خصوصیت کا ذکر فرمایا گیا ہے وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ کہ آپ نہایت چھوٹی عمر سے ہی اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کی طرح لوگوں سے گفتگو کریں گے جو بذات خود ایک نہایت معجزانہ بات ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام جو اس وقت کنواری تھیں، نہایت صالحہ اور عابدہ خاتون تھیں فرشتوں سے یہ خوشخبری سن کر کچھ حیران ہوئیں اور کچھ پریشان۔عیسیٰ ابن مریم کے نام نے انہیں چونکا دیا کہ انہیں بن باپ بیٹا ہوگا۔ان کی حیرانی اگلی آیات کریمہ سے ظاہر ہوتی ہے۔فرمایا:

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

47۔ (مریم علیہا السلام بولیں) اے میرے رب! کیونکر ہوگا میرے ہاں بچہ، حالانکہ کسی آدمی نے مجھے چھوا تک نہیں۔(فرشتوں نے جواب دیا) بات یونہی ہے (جیسے تم کہتی ہو لیکن) اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے جو وہ چاہتا ہے جب وہ فیصلہ فرماتا ہے کسی حکم کا تو وہ صرف اتنا ہی کہتا ہے 'ہو جا' پس وہ ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾

48۔ اللہ تعالیٰ سکھائے گا اسے (عیسیٰ علیہ السلام) کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل۔

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾

49۔ اور (بنائے گا اسے) رسول بنی اسرائیل کی طرف۔ (وہ کہے گا) بے شک میں آیا ہوں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے، کچھ نشانیوں کے ساتھ، بے شک میں بناتا ہوں تمہارے لئے گارے سے پرندے کی صورت، پھر میں پھونک مارتا ہوں اس میں، تو پس ہو جاتا ہے (واقعی) پرندہ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اور میں اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص والے کو اور زندہ کرتا ہوں مُردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو اور اس چیز کی جو تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھر میں۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں تمہارے لئے اگر تم (واقعی) مومن ہو۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

50۔ اور میں تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تھا تورات میں اور میں حلال کروں گا تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو حرام کر دی گئی تھیں تم پر۔ اور لایا ہوں میں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی طرف سے پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۗ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

51۔ بے شک اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے پس تم اس کی بندگی کرو۔ یہی ہے سیدھا راستہ۔

Marfat.com

555۔ حضرت عیسیٰ کے مراتب

آیات کریمہ 48-51 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات، معجزات اور ان کی تعلیم کے متعلق حضرت مریم کو بتایا جا رہا ہے تا کہ وہ اپنے بن باپ ہونے والے فرزند کے محاسن اور مراتب سن کر خوش ہو جائیں۔ یہ کہ اس کا بیٹا اتنی بڑی شخصیت ہوگی۔ ایک ماں کیلئے اس سے بڑی کیا خوش خبری ہو سکتی ہے۔ مثلاً آیت 48 میں بتایا گیا کہ تیرا ہونے والا بیٹا بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ کا جلیل القدر رسول ہوگا۔ وہ انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا اور ان کے پاس پہلے سے جو کتابیں چلی آ رہی ہیں ان کی تصدیق کرے گا اور وقت کے ساتھ ساتھ جو تحریفات ہو چکی ہیں ان کو دور فرمائے گا اور حلال حرام کو نئے سرے سے بتائے گا تا کہ ناروا پابندیاں ختم کی جائیں۔ ان کے مشن کی حمایت اور سچائی کی ثبوت کے طور پر اللہ تعالیٰ انہیں بہت سے معجزے عطا فرمائے گا جن کی تفصیل آیت 49 میں دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹی سے پرندے بنا کر ان میں جان ڈال دیں گے، اندھوں کو بینائی دیں گے، برص کے مریضوں کو فوری ٹھیک کر دیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا نام لیکر مردوں کو زندہ کر کے دکھائیں گے اور ان کے علاوہ غیبی علوم جانتے ہوں گے۔ لوگوں کے راز ان پر ظاہر ہوں گے۔ یہ سارے معجزات اس لئے ہیں کہ لوگ ان کی نبوت کو تسلیم کر لیں اور یوں ان کی بعثت کے مقصد پر جو کہ آیت مبارکہ 51 میں واضح کیا گیا ہے ایمان لے آئیں کہ "بے شک میرا رب اور تمہارا رب ایک اللہ تعالیٰ ہے، تم سب اسی کے بندے بن جاؤ اور یہی سیدھا راستہ ہے"۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ.

556۔ معجزات اور ممکنات

جیسے اوپر کہا گیا ہے ہر رسول کو کچھ معجزات عطا کئے جاتے ہیں جو کہ اس کے من جانب اللہ ہونے کا ثبوت ہوتے ہیں۔ یہ معجزات نبی کی قوم کی عقل سے بڑھ کر ہوتے ہیں تا کہ وہ ان کے کمال کے سامنے عاجز آ جائیں۔ ان کے ڈاکٹر حکیم، سائنسدان اور جادوگر سب مل کر بھی نبی کے معجزہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے نہ ہی رد کر سکتے ہیں۔ اسکی ایک مثال سورۃ الاعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کے سامنے فرعون کے جادوگروں کی بے بسی ہے۔ جب انہوں نے اصل حقیقت کو دیکھ لیا تو علی الاعلان فرعون کی ناراضگی مول لی حتیٰ کہ موت کی بھی پرواہ نہیں کی اور مسلمان ہو گئے۔ معجزات تو معجزات ہی ہوتے ہیں اس لئے انہیں عمومی سائنسی قوانین سے ثابت نہیں کیا جا سکتا لیکن سائنس کیلئے وہ ممکنات کی معراج ضرور ہوتے ہیں۔ یعنی سائنس کیلئے نئی راہیں دکھاتے ہیں۔ مثلاً خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا "معجزہ معراج"، خلانوردی (Space Travel) کی ممکنہ دعوت دیتا ہے۔ آپ کی رسالت کی گواہی سنگریزوں نے دی جو اس بات کو ممکنات میں لاتی ہے کہ پتھر بول سکتے ہیں۔ آج کل کے کمپیوٹروں کے بنیادی اجزاء ریت سے ہی بنتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کی مورتوں میں جان ڈالنے کا معجزہ بھی اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کبھی مصنوعی زندگی بنانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس طرح مردوں کو زندہ کرنے، مہلک

Marfat.com

بیماریوں کو ہاتھ لگا کر ٹھیک کر دینے والے معجزات میڈیکل سائنس کیلئے ممکنات کی آخری حدود کی نشاندہی کرتے ہیں۔ گھروں کے اندر کیا چھپا رکھا ہے، مستقبل کے ایسے حساس آلات کی خبر دیتا ہے جو ایجاد ہو سکتے ہیں۔ غرض انبیاء کے معجزات مستقبل کے امکانات ہو سکتے ہیں۔

557۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صراطِ مستقیم

بڑا ہونے پر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبری کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں تو آپ نے بھی دیگر رسولوں کی طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ سے ڈرو، لوگوں کی غلامی سے نکل جاؤ۔ وہ سب کا رب ہے، اسی کی عبادت کرو جیسے کا اس کا حق ہے۔ اس کیلئے اطاعتِ نبی ضروری ہے۔ آیت مبارکہ 51 کھول کر اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اِنَّ اللّٰـهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْم. افسوس کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت جلد آپ کی رسالت کے اس بنیادی اصول کو بدل ڈالا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت بنا لیا اور یوں ان کے سادہ دین کو اتحاد ثلاثہ کی فلاسفی میں جکڑ دیا جسے نہ پادری سمجھتے ہیں نہ پیروکار۔ بس الفاظ کا ایک گورکھ دھندہ ہے۔ جس کی بنا پر چرچ ہزاروں برسوں سے لوگوں کا استحصال کرتا آ رہا ہے۔ جب انہیں ہوش آتی ہے تو ردِ عمل کے طور پر بے دین (Secular) ہو جاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچی تعلیم اب صرف قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بار بار اپنے پیروکاروں کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور بن باپ مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پہلی اور آخری حقیقت ہے اور جبرائیل علیہ السلام جسے یہ لوگ (Holy Ghost) کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ عظیم فرشتہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا محض ایک بندہ ہے کوئی اتحاد ثلاثہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اور اس کی وحدت ہی اصول دین ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہود کے تحریف شدہ دین کی اصلاح شروع کی تو وہ آپ کے مخالف ہو گئے۔ اگلی آیات کریمہ میں اس مضمون کا ذکر ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

52۔ پھر جب محسوس کیا عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان (یہود) سے کفر تو پوچھا کون ہیں میرے مددگار اللہ تعالیٰ کی راہ میں؟ تو حواریوں (مخصوص شاگرد) نے کہا ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ تعالیٰ کے دین کی ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ اور گواہی دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں (پھر انہوں نے مل کر دعا کی)۔

Marfat.com

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

53۔ اے رب ہمارے ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے نازل کیا اور ہم نے تابعداری کی رسول، پس تو ہمیں لکھ لے گواہی دینے والوں کے ساتھ۔

558۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن

ہمیشہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو طرح کے دشمن چلے آتے ہیں۔ ایک ان کی تعلیمات کے اور دوسرے ان کی ذات کے۔ ان کی تعلیمات کے دشمن تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کے معجزے دیکھ کر ان کی واضح تعلیم کہ "میرا اور تمہارا ہم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کی عبادت کرو" کے برعکس اپنی توہم پرستی کے زیر اثر خود ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ ان کی ذات کے دشمن یہود ہیں جنہوں نے آپ کی رسالت کی مخالفت کی اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ہی آخری نبی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں۔ آپ کی زندگی میں وہ آپ کے قتل کے در پے تھے۔ یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حقیقی دشمنوں اور جاہل دوست دشمنوں کا سامنا تھا۔ ایک اگر ان پر بہتان بازی کرتے تھے تو دوسرے غلو میں انہیں اللہ تعالیٰ کا ہم مرتبہ بناتے ہیں۔

بہرحال جب حالات بہت ہی خطرناک صورت اختیار کر گئے یہودی کی رہنمائی میں رومن بادشاہ کے سپاہی آپ کو پکڑنے کیلئے پہنچنے ہی والے تھے اس نازک موقع پر جیسا آیت مبارکہ 52 میں کہا گیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مخلص ساتھیوں اور شاگردوں سے پوچھا اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرا کون مددگار ہوگا۔ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ ان میں گیارہ ساتھیوں نے یقین دہانی کرائی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں آخری دم تک آپ کا ساتھ دیں گے۔

559۔ حواری کون تھے؟

حوارین حواری کی جمع ہے۔ اس کا مادہ حور ہے جس کا مطلب دھونا اور سفید کرنا ہے (بہشت کی حوروں کو بھی ان کے سفید رنگ کی وجہ سے حور کہا گیا ہے)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کچھ ساتھی نہایت پاک باز تھے اور لوگوں کو گناہ سے دور رکھنے کیلئے ہر دم کوشاں رہتے تھے۔ اس لئے انہیں بھی حواری کہا گیا ہے۔ اور متی اور لوقا کے مطابق وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ پطرس　2۔ اندریاس　3۔ یعقوب　4۔ یوحنا　5۔ فیلوپس　6۔ توما　7۔ متی

8۔ یعقوب ابن خلفا　9۔ شمعون　10۔ یہودائے اسکریوطی (جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خیانت کی)

Marfat.com

ان تھوڑے سے ساتھیوں کے ہمراہ اللہ کا پیغمبر شہر سے باہر کسی پہاڑی کے غار یا گھر میں چھپ گیا۔لیکن کسی ساتھی کی مخبری سے رومن سپاہی وہاں بھی پہنچ گئے۔اگلی آیات کریمہ اس مضمون کو آگے بڑھاتی ہیں۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع۵

54۔ (عیسیٰ مسیح کے دشمنوں نے ان کی اوران کے دین کی بربادی کیلئے) خفیہ تدبیر کی۔اللہ تعالیٰ نے (ان کی اوران کے دین کی حفاظت کیلئے اپنی خفیہ تدبیر کی) اوراللہ تعالیٰ بہترین خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

55۔ (یادکرو) جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تجھے اپنی تحویل میں لے لوں گا اور تجھے اٹھانے والا ہوں اپنی طرف اور تجھے پاک کرنے والا ہوں ان (تہمتوں سے) جنہوں نے کفر کیا۔اور کرنے والا ہوں جنہوں نے تیرا اتباع کیا (تیرے پیروکاروں کو) غالب ان پر جنہوں نے تیرا کفر کیا روز قیامت تک۔پھر میری ہی طرف لوٹ کرآنا ہے تم نے۔پس میں اس وقت فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان ان (امور کا) جن میں تم لوگ اختلاف کرتے تھے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

56۔ پس جنہوں نے کفر کیا میں انہیں عذاب دوں گا عذاب شدید دنیا میں اور آخرت میں بھی، اور نہیں ہوگا ان کیلئے کوئی مددگار۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

57۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو (اللہ تعالیٰ) انہیں پورا پورا صلہ دے گا اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ظالموں کو۔

ذٰلِکَ نَتۡلُوۡہُ عَلَیۡکَ مِنَ الۡاٰیٰتِ وَ الذِّکۡرِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۵۸﴾

58۔ یہ (آیات جو کہ) ہم آپ پر پڑھتے ہیں (آپؐ کی حقانیت کی) نشانیوں میں سے ہیں اور حکمت والا تذکرہ ہے۔

560۔ حضرت مسیح کی حفاظت

آیت مبارکہ 54 یہ بات واضح کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن جن میں سرفہرست یہود تھے، آپ اور آپ کے دین کی بربادی کیلئے ہر وقت نئی نئی سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل کیلئے انہوں نے بیت المقدس کے رومن گورنر کو بھی قائل کرلیا کہ مسیح رومن حکومت کا باغی ہے اور لوگوں کو اکٹھا کر کے حکومت کا تختہ الٹ دینا چاہتا ہے۔ ان سازشوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومن گورنر آپ کا دشمن ہوگیا اور یہود کی مدد سے آپ کو پکڑنے کیلئے پولیس پیچھے لگا دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سازشوں سے آگاہ تھے اس لئے اپنے حواریوں کے ساتھ کسی محفوظ مقام میں چھپ گئے لیکن ان میں سے یہودائے اسخر یوطی نے غداری کی اور دشمن کو ان کا ٹھکانہ بتادیا۔

یہ تو دشمن کی سازشیں تھیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی تدبیر بھی چل رہی تھی۔ جس کا مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتی حفاظت اور ان کے دین کی حفاظت تھا۔ وَمَکَرُوۡا وَمَکَرَ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ۔ یہاں لفظ مکر سے غلط فہمی ہوسکتی ہے چونکہ اردو میں اس کا مطلب سازش اور فریب کاری۔ دھوکا دہی سے لیا جاتا ہے لیکن عربی میں ایسا نہیں وہاں اس کا معنی خفیہ تدبیر (Hidden Planning) اور چارہ جوئی کے قریب ہے۔

ہوا یہ کہ جب یہود کی معیت میں رومن سپاہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کیلئے گئے تو رات کے اندھیرے میں اپنے ہی جاسوس یہودائے کو غلط فہمی میں پکڑ کر لے آئے وہ بہت چیخا چلایا لیکن رومنوں نے اس کی ایک نہ سنی اور اگلے دن صبح اسے پھانسی پر چڑھا دیا۔ یوں آیہ مبارکہ 55 تاریخ عالم کے اس بہت بڑے واقعہ کی یاددہانی کرا رہی ہے جب یہود اور رومن کی ساری تدابیر اللہ تعالیٰ نے ناکام بنادیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے دین کو ہمیشہ کیلئے بچالیا۔

561۔ حضرت عیسیٰ کا زندہ اٹھایا جانا

آیہ مبارکہ 55 میں بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیاوی حیات کو جس قدر بھی ہو پورا کرے گا (متوفیک مادہ وفا سے جس کا مطلب پورا کرنا ہے۔ جیسے آپ نے اپنا وعدہ وفا کیا) یعنی ان کی وقت سے پہلے موت (Premature death) جیسے پھانسی یا قتل سے نہیں ہوگی۔ دوسری بات انہیں یہ بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا سے اٹھائے گا (رافع کا مطلب اوپر اٹھانا یا بلند کرنا ہے) اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث

Marfat.com

سے ان آیات کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ جنت میں لے گیا ہے اور قرب قیامت میں وہ بقیہ دنیاوی حیات کو پورا کرنے کیلئے دنیا میں واپس تشریف لائیں گے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں گے۔ اور عیسائی عقائد کی اصلاح کریں گے جیسا کہ سب نبی اسلام پر ہی آئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلائیں گے اور وہ سب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے جھنڈے تلے جمع ہو کر دجال سے جنگ لڑیں گے۔

562۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کہاں ہیں؟

بعض دفعہ یہ کہا جاتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اپنے پاس بلالیا۔ ایسا کہنا اس لئے غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کسی خاص سیارہ پر نہیں رہتا اس کی ذات پاک اس سے بہت بلند ہے اسے رہنے کیلئے کسی جگہ کی ضرورت ہو وہ تو اول آخر ظاہر باطن پر ہر جگہ ہر آن ہے صرف ہم سے پردہ غائب میں ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر کی طرف آسمانی ستارہ یا سیارہ میں نہیں رہتے۔ اگر ایسا ہو تو پوچھا جاسکتا ہے کہ وہ کتنی دور ہیں۔ وہاں کس چیز پر بیٹھ کر پہنچے تھے۔ قیامت کے نزدیک وہاں سے کس طرح کس سواری میں بیٹھ کر آئیں گے۔
حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنت میں اپنے جسم جنتی کے ساتھ زندہ حالات میں موجود ہیں اور جب حکم ہوگا وہاں سے عالم دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے شہداء بھی زندہ ہوتے ہیں لیکن آپ کی برزخی حیات ان سے بہت بلند مرتبہ ہے۔
یہ سوال کہ جنت کہاں ہے جنت دور نہیں۔ یہیں پردہ کے پیچھے ہے۔ بالکل یہیں ایک نقطہ پر جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔ جیسے صفر جسے ہم کچھ نہیں سمجھتے لیکن اس میں تمام منفی اور مثبت موجود ہوتے ہیں یوں ایک ہی قبر میں ایک شہید اور ایک شہید کرنے والا ڈال دیں تو شہید جنت میں ہوتا ہے اور قاتل دوزخ میں۔ حالانکہ عالم دنیا میں وہ دونوں ایک ہی گڑھے میں ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ سائنس نے یہ یوں حل کیا ہے کہ عالم دنیا چہار سمتی (Four Dimensional) ہے۔ وقت اونچائی، چوڑائی، اور گہرائی لیکن کائنات میں اس سے بہت زیادہ اور بھی سمتیں ہیں۔ ان سمتوں میں غیب کی دنیائیں بستی ہیں۔ وہاں جانے کیلئے فاصلے نہیں کاٹنے پڑتے صرف رخ بدلنا پڑتا ہے۔ جیسے ایک ڈائس Dice کے چھ ایک ہی جیسے رخ ہیں۔ ہر رخ پر علیحدہ علیحدہ ہندسہ لکھا ہوا ہے۔ پھینکیں خود دیکھیں کونسا اوپر آجاتا ہے۔ (حوالہ تلاش حقیقت)

563۔ پیشگوئی۔ حضرت مسیح کے پیروکاروں کی کامیابی

آیت مبارکہ 55 میں فرمایا گیا ہے۔ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

"اور بنانے والا ہوں، جنہوں نے تیرا اتباع کیا غالب ان پر جنہوں نے کفر کیا روز قیامت تک" یہ ایک بہت اہم پیشن گوئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنے والے ان کے دشمنوں پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ ان کے پیروکار تو

Marfat.com

مسلمان اور کسی حد تک نصاریٰ ہیں اور ان کے دشمن یہود ہیں جو انہیں تسلیم بھی نہیں کرتے فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔ تاریخ شاہد ہے کہ پچھلے دو ہزار سالوں میں یہود ہمیشہ ہی مفتوح رہے ہیں یا کسی دوسری قوم کے محتاج انہیں اپنے لالچ اور شر کی بنا پر بڑی مار بھی پڑی ہے مثلاً جنگ عظیم دوم میں ہٹلر نے لاکھوں یہود کو قتل کیا۔ تقریباً 1000 سال تو وہ مسلمانوں کی حفاظت میں رہے اور جب سے مسلمان کمزور ہوئے ہیں اب وہ عیسائی حکومتوں کے بل بوتے اپنا وجود قائم کئے ہوئے ہیں۔ اسرائیل کا قیام برطانیہ اور امریکہ کے عیسائیوں کی بدولت چل رہا ہے۔

چونکہ قرآن کریم کی یہ پیشگوئی یہود اور کفار کیلئے روزِ قیامت تک ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اقوام بھی اس وقت تک کرہ ارض پر رہیں گی۔ حضرت مہدی کے بعد جب روئے زمین پر اسلام کی حکومت ہوگی تو یہ مسلمان اختیار کے باجگزار کے طور پر رہیں گی۔

اس ضمن میں آیت مبارکہ 58 ہے کہ ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَیْکَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ حضرت مسیح کے بارے جو آیات اور پیش گوئیاں ہیں وہ قرآن کی حقانیت کا بھی ثبوت ہیں اور باعث حکمت ہیں۔ عیسائیوں اور یہود نے جو آپ کی ذات سے غلط باتیں منسوب کی ہیں وہ قرآن نے دھو ڈالیں۔ مندرجہ ذیل آیات اسی مضمون کو آگے بڑھا رہی ہیں۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿۵۹﴾

59۔ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی سی ہے جنہیں اس نے ابتداء میں مٹی سے پیدا کیا پھر اس نے کہا (زندہ) ہو جا تو وہ فوراً ہو گیا۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۶۰﴾

60۔ یہ چیزیں تیرے پروردگار کی طرف سے حقائق ہیں لہٰذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ﴿۶۱﴾

61۔ اس علم و دانش (جو آپ کے پاس پہنچا ہے) کے بعد بھی تم سے اگر وہ جھگڑا کریں تو انہیں کہیں۔ "آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفوس (خود مع بال بچے بذات خود) آؤ تم اپنے نفوس پھر مقابلہ کریں (اور دعا کریں کہ) جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔

Marfat.com

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾

62۔ بے شک یہی ہے بات سچی اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ ع ٦

63۔ اگر پھر بھی وہ منہ پھیریں تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے فساد کرنے والوں کو۔

564۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہود کا سب سے بڑا اعتراض ان کی بن باپ پیدائش پر تھا نہ صرف یہ کہ وہ اسکا انکار کرتے ہیں نعوذ باللہ وہ حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی پر بھی تہمت لگاتے ہیں۔ ان کی اس دیدہ دلیری کا جواب آیت مبارکہ 59 میں دیا گیا ہے کہ ان کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی ہے اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ آدم علیہ السلام کی نہ تو ماں تھی نہ باپ۔ اللہ تعالیٰ نے مٹی کے خمیر سے بنایا اور پھر کن کے امر سے وہ اشرف المخلوقات کے طور پر کائنات ہستی کے سٹیج پر رونق افروز ہوگئے۔ یہود حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے بلاواسطہ Direct تخلیق کو مانتے تھے اس لئے آیت مبارکہ 59 میں ان سے پوچھا جارہا ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کی یوں پیدائش کو تسلیم کرتے ہو تو حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے کا کیسے انکار کرتے ہو؟ (یعنی باپ کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہرگز ان کی الوہیت کی دلیل نہیں)

565۔ نارمل پیدائش کا طریقہ یہ ہے

نارمل پیدائش میں بھی بچہ قدرت کا عجوبہ ہے۔ جب مرد فارغ ہوتا ہے تو تقریباً دس کروڑ سے زائد سپرم آزاد کرتا ہے۔ ان میں ہر ایک انسانی زندگی کا بیج ہوتا ہے، سب کی کوشش ہوتی ہے کہ ماں بننے والی عورت کی بچہ دانی (Ovary) تک پہنچ جائے۔ بقا کی اس دوڑ میں ماسوائے ایک نہایت قلیل تعداد کے باقی تمام کے تمام راستہ میں ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ جو تھوڑے سے بچہ دانی تک پہنچ جاتے ہیں ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ ماں کا انڈہ اسے ٹھہرنے کیلئے جگہ دے۔ بالآخر دس کروڑ میں سے ایک سپرم جو یقیناً بڑا توانا اور خوش قسمت ہوگا وہ ماں کے انڈہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ماں سے وہ 23 کروموسوم لیتا ہے اور اس کے ساتھ اپنے 23 کروموسوم ملا دیتا ہے۔ یوں 46 کروموسوم کے سیٹ سے انسانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ کروموسوم باپ اور ماں کی خصوصیات کے امین ہوتے ہیں یہ حروف تہجی کی طرح ہیں اور جینیٹک تحریر کی

کی ہدایات کی بنیاد فراہم کرتے ہیں جن کے مطابق زندگی پھر ایک کمپیوٹر کے پروگرام کے مطابق نشو ونما پانے لگتی ہے۔ایک سیل سے دو، دو سے چار، چار سے آٹھ یوں بہت جلد سیل Cell آپس میں ضرب کھاتے بڑھ جاتے ہیں اور جینز کی ہدایات کے مطابق کسی کا ناک نقشہ بنتا ہے کسی سے ہڈیاں، کسی سے گوشت۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں اس نارمل نظام کے تحت کچھ بھی نہیں ہوا۔امر ربی سے ان کا سیل پیدا ہوتا ہے اور پھر نارمل طریقہ سے ماں سے جوڑا لے کر بڑھتا گیا۔اکثر عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مریم علیہ السلام کی شادی ہو چکی تھی لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی لیکن اسلام اس بات کو نہیں مانتا اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ اور کلمہ قرار دیتا ہے۔

566۔ وفد نجد اور مباہلہ کا چیلنج

اپنی لازوال حکمت اور کائناتی اسلوب میں کلام پاک کی آیات کسی خاص زمان ومکاں سے بالاتر ہیں لیکن اگر کوئی آیت کسی خاص نشان نزول کی طرف اشارہ کرتی ہے تو وہ واقعہ بطور کیس ہسٹری (Case History) پیش کیا جاسکتا ہے۔آیات مبارکہ 45-60 کی شان بھی کچھ ایسی ہی ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے یہ تمام آیات اس وقت نازل ہوئیں جب نصرانی عیسائیوں کا نمائندہ وفد سرور کائنات سے مناظرہ کیلئے آیا ہوا تھا۔جب زبان وحی سے یہ آیات اتریں تو ان کی سچائی کا مقابلہ کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی لیکن اپنی ہٹ دھرمی پر پھر بھی مسلسل مصر تھے۔ان پر انہیں شہر سے باہر مباہلہ کی دعوت دی جو کہ آیت مبارکہ 61 کا مضمون ہے۔اس پر وہ ڈر گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقرر جگہ مقرر وقت پر اپنے اہل خانہ جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل تھے پہنچ گئے۔عیسائی وفد پہلے ہی دل سے قائل ہو چکا تھا کہ یہی نبی آخرالزماں ہے بے شک یہی بات سچی ہے اور نہیں کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا۔بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔(اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○) اس لئے انہوں نے خیریت اسی میں سمجھی کہ مباہلہ سے بچا جائے ورنہ نبی کی بددعا انہیں تباہ وبرباد کردے گی فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ۔چنانچہ وہ مقام مباہلہ پر پہنچے ہی نہیں۔اسلام تو ان کی قسمت میں نہیں تھا لیکن انہوں نے بلا حیل وحجت ریاست مدینہ کی برتری تسلیم کرلی اور اہل ذمہ کی حیثیت سے رہنے پر آمادہ ہوگئے۔

567۔ مباہلہ کی اہمیت

جس طرح آیت مبارک 61 میں مباہلہ کا طریقہ پایا گیا ہے۔اس کی ضرورت اس وقت پڑ سکتی ہے جب مخالف پارٹی بڑی ہٹ دھرم ہو اور بحث و تمحیص سے بھی کوئی معاملہ حل ہوتا نظر نہ آئے۔تب دونوں پارٹیاں اپنے اہل خانہ کو لیکر شہر سے باہر نکلیں اور وہاں اپنے موقف کے حق ہونے پر قسم کھالیں۔بلند آواز جسے سب سنیں۔کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو پھر بلند آواز سے کہیں لعنت اللہ علی الکٰذبین۔یوں تین مرتبہ قسم کھائے،اب فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہوگا اور جھوٹی پارٹی اللہ تعالیٰ کے غضب کے سامنے تباہ ہو جائے گی۔یہ باہمی جھگڑا طے کرنے کا الٰہی سند کے ساتھ ایک طریقہ ہے۔جھوٹی قسم کھانے والی پارٹی بالآخر اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہو کر لازمی تباہ و برباد ہو جائے گی۔اس لئے جھوٹی قسم کبھی بھی نہیں اٹھانا چاہیے۔

آیت مبارکہ 62 میں پچھلی آیات کا حاصل کلام یہاں فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی خالق و معبود نہیں۔جو کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ یا اللہ تعالیٰ کا بیٹا تسلیم کرتا ہے وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔جیسے آیت کریمہ 63 میں فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بہت بڑے فساد کا باعث ہے۔بالخصوص مشرکوں کی روح کا فساد انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے،اس برائی سے بچنے کیلئے اس کے بعد آنے والی آیات میں عامۃ الناس اور خصوصاً اہل کتاب کو دعوت ہے کہ آؤ توحید پر پھر اکٹھے ہو جائیں۔فرمایا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾

64۔ آپ کہیئے !اے اہل کتاب،آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔
(وہ یہ کہ) ہم نہ عبادت کریں کسی اور کی مگر صرف اللہ تعالیٰ کی اور ہم شریک نہ ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو،ہم نہ بنائیں کسی کو اپنا مالک پالن ہار اللہ تعالیٰ کے سوا۔پھر (بھی) اگر وہ روگردانی کریں تو ان سے کہو گواہ رہنا (اس بات کے) کہ بے شک ہم مسلمان ہیں۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾

65۔ اے اہل کتاب! کیوں تم جھگڑا کرتے ہو ابراہیم کے بارے میں حالانکہ نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد۔کیا (اتنی بھی تم عقل نہیں رکھتے)؟

Marfat.com

هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَاۤءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

66۔ سنو! کیا تم وہی لوگ تو ہو (کہ) تم جھگڑا کرتے رہے ہو (ان باتوں میں) جن کے بارے میں تمہیں کچھ علم تھا۔ تو (اب) کیوں ہم سے جھگڑنے لگے ہو، ان باتوں میں کہ نہیں ہے جن کا تمہیں کوئی علم؟ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

67۔ نہیں تھے ابراہیم، یہودی اور نصرانی بلکہ تھے وہ ہر طرح کی گمراہی سے پاک، سچے اور کھرے مسلمان اور نہیں تھے وہ مشرکین میں سے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

68۔ بے شک تمام لوگوں میں سے ابراہیم کے قریب تر وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ اور یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں (ان میں شامل ہیں)۔ اور اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے مومنوں کو۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾

69۔ چاہتا ہے ایک گروہ اہل کتاب میں سے کہ کسی طرح گمراہ کردیں تمہیں (تم مسلمانوں کو)۔ مگر نہیں گمراہ ہوتے مگر وہ اپنے آپ اور وہ (اس حقیقت کا) شعور بھی نہیں رکھتے۔

568۔ بقائے باہمی کا اصول (Inter-religious Dialogue)

آیہ مبارکہ 64 مذاہب عالم کے درمیان بقائے باہمی کا اصول دیتی ہے۔ آج کل خصوصاً 9/11 کے بعد کچھ لوگ مذاہب کے درمیان بات چیت (Inter-faith Dialogue) میں سرگرم ہیں۔ UNO بھی اس پروگرام کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ بقائے باہمی کی بات بھی سب سے پہلے اسلام نے کی تھی اور نہایت خوبصورت اصول دیا۔ قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى

كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

''آپ کہیئے ! اے اہل کتاب، آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے (وہ یہ کہ) ہم نہ عبادت کریں مگر صرف اللہ تعالیٰ کی اور ہم شریک نہ ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بنائے کوئی ہم سے کسی کو اپنا مالک پالن ہار اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اس کے بعد (بھی) اگر وہ روگردانی کریں تو ان سے کہو گواہ رہنا (اس بات کے) کہ بے شک ہم تو مسلمان ہیں''۔

تمام مذاہب سیدھے یا الٹے طریقہ سے بالآخر اللہ تعالیٰ کی وحدت کی بات کرتے ہیں عیسائی بھی اتحاد ثلاثہ (Trinity) کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی وحدت کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں ایک میں تین اور تین میں ایک دراصل ایک ہی بات ہے یہود بھی باوجود عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے کے اللہ تعالیٰ کی وحدت کے قائل تھے حتیٰ کہ ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہم بتوں کو توجہ کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے یعنی ظاہر یا چھپے، وحدت خدا بنیادی بات ہے۔ آیہ مبارکہ 64 میں دعوت ہے تمام ادیان کو وحدت کے اس یکساں کلمہ پر آؤ اکٹھے ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کو مان لیں اور اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ دنیا کے تمام انسانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی عالمی دعوت ہے۔

569۔ انسانی آزادی کا اعلان

آیت 64 کے آخر میں یہ فرمان کہ وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کوئی نہ بنائے کسی کو اپنا مالک، پالن ہار، اس بات کا اعلان ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کا رب نہیں۔ کسی کو اجازت نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو اپنا بندہ بنائے۔ یہ پیغام ہے اس بات کا کہ انسانو! ان تمام خود ساختہ خداؤں کی خدائی سے نکل کر آزاد ہو جاؤ۔ تعلقات باہمی خودداری غیرت اور برابری کی بنا پر ہوں گے۔ 1430 سال پہلے روئے زمین پر اسلام نے اس عزت نفس کے اصول کے تحت انسانوں کی برابری کا جو معاشرہ تشکیل دیا اس کی مثال آج بھی نہیں ملتی۔ نہ روس کی کمیونزم نہ امریکہ کی کیپٹل ازم، نہ جمہوریت نہ کوئی اور ازم ایسا معاشرہ پیدا کر سکے گی۔ اس لئے آیہ مبارکہ 64 کا عالمی پیغام آج کے دور کیلئے روشنی کا درخشندہ مینار ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جبکہ اسلام ہمیشہ سے بقائے باہمی کی بات کر رہا ہے، کیا یہود، نصاریٰ اور دیگر مذاہب اس عالمی پیغام پر توجہ دیتے ہیں کہ نہیں۔

570۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ نبیوں کے باپ

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ واحد ہستی ہیں جن کا مسلمان عیسائی اور یہود یکساں احترام کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندو بھی اب حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کو مان گئے ہیں۔ آیات کریمہ 65-67 ان کے مقام کو واضح کر رہی ہیں مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ عجیب بات یہ ہے اگر چہ یہود اور نصاریٰ آپ علیہ السلام کے بہت بعد ہوئے لیکن باہمی رقابت کی وجہ سے عیسائی کہتے ابراہیم صرف ہمارا ہے اور یہود بھی یہی اصرار کر رہے ہیں۔ حالانکہ جیسے آیہ مبارکہ 68 میں واضح کیا گیا ہے، ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق کے صحیح حق دار وہی ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی تھی اور اب یہ مسلمان ہیں جو انہی کی طرح موحد اور اللہ تعالیٰ پر بلا شرکت غیرے ایمان لاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کا دین رہا ہے۔ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی دین کے پیغمبر تھے لیکن افسوس آج کے عیسائی اور یہود پر کہ اسلام کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اپنے تعصبات کے تحت اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

571۔ اہل کتاب کی اسلام دشمنی

اہل کتاب کی دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ان کے غلط عقائد سے پردہ اٹھاتا ہے۔ یہود نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی اسی بنا پر مخالفت کی تھی لیکن حیرانی تو عیسائیوں پر ہے کہ اگر چہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ہیں لیکن بیسویں صدی سے وہ ان کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف اکٹھے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اسلام مٹ نہیں سکے گا۔ اس لئے ان کا ہدف مسلمان ہیں کہ وہ مسلمان بھی نہ رہے۔ خصوصاً وہ چاہتے ہیں کہ تبلیغ اسلام رک جائے اور مسلمان بھی انہی کے طور طریقوں پر چلتے ہوئے اپنے دین سے غافل ہو جائیں ان کے تہذیبوں کا ٹکراؤ (Clash of Civilizations) کے نظریہ کے پیچھے بھی یہی فلسفہ ہے۔ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ آیت مبارکہ 69 ساری دنیا کے اسلام دشمن لوگوں کو چیلنج بھی ہے اور ایک عالمی پیشگوئی بھی کہ انشاء اللہ وہ اسلام کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ''صرف اپنا نقصان کر رہے ہیں کہ اپنے تعصب کی بنا پر اسلام کی ہدایت سے محروم ہیں۔ نہ صرف اسلام کی نعمت سے محرومی وہ تو اس بات کا شعور بھی کھو بیٹھے ہیں کہ اللہ واحد و لا شریک ہے۔ تمام نبیوں کا دین یہی تھا اس لئے انہیں چاہیے کہ اگر اسلام قبول نہیں کرنا تو دشمنی بھی نہ رکھیں۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

70۔ اے اہل کتاب! کیوں تم انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ حالانکہ تم ان کی (سچائی کے) خود گواہ ہو۔

يٰٓاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۱﴾

71۔ اے اہل کتاب! کیوں تم ملاتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور (کیوں) چھپاتے ہو تم حق کو حالانکہ تم جانتے ہو۔

وَقَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اٰمِنُوۡا بِالَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَجۡهَ النَّهَارِ وَاكۡفُرُوۡٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۷۲﴾

72۔ اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا ایمان لے آؤ ساتھ (اس کتاب) کے جو اتری ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں شروع دن میں، اور انکار کر دیں آخری حصہ میں۔ اس طرح شاید وہ (مسلمان بھی) اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔

وَلَا تُؤۡمِنُوۡٓا اِلَّا لِمَنۡ تَبِعَ دِيۡنَكُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنۡ يُّؤۡتٰٓى اَحَدٌ مِّثۡلَ مَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ اَوۡ يُحَآجُّوۡكُمۡ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۷۳﴾

73۔ (اور وہ ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہیں)، ہرگز تم نہ مانو مگر اسے جو پیروکار ہے تمہارے دین کا۔ ''(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمائیے'' بلاشبہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے'' (اور تم اسلام سے اس لئے ناراض ہو) کہ دیا گیا ہے کسی اور کو (دین) جیسے تمہیں دیا گیا تھا یا یہ کہ وہ تمہارے اوپر کوئی حجت لائیں تمہارے رب کے پاس سے۔ ''کہہ دیجئے بے شک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ دیتا ہے یہ فضل جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے''۔

يَّخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۷۴﴾

74۔ وہ خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

Marfat.com

572۔ اہل کتاب کی ہٹ دھرمی

آیات مبارکہ 70-71 میں اہل کتاب کو تلقین کی جارہی ہے کہ وہ تو جانتے بوجھتے حق کا کفر نہ کریں یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاَنْتُمْ تَشْھَدُوْنَ ۔انہیں تو سب سے پہلے اسلام میں آنا چاہیے۔اس لئے کہ ان کی کتابوں میں متعدد جگہ پر نبی خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشخبری سنائی دی گئی ہے۔حتیٰ کہ آج کی تحریف شدہ انجیل اور تورات میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حوالہ جات واضح الفاظ میں مل جاتے ہیں۔پچھلے انبیاء کی طرف سے ایسی بے شمار پیشگوئیوں کے بعد دنیا کیلئے سرور کائنات محمد مصطفےٰ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔اگر وہ نہیں مانتے تو ایک طرح سے وہ اپنے ان انبیاء کا بھی انکار کرتے ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خوشخبری سنائی تھی۔

573۔ مفاد پرستی۔حق و باطل کا ملغوبہ

دراصل گمراہی کی بہت بڑی وجہ ایک تو انسان کی اپنی وقتی مفاد پرستی ہے کہ انسان دین کا بھی اپنے فائدہ کیلئے ہی اقرار کرتا ہے۔اگر کہیں اس کی وجہ سے اپنے ذاتی مفاد پر زد آتی ہے تو برائی کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتا ہے۔دین سے دوری کی اس سے بڑی وجہ دین کے وہ ٹھیکیدار ہیں جو علماء پیروں فقیروں کے لباس میں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔یہود اور نصاریٰ کے دین میں جو تحریفات ہوئی ہیں اس کے ذمہ دار بھی ایسے ہی لوگ تھے۔اسلام میں بھی ایسے منافق جہلاء (علماء کے بھیس میں) کی کمی نہیں ہے یہی لوگ حق و باطل کے مرکبات بنانے،فرقہ وارانہ تعصبات کو پالنے والے اور دین کے نام پر بے دینی کے پھیلانے والے ہیں۔ان کا حال بھی بنی اسرائیل کے منافق علماء جیسا ہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان سے آیت مبارکہ 71 میں پوچھتا ہے، لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حق و باطل کو ملا دینا اور یوں دین میں تفرقہ اور گمراہی پیدا کرنا بہت ہی بڑا جرم ہے، ہوسکتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ انہیں ڈھیل دے لیکن آخرت کی پکڑ بڑی سخت ہے اس لئے حق کے ساتھ باطل کی آمیزش سے ہمیشہ سختی سے پرہیز کرنا ہر سچے مسلمان کا شیوہ رہا ہے۔آیہ مبارکہ 70 میں بھی یہود کے حوالہ سے بڑا دلچسپ سوال ہے، یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاَنْتُمْ تَشْھَدُوْنَ ۔ جن کا کام دین کی شہادت دینا تھا وہی اسکا کفر کر رہے ہیں۔مثلاً سود قطعی حرام ہے لیکن آج کل کے بینکوں کے حوالہ سے جو علماء اس کو جائز قرار دیتے ہیں وہ دراصل دین کا کفر کرنے والے ہیں اس طرح اگر کوئی شراب یا لحم الخنزیر یا بے پردگی کا دفاع کرتا ہے تو وہ بھی کفر کا مجرم ہوگا۔دراصل قرآن کے کسی حکم کی جان بوجھ کر غلط تاویل کرنا کفر ہے اور قرآن کا انکار اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے بغاوت ہے۔اس لئے مسلمانوں پر بھی فرض ہے کہ وہ آنکھیں کھول کر رہیں اور اپنے اندر اور باہر منافقین کے طریقوں اور چالوں کو سمجھیں۔اگلی آیات مبارکہ 72-73 اس ضمن میں

نہایت قابل غور ہدایت ہے۔

574۔ منافق نومسلموں کی چال

حق کو چھپانا تو اہل کتاب خصوصاً یہود کا وطیرہ تو تھا ہی لیکن اسلام کی تیزی سے پھیلتی ہوئی تحریک کو روکنے کیلئے انہوں نے ایک خطرناک چال یہ چلی کہ جھوٹ موٹ کا اسلام قبول کر لو اور پھر کچھ مدت کے بعد واپس اپنے دین میں آجاؤ تاکہ وہ یہ پروپیگنڈہ کر سکیں کہ اسلام وہ نہیں جو ظاہراً پیش کیا جا رہا ہے بلکہ اندر کھاتے اس میں بڑی برائیاں ہیں اس لئے ہم واپس اپنے دین میں آگئے ہیں اس طرح ان کا مقصد نئے مسلمانوں کو شک و شبہات میں ڈالنا تھا اور خود اپنے میں سے جو لوگ مسلمان ہونے کا سوچ رہے تھے انہیں روکنا تھا۔ اس طرح کے سازشی ٹولے آج بھی کام کر رہے ہیں خصوصاً 9/11 کے بعد یہ بڑے زور پکڑ گئے ہیں۔ آیہ مبارکہ 72 ان کی سازش کو آشکار کر رہی ہے۔ جیسے کہ بتایا گیا ہے یہ سازشی گروہ اپنے دھوکے بازوں کا چناؤ بڑے احتیاط سے کرتا ہے کہ وہی لوگ اس کام میں پڑیں جو خباثت میں بڑے پکے ہوں۔ جیسے بتایا گیا ہے اس قماش کے سرکردہ لوگ اپنے ہم مذہبوں کے ذہنوں میں یہ راسخ کرتے ہیں کہ درحقیقت ان کا دین اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ترین دین ہے اور ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے تاکہ کہیں وہ اسلام سے متاثر ہو کر پہلے مسلمان نہ بن جائیں۔ یہ وہی طریقے ہیں جو آج کل اسلام کے دشمن مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے آرہے ہیں۔

ان منافقوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو ظاہراً مسلمان بن کر ان کی جاسوسی کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں لارنس آف عربیا اور فلپ ہٹی کا نام کس نے نہیں سنا۔ انہوں نے مسلمانوں کے بھیس میں سلطنت عثمانیہ کو توڑنے اور عرب قومیت کو ابھارنے کیلئے ایسا خطرناک کام کیا جن کا خمیازہ ساری دنیائے اسلام بھگت رہی ہے۔ آج کل بھی پاکستان، افغانستان، عراق، سعودی عرب اور خود امریکہ اور برطانیہ میں ایسے خطرناک جاسوسوں کی کمی نہیں جو جبہ اور دستار والے ظاہراً بڑے پرہیزگار مسلمان بن کر اندر ہی اندر سے جاسوسی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جو مسلمانوں میں کئی ایک اختلافات کا باعث ہیں۔ خاص طور پر وہ سچے نومسلموں کیلئے بڑے خطرناک ہیں۔ ان سے بچنے کیلئے بڑی حکمت، دل کی وسعت اور ہوشمندی کی ضرورت ہے تاکہ ایسے سازشی پکڑیں جائیں اور ہدایت یافتہ مخلص نومسلموں کی دل شکنی بھی نہ ہو اور تبلیغ اسلام کا کام سدا جاری و ساری رہے۔ بیشک ہدایت اسی کی طرف سے ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہے دے۔ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فضل کسی خاص گروہ یا کنبہ کیلئے مخصوص نہیں بلکہ جسے وہ چاہے نواز دے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت اور اس کے فضل کی دعا کرتے رہیں۔ اگلی آیات کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ اہل کتاب میں بھی بعض اچھے لوگ ہیں جو حق کا ساتھ دینے والے ہیں۔ یعنی من حیث القوم کوئی بھی برا نہیں اچھے لوگ ہر قوم میں ملیں گے۔ ان کو تلاش کرو اور ان کو حق پیش کرو۔ فرمایا:

Marfat.com

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ
اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ
اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

75۔ اہل کتاب میں سے کچھ ایسے (دیانتدار) بھی ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس (سونے چاندی کے ڈھیر بطور امانت رکھ دیں) تو وہ بھی (ادا کر) دیں گے تمہاری طرف اور بعض ان میں وہ بھی ہیں کہ اگر آپ امانت رکھیں ان کے پاس ایک دینار تو نہ ادا کریں گے آپ کو، مگر یہ کہ آپ مسلسل ان کے سر پر کھڑے رہیں۔ اس بے ایمانی کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں نہیں ہے ہمیں امیوں (بجز اہل کتاب) کے بارے کوئی گناہ اور وہ لوگ دراصل کہتے ہیں (یہ) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور وہ جانتے بھی ہیں۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

76۔ ہاں! جو شخص پورا کرتا ہے اپنا عہد اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرا (تو اس کیلئے بڑا اجر ہے)، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے متقی لوگوں سے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا
قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا
يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا
يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

77۔ بے شک وہ لوگ جو خریدتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد سے اور اپنی قسموں کے عوض قیمت تھوڑی سی، یہ وہ (بدقسمت) لوگ ہیں کہ نہیں ہے کوئی حصہ ان کیلئے آخرت میں، اور نہ کلام کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ اور نہ دیکھے گا (نظرِ رحمت) سے ان کی طرف قیامت کے دن، اور نہ پاک کرے گا انہیں۔ ان کیلئے نہایت الم ناک عذاب ہے۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ
لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ

78۔ اور بے شک ان (اہل کتاب) میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ٹیڑھا کرتے ہیں اپنی زبانیں کتاب کے ساتھ (پڑھتے وقت) تا کہ تم اسے سمجھو کہ یہ کتاب

وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۸﴾

(مقدس) سے ہے۔ حالانکہ وہ نہیں ہے کتاب سے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، حالانکہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے پاس سے۔ اور وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور جبکہ وہ جانتے ہیں۔

575۔ یہود کا کریکٹر

مندرجہ بالا آیات یہود کی اخلاقی حالت کے بارے میں ہیں قرآن کریم جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے صرف حق بات کرتی ہے۔ سب سے پہلے یہ بتایا گیا ہے اہل کتاب میں بھی کچھ لوگ معاملات میں کافی کھرے ہیں اور جیسا ہونا چاہیے اگر کسی کی امانت رکھتے ہیں تو واپس بھی کر دیں گے لیکن ان کے علاوہ ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے۔ جسے انسانی حقوق کا کوئی پاس نہیں اور عصبیت میں ڈوبے ہوئے ہیں اس کی وجہ آیہ 75 میں بتائی گئی ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۔ ان کا خیال ہے کہ اخلاقی قدریں صرف اپنے ہم مذہبوں کیلئے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کیلئے اصول مختلف ہیں۔ آج کل کے یہود میں جو صیہونی ہیں وہ انہی خیالات کے پیروکار ہیں۔ مثلاً فلسطینیوں کے زمینوں، گھروں پر قبضہ کرنا اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں، ان کے نزدیک بڑا نیکی کا کام ہے۔ مسلمانوں کا مال کھانا ان کے نزدیک حلال ہے۔ آج کی دنیا میں عموماً لوگ یونہی دوہرے اصول رکھتے ہیں۔ آپس میں معاملات کے اور، دوسری اقوام کیلئے اور۔ آپس میں یہ اعلیٰ اخلاق کا ثبوت دیتے ہیں لیکن مسلمانوں پر ظلم کو روا سمجھتے ہیں۔ آپس میں سود لینا حرام سمجھتے ہیں لیکن دوسری اقوام کو سودی نظام میں جس طرح جکڑ کر رکھا ہوا ہے وہ یہود کی بدفطرت کی زندہ مثال ہے۔

آیہ مبارکہ 75 میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر انکے سر پر کھڑے رہیں تو پھر ہی بے ایمانی سے باز رہیں گے۔ یہ یہود کے اس کریکٹر کو ظاہر کرتی ہے کہ طاقتور کیلئے وہ ایماندار ہیں اپنے سے کمزور اقوام کیلئے وہ ظالم ہیں۔ لہٰذا اگر ان سے انصاف لینا ہے تو اصولوں کی جنگ کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو طاقتور بھی ثابت کرنا ہوگا۔ مسلمانوں کو احساس ہونا چاہیے کہ امن کی ضمانت (Deterrant) طاقت میں ہے۔

576۔ یہودی، مسلمان، یہود

افسوس کہ آج کل مسلمانوں میں بھی اس قدر اخلاقی انحطاط آچکا ہے کہ معاملات میں وہ بھی مانند یہود ہوتے جا رہے ہیں اور ان میں بھی انصاف، رواداری اور اخلاق صرف اپنے جاننے والوں کیلئے ہے۔ دوسروں کیلئے فوراً آنکھیں پھیر لیتے ہیں اور اصول بدل جاتے ہیں۔ آیہ مبارکہ 75-76 کے مطابق ایسا اخلاق اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کے مترادف ہے وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ

Marfat.com

یَعْلَمُوْنَ ۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کبھی بھی پسند نہیں کرتے ۔اگر چہ وہ کتنے بھی حج کر لیں اور نمازیں پڑھ لیں ۔جیسے آیہ مبارکہ 76 میں کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ وہ ہیں جو اپنے عہد و پیماں کو پورا کرتے ہیں اور معاملات میں اس سے ڈرتے ہیں اور سب کے ساتھ اصولی برتاؤ کرتے ہیں بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۔دراصل مسلمان پابند ہیں کہ بلا استثناء مذہب و ملت سب کے ساتھ وہ اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق فیصلہ اور معاملہ کریں ۔اپنی مرضی چلانا آیات کے سستے دام لینے کے مطابق ہے جس کا ذکر آیہ مبارکہ 77 میں ہے۔

577۔ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنے اور مومنوں کے استحصال کی سزا

آیہ مبارکہ 77 میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے باندھا ہوا عہد و پیمان اور اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں سے کھائی گئی قسموں کو ذاتی مفاد کیلئے یا دوسروں کے استحصال کیلئے توڑتے ہیں ان کیلئے عبرت ناک سزا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ حکم ربی عمومی ہے اور ہر انسان پر لاگو ہے۔باوجود ذاتی عبادات، حج، روزہ اور دیگر نیکیوں کے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول کر اسکی سخت ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں۔اپنی عبادات سے وہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔منافقوں کی تین نشانیاں ہیں (اگر چہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلمان خیال کرے) ''جب وہ بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں، جب وعدہ کرتے ہیں تو وعدہ ایفا نہیں کرتے اور جب انکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتے ہیں''۔

اس آیت مبارکہ 78 میں دو وعدوں کا ذکر ہے ایک وہ جو بندہ اپنے رب کے ساتھ بندگی اور فرمانبرداری کے متعلق کرتا ہے اور دوسرا معاملات کے متعلق ہے جو لوگوں سے کرتا ہے۔آج کل مسلمانوں میں یہ گناہ بہت پایا جاتا ہے۔خصوصاً کاروباری حضرات بہت احتیاط کریں۔کاروباری دنیا میں جھوٹے وعدے اور جھوٹی قسمیں کچھ لازم و ملزوم ہوتی نظر آتی ہیں۔حالانکہ ان دونوں یا کسی ایک کو توڑنا بھی سخت گناہ کا باعث ہے لیکن اکثر لوگ اپنے وعدوں کا پاس نہیں کرتے۔معمولی فائدہ کی خاطر وعدہ توڑ دینا تو آج کل عام سی بات ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نام پر جھوٹی قسمیں اٹھانا بڑا ہلکا کام سمجھا جاتا ہے عدالتوں میں لوگ روزانہ جھوٹی قسمیں اٹھاتے رہتے ہیں۔یہی حال کاروبار میں بھی ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ وہ مجرم ہیں جنہیں مندرجہ ذیل سزا مل سکتی ہے۔

1۔ انہیں آخرت کی نعمتوں سے یکسر محروم کر دیا جائے گا۔

2۔ اللہ رب العزت ان سے کلام تک بھی نہیں کرے گا۔

3۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر و کرم و الفت سے محروم رہیں گے۔

Marfat.com

4۔ انہیں گناہوں کی آلائشوں سے پاک نہیں کیا جائے گا۔

5۔ وہ ہمیشہ الم ناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

میرے مسلمان بھائیو! اپنے کردار، طریقوں اور معاملات پر غور کرلیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے کوئی وعدہ خلافی اور جھوٹی قسموں کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتے ہوئے اوپر بیان کی گئی سزاؤں کا اسے حکم ہو جائے۔

آیت 77 میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے اور بولنے کا ذکر ہے اور وعدہ خلافوں اور جھوٹی قسم کھانے والوں کی طرف دیکھتے تک نہیں، پوچھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا دیکھنا کیسا ہے۔ یہ اس کی شان کے مطابق ہے اور یہ انسانوں کی آپس میں بات چیت کی طرح نہیں۔ وہ ہر جگہ ہر چیز کے ظاہر باطن پر چھایا ہوا ہے۔ اس لئے اس کا کلام سننا اور نظر آنا انسانوں کے روئیں پر روئیں (Cell to Cell) پر ہوگا۔ وہ ہوائی لہروں یا روشنی کا محتاج نہیں۔

578۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنا

اگلی آیہ مبارکہ 78 خصوصی طور پر یہود کے متعلق ہے کہ وہ تلاوت کے ذریعہ تورات میں تحریف کے مجرم تھے۔ یعنی منہ بگاڑ کر آواز پیدا کر کے معنی کو بدل دیتے تھے۔ طبعی کے علاوہ اپنے ذہن سے الفاظ بناتے لیکن ان کو تلاوت کے انداز میں پڑھتے تا کہ دوسروں کو دھوکا دیں کہ یہ بھی کلام الٰہی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا ہے وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ اس کی بہت سخت سزا ہے۔ افسوس بعض مسلمان بھی اپنی بات یا دلیل کو منوانے کیلئے یا دوسروں پر اپنا اثر ڈالنے کیلئے جس میں علماء اور عوام دونوں شامل ہیں، قرآن کے غلط حوالہ دیتے ہیں یا اپنی بات کو حدیث کہہ کر جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے جس کا سخت عذاب ہے۔ خاص طور پر اگر جان بوجھ کر کوئی ایسے کرتا ہے تو یہ نا قابل معافی گناہ ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾

79۔ نہیں ہے مناسب کسی بشر کیلئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دے کتاب اور حکومت اور نبوت، پھر وہ کہنے لگے لوگوں سے کہ بن جاؤ میرے بندے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، بلکہ وہ (تو یہ کہے گا) تم ہو جاؤ رب والے اس لئے کہ تم سکھائے گئے ہو کتاب، اور اس لئے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے تھے۔

Marfat.com

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع ۸

80۔ اور نہ ہی وہ حکم دے گا تمہیں اس بات کا کہ تم بنالو فرشتوں کو اور نبیوں کو اپنے رب۔ (خود سوچو) کیا وہ تمہیں حکم دے گا کفر کا بعد اس کے تم مسلمان ہو چکے؟

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۗ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِيْ ۗ قَالُوْٓا أَقْرَرْنَا ۗ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

81۔ اور (یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پکا وعدہ لیا کہ جو کچھ میں دوں تمہیں کتاب اور حکمت سے، پھر جو تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تصدیق کرے اس کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ایمان لانا (اس رسول) کے ساتھ اور تم ضرور در ضرور اس کی مدد کرنا۔ (اس کے بعد اللہ تعالیٰ) نے پوچھا کیا تم اقرار کرتے ہو اور قبول کرتے ہو اس پر یہ میرا بھاری بوجھ (وعدہ)؟ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) پس تم گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

82۔ پھر جو کوئی روگردانی کرے گا اس (وعدہ) کے بعد تو وہی لوگ ہیں فاسق۔

أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

83۔ کیا پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کوئی اور دین تلاش کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں فرمانبردار جو کوئی بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں خوشی کے ساتھ یا جبر کے ساتھ اور اس کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

Marfat.com

579۔ نصاریٰ کو تنبیہ

پچھلی آیات میں یہود کے غلط عقائد اور ان کے مکروفریب اور غلط وطیرہ کو ظاہر کیا گیا تھا۔ آیہ مبارکہ 79 میں عیسائیوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور بیٹا بنانا بالکل غلط عقیدہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی نہ چاہیں گے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک بندہ جسے نبوت، کتاب اور خلافت الٰہیہ عطا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ لوگوں کو اپنی عبادت کیلئے کہے۔ بلکہ وہ تو لوگوں میں بھی وعظ و تلقین کرے گا کہ "خالص اللہ والے بن جائیں"۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ انبیاء کے ماننے والے اور ان کے صحابہ اور حواری لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اور انبیاء کو اپنا رب بنالو۔ سوچو کہ کیا کبھی یہ لوگ، بعد اس کے مسلمان ہو چکے، کفر کی تعلیم دیں گے۔ **وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّيْنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ.**

اس بات کا اہل کتاب کو خوب اندازہ ہونا چاہیے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی کتاب کے وارث ہیں اسے پڑھتے ہیں اور اس کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ ان کے نبی نے بھی وہی تعلیم دی تھی۔ پھر یہ تم کیا کرتے ہو کہ اپنے ایسے نبی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتے ہو۔ یہود کی طرح آیہ مبارکہ 80 میں ان مسلمانوں کیلئے بھی تنبیہ ہے جو بشر اور نور کے جھگڑوں میں حضور سرورِ کائنات کو بشریت سے نکال کر الٰہی صفات کا حامل بنا دیتے ہیں۔ آپ کی تو شان عالی یہ ہے کہ آپ کی وجہ سے بشر کو صاحب معراج ہونے کا اعزاز ملا اور ایسے بلند مقامات کی آگاہی ہوئی جہاں فرشتوں کا سردار حضرت جبرائیل بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر انسان اپنے جیسے ہی انسان یا کسی فرشتے یا شیطان کے سامنے کیوں جھکے؟

580۔ بشر پرستی منع ہے

آیہ مبارکہ 80 اس بات کی بھی تلقین کرتی ہے کہ بشر پرستی منع ہے۔ انسان کی یہ فطرت ہے کہ جس سے وہ بہت زیادہ محبت کرے اور اس سے ڈرے بھی، تو اپنے جذبات کے اظہار کیلئے وہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوگا۔ اولیاء اکرام اور بزرگ ہستیاں جن کے نام کچھ کرامتوں کی وجہ سے مشہور ہو جاتے ہیں ان کے ماننے والے ان کی قبر پر بھی ایسے جذباتی سجدے کرتے پائے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کچھ لوگ سجدہ کرنا چاہتے تھے لیکن آپ نے سختی سے اس بات سے انہیں منع کیا۔ یہ انسان کی توہین ہے کہ وہ باسوائے اپنے خالق کے کسی اور کو سجدہ کرے لیکن انسانوں میں کچھ ایسے بھی ہیں مثلاً بادشاہ اور، مذہبی رہنما جو چاہتے ہیں کہ لوگ عقیدت کے طور پر ان کے سامنے جھکیں حتیٰ کہ بعض نے تو اپنے دربار میں لوگوں سے سجدہ ورکوع کروانا لازمی آداب میں بھی شامل کر لیا تھا۔ اسلام یہ سب کچھ حرام قرار دیتا ہے۔ جیسے آیات مبارکہ 70-80 سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی سچے نبی کی تو پہچان ہی یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو اپنی ذات کیلئے سجدہ کروانے کی بجائے اللہ واحد لاشریک کو سجدہ کرنے کی تربیت دیں لیکن جھوٹے فریبی پیرو فقیر اور صاحب اقتدار دوسرے لوگوں کو اپنے سامنے

جسمانی یا روحانی طور پر جھکانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں لیکن کوئی مخلص انسان دوست رہنما کبھی بھی ایسا نہیں کرے گا۔

یہ آیہ مبارکہ عیسائیوں کیلئے بھی یاددہانی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس طرح جائز قرار دے سکتے تھے کہ انہیں خدا کا بیٹا بنا کر پوجا کی جائے۔ اس لئے ان کے پیروکاروں کو بھی یہ بات سمجھنی چاہیے اور وہ اتحاد ثلاثہ Trinity کو چھوڑ کر ایک معبودِ واحد کے پیروکار بن جائیں۔

581۔ میثاقِ انبیاء

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ تمام انبیاء کرام ایک ہی دین کا سلسلہ ہیں۔ جیسے جیسے انسانی معاشرت ترقی کرتا گیا لوگوں کی اخلاقی مذہبی، جسمانی اور روحانی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنی شریعت دے کر اپنے پیغمبر بھیجتا رہا ہے۔ اس بات کو روکنے کیلئے کہ لوگ ایک دوسرے کی مخالفت نہ شروع کر دیں، تمام انبیاء اپنے پیروکاروں کو اپنے بعد میں آنے والے پیغمبروں پر بھی ایمان لانے کیلئے کہتے آئے ہیں۔

آیہ مبارکہ 81 میں اس وعدہ کا ذکر ہے جو عالم ارواح میں سب نبیوں سے لیا گیا تھا۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ”(اور یاد کرو وہ وقت) جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پکا وعدہ لیا کہ جو کچھ میں دوں تمہیں کتاب اور حکمت، پھر کوئی رسول آئے جو اس کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو ضرور ایمان لانا اس کے ساتھ اور اس کی ضرور مدد کرنا“۔

کہ یہ وعدہ جو عالم ارواح میں انبیاء کی روحوں سے ہی لیا گیا ہوگا۔ اس سے مندرجہ ذیل انکشافات آسانی سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

1۔ کہ نبی عالم ارواح میں بھی نبی ہی ہوتا ہے۔ ان کی روح کی تخلیق بھی نبی کے طور پر ہوتی ہے۔ یعنی وہ شروع ہی سے اللہ کا خاص بندہ (Special) ہوتا ہے۔

2۔ تمام نبیوں کا مشن ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کریں البتہ تہذیب وتمدن کے پیشِ نظر شریعت، میں فرق ہوسکتا ہے۔

3۔ تمام انبیاء اس وعدہ کے پابند ہیں جو انہوں نے بقائمی ہوش وحواس عالم ارواح میں اللہ سے کیا تھا۔ یہ پابندی اس کی اختیاری ہے ان کے خمیر کا حصہ نہیں ہے۔

4۔ وعدہ یہ تھا کہ ہر نبی اپنے پیروکاروں کو بتائے گا اور خود بھی اس بات کا پابند ہوگا کہ اگر کوئی ان کے بعد نبی آتا ہے اور وہ ان کی کتاب اور شریعت کی بھی تصدیق کرتا ہے تو ان کے پیروکار اس کے بعد میں آنے والے نبی کی بھی اطاعت کریں گے۔ یعنی ہر نبی کی شریعت اور پیغام ایک خاص وقت تک ہے۔ نئے رسول کے بعد پہلی شریعت خود بخود منسوخ ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہودی اگر

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آ کر ٹھہر گئے ہیں تو غلط ہے انہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو تسلیم کرنا چاہیے تھا اور اسی طرح عیسائی خاتم النّبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلیم نہ کر کے اپنے اوپر بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ سب ادیان کے ماننے والوں کو اسلام پر واپس آ جانا چاہیئے کہ یہی ان کے انبیاء کا دین تھا۔

5۔ تمام انبیاء رسولوں نے اس بات کا بھی اقرار کیا کہ وہ سب خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور اپنی امتوں کو بھی یہی نصیحت کر کے جائیں گے۔ چنانچہ دنیا کے ہر مذہب کی کتاب جو بذریعہ وحی اتری ہے اگرچہ وہ تحریف بھی ہو چکی ہے لیکن اب بھی جگہ بجگہ ان میں خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشخبریاں مل جاتی ہیں۔

معراج کے سفر میں انہوں نے بیت المقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں صلوٰۃ ادا کر کے اپنی اتباع کا عملی ثبوت بھی دیا۔ افسوس عیسائیوں اور یہودیوں اور ہنود اور دیگر غیر مسلموں پر کہ وہ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر کے اپنی آنے والی زندگی برباد کر رہے ہیں۔ آیہ مبارکہ 82 کے مطابق ایسے لوگ فاسق ہیں فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ آیہ مبارکہ 82 کے مطابق اب اگر اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر کوئی چلتا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی جھٹلاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جس کے سامنے تمام آسمان اور زمین اور ہر چیز جو ان پر یا ان کے درمیان ہے مرضی سے یا اپنی مرضی کے خلاف سجدہ کرتی ہے۔ ناخوشی سے سجدہ کرنے والوں میں وہ مخلوقات شامل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے امتحان کی خاطر اختیار کی امانت دی تھی۔ شیاطین، جنات اور انسان اسی گروہ کے لوگ ہیں۔ آخر کار جب اس کارخانہ حیات کی بساط الٹ دی جائے گی اس وقت سب کو اپنے مالک کی طرف ہی پلٹنا ہے۔ وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ حقیقت ظاہر ہونے پر کافروں کیلئے ماسوائے پچھتاوا اور کچھ نہیں ہوگا۔

582۔ عالم ارواح کی دنیا

آیہ مبارکہ یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ اس دنیا میں آنے سے پہلے انسان اپنی روحانی حالت میں عالم ارواح میں رہتا تھا۔ وہاں اگر وہ صاحب اختیار نہ ہوتا تو نبیوں سے میثاق لینا اور گواہی دینے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عالم ارواح شعور کی دنیا ہے۔ وہاں کے اپنے مشاغل ہیں **الست بربکم** میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر روح سے اختیاری طور پر اس بات کا بھی اقرار کرایا تھا کہ "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں **"الست بربکم"** اور انہوں نے جواب دیا **"بلیٰ"** یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے بھی کسی اور عالم میں رہتا تھا۔ غرض زندگی حالت بدل کر جاری رہتی ہے لیکن اس سارے سفر میں اختیار اور شعور برقرار رہتا ہے۔ کہیں زیادہ کہیں کم، غالباً زمینی حیات میں اختیار اور شعور اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہے جہاں انسان پوری طرح بیدار ہوتا ہے۔

اگر شعور ہے تو پھر اعمال بھی ہونگے ان اعمال کے نتائج آنیوالے جہاں میں انسان کی تقدیر بن کر ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً ہماری

زمینی حیات کی تقدیر عالم ارواح میں ہمارے اعمال کا نتیجہ ہوسکتی ہے اور یونہی زمینی اعمال کے نتائج عالم برزخ میں ہماری تقدیر بنتے ہیں اور آخرکار سب جہانوں کے اعمال یوم الدین کے بعد ہماری جزاوسزا کا باعث ہوں گے۔

آیہ مبارکہ 82 میں فرمایا گیا ہے کہ ان وعدوں وعیدوں کے بعد بھی جس کا اظہار انسان کا ضمیر گاہے بگاہے کرتا رہتا ہے، اگر کوئی انسان ان سے پھر جاتا ہے تو وہ فاسق ہے فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ فاسق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ توڑتا ہے۔

آیہ مبارکہ 83 کائنات کے بارے ایک عجیب معلومات یہ پہنچاتی ہے کہ زمین اور آسمانوں میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے مسلمان ہے وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا ۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے قانون کی فرمانبرداری کرتا ہے جو خوشی سے کرے وہ مومن ہے اور جو مجبوراً کرے وہ مسلم ہے۔ چنانچہ قوانین قدرت کا اتباع ہر چیز کی فطرت میں ڈال دیا گیا ہے۔ کوئی چیز لمحہ بھر کیلئے بھی ان قوانین کی روگردانی نہیں کرسکتی۔ انسان کا دل، دماغ، آنکھیں، کان، ناک، پنکریا، پھیپھڑے، غرض کہ سب اعضاء بلاچون وچرا اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر کی پیروی کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے ایک کافر کے بھی خلیات مسلمان ہیں لیکن جہاں اسے اختیار دیا گیا ہے وہ اس عقل کو غلط استعمال کرکے کافر ہوگیا جو اس نے اپنے اوپر بہت بڑا جرم کیا ہے۔ جس طرح قوانین قدرت کے خلاف جانے میں تباہی اور موت ہے اس طرح اختیاری طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت میں بالآخر تباہی ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

84۔ آپ فرمایئے، ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو نازل ہوا ہے ہماری طرف، اور جو کچھ نازل ہوا تھا (ہم سے پہلے) ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر، اور جو کچھ کہ دیا گیا تھا موسیٰ عیسیٰ اور (دیگر) انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے، ہم نہیں فرق کرتے ان میں سے کسی ایک میں اور ہم اس (اللہ تعالیٰ) کے فرمانبردار بندے ہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

85۔ (اور خبردار) جو تلاش کرے گا اسلام کے علاوہ کوئی اور دین پس وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

Marfat.com

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآئَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾

86۔ (سوچو) کیسے ہوسکتا ہے کہ ہدایت دے اللہ تعالیٰ اس قوم کو جنہوں نے کفر کیا ایمان لانے کے بعد اور انہوں نے (خود پہلے یہ) گواہی دی تھی کہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچا ہے اور (اب جبکہ وہ) ان کے پاس واضح نشانیوں کے ساتھ آئے ہیں (ان کا وہ انکار کرتے ہیں) (سن لو) کہ اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کسی ظالم قوم کو۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾

87۔ ایسے لوگوں کی جزا یہی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام بنی نوع انسان کی۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾

88۔ (اور) وہ اس لعنت کے طوق میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، نہ ہلکا کیا جائے ان سے عذاب، اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾

89۔ ماسوائے ان کے جنہوں نے توبہ کر لی، اور اسکے بعد اپنی اصلاح کر لی۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

90۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا بعد ایمان لانے کے، (اور) پھر بڑھتے ہی گئے کفر میں، ہرگز نہ قبول کی جائے گی ان کی توبہ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو بری طرح گمراہ ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ وَّمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۹۱﴾

91۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اور (مرتے دم تک) کافر ہی رہے، تو ہرگز قبول نہ ہوگا ان میں سے کسی ایک سے زمین برابر بھر سونا اگرچہ وہ فدیہ میں دے دے سارا۔ ان کیلئے عذاب ہے دردناک اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔

583۔ ایمان میں سبقت

آیہ مبارکہ 83 میں بتایا گیا تھا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابند ہو کر مسلمان ہے۔ آیہ مبارکہ 84 حکم دیتی ہے کہ بقیہ کائنات کی طرح ہم بھی اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم ایمان میں کسی سے پیچھے نہیں۔ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو خاتم النبین کی وساطت سے ہمارے لئے اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ہم اس سے پیشتر جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے نبی پر نازل ہوا تھا ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں "قُلۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَاۤ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى وَعِيۡسٰى وَالنَّبِيُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ۔

اس طرح ایمان کا اعادہ اور تجدید، ایمان میں ترقی اور خیر و برکت کا باعث ہے۔ مسلمان کو نہ صرف خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ہے بلکہ وہ آپ سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء پر بھی ایمان لاتا ہے اور ان کی حقانیت کی گواہی دیتا ہے۔ یوں مسلمان ہر دین و مذہب کا سچا نمائندہ ہے لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ۔ آج جو لوگ (Inter faith Harmony) ادیان میں باہمی رواداری کی بات کرتے ہیں وہ اسلام کے اس نکتہ نظریہ پر غور کر لیں اور خود ہی اس بات پر عمل کرنے لگیں۔ اسلام ان کے انبیاء کو مانتا ہے کاش وہ بھی اسلام کو مان لیں اور نبی پاک خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی کلمہ پڑھ لیں۔

584۔ اسلام سے دوری

دراصل اسلام ہی انسانیت کا سچا دین اور اسی میں سب کی نجات اور عزت ہے۔ اس سے روگردانی بہت بڑا ظلم ہے۔ اس کی رواداری سے نکل کر اگر انسان کوئی اور دین تلاش کرتا ہے تو یہ صرف تنگ نظری اور جذبہ استحصال کی وجہ سے ہے۔ یہ اس آدمی کی خود ساختہ عصبیت پر مبنی ہے، وہ اللہ کا دین نہیں ہو سکتا۔ اس طرح کا تنگ نظر دین جو دوسروں سے نفرت سکھائے کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔اس سلسلہ میں آیہ مبارکہ 85 وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ نہایت بروقت تنبیہہ ہے کہ جولوگ اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی پیروی کرتے ہیں وہ ہرگز ہرگز ان سے قبول نہیں ہوگا۔لہٰذا جان بوجھ کر اسلام سے دور رہ کر لوگ دراصل اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اور قیامت کے دن تو وہ بہت ہی خسارے میں ہوں گے۔ان پر جنت حرام ہوگی۔

آیہ مبارکہ نام نہاد مسلمانوں کیلئے بھی وارننگ ہے۔مسلمانوں کے نام رکھنے سے یا مسلمان کے گھر پیدا ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہوجاتا۔یہ ایک شعوری فیصلہ (Conscious Decision) ہے جس کی تصدیق عمل سے ضروری ہے۔اسلام وہ ہے جو خاتم النبیین پر نازل ہوا یعنی قرآن کریم اور آپ کی سنت طیبہ اسلام ہے۔اگر زندگی انکے مطابق گزاری تو مسلمان بھی ہو اور مومن بھی۔سب کچھ ٹھیک ہوگا ورنہ جیسے آیہ 85 میں بتایا گیا ہے تو آخرت میں نقصان کے علاوہ کچھ نہیں۔

585۔ اسلام سے روگردانی

آیات مبارکہ 86 سے 88 ان لوگوں کو تنبیہہ ہے جو اسلام میں داخل ہوکر پھر سے نکل جاتے ہیں۔ان میں وہ بھی شامل ہیں جو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے باوجود بھی اپنی زندگی کو اسلام کے مطابق بدلتے نہیں بس نام کے مسلمان ہیں لیکن زندگی کے طور اطوار اور خیالات اسلام کے خلاف ہیں۔افسوس کہ آج کل کے مسلمان معاشروں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو عملی طور پر غیر مسلمان ہوچکے ہیں۔ان کیلئے وارننگ ہے کہ وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔افسوس کہ ان کا یہ ظلم ان کی اپنی جان ہی کے خلاف ہے۔یہ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے۔کلمہ طیبہ پڑھا شاید قرآن بھی والدین نے پڑھایا ہو۔بچپن میں شاید مسجد بھی جاتے ہوں لیکن بعد میں کفر کرنے لگے اور آپ اپنے کفر میں اتنے پکے ہوگئے ہیں کہ ان کی واپسی کے احکامات معدوم ہوچکے ہیں۔ایسے لوگوں کی سزا آیہ مبارکہ 87 میں سنادی گئی ہے کہ ان پر ہمیشہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہے۔اس لئے کہ وہ شیطان کی پناہ میں زندگی گزار رہے ہیں۔ان کی خوشحالی اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کیلئے وہ آزمائش کا باعث بنے رہیں۔یہ لوگ اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام سلیم طبع انسانوں کی لعنت کے طوق میں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی اتباع میں فرشتے اور سلیم طبع لوگ تو کیا پورے کا پورا ماحول اور فضا ان سے نفرت کرتی ہے۔جو چیزیں ان کے استعمال میں ہیں وہ بھی ان سے نفرت کرتی ہیں لیکن قانون خداوندی کے تحت دنیاوی زندگی میں ان کو ڈھیل دی گئی ہے۔مرنے کے بعد عالم برزخ میں وہ وہاں پر ساری نوع انسانیت کی نفرت کا سامنا کریں گے۔اور آخرت میں ان کیلئے ہمیشگی کا جہنم کا عذاب ہے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ.

Marfat.com

586۔ توبہ اور اصلاح

آیہ مبارکہ 88 سب کیلئے خوشخبری ہے کہ راہ راست پر آنے کے دروازے بھی موت تک کھلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ناامید ہونے کی کوئی وجہ نہیں اگر یہ لوگ مطلقاً کافر نہیں ہوئے توبہ کر کے اور اپنی اصلاح کر کے وہ واپس اسلام کی برکات کے حقدار بن سکتے ہیں۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ اللہ تعالیٰ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے لیکن یہ رعایت انہی کیلئے ہے جو باغی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے باغیوں کیلئے توبہ کے دروازے اسطرح بند ہوجاتے ہیں کہ ان کا دل ودماغ واپس رجوع کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ان کی حالت کا نقشہ آیہ مبارکہ 90 میں دیا گیا ہے۔ ایسے گئے گزرے کافروں کیلئے توبہ کے راستے خودبخود بند ہوجاتے ہیں۔

587۔ تاحیات مرتد

ان پکے روگردانوں اور مرتدوں کیلئے اصلاح کی تمام راہیں مسدود ہوجاتی ہیں۔ آیہ مبارکہ 90 میں کہا گیا ہے کہ اگر بالفرض محال یہ توبہ کرتے بھی ہیں تو ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ۔ چنانچہ اپنے کفر کے بوجھ کے نیچے وہ کافر ہی مرتے ہیں۔ آیہ مبارکہ 91 اس بات کی خبر دیتی ہے کہ پھر ان کی طرف سے کسی طرح کا فدیہ، صدقہ یا اچھا کام بھی قبول نہ ہوگا۔ اگر فرض کرو وہ زمین کے برابر سونا اپنے فدیہ کے طور پر دینا چاہیں تو وہ بھی قبول نہیں ہوگا۔ مرنے کے بعد ان کے خود دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے آیہ مبارکہ سے ہم یہ مطلب لیتے ہیں کہ اگر وہ جو لوگ ارتداد کی حالت میں مرجاتے ہیں اگر ان کے بعد ان کے وارثین، اولاد، دوست ان کی بخشش کیلئے جس قدر بھی فدیہ صدقات ان کی بھلائی کیلئے دیں یہ کسی کام کا نہیں ہوگا۔ عام مسلمانوں کو ان کی وفات کے بعد ان کیلئے کی گئی نیکیاں پہنچتی ہیں، ان کے فدیے میں کئے گئے صدقات اور عبادات کا بھی ان کو احسن بدل ملتا ہے، صدقہ جاریہ کے فوائد سے وہ بھی مستفید ہوتے ہیں لیکن مرتدوں کیلئے کچھ نہیں۔ ان کیلئے عذاب دردناک اور ان کی کوئی مدد نہیں کرسکتا ہے۔

588۔ مرتد کی سزا

جیسا پہلے کہا گیا ہے کہ اصلاح اور توبہ کا دروازہ موت تک ہر ایک کیلئے کھلا ہے۔ آیات کریمہ 85 سے 91 سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مرتد کیلئے بھی توبہ اور اصلاح کا دروازہ کھلا ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْ

Marfat.com

رَّحِیْم ۔گنہگار سے گنہگار جب اللہ تعالیٰ کی طرف واپس مڑ آتا ہے تو اسکی رحمت کا دروازہ کھلا پائے گا اب اگر وہ توبہ کرے اور عزم کر لے کہ آئندہ وہ جرم سرزد نہ ہوگا، تب توبہ قبول ہوگی اور گناہ معاف ہو جائیں گے۔لیکن اگر توبہ کے بعد پھر وہی پرانے لچھن تو ایسے شخص پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔آیہ مبارکہ 90 سے یہ بات واضح ہے کہ عادی گمراہوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی بہر حال توبہ کی قبولیت ہمارے رب کی شان ہے اس لئے اس سے توبہ مانگتے رہو اور ساتھ گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کرو۔انشاء اللہ سیدھا راستہ بھی مل جائے گا اللہ تعالیٰ کی ان مہربانیوں کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ ارتداد کے مرتکب شخص کو فوری سزا نہ دی جائے بلکہ اسے بھی سدھرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔
البتہ اگر اس کا ارتداد اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کے زمرہ میں آتا ہے تو شرعی عدالتیں مروجہ شرع کے مطابق ان کا فیصلہ کریں۔

آیہ مبارکہ 91 میں تھا کہ اگر مرنے کے بعد کسی کافر کیلئے پوری زمین جتنا سونا بھی فدیہ میں دیا جائے تو اس کیلئے فائدہ مند نہیں۔ اس لئے کہ موت سے نیکی کمانے کے سارے مواقع ختم ہو جاتے ہیں لہٰذا جو کچھ خرچ کرنا ہے تو زندگی میں ہی کر لو۔دراصل نیکی قربانی میں ہے۔یہ سبق ہمیں اگلی آیت سے ملتا ہے۔

﴿پارہ ۴......لن تنالوا﴾

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

92۔ ہرگز نہ پا سکو گے تم بھلائی یہاں تک کہ تم خرچ نہ کرو (اللہ تعالیٰ کیلئے) ان (چیزوں) میں سے جن کو تم عزیز رکھتے ہو۔اور جو تم خرچ کرو گے کوئی چیز تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔

589۔ بھلائی اور نیکی کیسے ملے گی؟

یہ فیصلہ کن آیت ہے۔بڑے ہی واضح الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ بھلائی اور نیکی کیسے ملے گی۔بے شک جسمانی عبادات بھی نیکی ہیں۔ذکر و اذکار بھی نیکیاں کمانے کا ذریعہ ہیں لیکن یہ فرمان کہ ہرگز نہ تم پا سکو گے نیکی حتیٰ کہ خرچ کرو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ چیزیں جو تمہیں محبوب ہیں، تو دراصل نیکیاں اپنی پسند کو اللہ تعالیٰ کی پسند پر قربان کرنے میں ہے۔نمازوں، ذکر و اذکار سے اطمینانِ قلب تو مل سکتا ہے لیکن آیہ مبارکہ 92 کے مطابق بھلائی نہیں ملے گی۔بھلائی صرف اور صرف اپنی محبوب اور دل پسند چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضا کیلئے خرچ کرنے میں ہے۔

محبوب اشیاء میں مال و متاع، جسم و جان کا آرام اور جاہ و منصب سب شامل ہیں۔یعنی نیکی اپنے آرام کو اللہ تعالیٰ کیلئے قربان

کرنے میں ہے۔ مثلاً دل نیند کو چاہتا ہے لیکن آپ بستر چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو یہ نیکی ہے یا آپ کو مال ومتاع کی ضرورت ہے لیکن آپ اپنی ضرورت کو پیچھے ڈال کر کسی ضرورت مند کی حاجت روائی کرتے ہیں تو یہ نیکی ہوئی۔ اپنے عہدہ یا رتبہ اور سوسائٹی میں اپنے مقام کو لوگوں کی بھلائی کیلئے استعمال کرنا نیکی ہوگا۔ سورہ الماعون کے مطابق تو یتیم اور بے سہارا بچوں کی تعلیم وتربیت پر خرچ کرنا اور مساکین کے طعام کا انتظام کرنا فرائض اولیٰ میں شامل ہیں اور اگر کوئی ان فرائض سے غفلت برتتا ہے تو یہ بات دین کے جھٹلانے کیلئے ہے۔

آیت کا دوسرا حصہ "اور جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔" اخلاص نیت کی تعلیم دیتا ہے یعنی اگر تم نے ریاء اور نمود کیلئے خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ آپ کے خرچ کرنے میں اس کی رضا نہیں تھی؟ یعنی نیت کا خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں، فرض زکوٰۃ کی ادائیگی، نفلی صدقات اور ہر طرح سے بنی نوع انسان کی بھلائی کے کام کرنا اور اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق کی دیکھ بھال کے کام شامل ہیں۔ سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ کسی طرح انسان کو جہنم سے بچالیا جائے۔ اس لئے اسلام کی تبلیغ کا کام بھی بہت بڑا درجہ ہے۔ آیہ مبارکہ 92 واضح طور پر یہ بتاتی ہے کہ اگر کوئی آدمی اللہ کی مخلوقات کی بھلائی کیلئے اپنا مال ومتاع وقت، وقار، دماغ، زبان یا ہاتھ غرض اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا اور اسکی بجائے صرف ذاتی عبادات کے اوپر زور دیتا ہے تو سخت دھوکے میں گرفتار ہے۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کیلئے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ فرمایا: **خیر الناس من ینفع الناس.**

590۔ باعثِ برکت

لفظ 'بِـرّہ' عربی زبان میں وسعت کا ہم معنی ہے۔ اسی لئے وسیع صحرا کو بھی برّہ کہا جاتا ہے۔ اس مناسبت سے آیہ مبارکہ **لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ** کا مطلب یہ ہوگا اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ خرچو جو تمہیں بہت محبوب ہے۔ تو اس کی طرف سے برکت اور وسعت کا نزول ہوگا۔ قرآن کریم میں ہی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے، صدقات کو بڑھاتا ہے پھر صدقات کا انعام سات سے سات سو گنا تک کہا گیا ہے۔ جبکہ بخل غربت کا باعث ہے انفاق فی سبیل اللہ تعالیٰ دولت کو گردش میں رکھتا ہے۔ جدید معاشی نظریات بھی یہی ہیں کہ دولت جتنے زیادہ ہاتھ گھومے اتنی ہی زیادہ معاشی ترقی ہوتی ہے۔

چنانچہ آیہ مبارکہ 92 دنیا میں بھی وسعت برکت اور خوشحالی کا نسخہ ہے اور آخرت میں نیکیوں کی بہتات کا ذریعہ ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا وہ مال خرچ کریں جو بہترین ہو۔ افسوس کہ عام طور پر لوگ اپنی ردی، بیکار یا ضرورت سے بچا ہوا مال خیرات کرتے ہیں۔

صحابہ کرام نے جب یہ آیت اتری تو اپنی بہترین اور عزیز چیزیں اللہ کی راہ میں دینا شروع کیں۔ مثلاً حضرت ابوطلحہ انصاری رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مدینہ منورہ میں بہترین کھجوروں کا باغ صدقہ کر دیا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہمانوں کیلئے اپنا بہترین اونٹ ذبح کر ڈالا۔ افسوس کہ آج کا مسلمان جو صدقہ وخیرات کرتا ہے وہ اپنے ردی مال کا کرتا ہے بھلاوہ پھر آیہ مبارکہ میں وعدہ برّہ کا کیسے حق دار بن سکتا ہے؟ کھانے پینے کے صدقات میں یہی احتیاط لازم ہے۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کسی غریب کو وہ کھانا کھلاتے ہیں جو آپ کے اپنے سٹینڈرڈ سے نیچے ہے تو وہ کیسے قابل قبول ہوگا؟ اگلی آیات کریمہ میں کھانے کے متعلق ہدایات ہیں فرمایا

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۹۳﴾

93۔ تمام (پاک) غذائیں بنی اسرائیل کیلئے حلال تھیں سوائے ان کے جو اسرائیل (یعقوب علیہ سلام) نے تورات کے نزول سے پہلے اپنے نفس پر حرام کر لیں تھیں۔ آپ (ﷺ) ان سے کہو لاؤ تورات، پھر پڑھوا سے، اگر تم (اپنے اعتراض میں) سچے ہو۔

فَمَنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۹۴﴾

94۔ پس اس کے بعد جو لوگ اپنی بنی بنائی جھوٹی باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں پس وہی درحقیقت ظالم ہیں۔

قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۵﴾

95۔ کہہ دو اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، لہٰذا تم یکسو ہو کر ابراہیم کے دین کی پیروی کرو جو حق پسند تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں نہیں تھا۔

591۔ حرام اور حلال کی مصنوعی تقسیم

آیت مبارکہ 92 میں فیصلہ کن بات کہ نیکی کیا ہے، برکت کس میں ہے واضح کرنے کے بعد اگلی آیات میں یہود کے لاحاصل جھگڑوں کا ذکر ہے جن کے حلال حرام پر وہ بڑے سخت تھے اور اس کام کو وہ بڑی نیکی قرار دیتے۔ دراصل ان کا وطیرہ حقیقت کو جھٹلانا اور اپنی طرف سے باتیں گھڑ کر انہیں دین کا حصہ بنانا رہا ہے۔ مثلاً انسان کیلئے اس کا کھانا پینا بڑا اہم ہے۔ یہود نے جہاں بھی بلا سند بہت سی کھانے والی چیزوں کو حرام قرار دیا تھا۔ جب اسلام نے کہا کہ ہم اولین رسولوں کے بھی پیروکار ہیں تو وہ مسلمانوں سے بحث کرتے کہ اگر ایسا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کی حرام شدہ چیزوں کو جائز کیوں قرار دیتے ہو۔ مثلاً یہود اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حرام قرار دیتے تھے۔ انہیں آیہ مبارکہ 93-94

Marfat.com

میں بتایا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حرام نہیں بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسی بیماری کی وجہ سے ان کا استعمال اپنے اوپر کر نا بند کر لیا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی ایسا کرنا شروع کر دیا اور بعد میں یہود نے انہیں مطلق حرام قرار دیا۔ پھر جب تورات اتری تو اگرچہ اس میں انہیں حرام حلال کا بتایا گیا تھا لیکن یہود نے اپنے باپ دادا کی تقلید میں اس کو بھی نہیں مانا۔ ان کی اس روش کی آیت 94 میں مذمت فرمائی گئی ہے۔ فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

آیہ مبارکہ 95 میں بتایا گیا ہے کہ دین کو مشکل نہ بناؤ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح حق پسند بن کر جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسے قبول کر لو۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔ پس وہی حرام ہے باقی سب کچھ حلال ہے۔ آج کے ان مسلمانوں کیلئے بھی یہاں بہت اہم سبق ہے جو قرآن کریم کی حرام کردہ چیزوں کے علاوہ بھی ایک لمبی لسٹ رکھتے ہیں کہ یہ حرام ہے لیکن جب عمل کی بات آتی ہے تو پھر ان پر عمل نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ آیہ 93 سے ظاہر ہے کہ جو قرآن میں نہیں ہے اسے قرآن کہنا کتنا سخت معیوب ہے اور یوں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا بہت بڑا ظلم ہے۔

اگلی آیات کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے بیت اللہ کے متعلق ہیں فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

96۔ بے شک پہلا گھر جو (اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے) بنی نوع انسان کیلئے بنایا گیا ہے وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ بڑا بابرکت اور (سرچشمہ) ہدایت ہے۔ تمام جہانوں کیلئے۔

فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾

97۔ اس میں روشن واضح نشانیاں ہیں۔ (انہی میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے۔ جو (بیت اللہ) میں داخل ہو جاتا ہے وہ ہر (خطرہ سے) امن میں ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کیلئے بنی نوع انسان پر اس گھر کا حج (فرض ہے بشرطیکہ) کوئی طاقت رکھتا ہے وہاں تک پہنچنے کی، اور جو کوئی (کعبۃ اللہ کی حرمت سے) انکار کرے (وہ جان لے) کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے غنی بے نیاز ہے۔

Marfat.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

98۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمایئے اے اہل کتاب تم کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیات سے اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس پر کہ جو کچھ تم کرتے ہو۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

99۔ آپ فرمادیجئے! اے اہل کتاب، تم کیوں روکتے ہو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے اسے جو ایمان لایا ہے تم چاہتے ہو (صراط مستقیم کی بجائے) ٹیڑھا راستہ، حالانکہ تم خود (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راستی کے) گواہ ہو۔ اور (تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے ان (کرتوتوں) سے جو تم کرتے ہو۔

592۔ پہلا گھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے

کرہ ارض پر دو گھر اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کیلئے زمانہ قدیم سے موجود ہیں۔ مکہ میں بیت اللہ اور فلسطین میں بیت المقدس مسلمانوں کیلئے دونوں ہی بڑے قابل حرمت ہیں لیکن یہود بیت المقدس کو اول قرار دیتے ہیں۔ آیہ مبارکہ 96 یہود کی اس بات کو رد کرتی ہے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا پہلا گھر مکہ میں خانہ کعبہ ہے۔ جبکہ بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت بعد پیدا ہوئے تھے نے بنایا تھا۔ ان سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (آج سے تقریباً 4200 سال پہلے) مکہ شریف میں خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کیلئے بنایا تھا۔ یہ وہی مقام ہے جس پر آدم علیہ اسلام نے اپنے اور اپنی اولاد کیلئے دنیا پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے پہلا گھر بسایا تھا تاکہ وہ بھی اپنے رب کی ایسے ہی عبادت کریں جیسے فرشتے بیت المعمور کے ارد گرد طواف کرتے ہیں۔ یہ اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ خانہ کعبہ کو ہر لحاظ سے اولیت حاصل ہے۔

593۔ مکہ کی برکت اور رحمت

آیہ مبارکہ 96 میں فرمایا گیا ہے کہ مکہ بڑا بابرکت اور سرچشمہ ہدایت ہے تمام جہانوں کیلئے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ

Marfat.com

لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے روحانی اور مادی برکات رکھ دی ہیں۔ مثلاً حج نہ صرف ایک بہت بڑی عالمی عبادت ہے بلکہ انسانیت کا اکٹھ بھی ہے۔ نوع انسانی کا یہ سب سے بڑا سالانہ اجتماع ہے جہاں ہر نسل، قبیلہ، علاقہ کے لوگ ہر سال کلمہ واحدہ پر اکھٹے ہوتے ہیں سب کا ایک ہی جذبہ ہوتا ہے لبیک اللّٰھم لبیک۔ میں حاضر ہوں میرے مولا میں حاضر ہوں۔ اس سرزمین کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ یہاں ہر جاندار کیلئے مکمل امن ہے۔ جب سے بیت اللہ بنا ہے تاریخ گواہ ہے کہ یہ امن کا گہوارہ ہے۔ اس کی برکات کا یہ حال ہے کہ یہاں کی ایک نماز دوسری مساجد کی ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ یہی حال باقی تمام عبادات کا ہے۔ جہاں تک طبعیاتی برکات کا مسئلہ ہے مکہ ہمیشہ سے اگرچہ یہ بنجر علاقہ ہے، پھر بھی کھانے پینے کی چیزوں خصوصاً پھلوں کی اس میں بہتات ہوتی ہے۔ بے آب و گیاہ سرزمین میں اس قدر تازہ پھلوں اور سبزیوں کے ڈھیر اور صاف اور مصفا پانی کی بہتات۔ آیہ پاک 96 کی سچائی کا زندہ ثبوت ہے جہاں تک اسکے حج کی بات ہے اگرچہ یہ علاقہ دشوار گزار ہے لیکن پچھلے ساڑھے چار ہزار سالوں سے دنیا میں سالانہ اجتماع کا اس سے بڑا کوئی اور مقام نہیں ملتا جہاں ہر سال لاکھوں کروڑوں لوگ حج اور عمرہ کیلئے آتے ہیں اور ہدایت پا کر واپس جاتے ہیں۔

594۔ روشن نشانی

آیہ مبارکہ 97 میں بتایا گیا ہے کہ بیت اللہ میں روشن واضح نشانیاں ہیں۔ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وحدت، انسانیت کی وحدت اور دین کی وحدت کا دنیا میں واحد ایک نشان ہے۔ یہاں ملک ملک سے لوگ اپنے رب کی پرستش کیلئے چلے آتے رہے ہیں۔ رات دن میں کوئی وقت نہیں گذرتا جب اس گھر کا طواف نہ ہو رہا ہو۔ اسی گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقریباً ساڑھے چار ہزار سال پرانے آثار ہیں جو بتاتے ہیں کہ کیسے ایک باپ بیٹا مل کر اللہ تعالیٰ واحد کی عبادت کیلئے حضرت آدم علیہ السلام کی بنائی ہو عمارت کی بنیادوں پر اس کی تعمیر کر رہے تھے۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر آپ علیہ السلام کے پاؤں کے نشان باقی ہیں۔ اس پر کھڑے ہو کر آپ روے لگاتے تھے۔ یہیں پر حیران کن معجزاتی آب زم زم کا وہ چشمہ ہے جس کا پانی حاجی اور زائرین دنیا بھر میں لے کر جاتے ہیں، وہاں کے قیام کے دوران بھی آزادی سے استعمال کرتے ہیں لیکن نہ یہ پانی کبھی ختم ہوتا ہے نہ ہی خراب ہوا ہے بلکہ ہر آدمی جو وہاں حج اور عمرہ کیلئے گیا ہے وہ یہی بتائے گا کہ زم زم کا پانی پینے سے اس کے جسم کی بیماریاں بھی دور ہو گئیں اور طاقت بھی خوب رہی۔ بیت اللہ کی ایک نشانی حجر اسود ہے جو جنتی پتھر ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں اب تک اربوں انسان اس کو بوسہ دے کر یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہم سب ایک ہیں اور ہمارا دین اسلام ہے۔ اس کے بوسہ میں جو اطمینان اور سکون ہے وہ تجربہ ہی سے بیان ہو سکتا ہے۔ اسی بیت اللہ میں حطیم کا مقام ہے جہاں عبادت کیلئے لوگ باری کا انتظار کرتے ہیں یہ وہ جگہ ہے جہاں معلوم نہیں حضرت اسمٰعیل اور ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ بھی کتنے پیغمبر ہیں آرام فرما ہیں۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

Marfat.com

595۔ حج کی فرضیت

آیہ مبارکہ 97 میں ایک عالمی حکم ہے جو ہر ایک انسان کیلئے ہے فرمایا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۔ یوں حج بنی نوع انسان کے ہر فرد پر فرض ہے اگرچہ اس کا تعلق کسی بھی قوم وملت سے ہو۔ اور جو کوئی اس حکم کا انکار کرے گا۔ آیت مبارکہ۔ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۔ اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بے نیاز ہے۔ وہ یقیناً اس کے غضب کے حقدار ہیں۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں تشریح کی گئی ہے جو شخص طاقت رکھتا ہے یعنی آنے جانے کا خرچ برداشت کر سکتا ہے صحت ہے کہ سفر کر سکتا ہے اور امن امان ہے کہ پہنچنا ممکن ہے تو پھر بھی اگر وہ حج کے سفر پر نہیں جاتا تو اللہ تعالیٰ اپنے اس حق کے بارے میں اس سے ضرور سوال کرے گا۔

حج دراصل امت کی وحدت کا سالانہ عملی ثبوت ہے اور تمام انسانوں کا خواہ وہ گورے ہوں یا کالے ہوں امیر ہوں یا غریب ہوں، بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں عالم ہوں یا جاہل ہوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانیت اور اسلام میں برابری کا عملی اظہار ہے۔ سبھی پکارتے ہیں لبیک اللھم لبیک حاضر ہیں اے رب ہم حاضر ہیں۔ حج کے بارے یہ فرمان وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اس ذمہ داری سے مبرا نہیں ہوگا۔ خواہ کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم حج کے بارے اس سے پوچھ ہوگی۔ اس لئے غیر مسلموں کو بھی چاہیے کہ وہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہو کر اپنی اس اہم ذمہ داری کو پورا کر لیں ورنہ آخرت میں بہت زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔

596۔ اہل کتاب کا خصوصی معاملہ

آیہ مبارکہ 98 خصوصی طور پر اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو یہ یاد دہانی کرواتی ہے کہ اگر انہیں اپنے انبیاء اور کتابوں کے ذریعہ بیت اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حج بیت اللہ کی اہمیت کا علم ہے انہیں تو کفر نہیں کرنا چاہیے۔ اگر وہ انکار کرتے جاتے ہیں تو ان کا کفر سب سے بدتر ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں تک اسلام نہیں پہنچا وہ تو معاف ہو جائیں لیکن ایسے انکار کرنے والوں کا کیا بنے گا؟ ان کے انبیاء تو خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود شہادت دے چکے ہیں اور وہ خود بھی مسلمان تھے۔ اگر یہ اسلام کا انکار کرتے ہیں تو یہ اپنے نبیوں کے پیروکار بھی نہیں رہے۔

لیکن افسوس جیسے کہ آیت مبارکہ 99 سے ظاہر ہوتا ہے کہ نصاریٰ اور یہود نہ خود راہِ راست پر آتے ہیں نہ دوسروں کو آنے دیتے ہیں بلکہ جیسے کہ آپ دیکھتے ہیں وہ اسلام اور لوگوں کے درمیان اپنی ہٹ دھرمی اور ضد بازی سے بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ وہ اس وقت دنیا بھر میں بے دینی پھیلانے کے لیڈر ہیں اور اخلاق باختگی کا نمبرون باعث ہیں۔ اسلام کے خلاف زہر افشانی کرتے رہتے ہیں۔ یوں آیہ مبارکہ

Marfat.com

99 یہود ونصاریٰ کے بارے پیشگوئی ہے کہ وہ سیدھے راستے پر نہ خود آئیں گے اور نہ ہی لوگوں کو آنے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس رویہ سے غافل نہیں۔ ایک مہلت ہے جو دی جارہی ہے۔ وقت آنے پر ان کا یہ گھناؤنا کھیل ختم ہوجائے گا اور موت کے بعد تو ضرور ہی ان سب کو اپنے بھیانک انجام کا سامنا کرنا ہوگا۔

اگلی آیات کریمہ مسلمانوں کو تنبیہ کررہی ہے کہ اہل کتاب کی باتوں میں نہیں آنا۔ ان کے پروپیگنڈے سے بچ کر رہنا ہے وہ تمہیں اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کرتے رہیں گے، اس لئے تم نے اپنے آپ کو بچانا ہے۔ فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾	100۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اگر تم اطاعت کرو گے، کسی (یعنی یہود ونصاریٰ کے) فریق کی ان لوگوں میں سے جو دیے گئے تھے کتاب تو وہ لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں کفر میں واپس، تمہارے ایمان لانے کے بعد بھی۔
وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع ۱۰	101۔ اور تم کیونکر کفر کرو گے حالانکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا رسول (موجود) ہے اور (یاد رکھو) جس نے مضبوطی سے اللہ تعالیٰ کی رسی (اسلام) کو پکڑا وہ ضرور بہ ضرور ہدایت پا گیا صراطِ مستقیم پر۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾	102۔ اے لوگ جو ایمان لائے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ہے۔ (خبردار) تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ	103۔ اور مضبوطی سے پکڑ لو اللہ تعالیٰ کی رسی سب مل کر اور فرقہ فرقہ نہ ہوجاؤ اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت جو اس نے تم پر فرمائی ہے کہ تم پہلے (باہم) دشمن تھے، پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ پس تم بن گئے اس کے فضل سے بھائی بھائی اور تم کھڑے تھے آگ کے

Marfat.com

النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

گڑھے کے دہانے پر، پس اس نے تمہیں بچا لیا اس سے۔ یونہی اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے تمہارے لئے اپنی آیات تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

597۔ یہود ونصاریٰ سے بچو

پچھلی آیات میں اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کو ہدایت کی جارہی تھی کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے مت روکیں۔ اب مسلمانوں سے کہا جارہا ہے کہ ان کی اطاعت سے بچو۔ اس ضمن میں آیت مبارکہ 100 مسلمانوں کی سیاست، ان کی معاشرت اور ان کے دین کی حفاظت کیلئے سنگ میل ہے اور ایک بہت بڑی وارننگ ہے۔ فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۔ یہ کہ یہود ونصاریٰ میں سے بہت سے اپنی مسلم اور اسلام دشمنی میں کبھی باز نہیں آئیں گے۔ مسلمانوں کی 1450 سال کی تاریخ قرآن کریم کی ان آیات کی سچائی کی گواہ ہے۔ پچھلی چار پانچ صدیوں میں جب سے ان کے ہاتھ میں طاقت آئی ہے وہ کھل کر مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں لیکن اس میں بھی انہیں بہت کم کامیابی ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ آیت مبارکہ 101 میں بتائی گئی ہے کہ یہ قرآن کریم کی تعلیمات اور برکات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے۔ جن مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے وہ کبھی بھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ لیکن عیسائی مشنریاں اس پر بھی بہت خوش ہونگی کہ مسلمان اسلامی تہذیب چھوڑ کر مغربی تہذیب کا خوگر ہو جائے۔ افسوس، مسلمانوں پر کہ آج عیسائی مشنریاں اپنے اس پروگرام میں کامیاب ہوتی نظر آرہی ہیں۔ ان کے تہذیبوں کے باہمی ٹکراؤ (Clash of Civilizations) کے فتنہ کے مدنظر بھی ان کا اسلام کے خلاف تعصب اور حق کے پھیلنے کا خوف ہے۔ وہ ہر قیمت پر چاہتے ہیں کہ اسلام کو بحیثیت ایک دین کے بے اثر کر دیا جائے اور مسلمان ان کی بے دین تہذیب کو اپنالیں۔ افسوس کہ روشن خیالی (Enlightenment)، اور ماڈریٹ اسلام (Moderate Islam) جیسی مغربی اصطلاحیں لیکر اب نام نہاد مسلمان بھی کافروں کا کام کر رہے ہیں۔

598۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو

مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ان فتنوں سے بچاؤ کا نسخہ آیہ مبارکہ 101 کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ جو کوئی مظبوطی سے پکڑے رکھے گا اللہ تعالیٰ کی رسی کو، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور ہدایت ملتی رہی گی۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ اللہ تعالیٰ کے یہ بندے کبھی بھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ بلکہ وہ تمام فتنہ بازوں کے سامنے ڈھال ہیں۔ یہود ونصاریٰ نے ایسے

Marfat.com

ہدایت یافتہ لوگوں کو کمتر ثابت کرنے کیلئے بنیاد پرست رجعت پسند، اسلامی دہشت گرد، خطرہ کی اصطلاحیں گھڑ لیں ہیں لیکن بفضل خدا دشمن دین ان کے خلاف کچھ بھی کر لیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے انشاء اللہ وہ ان کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے یہ بندے کفر سے ڈرنے والے یا جھکنے والے ہیں۔

599۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے

حق بات یہ ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اسے کوئی نہیں ڈرا سکتا۔ حکم ربی ہے **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ** یعنی مومنین اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ہے۔ ان کو صرف ایک ہی ڈر ہے کہ کہیں ان کا رب ان سے ناراض نہ ہو جائے۔ یہ سچے متقی ہیں ان کی دعا یہ ہے کہ اخیر بہتر ہو، مرتے وقت کلمہ نصیب ہو جائے۔ مریں تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مریں زندہ رہیں تو اس کی رضا کیلئے زندہ رہیں۔

آیہ مبارکہ 102 مومنین کیلئے ایک بہت بڑی نصیحت ہے کہ مخلوق سے خوف نہ کھائیں۔ ڈریں تو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ یہود و نصاریٰ تمہیں دنیاوی خطرات سے ڈراتے رہیں گے لیکن کسی سے ڈرنے کا اگر حق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر اس سے ڈرو گے تو باقی تمام چیزوں مثلاً بھوک، بیماری، کمزوری، دشمن کے خوف سے اللہ پاک تمہیں اپنی پناہ میں لے آئے گا اور وہ تمہیں خوشحال طاقتور ترقی یافتہ کر دے گا۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ عرب جن کی کوئی تاریخ نہیں تھی جب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگے تو زمین ان پر کھول دی گئی اور دنیا ان سے ڈرنے لگی۔ ترک جب اللہ تعالیٰ کے ہو گئے تو انہیں زمین کی خلافت مل گئی۔ غرض جس قوم نے بھی اللہ تعالیٰ پر تقویٰ اختیار کیا دنیا اس کے سامنے سربسجود ہو گئی۔ اس لئے آؤ کہ تہیہ کر لیں کہ ہم ماسوائے اللہ تعالیٰ کسی سے نہیں ڈریں گے اور صرف اسی کے احکام کی تابعداری کریں گے اور یوں مسلمانی کی حالت میں رہتے ہوئے اپنے مالک حقیقی کے پاس جائیں گے۔

600۔ امت واحدہ

"مسلمان بن کر رہنا اور مسلمان کے طور پر مرنا" **وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ** کا مقام کیسے حاصل ہو گا۔ اس کا جواب آیت 103 میں ہے۔ **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا** پہلی بات ہے مضبوطی سے پکڑ لو اللہ تعالیٰ کی رسی کو۔ اور ہرگز جدا جدا نہ ہونا" یعنی امت واحدہ بن جاؤ فرقہ بازی سے نہ بٹ جانا، اس میں تمہاری بقا اور نجات ہے۔ اگر اتحاد ٹوٹ گیا تو دشمن تم پر دوڑ آئے گا۔ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اتحاد میں طاقت ہے اسی بات کو بقیہ آیت مبارکہ 103 میں مسلمانوں کی تاریخ کے حوالہ سے سمجھایا جا رہا ہے۔ اسلام سے پہلے مکہ اور مدینہ کے لوگ آپس میں لڑائی جھگڑا کرتے تھے۔ باہمی نفاق نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ مدینہ کی ساری مقامی آبادی وہاں کے چند یہودی قبائل کے سامنے بے بس تھی۔ نہ صرف یہ کہ وہ کمزور تھے بلکہ غریب اور جاہل بھی تھے۔ نہ عزت نہ

Marfat.com

امن وامان، دشمن کی حکمت عملی تقسیم کرو اور حکومت کرو (Divide and Rule) کے وہ بری طرح شکار تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا نبی اسلام لے کر سوئے یثرب آیا اور صدیوں سے باہم برسر پیکار قبائل کو شیر وشکر کر دیا۔ ان کے دلوں میں اسلام کی برکات کے نتیجہ میں باہمی الفت ڈال دی گئی۔ وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور یوں وہ تباہی سے بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا امام بنا دیا۔ جس کی تاریخ میں مثال ملنا مشکل ہے۔ جیسے آیت مبارکہ کے آخر میں کہا گیا ہے "یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لئے اپنی آیات" یہ سب برکات انہیں قرآن کریم کی آیات پر غور وفکر اور عمل کرنے کی وجہ سے ملیں۔

آج بھی مسلمان اگر عہد رفتہ کی عزت اور اقوام عالم میں ایسا کھویا ہوا مقام پانا چاہتے ہیں تو ان کیلئے واحد ایک ہی راستہ ہے "سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اسلام) کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ بازی سے بچو اور باہم بھائی بھائی بن جاؤ"۔ پھر دیکھو اپنی شان۔ یہود ونصاریٰ ہنود اور تمام بے دین مل کر بھی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ افسوس کہ مسلمان فرقہ فرقہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ کر نہ صرف خود ذلیل ہو رہے ہیں بلکہ انسانیت بھی گمراہی میں بھٹکتی ہی جاتی ہے اس لئے کہ انہیں ہدایت کی طرف جس نے لانا تھا وہ خود ہی بے ہدایتہ بن گیا ہے۔ اگلی آیات کریمہ مسلمانوں کی اس عظیم ذمہ داری کی بڑے صاف صاف الفاظ میں یاددہانی کرواتی ہیں۔ فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

104۔ اور ضرور ہونی چاہیے تم میں ایک جماعت جو بلائے خیر کی طرف اور حکم دے اچھے کاموں کا اور روکے برے کاموں سے اور یہی لوگ ہیں کامیاب وکامران۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾

105۔ اور نہ ہو جانا تم ان لوگوں کی مانند جو فرقوں میں بٹ گئے اور باہم اختلاف کرنے لگے۔ بعد اس کے آچکی تھیں ان کے پاس واضح دلیلیں۔
یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے ہے عذاب بہت بڑا۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۚ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

106۔ جس دن کہ روشن ہوں گے کئی چہرے، اور سیاہ ہوں گے کئی چہرے، تو وہ جو سیاہ رو ہوں گے ان سے کہا جائے گا، "کیا تم نے کفر اختیار کیا تھا بعد ایمان لانے کے"، پس اب چکھو عذاب بہ سبب اس کے جو تم تھے کفر کرتے۔

Marfat.com

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾	107۔ اور وہ جن کے روشن ہوں گے چہرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾	108۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں ہم انہیں پڑھتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ اور نہیں اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ظلم کرنے کا کائنات کیلئے۔
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ع ۱۱	109۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب معاملات۔

601۔ دعوت حق اور فلاحِ معاشرہ کا نظام

آیات کریمہ 102 اور 103 میں فرمایا گیا تھا کہ" اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو"۔ اب آیہ مبارکہ 104 میں بتایا گیا ہے کہ ان باتوں پر عمل کیلئے ضروری ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو بھلائی کی دعوت دے اور شر سے روکے۔ جب تک مسلم معاشروں میں یہ کام پراثر اور احسن طریقوں سے ہوتا رہے گا وہ کامیاب وکامران ہوں گے۔ اور جو لوگ خیر کی طرف بلانے والے ہیں اور برائی سے روکنے کی ذمہ داری پورا کر رہے ہوں گے وہ اللہ کے نزدیک صحیح فلاح یافتہ ہیں۔ وہ اپنے لئے بھی اور معاشرہ کیلئے بھی باعث رحمت ہیں وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اس طرح کی جماعت کا قیام سارے معاشرہ کی ذمہ داری ہے۔

اس عمومی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ مسلم حکومتوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ ایسا محکمہ قائم کریں جس کا مقصد اور فرض لوگوں کو خیر کی دعوت، نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا ہو اور اس محکمہ کو چلانے والے وہ مسلمان ہوں جو خود خیر اور نیکی کا عملی نمونہ ہوں۔ تبھی ان کی بات کا اثر ہو گا۔ اگر مسلم حکومتیں ایسا نہیں کرتیں تو شہر اور محلہ کی سطح پر یہ لوگوں کا فرض بن جاتا ہے کہ وہ اپنے طور پر یہ فرض ادا کرنے کی تگ ودو کریں۔ یہ کام مسجد کی سطح پر ہونا تو لازمی ہے۔ چاہیے کہ مسجد کمیٹیاں اپنی مسجد کے حلقہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا یہ کام کریں۔ خطیب حضرات کیلئے جمعہ کا خطبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم دینے کا بہترین موقع ہے لیکن افسوس ان میں اکثر سیاسیات اور تفرقات کا شکار ہیں جن میں پڑ کر یہ لوگ عوام میں اپنا مقام بنا نہیں سکے۔

یاد رکھیں کہ خیر کی دعوت، اچھے کاموں کا حکم اور برائی سے روکنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں۔ یہ بڑی حکمت اور عقل وشعور کا کام

Marfat.com

ہے۔خصوصی طور پر اس کیلئے انسانی فطرت اور دنیا کے علوم میں بڑی مہارت چاہیے۔طبیعت جذباتی استحصالی،غصہ والی نہ ہو،صلح کن مسکراتی شخصیت ہی ضروری ہے۔اگر کوئی یہ شرائط پورا نہیں کرتا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عمل میں بہت اغلب ہے کہ وہ مسلمانوں میں فتنہ کا باعث بن جائے۔انہیں جوڑنے کی بجائے توڑنے کا محرک ثابت ہو۔بے شک فتنہ قتل سے بھی بدتر چیز ہے۔اس لئے خیر کی دعوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام صرف صاحب الرائے اور سمجھداروں کو ہی کرنا چاہیئے اور پھر یہ کام جماعتی سطح پر باہمی مشورہ سے کیا جائے۔

602۔ فرقہ بازی سے احتراز

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس عظیم کام میں مصروف لوگوں کیلئے آیہ 105 مشعل راہ ہے اگر حکمت کا فقدان ہوگا تو یہ کام فرقہ بازی کا باعث بھی بن سکتا ہے اس لئے فرمایا وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ لازمی ہے کہ مسلمان فرقہ بازی سے بچیں۔خصوصاً علماء اور مساجد کے کرتے دھرتوں امام اور موذنوں کیلئے بہت ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلک والے کی دل آزاری کی باتیں نہ کریں۔مساجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں جہاں تمام مسلمانوں کو برابر کے حقوق ملنے چاہیں۔تفرقہ بازی میں یہود اور نصاریٰ کی بدترین مثال ہے۔ان کے مذہبی فرقوں کے درمیان ہزاروں سالوں تک جنگیں اور قتل وغارت ہوتا رہا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ فرقہ باز پادریوں سے تنگ آ کر عملاً عیسائی مذہب ترک کر چکے ہیں۔

آیہ مبارکہ 105 میں سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح فرقہ بازی میں مبتلا نہ ہو جانا۔خبردار فرقہ بازی سے دور رہو۔ جب ایک اللہ،ایک رسول ایک قرآن ہے،تو امت بھی ایک کیوں نہ ہو؟ لیکن افسوس کہ ان واضح احکام اور آیات کے باوجود مسلمانوں کے بعض مذہبی اجارہ دار لیڈروں نے امت کو کئی ایک فرقوں میں تقسیم کر کے اس کی قوت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔آیہ مبارک کا فرمان کہ کتاب اللہ تعالیٰ کی روشن دلیلوں کے بعد بھی اگر یہ لوگ فرقہ بندی سے باز نہیں آتے تو پھر ان کیلئے عذاب عظیم ہے۔یہ صرف مرنے کے بعد ہی نہیں بلکہ عذاب عظیم یہاں ہی شروع ہو جاتا ہے۔وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

603۔ امر بالمعروف اور اتحاد

آج مسلمان حالت عذاب میں جو گرفتار ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دعوت الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام کو چھوڑ کر امت کو فرقہ بازی میں پھنسا دیا ہے۔اگر یہ کام کہیں ہوتا بھی ہے تو اتحاد کی بجائے باہم اختلاف کا باعث بن گیا ہے۔پھر ان کیلئے بہت بڑا عذاب کیونکر نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو ورنہ اللہ کسی ستم گر اور ظالم کو تم پر مسلط کر

Marfat.com

دے گا جو نہ تمہارے بوڑھوں کا احترام کرے گا نہ بچوں پر رحم کرے گا، تمہارے نیک اور صالح لوگ دعا کریں گے لیکن دعا قبول نہ ہوگی، وہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی مدد نہیں کرے گا، یہاں تک کہ یہ لوگ توبہ کریں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہیں کرے گا، (مجمع البیان) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ ''تمام نیک کام یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مقابلے میں ایک گہرے سمندر میں تھوکنے اور پھونکنے کی مانند ہے''۔ (نہج البلاغہ) اس کام کی اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن منکر کا طریقہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے سیکھیں۔ اس طریقہ میں سختی منع ہے۔ آسانی کی تعلیم دو۔ ان فرائض کو نہایت محبت و پیار اور لطف و کرم سے سرانجام دینا سنت طیبہ ہے۔ سخت مزاجی منع ہے۔

604۔ روشن چہرے۔ کالے چہرے

اس تنبیہ (warning) کے بعد کہ فرقہ بازی پھیلانے والے اور امت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں کا انجام عذابِ عظیم ہے، آیہ مبارکہ 106 یہ خبر دیتی ہے کہ فیصلہ کے دن لوگ دو گروہوں میں علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں گے۔ ایک وہ خوش قسمت ہیں جن کے چہرے روشن ہوں گے اور ایک گنہگار روسیاہ ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلایا اور کفر میں بڑھتے ہی گئے۔ ان میں نام نہاد مسلمان، ہندو، یہود و نصاریٰ اور کفریہ مذاہب کے سب لوگ شامل ہیں جنہوں نے اپنے مفاد کو آگے رکھا اور حق کو جان بوجھ کر ٹھکرا دیا تھا۔

آیہ مبارکہ 106 یوم الدین کا نقشہ کھینچ رہی ہے۔ اس دن لوگوں کی پہچان ان کے چہرے کے نور یا سیاہی سے ہوگی۔ جیسے نور میں درجے ہیں یہ نور یا سیاہی ہمارے اعمال کی نسبت سے ہوگی۔ دنیاوی حیات میں اسکا نمونہ آپ کو چہروں کے تناؤ (Tension) میں نظر آئے گا۔ بعض لوگوں کے چہرے پرسکون Relaxed اور بعض کے خوفزدہ تنے ہوئے (Tense) نظر آتے ہیں۔ دراصل چہرہ انسان کے باطن کا عکس ہے (Face is the index of mind) لہٰذا یوم الدین کو نیکیاں نور بن کر چہروں پر چمکتی ہوں گی اور برائیاں سیاہی بن کر چہروں کیلئے پھٹکار ہوں گی۔ روشن چہرے والے اپنے نور کی روشنی میں راستہ پاتے اللہ کی رحمتوں والی جنت میں پہنچ جائیں گے ایسے خوش قسمت لوگ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے میں رہیں گے۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ.

605۔ انسان اپنے اوپر خود ظلم کرتا ہے

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ روشن چہرے اور کالے چہرے یہ سب لوگوں کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہ آدمی کے اپنے ہی اعمال اور خیالات ہیں جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ آیہ مبارکہ 108 اسی بات کو اس طرح واضح کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی پر ظلم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ وہ تو مطلق مالک ہے۔ ساری کائنات میں کیا اس کا کوئی مدمقابل ہے کہ وہ ظلم کرے گا؟ کیا اس میں کوئی کمزوری ہے کہ اپنی طاقت ثابت کرنے کیلئے وہ ظلم کرے؟ کیا اسے کوئی خوف ہے کہ وہ ظلم کرے؟ دراصل ظلم ظالم کے اندر ہی کسی نہ کسی

Marfat.com

کمزوری کو چھپانے کی کوشش ہوتی ہے۔

یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اس بات کا بھی اعلان ہے کہ دنیا میں ہر طرح کی تباہی کا ذمہ دار خود انسان ہے۔ اگر زلزلہ آتا ہے یا کوئی اور قدرتی آفت آتی ہے تو یہ بھی انسانوں کے اعمال کے ردِ عمل کے نتیجہ سے ہوتا ہے۔ اگر وہ اٹھنے کے بعد گرتے ہیں تو یہ بھی ان کی اپنی اخلاقی گراوٹ کی وجہ سے ہوگا۔ اس کے علاوہ بہت سارا ظلم ایک انسان کے ہاتھوں دوسرے انسان پر ہوتا ہے۔ ایک قوم دوسری قوموں پر کرتی ہے۔ پھر بلواسطہ ظلم بھی ہے، مثلاً مستقبل کی نسلوں کو ناقابلِ تلافی نقصان ماحول کی آلودگی سے ہوا تو اس کیلئے انہی کے باپ دادا ذمہ دار ہوں گے جنہوں نے بلا سوچے سمجھے زمین یا ہواؤں کو گندہ کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر ایک حق کو کھول کر بیان کر دیا ہے اور ظلم کی ہر شکل کو بھی نمایاں کر دیا ہے۔ اب یہ انسان پر ہے کہ وہ اس سے ہدایت لے کہ نہ لے۔ اللہ تعالیٰ مجبور نہیں کرتا۔ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ.

606۔ اصلاحی گروپ

اگلی آیات مبارکہ اس بات کی اہمیت کو مزید اجاگر کر رہی ہیں کہ اگر انسانیت تباہی کی قسمت سے بچنا چاہتی ہے تو ضرور بہ ضرور ایسے گروپ دنیا میں ہونے چاہئیں جو اسے بھلائی کی تعلیم دیں اور تباہی کی طرف جانے سے روکیں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے یہ کام بہترین کر سکتے ہیں۔ فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

110۔ تم بہترین امت ہو جو نکالی گئی ہے انسانیت کیلئے، (اسلئے کہ) تم حکم کرتے ہو معروف کاموں کا اور تم روکتے ہو برے کاموں سے، اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب (بھی) تو ضرور ہوتا یہ ان کیلئے بہت بہتر، ان میں بعض ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر ان میں فاسق ہیں۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

111۔ وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے سوائے تھوڑی سی آزار و اذیت کے اور اگر لڑیں گے تمہارے ساتھ تو تمہیں پیٹھ دکھا کر (بھاگ) جائیں گے اس کے بعد نہیں وہ مدد کئے جائیں گے (کہیں سے بھی)

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

112۔ مسلط کردی گئی ان پر ذلت اور رسوائی، جہاں کہیں بھی وہ پائے گئے۔ مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں آ گئے یا لوگوں کی وابستگی کے ساتھ (کہ لوگوں نے انہیں پناہ دے دی) اور یہ غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور مسلط کر دی گئی ان پر بیچارگی اور محتاجی، یہ (سب اسلئے ہوا کہ) یہ وہ تھے جو مسلسل اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کرتے تھے اور قتل کرتے تھے انبیاء کو ناحق۔ یہ سب کچھ اسلئے ہوا کہ انہوں نے مسلسل نافرمانی کی اور وہ (دوسروں کے حقوق پر) مسلسل زیادتی کرنے والے تھے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

113۔ (لیکن) وہ (اہل کتاب) سب یکساں نہیں، اہل کتاب میں ہی ایسے بھی لوگ ہیں جو (حق پر) قائم ہیں۔ وہ تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کا رات کے اوقات میں، اور وہ (اللہ تعالیٰ کے سامنے) سجدہ کرنے والے ہیں۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

114۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر (ایمان لاتے ہیں) اور حکم کرتے ہیں اچھے کاموں (امر بالمعروف) کا اور وہ روکتے ہیں برے کاموں سے (نہی عن المنکر) اور وہ جلدی کرتے ہیں بھلائی کے کاموں میں اور وہ صالحین میں سے ہیں۔

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

115۔ اور جو کوئی بھی بھلائی کے کام کرے، تو وہ ہرگز محروم نہیں کئے جائے گا (اس کے اجر سے) اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے متقین کو۔

Marfat.com

607۔ بہترین امت

آیہ مبارکہ 110 مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قابل فخر تحفہ ہے۔ اس میں انکا دوسری امتوں پر وجہ امتیاز کو واضح کیا گیا ہے۔ دوسری امتوں میں بھی کئی خوبیاں ہونگی لیکن مسلم امہ کی خاص خوبی یہ ہے کہ وہ انسانیت کی فلاح کیلئے آئی ہے۔ اسکا امتیاز یہ ہے کہ ان میں ہمیشہ ایسے لوگ موجود ہیں جو دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھانے، اچھی باتوں کی تعلیم دینے، اور بری باتوں سے روکنے کیلئے بے لوث محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکل پڑتے ہیں۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ آیہ مبارکہ 104 میں فرمایا گیا تھا کہ انفرادی سطح پر تم میں سے ایک ایسا گروہ ہمیشہ ہونا چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم کرتے رہے۔ (معروف و پسندیدہ اخلاق واطوار اور منکر ناپسندیدہ گناہوں کے کام ہیں) آیہ مبارکہ 110 میں بتایا گیا کہ بحیثیت مجموعی بھی مسلم امہ کا یہ شعار ہے کہ وہ معروف کے پھیلانے اور منکر سے روکنے کیلئے دنیا بھر میں عملی جدوجہد میں مصروف رہے۔ یعنی امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانیت کو جہنم کی آگ میں جلنے سے بچانے کی کوشش کرتی رہے۔ یہ انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ جب تک امت مسلمہ اس عظیم فریضہ کو ادا کرتی رہے گی وہ دنیا بھر میں بہترین امت تصور ہوگی اور بہترین امت کی برکات ان کے شامل حال ہوں گی لیکن اگر وہ اس فریضہ سے تساہل برتتے ہیں یا کرتے ہی نہیں تو وہ یہ مرتبہ کھودیں گے۔ افسوس کہ آج کا مسلمان اپنے اس فریضہ سے پہلوتہی برتنے کی وجہ سے ذلیل وخوار ہے۔ اگر ہم امت کی تعمیر نو کی بات کرتے ہیں تو اولین فریضہ تبلیغ اسلام کیلئے بھرپور کوششیں ہوگا۔

608۔ استطاعت اور اقتدار

آیہ مبارکہ 104 میں حکم ربی ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور پھر آیہ 110 میں مزید تاکید کیلئے دوبارہ حکم فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ خیر کی طرف بلانا یعنی اسلام کی تبلیغ وتعلیم اور معروف کا نفاذ اور منکر کا انسداد مسلمانوں کی ہر آبادی کیلئے فرائض کفایہ ہیں۔ اس کیلئے مندرجہ ذیل ضروری ہے۔

1۔ دعوت الی الخیر کیلئے تعلیم وتربیت کا نظام، نشرواشاعت کے ذرائع اور تبلیغی سرگرمیوں کیلئے باقاعدہ انتظامی ڈھانچہ قائم کرنا سب کی لازمی ذمہ داری ہوگی۔

Marfat.com

2۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام قائم کرنا وعظ و نصیحت سے اگلا کام ہے۔ اس کیلئے استطاعت اور طاقت کا ہونا ضروری ہے۔ اسلئے اس استطاعت کے حصول کیلئے عمل حددرجہ کرنا بھی لازمی ہے۔ مروجہ طریقوں سے حکومت حاصل کرنا بھی اس کام کا حصہ ہے۔

609۔ اہل کتاب کیلئے حکم

آیہ مبارکہ 110 کے دوسرے حصہ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ میں بتایا گیا ہے کہ اگر اہل کتاب بھی مسلمانوں کی طرح ایمان لے آتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے تو ان کیلئے وہ برکات ہوتیں جو باعمل مسلمانوں کیلئے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ ان میں سے کچھ مومن بھی ہیں لیکن افسوس کہ اکثریت اللہ تعالیٰ سے کیئے گئے وعدوں کو توڑنے والی (فاسق) ہے۔ اور وہ اپنی اسلام دشمنی کی روش پر قائم ہیں۔ دراصل آیت 110 کا اطلاق تمام فاسقین پر ہوتا ہے۔ خواہ انکا تعلق کسی بھی مذہب سے کیوں نہ ہو۔ فاسق وہ ہیں جو قانون الٰہی کو توڑتے ہیں یعنی جو انسانیت کی قدروں کا خیال نہیں کرتے اس لحاظ سے یہ آیت بے عمل مسلمانوں کیلئے بھی تنبیہ ہے۔ اگر وہ ہدایت کے فریضہ سے سستی کرتے ہیں، اللہ کے قانون کے خلاف زندگی گزارتے ہیں تو وہ بھی فسق میں گرتے جائیں گے۔

610۔ اہل کتاب میں مومنین

آیہ مبارک 110 کا اہل کتاب کے بارے یہ فرمان ہے کہ اگرچہ ان میں اکثر فاسق ہیں لیکن کچھ مومنین بھی ہیں مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ بہت قابل غور ہے اگرچہ ان میں مسلمان نہیں ہیں لیکن ان میں بعض میں کچھ مومنانہ کردار باقی ہے۔ یہ لوگ ہیں جو اپنے نبی کی تعلیمات پر ایمان لاتے ہیں اور صدق دل سے عمل کرتے ہیں اور اسلام کے بارے اپنی لاعلمی کی وجہ سے ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے۔ ان کا مومن ہونا اپنے مذہب کے اندر ہے۔ جب تک انہیں اسلام پیش نہیں کیا جاتا ان کا حساب ان کے اپنے دین کے اندر ہی ہوگا۔ جب جان بوجھ کر وہ اسلام کو رد کردیتے ہیں تو وہ پھر کافر ہوگئے اور ان کا حشر کافروں کے ساتھ ہوگا۔

611۔ اہل کتاب اسلام کے خلاف کامیاب نہیں ہوں گے

اب جبکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آچکے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو اسلام کی دعوت دیتا ہے دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی یہی دین تھا لیکن آج کل کے اہل کتاب اپنی عصبیت، حسد اور دنیاوی مفادات کی خاطر اسلام دشمنی سے باز نہیں آتے۔ ان کی اس دشمنی کے پیش نظر آیہ مبارکہ 111 اور 112 مسلمانوں کو اس بات کی خوش خبری دیتی ہیں کہ ایسے لوگ اسلام

Marfat.com

کے خلاف اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ان آیات سے مندرجہ ذیل نکات واضح ہیں۔

1۔ اہل کتاب ہمیشہ مسلمانوں کے درپے رہیں گے اگر مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے تو اہل کتاب ان پر کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔البتہ مسلمانوں کو وہ ستاتے ضرور رہیں گے۔ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ

2۔ جب بھی سچے مسلمانوں سے جنگ لڑیں گے بالآخر وہ ناکام ہوں گے۔ پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے۔ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ

3۔ اسلام دشمن یہود کہیں بھی ہوں گے ان پر ذلت رسوائی اور بیچارگی چھائی رہے گی ماسوائے کہ وہ کسی کی پناہ میں ہوں ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۔چنانچہ آپ نے دیکھ لیا کہ کس طرح جزیرہ نما عرب کے یہود یا تو مسلمان ہو گئے یا جلاوطن ہو گئے بہر حال جدھر بھی تھے وہ مسلمانوں کے مرہونِ منت بن کر رہے یا دوسری اقوام کی پناہ میں رہے۔(جہاں تک آج کی مغربی اقوام ہیں یہ در اصل سیکولر اقوام ہیں جو یہودیت اور عیسائیت کو کئی صدیوں سے خیر باد کہہ چکی ہیں اور اب یہود و نصاریٰ ان سیکولر قوتوں کی پناہ میں رہ کر اسلام کے خلاف اپنے عزائم میں مصروف ہیں)۔

612۔ ایک نہایت اہم سوال

آیہ مبارکہ 112 ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ سے ایک الجھن پیدا ہوتی ہے کہ فی زمانہ نصاریٰ اور یہود کے اوپر تو ذلت اور بے بسی نہیں۔ پچھلے چار پانچ سو سال سے تو نصاریٰ کا دنیا بھر میں اقتدار چلا آرہا ہے اور یہود دنیا کے مالی اور علمی نظام پر چھائے ہوئے ہیں۔ان کے مقابلے میں فی زمانہ ذلت تو مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار تو مسلمان معلوم ہوتے ہیں۔یہ مسلمان ہیں جن کی حکومتیں کہیں امریکہ کہیں برطانیہ کہیں روس وغیرہ جیسی غیر مسلم طاقتوں کے سہارے چل رہی ہیں۔یہ دیکھ کر پریشان کن سوال اٹھتا ہے کہ آیہ مبارکہ 112 کے وعدہ کو کیا ہوا؟

Marfat.com

اس سوال کا جواب دراصل آیت 112 کے اندر ہی ہے جس کی تفصیلات 114,115 میں مل جاتی ہیں۔ اہل کتاب ذلت اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے اس لئے حقدار بنے کہ وہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے۔ نافرمان تھے اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے تھے۔ بے شک جو قوم بھی ان خصائل کی حامل ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوگی لیکن موجودہ زمانہ کے عیسائی اور یہود نام کے اہل کتاب ہیں وہ دراصل اپنے مذاہب کے تعصبات اور تنگ نظری سے بغاوت کر چکے ہیں۔ ماضی میں انہوں نے اسلام دشمن ہونے کے باوجود اسلام سے بہت کچھ سیکھا ہے صلیبی جنگوں کے بعد اپنی معاشرت اور اخلاقی قدروں میں بہت سی اصلاحات کی ہیں۔ اب اگر انصاف کی عینک سے دیکھا جاتے تو بہت سے خصائل میں وہ مسلمانوں سے بہتر ہیں۔ اپنے معاشروں میں جس طرح وہ انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہیں حسن اخلاق کے نمونے پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کائناتی تخلیقات پر غور وفکر کرتے ہیں، انسانی حقوق کی جنگ لڑتے ہیں، مظلوم کی حمایت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ وہ اسلام نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کے مقابل میں اب نام نہاد مسلمانوں نے جس طرح اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا ہے یہ یہود، نصاریٰ اور مشرکین کے طریقے نہیں تو اور کیا ہیں؟ ان اخلاقی معاشرتی قانونی اصلاح کے بعد وہ قانون الٰہی کے غضب سے بچ گئے ہیں ان کی جگہ رواجی نام نہاد مسلمانوں نے لے لی ہے جو فرقہ بند ہیں اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنے میں ان سے کہیں آگے نکل گئے ہیں۔

613۔ قابل تعریف اہل کتاب

آیہ مبارکہ 113 میں بتایا گیا ہے کہ سارے اہل کتاب بھی یکساں نہیں ہیں۔ ان میں سے بھی کچھ اچھے لوگ ہیں۔ لَیۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتۡلُوۡنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیۡلِ وَ ہُمۡ یَسۡجُدُوۡنَ غور طلب بات ہے کہ قابل تعریف اہل کتاب وہ ہیں جو حق پر قائم ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرتے ہیں، اچھی باتوں کا پرچار کرتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں، یہ لوگ صالحین میں سے ہیں۔

تو ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے حسب ونسب اور دین کے نام پر نہیں جاتا اصل بات ایمان اور صالح اعمال کی ہے جن میں خود نیک ہونا اور نیکی کیلئے ماحول بنانا اور برائی کے خلاف بند باندھنا ہے۔ ایسا کرنے والے جو بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

ان آیات سے جو اہم سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ نام نہاد مسلمان بھی کسی کام کے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں ہے کہ آپ ذاتی طور پر اخلاق کا اعلیٰ نمونہ بنیں اور معاشرہ کی اصلاح کیلئے محنت کریں۔ برائی کے پھیلاؤ کو روکنا اور اچھائی کے فروغ کیلئے کام کرنے ہی میں فلاح ہے، اگر آپ بیچارگی اور محتاجی اور ذلت سے بچنا چاہتے ہیں تو یہ لازمی شرط ہے اہل کتاب جن کے متعلق ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ

کہا گیا ہے ان کے طریقوں سے بچو۔ان کی سب سے برائی بھی یہی تھی کہ کرتے کچھ تھے کہتے کچھ تھے۔اور فریضہ ہدایت کو چھوڑ چکے تھے۔ غرض ہر وہ معاشرے جو اپنے سامنے برائی کو برداشت کرتے رہتے ہیں اور بھلائی کے فروغ کیلئے سست پڑ جاتے ہیں بالآخر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔آیہ نمبر115 میں فرمایا گیا تھا وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۔ ''جو نیک اعمال وہ سرانجام دیتے ہیں انہیں ہرگز نظرانداز نہیں کیا جائے گا وہ اچھی جزا پائیں گے اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو جانتا ہے''،اس لئے اگر ہم نیک نیتی سے صالح کام کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ خوف اور غم سے آزادی ضرور حاصل ہوگی۔دنیا میں بھی کامیابی ملے گی اور آخرت میں بھی۔اصل خرابی ان کیلئے ہے جو کفر کرتے ہیں۔ان کی نیکیاں بھی ضائع جاتی ہیں۔فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾

116۔ بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا، ہرگز نہ بچا سکیں گے انہیں ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ سے کسی صورت میں بھی، یہ وہ لوگ ہیں جو آگ کے ساتھی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾

117۔ مثال اس کی جو خرچ کرتے ہیں اس دنیا وی حیات میں مانند مثال اس ہوا کے ہے جس میں سخت سردی ہو۔وہ پہنچی ایک ایسی قوم کی کھیتی کو جنہوں نے ظلم کیا اپنے آپ پر، پس تباہ کر دیا اس کھیتی کو اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے، لیکن وہ خود ہی اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے تھے۔

614۔ کافر کی آگ

آیہ مبارکہ116 إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا اس بات کو واضح کرتی ہے کہ کافر اپنی خوشیوں،خوشحالی اور بقا کیلئے اپنے مال و متاع (بمنزلہ اقتصادی دولت) اور اولاد (بمنزلہ افرادی قوت) پر انحصار کرتا ہے۔اس کی ساری تدابیر اور زندگی کا مقصد انہی دو یعنی اقتصادی ترقی افرادی قوت کو بڑھانا ہے۔لیکن یہ دونوں بھی انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے کافی نہیں۔جس آگ میں اللہ تعالیٰ کے قانون کے مجرم گر جاتے ہیں وہاں سے انہیں اقتصادی اور افرادی قوت نکال نہیں سکتی۔وہ خود تو جلتے ہیں اور دوسروں کو بھی جلاتے ہیں۔ان کی یہ آگ دنیاوی حیات میں بے سکونی،حرص،حسد،قلبی پریشانیوں کی صورت میں

Marfat.com

ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور مرنے کے بعد یہی آگ ان کے نفوس کو برزخ کے ماحول میں بھی پریشان رکھے گی۔ وَاُولٰٓـئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اگر یہی مالی اور انسانی ذرائع اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال کئے جائیں تو پھر اس کی طرف سے دنیا و آخرت میں بہت بڑا اجر ہوگا۔ اصل بات نیت اور سمت کی ہے۔

615۔ کافر کا ظلم اور حشر

آیہ مبارکہ 117 میں کافروں کی دنیاوی حیات میں خرچ کرنے کی مثال یخ ٹھنڈی طوفانی ہوا سے دی گئی ہے۔ وہ جس کھیت پر پہنچے گی اسے تباہ کر کے رکھ دے گی۔ چنانچہ کفار کا خرچ کرنا کسی کیلئے بھی فائدہ مند ثابت نہیں ہوتا وہ جس کی امداد کرتے ہیں وہ ان کی امداد سے کبھی فلاح نہیں پاتے۔ اسے سمجھنے کیلئے آپ کے سامنے امیر مغربی ممالک کی غریب اقوام کو دی گئی امداد (aid) میں ہے۔ اس ایڈ نے کسی کو بھی خوشحال نہیں کیا بلکہ وہ ان کے مزید دست نگر اور غریب تر ہی ہوتے گئے ہیں۔ ورلڈ بنک اور اس کے ذیلی اداروں کی امداد سے کسی بھی ملک میں خوشحالی نہیں آئی بلکہ ان کی امداد قبول کرنے والے ملکوں کی عزت نفس، خود انحصاری کی روح اور خودی کو مزید آگ میں جھونک دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر کے خرچ میں ریاکاری، خلوص کی کمی، اور استحصال کی خواہش ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک ایک کامیاب، زندگی کا معیار، دلی سکون، آپس کی محبتیں اور باہمی خیال نہیں، بلکہ فی کس آمدنی اور فی کس خرچ (Per Capita expenditure) ہے جس میں بے حد اسراف اور ضائع کرنا ہے یوں یہ لوگ ہیں جو خود اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ ان کے اسراف نے بے شمار نئی معاشرتی اور جسمانی بیماریوں کو جنم دیا ہے۔ چنانچہ دوائیوں کی کمپنیوں کے کاروبار میں جو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے، غیر شرعی جنسی تعلقات، شراب اور جوئے نے ان کا خاندانی نظام تباہ کر دیا ہے۔ قومی اور عالمی سطح پر ان ظالموں نے دنیا کی فضا اور ماحول کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ جس کے نتائج نہایت خطرناک ہیں۔

آیہ مبارکہ 117 میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز ظلم نہیں کرتا۔ یہ خود لوگ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حکم ربی نہایت واضح ہے وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ یہ فاسق منافق اور دین کے انکاری لوگ ہیں جنہوں نے آیت الٰہی کا کفر کیا اور اپنے نفس کی حرص کے پیچھے اپنی تباہی کا سامان اکٹھا کرتے جاتے ہیں۔ برائی کی یہ وہ ہوا ہے جب چل پڑتی ہے تو پھر رکتی نہیں، یہ کافر کا کھیت ہو یا مسلمان کا کھیت سب کو جلائے چلتی جائے گی۔ اس لئے مومنین پر اپنے لئے اور انسانیت کی بہتری کیلئے ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عمل میں ہرگز ہرگز سستی نہ کریں اور اسلام کی بات کو آگے بڑھاتے جائیں ورنہ سب جل جائیں گے۔ اگلی آیات مبارکہ میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ کفار سے بچ کر رہیں وہ تمہیں نقصان پہنچانے سے کبھی باز نہیں آئیں گے۔ فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

118۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نہ بناؤ تم اپنے رازدار اغیار میں سے، وہ کبھی باز آنے والے نہیں تمہاری خرابی سے۔ وہ چاہتے ہیں تمہارا تکلیف میں پڑنا۔ یہ بعض اوقات ان کی باتوں سے (ان کے مونہوں سے) ظاہر ہے اور جو چھپاتے ہیں وہ اپنے صدور میں وہ تو اس سے بھی بڑا ہے۔ تحقیق ہم نے بیان کیا نشانیوں کو۔ اگر تم ہو عقل رکھتے ہو (تو اب تمہیں کفار سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے)

هٰاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

119۔ افسوس کہ تم تو ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تو تم سے محبت نہیں رکھتے۔ اور تم ایمان رکھتے ہو پوری کتاب پر (خلوص سے) اور وہ (اہل کتاب) جب آپ سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب وہ تنہا ہوتے ہیں تو وہ کاٹتے ہیں اپنی انگلیاں غصہ میں۔ کہہ دیجیے مر جاؤ تم اپنے ہی غصہ کے ساتھ۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے صدور کے رازوں کو۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲

120۔ اگر پہنچے تمہیں کوئی بھلائی تو وہ ان کو بری لگتی ہے اور اگر پہنچے تمہیں کوئی برائی تو وہ خوش ہوتے ہیں اس سے اور اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو نہیں تمہیں نقصان پہنچا سکتی ان کی منصوبہ بندی کچھ بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جو کچھ یہ کرتے ہیں گھیرنے والا ہے۔

616۔ کفار سے انفرادی اور قومی سطح پر تعلقات

آیہ مبارکہ 118 میں مسلمانوں کیلئے داخلہ اور خارجہ پالیسی کیلئے واضح ہدایات ہیں اور انفرادی اور قومی سطح پر کفار سے تعلقات کے بارے بڑے اہم احکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ واضح کرتے ہیں کہ کفار (خواہ وہ مشرک ہیں یا اہل کتاب میں سے) ان کے دل میں سے مسلمانوں

Marfat.com

کے خلاف نفرت اور دشمنی کبھی دور نہیں ہوگی یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالاً وہ کبھی تمہارے لئے خباثت سے باز آنے والے نہیں۔نہ کبھی پھلتا پھولتا دیکھنا پسند ہی کریں گے۔اسلام کے خلاف ان کا بغض ان کی فطرت میں ہے وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ۔اس لئے وہ کبھی بھی مسلمانوں سے مخلص نہیں ہوں گے بلکہ اپنی طاقت کے مطابق ان کے خلاف سدا شرارت کرتے رہیں گے۔اس لئے ان کی شرارتوں اور ریشہ دوانیوں سے بچنے کیلئے چاہیے کہ مومنین کبھی بھی انہیں اپنا راز دار نہ بنائیں۔آپ ان کے کتنے ہی دوست بن جائیں تو وہ آپ کو نقصان پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔جہاں مسلمان طاقتور ہیں وہاں وہ منافق بن جاتے ہیں اور اوپر اوپر سے دوستی اور پیار کی باتیں کریں گے لیکن اندر سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہیں گے۔ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَر یوں جو زہر ان کے دلوں میں بھرا پڑا ہے وہ ان کی ظاہری دشمنی سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔

جیسا آیہ مبارکہ 118 کے آخر میں فرمایا گیا ہے قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔یہ آیت مسلمانوں کیلئے ایک راہنما نشانی (Beacon Light) ہے۔تاریخ نے اس کی سچائی کو کئی بار سچ ثابت کیا ہے۔یہود و نصاریٰ اور ہنود اگر مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈا کرتے ہیں، ان کے دین اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وقتاً فوقتاً خباثت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔انہیں دہشت گرد کہتے ہیں تو کوئی عجیب بات نہیں۔ان سے خیر کی توقع رکھنا ہی غلط ہے۔آیہ مبارکہ 119 بتاتی ہے کہ اگر چہ تم ان سے کتنی بھی محبت کر لو وہ تم سے کبھی بھی محبت نہیں کریں گے۔اوپر سے وہ کچھ بھی کہیں ان کی دوستی کے سب دعوے منافقت ہے۔وہ غصہ سے اسلام دشمنی میں اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔

آیہ مبارکہ 119 کے آخر میں یہ فرمان قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کہ مر جاؤ اپنے غصہ کے ساتھ۔بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں تمہارے صدور کے اندر کی باتیں۔اس بات کی خوشخبری ہے کہ اگر کفار اپنی اسلام دشمنی کے باوجود مسلمانوں کے خلاف کبھی بھی کوئی بڑی فتح حاصل نہیں کرسکیں گے۔البتہ اپنی نفرت اور دشمنی کے اندر جلتے رہیں گے۔

617۔ کفار سے انتظامی معاہدے

موجودہ دنیا میں ہر ملک سے سیاسی تجارتی تعلقات قائم کرنا پڑتے ہیں۔اس میں برائی نہیں، بقائے باہمی کے معاہدے کر سکتے ہیں لیکن باہمی بھائی چارے کے نہیں۔آیات مبارکہ 119 اور 118 میں کفار سے دوستی سے روکا گیا ہے لیکن اس میں مصالحت اور انتظامی اور بین الاقوامی سیاسی، فوجی اور تجارتی معاہدوں سے روکا نہیں گیا۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود و نصاریٰ اور کفار سے مختلف اوقات میں باہمی مفاد کے معاہدے کئے تھے۔بہر حال باہمی معاہدہ اور باہمی دوستی میں کیا فرق ہے اس کو سمجھانے کی ضرورت نہیں۔سبھی جانتے ہیں کہ دونوں کا کیا مطلب ہے؟

618۔ کفار کے مذموم ارادوں سے حفاظت

آیہ مبارکہ 120 پچھلے مضمون کو مزید واضح کرتی ہے بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچے تو کفار کو بڑا افسوس ہوتا ہے اور اگر خدانخواستہ انہیں کوئی نقصان پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ یہ ان کی بدفطرت اور اسلام کے خلاف ان کی نفرت کا حصہ ہے۔ اس کے جواب میں مسلمانوں کو سکھایا جا رہا ہے کہ وہ صبر کریں اور تقویٰ اختیار کریں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ کفار کی شرارتوں پر فوری ردّعمل دکھانا، یا اشتعال میں آجانا مناسب نہیں۔ آج کل مغربی ممالک کے بے دین لوگ گاہے بگاہے اسلام یا محسن انسانیت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قرآن کریم پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ اس میں اپنی خباثت کے اظہار کے ساتھ ان کا ایک مقصد مسلمانوں کو روحانی طور پر تنگ کرنا بھی ہوتا ہے۔ اب اگر مسلمان ان کی چال میں آکر فوری اشتعال کا مظاہرہ کریں گے، اپنے ہی ملکوں میں توڑ پھوڑ شروع کریں گے تو وہ مزید خوش ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ردّعمل بڑی سوچ سمجھ کر ہو۔ اگر ہم صبر اور تقویٰ کے ساتھ حکمت عملی طے کر کے ان کا مقابلہ کریں گے تو وہ ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جو وہ کرتے ہیں گھیر لے گا۔ لیکن افسوس مسلمانوں پر کہ وقتی طور پر اپنے ملک میں ردّعمل توڑ پھوڑ تو بہت کرتے ہیں لیکن کفار کی نہ زبان، نہ لباس، نہ معاشرت، کو چھوڑتے ہیں اور نہ ہی جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں جلوس نکالتے ہیں ان کے اسوہ حسنہ کو اپناتے ہیں، نہ ہی کفار سے دوستی توڑتے ہیں، نہ ہی ان کے طریقوں کو چھوڑتے ہیں، نہ ہی انکا تجارتی بائیکاٹ کرتے ہیں نہ ہی آپس میں اتحاد کرتے ہیں۔ کیا مسلمانی اور کہاں کی مسلمانی؟ کفار کا مقابلہ اگر آپ کفار کے طریقوں سے کرتے ہیں تو یہ اسباب اور ذرائع کی جنگ ہے جس میں ان کا پلہ ہمیشہ بھاری رہے گا۔ ہمیں ان کا مقابلہ قوت ایمانی اور حکمت اور دعا سے کرنا ہے تا کہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت فرمائے یہ بھی احساس ہونا چاہئے کہ اہل کتاب اور مشرکین اور لامذہب لوگوں میں بھی بعض بہت اچھے انسان ہیں۔ انسانی حقوق اور باہمی رواداری کے جذبات کی بناء پر وہ اپنے ہی ہم مذہب خبیث لوگوں کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم مسلمان ایسے انسان پسند غیر مسلموں کی تعلیم او معلومات کیلئے اسلام کے متعلق اعلیٰ تصانیف ان کی زبانوں میں ان تک پہنچائیں۔ اور یہ بھی چاہئے کہ حکمت اور دانائی کے ساتھ تبلیغ دین کی نشر و اشاعت کا عمل مسلسل جاری رہے۔

بعض مسلمان اس بات پر مایوس اور ناخوش ہیں کہ یورپ اور روس والے اور امریکہ والے ان سے خوش نہیں، بلکہ ناپسند کرتے ہیں۔ آیات مبارکہ 118 اور 119 میں بتایا گیا ہے آپ ان سے کتنا بھی پیار کر لیں وہ پھر بھی تمہیں پسند نہیں کریں گے۔ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ ۔ اس لئے ان کی خوشی اور ناخوشی کی پرواہ نہ کریں۔ اگلی آیات کریمہ میں اسی مضمون کو مزید آگے بڑھایا گیا ہے اور جنگ احد کے واقعہ سے سبق سیکھنے کی دعوت ہے۔ فرمایا:

Marfat.com

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾

121۔ اور (یاد کرو) جب آپؐ صبح ہوئے اپنے گھر والوں سے نکلے (تاکہ) آپؐ مومنین کو مورچوں پر جنگ کیلئے قائم کریں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

122۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے ارادہ کیا بزدلی کا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا دوست تھا اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے مومنوں کو۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

123۔ اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (غزوہ) بدر میں حالانکہ (اس وقت) تم بالکل کمزور تھے۔ پس تم صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم اسکی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

124۔ (یاد کرو، وہ وقت) جب آپؐ مومنین سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا رب تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں (آسمان سے اسی کام کیلئے)

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

125۔ ہاں یقیناً (ایسا ہی ہوگا) بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور جب آجائے دشمن تمہارے اوپر تیزی سے تو مدد کریگا تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو خاص نشان والے ہونگے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾

126۔ اور نہیں بنایا اسے اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کے اترنے کو) خوشخبری تمہارے لئے، مگر یہ کہ تمہارے قلوب اس سے اطمینان پائیں اور (حقیقت یہ ہے) کہ نہیں ہے فتح و نصرت مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (جو) نہایت غالب خوب حکمت والا ہے۔

Marfat.com

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَائِبِينَ ﴿۱۲۷﴾

127۔ تاکہ وہ کاٹ دے (ہلاک کردے) ایک گروہ کو ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا یا انہیں ذلیل کردے۔ پھر وہ واپس لوٹ جائیں نامراد۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

128۔ نہیں ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے اس معاملہ میں کچھ (اختیار) کہ (اللہ تعالیٰ) ان پر متوجہ ہو (انہیں توبہ کی توفیق دے) یا انہیں عذاب دے۔ بہرحال وہ بے شک ظالم ہیں۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ع ۱۳

129۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ معاف کرتا ہے جسے چاہے اور عذاب کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا معاف کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

619۔ صبر اور تقویٰ کا انعام

آیات مبارکہ 120 میں مومنین کو کفار کی دشمنی کے خلاف ہار جیت کا یہ فارمولا دیا گیا ہے۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْءً. ''کہ اگر صبر کرو گے، تقویٰ اختیار کرو گے، (دشمن سے نہیں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے)، تو دشمن کبھی بھی تمہیں زیادہ اور دیرپا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ بالاثر ان کی آپ کے خلاف تمام منصوبہ بندی فیل ہو جائے گی''۔ اس خوشخبری کا عملی مظاہرہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات میں دیکھ سکتے ہیں۔

آیات کریمہ 121-124 میں یہ بات غزوہ احد اور غزوہ بدر کے حوالہ سے واضح کی گئی ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے صبر اور تقویٰ کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔ صبر کا مطلب ہے کہ باوجود تکالیف کے مایوس نہ ہونا، حوصلہ نہ چھوڑنا اور مستقل مزاجی (Patience and Perseverance) سے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرتے رہنا۔ یعنی صبر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چپ کر کے بیٹھ جانے کا نام نہیں بلکہ تکلیف کا پامردی سے مسلسل مقابلہ اور مقصد کے حصول کیلئے جہاد کرتے رہنا ہے۔

تقویٰ یہ ہے کہ انسان ماسوائے اللہ تعالیٰ کسی اور سے نہ ڈرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ خوف اس کی انتہائی عظمت اور اس کی بے پناہ محبت اور رحمت کے پیش نظر ہو کہ وہ ذات پاک اس لائق ہے کہ اسی سے ڈرا جائے۔ اس کے علاوہ ہر غیر کا خوف اور غم اپنے دل سے نکال دیا

Marfat.com

جائے۔ فکر یہی ہو کہ میں کوئی ایسا کام نہ کروں جو میرے رب کو برا لگے۔ یعنی متقی اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کے معاملہ میں بہت ہی زیادہ محتاط ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کو معمولی نہیں سمجھتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ متقی ایک باعمل محتاط مسلمان ہے۔ خالی ریاضتیں پوجا پاٹ، ذکر وفکر کی محفلیں جمانے سے آدمی متقی نہیں بن جاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زندگیاں دیکھ لیں کہ وہ کس طرح کے متقی اور صابر تھے۔ انتہائی باعمل بامقصد لگن والے، سچے، ایماندار محنتی لوگ تھے۔ مکہ کی 13 سالہ زندگی نہایت پرُآشوب دور تھا۔ جسے انہوں نے صبر اور تقویٰ سے گزارا۔ ان کے اس صبر اور تقویٰ کا انعام انہیں بدر اور احد اور بالآخر فتح مکہ میں ملتا ہے جس کے بعد دنیا انکے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہے۔

620۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کی شرائط

آیہ کریمہ 118 سے 128 میں مسلمانوں کی آزمائش اور مصائب کے برداشت کرنے کی تعلیم وتربیت کی گئی ہے ان میں سے مندرجہ ذیل نکات نکلتے ہیں۔

1۔ اطاعت امیر ہر حال میں لازم ہے اور امیر کیلئے ساتھیوں سے مشورہ کرنا لازمی ہے۔

2۔ صبر کا دامن نہ شکست نہ فتح کی حالت میں چھوڑنا۔

3۔ مایوس سے مایوس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے جدوجہد جاری رہنا چاہیے۔

4۔ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ کامیابی ناکامی اسی کی طرف سے ہے۔

5۔ اسلام کے دشمنوں سے بہت محتاط رہنا ہے۔ ان پر کبھی انحصار نہیں کرنا۔ عین اس وقت جب آپ سخت مصیبت میں ہوں گے وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔

6۔ اسلام دشمن تمہاری صفوں میں منافق کے طور پر گھس کر بددلی پھیلاتے رہیں گے۔ ان سے بھی محتاط رہنا ہے اور باہمی مسلمانوں میں اتحاد اور اعتماد کی فضا قائم رکھتے ہوئے اپنے مقصد کی طرف کام کرتے رہنا ہے۔

7۔ جب مسلمان یوں صبر اور تقویٰ سے جہاد کریں گے (انشاء اللہ) مالک حقیقی جس کے ہاتھ میں فتح وشکست کے فیصلے ہیں اپنے فرشتوں اور غیبی طاقتوں سے مسلمانوں کی مدد ضرور کرے گا۔

621۔ غزوہ احد

ان شرائط کے حوالہ سے اب غزوہ احد کا نہایت مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

Marfat.com

غزوہ بدر میں تاریخی شکست اور ذلت اٹھانے کے بعد مکہ کے تمام بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے تھے اب ابوسفیان کی سرکردگی میں مکہ والے بدلہ لینے کیلئے تین ہزار افراد کا لشکر جرار جو کہ اس وقت کے ہتھیاروں کے ساتھ لیس تھا، مدینہ منورہ پر 3 ہجری شوال کے مہینہ میں نہایت جوش وخروش کے ساتھ چڑھ دوڑا اور مدینہ کے باہر اپنا فوجی پڑاؤ ڈال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 6 شوال 3 ہجری بروز جمعہ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل مدینہ کا اجلاس طلب کیا، مشورہ ہوا کہ دشمن کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ دشمن کی تعداد اور اسلحہ کے پیش نظر خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ اس کے برعکس اکثر خصوصاً نوجوانوں کی رائے یہ تھی کہ باہر نکل کر دشمن کو روکا جائے۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رائے کو تسلیم کر لیا اور ایک ہزار افراد کی قوت کے ساتھ بروز 7 شوال 3 ہجری مدینہ سے 3 کلومیٹر باہر احد پہاڑ کو پشت میں رکھ کر صف بندی کا حکم دیا لیکن جب مقام جنگ کی طرف جا رہے تھے عین اس وقت عبداللہ بن ابی منافق اپنے تین سو ساتھیوں جن میں مدینہ کے یہود اور منافق شامل تھے جھگڑا کرتے ہوئے علیحدہ ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر مدینہ واپس آ گیا۔ یوں اس انتہائی نازک وقت میں منافقین اور یہود نے مسلمانوں کو بہت بڑا دھوکہ دیا بلکہ انہیں مدینہ کے بارے میں فکرمند کر دیا کہ اگر یہ لوگ دشمن کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے گھروں پر حملہ کر دیں تو کیا ہوگا؟ اس فکر اور خوف کی وجہ سے جیسا کہ آیت مبارکہ 122 میں بتایا گیا ہے، مخلص مسلمانوں میں بھی دو گروہ ہمت ہار بیٹھے اور لڑائی سے بچ کر مدینہ واپسی کا سوچنے لگے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمجھانے کے بعد ان کا حوصلہ دوبارہ بلند ہو گیا۔ یوں سات سو مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نبیؐ تین ہزار مسلح فوج کا مقابلہ کرنے کیلئے احد کو پشت پر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے صف بندی کرنے لگے۔ آیہ مبارکہ 122,121 ان تاریخی لمحات کی تصویر کھینچ رہی ہیں۔ اس وقت مسلمان بالکل کمزور تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے زبردست فتح نصیب کی۔ اس وقت ان کے حوصلے بلند رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے بھی فرشتوں سے مدد فرمائی۔ یہ سب آیات کریمہ خوشخبری بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تا قیامت مسلمانوں کی مدد کرے گا بشرطیکہ وہ معیارِ صبر اور تقویٰ میں کمزور نہ ہوں۔

622۔ فرشتوں کی امداد

آیات مبارکہ 124 سے 126 تک فرشتوں کی امداد کا ذکر ہے۔ غزوہ بدر میں مومنین کی تین ہزار فرشتوں سے اور غزوہ احد میں پانچ ہزار فرشتوں کی امداد کا مژدہ سنایا جا رہا ہے۔ فرشتوں کی امداد کوئی ناقابل سمجھ بات نہیں۔ ہر آدمی کی زندگی میں غیبی امداد کے واقعات ملتے ہیں۔ ہر طرف سے مایوسی تھی پھر اچانک بند دروازے کھل گئے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا پھر اچانک روشنی ہو گئی۔ حالات انتہائی مشکل تھے پھر غیب سے کوئی آیا اور عین اس وقت مدد کی جب اس کی بہت ضرورت تھی۔ راستہ بھول گئے تھے پھر اچانک کوئی آ گیا اور سیدھا راستہ بتا کر چلا گیا۔ رات کو اٹھنا تھا گہری نیند تھی پھر اچانک وقت پر آنکھ کھل گئی۔ غرض ہر آدمی کے پاس اپنے اپنے تجربات ہیں جنہیں عقلی طور پر سمجھنا محال ہے۔ یہ سب فرشتوں کی مدد کے واقعات ہیں۔ یہ مدد کئی طریقوں سے ہوتی ہے۔ کبھی فرشتہ کسی آدمی کی شکل میں آ کر معمول کے مطابق مدد کرتا ہے،

Marfat.com

کبھی نظر نہیں آتا لیکن ذہن بدل دیتا ہے، کبھی قلوب پر اثر انداز ہو کر خود اعتمادی کا باعث بنتے ہیں اور دل سے خوف نکال دیتے ہیں کبھی خواب کی شکل میں راہنمائی کر جاتے ہیں۔ غرض فرشتہ کی مدد طبعیاتی اور غیر طبعیاتی طریقوں سے ہوتی ہے۔ بعض دفعہ وہ دوسرے انسانوں کے اذہان میں آپ کی مدد کرنا ڈال دیتے ہیں جن سے کوئی توقع نہیں ہوتی وہ بھی مدد کی پیش کش کر دیتے ہیں۔

623۔ فرشتے کیا ہیں؟

اس سوال کا جواب اتنا ہی مشکل ہے جتنا یہ سوال کہ روح یا نفس کیا ہے جو کہ ہماری پوری شخصیت ہے جسے موت نہیں۔ سائنسی تجربات سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جسم کی موت کے بعد نفس اسے چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ اس کا جواب قبر یا برزخ کی زندگی کے حالات میں اسلامی تعلیمات میں مفصل ملتا ہے۔

یہی حال فرشتوں کا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی غیر مرئی مخلوق ہے جن کی تخلیق کا بنیادی عنصر اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ نور کی حقیقت کوئی نہیں جانتا لیکن طبعیات کی دنیا میں اس کی قریب قریب برقی اور مقناطیسی لہریں ہو سکتی ہیں روشنی (Light) گرمی (Heat) مختلف رنگوں کی روشنی، ریڈیائی لہریں، نیوکلیئر شعائیں، سب کی سب برقی مقناطیسی لہروں (Electromagnetic Radiation) کی مثال ہیں، ان میں فرق فریکونسی (Frequency) کا ہے۔ غالب امکان یہ ہے کہ جس طرح آدمی کے وجود کی بنیاد مٹی اور پانی ہے۔ اور جنات کی بنیاد آگ ہے، فرشتے نوری مخلوق ہیں جو اپنی فریکونسی بدل سکتے ہیں۔ اپنے توانائی وجود میں وہ نظر نہیں آتے نہ ہی محسوس کئے جا سکتے ہیں لیکن آدمی کے ذہن پر اثر انداز ہو کر غیر محسوس طریقوں سے اپنے اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔

بہر حال اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہم یہ اخذ کرتے ہیں کہ خیر کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور ان کے مقابل میں شر کی قوتیں شیاطین ہیں۔

جب ہم اللہ تعالیٰ سے امداد مانگتے ہیں تو سبب کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو ہماری امداد کیلئے متعین کر دیتا ہے۔ جیسے آیہ مبارکہ 126 میں بتایا گیا ہے **وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ** حقیقت یہ ہے کہ اصل مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وہی انسان کو قوت اور خود اعتمادی عطا کرتا ہے۔ پھر وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ فرشتوں کی امداد بطور اسباب ہوتی ہے جن کی اہمیت صرف دلی اطمینان کیلئے ہے۔ کامیابی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی ہے۔

624۔ منافقین، کفار کا انجام

آیہ مبارکہ 127 منافقین اور کفار کے انجام کے متعلق ہیں **لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَھُمْ فَيَنْقَلِبُوْا**

Marfat.com

خَـائِبِيْنَ ان کا یہ ذلت آمیز انجام اس شرط کے ساتھ ہے کہ ہم مسلمان صابر اور متقی ہوں۔ بفضل حق تعالیٰ صابر اور متقی مسلمانوں کے مقابل کفار اور منافقین کیلئے ماسوائے شکست، ذلت اور رسوائی کچھ نہیں۔ لڑائی اور مقابلہ کے بعد وہ انشاء اللہ ذلیل ہونگے اور نامراد ہو کر لوٹ جائیں گے۔ شرط یہی ہے کہ مسلمانو، مسلمان بن جاؤ۔ جو لوگ اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں ایسے ظالموں کو ضرور سزا ملنی چاہئے اور وہ سزا آپ کے ہاتھوں سے ہوگی۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بڑے رقیق القلب معاف کر دینے والے اور مہربان تھے۔ چنانچہ اگر آپ کے اختیار میں ہوتا آپ اپنے سخت سے سخت دشمن کو معاف فرما دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غیرت کو یہ پسند نہیں کہ ایسے ظالم بغیر سزا کے معاف ہو جائیں۔ اسلئے آیہ مبارکہ 128 میں واضح فرمایا گیا ہے کہ ''نہیں آپ کیلئے اس معاملہ میں کچھ اختیار نہیں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان تو مسلمان اگر رحمت العالمین بھی کفار کو عذاب سے بچانا چاہیں گے تو نہ بچا سکیں گے لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ ایسے دھوکا باز منافقین پر مہربانی کرے کہ وہ مخلص بن کر اسلام قبول کر لیں اور توبہ کر کے اپنے پچھلے گناہوں کو بخشوالیں۔ یا یہ کہ ان ظالموں کو اللہ تعالیٰ عذاب دے۔ اس کے معاملات میں کون دخل دے سکتا ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ شفاعت کا اختیار بھی اسی کا دیا ہوا ہے۔ یعنی ہماری طاقت، اختیار، علم سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں کسی کا اپنا کچھ نہیں، جب چاہے چھین لے۔ البتہ آیہ مبارکہ 120 میں بڑے سے بڑے کافر کیلئے بھی ایک مژدہ ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کر دینے والا مہربان ہے۔ اس لئے اے کافرو! گناہوں سے مایوس نہ ہوں معافی مانگیں اور اس کی رحمت پر بھروسہ رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ معافی سکتی ہے۔ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

625۔ معاشی جہاد

پچھلی آیات کریمہ (129-120) میں کفار اور منافقین کے ساتھ باہمی تعلقات کے متعلق ہدایات تھیں اور مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے جہاد اور قتال کے بارے زریں اصول فرمائے گئے تھے۔ حالت امن اور حالت جنگ میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ اسلام دشمن قوتوں سے کس طرح نبٹیں۔ آگے آنے والی آیات (136-130) معاشی نظام کے متعلق ہیں جن میں اول نمبر پر سودی نظام سے بچنا ہے۔ یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے اس لئے کہ سود سے بچنا انسان کی اپنے نفس کے ساتھ جنگ ہے۔ آج کل کی دنیا جس میں سارے کا سارا معاشی نظام یہودی شکنجہ میں ہے اور بینکوں میں تمام کا تمام سودی کاروبار ہے۔ ان آیات کریمہ پر نہایت ٹھنڈے دماغ سے غور کی ضرورت ہے۔ فرمایا:

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾

130۔ اے لوگو! جو ایمان لاچکے ہو (اے مومنین) نہ کھاؤ تم ربا (سود) بڑھا چڑھا کر اور ڈرتے رہو (تقویٰ) اللہ تعالیٰ سے تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾

131۔ اور تم ڈرو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾

132۔ اور تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی تاکہ تم پر لطف وکرم کیا جائے۔

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾

133۔ اور تم تیزی کرو بخشش کی طرف اپنے رب سے اس جنت کی طرف کہ جس کا عرض (وسعت) ہے آسمانوں اور زمین کے برابر۔ وہ تیار کی گئی ہے متقین کیلئے۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾

134۔ (متقی ہیں وہ) جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگ دستی میں اور پی جانے والے ہیں غصہ کو اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے، بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے احسان کرنے والوں کو۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾

135۔ اور یہ لوگ وہ ہیں جب کر بیٹھتے ہیں کوئی برا کام یا وہ کوئی ظلم کر گزرتے ہیں اپنی جانوں پر۔ وہ فوراً یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو، پس معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کی، اور کون بخشتا ہے گناہوں کو ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اور (توبہ کے بعد) نہیں وہ اصرار کرتے اس پر جو انہوں نے کیا۔ اور وہ جانتے ہوں کہ (انہوں نے کیا گناہ کیا تھا)۔

Marfat.com

اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ ﴿۱۳۶﴾

136۔ یہ وہ لوگ ہیں ان کا بدلہ مغفرت ہے ان کے رب کی طرف سے اور باغات ہیں، چلتی ہیں جن کے نیچے نہریں اور ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہ اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔

626۔ سود کی ممانعت

اسلام کا ایک اپنا معاشی نظام ہے جس کی روح یہ ہے کہ وہ استحصال سے پاک ہے اور اس میں امیر کے مال میں غریب کا حصہ ہے۔اس نظام کا بنیادی اور نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس میں سود لینا حرام ہے۔

آیہ مبارکہ 130 جس میں سود کی حرمت کا حکم ہے غزوہ احد کی آیات کے تسلسل میں آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنگ میں فتح کیلئے معاشی زندگی کی اصلاح ناگزیر ہے۔جب کہ جنگ جان کی قربانی مانگتی ہے اور معاشی پاکیزگی مالی قربانی پر منحصر ہے۔معاشی برائیوں کی بنیاد سودی نظام ہے جس میں آدمی اپنے پیسہ سے پیسہ کماتا ہے اور انسانی محنت اور عقل ثانوی درجہ رکھتے ہیں۔اسلام کے نزدیک جس کمائی میں انسانی عقل اور جسمانی محنت خود شامل نہ ہو جائز نہیں۔اس لئے شرط، لاٹری وغیرہ مکروہ ذرائع آمدنی شمار ہوتے ہیں۔سود خوری ان سے بھی زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ نہ صرف سود محنت اور عقل والے بنیادی اصول کی نفی ہے بلکہ یہ قرض خواہ کی مجبوری سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے۔

سود ہر حال میں حرام ہے لیکن جب یہ سود در سود ہے تو پھر اس کا گناہ کہیں زیادہ ہے۔یعنی حرام در حرام کام ہے۔آیہ مبارکہ 130 ایسے ہی سود کی مذمت میں ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوا الرِّبٰۤوا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَۃً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۔ اسی آیہ مبارکہ کا آخری حصہ یہ بتاتا ہے کہ فلاح سود میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ضرورت مند کی قرضہ حسنہ کے ذریعے مدد میں ہے۔یوں اللہ سے ڈرتے ہوئے جو آدمی ربا سے بچتا ہے وہ انشاء اللہ ضرور فلاح پا جائے گا۔وہ قوم جو اللہ تعالیٰ کیلئے سود کو حرام قرار دے کر اسلامی بینکاری کا انتظام کرتی ہے وہ بھی فلاح پائے گی یعنی خوشحالی، امن اور عزت بلا سود معاشی نظام میں ہے۔

627۔ سود خور کی سزا

آیہ مبارکہ 131 ان لوگوں کیلئے جو ممانعت کے بعد بھی سود سے باز نہیں آتے عذاب کی تنبیہ ہے فرمایا وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ڈرو اس آگ سے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔کافر وہ ہے جو جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے، ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے جہنم تیار کر رکھا ہے۔جہنم کی آگ جیسے کہ آیہ 131 سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے سے ہی تیار ہے اور وہ جن کے کفر پر مہر ثبت

Marfat.com

ہو چکی ہے وہ روزِ جزا کے انتظار کئے بغیر اس میں ڈال دیے جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو جان بوجھ کر سود خوری میں خصوصی طور پر سود مرکب والے مجرم ہیں چونکہ انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی ہے، اس لئے ان کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں۔ چنانچہ وہ بھی دیگر پکے کافروں کے ساتھ موت کے بعد جہنم رسید کر دیئے جاتے ہیں۔

628۔ سزا سے بچنے کا طریقہ

اس بڑی سزا سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ آیہ مبارکہ 132 میں بتا دیا گیا ہے۔ حکم ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ رحمت تمہارے شاملِ حال ہو''۔ چنانچہ اگر کوئی سود خور فرد یا معاشرہ ہے اور معافی مانگ کر ہمیشہ کیلئے تائب ہو جاتا ہے تو پھر ان کیلئے بھی ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کو پورا کرنے میں دن رات لگ جائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے دنیاوی نقصان کو بھی پورا فرما دے گا اور آخرت میں انہیں جنت ملے گی۔ یعنی دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں ڈھانپ لے گی۔

اسی ضمن میں اگلی آیت 133 کمال کی ہے وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ جب انسان برائی چھوڑ کر بخشش کی طرف دوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسی اشتیاق سے اسے معاف فرماتا ہے۔ آیہ مبارکہ 133 سے صاف ظاہر ہے کہ معافی کی طرف جلدی کرنا جنت کی طرف دوڑنے کے مترادف ہے۔ آیہ مبارکہ کے پیغام ''دوڑو جنت کی طرف جس کا عرض آسمان و زمین کے مطابق ہے تیار کیا گیا ہے متقین کیلئے'' کا صاف مطلب ہے کہ جنت اب بھی موجود ہے اور وہ خصوصی طور پر تیار کی گئی ہے متقین کیلئے۔ اس لئے بفضل حق تعالیٰ متقین کو جنت میں جانے کیلئے روزِ قیامت تک کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا بلکہ موت کے فیصلہ کے ساتھ ہی ثابت شدہ متقین کیلئے جنت کا حکم بھی نکلتا ہے۔

629۔ جنت/ دوزخ کہاں ہے؟

ابھی تک جنت کہاں ہے؟ اس سوال کے جواب میں بہت انتشار (confusion) ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنت آسمانوں پر کسی سیارے میں موجود ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنت کا لفظی مطلب باغ ہے اور یہ زمین پر ہی موجود ہے، بعض کہتے ہیں کہ جنت قیامت کے بعد بنا کر لائی جائے گی۔ اسی طرح دوزخ کے بارے میں کئی باتیں کی جاتی ہیں جب کہ اصل حقیقت اللہ تعالیٰ نے آیہ مبارکہ 133 میں بلا شک و شبہ واضح کر دی ہے آیہ مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ''جنت جس کا عرض تمام آسمانوں اور زمین پر پھیلا ہوا ہے'' اور یہ تیار کی گئی ہے متقین کیلئے'' اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ اگر جنت کا عرض اس آسمان و زمین والی کائنات کے برابر ہے تو

Marfat.com

پھر یا تو یہ ساری کی ساری کائنات جنت ہے یا یہ اس سے کوئی ماورئی حقیقت ہے جس کا حجم اس کائنات سے بھی بڑا ہے۔ احادیث کریمہ سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ جنت کے درخت اس کے مکانات اور فروٹ بھی زمینی چیزوں کی نسبت سے بہت بڑے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر جنت اس کائنات میں نہیں تو پھر کہاں ہے؟ اب یا تو یہ ایک متوازی کائنات ہے جس کے اپنے ہی زمان و مکان ہیں اور یہ اس کائنات سے باہر واقع ہے۔ ہماری کائنات کی وسعت اس قدر ہے کہ اگر روشنی اپنی 3 لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے بھی چلتی رہے تو ایک سرے سے دوسرے کونے تک کئی کھربوں سالوں میں بھی نہ پہنچ سکے۔ تو ان وسعتوں کو روح فرشتے وغیرہ کتنی رفتار سے طے کرتے ہوں گے کہ پل بھر میں منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے جنت کہاں ہے؟ کو سمجھنے کیلئے غیر محدود جہتوں (Multi Dimensions) والا نظریہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مطابق ہم اگر بلندی، چوڑائی، لمبائی اور وقت والی کائنات میں رہتے ہیں تو اس کی متصل اور جہتوں کی دنیائیں بھی موجود ہیں۔ یعنی وہ سب کچھ ایک نقطہ (Point) پر موجود ہے جس نقطہ پر ہم موجود ہیں لیکن ان کی جہت (Dimension) مختلف ہے اس لئے ہم وہاں پہنچ نہیں سکتے۔ اگر کسی طرح کوئی ایک جہت سے دوسری جہت میں داخل ہو سکے تو اسے ماورائی دنیاؤں میں جانے کیلئے فاصلے طے کرنے نہیں ہوں گے صرف رخ بدلنا ہوگا۔ جیسے کتاب میں اگلی کہانی پڑھنے کیلئے صفحہ پلٹنا پڑتا ہے۔ T.V پر سٹیشن بدلنے کیلئے فریکونسی کے بٹن کو آگے پیچھے کرنا ہوتا ہے یا جیسے انٹرنیٹ پر علمی خزانہ ڈھونڈنے کیلئے ویب سائٹ کا ایڈرس ملانا پڑتا ہے۔ یعنی T.V یا کمپیوٹر وہیں کا وہیں رہتا ہے صرف کمانڈ بدل دی جاتی ہے تو نظارہ (Scene) بدل جاتا ہے۔ جنت، جہنم اور ہماری اس کائنات کی مثال بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔ یہ سب بیک وقت تیار ہیں۔ جیسے کہا گیا ہے کہ جنت متقین کیلئے تیار ہے جہنم فاسقین کیلئے تیار ہے۔ کائنات زندگی کی آزمائش کیلئے موجود ہے۔ ایک مقام سے دوسرے مقام میں بھیجنے کیلئے صرف اللہ تعالیٰ کی کمانڈ کی ضرورت ہے۔ کہیں نہیں جانا، کوئی سفر نہیں طے کرنا، بس کمانڈ کا انتظار ہے زندگی موت میں بدل جاتی ہے، موت برزخ میں لے جاتی ہے، برزخ کے آگے جنت کا پردہ ہے، اس کے بائیں طرف جہنم کا پردہ ہے لیکن یہ سب کچھ ابھی اسی وقت اسی جگہ موجود ہے۔ ہماری نسبت سے وہ باطن میں ہے اور ہم شعور میں ہیں۔ یعنی وجود لاوجود سے خالی نہیں اور لاوجود وجود سے خالی نہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے صفر لاوجود میں ہے لیکن اسی میں سب کچھ ہے۔ یہ صفر تمام مثبت حقائق اور منفی حقائق کا مجموعہ ہے۔ مثلاً مثبت ایک کروڑ منفی ایک کروڑ صفر ہوگا لیکن اسی صفر میں بیک وقت یہ دونوں موجود ہیں۔

جمع ایک کروڑ + منفی ایک کروڑ = صفر

صفر = تمام مثبت + تمام منفی

ابھی تک سائنس دانوں نے حسابی طریقہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کسی ایک نکتہ (Point) پر جہتیں 26 تک ہو سکتی ہیں۔ یعنی ہمارے چار کے علاوہ 22 مزید جہتیں ہیں۔ ان جہتوں میں ہمارے متوازن کئی ایک دنیائیں (Parallel Universes) ہیں۔ کیا معلوم کہ، عالم اعراف، عالم جنت، عالم جہنم انہی میں اپنی اپنی جہت میں واقع ہیں۔ مرنے پر نفس جسم کی کثافت سے علیحدہ ہو کر اس قدر لطیف

Marfat.com

ہو جاتا ہے کہ وہ آسانی سے ان جہتوں میں داخل ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام کو جنت اور عالم برزخ یا عالم جہنم کے حالات جاننے کیلئے مرنے کا انتظار نہیں کرنا پڑتا بلکہ وہ جب چاہیں اپنے ارواح کو آزاد کر لیتے ہیں۔ (جیسے حالت نیند میں روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے) اور دوسرے عالموں میں بھیج کر وہاں کے حالات دیکھ لیتے ہیں۔ کشف، الہام اور غیب دانی بھی مستقبل کی جہت یا ماضی کی جہت میں جا کر وہاں کے حالات سے آگاہی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ (تفصیل کیلئے مفسر کی کتاب ماورئی کا مطالعہ کریں)

630۔ جنتی لوگوں کے فضائل

اکثر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ پتہ نہیں ہمارا کیا بنے گا؟ اچھے اچھے مسلمان بھی یہی کہتے سنے جاتے ہیں کہ پتہ نہیں اللہ تعالیٰ ہم سے کیا معاملہ فرمائے گا۔ قرآن کریم اس بات کی جگہ جگہ خوشخبری دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے مہربانی کا معاملہ کرے گا۔ آیات کریمہ 130 سے 134 تک یہی بات بتائی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلو گے تو جنت تمہارے ہی لئے ہے۔ اگر مخالفت کرو گے تو دوزخ تیار ہے۔ مثلاً آیت مبارکہ 130 میں بتایا گیا ہے اگر ہم قرض سود پر نہ دیں تو انفرادی اور معاشرتی طور پر فلاح پا جائیں گے۔ آیت مبارکہ 131,130 میں بتایا گیا ہے دوزخ تو کافروں کیلئے بنائی گئی ہے اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے رحمت کا معاملہ فرمائے گا۔ آیت مبارکہ 133 ہدایت کرتی ہے کہ غلطی یا گناہ پر شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو، مغفرت طلب کرنا، جنت کی طرف چل پڑنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو کوئی بھی گناہ سے پچھتا کر اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑے گا انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں جائے گا۔

آیہ مبارکہ 134 میں جنتی لوگوں کے خاص فضائل بتائے گئے ہیں کہ وہ خوشحال ہوں یا تنگ دست ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، وہ غصہ پر قابو پانے والے ہوتے ہیں اور اگر کسی سے ناراض ہو بھی گئے تو تھوڑی دیر کے بعد غصہ تھوک دیتے ہیں اور دوبارہ دوست بن جاتے ہیں۔ وہ اپنے مخالفوں حتیٰ کہ انہیں بھی جنہوں نے ان پر زیادتی کی ہوتی ہے معاف کر دیتے ہیں۔ دراصل وہ ہر ایک پر احسان کرنے والے مبارک انسان ہیں اللہ تعالیٰ انسانیت کے ایسے محسنوں سے محبت کرتا ہے۔ آیہ 135 میں بتایا گیا ہے کہ ان جنتی لوگوں کی فضیلت یہ ہے کہ جب ان سے کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا وہ اپنی جان پر کوئی ظلم کر بیٹھتے ہیں مثلاً حقوق اللہ یا حقوق العباد ضائع کر بیٹھے تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر دم یاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں اور مزید یہ ہے کہ گناہ پر ہرگز ہرگز اصرار نہیں کرتے۔

آیہ مبارکہ 136 میں واضح طور پر ان خصائل کے لوگوں کیلئے جنت کا پکا وعدہ ہے اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۔ فرمایا گیا ہے کہ جنت باعمل لوگوں کی محنت کا بدلہ

ہے۔یعنی جنت کیلئے عمل شرط ہے۔اسی لئے قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ امنوا وا عملو الصّٰلحٰت کا حکم ہمیشہ اکٹھا آیا ہے۔ان دونوں کی بجا آوری کے بعد انشاء اللہ جنت آپ ہی کی ہے۔

631۔ تاریخی سبق

ان امید افزا اور انتہائی با سبق آیات کریمہ کے بعد اگلی آیات کریمہ میں مسلمانوں کیلئے ہدایت ہے کہ آنکھیں کھولیں اور زمانہ کا مطالعہ کریں اور تاریخ سے سبق حاصل کریں اور کامیابی کی طرف گامزن ہوں کامیابی اللہ تعالیٰ کے ایسے ہی بندوں کیلئے ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾

137۔ تحقیق گزر چکے ہیں تم سے پہلے (قوموں کے عروج و زوال کے) کچھ قاعدے، پس تم چلو پھرو زمین میں اور دیکھ لو، کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا؟

هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾

138۔ یہ بیان (وضاحت) ہے لوگوں کیلئے اور ہدایت اور نصیحت ہے متقیوں کیلئے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾

139۔ اور نہ ہمت ہارو اور نہ تم غم کھاؤ، اور تم ہی سربلند ہو گے اگر ہو تم (سچے) مومن۔

إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۰﴾

140۔ اگر پہنچا ہے تمہیں کوئی زخم تو بے شک لگ چکا ہے اس قوم کو بھی زخم اسی کے مثل، اور یہ (ہار جیت کے) دن ہم پھراتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان، اور یہ بھی کہ (آزما) لے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور بنائے تم میں سے کچھ کو شہید۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ظالموں کو۔

وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴۱﴾

141۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نکھار دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور مٹا دے کافروں کو۔

Marfat.com

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾

142۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں جب تک کہ نہ آزمایا ہو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جہاد سے تم میں، اور نہ ہی آزمایا ہو صبر کرنے والوں کو۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ ع ١٤

143۔ اور تم کیا کرتے تھے تمنا موت کی اس سے پہلے کہ تم اس سے ملتے، پس اب (دشمن کے مقابل) دیکھ لیا تم نے اس کو اور تم دیکھتے ہو اس کو (ڈرتے ہو)۔

632۔ تاریخ سے سبق حاصل کرو

آیہ مبارکہ 137 قوموں کے عروج و زوال کی داستان کو تاریخ کے حوالہ سے سمجھنے کی طرف دعوت ہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ یہ ایک مسلسل تاریخی عمل ہے جس کے پیچھے قدرت کے کچھ اصول کام کر رہے ہیں۔ ہر قوم زمین پر اپنے اچھے برے آثار چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ جو حقائق کو جھٹلاتے ہیں وہ بہت جلد ملیا میٹ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے تاریخ عالم پر غور کرو تاکہ پہلے والوں کی غلطیاں نہ دہراؤ۔ یہی بات سورہ نمل 69، سورہ عنکبوت، سورہ الحج 46 میں سمجھائی گئی ہے۔ ان واضح احکام کے مطابق مسلمانوں پر تو تاریخ کا بغور مطالعہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ تاریخی آثار پر تحقیقات کریں، پہلی گذری ہوئی قوموں کے حالات کا تجزیہ کریں اور ان کی بربادی کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ غرض تاریخ، آثار قدیمہ اور دیگر اقوام کے ماضی و حال کا مطالعہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے تاکہ ان کی روشنی میں وہ اپنے حال اور مستقبل کے متعلق پالیسی اور حکمت عملی طے کریں۔ اس گہری نظر کے مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ قرآن کریم میں جو قوانین اور اصول اور نصیحت کی باتیں، حلال اور حرام کی قیود کا ذکر ہے ان پر عمل کرنا کیوں ضروری ہے۔ اس لحاظ سے مسلمان تاریخ دانوں میں ابن خلدون نے جو کام کیا وہ بڑا اہم ہے۔ افسوس کہ ان کے بعد قرآنی نکتہ نظر سے تاریخ کا تجزیہ نہیں ہوا۔ بہر حال ہمیشہ کی طرح آج بھی اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمان تاریخ دان تاریخی واقعات کا اخلاقی اور روحانی تجزیہ بھی کریں تاکہ عروج و زوال کے واقعات کو ان کے صحیح تناظر میں سمجھا جا سکے۔

633۔ جہاں گردی ایک عبادت

فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے بغرض ہدایت جہاں گردی اور زمین میں سیر و سیاحت مسلمانوں پر فرض

Marfat.com

کفایہ کے درجہ کی عبادت ہے۔ اگر اس کا مقصد آج کل کے ہوس پرستوں، اور سیاحوں کی طرح مزہ تفریح اور عیش کوشی ہے تو پھر یہ وقت اور روپیہ پیسہ کا ضیاع ہے جس کی آخرت میں سزا ہوگی۔ اسی ضمن میں وہ طالب علم جو تعلیم کی غرض سے دوسرے علاقوں میں جاتے ہیں وہ بھی عبادت ہے۔ تاریخی عمارات اور تاریخی قبرستان دیکھتے وقت ذہن میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا ضروری ہے تاکہ دنیا کی ناپائیداری نظر آئے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کا بقاء سمجھ آئے۔ یوں جہاں گردی اور سیر و سیاحت انسان میں تقویٰ کے خصائل پیدا کرتی ہے۔

افسوس کہ آج کل مسلمان علماء اور صوفیاء کرام اور دانشور چل پھر کر دنیا کے حالات کو سمجھنے کو اتنی اہمیت نہیں دیتے۔ یوں دنیا کدھر جا رہی ہے اس سے وہ بے خبر ہیں۔ یہ ایک وجہ ہے کہ وہ دنیا کی سیاست، تجارت، سائنس اور صنعت میں بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔ جبکہ یورپ کی ترقی اس میں تھی کہ وہاں کے لوگ صدیوں کی بندش کے بعد سولہویں صدی میں زمین پر پھیل گئے۔ اور تو اور اب ہندو جن کے مذہب میں سمندر پار کرنا گناہ عظیم ہے، وہ بھی **سیر و فی الارض** کی اہمیت کو سمجھ گئے ہیں۔ افسوس مسلمانوں پر کہ دنیا سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ حالانکہ آیت 138 کے مطابق اس میں لوگوں کیلئے سائنسی دلائل اور پرہیزگاروں کیلئے ہدایت، نصیحت ہے۔ مقصد یہ کہ دنیا کے حالات اور تاریخ سے سبق حاصل کر کے ہم مسلسل اپنا حال بہتر کرتے رہیں اور ایک شاندار مستقبل پر نظر رہے۔

634۔ کامیابی کا وعدہ اور مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی

اگلی آیت مبارکہ 139 میں مسلمانوں کیلئے ایک زبردست خوشخبری ہے اور کامیابی کا سنہری اصول دیا گیا ہے۔ فرمایا **وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** "ست نہ ہو جاؤ اور غم اور ملال نہ کرو اور تم ہی بالآخر فتح مند ہو گے، بشرطیکہ تم صحیح معنوں میں مومن ہو"۔ مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی کے پیش نظر یہ نہایت قابل غور آیت ہے لازم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا اپنے طور اطوار سے با مقصد تقابلی جائزہ لیں۔ یہاں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ کامیابی ان کے قدموں میں ہوگی۔

1۔ سستی غفلت اور کمزوری سے دور رہنا ہے۔

تَهِنُوْ 'تھن کے مادہ سے ہے جس کا مطلب ہر قسم کی سستی ہے، خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے ہو۔ **وَلَا تَهِنُوْ** کامیابی کیلئے پہلی شرط ہے۔ یعنی دنیا اور دین کے معاملہ میں سستی گناہ ہے اور کامیابی کیلئے، جسمانی، دماغی اور روحانی طور پر چست، چالاک اور ہوش مند مسلمان ضروری ہیں۔ افسوس کہ مسلمان جنہیں حکم ہے **وَلَا تَهِنُوْ** پچھلی کچھ صدیوں سے ان سے زیادہ ست کاہل الوجود قوم شاید ہی کوئی اور ہو۔

2۔ کامیابی کیلئے دوسرا بنیادی گر ہے **وَلَا تَحْزَنُوْا** اور تم (نقصان پر) غم نہ کرو

Marfat.com

تحزنو کا لفظ حزن کے مادے سے جس کا مطلب ہے کسی چیز کے کھو جانے پر غم کھاتے رہنا۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لاتحزنوا یعنی تم کسی بھی نقصان یا ناکامی پر مغموم ہو کر مایوس نہ ہو جاؤ۔ زندہ قومیں شکست کھانے کے بعد مغموم و محزون و ملول نہیں ہوتیں بلکہ ایک نئے ولولے سے ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کیلئے دوبارہ اٹھ پڑتیں ہیں۔

جنگ احد میں اس کردار کا یعنی "ولاتھنو ولا تحزنو" کا مظاہرہ جس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تاریخ عالم میں ایک سنہری باب ہے۔ مسلمانوں کو ظاہراً شکست ہوگئی 72 جانثار شہید ہوگئے، سو سے زائد زخمی ہوئے، خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید زخمی ہوئے لیکن دوبارہ پلٹ کر اس طرح حملہ کرتے ہیں کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ یہی نہیں ہوا مدینہ پہنچ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام نہیں کیا بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم فرمایا کہ دشمن کا پیچھا کیا جائے گا۔ چنانچہ ہر ایک اپنے زخموں پر پٹیاں باندھ کر دوبارہ راہ شہادت پر چل نکلا۔ جیسے وعدہ فرمایا گیا ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ دشمن پر ایسا رعب پڑا کہ مکہ جا کر ہی دم لیا۔

3۔ کامیابی کی تیسری لازمی شرط ایمان کی پختگی ہے۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم واقعی مومن ہو تو یقیناً فتح ہوگی۔

اسلام کی ساری تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ اسباب اپنی جگہ اہم ہیں اور ان کی تیاری پر محنت اور توجہ فرض ہے لیکن بھروسہ اپنے رب ہی پر کرنا مومن کی شان ہے۔ آپ نے اصحابہ کرام کی جنگوں میں دیکھا ہوگا کہ جب کبھی دشمن کے خلاف متوقع کامیابی نہ ہوتی تو فوری وہ اپنے ایمان کا محاسبہ کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطیوں اور کمزوریوں پر توبہ کرتے۔ مثلاً عراق کی فتح کے موقع پر بغداد دریائے دجلہ کے دوسری طرف تھا اور اس طرف مسلمان تھے۔ فتح میں جب دیر ہوگئی تو خلیفہ المومنین نے حکم دیا کہ دیکھو دین کی کونسی بات میں کمزوری آگئی ہے۔ سپہ سالار حضرت سعد بن وقاص نے اس بات کیلئے مجلس بلائی اور معلوم ہوا کہ فوجی مسواک کی سنت میں سستی کر رہے ہیں۔ اگلے دن صبح جب دشمن نے ہزاروں افراد کو دریا پر بیٹھے بیک وقت مسواک کرتے دیکھا تو دل میں ایسا رعب پڑا کہ بغیر لڑے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یعنی ایمان کی قوت تلواروں کی قوت سے زیادہ طاقتور ہے لیکن تلوار چھوڑ کر صرف ایمان پر بھروسہ اسلام کے فلسفہ توکل کے متعلق نا سمجھی ہے۔

635۔ ہار جیت اور ایمان کا امتحان

اللہ تعالیٰ کے نظام میں نہ ہی ہار کسی قوم کا ہمیشہ کا مقدر ہے اور نہ ہی جیت۔ بلکہ وہ ہار جیت سے لوگوں کو آزماتا رہتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنے ایمان پر فخر کرتے ہوئے ایک جگہ پر کہیں ٹھہر نہ جائیں ان کی منزل بہت آگے ہے۔ اس لئے آیہ مبارکہ 140 میں غزوہ بدر اور غزوہ احد کے حوالہ سے یاددھانی کروائی گئی ہے کہ ہار جیت آخری فتح نہیں۔ اتار چڑھاؤ، سب آخری فتح کی طرف منازل ہیں۔ فرمایا وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (شکست و کامیابی) کے دنوں کو ہم لوگوں میں ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ نہ کسی کیلئے ہمیشہ کی فتح

Marfat.com

ہے اور نہ کسی کیلئے ہمیشہ کی ناکامی ہے۔ جو کوئی بھی قانون قدرت کی تابعداری کرے گا وہ بالآخر فتح یاب ہوگا مدّ و جزر قانون قدرت ہے اس لئے کبھی بھی مایوس نہ ہوں۔

636۔ اللہ تعالیٰ کا علم اور آزمائش

اللہ تعالیٰ ہر طریقہ سے انسان کو آزماتا ہے، ہار جیت بھی آزمائش ہے۔ اس کے دو مقصد ہیں۔ اول جسے غزوہ احد کے متعلق آیہ مبارکہ 140 میں فرمایا کہ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو اچھی طرح جان لے۔ اب اللہ تعالیٰ کا علم کلی ہے اور وہ حاضر، غیب، ماضی، حال کو بیک وقت جانتا ہے اس لئے یہ جاننا لاعلمی کو دور کرنے کیلئے نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ باقی دنیا جان لے یعنی مومنین کی آزمائش بھی ہو جائے۔ اس لئے ہار جیت میں دوسرا فائدہ جو پنہاں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے کچھ لوگوں کو شہادت کے اعلیٰ اعزاز سے نوازنا چاہتا ہے۔ تیسرا یہ کہ ظالموں کو ظاہر کرنا اور سزا دینا چاہتا ہے۔ اور چوتھا یہ کہ مومنین کی جدوجہد، ایثار اور قربانی کو آنے والے لوگوں کیلئے ایک مثال بنا دیا جائے اور ان کیلئے صدقہ جاریہ بن جائے۔

غزوہ احد میں تینوں وجوہات، فیکٹر (Factor) تھے مجاہدین میں کچھ ایسے نومسلم بھی تھے جن میں ابھی ایمان کی پختگی نہیں ہوئی تھی اور اسلام کے ڈسپلن سے وہ پوری طرح آشنا نہیں تھے چنانچہ جب شروع میں مسلمانوں نے غلبہ حاصل کر لیا اور دشمن میدان جنگ سے بھاگ رہا تھا انہوں نے بے صبری کا اظہار کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف اپنے مورچے چھوڑ کر مال غنیمت کو لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ ان کی اس انتہائی غیر ذمہ دارانہ حرکت سے خالد بن ولید جو اس وقت مسلمان نہیں تھے اور کافروں کے ایک نہایت زیرک اور قابل عسکری لیڈر تھے انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر کے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ کچے ایمان والے مسلمانوں میں اتنی بدحواسی پھیل گئی کہ ان میں بہت سے میدان جنگ چھوڑ کر مدینہ کی طرف بھاگ گئے لیکن وہ جن کے ایمان مضبوط تھے انہوں نے اپنی جانیں لڑا دیں۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود شدید زخمی ہونے کے ایسی بہادرانہ قیادت کی کہ دوبارہ مسلمان اکٹھے ہو گئے اور دشمن اپنی جیتی ہوئی جنگ ہار کر بھاگ گیا۔ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جانثاری کی ایسی درخشندہ مثالیں چھوڑیں جو قیامت تک مسلمانوں کے لہو کو گرماتی رہیں گی۔ غرض غزوہ احد میں ہزیمت سے مسلمانوں نے وہ کچھ سیکھا جو فتح سے ممکن نہ تھا۔ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ آئندہ کی فتوحات کیلئے احد میں وقتی شکست ضروری تھی۔

637۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ اور جنت کے حق دار

مومن کا اصل مقصود جنت کا حصول ہے۔ اس کی دنیا کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ یہاں اس طرح رہے کہ موت کے بعد سیدھا جنت کو پالے۔ جنت کا حق دار کون ہے؟ اس کیلئے ایمان اور عمل دونوں چاہئیں۔ آیہ کریمہ 142 بھی یہی بتاتی ہے کہ جنت کا حق دار بننا پڑتا ہے

Marfat.com

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ اس کیلئے تمہیں اللہ تعالیٰ کو اپنی بھرپور جدوجہد دکھانا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے تن من دھن کی قربانی پیش کرنا ہوگی، اور پھر ہر طرح کی سختی اور ہزیمت کے سامنے جدوجہد (Struggle) کو بلاشکایت، بلامایوسی جاری رکھ کر اپنی ثابت قدمی کو ثابت کرنا ہوگا۔

یہاں وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ O کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کو دکھائے اور ثابت کرے کہ وہ اس کے راستہ میں جہاد اور تکلیف پر کس قدر صبر کرنے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ حال ماضی اور مستقبل کو بغیر ثابت کیے بھی جانتا ہے لیکن اس کی یہ مشیعت ہے کہ وہ بندے سے ثابت کرواتا ہے تاکہ سب جان لیں۔ اس کی ایک مثال حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اس کا اور فرشتوں کا علم الاشیاء میں امتحان تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو نتائج کا پہلے ہی سے علم تھا لیکن جنہیں نہیں پتہ تھا ان پر بھی آدم کی برتری ثابت کرنے کیلئے باقاعدہ امتحان لیا گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم کے باوجود بندے کو خود سے بھی دکھانا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے۔ یہ وہی بات ہے کہ جب شیطان نے کہا کہ "میں گمراہ کردوں گا بنی آدم کو دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے"۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تمہارا میرے بندوں پر بس نہ چلے گا"۔

638۔ جنت کی تمنا

سچی بات یہ ہے کہ جیسے آیت مبارکہ 142 سے واضح ہے کہ خالی خولی دعویٰ اور تمنا سے جنت نہیں مل جائے گی۔ اس کیلئے زبردست مجاہدہ اور مصائب کو جھیلنا پڑتا ہے۔ افسوس کہ یہود کی طرح کئی ایک مسلمان بھی غلط فہمی میں پڑے ہیں کہ محض ایمان کے اعلان سے جنت ان کا حق بن جائے گی۔ بعض تن آسان کچھ مخصوص اذکار اور عبادات کیلئے انتہائی ثواب اور فضائل کے سہارے جنت کی امید رکھتے ہیں بے شک (اللہ تعالیٰ) جسے چاہے جو چاہے دے سکتا ہے لیکن اس کا قاعدہ قانون یہی ہے جو کہ آیت مبارکہ 142 میں کھول کر بیان کردیا گیا ہے۔

639۔ قربانی کے جھوٹے وعدے

آیہ مبارکہ 143 میں ان لوگوں کا پول کھول دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت میں خالی خولی دعوے کرتے تھکتے نہیں۔ حتیٰ کہ شہادت کیلئے بھی بے تابی کا اظہار کرتے ہیں لیکن دراصل ان کے گفتار و کردار میں فرق ہے۔ جب اصل آزمائش کا موقع آتا ہے تو بہانے بنانے لگتے ہیں۔ اس طرح کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھے لیکن بعد کے زمانوں میں تو ان جھوٹے دعویداروں کی بھرمار ہوگئی۔ آج کل ہمارے زمانہ میں تو اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ یہ سب ایمان کی کمی اور دین میں غیر سنجیدگی کا نتیجہ ہے۔ ان کے برعکس جو پکے مومن ہیں ان کا ظاہر باطن ایک ہوتا ہے، بلکہ باطن میں ان کی ایمان کی گہرائی ظاہر سے بھی بہت زیادہ

Marfat.com

ہوتی ہے۔ان کی موت سے محبت ایسی ہے جیسے کافر زندگی سے محبت کرتا ہے،ان کیلئے زندگی مانند جیل ہے اور موت آزادی، گناہوں سے آزادی، دنیا کے مصائب اور آزمائش سے آزادی، جنت اور جنت میں جدھر چاہو سفر کرنے کی آزادی اور وہاں خواہشات کی تکمیل کی آزادی۔اگلی آیات کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ موت برحق ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس سے سامنا کرنا پڑا، پھراس سے کیوں ڈرنا۔فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

144۔ اور نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مگر ایک رسول گزر چکے ہیں ان سے پہلے بھی کئی رسول۔پھراگر وہ مر جائیں یا قتل کردیئے جائیں تو کیا تم پھر جاؤ گے اپنی ایڑیوں پر۔اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو ہرگز نہیں وہ نقصان پہنچا سکے گا، اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی، اور عنقریب اللہ تعالیٰ جزادے گا شکر کرنے والوں کو۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

145۔ اور نہیں ہے (ممکن) کسی جان کیلئے یہ کہ وہ مرجائے مگر اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے۔لکھا ہے اس نے ایک وقت مقرر۔اور جو کوئی چاہتا ہے بدلہ دنیا کا تو ہم اسے دے دیتے ہیں اس میں سے کچھ،اور جو کوئی چاہتا ہے ثواب آخرت کا تو ہم دے دیتے ہیں اسے اس میں سے کچھ، اور عنقریب ہم پوری جزادیں گے شکر کرنے والوں کو۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

146۔ اور کتنے ہی نبی تھے لڑے ان کے ساتھ مل کر (ان کی معیت میں) اللہ تعالیٰ والے بہت سے، پھر وہ نہ سست ہوئے اس وجہ سے جو انہیں پہنچی مصیبت اللہ تعالیٰ کے راستے میں، اور نہ ہی وہ کمزور پڑے اور نہ ہی انہوں نے ہار مانی۔اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں کو۔

Marfat.com

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

147۔ اور نہیں تھی پکار ان کی مگر یہ کہ انہوں نے کہا، "اے ہمارے رب ہمیں بخش دے ہمارے گناہ، جو زیادتی (بے صبری) ہوئی ہم سے اپنے کام (ذمہ داری) میں، اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہماری مدد فرما کافروں کی قوم پر۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۱۵

148۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ثواب دنیا کا (دنیا کی کامیابی) اور (دیا) عمدہ ثواب آخرت کا، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں کو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

149۔ اے ایمان والو! اگر تم اطاعت کرو گے ان کی جنہوں نے کفر کیا، تو وہ پھیر دیں گے تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی طرف)۔ پس تم پلٹو گے نقصان اٹھانے والے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

150۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے مولا (کارساز) تمہارا، اور وہی ہے سب سے بہتر مدد کرنے والا۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

151۔ عنقریب ہم ڈال دیں گے کافروں کے دلوں میں رعب، اسلئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ان چیزوں کو کہ نہیں اتاری اس نے ان کو کوئی دلیل۔ اور ان کا ٹھکانا ہے آگ (آتش جہنم) اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ظالموں کیلئے۔

640۔ شخصیت پرستی نہیں۔ اہم ترین کام مشن ہے

آیہ مبارکہ 144 کا یہ بیان "اور نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مگر ایک رسول گزر چکے ہیں ان سے پہلے کئی رسول" اس بات تعلیم ہے کہ کسی بھی تحریک کیلئے اہم ترین اس کا مشن (Mission) ہونا چاہیے۔ شخصیت پرستی اس مشن کیلئے نقصان دہ چیز ہے۔ چنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک اسلام تھی جس کا مشن دنیا میں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت قائم کرنا تھی۔ یہ مشن آپ کی زندگی میں

Marfat.com

حیات طیبہ کے بعد بھی جاری رہنا چاہیے۔ یہ کسی شخصیت کا تابع نہیں بلکہ مومن کی زندگی اور موت اس مشن کیلئے ہونا چاہیے۔ اور جو اس مشن سے منہ موڑتا ہے وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ البتہ جو لوگ صبر و شکر کریں اس کی تکمیل میں لگے رہیں گے ان کیلئے بہت زیادہ اجر ہے جو انہیں عنقریب اس دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔

غزوہ احد میں جب دشمن نے یہ غلط افواہ پھیلادی کہ سید اولین و لآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو مسلمانوں کی اکثریت دل ہار گئی کچھ تو ایسے بھی تھے کہ جنھوں نے واپس پرانے دین کو جانا سوچ لیا۔ آیہ کریمہ میں انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بشر ہیں۔ باقی رسولوں کی طرح انہوں نے بھی دنیا چھوڑ کر بالآخر چلے جانا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ کیلئے حی القیوم ہے تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے ساتھ تم اپنے حی القیوم رب کو بھی چھوڑ دو گے؟

مسلمانوں پر ایسا دوسرا موقع اس وقت آیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی وفات پا گئے۔ فرطِ غم اور اس بے پناہ محبت اور تقدس کی بنا پر جو لوگوں کے دلوں میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے تھا انہوں نے آپ کی وفات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نازک وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حواس برقرار رکھے اور لوگوں کو جو خطبہ دیا ان میں خاص طور پر ان آیات کا ذکر تھا جسے سن کر انہیں ہوش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی جا چکے ہیں۔ **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔**

اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ وّعلیٰ آلہٖ وسلّم

641۔ موت برحق ہے، وقت مقرر ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات یا شہید ہونے کے ممکنات کے ساتھ ہی آیہ مبارکہ 144 میں بتایا گیا ہے کہ موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے نہ کوئی بیماری کسی کو مار سکتی ہے نہ کوئی کسی کو قتل کر سکتا ہے **وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا** لیکن جب اللہ تعالیٰ کا لکھا آ جاتا ہے تو پھر اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ کس نے کس طرح مرنا ہے یہ بھی لکھا جا چکا ہے۔ اگر کوئی حادثہ میں مرتا ہے تو یہ ایسے ہی اس کی قسمت میں لکھا تھا۔ اگر کوئی آسمانی یا زمینی قدرتی آفت سے مرتا ہے جیسے زلزلوں میں بیک وقت ہزاروں لوگ مر جاتے ہیں، یہ سب بھی مقرر ہو چکا ہے۔ غرض جس طرح کسی بندہ کو اس کی پیدائش کے بارے انتخاب کا کوئی حق نہیں، کب اس نے پیدا ہونا ہے اس سے مشورہ نہیں کیا جاتا، کہاں اور کس کے ہاں پیدا ہونا ہے کوئی نہیں اس سے پوچھتا۔ یہ سب خدائی فیصلے ہیں۔ اسی طرح کا معاملہ موت کا ہے۔ یہ خالق کے اپنے راز ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے مارتا ہے۔

Marfat.com

642۔ کیا موت کی تقدیر کو بدلا جا سکتا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر چہ زندگی کی مدت مقرر ہے لیکن انسان اپنے اوپر ظلم کر کے مقرر وقت سے پہلے بھی مرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے حکم ہے اپنے آپ کو خواہ مخواہ ہلاکت میں نہ ڈالو، یا خودکشی کی موت حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "دودھ پیا کرو اس سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے"۔ اور پھر بیماری کی حالت میں علاج کرانا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی سنت ہے۔ اس کے علاوہ روایات، احادیث اور قرآنی آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ڈیزائن لائف (Design Life) بہت زیادہ ہے (حضرت نوح علیہ السلام 950 سال سے زیادہ عرصہ زندہ رہے) لیکن انسان صدیوں پر محیط اپنی عادات، اخلاق، اطوار میں انحطاط کی وجہ سے اب اپنی ڈیزائن لائف تک نہیں پہنچ رہا ہے۔ (حوالہ مصنف کی کتاب ماورائی، انسان کی اپنی کہانی)۔ لیکن پھر بھی احتیاط، اصلاح اور دعا کی وجہ سے ہم ہونی موت سے بھی بچ سکتے ہیں مثلاً کہا گیا ہے کہ دعا اور صدقہ موت کا بھی علاج ہے لیکن ہوگا یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اذن سے۔ غرض زندگی بڑھ سکتی ہے لیکن موت سے آزادی نہیں اور یہ سب کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے زندگی، صحت اور ہدایت کیلئے ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے۔

643۔ دنیا اور آخرت کا ثواب

آیہ مبارکہ 145 کا یہ فرمان کہ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ "اگر کوئی چاہتا ہے ثواب دنیا کا ہم اسے دے دیتے ہیں اس میں سے کچھ اور جو چاہتا ہے ثواب آخرت کا ہم دے دیتے ہیں اس میں اسے کچھ" ہمیشہ کی کامیاب زندگی کا گر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب چاہو۔ اس سے دونوں ہی کو مانگو۔ جیسے آیہ 148 میں واضح کیا گیا ہے۔ مومن کو دونوں کامیابیاں مل جاتی ہیں۔ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اس کے مطابق مومن کی دنیا بھی بہتر ہے اور اس کی آخرت تو بہترین ہے اور یہ اس لئے ہے کہ مومنین احسان کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جائے اسے کیا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس کا قاعدہ یہ ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی سے رزق کی فراخی اور زمین میں امن ملتا ہے اور حقوق اللہ کی ادائیگی سے ایمان کی دولت، روح کی بالیدگی اور دل کی خوشی ملتی ہے۔ چونکہ مومن دونوں کے پورے کرنے کا پابند ہے۔ اس لئے وہ دونوں کا ثواب پاتا ہے۔ غیر مسلم چونکہ آج کل حقوق العباد کے پورے کرنے کا مسلمانوں سے بھی زیادہ خیال کرتے ہیں اس لئے وہ دنیا میں زیادہ خوشحال ہیں لیکن حقوق اللہ کے پورا نہ کرنے کی وجہ سے دل خوش نہیں ہوتے اور ایمان کی دولت سے محروم مرجاتے ہیں۔ ان کیلئے آیہ مبارکہ 145 کے مطابق دنیا کا ثواب بہت ہے لیکن آخرت کے ثواب سے وہ محروم ہیں۔ بہر حال مومنانہ زندگی وہ ہے جس میں دنیا کا حسن اور آخرت کا حسن دونوں ہوں ربنا اٰتنا

Marfat.com

فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ دونوں کے حسن میں جنت ہے۔

644۔ کامیابی کا نسخہ

مومن جو دنیا و آخرت میں کامیاب ہے تو اس کی وجوہات آیہ مبارکہ 146 میں بتادی گئی ہیں۔ وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ‌ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا ‌ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ اگر ان کا کفر سے مقابلہ ہو جائے تو بھی انشاء اللہ وہ ہی غالب آئیں گے بشرطیکہ وہ مندرجہ ذیل صفات کے حامل ہوں۔

1۔ اللہ والے (رِبِّيُّوۡن) ہوں

2۔ اللہ تعالیٰ کیلئے لڑنے والے ہوں

3۔ بہت ہوشیار، سستی سے بچنے والے ہوں

4۔ مصیبت سے نہ گھبرانے والے ہوں

5۔ کسی بھی حالت میں کمزور نہ پڑنے والے ہوں

6۔ کبھی بھی ہار نہ ماننے والے ہوں

7۔ مستقل مزاج صابر لوگ ہوں

645۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار مثال

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب مندرجہ بالا صفات کے بہترین نمونہ تھے۔ مثلاً غزوہ احد میں کچھ جوانوں کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی۔ 72 مسلمان شہید اور اس سے کہیں زیادہ زخمی ہو گئے۔ یعنی آپ کے ساتھ جو سات سو آدمی تھے، ہر دس میں سے ایک شہید ہو گیا اور تقریباً ہر پانچ میں سے ایک زخمی ہو گیا۔ باقیوں کے بھی حوصلے ٹوٹ گئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات گئے مدینہ پہنچے۔ ساری رات زخمیوں کی مرہم پٹی میں گزر گئی۔ خود بھی شدید زخمی تھے لیکن ایک پل بھی آرام نہیں فرمایا پھر صبح سویرے مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ دشمن کا پیچھا کیا جائے اور آفرین ان جانثاروں پر بلا چون و چرا سب کے سب اپنے زخموں کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کیلئے دوبارہ نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اس عظیم اور محیر العقول ثابت قدمی کا یہ اثر تھا کہ کفار مکہ گھبرا گئے اور بہت سا اپنا بھاری سامان کیمپوں میں چھوڑ کر مکہ کو تیزی سے روانہ ہو گئے تاکہ فتح کا بھرم باقی رہے۔

Marfat.com

646۔ عظیم لوگوں کی عظیم دعا

آیہ مبارکہ 147 اللہ تعالیٰ کے کچھ عظیم آدمیوں کی دعا ہے۔ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہماری دعا بھی یہی ہونی چاہیے۔کوئی گلہ شکوہ نہیں۔بلکہ اپنے قیام، رکوع اور سجود میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگتے ہیں۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ. ''اے ہمارے رب، بخش دے سارے گناہ ہمارے، اور ہم سے جو زیادتی ہوگئی ہے، غلطی سرزد ہوگئی ہے، اسے معاف فرمادے، اپنی راہ میں ثابت قدم رکھ، اور کفار کے خلاف ہماری جدوجہد میں مدد فرما''۔

647۔ کامیابی کا وعدہ

یہ مبارک الفاظ دعا بھی ہیں اور عزم کا اعادہ بھی۔اس کے عوض آیات مبارکہ 148-150 میں اللہ تعالیٰ ان سے کامیابی کا وعدہ فرماتا ہے فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ثواب اس دنیا کی کامیابی کا اور اس سے بھی بڑھ کر دیا انہیں ثواب آخرت کا۔یہ قابل رشک مجاہدین کے جہاد کا بدلہ ہے۔نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے پیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا انعام ان مومنین کیلئے یہ ہے کہ ان کے دشمنوں کے دل میں ان کا خوف پڑ جاتا ہے سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ''ہم ڈال دیں گے کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب۔اسلئے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

غرض جب بھی حق و باطل کا معرکہ گرم ہوگا اگر مسلمان اپنے رب سے ڈرنے والے ہوں گے تو باطل کے حمایتیوں کے دلوں میں ان کا رعب پڑ جائیگا، اگرچہ کفر دنیاوی طاقت میں کتنا بھی بڑا کیوں نہ ہو۔تاریخ اس حقیقت کی ہمیشہ سے گواہ چلی آرہی ہے حتیٰ کہ آج کے اس گئے گزرے دور میں بھی اگرچہ مشرکوں کے پاس بڑی ہوائی طاقت ہے اور بے شمار ہتھیار ہیں لیکن ایمان کی حرارت والوں سے وہ یوں ڈرتے ہیں کہ اپنے ملکوں میں اپنے شہریوں کی آزادی پر پابندی لگا رہے ہیں اور یہ جرأت نہیں کہ ان کا زمین پر مقابلہ کریں۔اس لئے اوپر فضا سے گولہ بارود پھینک کر چلے جاتے ہیں اور باوجود ہر طرح کے اسلحہ سے لیس ہونے کے مٹھی بھر مجاہدین کے رعب میں رہتے ہیں۔سبحان اللہ کس قدر کمزور ہے کفر اور ایمان کس طرح طاقتور ہے۔اس دنیا میں تو انہوں نے انشاء اللہ ذلیل ہونا ہی ہے لیکن جو آخرت کی ذلت ہے وہ شدید ترین ہے۔آگ جو وہ برسا رہے ہیں اس سے لاکھوں گنا بڑی آگ میں یہ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

اگلی آیات کریمہ میں غزوہ احد کے حوالہ سے مسلمانوں کو ہار جیت کا فلسفہ سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی اطاعت میں غفلت نہ کرو گے تو دشمن تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے۔ فرمایا:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰٮكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

152۔ بے شک سچ کر دکھایا تم سے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جب تم انہیں کاٹ رہے (قتل کر رہے) تھے انہیں اسکے اذن سے۔ یہاں تک کہ تم پست ہمت ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) حکم کے بارے میں، اور تم نے نافرمانی کی اس کے بعد کہ (اللہ تعالیٰ نے) دکھادیا تھا تمہیں وہ جسے تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے بعض وہ ہیں جو طلبگار ہیں دنیا کے اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو طلب گار ہیں آخرت کے۔ پھر (اللہ تعالیٰ نے) پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان (کے تعاقب) سے، تا کہ وہ آزمائے تمہیں، اور بے شک معاف فرما دیا اس نے تمہیں، اور اللہ تعالیٰ بہت فضل وکرم کرنے والا ہے مومنوں پر۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْۤ اُخْرٰٮكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

153۔ اور (یاد کرو) جب تم (منہ اٹھائے) بھاگے جا رہے تھے، اور مڑ کر دیکھتے ہی نہیں تھے کسی کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکار رہے تھے تمہیں، تمہارے پیچھے سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے پہنچایا اس کے بدلہ میں تمہیں غم پر غم۔ تا کہ (سبق سیکھو کہ آئندہ) نہ غمگین ہو اس چیز پر جو تم سے فوت ہو گیا۔ اور نہ اس مصیبت پر جو پہنچے تمہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے اس پر جو کچھ تم کر رہے ہو۔

Marfat.com

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَةً مِّنْکُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ ؕ یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

154۔ پھر نازل کیا اللہ تعالیٰ نے تم پر غم واندوہ کے بعد امن (یعنی) ایسی غنودگی جو چھا رہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے، اور ایک جماعت ایسی تھی جسے فکر پڑا ہوا تھا صرف اپنی جانوں کا، وہ بدگمانی کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلاوجہ جاہلیت کا گمان، وہ کہتے کہ ''کیا ہمارا بھی اس مقابلہ میں کچھ دخل ہے''؟ آپ فرمائیں، بے شک اختیار تو سارا اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ وہ چھپاتے ہیں اپنے آپ میں جو ظاہر نہیں کرتے آپ پر، کہتے ہیں اگر ہوتا کچھ ہمارا اختیار تو نہ مارے جاتے ہم یہاں۔ آپ فرمایئے کہ اگرچہ تم بیٹھے ہوتے اپنے گھروں میں پھر بھی ضرور نکل آتے وہ لوگ جن کا لکھا جا چکا تھا قتل ہونا اپنی قتل گاہوں کو، (یہ آزمائش اس وجہ سے) کہ آزمائے اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں اور ظاہر کر دے جو کچھ تمہارے صدور میں چھپا ہوا ہے، اور صاف کر دے جو تمہارے قلوب کے اندر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے صدور کے اندر کی چھپی باتوں کو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع ۱۶:

155۔ بے شک وہ لوگ جو پھر گئے تھے تم میں سے، جس دن باہم مقابلہ میں نکلے تھے دونوں لشکر، یقیناً ڈگمگا دیا تھا انہیں شیطان نے بوجہ ان کوتاہیوں کو جو انہوں نے کی تھیں، اور بے شک معاف فرما دیا اللہ تعالیٰ نے انہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے نہایت حلم والا ہے۔

Marfat.com

648۔ کامیابی کیوں ناکامی میں بدل جاتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کا مومنین سے وعدہ ہے کہ اگر وہ واقعی مومن ہیں تو وہی کامیاب ہوں گے یہ وعدہ ایمان کی شرط کے ساتھ ہے۔ اسی بات کو سمجھنے کیلئے غزوہ احد کی مثال بہت عمدہ ہے۔ آیہ مبارکہ 152 میں بتایا گیا ہے کہ حسبِ وعدہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی لیکن پھر یہ فتح شکست میں بدل ڈالی گئی اس لئے کہ ایک گروہ کے ایمان میں کجی آ گئی۔ مطلب یہ کہ اگر جماعت میں کچھ لوگ خراب ہوں تو ان کی خرابی کی وجہ سے پوری جماعت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا لیڈر کو چاہیے کہ تربیت میں کمی نہ چھوڑے اور کمزوروں کو علیحدہ کر دے۔ بہر حال آیت 152 میں بتایا گیا ہے اس کی کجی کے پیچھے مندرجہ ذیل محاصل تھے۔

1۔ مال غنیمت کے لالچ میں وہ بزدل ہو گئے (حَتّٰی اِذَا فَشِلْتُمْ)

2۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم میں جھگڑا کرنے لگے (اذا تنازعتم فی الارض)

3۔ اور حکم کی نافرمانی کی (وَعَصَيْتُمْ)

واقعہ یوں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پہاڑی پر تیراندازوں کا ایک دستہ اس ہدایت کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ کسی بھی حالت میں اپنے مقام سے ہٹیں گے نہیں۔ لیکن جب انہوں نے اوپر سے دیکھا کہ مسلمان فتح یاب ہو کر مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ لالچ میں آ گئے۔ جس کی وجہ سے ان کا ایمان ڈگمگا گیا۔ جب ان کے کمانڈر نے انہیں جگہ چھوڑنے سے منع کیا تو انہوں نے اس سے جھگڑا کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ صرف ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمع دس ساتھی اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور جام شہادت نوش کیا۔ تیراندازوں کی غلطی تو ایک خاص دستہ کی غلطی تھی لیکن اس سے پہلے جب دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ رہا تھا مسلمانوں میں سے ایک بڑی تعداد بجائے اس کے کہ دشمن کا پیچھا کرتے اور اپنی فتح کو فیصلہ کن فتح میں بدل دیتے وہ لڑنا چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے۔ فوج میں سے ایک بڑی تعداد کا یوں نظم (Discipline) کا توڑ دینا بہت بڑی غلطی تھی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خالد بن ولید نے جو کفار کے کمانڈر تھے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اس پر بجائے اس کے کہ مسلمان ان کا مقابلہ کرتے وہ گھبرا گئے اور بعض میدان چھوڑ کر ہی بھاگ گئے۔ یہ تیسری بہت شدید غلطی ہوئی۔

غلطی پر غلطی کی انتہا تھی جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی چٹان کی مانند شجاعت کا پیکر مسلمانوں کو بلا رہا تھا کہ وہ دوبارہ اکٹھے ہو جائیں، ”الی لی عباد اللہ، الی لی عباد اللہ، الی لی عباد اللہ۔“ ”اللہ تعالیٰ کے بندو میری طرف آؤ میری طرف آؤ، اللہ تعالیٰ کے بندو میری طرف آؤ“۔ ماسوائے ایک قلیل جماعت کے اکثریت نے سید الاولین وآخرین کی کال پر توجہ نہ دی اور بھاگ کر ان سے دور نکل گئے۔ ان

Marfat.com

شدید غلطیوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے جیتی ہوئی جنگ کو مسلمانوں کیلئے ہار میں بدل دیا۔

یہاں انہیں سبق دیا جاتا ہے کہ وقتی فتح کی بجائے فتح کو قائم رکھنا زیادہ ضروری ہے۔ کامیابیوں کی حفاظت کرنا ان کے حصول سے زیادہ مشکل ہے۔ یوں ان آیات کریمہ میں غزوہ احد کے حوالہ سے مسلمانوں کو تاریخی سبق دیا جاتا ہے کہ اللہ کی نصرت کیلئے اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لازمی ہے۔

649۔ غم پر غم

آیہ مبارکہ 152 میں بتایا گیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی بنا پر غزوہ احد میں مسلمانوں کیلئے غم کے اوپر غم پڑا۔ مثلاً منافقین کی جنگ کے موقع پر بے وفائی، مال غنیمت کا کھو جانا، فتح کا شکست میں بدل جانا، بہت سے ساتھیوں کا شہید اور زخمی ہونا، اس کے نتیجہ میں پے در پے غموں کے ہجوم میں مسلمانوں کی قوت برداشت بیدار ہوگئی۔ اب اصل غم کی بات یہ تھی کہ یہ سب ہوا کیسے؟ کیوں ہوا؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی کیوں کی گئی؟ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھاگتے ہوئے مومنین کو بلا رہے تھے وہ ان کی پکار پر کیوں واپس نہ مڑے؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید زخمی حالت میں صرف مٹھی بھر جانثاروں کے ساتھ جہاد کو جاری رکھے ہوئے تھے انہوں نے آپ پر اپنی جانیں کیوں نہ قربان کر دیں؟ اس طرح کے بے شمار احساسات تھے جو مومنین کیلئے پریشانی کا باعث تھے۔ اس کی ایک عمدہ مثال اس صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے جسے بتایا گیا کہ تمہارا شوہر شہید ہو گیا ہے۔ اس نے سوال کیا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ تیرے دونوں بیٹے بھی شہید ہو گئے ہیں تو پھر بھی وہ جانثار خاتون پوچھتی ہے کہ مجھے بتاؤ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں؟ جب بتایا گیا کہ آپ سلامت ہیں تو وہ پکار اٹھی، پھر شوہر کی اور بیٹوں کی شہادت کا غم کوئی بات نہیں۔

650۔ تکلیف میں راحت، سکینہ کا نزول

احد کے دن انتہائی مصائب کے ضمن میں آیت مبارکہ 154 میں بتایا گیا ہے کہ اس غم واندوہ کے عالم میں کس طرح مسلمانوں کے ایک گروہ پر امن وسلامتی کا احساس نازل ہو۔ **ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ** یہ ایک اونگھ کی صورت میں تھا جس سے دلوں کا بوجھ اتر گیا اور مسلمان ذہنی اور جسمانی طور پر دوبارہ تر وتازہ ہو گئے۔ یہ ایک سائیکک (Psychic) انعام ہے جو صابروں کو ملتا ہے۔

''مشکلیں اتنی پڑیں کہ آسان ہو گئیں'' انتہائی مشکل حالات میں اہل ایمان پر سکینہ نازل ہوتا ہے جس کے بعد تکلیف کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ اس عجیب کیفیت کا تجربہ دشمن کے ہاتھوں پکڑے گئے قیدیوں کو بھی ہوتا ہے اور میدان جہاد میں زخمیوں کو بھی یہ راحت ملتی ہے۔

Marfat.com

شرط صرف ایمان کی پختگی اور اخلاص ہے۔ اس کے برعکس نفاق کی سزا بے یقینی مایوسی اور غم ہے جو اتر تا ہی نہیں بلکہ شیطان ذہنوں میں مزید وسوسے ڈالتا ہے۔ آیت مبارکہ 153 اور 154 میں جنگ احد کے بعد کچھ کمزور ایمان والے مسلمانوں کی ذہنی حالت کو بھی ظاہر کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنی کوتاہیوں کی بجائے پریشان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیوں یہ سزا دی ہے؟ اسلام کے باوجود ان کے ساتھ یہ کیوں ہوا ہے؟ یعنی وہ خالی خولی ایمان کے دعوے کے نتیجہ میں ہر آزمائش سے بچ جانا چاہتے ہیں۔ سمجھتے نہیں کہ مومنین کیلئے مصائب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتے ہیں یا ان کو مستقبل کیلئے اہم سبق سکھانے کیلئے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت 153 میں بتایا گیا ہے۔

جنگ احد کے روز جن کے دلوں میں ابھی ایمان راسخ نہیں ہوا تھا وہ اس شامت ونقصان کی عجیب عجیب تاویلیں کر رہے تھے حتیٰ کہ منافقین نے تو حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ تک کہا کہ اگر مسلمان ہماری بات مانتے تو یوں قتل نہ ہوتے آیہ 153 میں ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا ہے ''کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو وہ لوگ قتل ہونا جن کی قسمت میں لکھ دیا گیا تھا دشمن ان کے بستروں پر آپڑتے اور انہیں قتل کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو کوئی نہیں بدل سکتا''۔ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ

651۔ آزمائش اور تاریخی سبق

جیسے آیہ مبارکہ 154 کے آخری حصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ احد مسلمانوں کیلئے ایک آزمائش بھی تھی اور مستقبل کی جنگوں کیلئے اس میں ایک تاریخی سبق (Historic Lesson) بھی انہیں سکھایا گیا۔ اس جنگ میں کھرے اور کھوٹے کو علیحدہ علیحدہ کر دیا اور سچے مسلمانوں کو اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا تجربہ کرنے کا بہترین موقع دیا۔ جہاں تک غزوہ بدر کی فتح نے حق اور باطل میں فرق کو واضح کر دیا تھا اور کفار کی کمر کو ہمیشہ کیلئے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہاں ان میں سے بعض کے دلوں میں اس غیر حقیقی سوچ کو بھی جنم دیا کہ چونکہ وہ مسلمان ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہو اس کو شکست کیسے ہو سکتی ہے؟ غزوہ احد نے اس خوش فہمی کو دور کر دیا اور ان پر ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت، ان کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے جہاد کرنے، ان پر جانثاری اور دین اسلام کے ساتھ محبت کے ساتھ مشروط ہے۔ آج چونکہ سرور کائنات ہم میں موجود نہیں تو اب ان کی جگہ اولا لامر کی اتباع لازم ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے تقاضے پورے کرتا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ایمان کی آزمائش بھی ہوتی رہے گی وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ بہرحال جیسے کہ آیہ 152 میں فرمایا گیا تھا مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس چیز پر جو کھو گئی ہے اور اس مصیبت پر جو آچکی ہے۔ غم نہ کرو بلکہ مستقبل کا سوچو۔ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ.

Marfat.com

652۔ شیطان کا بہکاوہ اور عام معافی

مسلمانوں کو احد میں اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر شدید احساس ندامت تھا۔ "اپنے بارے طرح طرح کے خیال کرتے تھے ایسے میں باہمی شک وشبہات پیدا ہونا قدرتی بات ہے لیکن آیہ مبارکہ 154 کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان مخلص مسلمانوں کیلئے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ بے شک معاف فرمادیا اللہ تعالیٰ نے انہیں۔ یقیناً وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ نہایت حلم والا" اس آیت مبارکہ سے جو اطمینان کی فضا پھیلی اس کا اندازہ کوئی راست باز دل ہی لگا سکتا ہے۔ یہ بھی غور فرمایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے میدان جنگ سے بھاگ جانے کو شیطانی وسوسہ کی وجہ بتایا ہے۔ یہ شیطان ہی تھا جس نے مسلمانوں کے دل میں اس دن بزدلی، مال کی محبت، اور جان کا خوف ڈال دیا۔ اگر آدمی کو احساس ہو جائے اور وہ اپنی کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو معافی مل جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ بے حس ہو تو شیطان کا رنگ اس پر مزید چڑھتا ہی جاتا ہے۔

ابھی تک غزوہ احد کے حوالہ سے جنگ میں فتح وشکست، کامیابی اور ناکامی کی وجوہات کا تجزیہ کیا گیا ہے تاکہ مسلمان مستقبل میں محتاط ہو جائیں اور ان کی تربیت اس طرح ہو کہ آئندہ وہ ان لغزشوں کا شکار نہ ہوں۔ آگے آنے والی آیات میں مسلمانوں کو موت وحیات کا فلسفہ سمجھایا جارہا ہے کہ مومن کیلئے موت بھی رحمت ہے اور کوئی گھبرانے کی بات نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہے جو پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

156۔ اے لوگو! جو ایمان لاچکے ہو ان کافروں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کے متعلق جب وہ سفر یا جنگ کیلئے جاتے ہیں (اور مر جاتے ہیں یا قتل ہو جاتے ہیں)۔ کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور قتل نہ ہوتے۔ (تم ایسا نہ کہو) تاکہ اللہ تعالیٰ اس کا افسوس ان کے دلوں میں رکھ دے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرنے والا ہے اور مارنے والا ہے (زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے)۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

157۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے جاؤ یا مارے جاؤ (تو یہ کوئی نقصان نہیں)۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت ان تمام چیزوں سے جو انہوں نے جمع کی ہیں بہت بہتر ہے۔

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ الَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

158۔ اور اگر تم مر جاؤ یا قتل ہو جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف جاؤ گے۔ (تمہارا حشر ہوگا)۔

653۔ آئی موت ٹل نہیں سکتی

موت برحق ہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا یہ کیسے آئے گی؟ کب آئے گی؟ سب کچھ پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے۔ یقیناً اس کی وجہ کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے لیکن وہ سبب اللہ تعالیٰ کے اذن سے معرضِ وجود میں آتے ہیں جب کہ لوگ سبب کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ آیہ مبارکہ 156 میں بتایا گیا ہے کہ کفار اور منافقین اپنے مسلمان رشتہ داروں کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ شہید ہمارے پاس ہوتے، ہماری بات مانتے تو شہید نہ ہوتے۔ ان کا اس سے مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے دل میں بھی یہ شیطانی وسوسہ آجائے اور وہ سوچیں کہ جنگ پر نہ گئے ہوتے تو شاید بچ جاتے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ وہ اس فاسد خیال کو دل میں جگہ نہ دیں۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْر ۔ حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ جو تم کرتے ہو جانتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ زندگی موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اس کی مشیت ہے۔ البتہ جیسا کہ آیہ مبارکہ 157 میں بتایا گیا ہے مسلمانوں کیلئے یہ خوشخبری ہے کہ اگر وہ جہاد کو جاتے ہوئے راستہ میں مر جاتے ہیں یا جہاد کرتے قتل ہو جاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہید ہیں۔ ان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں ڈھانپ لے گی۔ کتنا نفع بخش سودا ہے۔ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۔ مرنا تو ویسے بھی تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنا دنیا کی تمام دولتوں سے بہت بہتر ہے۔ اور پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ موت فنا ہونا نہیں۔ جیسے کہ آیہ مبارکہ 158 میں بتایا گیا ہے۔ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ الَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۔ کافر ہوں یا مومن سب کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے دربار میں جمع ہونا ہے تو پھر موت کا غم کاہے کو۔ ایک وقتی حادثہ ہے۔

Marfat.com

آخر کار سب اگلے پچھلے اکٹھے ہوں گے اور اپنے رب کو جواب دہ ہوں گے۔

اوپر دی گئی آیات میں غزوہ احد کے حوالہ سے مسلمانوں کو جہاد کی تربیت دی گئی ہے خصوصاً آج کل فوجیوں کو ان آیات کی روشنی میں جنگ میں ناکامی اور کامیابی کے اسباب پر خوب غور وفکر کرنا چاہیے اور ٹریننگ پروگرام ایسے وضع کئے جائیں جن سے وہ ذہن سازی ہو جس کی یہاں تعلیم دی گئی ہے۔ اگلی آیات کریمہ میں لیڈر شپ کیلئے ہدایات ہیں۔ سپاہی ہو یا کمانڈر سب کیلئے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی سنت اسوہ حسنہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت لیڈر انتہائی محبت کرنے والے مہربان لیڈر تھے۔ فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

159۔ پھر بسبب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آپ نرم مزاج ہیں ان کیلئے، اور اگر ہوتے آپ تندخو، سخت دل تو وہ ضرور منتشر ہو جاتے آپ کے پاس سے، چنانچہ آپ معاف کر دیں انہیں اور بخشش مانگیں ان کیلئے، اور ان سے مشورہ کریں باہمی معاملات میں۔ پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو (پھر ڈٹ جائیں) توکل کریں اللہ تعالیٰ پر بلاشبہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

160۔ اگر مدد کرے تمہاری اللہ تعالیٰ، تو نہیں کوئی غالب آنے والا تم پر، اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے (بے یار و مددگار) تو کون ہے وہ جو تمہاری مدد کرے گا اس کے بعد؟ اور اللہ تعالیٰ پر ہی چاہیے کہ توکل کریں مومن۔

654۔ بے مثال لیڈر اور لیڈر شپ

غزوہ احد بے مثال لیڈر شپ کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ جب بھگدڑ مچی تو ایک وقت سرور کائنات سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات سو میں سے صرف تیرہ جانثاروں کے ساتھ میدان میں ڈٹے ہوئے تھے اور کفار کی تمام طاقت کا منہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا۔ اگر آپ کے پاؤں اکھڑ جاتے تو اسلام کی موت ہوتی لیکن آپ نے بفضل اللہ تعالیٰ اپنے بے مثال عزم و صبر، شجاعت اور حکمت عملی سے

ہاری ہوئی جنگ کو دوبارہ فتح میں بدل دیا۔ فتح اور شکست کی وہ مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کے جانثاروں نے جس طرح اپنے سینوں اور پیٹھوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آنے والے تیروں کو روکا۔ یہ محبت بھی کسی اور لیڈر کو نصیب نہیں ہوئی۔ مشہور فرانسیسی تاریخ دان پروفیسر لیموئیر (Leymrour) تجزیہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ "اگر لیڈرشپ کم از کم اسباب کم از کم وقت کے استعمال سے زیادہ سے زیادہ مقاصد حاصل کرنے کا نام ہے تو تاریخ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بازی نہیں لے سکتا ہے"۔ امریکی مصنف مائیکل ہارٹ کے مطابق اگر لیڈرشپ کا مطلب مستقبل پر اثرات چھوڑنا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر ایک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لیڈرشپ کی طاقت آپ کے اسوۂ حسنہ میں تھی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین اخلاق والا کہا ہے۔ آیہ مبارکہ 159 میں جنگ احد کے پس منظر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لیڈرشپ کے کچھ خصوصی پہلوؤں کا ذکر کیا گیا ہے جن کی روشنی میں لیڈرشپ کی تربیت ہونی چاہیے۔ یہاں زندگی کے ہر شعبہ کے لیڈر کیلئے ان میں اہم سبق ہے۔ فرمایا فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ.

655۔ لیڈر کی چند اہم خصوصیات

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خاص صفت یہ تھی کہ آپ نہایت نرم خو نہایت مہربان اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ غزوہ احد میں جو کچھ ہوا اس میں کچھ لوگوں کا کردار نہایت قابل افسوس تھا۔ عین جنگ سے پہلے فوج کا تیسرا حصہ علیحدہ ہو کر واپس مدینہ کو پہنچ گیا۔ یہ ایک طرح سے غداری تھی پھر جنگ کے دوران حکم عدولی اور جنگ سے بھاگنے کا جرم بھی کچھ ساتھیوں سے سرزد ہوا۔ عام لیڈر شپ ہوتی تو ہاری ہوئی جنگ جیتنے کے بعد انتقام کی لہر چل پڑتی لیکن مدینہ میں ایسا نہیں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حلم، متانت اور نرم خوئی کی اعلیٰ ترین مثال تھے، نے سب کو معاف فرما دیا۔

لیڈرشپ کیلئے تندخوئی اور سخت دل زہر ہے آیہ مبارکہ 159 میں فرمایا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. "اگر آپ سخت ہوتے تو لوگ ضرور آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے" ہر طرح کی لیڈرشپ کیلئے آپ کی ایک رہنما کیس ہسٹری ہے۔ اگر آپ اپنے ساتھیوں کی پروا (Care) نہیں کرتے وہ بھی نہیں کریں گے۔ ان کی محبت دراصل لیڈر کی ان سے اپنی محبت ہی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور حکومت کے کلی بااختیار سربراہ ہونے کے اپنے ساتھیوں سے بھائیوں سے زیادہ پیار اور اپنے دل سے ان کی عزت کرتے۔ اس کے بدلے وہ اپنی جان بھی قربان کرنے کیلئے تیار رہتے۔ نرم خوئی کے علاوہ آیہ مبارکہ میں لیڈرشپ کی مندرجہ ذیل نمایاں صفات بتائی گئی ہیں۔ ان کا عملی مظاہرہ بہت بڑی عبادت ہے۔

Marfat.com

1۔ معاف کرنے والا (Forgiving)

2۔ درگزر کرنے والا (Tolerant)

3۔ مشورہ کرنے والا

4۔ قوت فیصلہ والا

5۔ عزم صمیم رکھنے والا

6۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والا

7۔ ساتھیوں کیلئے نیک خواہشات رکھنے والا

جدید انتظامی سائنس (Management Science) بھی ہزاروں تجربوں کے بعد اسی حقیقت پر پہنچ رہی ہے کہ مندرجہ بالا خصوصیات ہر اچھے اور کامیاب لیڈر کیلئے بنیادی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے بغیر کوئی لیڈر کامیاب ٹیم بنا ہی نہیں سکتا۔ لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرنا، ان سے درگزر کرنا، اگر آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کیلئے دل وجان سے کام کریں تو لازمی صفت ہے۔ یہ صفات لیڈر اور اس کے مقلدوں کے درمیان گوند کی طرح ہیں۔ مجموعی حیثیت میں لیڈر کی طاقت اس کی قوت فیصلہ اور فیصلہ کے بعد اس پر ڈٹے رہنے میں ہے، اور مزید یہ کہ وہ ظاہری اسباب کے بہترین استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے ہوتے ہیں۔

656۔ توکل

بعض اوقات لوگ توکل کو غلط معنی دیتے ہیں کہ اس کا مطلب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانا ہے۔ یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بات ہے۔ آپ سے زیادہ بہتر منصوبہ بندی کرنے والے اور تمام حاضر ذرائع کو بہترین طریقے سے استعمال کرنے والا کوئی ہوا ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اپنی عقل اور قوت سے جو ممکن ہو وہ کرنے کے بعد نتائج کیلئے اللہ تعالیٰ پر پورا پورا انحصار توکل ہے۔ یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت سے جو آپ نے ایک اعرابی کو فرمائی، اچھی طرح واضح ہوتی ہے۔ وہ مسجد کے باہر اپنے اونٹ کو اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے کھلا چھوڑ آیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو مضبوط رسی سے باندھو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔

657۔ مشورہ کرنے کا حکم

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ایک عمومی حکم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مستثنیٰ نہیں تھے بلکہ حضور اکرم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جمہوری طبعیت کا کوئی آدمی ہوا ہی نہیں۔ باوجود کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ صاحب الرائے، سب سے زیادہ سمجھدار، سب سے زیادہ بادماغ اور معاملہ فہم تھے اور ان فطری صفات کے اوپر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول تھے لہٰذا غلطی کا امکان تھا ہی نہیں، ان سب صفات کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اپنے ساتھیوں سے زیادہ مشورہ کرنے والا کوئی نہیں ہوا۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثریت کی رائے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے، مثلاً غزوہ احد ہی کو لے لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی رائے یہ تھی کہ دشمن کی تعداد اور طاقت اور اس کے مقابلہ میں اپنی طاقت اور تعداد کے پیش نظر شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کرنا بہتر ہوتا لیکن اکثریت نے جوش و ولولہ اور بدر کی فتح نے جو انہیں اعتماد دیا، مدینہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں لڑنے کا مشورہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مشورہ قبول کیا۔ جب فیصلہ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کی تیاری کر رہے تھے تو لوگوں کو احساس ہوا کہ آپ کی رائے زیادہ بہتر تھی اس لئے فیصلہ بدلنے کی درخواست کی لیکن پھر آپ کا پُرعزم جواب یہی تھا کہ اب فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے آگے بڑھو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ۔

افسوس کہ آج کے مسلمان دنیا بھر میں سب سے زیادہ غیر جمہوری، اور ان کے لیڈر مشورہ سے عاری، اپنے فیصلے اپنے عوام پر ٹھونس کر بیٹھتے ہیں جبکہ مغرب نے اسلام کے جمہوری مزاج کو سمجھ کر سولہویں صدی سے اپنے طرز حکومت اور اداروں کو باہمی مشاورت کے اصول کے مطابق بدل دیا۔ جب وہ جمہوری ہو رہے تھے مسلمان اس دوران مشورہ چھوڑ کر مطلق العنانی کی طرف جا رہے تھے۔ اب دونوں باتوں کا نتیجہ آج دنیا کے سامنے ہے۔ مغرب کے مشورہ کی بنا پر کام کرتے ہوئے ادارے ہر شعبہ میں بہت آگے نکل گئے اور مسلمان اپنے عوام، دانشوروں کی عقل اور باہمی اعتماد سے محروم ہوتے گئے۔ کیا سچ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ''جو شخص استبداد رائے رکھتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جو لوگوں سے مشورہ کرتا ہے وہ ان کی عقل میں شریک ہو جاتا ہے''۔ (نہج البلاغہ)

658۔ مشورہ کا طریقہ

مشورہ کیلئے مندرجہ ذیل طریقے قرآن کریم اور سُنت سے ثابت ہوتے ہیں:

1۔ اہل الرائے سے یعنی ہر لیڈر کی اپنی ایک کیبنٹ (Cabinet) ہوتی ہے جو دانشور، تجربہ کار، عادل اور متقی افراد پر مشتمل ہونی چاہیے ان سے مشورہ طلب کیا جائے۔

2۔ بڑے بڑے مسائل جنکا عام مسلمانوں پر براہ راست اثر پڑتا ہے جیسے غزوہ احد تھا، مشورہ عام مسلمانوں سے بھی کرنا چاہیے۔ آج کل ریفرنڈم (Referendum) کا طریقہ استعمال ہو سکتا ہے۔

3۔ لوگوں کے نمائندوں سے جن میں آج کل کی پارلیمنٹ اسمبلی وغیرہ شامل ہیں مشورہ طلب کیا جائے۔

Marfat.com

4۔ مشورہ کیلئے کمیٹی بنادی جائے جو لوگوں کی رائے معلوم کرے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کیلئے بنادی تھی۔ آج کے رائے زن طریقے (Opinion Poles) بھی مناسب طریقہ ہے۔

5۔ مشورہ کو اپنی رائے کا تابع کرنا، یعنی طاقت اور دھونس کی بنیاد پر من پسند مشورہ حاصل کرنا حرام ہے۔

659۔ اللہ تعالیٰ کی مدد

جب مسلمان لیڈر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو سامنے رکھ کر اپنے فیصلے کریں گے، اپنے معاملات اپنے شہریوں کے مشورے سے چلائیں گے اور ان خصوصیات کو اپنالیں گے جو آپ کا طرہ امتیاز تھیں تو پھر ان پر برکات نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔ ایسے لیڈر قوم کیلئے رحمت ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ ''جس وقت تمہارے حکمران نیک لوگ ہوں گے اور تمہارے امیر سخی لوگ اور تمہارے معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہوں۔ تمہارے لئے زمین کا ظاہری حصہ باطنی حصہ سے بہتر ہے۔ (تفسیر نمونہ) ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد اترتی ہے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آیہ مبارکہ 160 میں ''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا اور وہ تمہاری مدد سے دستبردار ہو جائے تو اس کے علاوہ کون مددگار ہوگا؟ اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے''۔ اِنۡ يَّنۡصُرۡكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَـكُمۡ‌ۚ وَاِنۡ يَّخۡذُلۡكُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ اس لئے مسلمانوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہر دم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہنا چاہیے۔ اپنی بہترین منصوبہ بندی، محنت اور قربانی کے بعد اپنے رب پر پورا پورا توکل کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر آپ غالب رہیں گے۔ تعداد اور ذرائع سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اصل بات پختہ ایمان اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مقصد کا واضح ہونا، باہمی اتحاد پر عزم قیادت اور میسر ذرائع کے بہترین استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ کی مدد پر توکل اور بھروسہ کامیابی کی ضمانت ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل بہترین نمونہ Case History ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنۡ يَّغُلَّ‌ ؕ وَمَنۡ يَّغۡلُلۡ يَاۡتِ بِمَا غَلَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶۱﴾

161۔ ممکن ہی نہیں کہ کوئی نبی خیانت کرے اور جس شخص نے خیانت کی ہوگی، وہ بروز قیامت اپنی خیانت چیز کے ہمراہ پیش ہوگا۔ پھر ہر شخص کو پورا (بدلہ) دیا جائے گا جو اس نے کمایا ہوگا۔ اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہوگا۔

Marfat.com

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾

162۔ تو کیا پھر جس شخص نے پیروی کی ہوگی رضائے الٰہی کی کیا وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو آیا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بری وہ لوٹنے کی جگہ ہے۔

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

163۔ وہ لوگ درجہ بدرجہ ہوں گے اللہ تعالیٰ کے ہاں، (اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجات مختلف ہیں) اور اللہ تعالیٰ خود دیکھنے والا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں۔

660۔ خیانت۔ کامیابی کیلئے زہر

اللہ تعالیٰ کی امداد ''جنگ ہو یا امن'' اور نتیجہ کے طور پر فتح اور سربلندی کیلئے اگر کچھ معروف خصائل کی ضرورت ہے تو ان کے مقابل بھی کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جن سے رک جانا انتہائی ضروری ہے۔ ان میں نمبر 1 خیانت ہے جس سے بچنے کا قطعی حکم آیہ مبارکہ 161 میں فرمایا گیا ہے۔ خیانت، امانت میں ہوتی ہے جس چیز کے آپ وارث بنا دیئے گئے ہیں اسے اس کے حق داروں تک صحیح صحیح پہنچا دینا امانت ہے اور اس میں کمی بیشی کر دینا، اصل میں نقل کی ملاوٹ کر دینا، خیانت ہے۔ خیانت کسی بھی معاشرہ کی ترقی میں زہر قاتل ہے۔

آیہ مبارکہ 161 میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی جو اپنی امت کے سیاہ سفید کا مالک ہوتا ہے، ان کا سب کچھ اس کا ہوتا ہے اسے بھی خیانت قطعاً جائز نہیں تو عام آدمی کیلئے کیا ہوگا جسے کسی دوسرے کے اوپر کوئی حق ہی نہیں۔ بلکہ حکم ہے کہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ''کسی نبی کیلئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ خیانت کرے'' یعنی نبی کی مشیت صرف امانت پر ہوتی ہے وہ کلی طور پر امین ہوتا ہے۔ چنانچہ نبوت سے پہلے بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ضرب المثل امانت اور صداقت کی وجہ سے الامین (The Most Honest) اور الصادق (The Most Truthful) کے القابات سے پکارے جاتے تھے۔ ان کی اعلیٰ ترین ذمہ داری کے پیش نظر کہ حق تعالیٰ کا پیغام انہوں نے من و عن دنیا تک پہنچانا ہے ان کی فطرت اور خلق میں خیانت ہوتی ہی نہیں یعنی نبی پیدائشی طور پر بھی امین ہوتے ہیں۔

آیہ مبارکہ 161 میں نبی کی مثال کے ساتھ متقین کو سمجھایا جا رہا ہے کہ نبی تو فطری طور پر خیانت سے پاک ہیں تم اختیاری طور پر اس سے پاک ہو جاؤ۔ تم نبی کے پیغام کے حامل ہو اس لئے تم سے بھی کسی طرح کی خیانت برداشت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اسلام کی تعلیمات اور سید اولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کے زیر اثر عرب کے گنوار غیر مہذب لوگ جن کا پیشہ ہی دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا تھا انہوں نے امانت اور صداقت کے وہ معیار قائم کر دیئے جن کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

Marfat.com

661۔خیانت کیا ہے؟

خیانت امانت کے برعکس ہے امانت حق دار کو اس کا حق احسن طریقہ سے لوٹانے کو کہا جاتا ہے۔مثلاً آپ کے پاس کسی نے کوئی چیز امانتاً رکھوائی آپ کا فرض ہے کہ معاہدہ کی شرائط کے مطابق وہ وقت مقررہ پر حق دار کو واپس کر دیں۔مشورہ بھی امانت ہے۔اگر غلط آدمی کو ووٹ دیا تو خیانت سرزد ہوگئی۔وعدہ کا وفا کرنا بھی امانت ہے۔اگر کوئی آدمی اپنے متفقہ فرائض کو پورا نہیں کرتا تو اس نے بھی خیانت کی۔چنانچہ دفتری اہل کار اپنے نوکری کے معاہدہ یا حلف کے مطابق اپنے فرائض ادا نہیں کرتے تو خیانت کے مرتکب ہیں۔

662۔ خیانت کی سزا

حقیقت یہ ہے خیانت جو بد قسمتی سے اب نام نہاد مسلمانوں کا کلچر بن چکا ہے انتہائی چھوٹی بات میں بھی جائز نہیں مثال کے طور پر پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں۔''جب خیبر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حملہ کیا تو اس دوران ایک شخص جس کا نام معلوم نہیں، فوت ہو گیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جنازہ کے لئے عرض کی گئی اور رحمت عالم نے فرمایا **صلو علی صاحبکم**، جاؤ تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو۔صحابہ کرام کے چہرہ کی رنگت بدل گئی فرمایا **صاحبکم علی فی اللہ**۔تمہارے ساتھی نے اللہ تعالیٰ کے مال میں خیانت کی ہے۔ہم حیران ہو گئے اور جب اسکے مال کی تلاشی لی تو ہمیں اس کے سامان سے یہودیوں کے چند منکے ملے جن کی قیمت دو درہم تھی۔(حدیث ابوداؤد) اس سے معلوم ہوا کہ یہ معمولی سی خیانت بھی اتنا بڑا جرم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے رؤف الرحیم نے بھی اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔نیز یہ بھی پتہ چلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بات چھپی نہیں تھی۔

افسوس کہ مسلمانوں میں آج کل خیانت کا مرض کینسر کی طرح پھیلا ہوا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے نہیں ڈرتے کہ جو یہ فرمایا گیا ہے۔**وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ** ''جو شخص خیانت لے کر آئے گا تو جو بھی اس نے خیانت کی ہوگی روزِ قیامت اس چیز کے ہمراہ پیش ہوگا''۔ذرا سوچو کہ ہم کیسی کیسی خیانتوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کر دیئے جائیں گے۔خبردار خیانت صرف روپے پیسے کی نہیں بلکہ جیسا اوپر واضح کیا گیا ہے اگر اپنی ڈیوٹی کوئی آدمی پوری طرح ادا نہیں کرتا تو یہ بھی خیانت ہے۔یعنی دفتر کا وقت ضائع کرنا، کم تولنا، ووٹ کا غلط استعمال، غلط مشورہ دینا بھی خیانت کے کام ہیں جن کا حساب آخرت میں دینا پڑے گا۔

663۔ رضائے الٰہی

خیانت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ خائن رضائے الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔اسکا

ٹھکانہ جہنم ہے جس سے زیادہ بری جگہ اور کون سی ہوسکتی ہے؟اس سلسلہ میں آیہ 162 کا ارشاد۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ہمارے لئے ایک بروقت وارننگ ہے اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے تو باقی کیا بچا؟ یقیناً رضائے الٰہی سے قیمتی کوئی چیز نہیں۔ ہم زندگی میں اپنے سے بڑے آدمی کی رضا ڈھونڈتے ہیں۔ اگر کسی کو ملک کے سربراہ کی رضا حاصل ہو جائے تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ اب سوچیے جس کو اللہ تعالیٰ مالک کون ومکان کی رضا حاصل ہو جائے اس کی کیا شان ہو گی؟ اللہ تعالیٰ عزوجل کی رضا برائی سے بچنے، نیکی کرنے اور خیانت سے دور دور رہنے میں ہے۔ امانت میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تو محبت ہی محبت ہے لیکن اگر ہم میں سے کوئی اس کے دیئے گئے کام میں خیانت کرتا ہے، یعنی خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کے خلاف زندگی گزارتا ہے، تو اللہ تعالیٰ عزوجل کی ناراضگی پھر کیوں نہ ہوگی۔

664۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کے ہاں درجات

آیہ مبارکہ 163 سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے اعمال کے نتائج کے مطابق ہر شخص کا اپنا اپنا درجہ ہے۔ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ جنت میں بھی درجے ہیں اور جہنم میں بھی درجے ہیں۔ غرض ہر آدمی کا اللہ تعالیٰ عزوجل کے ہاں درجہ ہے۔ اگر اعمال اچھے ہیں تو علیین کی جانب ہوگا اور اگر برے اعمال والا ہے تو اسافلین کی طرف درجہ ہوگا۔ زندگی میں یہ درجات بڑھتے کم ہوتے رہتے ہیں۔ چاہئے کہ انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تاکہ بروقت تدارک بھی ہو سکے۔ چونکہ نیکیاں برائیوں کو کھا جاتی ہیں اس لئے درجات میں بلندی کیلئے ہمیں خصوصی کوشش کرنی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے یعنی زکوٰۃ اور صدقات بھی برائیوں کی کالک کو دھونے کیلئے ضروری ہیں۔ آیہ مبارکہ 271 سورہ البقرہ بتاتی ہے کہ صدقات مٹا دیں گے تمہارے گناہ (یکفر عنکم من سیاتِکم) گناہوں سے پاک ہونے کے معنوں کو اگلی آیہ کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

164۔ یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل نے مومنوں پر جب بھیجا ان میں ایک رسول انہی میں سے، وہ پڑھتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات اور پاک کرتا ہے انہیں اور انہیں قرآن اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ ورنہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

Marfat.com

665۔ مقام رسالت

انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ ہمارا سانس لینا بھی اس کے احسان کے نتیجہ میں ہے۔ ہماری زندگی گزارنے کا سامان بھی اسی کا احسان ہے لیکن ان سے بھی بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں تقویٰ، اور فجور کا فرق سمجھنے کیلئے اپنے پیغمبر بھیجے اور سب سے آخر میں تا قیامت رحمت کیلئے رحمت اللعالمین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ ان کی بعثت انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہے۔ آپ کی رسالت کا مقصد یہ ہے کہ دنیا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے دور جا چکی تھی، پرانے نبیوں کے حکم و تعلیمات فراموش کر چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں برائی سے پاک ہونے کی تعلیم دیں تا کہ وہ بھی پہلی گزری ہوئی امتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکیں اور درجات میں بلندی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تمام انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔ خصوصی طور پر مومنین پر جو آپ کے پیچھے چل کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا شکر ہے کہ ہم اشرف الانبیاء کے ماننے والوں میں سے ہیں۔ جیسے آیہ مبارکہ 164 میں فرمایا گیا ہے "پاک کرتا ہے انہیں، اس لئے جو آپ کے ساتھ جڑ گیا خود بخود ہی پاک ہوتا جائے گا"۔

اشرف الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام رسالت کی دوسری شان یہ ہے کہ آپ سکھاتے ہیں انہیں کتاب اور حکمت۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ الکتاب سے مراد قرآن الحکیم ہے جو علم ہے، اور حکمت سے مراد سنت طیبہ ہے جس کا ریکارڈ احادیث کی کتب میں محفوظ ہے جو قرآن کریم کے عملی زندگی میں نفاذ کا طریقہ ہے (Implementation Strategy)۔ یعنی قرآن قانون ہے تو حدیث اس کی پریکٹس ہے اور صاحب القرآن عملی نمونہ ہیں۔

گر یمر کی بنیاد پر آیہ کریمہ 164 میں ایک اہم نکتہ صیغہ مضارع کا استعمال ہے۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ مضارع کا صیغہ زمانہ حال یا مستقبل کیلئے استعمال ہوتا ہے یہ نہیں کہا گیا کہ سکھاتا تھا انہیں قرآن اور حکمت کا بلکہ کہا گیا ہے سکھاتا ہے انہیں۔ اس کا مطلب یہ کہ بحیثیت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنے امتیوں کو، گناہوں کی گندگی سے پاک کرتے رہیں گے۔ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کی کتاب اور حکمت سکھاتے رہیں گے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم مطلق ہیں۔ استاد موجود ہے شاگرد ہونے چاہئیں۔ آیت مبارکہ کا آخری حصہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے آپ کو خواہ وہ کتنا بھی مہذب سمجھتے ہیں بالکل جاہل مطلق ہیں۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ دراصل جہالت آپ سے بے خبری اور دوری کی وجہ سے ہے اور یہ دوری جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت مبارکہ بتا رہی ہے انسانیت کیلئے مصائب کا باعث ہے۔ فرمایا:

Marfat.com

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٦٥﴾

165۔ کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت، حالانکہ اس سے پہلے (بدر) میں تم پہنچا چکے تھے (دشمن کو) اس سے دگنی (مصیبت)، تم بول اٹھے یہ کیا ہے؟ یہ کہاں سے آپڑی مصیبت۔ آپ کہہ دیجیے (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انہیں، یہ تمہاری اپنی وجہ سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾

166۔ اور وہ مصیبت جو پہنچی تھی تمہیں اس روز (روزِ احد) جب مقابلہ کو نکلے تھے دونوں لشکر۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی، تاکہ مومنین کو (کو آزمائش کے ذریعہ) جانا پہچانا جائے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ښ وَقِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۭ ھُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِھِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِھِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿١٦٧﴾

167۔ اور تاکہ جانا جاسکے انہیں بھی جو نفاق کرتے ہیں، اور (جب) ان سے کہا گیا آؤ لڑو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا دفاع کرو (اپنے پیغمبر کا) (تو یہ منافق) بولے، اگر ہم جانتے کہ جنگ ہو گی تو ہم ضرور تمہاری اتباع کرتے، اور (حقیقتاً) وہ کفر سے اس دن زیادہ قریب تھے بہ نسبت ایمان کے۔ وہ کہتے ہیں اپنے مونہوں سے ایسی باتیں جو نہیں ہیں ان کے دلوں میں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٦٨﴾

168۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کے بارے اور وہ خود اپنے (گھروں میں) بیٹھے تھے "اگر وہ کہا مانتے ہمارا تو نہ مارے جاتے" آپ فرمائیں "ذرا دور تو کر کے دکھاؤ اپنے آپ سے موت، اگر واقعی تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو"

Marfat.com

666۔ مصائب کی وجہ

ہم پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کی وجہ ہم عالم اسباب میں ڈھونڈتے ہیں۔ یقیناً واقعات کا ظہور اسباب کے باہمی عمل کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن اسباب کیوں اس طرح اکٹھے ہو جاتے ہیں؟ آیہ مبارکہ 165 اس حقیقت سے پردہ اٹھاتی ہے کہ کوئی بھی مصیبت تمہارے اپنے نفس کی وجہ سے ہے قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ "یعنی ہم پر جو مصیبت آتی ہے ہم خود ہی اسکے ذمہ دار ہیں، یعنی مصیبت ہمارے برے اعمال کوتاہیوں، کمزوریوں اور ظلم اور ماحول کا ردِّ عمل ہوتا ہے۔ یہ ردِّ عمل اکثر فوری نہیں ہوتا بلکہ وقت کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے اور پھر اچانک مصیبت بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ اسکا علاج کیا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ انسان برائی سے بچے اور نیکی کی طرف لگا رہے۔ یہ سکھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی بھیجے اور آخر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جنہوں نے تمام سابقہ انبیاء کے دین کو مکمل کر دیا۔ یہی دین اسلام ہے۔ چنانچہ انسان پر جو بھی مصیبت آ رہی ہے وہ اسلام سے روگردانی اور اسکے معروف اور منکر پر عمل نہ کرنے سے ہے۔

بعض دفعہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ اکثر تو مسلمان ممالک ہی مشکل میں ہیں۔ افسوس اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم باوجود ایمان کی شہادت کے قرآن کریم میں دیئے گئے زندگی کے اصولوں پر عمل نہیں کرتے۔ خصوصاً حقوق العباد اور حقوق المخلوقات اور غور و فکر والی آیات پر اکثر مغربی اقوام مسلمانوں سے بہتر عمل کرتے ہیں اس لئے وہ نسبتاً مصائب سے بھی محفوظ ہیں۔ لیکن حقوق اللہ تعالیٰ کی نفی کی وجہ سے ان کی آخرت محفوظ نہیں۔ کاش کہ وہ قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق حقوق اللہ کو بھی سمجھ کر ادا کرنے لگیں اور منکرات سے بچیں تو ان کی دنیا اور آخرت دونوں ہی جنت ہو جائیں لیکن افسوس تو مسلمانوں پر ہے کہ ایمان رکھنے کہ باوجود کسی بات پر بھی عمل نہ کر کے مصائب میں گرفتار ہیں۔

667۔ مصیبت اور آزمائش

اگر چہ مصیبت اپنے نفس کی برائی کے سبب آتی ہے لیکن یہ انسان کیلئے سبق بھی ہے کہ وہ آئندہ برائی کرنے سے ڈرے، اپنی اصلاح کرلے اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا حقدار بن جائے۔ جیسا کہ آیہ مبارکہ 166 سے ظاہر ہے کہ باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کلی علم حاصل ہے لیکن پھر بھی وہ آدمی کو ٹیسٹ کرتا ہے تا کہ انسان خود بھی جان لے اور دنیا بھی دیکھ لے کہ وہ دین کے اصولوں پر کس قدر استقلال سے قائم رہتا ہے۔ آیہ مبارکہ 166 میں وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آیہ مبارکہ 167 میں وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا کا یہی مطلب ہے کہ دنیا مومنین اور منافقین دونوں کے عمل کو اچھی طرح دیکھ لے۔ اس ضمن میں منافقین کے طرزِ عمل اور سوچ کو آیات مبارکہ 167 اور 168 میں کھول کر واضح کر دیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ ہماری جزا و سزا اس بات پر ہے کہ آئی ہوئی مصیبت کو ہم نے کیسے لیا؟ اور کیا کیا؟ اور آئندہ کیلئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا؟۔ اگر اس سے سبق لیکر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کر لیا تو یہی مصیبت آدمی کیلئے باعث رحمت بن جاتی ہے لیکن اگر منافقانہ طرزِ عمل اختیار کیا تو یہ باعث ذلت و خواری اور غم بن جاتی ہے بلکہ یہ مصیبت کسی بڑے عذاب کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی

Marfat.com

ہے۔ جنگ احد کے حوالہ سے آیات کریمہ 166-168 میں مسلمانوں اور منافقین کے طرزِ عمل کا علیحدہ علیحدہ تجزیہ کیا گیا ہے۔ افسوس کہ منافقین نے کوئی سبق نہ لیا بلکہ اپنے نفاق میں بڑھتے ہی گئے۔

668۔ آئی موت کوئی ٹال نہیں سکتا

یہ بات پہلے بھی واضح ہو چکی ہے کہ موت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر مرنے کی باری آ گئی ہے تو کوئی احتیاط بھی کارگر نہیں ہو گی۔ آیہ کریمہ 168 اس بات کی زبردست تنبیہ ہے کہ موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ یہ دل کا خوف ہے جو انسان کو موت سے ڈراتا ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ موت کا خوف دل سے نکال دیں۔ یہ فنا نہیں بلکہ انتقال ہے۔ جیسے پہلے کی آیات میں کھل کر بتایا جا چکا ہے۔ موت ذریعہ ملاقات ربی ہے۔ یہ اس کیلئے آزادی کا پیغام ہے جبکہ کافر کیلئے یہ جہنم کی جیل میں داخل ہونا ہے۔ (روح، نفس، موت وحیات اور حیات بعد الموت مسائل کو سمجھنے کیلئے کی کتاب ''قیامت اور حیات بعد الموت'' اور اس کے علاوہ ''ماورئی'' کا مطالعہ فرمائیں)۔

اگلی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کی شاندار موت اور غازیوں کی پُرعزم حیات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

169۔ اور ہرگز یہ خیال نہ لاؤ، کہ وہ جو قتل ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

170۔ وہ شاد ہیں ان (نعمتوں سے) جو عنایت فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے، اور خوش ہو رہے ہیں اپنے پچھلوں کیلئے جو ابھی تک نہیں ملے ان سے، کہ نہیں ہے ان پر کوئی خوف اور نہ کوئی غم۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۱۷

171۔ وہ خوش ہو رہے ہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل پر اور (یاد رکھو)، بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر ایمان والوں کا۔

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾

172۔ جنہوں نے لبیک کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دعوت پر، بعد اس کے کہ پہنچے تھے انہیں گہرے زخم۔ جنہوں نے نیکی کی اور تقویٰ اختیار کیا ان کیلئے اجر عظیم ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾

173۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے (ڈرانے کیلئے) کہ جمع کر رکھا ہے (کافروں نے) تمہارے لئے بڑا سامان اور لشکر چنانچہ تم ان سے ڈرو، تو اس (دھمکی نے) زیادہ کر دیا انہیں ایمان میں، اور انہوں نے (جوش ایمانی سے) کہا، کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور بہت اچھا ہے وہ کارساز۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

174۔ (ان کے عزم و توکل کا یہ نتیجہ رہا) کہ واپس لوٹے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام و فضل کے ساتھ نہ چھوا ان کو کسی برائی نے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔

669۔ شہید زندہ ہیں اور بہت خوش ہیں

اللہ عزوجل کی راہ میں شہید وہ ہے جو اپنی جان قربان کر کے اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ زندہ و جاوید ہے تو اس کا شاہد کیسے مردہ ہو سکتا ہے؟ چنانچہ زندہ و جاوید رب کا شاہد اپنی شہادت کے بعد زندہ و جاوید ہو جاتا ہے۔ آیہ کریمہ 169 اسی مضمون پر ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ کہ یہ خیال میں بھی نہ لاؤ کہ شہید مر گیا ہے، وہ زندہ ہے۔ جان کا نذرانہ دینے کے صلہ میں اسے قرب الٰہی حاصل ہے اور اپنے خصوصی فضل سے اللہ تعالیٰ نے انہیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہیں جنت کیلئے حشر تک انتظار نہیں کرنا پڑتا بلکہ سیدھا جنت میں جاتے ہیں۔ سورۃ یٰسین کی آیات 12-22 میں بھی ایک ایسے ہی شہید کا واضح بیان (Case History) ہے۔ آیات کریمہ 170 اور 171 ظاہر

Marfat.com

کرتی ہیں کہ شہادت کے بعد بھی یہ خوش قسمت پورا پورا شعور رکھتے ہیں۔ باقاعدہ یادداشت ہوتی ہے۔ اور نگاہ بہت تیز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ جانتے ہوئے کہ ان کے پیچھے رہنے والے غازی بھی اسی رستے پر لڑ رہے ہیں جس پر انہوں نے اپنی جان قربان کر دی، وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان کیلئے بھی آخرت میں کوئی خوف و غم نہ ہوگا۔ اسی طرح آیہ مبارکہ 171 میں بھی اس بات پر دلی خوشی کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا ہے اور اس کے بدلے وہ اپنے بے مثال فضل اور نعمتوں سے نوازتا ہے۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ.

670۔ غازیوں کو خوشخبری

آیات کریمہ 169-173 غزوہ احد کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والے مجاہدین اور غازیوں کیلئے خوشخبری کا پیغام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والے ان باکمال لوگوں کی بے مثال جرأت کا نمونہ احد کے اگلے دن دیکھا گیا۔ کافروں کا لیڈر ابو سفیان اپنے زعم میں جنگ جیت کر مکہ کو روانہ ہو گیا لیکن اگلے پڑاؤ پر کفار میں یہ بحث چل پڑی کہ نہ مال غنیمت، نہ قیدی ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا رسول اپنے ساتھیوں سمیت اپنے شہر مدینہ میں محفوظ بیٹھا ہے یہ کیسی فتح ہے؟ یوں ادھر کفار اپنے آپ پر لعن طعن کر رہے تھے ادھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عظیم ساتھیوں کو تیار کر رہے تھے کہ آرام کرنے کیلئے بیٹھ نہیں جانا بلکہ کل والی کمزوری کو اپنی طاقت میں بدل دینا ہے۔ چنانچہ صبح سویرے ہی اپنے بے مثال لیڈر کی قیادت میں یہ لاجواب لوگ ہتھیاروں سے لیس دشمن کا پیچھا کرنے کیلئے رواں دواں تھے۔ ان میں سے وہ لوگ بھی شامل تھے جو شدید زخمی تھے۔ البتہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کسی آدمی کو بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت نہ دی جو پہلے دن جنگ سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ جب ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں نے یہ سنا کہ مسلمان زخمی حالت میں ان کا پیچھا کرنے کیلئے مدینۃ المنورہ سے نکل پڑے ہیں تو انہوں نے اسی میں خیر سمجھی کہ تیزی سے مکہ کو بھاگ جائیں۔ حتیٰ کہ خوف کے عالم میں اپنا بھاری سامان پڑاؤ ہی میں چھوڑ گئے جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو احد میں مکمل فتح بھی عطا کی اور بہت سا مال غنیمت بھی ان کے ہاتھ آیا۔ آیہ مبارکہ 173 اسی فتح کی ترجمانی ہے۔ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.

اگلے سال ابو سفیان پھر بہت سی پیدل اور سواروں کی فوج لے کر مکہ سے مدینہ پر حملہ کیلئے نکلا۔ اس موقع پر ابو سفیان نے مدینہ میں اپنے دوستوں کے ذریعہ پر پیگنڈہ کی ایک مہم چلائی جس کا مقصد مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلانا تھا لیکن جیسا کہ آیت مبارکہ 172 میں فرمایا گیا ہے مسلمانوں پر اس پراپیگنڈا کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ ان کا جواب تھا ہمارے لئے ہمارا رب کافی ہے۔ مسلمانوں کا حوصلہ اتنا زیادہ تھا کہ ابو سفیان راستہ سے ہی واپس ہو گیا۔

Marfat.com

یوں آیات کریمہ 171اور173 مسلمانوں کی قیادت کو یہ سبق دیتی ہیں کہ کفر کے خلاف ہر حالت میں ان کی جنگ جاری ہے اور اگر وہ عزم وتوکل کا مظاہرہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی اپنے فضل سے مدد فرمائے گا۔ان کی تعریف کی گئی ہے کہ مسلمان کبھی بھی دشمن کے سازوسامان اور پراپیگنڈہ سے گھبرانے والے نہیں بلکہ اس سے ان کا ایمان مزید مضبوط ہوتا ہے۔اس لئے کہ ان کی زندگی کا مقصد عارضی دنیا کمانا نہیں، نہ ہی وہ کسی دنیاوی تحفہ اور انعام کیلئے لڑتے ہیں، بلکہ ان کا مقصد تو اللہ عزوجل کی رضا ہے۔وہ اس پر توکل کرتے ہوئے اسی کی خاطر لڑتے ہیں۔شہادت کا مدعا فوری طور پر اپنی زندگی کے مقصد کو پالینا ہے۔

جیسے آیات کریمہ 171-175 میں کہا گیا ہے جو زندہ رہے گا۔ان کیلئے بھی ان کے رب کی طرف سے اجر عظیم اور فضل عظیم ہے اور اگر شہید ہوگئے تو زندہ وجاوید ہوں گے۔فوری طور پر ان کے انعامات، دنیا میں عزت اور آخرت میں جنت، ہمیشہ کی کامیاب زندگی، اپنے رب کا قرب، اس کے پاس سے خصوصی مہمانداری اور وہ نعمتیں اور فضل وکرم ہے جن کو بیان کرنے کیلئے دنیا کی زبانوں میں الفاظ نہیں۔(شہداء کی زندگی کی تفصیلات جاننے کیلئے مفسر کی کتاب ''قیامت اور حیات بعد الموت'' کو دیکھیں)

671۔ شہداء کے اجسام کی حفاظت

عام لوگوں کی میت چند دنوں میں بو چھوڑ جاتی ہے اور چند ہفتوں میں اسے کیڑے کھا جاتے ہیں۔تین ماہ کے بعد صرف ہڈیاں رہ جاتی ہیں وہ بھی تھوڑے سالوں میں مٹی ہوجاتی ہیں لیکن حیرت انگیز یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہداء کے اجسام صدیاں گزرنے کے بعد بھی خراب نہیں ہوتے ہیں۔اس طرح صالحین کے اجسام بھی مٹی اور کیڑے مکوڑوں پر حرام ہیں۔اس عجیب وغریب بات کا ثبوت شہداء کی قبروں سے ملتا ہے(تفصیلات کیلئے کتاب 'قیامت اور حیات بعد الموت' ملاحظہ فرمائیں)

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴿۱۷۵﴾	175۔	یقیناً یہ (تو) شیطان ہی ہے جو ڈراتا ہے اپنے دوستوں کو پس تم نہ ان سے ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو اگر ہو تم مومن
وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـــًٔا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴿۱۷۶﴾	176۔	اور نہ آپ کو غم میں ڈالیں وہ لوگ جو کفر میں جلدی کرتے ہیں۔بلاشبہ وہ ہر گز نقصان نہیں پہنچا سکیں اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی۔چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ نہ رکھے ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ اور ان کیلئے عذاب ہے بہت بڑا۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۷﴾

177۔ بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے خریدا کفر کو ایمان کے بدلے۔ وہ ہرگز کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اللہ تعالیٰ کا۔ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک۔

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾

178۔ اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ کہ جو کفر کرتے رہے ہیں کہ یہ جو ہم مہلت دے رہے ہیں انہیں وہ بہتر ہے ان کیلئے۔ ہم تو صرف مہلت دیتے ہیں انہیں اس لئے تاکہ وہ زیادہ ہو جائیں گناہ میں۔ اور ان کیلئے عذاب ہے ذلیل وخوار کرنے والا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۹﴾

179۔ یہ اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں کہ چھوڑ رکھے مومنوں کو اس (حالت) پر کہ جس میں تم ہو۔ یہاں تک کہ وہ الگ الگ کردے ناپاک کو پاک سے، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کیلئے کہ وہ تمہیں مطلع کرے غیب پر، البتہ اللہ تعالیٰ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ لہٰذا تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ۔ اور اگر تم ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہوگا۔

672۔ دشمن کا خوف ایمان کی کمزوری ہے

آیہ مبارکہ 175 میں مومن سپاہیوں، مجاہدین اور عوام کو بتایا جا رہا ہے کہ ایمان کی لازمی شرط یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے خوف کھائیں اور اس کے علاوہ کسی بھی دشمن کا خوف اپنے دل میں نہ بٹھنے دیں۔ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ اگر وہ دشمن کی قوت سے مرعوب ہو گئے تو سمجھ لو کہ ایمان میں کچھ کمی ہے۔ ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ شیطان مختلف قسم کے وسوسے ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں دشمن کا خوف چڑھ جائے۔ شیاطین انسانوں اور جنات دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ ہر وہ طاقت جو برائی پر ابھارتی ہے یا اللہ عزوجل سے بے خوف کرتی ہے وہ شیطان ہے۔ چنانچہ آج کل کے

دور میں دشمن کے پراپیگنڈہ کی تمام تر مشینری اور ان کا جاسوسی نظام بھی شیطان کا کھیل ہے۔ آیہ کریمہ 175 کا یہ حکم کہ "تم نہ ڈرو ان سے اور صرف مجھ ہی سے ڈرو" ہر مسلمان پر فرض ہے فَلاَ تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ یعنی اگر تم واقعی مومن ہو تو اللہ عزوجل کی بجائے دشمن سے ڈر کر اس کی پالیسیوں پر عمل کرنا، ان کے مفاد کیلئے کام کرنا، مسلمانوں سے دشمنی کرنا۔ گویا اللہ عزوجل سے شرک ہے اور اگر کوئی مسلمان ہو کر بھی یہود و، نصاریٰ اور ہنود سے ڈرتا ہے تو پھر اس کا ایمان ٹھیک نہیں افسوس کہ آج بہت ساری مسلم حکومتیں کفار، مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے ڈرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کرنا ہے۔

673۔ حوصلہ رکھو

آیہ مبارکہ 176 میں مسلمان رہنماؤں کیلئے نصیحت ہے کہ اگر کچھ لوگ دشمن سے مرعوب ہو جاتے ہیں یا اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف چلے جاتے ہیں تو اس بات سے تم غمگین نہ ہو۔ ان کے ساتھ چھوڑ جانے سے یا دشمن کے ساتھ مل جانے سے انشاء اللہ اسلام کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ بس شرط یہ ہے کہ تم ایمان پر قائم رہو اور حوصلہ قائم رکھو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے دین کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری کمزوری کو قوت میں بدل دے گا۔ جیسے کہ پچھلے مضمون سے ظاہر ہے کہ دنیا نے غزوہ احد کے پس منظر میں اس بات کا کھلے بندوں مظاہرہ دیکھا۔ کس طرح منافقین اور مرتدین اسلام کی عارضی شکست کو دیکھ کر اسلام سے کفر کی طرف بھاگ گئے۔ دشمن کی قوت سے مرعوب ہو کر اسلام کے مٹ جانے کی باتیں کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مخلص مسلمانوں کو ان کی باتوں سے یقیناً غم ہو رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ تم اپنی صفیں مضبوط رکھو۔ کفار، منافقین اور مرتدوں کیلئے یہ صرف وقتی مہلت ہے۔ وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔ بالآخر وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوں گے اور آخرت میں تو ان کیلئے رسوائی اور ملامت لکھی جا چکی ہے۔

674۔ اسلام کی فتح یقینی ہے۔ کفار کی شان و شوکت عارضی ہے

آیہ مبارکہ 176 میں اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ اسلام کے دشمن اس کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مسلمانوں کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ کفار کی ظاہراً شان و شوکت سے وہ ہرگز مرعوب نہ ہوں۔ یہ صرف عارضی شو ہے یہ بھی اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ جب وہ کسی شخص یا جماعت پر مہربان ہو جاتا ہے تو اگر وہ اس سے دوری کا راستہ اختیار کرنے لگیں تو انہیں کسی مشکل میں ڈالتا ہے تاکہ وہ دوبارہ اللہ عزوجل کی طرف رجوع کریں، اپنے گناہوں کی تلافی کریں، توبہ کریں اور اپنی مصیبت کا حل اللہ تعالیٰ عزوجل سے مانگیں۔ اگر وہ پھر بھی اللہ عزوجل کی طرف نہیں آتے، ذات باری تعالیٰ پھر ان کیلئے دنیا کی آسائش زیادہ کر دیتی ہے تاکہ وہ دل کھول کر

Marfat.com

اسے استعمال کرلیں اور جتنا چاہیں اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے جائیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے۔ اُس کی طرف آجائیں یا شیطان کی پیروی کریں، مرضی اپنی اپنی۔

675۔ مومنین پر آزمائش

آیہ کریمہ 179 مومنین پر آنے والے مصائب اور آزمائش کے مقصد کو واضح کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ناپاک پاک سے جدا جدا ہو جائیں یَمِیزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ یعنی یا تم اللہ عزوجل کی طرف یا اس سے دور۔ درمیانی راستہ کوئی نہیں۔ درمیانی راستہ منافقین کا ہے جو راندہ درگاہ ہیں یہی کچھ غزوہ احد میں ہُوا۔ سچے اور جھوٹے صاف ظاہر ہوگئے۔ منافقین کا گروہ علیحدہ ہوگیا۔ مخلص مسلمان رسولؐ کے ساتھ رہ گئے باقی توبہ کرکے بعد میں شامل ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول کیا۔ اس لئے ان کی غلطی معاف ہوگئی۔ بہر حال آزمائش کی مصیبت میں مومن کا امتحان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جب اللہ عزوجل کسی کو درجات دینا چاہتا ہے تو بھی اسے آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ وہ انعام کا حق دار ہونا ثابت کرسکے۔ جیسے غزوہ احد کے شہداء اور زخمیوں کا معاملہ ہے۔

676۔ غیب کا علم

آیہ کریمہ 179 سے پتہ چلتا ہے کہ پیش آنے والی آزمائش پردہ غائب میں اللہ عزوجل کے راز ہیں۔ یہ مانند امتحان پرچہ کے ہیں جسے موقع پر ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔ ورنہ امتحان کیسا؟ البتہ اپنے رسولوں کو جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے اپنے غیب کی اطلاع دے بھی دیتا ہے فرمایا۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ آیہ مبارکہ اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ غائب کا علم کسی کا ذاتی نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے جتنا چاہے عطا کردے۔ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں سے زیادہ علم غیب عطا ہوا اس لئے یہ مباحث کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا کہ نہیں فضول ہیں۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا تھا۔ لیکن ہماری عقلوں اور وہم و گمان سے بے انتہا زیادہ دیا ہوا ہے۔

غیب کا علم کیا ہے؟ اس مسئلہ کو اچھی طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کا علم نہیں تھا۔ ان کے برعکس کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حاضر غائب دونوں ان کیلئے برابر تھے۔ حالانکہ بات یہ نہیں۔

سبھی مانتے ہیں کہ ہر چیز کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے۔ اس طرح تمام علم اسی سے ہے اور جس کے پاس جتنا علم ہے اسی کا دیا ہوا ہے۔ چنانچہ جیسے کہ آیہ کریمہ 179 میں بات واضح کردی ہے کہ رسولوں کے پاس وہی علم ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔

Marfat.com

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم بھی ذاتی نہیں تھا بلکہ اللہ عزوجل کی طرف سے الہامی تھا۔ اس لحاظ سے آپ وہ کچھ جانتے تھے جو دوسرے انسان نہیں جانتے۔ فرائض نبوت ادا کرنے کیلئے جس قدر اور جب بھی غائب جاننے کی ضرورت ہوئی اللہ تعالیٰ آپ پر واضح کر دیتا لیکن عام زندگی گزارنے کیلئے نہ غائب جاننے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں دلچسپی رکھتے تھے بلکہ غیب دانی کی ایسی تمام کوششوں مثلاً پامسٹری، پانسہ پھیر، جادو اور جنات پر کنٹرول حاصل کرنے کو حرام قرار دیا گیا۔ اس لئے کہ اس طرح کی غیب دانی کے دعویٰ دار اکثر عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

الہامی غیب کے علم کے علاوہ غیب کا ایک علم وہ ہے جو انسان غور و فکر، تجربہ، تحقیق اور حساب کے ذریعہ جان سکتا ہے قرآن کریم میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ خالق کی پہچان کیلئے ہم مخلوقات پر غور و فکر کریں۔ سائنسی دریافتیں اس طرح کا غیب ہیں جو ابھی تھوڑے سال پہلے پردہ غیب میں تھیں لیکن کسی فرد یا گروپ کی مسلسل محنت سوچ و بچار کی وجہ سے وہ غائب اب ظاہر ہو چکا ہے۔ اسی طرح سائنسی تحقیقات ماضی کے بہت سے غیوب کو حاضر میں لا چکی ہیں مستقبل میں پردہ غیب سے کیا کیا عالم ظاہر میں آئے گا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہر حال اس سوچ کے مطابق علم الغیب کے مندرجہ ذیل مدارج ہیں۔ (تفصیلات کیلئے کتاب ماورئی دیکھیں)

677۔ مطلق غیب علم

یہ تمام طبیعیاتی مابعد الطبیعیات اور ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے یا ابھی پیدا نہیں ہوئی، مستقبل اور ماضی میں جو کچھ چھپا ہے یعنی ہر ممکن اور ناممکن کا مطلق (Absolute) علم ہے اور یہ اللہ عزوجل کی صفت علیم، خبیر، سمیع اور بصیر ہونا ہے۔

678۔ وجدانی علم الغیب

یہ وہ علم الغیب ہے جس کی صلاحیت فطری طور پر ہر شخص میں کسی نہ کسی حد تک موجود ہے۔ جیسے ہم میں سے کوئی زیادہ ذہین ہے کوئی کم۔ اس طرح ہر آدمی کو کسی حد تک علم الغیب کو رسائی ہے۔ اسی سے آپ کو پیش آنے والے واقعات کا احساس ہوتا ہے۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجے آپ کو خیال آتا ہے کہ فلاں کا ہوگا اور یہ بات سچ ہوتی ہے۔ اس وجدانی کیفیت کو سائنس میں Extra Sensory Perception کہتے ہیں۔ یہ پیدائشی صلاحیت ہے۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ لیکن کوشش اور تربیت سے اس میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اس کیلئے کسی خاص مذہب سے ہونا ضروری نہیں۔ محض انسانی صلاحیت ہے جس کو اجاگر کرنے سے آدمی مستقبل اور ماضی کے حالات کا کچھ اندازہ لگا سکتا ہے۔

679۔ سائنسی اور حسابی علم الغیب

جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس کی بنیاد کسی حد تک تحقیق، تجربہ اور سائنسی حساب ہے۔ اس کے ذریعہ اب انسان کہکشاؤں کے

دیکھ رہا ہے۔ چاند، سورج، ستاروں کے راز جان چکا ہے اور کل کیا ہوگا اندازہ لگالیتا ہے۔ آنے والے موسموں کا پتہ لگالیتا ہے۔

680۔ وحی کا علم الغیب

وحی کا علم الغیب نہ فطری ہے نہ کسبی بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی خصوصی عطا ہے۔ جسے چاہے اور جتنا چاہے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے جیسا کہ آیہ مبارکہ 179 سے ظاہر ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے رسولوں کیلئے ہے فرمایا ''نہیں ہے اللہ تعالیٰ کیلئے کہ تمہیں مطلع کرے غیب پر البتہ منتخب کرلیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔'' رسولوں کو علم الغیب ان کی تبلیغ دین کی ذمہ داری کی مدد کیلئے دیا جاتا ہے۔ جیسے انہیں معجزات عطا ہوتے ہیں۔ چونکہ انبیاء اور رسولوں کی فطرت پیدائشی طور پر ہی بہت لطیف ہوتی ہے، اسلئے وجدانی علم الغیب میں بھی وہ بہت آگے ہوتے ہیں۔ اس بحث کا حاصل مدعا یہ ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فطری علم الغیب اور وحی کے علم الغیب سبھی ہی میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے اور یہ سب انکی رسالت کے تقاضوں کے مطابق تھا۔ چونکہ رسولوں کی حیات بعد الموت ان کے مرتبہ کے مطابق شہداء سے بھی بلند درجہ کی ہے اسلئے وفات کے بعد بھی ان کا علم ان کے ساتھ رہتا ہے۔ (اپنے اپنے درجہ میں اولیاء کرام اور صالحین کا بھی یہی حال ہے)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع ۱۸

180۔ اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں ساتھ اسکے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا اپنے فضل سے کہ (یہ بخل) بہتر ہے ان کیلئے، بلکہ یہ بہت ہی برا ہے ان کیلئے۔ عنقریب قیامت کے دن وہ طوق پہنائیں جائیں گے (وہ مال) جس کا انہوں نے بخل کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خوب خبردار ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾

181۔ بے شک سن لی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات جنہوں نے کہا، ''کہ بے شک اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں''، ہم لکھتے جاتے ہیں جو کچھ انہوں نے کہا، اور ان کے قتل کرنے کو انبیاء کا ناحق (لکھ لیا ہے) اور ہم کہیں گے چکھو تم عذاب جلانے والا۔

Marfat.com

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿۱۸۲﴾

182۔ یہ (سزا) سبب اس کے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیۡنَاۤ اَلَّا نُؤۡمِنَ لِرَسُوۡلٍ حَتّٰی یَاۡتِیَنَا بِقُرۡبَانٍ تَاۡکُلُہُ النَّارُ ؕ قُلۡ قَدۡ جَآءَکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِیۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیۡ قُلۡتُمۡ فَلِمَ قَتَلۡتُمُوۡہُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۸۳﴾

183۔ وہ لوگ جنہوں نے کہا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ہے ہم سے'' یہ کہ ہم ایمان نہ لائیں کسی رسول پر، یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے کہ کھا لے اس کو آگ'' آپ فرما دیجئے، تحقیق آئے تھے تمہارے پاس مجھ سے پہلے کئی رسول واضح دلائل کے ساتھ۔ اور اس کے ساتھ بھی جو تم کہہ رہے ہو۔ پھر کیوں تم نے انہیں قتل کیا اگر تم سچے ہو؟

فَاِنۡ کَذَّبُوۡکَ فَقَدۡ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ جَآءُوۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالۡکِتٰبِ الۡمُنِیۡرِ ﴿۱۸۴﴾

184۔ اگر انہوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو (یہ کوئی نئی بات نہیں) تحقیق جھٹلائے گئے کئی رسول آپ سے پہلے، بھی جو لائے تھے واضح دلائل اور صحیفے اور کتاب روشن۔

681۔ بخل زہر قاتل

پچھلے کچھ رکوع میں اللہ تعالیٰ نے غزوہ احد کے حوالہ سے مسلمانوں کو جنگ میں ہار جیت، مسلم معاشرہ کی تربیت اور انفرادی اصلاح کیلئے ہدایات دی ہیں، ان میں بہت اہم بات یہ ہے کہ مسلمان انفرادی اور مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال دل کھول کر خرچ کریں۔ بتایا گیا ہے کہ خوشحالی کا بھی یہی نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مانع انسان کا بخل ہے یعنی دل کی کنجوسی ہے۔ آیہ کریمہ 180 میں بخل کے مہلک اثرات سمجھائے جا رہے ہیں۔ فرمایا وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ہُوَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ شَرٌّ لَّہُمۡ ؕ سَیُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِہٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَلِلّٰہِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ''اور بخیل ہرگز گمان نہ کریں کہ بخل کرنا بہتر ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے، حالانکہ یہ رزق (مال، دولت صحت، زندگی، وقت، عہدہ، طاقت) سب اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں عطا کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بچا بچا کر رکھنے

Marfat.com

بہت بہتر ہے۔ بخل میں ان کی تباہی ہے، دنیا کی ذلت بھی بخل کرنے والوں کیلئے ہے اور مرنے پر جو عذاب شروع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے یہ بھی بخل کا ہی نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ بخل کیا اور بچا بچا کر رکھتا رہا، اسے گرم کر کے ان کا جسم تاپا جائے گا۔ اور اس مال کو ان کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔

682۔ بخل کے نقصانات

دنیا میں بخل کا یہ نقصان ہے کہ پیسہ چند لوگوں میں رک جاتا ہے جب کہ ترقی اور خوشحالی کیلئے پیسے کی گردش (Circulation of Money) ضروری ہے۔ اس کے علاوہ بخیل معاشرہ کے دیگر لوگوں سے کٹ جاتا ہے اور اس خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ لوگ اس کی دولت سے حسد کرتے ہیں کہیں چھین نہ لیں۔ جس سے ان کا اپنا ذہنی سکون بھی برباد ہو جاتا ہے۔ بخیل کا پیسہ نہ اس کے خود کام آتا ہے نہ کسی او رکے۔ اور نہ ہی کسی ملک کے کام آتا ہے۔ ٹیکس چور بھی اکثر بخیل ہی ہوتے ہیں، زکوٰۃ بھی یہی لوگ نہیں دیتے۔ یعنی لوگوں کیلئے انکا مال کسی کام کا نہیں اور دین کیلئے بھی بیکار ہے۔ ایسے لوگ ظالم ہیں جو اپنے اوپر بھی ظلم کرتے ہیں اور معاشرہ پر بھی۔

آیہ مبارکہ 180 کے آخر میں سمجھایا جاتا ہے کہ جو کچھ بھی کسی کو عطا ہوتا ہے اس کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے دراصل اسی کی ملکیت ہے۔ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لہٰذا اس کا دیا ہوا اس کو اپنی خوشی سے واپس کرو، ورنہ کفن کی تو جیب نہیں ہوتی۔ لیکن افسوس کہ بخیل اور کنجوس لوگ بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو بڑے حیلے بہانے بناتے ہیں اور بعض اوقات تو لڑنے مرنے پر اتر آتے ہیں۔ آیہ کریمہ 181 میں اسی طرح کے طرز کی مذمت کی گئی ہے۔

جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اپنے غریب مسلمان بھائیوں کی مدد کیلئے ابھارتے تو منافق بخیل کہتے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ نہیں کہ ان کیلئے ہم سے مدد مانگ رہا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ (نا اعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں،

683۔ یہود کا ظلم اور ناعاقبت اندیشی

اس طرح کی باتوں میں یہود منافقین کے استاد بنے ہوئے تھے۔ اس لئے آیہ کریمہ میں بتایا گیا ہے، یہود میں سے جو لوگ اس طرح کی بدتمیزی کی باتیں کرتے ہیں ان کے آباؤ اجداد نے تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ساتھ جنگ کی تھی۔ ان کو قتل کیا تھا اور اگرچہ اس بارے میں ہزاروں سال گزر چکے ہیں لیکن یہ لوگ ابھی تک اپنے ناہنجار آباؤ اجداد کی ان قبیح حرکات کو برا نہیں کہتے بلکہ ان پر فخر کرتے ہیں اور یوں ان کے جرم میں شامل ہیں۔ ایسے لوگوں سے خیر کی توقع کی ہی نہیں جا سکتی۔ اس قماش کے لوگوں کیلئے دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب ہے۔

یہ تو رب ورحمٰن الرحیم کا فضل اور مہربانی ہے کہ دنیا میں ڈھیل دے دی گئی ہے۔ حالانکہ ان ظالموں کو تو فوری عذاب دینا چاہیے تھا۔

Marfat.com

آیہ کریمہ 182 میں پھر بتایا جارہا ہے کہ انسان خود ہی ظالم ہے۔اپنے تمام مصائب کا وہ خود ذمہ دار ہے۔اللہ تعالیٰ تو رحم ہی رحم ہے وہ کسی کے اوپر ذرہ برابر بھی ظلم کرنے والا نہیں۔ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ دنیا کا عذاب ہو یا آخرت کا انسان خود اس کا ذمہ دار ہے۔جو قومیں آج دنیا میں ذلیل وخوار ہو رہی ہیں یا بدامنی کا شکار ہیں یہ سب ان کے یا دوسروں کے کئے کا نتیجہ ہے۔اگر کوئی خیر ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔

آیہ کریمہ 183 میں یہود کی ہٹ دھرمی کا ذکر ہے اگر چہ تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکم وہ پڑھتے تھے کہ جب خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں تو وہ ان پر ایمان لائیں لیکن وہ نہایت ڈھیٹ قوم تھی۔جب انہیں توریت کی پیشگوئیوں کے متعلق یاد دھانی کرائی گئی تو انہوں نے کہا''ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہیں لاتے جسے آگ کھا جائے''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی انہوں نے یہی مطالبہ کیا۔اس کے جواب میں آیہ کریمہ 183 ہی میں انہیں بتایا جارہا ہے کہ یہ کوئی نئی حجت نہیں بلکہ تم لوگ ہمیشہ سے ایسے ہی کرتے آئے ہو۔جو قوم اپنے نبیوں کو قتل کرتی ہے،اس سے کسی طرح کی خیر کی توقع نہیں ہے۔

یہود کی بے جا مخالفت اور سازشوں سے خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذہنی قلق ہوتا تھا۔اس لئے آیہ کریمہ 184 میں آپ کو سمجھایا جارہا ہے کہ اگر انہوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو غم نہ کھاؤ،پریشان نہ ہو۔آپ سے پہلے آنے والے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا تھا،وہ بھی واضح دلائل اور وحی لائے تھے لیکن منافقین اور منکرین حق نے ان کے ساتھ بھی بڑی بدتمیزی کا برتاؤ کیا تھا۔اس لئے آپ گھبرائیے نہیں۔ دراصل اس طرح کے لوگ ہر دور میں ملیں گے۔راہِ حق کے مجاہدوں اور اسلام کے مبلغین کو ان کی باتوں پر صبر کرنا چاہیے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر ان لوگوں پر محنت کرنا چاہیے جن میں حق کی چاہت ہے۔

684۔ غزوہ احد سے سبق

غزوہ بدر حق و باطل کی جنگ میں فرقان کی حیثیت رکھتا ہے۔اس نے حق کی حقانیت اور باطل کے بوداپن کو ظاہر کردیا۔اسلام کے عظیم مستقبل کی بنیاد غزوہ بدر کے دن رکھی گئی تھی لیکن ان بنیادوں پر جو عظیم الشان عمارت تعمیر ہونا تھی اس کیلئے کس طرح کا مال چاہیے تھا؟ کیا احتیاطیں درکار تھیں؟ کس طرح کی تربیت چاہیے تھی؟ مستقبل کی جدوجہد میں ہار جیت کیلئے اہم ترین عوامل کون سے ہوں گے؟ ایسی سب باتوں کو سکھانے کیلئے غزوہ احد بہت ضروری تھا۔اس سے یہ بھی سمجھایا گیا کہ وقتی ہار جیت زیادہ اہم نہیں۔حق اور باطل کے درمیان ایک لمبی جنگ ہے۔اس لئے اصل بات طویل المدت کامیابیوں کی ہے۔ہوسکتا ہے کہ اپنی کسی کوتاہی کی بنا پر مسلمان کسی ایک یا دو جنگوں میں ہزیمت بھی اٹھائیں لیکن اگر وہ صبر اور تقویٰ سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں گے تو بالآخر فتح انہی کی ہوگی۔اس لئے کبھی دل نہ ہارو بلکہ ہمت،صبر اور استقلال سے ڈٹے رہو،تم ہی کامیاب ہوگے اگر تم صحیح معنوں میں مومن ہو۔اگلی آیات میں اصل کامیابی کے حصول کیلئے ضروری اصولوں پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

185۔ ہر نفس، چکھنے والا ہے موت کو اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری یوم قیامت کو، پس جو بچ گیا (جہنم کی) آگ سے، اور داخل ہو گیا جنت میں وہ کامیاب ہو گیا۔ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی، ماسوائے ساز و سامان دھوکہ میں ڈالنے والا۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

186۔ یقیناً تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں، اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں، اذیت دینے والی باتیں بہت سی، اور اگر تم صبر کرو (ان کی دل آزار باتوں میں) اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی عزمت کے کام ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

187۔ اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ ان لوگوں سے جنہیں دی گئی تھی کتاب، کہ تم کھول کر بیان کرو گے اسے لوگوں سے اور اسے چھپانا نہیں، پس انہوں نے پھینک دیا اس (وعدہ) کو اپنی پشتوں سے پیچھے، اور انہوں نے خرید لی اس کے عوض تھوڑی سی قیمت، پس وہ بہت بری چیز ہے جو وہ خرید رہے ہیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّھُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

188۔ آپ انہیں ہرگز خاطر میں نہ لائیں جو خوش ہوتے ہیں اپنی کارستانیوں پر اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ایسے کاموں سے جو انہوں نے کئے ہی نہیں۔ پس ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا، اور ان کیلئے ہے دردناک عذاب۔

Marfat.com

685۔ موت اٹل ہے

پچھلی آیات میں زمانہ کی روش بیان کی گئی تھی کہ اکثریت گمراہوں اور حق کو جھٹلانے والوں کی ہوتی ہے لیکن ان کا کروفر چندروزہ ہے۔آیہ کریمہ 185 میں موت وحیات کا فلسفہ سمجھایا گیا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۔اس میں ایک تو یہ قانون دیا گیا ہے کہ ہر نفس موت کا مزا چکھے گا۔موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔دوسرا قانون یہ دیا گیا ہے کہ موت کے بعد ہر ایک کو دن قیامت کو اپنے کیئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔تیسرا قانون یہ ہے کہ ہمارے جنت اور دوزخ اسی دنیا میں سے بن کر جاتے ہیں اس کے نتیجہ میں جو لوگ جنت کو چلے گئے وہ کامیاب ہوگئے اور جنہیں ان کے اعمال اور بداعتقادی کی وجہ سے جہنم کی آگ نے کھینچ لیا وہ تباہ وبرباد ہوگئے۔

یوں موت انہونا یا مٹ جانا نہیں بلکہ انسان کی ہستی میں ایک بڑا اہم دور ہے جس کے ساتھ ہی انسان ایک نئی دنیا میں قدم رکھتا ہے۔لیکن موت کا یہ گیٹ صرف اندر کی طرف کھلتا ہے، اس کے بعد واپسی ممکن نہیں گوسفر جاری رہتا ہے۔اس پس منظر میں کبھی نہ بھولو کہ دنیا ایک دھوکہ ہے اس دھوکے سے بچ کر وہی نکلے گا جو اپنی آنکھیں کھول کر اور پوری ہوش سے یہاں سے گزرے گا۔پہلا دھوکہ تو انسان یہ کھاتا ہے کہ دنیا کو مستقل ٹھکانہ سمجھ کر اگلے سفر کو بھول جاتا ہے۔دوسرا دھوکا یہ کھاتا ہے کہ ایسے کاموں میں لگ جاتا ہے جو کہ دوزخ میں لے جانے والے ہوتے ہیں اور شیطان اس کو اپنے وسوسوں کے ذریعہ خالق کون ومکان سے دور لے جاتا ہے۔غرض کہ جب موت ہوش لاتی ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ انسان کتنے بڑے دھوکے کا شکار ہو چکا ہے لیکن وائے افسوس اس وقت وہ کچھ بھی کر نہیں سکتا۔اب اختیار کی امانت اس سے چھین لی جاتی ہے اور جو کچھ جمع کیا تھا اس کے سہارے ہی اگلا سفر طے کرنا ہے۔

686۔ زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ

دنیاوی زندگی کے عظیم خطرات سے کیسے بچا جا سکتا ہے کہ موت کے بعد آدمی سکون میں چلا جائے۔اس کی نشاندہی اگلی آیات کریمہ میں کی گئی ہے۔یہاں یہ بات بہت اچھی طرح واضح کی گئی ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری جانوں کے ذریعے تمہاری آزمائش کی جائے گی اور بتایا گیا ہے کہ حیات دنیا کا اصل مقصد ہی آزمائش ہے۔ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ۔چنانچہ پوری کی پوری زندگی ایک آزمائش ہے ہر آنے والا دن امتحان کا پرچہ ہے۔یہ ہماری تقدیر ہے، تقدیر پر جو ہمارا ردِعمل ہے وہ ہماری طرف سے جواب ہے۔یوں لمحہ لمحہ کا حساب رکھا جاتا ہے۔مجموعی جواب ہماری آخرت ہے۔''امتحان کے بغیر کوئی کامیابی نہیں ملتی''، یہ اس دنیا کا بھی اصول ہے اور آخرت کیلئے بھی یہی اصول ہے۔

دوسری بات یہ بتائی جارہی ہے کہ یہود، نصاریٰ اور دیگر تمام مشرکین بھی مسلمانوں کی ہمیشہ مخالفت کریں گے اور اذیت دینے والی باتیں کرتے رہیں گے۔ اس لئے ہدایت کی جارہی ہے کہ تم صبر کرو اور ان کی باتوں سے متاثر ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھایا جارہا ہے کہ ایسے میں صبر اور تقویٰ آسان کام نہیں بلکہ بڑے اولوالعزموں کا کام ہے۔

ان آیات کریمہ سے مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کبھی بھی یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے خیر کی توقع نہ رکھیں۔ لیکن ان کی اذیت کا جواب اذیت سے نہ دیں بلکہ جیسا فرمایا گیا ہے کہ صبر کا راستہ اختیار کریں اور اسلام پر ڈٹ جائیں۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انہیں عظیم کامیابی عطا فرمائے گا۔

687۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا سستا سودا

اگلی آیہ کریمہ 187 یہود اور نصاریٰ کی اس روش کے بارے ہے کہ ان کے علماء اور مذہبی رہنماؤں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تھوڑے دنیاوی فائدہ کیلئے چھپایا اور غلط بیانی کی۔ مثلاً نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی اصلیت کو چھپایا اور انہیں خدا کا بیٹا قرار دیا۔ چرچ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان جو براہ راست تعلق ہے اس پر پردہ ڈال کر خود درمیانی واسطہ بن کر سامنے آگئے تا کہ دنیاوی فوائد حاصل کریں۔ یہ سب انتہائی بری باتیں ہیں۔ پھر جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو آپؐ کے بارے پیشگوئیوں کو چھپاتے ہیں۔ اس بات کے ذمہ داران کے پادری ہیں جو جھوٹی شان بڑھانے کیلئے یہ سب کچھ کرتے ہیں حالانکہ یہ سب ایک معمولی فائدہ ہے، یہ سب کچھ بہت عارضی ہے۔ باقی رہنے والا صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

یوں یہود اور نصاریٰ کے حوالہ سے ہم مسلمانوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ قرآن کا پیغام کھول کر دنیا تک پہنچادیں۔ کوئی چیز کسی کو اچھی لگے یا بری حق کو نہ چھپائیں۔ اور دین میں کسی طرح کے جھوٹ کی آمیزش نہ کریں۔ جو لوگ کسی مطلب کی خاطر غلط فتویٰ دیتے ہیں وہ بھی **واشتروبه ثمناً قليلاً** کے مجرم ہیں اور ان کا یہ کاروبار انہیں بہت ہی مہنگا پڑے گا۔

688۔ خود پسندی اور بے جا تعریف کی خواہشیں

آیہ کریمہ 188 میں 187 کے پیغام کو ہی آگے بڑھاتے ہوئے مزید بتایا جارہا ہے کہ یہ انسانی کمزوری ہے کہ وہ بے جا اپنی تعریف چاہتے ہیں۔ اگرچہ انہیں بھی معلوم ہے کہ وہ اس تعریف کے حقدار نہیں، لیکن پھر بھی پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔ ایسے کاموں کیلئے جو انہوں نے نہیں کئے ان پر بھی تعریف چاہتے ہیں۔ **يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا۔** یہ سراسر بددیانتی ہے اور ذہنی کرپشن ہے لیکن افسوس کہ یہ مسلمانوں میں خصوصاً علماء اور سیاسی رہنماؤں میں یہ مرض بہت بڑھ گیا ہے۔ آیہ

Marfat.com

کریمہ 188 کے آخر میں اس کے خطرناک انجام سے اللہ تعالیٰ آگاہ کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں یہ گمان نہ کرو کہ وہ امن میں ہیں یا انہیں ذہنی سکون حاصل ہے نہیں بلکہ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ دنیا میں ضمیر کی جھلس اور آخرت میں جہنم کی آگ ان کا انجام ہے۔

ان لوگوں کو ان حالات سے اس لئے گزرنا پڑا کہ وہ حقیقت پسند نہیں تھے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک اور وارث ہے۔ ساری کائنات میں انسان کی حیثیت صرف ایک مسافر کی ہے لیکن یہ مسافر اتنا نابکار ہے کہ سمجھ بیٹھا ہے کہ ریلوے اسٹیشن اسی کی ملکیت ہے۔ جب کہ کائنات پکار پکار کر اسے اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ افسوس کہ آدمی اپنی ناعاقبت اندیشی سے آنکھیں اور کان بند کئے دنیا کے دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔ حلال حرام طریقوں سے دنیا کا مال جمع کرتا جاتا ہے جیسے کہ وہ ان کے ساتھ ہمیشہ رہنا ہے۔ جب حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات میں کسی چیز کو بھی ثبات نہیں مظاہر قدرت میں اول بدل بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ فرمایا:

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع ۱۹

189۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

190۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں صاحبان عقل کیلئے (بڑی) نشانیاں ہیں۔

الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

191۔ جو لوگ یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں اور (کہتے ہیں) ”اے ہمارے رب نہیں پیدا کیا تو نے یہ (کارخانہ قدرت) بلاوجہ۔ (بے شک) تو ہر عیب سے پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ“۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

192۔ اے ہمارے رب بے شک جسے تو نے داخل کر دیا آگ میں تو پس اسے تو نے رسوا کر دیا۔ اور (اس قسم کے) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

193۔ اے رب ہمارے، بے شک سنا ہم نے ایک منادی کرنے والے کو جو پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب پس بخش دے ہمارے گناہ اور محو کر دے ہم سے ہماری برائیاں، اور ہمیں وفات دے اچھے لوگوں کے ساتھ (نیکیوں کے راستہ پر)۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

194۔ اے رب ہمارے، ہمیں عطا کر جو وعدہ کیا آپ نے ہم سے اپنے رسولوں کی معرفت، اور ہمیں رسوا نہ کرنا قیامت کے روز، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

689۔ خود پسندی کا کوئی جواز نہیں

آیہ مبارکہ 188 میں ذکر تھا ان لوگوں کا جنہیں اپنی تعریف کرنے اور سننے کا مرض ہوتا ہے یہ خود پسند مغرور لوگ اپنے نام چھپوانے، اپنے نام پر جھوٹے کارنامے لگا کر اپنی تعریف کرتے رہتے ہیں۔ آیہ مبارکہ 189 میں اس قبیح عادت کے خلاف بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسماں کا مالک ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ خود پسند جھوٹے مکار لوگ، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے جس کی تمام موجودات پر حکومت ہے، سے کبھی بھی بچ نہ سکیں گے۔

690۔ غور و فکر اور اللہ تعالیٰ کی گواہی

اللہ تعالیٰ عزوجل کو یہ پسند ہے کہ اس کا بندہ اس کی کائنات میں غور و فکر سے اس تک پہنچے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارکہ ہے کہ تفکر و تدبر کے ہم پلہ کوئی عبادت نہیں۔ آیات کریمہ 195 اور 196 اسی بات کی طرف دعوت ہیں مثلاً وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا یہ مطلب بھی ہے کہ کائنات کا مالک اس کے بنانے والا، اس کا رب ایک ہی ہے اس لئے ہر جگہ اسی کا ہی قانون چلے گا۔ چونکہ وہ ایک ہے قدرتی قوانین جنہیں ہم سائنسی قانون کہتے ہیں وہ بھی تمام زمان و مکاں میں ایک ہی ہونگے۔

مشہور سائنس دان آئن سٹائن کی یہ بہت بڑی دریافت تھی کہ سائنسی قوانین زمان و مکاں سے بالاتر ہیں۔ کائنات کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارے تک ماضی حال مستقبل میں ایک ہی ہیں۔ کبھی نہیں بدلتے۔ یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ سب جگہ سب اوقات

Marfat.com

میں اس کا ایک ہی خالق و مالک ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قوانین سائنس میں آپس کا ٹکراؤ اور اختلاف ہوتا۔ اگر کائنات کی تخلیق کے متعلق سائنسی تحقیقات پر غور کریں تو بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کا بنانے والا ایک ہی ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے کائنات کا تمام مادہ حتیٰ کہ زمان و مکان بھی کہیں نہیں تھے مکمل انہونا تھا اور پھر اچانک ایک امر واحد ہوا۔ جس کو بگ بینگ کا نام دیا گیا ہے اور پھر ایک سیکنڈ کے کھربویں حصہ سے بھی کم عرصہ میں جو اس وقت تمام توانائی اور مادہ ہے لاوجود سے وجود میں آ گئے۔ ایک امر نے یہ سب کر دیا جس خالق کا وہ امر تھا وہی اللہ تعالیٰ ہے۔

کائنات کے بارے میں سائنس کی ایک یہ بھی دریافت ہے کہ یہ روشنی کی رفتار سے مسلسل پھیل رہی ہے اور اتنی وسیع ہے کہ اس کی ایک حد سے دوسری حد تک روشنی کا سگنل کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا لیکن اس کا ہر زمان و مکاں ایک قانون کا پابند ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات سگنلز سے کنٹرول نہیں ہو رہی بلکہ کوئی ہمہ گیر شخصیت ہے جو بیک وقت ہر جگہ موجود ہے۔ بڑی سے بڑی چیز اور چھوٹی سے چھوٹی چیز ہر ایک کے اندر اللہ تعالیٰ ہی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ مثلاً ایٹم کی بناوٹ کو لے لیں کس طرح مرکز میں پروٹون اور نیوٹرانز کا مجموعہ اکٹھا ہے اور کس طرح اس کے اردگرد الیکٹران نہایت تیز رفتاری سے اپنے اپنے مدار میں گھومتے رہتے ہیں یوں ایٹموں کا ڈیزائن کسی بے انتہا ماہر حساب دان کے حساب اور اس کے بے مثل ڈیزائن کی گواہی ہے۔ پھر انسانی خلیہ ہی کو لے لیں۔ یہ خوردبین سے نظر آنے والا نہایت چھوٹا تخلیق حیات کی نمو ہے۔ لیکن اس کے اندر بھی ایسے نظام ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اسکا اپنا دماغ، اپنا بجلی گھر، اپنا جسم اور نشوونما اور حفاظت کا محیر العقل انتظام ہے۔ کون ہے ان سب کو بنانے والا، قائم رکھنے والا، ماسوائے اس ذات پاک کے، جس نے الیکٹران سے لیکر لامحدود کائنات اور سب زمان و مکان کو محیط کیا ہوا ہے۔ وہ ہر آن ایک نئی شان سے ہویدا ہوتا ہے۔ وہ ہے اللہ تعالیٰ۔ **سبحان اللہ**

(تفصیلات کیلئے مفسر کی کتاب تلاشِ حقیقت دیکھیں)

691۔ بامقصد تخلیق

قرآن کریم آیہ کریمہ 190 **اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ** میں اور کئی دوسری جگہوں میں بھی انسان کو بار بار اس حقیقت پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات اور حیات و ممات کا نظام بے مقصد نہیں بنایا **رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا**۔ رات دن کا آنا جانا بلاوجہ نہیں ہے بلکہ زندگی کی بنیادی ضرورت ہے اور اس بات کا اعلان بھی کہ کسی چیز کو ثبات نہیں ہے۔ بہرحال سلسلہ زندگی اور موت جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جس تخلیق کو بھی دیکھ لیں وہ کوئی نہ کوئی نہایت اہم فرض ادا کر رہی ہے۔ اسی طرح انسان کی اپنی ذات ہے۔ وہ اندھے ارتقاء کا فضول نتیجہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اپنے عظیم خالق کی عظیم حکمت کا نادر نمونہ ہے۔

Marfat.com

جس طرح سورج، چاند، زمین، ایٹم، خلیات غرض کہ کائنات میں ہر چیز اپنے مقصد کی تکمیل میں لگی ہے۔ انسان کو بھی اپنے مقصد حیات کو دریافت کرنا چاہیے اور اس کی تکمیل کیلئے زندگی گزارنا چاہیے۔ اس کی عقل، حکمت، جذبات غرض اس کی تخلیق کے جن پہلوؤں کو بھی دیکھیں انسان غیر معمولی ہے اس لئے اس کا مقصد حیات بھی غیر معمولی ہی ہونا چاہیے۔ اس بارے قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ زمین پر انسان اپنے خالق کا خلیفہ ہے۔ اس لئے اس کا مقصد خالق کی ہر تخلیق کو سمجھنا اور ان کی خوبصورتی کو برقرار رکھنا ہے۔ اسی میں ان کی دیکھ بھال، پرورش اور ترقی شامل ہے اگر وہ یہ سب کچھ خالق کی خوشی کیلئے اس کے احکام کے مطابق کرے گا تو یہ اس کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے تمام رسول اسی مقصد کو واضح کرنے کیلئے بھیجے تھے۔ (تفصیلات کیلئے مفسر کی کتاب ماورائی اور تلاش حقیقت دیکھیں)

692۔ اولو الالباب کون ہیں؟

آیہ کریمہ 191 ہماری توجہ اس طرح بھی مبذول کرواتی ہے کہ اولو الالباب کون ہیں اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَاب یہ وہ لوگ ہیں جو دن رات اپنے خالق کی صفت اور کاریگری کے غور کرنے والے لوگ ہیں ان کے غور وفکر اور علم کا اصل مقصد انسان کو اس کی حقیقت دکھانا ہے کہ وہ زمین پر کوئی حادثہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی سکیم کا اہم ترین حصہ ہے اور کائنات اس کیلئے بنائی گئی ہے وہ کائنات کیلئے نہیں۔ لہٰذا وہ خود کائنات بنانے والے کیلئے ہے۔ اگر وہ اپنی اس حقیقت کو سمجھ کر اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف نہیں آتا تو پھر جنت کے قابل نہیں رہتا۔ اس کے اعمال اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ اس لئے عقل مندوں کی دعا یہ ہے کہ بے شک اے اللہ تعالیٰ تو ہر عیب سے پاک ہے تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ آیہ کریمہ 192 بتاتی ہے کہ آگ کا عذاب تو اپنی جگہ، اس سے بھی بدتر عذاب ابنِ آدم کی اللہ تعالیٰ کی نظروں میں رسوائی ہے رَبَّنَا اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَہٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَار ۔ آگ کے عذاب کی طرف جانا انسانیت کی تذلیل اور بہت بڑی سزا ہے انسان منت سماجت کرے گا کہ کسی طرح اس میں گرنے سے بچ جائے لیکن ظالموں کی اس وقت کوئی بھی مدد کرنے کیلئے تیار نہ ہوگا۔ دوسروں پر تو انہوں نے دنیا میں ظلم کیا ہی تھا لیکن اب معلوم ہوگا کہ اصل میں وہ اپنے آپ کیلئے بھی ظالم تھے۔ انہوں نے اپنے اوپر دوزخ کا عذاب لا کر جو ظلم کیا ہے اس سے بڑا نقصان وہ کسی اور کو کیا پہنچا سکتے تھے۔

693۔ راہ راست والے

ایسے ظالموں کے برعکس لوگوں میں ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جن پر ہدایت کی بات اثر کرتی ہے اور ان کے کان ہدایت کی بات سننے کیلئے تیار ہیں۔ آیہ کریمہ 193 ان خوش قسمت انسانوں کے بارے میں ہے۔ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ

Marfat.com

اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات سننے والے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبلغین کی بات سے بھی اثر لیتے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو بھی سن کران کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ آیہ کریمہ 193 ان کی قلبی حالت کا نقشہ کھینچ رہی ہے۔ ایمان لانے کے بعد ان کی فکر یہ ہے کہ برائیوں سے پاک ہو جائیں اور ان کا حشر اللہ تعالیٰ کے نیک لوگوں کے ساتھ ہو۔ چنانچہ ان کی دعا ہے کہ ''اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ بخش دے۔ ہماری کوتاہیوں اور غلطیوں پر پردہ ڈال دے اور ہمیں نیک لوگوں کے راستہ پر موت دے۔''

694۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرم

روز قیامت انسان کی تمام اچھائیوں اور برائیوں پر سے پردہ اتر جائے گا۔ جو گناہ چھپ کر کئے تھے سب کے سامنے ظاہر ہوں گے ۔اس لحاظ سے یہ بڑا شرمندگی کا وقت ہوگا۔ اس خجالت سے بچنے کیلئے خصوصی دعا مانگنا ہے وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا اس دعا کے معانی پر غور فرمائیں کہ مومن کو عزت نفس کس قدر عزیز ہے خاص طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت شرماتا ہے اس لئے دعا کرتا رہتا ہے کہ یا رب عز وجل میری غلطیوں کی پردہ پوشی کرنا، علامہ اقبال نے اسی احساس ندامت کیلئے کہا تھا۔

گر　تو　بینی　حسابم　ناگزیر
از　نگاہِ　مصطفےٰ　پنہاں　بگیر

آیہ مبارکہ 194 میں بھی مومن بندہ یہی دعا کرتا ہے کہ وہ عزت جس کا تو نے اپنے بندوں کیلئے وعدہ فرمایا وہ مجھے بھی عطا فرما اور یا رب روزِ قیامت مجھے لوگوں کے سامنے بالخصوص رحمت العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رسوائی سے بچانا رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کو مکرم بنایا ہے ''ولقد کرمنا بنی آدم'' (القرآن) آدم کا بیٹا خود ہی اپنی رسوائی کا سامان پیدا کرتا ہے۔ افسوس کہ دنیاوی حیات میں ہم اس سے اکثر ان باتوں کو باعث عزت سمجھتے ہیں جو روزِ محشر بڑی رسوائی کا سبب اور تمام لوگوں کے سامنے باعث ندامت ہوں گی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی التجائیں سننے والا ہے۔ اے اللہ ہمیں روز محشر کی رسوائی سے بچانا اگلی آیات مبارکہ میں بھی خوشخبری ہے فرمایا:

Marfat.com

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

195۔ پس قبول فرمائی ان کی التجا ان کے رب نے۔(انہیں تسلی بھی دی) فرمایا بے شک میں ضائع نہیں کرتا عمل کسی عمل کرنے والے کا تم میں سے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بعض جز ہیں بعض کے (تم سب ایک ہی نوع میں سے ہو) پس جنہوں نے ہجرت کی اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور قتل کیے گئے، تو ضرور میں محو کر دوں گا ان کی برائیاں انہیں داخل کروں گا جنت میں بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں۔ یہ ثواب ہے ان کا اللہ تعالیٰ کے پاس، قسم اللہ تعالیٰ کی، اسی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾

196۔ (اے دیکھنے والے) نہ دھوکہ میں ڈالے تجھے آگے پیچھے چلنا پھرنا شہروں میں ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کیا۔

مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

197۔ یہ لطف اندوزی تھوڑے وقت کیلئے ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور یہ بہت ہی بری جگہ ہے ٹھہرنے کیلئے۔

لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

198۔ لیکن وہ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے ان کیلئے جنت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے اس میں، یہ مہمانی ہوگی (ان کی) اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیکوں کیلئے بہت بہتر ہے۔

695۔ دعا کی قبولیت

اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے وہ سب کی سنتا ہے۔ اور مومن ہر وقت اللہ کا ذکر اور اس سے دعائیں کرتے ہیں۔ ان کی ان خصوصیات کا

Marfat.com

ذکر آیات 191-192 میں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی التجا کو منظور کرتے ہوئے اپنے پاس سے انہیں دعائیں سکھاتا ہے۔ ان دعاؤں کی قبولیت کے حوالہ سے آیت 195 میں فرمایا گیا ہے **اسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی۔** "بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا۔ دعا کی قبولیت کے ساتھ انعام واکرام شروع ہوجاتے ہیں۔ ان کیلئے ارشاد ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا کسی عمل کرنے والے کے عمل کو۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اس سے ظاہر ہے کہ اصل بات عمل ہے۔ اعمال کی قبولیت، اجر، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم کا انحصار نیت پر ہے۔ صالح عمل کے بغیر درجات عالیہ نہیں ملتے۔ یہ بندے کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے عمل کا اجر دیا جائے اس لئے بلاتخصیص مرد وعورت سب کو اپنے کئے کا بدلہ ضرور ملے گا آیہ مبارکہ 195 میں عمل پر جس قدر زور دیا گیا ہے اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ ایمان کا ٹیسٹ بھی عمل ہے۔ ایمان کی مثال ایسے ہے جیسے کسی ملک کے حقوق شہریت ہیں۔ جس کے بعد وہ آدمی ملک کا شہری بن گیا اور اس ملک میں موجود ترقی کے تمام مواقع کا وہ حق دار ہے لیکن ان کیلئے عمل کرنا پڑے گا۔ دین کی مملکت میں بھی یہی حالی ہے۔

696۔ مرد اور عورت کی برابر حیثیت

آیہ کریمہ 195 میں یہ بات کھل کر واضح کردی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے قانون میں جزاوسزا، انعام واکرام میں مرد اور عورت کیلئے برابر کا سلوک ہے۔ وہ لوگ جو عورت کو مرد کے مقابلہ میں گھٹیا مخلوق سمجھتے ہیں ان کو سمجھایا جاتا ہے کہ مرد ہو یا عورت یہ سب نوع انسانی ہی ہیں اور ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے جنس کی بنا پر کوئی تفریق نہیں **اَنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ**۔ لہٰذا انسانی حقوق میں بھی دونوں برابر ہیں اگر وہ ایک ہی کام کرتے ہیں تو ان کی تنخواہ بھی ایک جیسی ہونا چاہیے۔ ان کے ترقی کے مواقع بھی ایک جیسے ہونے چاہیے۔ افسوس کہ آج بھی اکثر اقوام نے عورت کی بحیثیت انسان برابری کو تسلیم نہیں کیا ہے اور تو اور خود مسلمانوں میں مردوں کو عورتوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ اسلام کی شان ہے جس نے دنیا میں پہلی دفعہ عورت کی برابر کی انسانی حیثیت کو منوایا، ورنہ اس سے پہلے بہت سے مذاہب اور تو عورت کو انسان بھی قبول نہیں کرتی تھیں۔ عیسائیت میں عورت کو شیطان سمجھا جاتا تھا اس لئے عیسائی پادری شادی نہیں کراتے تھے۔ یونانی عورت کو انسان اور حیوان کے درمیانی مخلوق مانتے۔ یہ تو ان کے توہمات تھے لیکن دنیا ہو یا دین ہر جگہ مراتب تو صرف مردوں کیلئے مخصوص تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں کئی جگہ زور دے کر واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد وعورت دونوں برابر ہیں۔ افسوس کہ آج کے پراپیگنڈسٹ یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں عورت کا مقام مرد سے کم ہے۔

Marfat.com

697۔ اعلیٰ ترین اعمال

آیہ مبارکہ 195 میں مرد اور عورت کے فضائل کے ساتھ ان کے وہ عمل بھی بتائے گئے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت: ہجرت کا مصدر ہجر ہے جس کا ایک مطلب قطع تعلق کر لینا بھی ہے یعنی گناہ کی باتوں کو چھوڑ دینا ہے۔ اگر کسی جگہ اسلام کے مطابق زندگی گزارنا مشکل ہو جائے تو اس مقام سے نقل مکانی کر کے کسی دوسرے وطن میں آباد ہو جانا بھی ہجرت ہے۔

2۔ گھروں سے نکالے گئے۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے دین کو اپنے گھروں پر ترجیح دی۔ گھر بار سب کچھ لٹا دیا گیا لیکن دین کو ضائع نہ ہونے دیا۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والے۔

وہ لوگ جوان شاندار اعمال کے حامل ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے گا، ان کی برائیوں کو محو کر دے گا۔ انہیں جنت عطا کریگا اور اپنے پاس سے مزید انعامات عطا فرمائے گا۔ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ.

698۔ کفر کا کروفر عارضی ہے

ممکن ہے کہ اہل ایمان کے دل میں کفار کی رونقوں، دلفریبی اور سحر کاری کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں کیوں اتنی خوشحالی اور طاقت عطا کی ہے۔ آج کل تو امریکہ، روس، چین اور یورپین اقوام کو دیکھ کر اکثر ہی مسلمان نوجوان یہ سوال پوچھتے ہیں۔ علامہ اقبال نے بھی کہا تھا۔

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

اس کے جواب میں یہ بتایا گیا کہ کفار کی رونقوں سے ہرگز مرعوب نہیں ہونا لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِی

الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۔ان کی دنیاوی لطف اندوزی بہت تھوڑے عرصہ کیلئے ہے۔ پھران کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ دراصل ان کی دوڑ دھوپ مسلمانوں کے ایمان کو ٹیسٹ کرنے کیلئے ہے۔ اگر وہ اس ٹیسٹ میں کامیاب ہوتے ہیں تو آیہ کریمہ 198 میں بتایا گیا ہے۔ان کیلئے جنت ہے جس کا رب تعالیٰ نے مومنین کیلئے وعدہ کیا ہے جنت دراصل اللہ تعالیٰ کا مہمان خانہ ہے۔ وہاں کے مہمانوں کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش کریں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ جدھر بھی کوئی اچھائی پائی جاتی ہے وہ اسلام کے اصولوں پر چلنے کی وجہ سے ہے اور جدھر برائی ہے وہ ان پر نہ عمل کرنے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنا تجزیہ کریں کہ ہم کس قدر مسلمان ہیں اگر زندگی میں قرآن کریم نہیں ہے تو پھر اپنی بدحالی کو عذاب سمجھیں۔ اگر واقعی زندگی کلام اللہ کے مطابق گزر رہی ہے لیکن پھر بھی بدحال ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عارضی آزمائش ہوگی۔ کفار کی شان وشوکت سب عارضی دھوکا ہے۔ اس لئے ان کی دوڑ دھوپ کوئی قابل فخر یا قابل تقلید نہیں۔ وہ تو شیطان کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں اگر کوئی بہتر ہے تو یہ اسلامی معاشرتی تجارتی اصولوں پر عمل کی وجہ سے ہے۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

199۔ اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، اور اس پر بھی جو نازل کیا گیا تمہاری طرف، اور جو نازل کیا گیا ان کی طرف، ان کے دل اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہیں وہ نہیں خریدتے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے حقیر دام یہ وہ ہیں، جن کا اجر ہے ان کے رب کے پاس۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۞ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۲۰

200۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور ڈٹے رہو اور کمربستہ رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

699۔ اسلام سب کیلئے خوشخبری

مجموعی حیثیت سے سورۃ آل عمران میں امن اور جنگ کے ضابطے غزوہ احد کے حوالہ سے سکھائے گئے ہیں۔ اس میں مدینہ میں

اسلام کی مخالف قوتوں یعنی مدینہ منورہ کے یہود جنہیں اہل کتاب کہا جاتا تھا اور منافقین کے کردار کو بھی خوب واضح کر دیا ہے۔ گو غزوہ احد میں عین اس موقع پر جب دشمن سر پر پہنچ چکا تھا انہوں نے دھوکا دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر کفار کی تقویت کا باعث بنے جو ناقابل معافی جرم تھا اس کی بہت بڑی سزا ہونا چاہیے تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ چنانچہ آیہ کریمہ 199 میں اہل کتاب کو دوبارہ دعوت ہے کہ اگر وہ اسلام قبول کر کے حزب اللہ میں شامل ہو جائیں۔ جیسے دوسرے لوگ مسلمان ہوئے ہیں، تو ان کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر ہوگا۔

700۔ ایمان کی شرائط

آیہ کریمہ 199 میں ایمان کی پانچ شرطیں بتائی گئی ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

2۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے رسولوں پر جو نازل ہوا ان کے حق ہونے پر ایمان لانا۔

3۔ حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کچھ نازل ہوا ہے۔ جس میں قرآن کریم اور صاحب قرآن کے اقوال اور افعال شامل ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا۔

4۔ چوتھی شرط رویہ Behaviour کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو معمولی نہ سمجھنا بلکہ ان کی صحیح معنوں میں قدر کرنا، اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی کے فیصلے کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا۔

5۔ پانچویں شرط دین اسلام پر اخلاص کے ساتھ قائم رہنا۔ دنیاوی فوائد کیلئے دین پر سمجھوتہ (Compromise) نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑا مول لینے کا مطلب یہی اپنے عارضی مفادات کی خاطر اللہ تعالیٰ کے احکام پر سمجھوتا (Compromise) کر لینا ہے جبکہ ایک سچا مسلمان قرآن کے مسئلہ پر بڑے سے بڑے دنیاوی فائدہ کیلئے بھی سمجھوتا نہیں کرے گا۔ افسوس کے ایسے مخلص مسلمانوں کو آج کی اصطلاح میں بنیاد پرست (Fundamentalist) ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ کاش کہ انہیں احساس ہو جائے کہ (Fundamentalist) ہونے ہی میں نجات ہے۔ جس کی بنیاد غلط ہے اس کا سب کچھ غلط ہے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ 200 میں فرمایا گیا ہے۔ بفضل حق تعالیٰ مومنین کیلئے بالآخر کامیابی اور کامرانی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. یہ خوشخبری ہے مومنین کیلئے اسلام کی نشاطِ ثانیہ (Renaissance of Islam) کی۔ وہ جو کوششیں کر رہے ہیں اگر یہ قرآن کے مطابق ہیں تو ضرور کامیاب ہوں گے۔

Marfat.com

701۔ کامیابی کی شرط

ان شرائط کے مطابق ایمان لانے کے بعد جب مسلمان عمل کی دنیا میں داخل ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامیابی اس کیلئے لکھی جا چکی ہے۔اس کے مقصود انشاء اللہ اسے مل کر رہیں گے۔شرط صرف یہ ہے کہ بندہ اپنے مقصود کو اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب میں تلاش کرے۔تکالیف ضرور آئیں گی لیکن وہ سب وقتی آزمائش ہونگی۔بالآخر کامیابی اس کے قدم ضرور چومے گی۔سورۃ آل عمران اپنی آخری آیت 200 میں درخشندہ اصولوں کی یاددہانی پر ختم ہوتی ہے یعنی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۔۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

1۔ تکالیف اور شکایات میں حوصلہ نہیں ہارنا، شکایت کو زبان پر نہیں لانا اور تکلیف کو صبر سے برداشت کرتا ہے۔

2۔ ہمت بالکل نہیں ہارنا، کوشش مزید کوشش (Try try again) کے اصول کے مطابق ڈٹے رہنا ہے، یوں مقصد کیلئے ڈٹ جانا مومن کیلئے فرض ہے۔

3۔ تیاری کو ڈھیلا نہیں کرنا۔اور ہر وقت تیار رہنا ہے، سستی اور غفلت پاس بھی نہ آئے۔

4۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا ہے اس کے احکام معروف اور منکر کے مطابق زندگی گزارنا لازمی ہے۔

جب مومن ان شرائط پر عمل پیرا ہوگا تو فلاح اس کا مقدر ہے۔افسوس کہ آج کے مسلمانوں میں نہ صبر ہے، نہ مستقل مزاجی، نہ ہمت اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا خوف ان میں باقی ہے۔وہ اپنے رواج اور اپنی طبیعت کے غلام ہیں۔اگر انہوں نے ابھی تک اسلام کو اللہ تعالیٰ کا دین سمجھ کر قبول نہیں کیا، بلکہ اپنے باپ دادا کا مذہب سمجھ کر مسلمان ہیں تو ایسے رواجی دین کی کوئی اہمیت نہیں۔اس لحاظ سے ایک رواجی مسلمان اور کسی بھی دوسرے مذہب کا رواجی پیروکار سبھی برابر ہیں۔افسوس کہ مسلمان قرآن کریم سے دور ہو کر بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ان کے مقابلہ میں یورپی اور امریکی لوگ کم از کم ''اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا'' کی تعلیم پر تو ہم مسلمانوں سے زیادہ عمل پیرا ہیں جس کی وجہ سے ان کی دنیا ہم سے کامیاب تر ہے۔آخرت میں ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

Marfat.com

ضمیمہ-ا

ارتقائے آدم..........ایک سائنسی کہانی

(اس کہانی کی بنیاد انسان کے متعلق جدید سائنسی دریافتیں ہیں)

انسان کی کہانی اگرچہ ہماری اپنی کہانی ہے لیکن اس مسئلہ پر جس قدر مذہب اور سائنس میں نزاع ہے اتنا کسی دوسرے مسئلہ پر نہیں۔ موجودہ سائنس انسان کے ارتقاء کی قائل ہے جسکے مطابق انسان منزل در منزل نچلی سطح سے ترقی کرتا ہوا آدمی کے مقام تک پہنچا ہے۔اس نظریہ کی بنیاد پرانی ہڈیوں کے تجزیہ پر ہے لیکن ابھی تک دس بارہ ہزار سال سے زیادہ پرانا مکمل انسانی ڈھانچہ نہیں ملا ہے۔اس لئے انسان کے بارے سائنسی دریافتیں حتمی نہیں ہیں۔اس سلسلہ میں چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ٹکڑے تیس لاکھ سال پرانے بھی ملے ہیں جن پر گمان ہے کہ وہ شاید کھڑی حالت میں چلنے والے کسی حیوان کے ڈھانچہ کے حصے ہوں لیکن وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔یوں انسان کی تخلیق کے بارے میں ابھی تک سائنسی علم کی بنیاد صرف ظن وتخمین ہے۔جہاں تک مذاہب کا تعلق ہے انکے نظریات کی بنیاد اعتقاد پر ہے۔ذیل میں ہم قرآن پاک کے حقائق اور جدید سائنس کی دریافتوں کے مطابق اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

سائنسی تعریف کے مطابق وہ تمام حیوانات جو دو ٹانگوں پر سیدھا چلتے ہیں وہ انسانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔چنانچہ چمپینز اور بندر بھی چونکہ دو پاؤں اور چار پاؤں، دونوں طرح چل سکتے ہیں اس لئے ان کا بھی کسی وقت انسان کے ساتھ رشتہ ملا دیا گیا ہے۔یعنی کسی جانور کی انسانی تعریف اسکی مشابہت کی بنا پر ہے اسکے روحانی اور دماغی پہلوؤں کا اس میں کوئی دخل نہیں اس موضوع پر جنوری انگریزی رسالہ ٹائم (The Times, Jan17, 2000) میں اب تک ہونے والی سائنسی دریافتوں کا تجزیہ پیش کیا گیا تھا۔اس کے مطابق صورت حال کچھ یوں ہے کہ" آدمی بھی دوسرے حیوانوں کی طرح ایک حیوان ہے جو مختلف ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے موجودہ حالت تک پہنچا ہے، لیکن اپنی موجودہ حالت میں وہ تمام حیوانی نوع سے بہت مختلف ہے۔زبان، تہذیب، صنعت میں وہ یکتا ہے۔بنیادی بیالوجی میں بھی وہ باقی حیوانات سے علیحدہ ہے۔اس لئے اسکا ارتقاء ایک خصوصی اور یکتا عمل ہے"۔یعنی سائنس اس بات کو ماننے لگی ہے کہ انسان اپنی تخلیق میں تمام نوع حیوانی سے علیحدہ خصوصی حیثیت کا مالک ہے۔یہ وہی بات ہے جس کے متعلق قرآن حکیم واضح طور پر دعوت دیتا ہے۔

ٹائم میں دیئے گئے مضمون سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ڈارون کے انسانی ارتقاء کے متعلق نظریہ میں پچھلی دو صدیوں میں کافی تبدیلیاں آچکی ہیں خاص طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ فطرت میں کسی نئی چیز کی تخلیق ہمیشہ ہی کسی بہت بڑی اچانک جست (Quantum Jump) کے نتیجہ کی وجہ سے ہوتی ہیں۔لہٰذا ڈارون کا آہستہ آہستہ تبدیلی والا نظریہ کہ انسان بندروں سے بنا ہے اور یہ کہ طاقتور باقی رہ

Marfat.com

جاتے ہیں (Survival of the Fight) ٹھیک نہیں ہے ہم ان سائنسی دریافتوں کے تجزیہ کے بعد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جدید انسانی سائنسی کہانی قرآن کریم کی نفی نہیں کرتی بلکہ کلام اللہ میں تخلیق آدم کا جو خاکہ بیان کیا گیا ہے وہ اسے اچھی طرح سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

اس جدید سائنسی کہانی کے مطابق انسان سے پہلے زمین پر کروڑوں سالوں تک کئی قسم کے دو ٹانگوں پر چلنے والے حیوانات کے ادوار آتے رہے ہیں لیکن ان میں کسی ایک کو بھی انسان نہیں کہا جاسکتا۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن کریم میں بھی سمجھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بھی دو، چار، چھ یا اس سے بھی زیادہ ٹانگیں رکھنے والے حیوانات کا ذکر ہے (45)24، یعنی اسکے مطابق بھی انسان سے پہلے دو ٹانگوں والے حیوان زمین پر موجود رہے ہیں۔ سائنسی تحقیقات کے مطابق دو ٹانگوں پر چلنے والے حیوانات کا اچانک نکتہ آغاز کوئی پچاس لاکھ سال پہلے افریقہ میں ہوا تھا۔ اس سے پہلے کے تمام حیوانات چار یا چار سے زیادہ ٹانگوں پر چلتے تھے، لیکن اس اچانک تبدیلی سے ایک نئی نوع کا حیوان وجود میں آ گیا جس کی نسل دو پاؤں پر چلنے کو ترجیح دینے لگی۔ یہ دو ٹانگی حیوان زمین پر کوئی بیس لاکھ سال تک رہے۔ پھر کچھ خوش آئند اچانک تبدیلیاں آئیں جن سے یہ کھڑے ہو کر چلنے والا حیوان مزید ترقی کر گیا لیکن ابھی تک وہ بندر نما ہی تھا۔ ایک عرصہ کے بعد پھر اچانک کچھ تبدیلی آئی جس سے کسی ایک کا دماغ دوسروں کی نسبت زیادہ تیز ہو گیا۔ پچھلے بیس لاکھ سال تک، جب سے انسان نما حیوان نے سر اٹھا کر چلنا سیکھا تھا کچھ نہیں بدلا تھا لیکن اس نئے حیوان نے پتھر مار کر دوسرے جانوروں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا اور یوں وہ سبزی خور سے گوشت خور بن گیا۔ پتھروں کے استعمال کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ انسان نما حیوان ٹیکنالوجی کے دور میں داخل ہو گیا تھا۔ اس تبدیلی نے اس کے رہن سہن پر بھی کافی اثر ڈالا، وہ پہلے سے زیادہ سوچنے لگا اور زیادہ ہوشیار ہوتا گیا جس سے اس کا دماغ بھی بڑھنے لگا۔ لیکن پھر بھی وہ انسان نہیں تھا۔ اس زمانہ کے دریافت شدہ ڈھانچوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فسادی اور خونی حیوان بھی بندروں کی کوئی ترقی یافتہ نوع تھا۔

اس کے بعد کی سائنسی کہانی یہ بتاتی ہے کہ کوئی بیس لاکھ سال پہلے زمین پر پھر اچانک کچھ خوش آئند قدرتی تبدیلیاں آئیں جس کے نتیجہ میں ان بندروں سے ایک نئی نسل پیدا ہوئی جو اپنے آباؤ اجداد سے زیادہ ہوشیار اور تیز چلنے والی تھی۔ ان کا جسم بھی زیادہ سیدھا تھا اور پہلے والوں کی نسبت لمبے بھی زیادہ تھے۔ تقریباً چار لاکھ سال بعد انہوں نے اپنے وطن افریقہ کو خیر باد کہا اور وہاں سے دوسرے براعظموں میں پھیلنے لگے۔ یہ حیوان جس کو (Homoerectus) یعنی سیدھا کھڑے ہونے والے انسان نما حیوان کا نام دیا گیا ہے، اپنی اس حالت میں تقریباً سولہ لاکھ سال سے زیادہ عرصہ تک زمین پر حکومت کرتا رہا۔ اس کی طبیعت سیلانی تھی، وہ اکٹھے سفر کرتے، اور خاندان بنا کر رہتے، پتھروں کا استعمال جانتے تھے اور خوب خون بہاتے تھے۔ لیکن انہیں بھی انسان نہیں کہا جا سکتا۔ ان کی کوئی خاص زبان (Language) نہیں تھی۔ اظہار خیال کے لئے چند آوازیں تو نکال سکتے تھے لیکن کوئی واقعہ بیان نہیں کر سکتے تھے، اور اپنے تجربات دوسروں کو نہیں بتا سکتے تھے جبکہ انسان کی خصوصیت اسکی زباندانی میں ہے۔ قرآن کریم بھی یہی بتاتا ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اسکے اظہار بیان کی صلاحیت ہے جس کے بارے سورہ رحمان میں فرمایا گیا ہے..... **خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ**

سائنس کے مطابق پھر دنیا میں اچانک کچھ قدرتی تبدیلی آئی جس کے نتیجہ میں دو لاکھ سال ہوئے جب انہی میں سے ایک نئی نسل نکلی جس کا دماغ بھی زیادہ تھا اور بھاگنے کے لئے ان کی ٹانگیں بھی زیادہ موزوں تھیں۔ ان کو نینڈرتھل (Neanderthal) کا نام دیا گیا ہے۔ نینڈرتھل زمین پر ایک لاکھ سال سے زیادہ عرصہ تک حکومت کرتے رہے۔ یہ خاندان کی شکل میں غاروں میں رہنا پسند کرتے تھے۔ دوسرے جانوروں کا شکار ان کا محبوب مشغلہ تھا، پتھر اور لکڑی ان کے ہتھیار تھے، دیگر جانوروں کے متعلق رحم کے جذبات سے عاری تھے، آپس میں خون ریزی اور دوسرے جانوروں کے خون بہانے میں گریز نہیں کرتے تھے۔ لیکن سائنس ان کو بھی انسان نہیں مانتی۔

پھر اچانک کچھ قدرتی بات ہوئی اور موجودہ انسان کے آباؤ اجداد پیدا ہو گئے جن کو ہوموسیپین (Homosapien) کہا جاتا ہے۔ یہ پہلے والوں سے طور اطوار میں بہت زیادہ تہذیب یافتہ تھے۔ کچھ عرصہ ہوموسیپین (Homosapien) اور ان کے کزن Homonide ساتھ ساتھ رہتے تھے لیکن ان میں باہمی اختلاط کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ نئی نسل پہلے والوں سے زیادہ خوبصورت، زیادہ لمبی، متوازن اعضا اور بڑے سر والی تھی۔ اس کا دماغ تقریباً 1000cc تھا جبکہ جدید انسان کا دماغ 1300cc ہے، اس لئے انہیں بھی انسان نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال سائنس کے مطابق انسان کی تخلیق تک پہنچنے کے لئے فطرت کئی مرحلہ وار انواع سے گذری ہے، لیکن ابھی تک اس بات کی سمجھ نہیں آئی کہ جب نئی نسل پروان چڑھ جاتی تو پہلی نوع کیوں ختم ہو جاتی۔ نسلوں کے موت وحیات کے اس فارمولہ کے مطابق زیادہ سے زیادہ کوئی ایک لاکھ سال پہلے کی بات ہے کہ زمین پر پھر کچھ اچانک قدرتی تبدیلیاں آئیں جسکے نتیجہ میں ماسوائے ہوموسیپین باقی ہر طرح کے دو پاؤں والے حیوان مرکھپ گئے، ان کی نسلیں ناپید ہو گئیں اور صرف ہوموسیپین (Homosapien) ہی بچ رہے جو ایک خاص وقت تک زمین پر پھیلتے رہے۔ ان کے ہتھیار پہلی نسل سے بھی زیادہ بہتر تھے، وہ زیادہ سیدھے کھڑے ہو سکتے تھے، ان کی خوراک گوشت اور سبزی دونوں تھی، وہ جنگلوں میں رہتے تھے، ابھی گھر بنانا نہیں سیکھا تھا، خاندان اور قبائل کا کوئی تصور نہیں تھا۔ لیکن اکٹھے رہنے کو ترجیح دیتے۔

لیکن جدید سائنسی تحقیق اس نسل کو بھی موجودہ انسان کا درجہ نہیں دیتی۔ اس کے مطابق وہ بھی حیوانوں میں ایک اور حیوان تھا۔ فرق یہ تھا کہ اگرچہ وہ جسمانی طور پر اتنے طاقتور نہیں تھے لیکن ہاتھ رکھتے تھے، اور دوسرے حیوانوں کی نسبت ان کا دماغ تیز تھا۔ لہٰذا اپنے بچاؤ کے لئے تدبیر اور ہاتھوں کا بہتر استعمال کرتے تھے۔ خون ریزی اور مار دھاڑ نا ان کا کام تھا۔ یوں مزید پچاس ہزار سال اور گزر گئے۔ (ہو سکتا ہے کہ جنت میں تخلیق آدم کے وقت فرشتوں نے ان کی شکل وشبہات کو دیکھ کر یہ جو کہا تھا......"کہ یہ زمین پر خون بہائے گا"...... دراصل ان کے دو ٹانگوں پر چلنے والے اس انسان نما حیوان کی بود وباش کے مشاہدہ کے نتیجہ میں ہو)۔

702- تخلیق آدم:-

ابھی تک کی سائنسی ارتقاء کی کہانی انسان نما دو پاؤں پر چلنے والے حیوانوں کے اردگرد گھومتی نظر آتی ہے جو تقریباً پچاس لاکھ سال

Marfat.com

تک محیط ہے۔لیکن سائنس ان میں سے کسی کو بھی انسان نہیں مانتی۔کوئی چالیس پچاس ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے کہ قدرت کے تخلیقی امر میں پھر اچانک کوئی بہت بڑی انقلابی تبدیلی آئی اور پہلی تمام انسان نما مخلوقات کے مقابلہ میں ایک بہت زیادہ ترقی یافتہ مخلوق پیدا ہوئی۔جس کے دماغ کا حجم وہی تھا جو ہمارا ہے۔حیران کن بات یہ ہے کہ اس کے آتے ساتھ ہی پہلے والے دوٹانگی سارے حیوان مر گئے۔اس نئی تخلیق اور ان سے پہلے والوں میں ایک تو جسمانی خوبصورتی کا فرق تھا، نئی مخلوق متوازن اور بہت خوبصورت جسم کی مالک تھی اور اس کے علاوہ بہت زیادہ ذہنی فرق بھی تھا، مثلاً نئی تخلیق الفاظ کا استعمال جانتی تھی، خاندان کا قرب ان کے نزدیک بہت اہم تھا، اکٹھے رہتے اور اپنا مدعا، بات چیت اور الفاظ کے ذریعہ سمجھانے لگے تھے۔انہوں نے اپنے مردے دفن کرنا شروع کئے، آرٹ اور مجسمے بنانے شروع کر دیے۔ان میں حیات بعد الموت کا تصور تھا، چنانچہ انہوں نے مرنے والوں کے ساتھ ان کے استعمال کی چیزیں بھی دفن کرنا شروع کر دیں ان میں محبت اور ہمدردی کے جذبات بھی پہلے سے زیادہ تھے۔لہٰذا ان میں خاندانی روابط پیدا ہونے لگے، اپنے دفاع کے لئے مختلف قسم کے اوزار بنانے لگے، رہنے کے لئے گھروں کا تصور اجاگر ہوا اور بالآخر زراعت اور صنعت کا دور شروع ہوگیا۔امریکی بیالوجسٹ ٹاٹرسل Tattersal اپنی کتاب ''انسان ہونا'' (Becoming Human) میں لکھتا ہے ''بالآخر کوئی تیس ہزار سال پہلے انسان پیدا ہوگیا پہلی دفعہ ایجاد، تصنع، صنعت، آرٹ، ادب کا دور شروع ہوا جو پہلے ملین سالوں میں ہوتا تھا اب وہ دنوں میں ہونے لگا۔''

اب اگر اس سائنسی تجزیہ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے انسان کی یہ کہانی قرآن کریم کے قریب ترین ہے۔ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف ترقی تو ضرور ہوئی لیکن یہ تبدیلی ارتقائی یعنی آہستہ آہستہ نہیں تھی بلکہ ہمیشہ اچانک معرض وجود میں آئی۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی نئی تخلیق ارتقاء کا نتیجہ نہیں بلکہ انقلابی حالات کے نتیجہ میں معرض وجود میں آئی ہے۔جیسے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی امر نافذ کرتا ہے تو کہتا ہے ''ہو جا۔اور وہ ہو جاتا ہے'' یعنی کن فیکون کا قانون ارتقائی نہیں بلکہ انقلابی قانون ہے۔انسان کی سائنسی تاریخ میں یکے بعد دیگرے جو دوٹانگی حیوانوں میں تبدیلیاں آتیں رہیں وہ اس قانون کے مطابق اچانک تبدیلیاں تھیں۔

البتہ ارتقاء سے بھی انکار نہیں یہ آہستہ آہستہ تبدیلیوں کے لئے ضروری ہے۔اس طرح کی ترقی کو قرآن کریم کی زبان میں ''نازل، انزل، نزول'' وغیرہ کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔یہ ترقی زیادہ تر ماحولیاتی اثرات کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن اس کے نتیجہ میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آتی۔بہرحال جیسے پہلے کہا جا چکا ہے بڑی تبدیلیاں ہمیشہ اچانک امر ہی سے معرض وجود میں آتی ہیں، جنہیں Quantum Jump کا نام دیا گیا ہے لیکن یہ اچانک تبدیلی کیسے ہوئی؟ کس نے کی؟ کیوں کی؟ سائنس کے پاس ابھی تک اسکا جواب نہیں۔جہاں تک موجودہ انسان کی بات ہے جدید سائنس کے مطابق ایسی بے شمار تبدیلیوں کے بعد تقریباً تیس چالیس ہزار سال پہلے ایسا انسان ظاہر ہوا اور وہ پہلے پیدا ہونے والی ہر نوع سے بہت مختلف تھا۔اسکا سب سے بڑا امتیاز چیزوں کے جاننے کی اہلیت یعنی علم اور اس سے کام لینے کی صلاحیت تھی۔اسکی پیدائش کے ساتھ ہی باقی تمام انسان نما حیوان کسی نا قابل سمجھ قدرتی عمل کی وجہ سے صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئے۔یوں حضرت انسان بلا شرکت غیرے زمین کا حکمران ٹھہرا۔(قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق میں بھی اہم ترین بات ان کی علم الاشیا

Marfat.com

کی صلاحیت کو بتایا گیا ہے)۔

اگر ہم اس سائنسی تجزیہ کو صحیح مان لیں تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر زیادہ سے زیادہ تقریباً تیس چالیس ہزار سال پہلے نمودار ہوئے تھے۔ان کے نزول سے پہلے زمین پر دو ٹانگوں پر چلنے والے مختلف قسم کے حیوانات لاکھوں سالوں سے رہتے چلے آرہے تھے لیکن ظہور آدم کے ساتھ ہی وہ سب ختم ہو گئے۔سائنس اس بات کی بھی گواہ بن گئی ہے کہ آدم سے پہلے کے انسان نما حیوان بہت خون بہانے والے مار دھاڑ کرنے والے تھے۔اس سے قرآن کریم میں فرشتوں کے سوالات کی وجہ بھی سمجھ آتی ہے۔وہ پچھلے پچاس لاکھ سالوں میں دو ٹانگوں پر چلنے والی ایسی مخلوق کے کارنامے بھی دیکھ چکے تھے جو بعض اطوار میں حضرت آدمؑ سے مشابہت رکھتی تھی لیکن مار دھاڑ اور فساد ان کا خاصہ تھا۔شاید اسی وجہ سے انہوں نے آدم کو دیکھ کر کہا کہ وہ "خون بہائے گا......" لیکن یہ فرشتوں کا اعتراض نہیں تھا بلکہ ان کا پرانا مشاہدہ تھا۔ان کا گمان تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ انہی میں سے کسی کو خلیفہ بنانے والا ہے لیکن بعد میں ان کی یہ بات غلط ثابت ہوئی جس کی انہوں نے معافی مانگی اور اللہ تعالیٰ نے علم کی بنیاد پر حضرت آدم علیہ السلام کی برتری کی مہر تمام مخلوقات پر ثبت کر دی۔یہی موجودہ انسان کا تمام بقیہ مخلوقات پر امتیازی وصف ہے جسکی سائنس خود سب سے بڑی گواہ ہے۔جہاں تک زمین پر دو ٹانگوں پر چلنے والے حیوانوں کا تعلق ہے، جیسے پہلے کہا گیا ہے قرآن کریم اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔فرمایا......

اور اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔
ان میں سے بعض ایسے ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں۔
اور ان میں وہ بھی ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں۔
ان میں وہ بھی ہیں جو چار پیروں پر چلتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔
یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے کے کرنے اور اس پر قدرت کاملہ رکھنے والا ہے۔

(النور 45:24)

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ آدمی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح میں سے کچھ پھونک دیا جسکے بعد اسے تمام چیزوں کا خصوصی علم عطا ہو گیا۔اس پر کائنات کے اسرار کا علم ظاہر ہو گیا۔جس کی بنا پر وہ مسجود ملائیکہ قرار پائے یوں قرآن حکیم کا انسان جدید سائنسی دریافتوں کا مدعا نظر ہے۔وہ ہر لحاظ سے ایک علیحدہ اور بے مثل مخلوق ہے اور سائنس کے ارتقائی حیوان سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔بے شک جدید سائنس سچائی کی جستجو میں بڑھتے ہوئے قرآن کریم کے قریب تر ہوتی جارہی ہے۔انشاءاللہ وہ دن بھی دور نہیں جب سچے سائنس دان قرآن کریم کی تصدیق کریں گے اور اسکی سچائی کے گواہ بن کر لوگوں کو اس طرف بلائیں گے۔(واللہ اعلم)۔

Marfat.com

ضمیمہ-II

قرآن حکیم کا معجزاتی حسابی نظام

703- کائنات اور حساب:-

علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے کئی نئے نئے رنگ سامنے آ رہے ہیں جن میں ہر ایک منفرد معجزہ ہے لیکن بیسویں صدی کے آخر میں قرآن حکیم کا جو حسابی نظام سامنے آیا ہے اس کے سامنے انسانی عقل بالکل عاجز ہو کر رہ گئی ہے، اور ماسوائے کہ اس کتاب کا مصنف خود خالق کائنات ہے اور کوئی تشریح ممکن نہیں۔

پیشتر اسکے کہ ہم اس معجزانہ حسابی نظام کی طرف آئیں، ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ کائنات کے سارے نظام کا دارومدار حساب پر ہی چل رہا ہے بلکہ یہ کہنا حقیقت کے زیادہ قریب ہو گا کہ کائنات خالق کے حساب کی کتاب ہے۔ **الشمس والقمر بحسبان** (الرحمان) اس حساب کی بنیاد کچھ عجیب وغریب اعداد پر رکھی گئی ہے جن کو موجودہ سائنس کی زبان میں قدرتی اکائیاں (Constants of Nature) کہا جاتا ہے جن میں سرمو تفاوت کی گنجائش نہیں۔ مثلاً کائنات جن عناصر پر مشتمل ہے ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی الگ اٹل خصوصیات کا حامل ہے اور ہر عنصر کا اپنا اپنا ایٹمی وزن اور نمبر ہے لیکن ہر ایٹمی نمبر گرام (Gram Atomic Number) میں ایٹوں کی تعداد ہمیشہ ہی 6.24×10^{23} ہو گی۔ مثلاً ہائیڈروجن جس کا ایٹمی نمبر ایک ہے اس کے ایک گرام میں 6.24×10^{23} ایٹم ہوں گے اور لوہا جس کا ایٹمی نمبر 56 ہے اس کے 56g میں 6.24×10^{23} لوہے کے ایٹم ہوں گے۔ اسی طرح کی ایک مثال کائنات کی کشش ثقل کی اکائی ہے۔ اس کی قدر بھی ہر جگہ ایک ہی ہے اور اگر بالفرض محال کچھ ادنیٰ سا بھی فرق ہوتا تو کائنات میں ستاروں اور زمینوں کا وجود ناممکن ہو جاتا، اگر یہ تھوڑا کم ہوتی تو کائنات گیس کے گولے کی طرح پھیل کر ختم ہو جاتی اور اگر تھوڑا زیادہ ہوتی تو یہ اپنے ابتدائی دور ہی میں ایک انتہائی ٹھوس گولہ بن کر اپنے ہی اوپر بھینچ بھینچ کر ختم ہو جاتی۔ ایک اور عام فہم مثال الیکٹران اور پروٹون پر برقی چڑھاؤ (Electric Charge) کی ہے۔ ان دونوں کے برابر برابر ہونے کی وجہ سے مجموعی حیثیت سے ایٹم کا برقی چڑھاؤ صفر ہے۔ اگر بالفرض محال ان میں نہایت معمولی سا بھی فرق ہوتا تو باہمی تناؤ (Repulsion) کی وجہ سے مادی اجسام کا معرض وجود میں آنا ناممکن ہوتا۔ اسی طرح روشنی کی رفتار خلا میں ہر طرف ہر جگہ 3x10-8 میٹرفی سیکنڈ ہے، نظام شمسی میں سیاروں کے آپس کے فاصلے مقرر ہیں اگر ان میں کوئی غیر معمولی تبدیلی آئے تو قیامت آ جائے، پانی سطح سمندر پر ہمیشہ 100°C پر ہی ابلتا ہے اور صفر درجہ پر جمتا ہے، ہر عنصر کا ایٹم منفرد ہے اور اس کے اندر کے بنیادی ذرات کی قیمت بھی مقرر ہے جن میں ذرہ بھر تبدیلی ان کی تمام تر خصوصیات کو بدل کر رکھ دے، زمین اپنے محور کے اوپر ساڑھے ½67 ڈگری پر جھکی ہوئی ہے اور سورج کے گرد 365 دن 6 گھنٹے اور 44 سیکنڈ میں ایک چکر لگاتی ہے جو پہلے

سے طے شدہ بات ہے۔ انسانی جسم میں ہر خلیہ (Cell) 46 کروموسوم (Chromosome) پر مشتمل ہے لیکن مرد کے اس سپرم (sperm) میں 23 کروموسوم اور عورت کے Egg میں بھی 23 کروموسوم ہوتے ہیں جن کے ملنے سے پیدا ہونے والا بچے کا پہلا خلیہ (Cell) بنتا ہے جس پر اس کی پوری شخصیت اور زندگی کا حساب درج ہوتا ہے۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں ورنہ جس چیز کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے سائنس یہی دیکھ رہی ہے کہ خالق کائنات کے قوانین مکمل اور اٹل ہیں اوران میں کبھی تبدیلی نہیں آتی (لاتبدیل لکمات اللہ)، اس نے جو کچھ بھی بنا دیا ہے وہی حرف آخر ہے۔ یعنی کائنات کی اکائیاں آپس میں ایک ایسے انتہائی حساس نظام سے مربوط کردی گئی ہیں جن میں کسی ایک کو بھی اپنی جگہ سے ہلایا جائے تو کائنات ختم ہوجائے۔ یوں ہر چیز کی تقدیر مقرر شدہ ہے، اللہ تعالیٰ جو کائنات کا خالق ہے اس کا کوئی کام بھی حساب سے خالی نہیں۔ وہ خود اپنے آپ کو قرآن حکیم میں نہایت تیز حساب دان کا نام دیتا ہے۔ فرمایا...

ان اللّٰہ سریع الحساب　''بیشک اللہ تعالیٰ نہایت تیز حساب کرنے والا ہے''۔

اسی تناظر میں قرآن حکیم جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کی باقی تخلیقات کی طرح یہ بھی حساب سے خالی نہیں، اس حقیقت سے قرآن حکیم کے اولین مفسرین مثلاً حضرت علیؓ بخوبی آگاہ تھے اور اعداد قرآن پاک کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ اصحابہ اکرامؓ جانتے تھے کہ ان کے زمانہ کے علوم کلام اللہ کی تفسیر کیلئے ناکافی ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ "زمانہ قرآن پاک کی تفسیر ہوگا" (حوالہ تفسیر نمونہ) یعنی زمانہ کے ساتھ ساتھ اللہ کی کتاب کی تفسیر کا علم بھی ترقی کرتا جائیگا اور یہی حقیقت ہے۔

704- قرآن حکیم کی حسابی ترتیب:-

قرآن حکیم کے حسابی نظام کی پہلی جھلکی تو اس کی ترتیب ہی سے عیاں ہے۔ یہ چھوٹی بڑی 114 سورتوں کا مجموعہ ہے جو تیس پاروں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ اس ترتیب میں لمبی لمبی سورتیں پہلے رکھی گئی ہیں اور چھوٹی سورتیں آخری پاروں میں مزین کی گئی ہیں، پاروں اور سورتوں کے اس نظام میں جو راز ہے وہ چند ہی سال پہلے معلوم ہوا ہے جس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ یہ بات سورتوں اور پاروں کے درمیان گراف (Appendix-I) سے عیاں ہوگی جو کہ ایک نئی دریافت ہے اور 1996 میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کی۔ یہ کہ قرآن کریم کی کتابی ترتیب کس حسابی مساوات کے مطابق ہے یہ کام ابھی زیر غور ہے اور امید ہے کہ اس کی دریافت مزید اہم حقائق کو آشکار کرے گی۔ فی الحال گراف کی شکل یعنی اس کا شروع میں آہستہ آہستہ اٹھنا اور آخر میں اچانک عمودی جست لگانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی کتابی ترتیب دیگر قدرتی نظاموں کی ترقی کا عکس ہے، مثلاً ایٹمی ری ایکٹروں میں عمل در عمل یا کرہ ارض پر انسانی آبادی میں اضافے کا انداز بھی کچھ ایسے ہی ہے۔ اس کے علاوہ جب پچھلے سات ہزار سالوں کے اہم تاریخی واقعات کا تجزیہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وقت کے ساتھ

ساتھ واقعات میں تیزی کا گراف بھی تقریباً قرآن الحکیم کی سورتوں اور سپاروں کے گراف ہی کی طرح ہے۔اسی طرح قرآن پاک کی سورۃ نصر کی سائنسی انداز میں تفسیر کی تحقیق کے دوران بھی دیکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی اسلام کی 23 سالہ جدوجہد کے نتیجہ میں مسلمانوں کی تعداد اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کا گراف بھی قرآن پاک کی سورتوں اور سپاروں کے گراف کا عکس ہے۔(حوالہ،مصنف کی کتاب ''قرآن پاک کے نئے نئے سائنسی معجزات'')۔یوں قرآن حکیم کا ترتیبی اعجاز ہر لحاظ سے قاری کیلئے سوچنے کی دعوت ہے۔ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کے بڑے بڑے واقعات اسی حساب کے مطابق طے پا رہے ہیں۔یہ سوال کہ چودہ صدیاں پہلے کسی آدمی کیلئے 23 سال کے عرصہ میں مختلف اوقات میں اترنے والی آیات کو سورتوں اور پاروں میں اس حسابی ترتیب کے مطابق دینا کیسے ممکن ہوا، اسکا جواب سائنس کے بس میں نہیں۔اس وقت ایسی ترتیب کا سوچنا تو ایک طرف، گراف بنانے کا حسابی طریقہ بھی ایجاد نہیں ہوا تھا۔اس کے بعد اس میں کیا شک ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور قرآن کریم کی کتابی ترتیب بھی رب العالمین کی اپنی دی ہوئی ترتیب ہے۔

کتاب 'قرآن آخری معجزہ' کے مصنف احمد دیدات (مرحوم) کے مطابق قرآن کریم میں ایک توازن اور ایک عددی موضوعاتی مماثلت پائی جاتی ہے حتی کہ ترتیب تناقص اور مرابط میں بھی باہمی ہم آہنگی ہے اور قرآن کے اعجاز کا یہ بھی ایک پہلو ہے۔مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کریں۔یہ الفاظ اپنے مقابل کے الفاظ کے عین مطابق وارد ہوئے ہیں۔

دنیا115	آخرت115
شیاطین88	ملائکہ88
موت145	حیات145
نفع50	فساد50
اجر108	فصل108
کفر25	ایمان25
شہر(ماہ)12	یوم 365 یعنی سال کے دنوں کے برابر

اتنی بڑی کتاب میں الفاظ کے جوڑوں کا یہ اعجاز قائم رکھنا ایک بہت غیر معمولی ہے جو کسی بھی انسانی مصنف کے بس کی بات نہیں۔

705- کمپیوٹر پر نئی دریافتیں:-

قرآن پاک اور بعض ہندسوں مثلاً 19 کے عجیب وغریب تعلق کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔اس حیران کن دریافت کا سہرا ایک مصری ڈاکٹر راشد خلیفہ کے سر ہے جو امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے۔جیسا کہ انہوں نے خود اپنی کتاب میں لکھا ہے

Marfat.com

1968 میں انہوں نے سارے کے سارے قرآن پاک کو پرانے رسم الخط کے مطابق کمپیوٹر پر چڑھا دیئے اور پھر اسکے حروف' الفاظ اور آیات ان میں کوئی تعلق تلاش کرنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ اس تحقیق میں ان کے ساتھ اور بھی لوگ شامل ہوتے رہے۔ 1972 تک یہ ایک باقاعدہ سکول بن چکا تھا۔ اس دوران انہوں نے یہ حیرت انگیز دریافت کی کہ قرآن مجید کے حروف، الفاظ، آیات میں ایک معجزانہ حساب پنہاں ہے جس کے پورے ادراک کیلئے اس وقت تک بنے ہوئے کمپیوٹر بھی کافی نہیں تھے۔

یہ تحقیقات فی زمانہ قرآن حکیم کے حسابی نظام کے متعلق بے شک ایک بہت بڑی دریافت ہیں جو جدید ذہن کیلئے قرآن پاک کی سچائی پر حجت ہیں۔ کسی حد تک میں نے خود بھی ان دریافتوں کو پرکھا (Verify) ہے اور صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ (افسوس کہ راشد خلیفہ کو اسکے علمی زعم نے بہکا دیا اور اس نے اس دریافت کے غرور میں آکر نبوت کا دعویٰ کر دیا) ۔ اگلے صفحات میں ان خاص خاص دریافتوں پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ جن کا سمجھنا نسبتاً آسان ہے اور قاری اگر ہمت کرے تو خود بھی کلام اللہ سے انکی جانچ پڑتال کر سکتا ہے۔

706- قرآن حکیم کا ہندسی نظام:-

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے کلام میں مختلف موقعوں پر 30 ہندسوں کا ذکر کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1, 2, 3, 4, 5, 6, 7, 8, 9, 10

11, 12, 19, 20, 30, 40, 50, 60, 70, 80, 99,

200, 300, 1000, 2000, 3000, 5000, 50000, 10000

ان میں ہر عدد کی اس لحاظ سے تو خاص اہمیت ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہیں اور کسی نہ کسی بہت بڑی حقیقت کی تفصیل ہیں، مثلاً چھ کا ہندسہ زمین وآسمان یعنی کائنات کے کی تخلیق میں اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ ایام میں ان سب کو تخلیق کیا، سات کا ہندسہ سات آسمانوں کے حوالہ سے کلام اللہ میں کئی بار آیا ہے۔ اسی طرح دوسرے اعداد کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے لیکن اس مضمون میں یہ موقع نہیں کہ ان ہندسوں میں سے ایک ایک کی تفصیل میں جائیں اگرچہ ان میں سے ہر ایک کے مفصل فوائد پر ایک بہت اچھی تحقیق ہو سکتی ہے اور کسی باہمت قاری کو یہ کام ضرور کرنا چاہیے۔ اس وقت جو ہماری دلچسپی کا حامل ہے وہ 19 کا ہندسہ ہے جو کہ قرآن حکیم کی حسابی ترتیب میں بنیادی حیثیت کا حامل ثابت ہوا ہے۔

کلام اللہ میں 19 کے ہندسہ کا صرف ایک دفعہ ذکر آیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "دوزخ کے اوپر ہم نے 19 فرشتوں کو محافظ رکھا ہے"۔ (سورۃ المدثر۔ ۳۰) اس میں کیا حکمت ہے یہ تو بتانے والا ہی بہتر جانتا ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ 19 کے ہندسہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے کسی حفاظتی نظام سے ہے۔ اب تک 19 کے ہندسے سے متعلقہ جو دریافتیں ہوئی ہیں ان سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ

Marfat.com

اس کا تعلق قرآن پاک کی حفاظت سے بھی ہے اور کہ کلام اللہ کی ترتیب کا نظام اٹل ہے اور جس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، یہاں تک کہ اگر کسی آیت کے کسی حرف کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے تو یہ حسابی نظام بتائے گا کہ تبدیلی لائی گئی ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے جو احتیاطی انتظامات کیے وہ بھی بڑے حیران کن تھے مثلاً قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر کلام اللہ بے شمار فرشتوں کی معیت میں اتارا جاتا تھا۔ اس لئے کہ جب قرآن حکیم کی آیات کا نزول ہو رہا تھا تو شیاطین کی کوشش تھی کہ معلوم کریں کہ رب کائنات کی طرف سے کیا پیغام اتارا جا رہا ہے، یا وحی آتے وقت اپنا شور اس میں ڈالیں، لیکن جب وہ اس کی طرف بڑھتے تو شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ملاوٹ سے کلام الٰہی کو محفوظ رکھا، اور حرف حرف، لفظ لفظ، اللہ کا کلام محفوظ شکل میں اس کے پیارے حبیب کے قلب پر آخری آیت تک ثبت ہوتا رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ تردد ہوا کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں تو جبرئیل علیہ السلام کے پیچھے پیچھے الفاظ کو اپنی زبان مبارک سے بھی دہرانا شروع کر دیا تو فوراً وحی کے مضمون کو روک کر آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ دہرانے کی ضرورت نہیں، کلام اللہ کا خالق خود آپؐ کے قلب مبارک پر انہیں یوں ثبت کرتا ہے کہ بھولنے کا ہرگز کوئی امکان نہیں۔

707- قرآن حکیم اور انیس کا ہندسہ:-

19 کا حسابی کلیہ اللہ کی کتاب کی پہلی آیت یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر پنہاں ہے۔ یہ آیت مبارک مندرجہ ذیل حروف پر مشتمل ہے۔

ب	س	م	ا	ل	ل	ہ	بسم اللہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	
ا	ل	ر	ح	م	ن		الرحمٰن
۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳		
ا	ل	ر	ح	ی	م		الرحیم
۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹		

ان حروف کی تعداد 19 ہے۔ (حرکات کا شمار نہیں ہوتا)

708- بسم اللہ کے الفاظ کا اعجاز:-

کمپیوٹروں پر حساب لگا کر دیکھا گیا ہے کہ بسم اللہ شریف کے الفاظ ، اسم۔ اللہ۔ رحمٰن۔ رحیم پورے قرآن کریم میں جتنی بار

Marfat.com

نازل ہوئے ہیں وہ بھی 19 کا حاصل ضرب ہیں۔ مثلاً اسم کا لفظ پورے قرآن پاک میں 19 دفعہ آیا ہے، الرحمٰن کا لفظ 57 دفعہ آیا ہے جو کہ 3x19 یعنی 3 سے 19 کا حاصل ضرب ہے، اور الرحیم کا لفظ 114 دفعہ آیا ہے جو کہ 6 سے 19 کا حاصل ضرب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' پورے قرآن میں 2699 دفعہ وحی ہوا جو کہ بقیہ ایک کے ساتھ 142 سے 19 کا حاصل ضرب ہے۔ مندرجہ ذیل میں اس حساب کی جدول دی جا رہی ہے۔

جدول نمبر 1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا حسابی نظام

الفاظ	سارے قرآن میں تعداد	19 کا حاصل ضرب
بسم اللہ	114	6x19
اسم	19	1 x 19
اللہ	2699	(142 x 19)+1
الرحمٰن	57	3 x 19
الرحیم	114	6 x19

مزید تحقیقات نے ثابت کیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے کچھ صفاتی نام بھی عین اسی حساب سے قرآن پاک میں وحی ہوئے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا نام واحد 19 دفعہ آیا ہے مجید 57 دفعہ، جامع 114 دفعہ، ذوالفضل العظیم 2699 دفعہ جو کہ اوپر کی ترتیب کے مطابق سب 19 ہی کے حاصل ضرب ہیں۔ 19 کے حساب کی یہ تکرار اگر دو چار دفعہ ہوتی تو شاید اس کو اتفاقیہ کہا جا سکتا لیکن امکانی حساب (Theory of Probability) کے مطابق بار بار ایسا ہونا تقریباً ناممکن ہے اور ثابت کرتا ہے کہ قرآن کریم کے مصنف نے اس کے حروف، الفاظ، آیات اور سورتوں کی ترتیب اور ڈیزائن میں 19 کے ہندسے کو جان بوجھ کر کسی خاص مقصد کے تحت کلیدی حیثیت میں رکھا ہے جو ایک معجزہ ہے۔

709- اللہ تعالیٰ کے نام کا حساب :-

جیسے ہم اوپر دیکھ چکے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ کے اسم ذاتی کا ذکر کلام اللہ تعالیٰ میں 2699 دفعہ ہوا ہے اور یہ عدد ایک کے حاصل جمع کے ساتھ 19 کا حاصل ضرب ہے یعنی 2699=1+19x142 اس کے علاوہ عجیب تر یہ بات ہے کہ وہ تمام آیات جن میں اللہ سبحانہ کا نام مبارک آیا ہے اگر ان آیات کریمہ کے نمبروں کو جمع کریں تو مجموعہ 118124 بنتا ہے جو 19 کا حاصل ضرب ہے لیکن پہلے کی طرح اب بھی حاصل جمع ایک ہے۔ یعنی 118124=1+19×6217۔ حاصل جمع ایک کا صاف مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کسی حساب کے تابع نہیں ہو سکتی وہ یکتا ہے اور یوں حاصل جمع ایک اسکی وحدانیت کی نشانی ہے

Marfat.com

اور 19 کا فارمولا اپنی جگہ پر صحیح ہے۔(راشد خلیفہ کے بھٹکنے کی وجہ یہ ایک نکتہ تھا جب اللہ تعالیٰ کے نام اللہ پر 19 کا حساب پورا ہوتا نظر نہ آیا تو اس نے قرآنِ کریم کی سورۃ توبہ کی آخری آئت مبارکہ کو قرآن پاک سے خارج قرار دیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نام کی تعداد ایک کم کردی) -

710- قرآن پاک کی ترتیب کے حیران کن معجزے:-

اب ہم قرآن کریم اور 19 کے فارمولا پر مزید روشنی ڈالیں گے۔جیسے پہلے کہا گیا ہے اس کی ابتداء کلام اللہ کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے جو 19 حروف پر مشتمل ہے۔قرآن حکیم کی سورتوں کی تعداد بھی 114 ہے جو 19 کا حاصل ضرب ہے۔

114=19x6

(یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ 114 کے ہندسوں کی حاصل جمع بھی 4+1+1=6 ہے۔اور یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے 6 ایام میں کائنات کی تخلیق اور تکمیل کی ہے یعنی 114 میں 6 اور 19 کا جو تعلق ہے وہ قرآن حکیم اور کائنات کے آپس کے تعلق کو بھی ظاہر کرتا ہے)۔

بسم اللہ کا سورت توبہ اور سورت نمل میں اعجاز

ماسوائے سورۃ توبہ (9) قرآن حکیم کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع ہوتی ہے یوں سورتوں کے آغاز میں 113 دفعہ بسم اللہ شریف آتی ہے لیکن سورۃ نمل (27) کے اندر آیت مبارکہ 30 میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کے حوالہ سے پوری بسم اللہ شریف دھرائی گئی۔یوں سورۃ توبہ والی کمی وہاں پوری کر کے 19 کے فارمولا کی تصدیق کردی۔یعنی 19x6=114۔اگر ایسا نہ ہوتا تو حسابی قاعدہ فیل ہو جاتا ہے۔

سورت توبہ ہی میں 19 کے فارمولا کے متعلق ایک حیران کن بات یہ بھی ہے کہ سورۃ توبہ نمبر 9 جو بسم اللہ کی آیت سے شروع نہیں ہوتی اور سورۃ نمل (27) جس میں بسم اللہ دو دفعہ آتی ہے ان کے درمیان سورتوں کے نمبروں کی جمع 342 ہے جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔(342=19 x 18)

342= (27+26+25+24+23+22+21+20+19+18+17+16+15+14+13+12+11+10+9)

لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔انسانی عقل یہ دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے کہ سورۃ نمل کی پہلی بسم اللہ اور دوسری بسم اللہ کے درمیان الفاظ کا مجموعہ بھی 342 ہی ہے جو کہ نہ صرف 19 کا حاصل ضرب (18x19) ہے بلکہ سورۃ توبہ اور سورۃ نمل کے درمیان سورتوں کے نمبر شمار کی حاصل جمع بھی ہے۔مزید حیرانگی کی بات یہ ہے کہ سورۃ نمل کا ترتیبی نمبر 27 اور بسم اللہ والی آیت 30 کا حاصل جمع (27+30=57 بھی 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے (19x3=57) یہ تو صرف آغاز ہے، آگے دیکھیں کہ کیسے کیسے معجزے ظاہر ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

قرآن پاک کی پہلی وحی میں 19 کے فارمولا کا حیرت انگیز نظام۔

حضورﷺ پر پہلی وحی سورت علق کی پہلی پانچ آیات تھیں اور قرآن حکیم میں 19 کے کلیدی فارمولے کی ابتداء بھی یہیں سے ہوتی ہے۔ اگر آپ ان آیات کے حروف اور الفاظ کو گنیں تو پہلی وحی کے 19 الفاظ ہیں اور ان الفاظ کے 76 حروف ہیں جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہیں۔ 4×19=76 (یاد رہے کہ حضورﷺ چالیس (40) سال کی عمر میں نبوت کے منصب پر فائز ہوئے اور 40 کا 4 سے تعلق ظاہر ہے)۔

لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ سورۃ علق جو کہ قرآن پاک کی موجودہ ترتیب میں سورۃ نمبر 96 (جس کی پہلی 5 آیات پہلی وحی ہیں) کی کل آیات بھی 19 ہیں اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آخر قرآن پاک کے اخیر سے 96 ویں سورۃ 19 ویں ہے اور شروع قرآن سے 96 ویں سے پہلے 95 سورتیں ہیں جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہیں یعنی 95=5×19۔ یوں پہلی وحی والی سورۃ مبارکہ کے دونوں اطراف سورتیں 19 کا حاصل ضرب ہیں جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ سورتوں کی آگے پیچھے کی ترتیب بھی انسانی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حسابی نظام کا ہی ایک حصہ ہے۔

مزید حیرت انگیز یہ بات ہے کہ سورۃ 96 کے کل حروف 304 ہیں جو پھر 19 کا حاصل ضرب ہے 4×4×19 = 304۔ (اس میں چار کے ہندسہ کی تکرار قابل غور ہے اور حیران کن بات یہ ہے کہ اللہ۔ محمد۔ قرآن کے ناموں میں ہر نام بھی چار حروف پر مشتمل ہے۔ (سبحان اللہ)

آخری وحی اور 19 کا نظام

ابھی تک جو تفصیل دی گئی ہے اس سے بلا شک وشبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی پہلی آیت اور پہلی وحی والی سورۃ مبارک ہر لحاظ سے 19 کے حسابی ہندسہ کا معجزہ ہے اور قرآن پاک کی بقیہ تشکیل میں 19 کی جو اہمیت ہے وہ یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ اسی حسابی کلیہ کے ساتھ پورے 23 سال قرآن کریم اپنے حروف، الفاظ اور سورتوں کے ساتھ کبھی دن کبھی رات اترتا رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی ہدایت کے مطابق کاتبان وحی سے فرمادیتے کہ فلاں آیت کو فلاں سورۃ کی فلاں آیت کی بعد لکھ لیں۔ کوئی کمپیوٹر نہیں، کوئی حساب دان نہیں، یوں قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے حساب کے ساتھ ترتیب پاتا گیا حتیٰ کہ آخری سورۃ نصر نمبر 110 کا نزول ہوا۔ انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ آخری وحی یعنی سورت نصر بھی ٹھیک 19 الفاظ پر مشتمل تھی اور اس کی پہلی آیت جس میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اسلام کی فتح کی بشارت ہے۔ ''اذاء جاء نصر اللہ والفتح'' بھی ٹھیک 19 حروف کا مرکب ہے۔ یوں کلام اللہ کی پہلی اور آخری سورۃ ایک ہی حسابی قاعدہ کے لحاظ سے نازل ہوئیں اور یہ حساب آج کے حسابدانوں کے لئے بھی کسی معجزہ سے کم نہیں۔ عقل کے پاس کوئی جواب نہیں کہ ایسا حسابی نظام کیسے ممکن ہوا اور اسمیں

Marfat.com

مزید کیا کیا راز ہیں یہ اپنی جگہ ایک مستقل سوال ہے۔(سبحان اللہ)۔

711- مزید حیران کن حسابی نظام:-

قرآن پاک کی ترتیب میں 19 کے ہندسے والا اوپر دیا گیا حسابی نظام وہ ہے جسے کوئی بھی قاری تھوڑی سی محنت کے بعد خود دیکھ سکتا ہے لیکن جو حسابی نظام کلام اللہ کے اندر پنہاں ہے وہ ایسا باکمال نظام ہے جس کے سامنے انسانی عقل انگشت بدانداں رہ جاتی ہے اور جانچ پڑتال بجز طاقتور کمپیوٹروں کے ناممکن ہے۔ ہم مندرجہ ذیل میں ان معجزات کے صرف نمونے پیش کریں گے۔

712- سورتوں کا اعجاز:-

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ کلام اللہ کی 114 سورتیں تو 19 کا حاصل ضرب ہیں لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ ان تمام سورتوں کے نمبر شمار کا مجموعی عدد (1+2+3+4......114=6555) بھی 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ 6555=345×19۔ یوں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی 114 سورتوں پر حسابی مہر ثبت کردی ہے جس کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کوئی سورت کم یا زیادہ ہے۔

713- لا الہ الا اللہ کا معجزہ:-

لا الہ الا اللہ کلمہ شہادت ہے۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے "یاایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحو" یعنی انسانی فلاح اس کلمہ کے اندر پنہاں ہے۔ معجزہ کی بات یہ ہے کہ یہ اہم ترین کلمہ بھی قرآن پاک کی ٹھیک 19 سورتوں میں آیا ہے۔ پہلی دفعہ سورۃ بقرہ کی آیت مبارک 163 میں آیا اور آخری دفعہ یہ سورۃ (مزمل) 73 کی آیت مبارک 9 میں ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ جن سورتوں میں کلمہ شہادت آیا ہے ان کے اعداد کی جمع اور کلمہ شہادت والی آیات کے اعداد کی جمع بھی 19 کا ہی حاصل ضرب ہے یہ بات مندرجہ ذیل جدول سے ظاہر ہے۔

جدول نمبر 3

قرآن کریم میں کلمہ شہادت کا حسابی نظام

نمبر شمار	سورۃ نمبر	کلمہ شہادت والی آیات	سورۃ میں کلمہ شہادت کی تعداد
1	2 بقرۃ	163, 255	2
2	3 عمران	2,6,18,18	4
3	4 النساء	87	1
4	6 انعام	102, 106	2

Marfat.com

نمبر شمار	سورۃ نمبر	کلمہ شہادت والی آیات	سورۃ میں کلمہ شہادت کی تعداد
5	7اعراف	158	1
6	9توبہ	31	1
7	11ہود	13	1
8	13رعد	30	1
9	20طہ	8, 98	2
10	23مومنون	116	1
11	27نمل	26	1
12	28قصص	70, 88	2
13	35فاطر	3	1
14	39زمر	6	1
15	40مومن	3, 62, 65	3
16	44دخان	8	1
17	59حشر	22, 23	2
18	64التغابن	13	1
19	73مزمل	9	1
حاصل جمع	507	1592	29

اگر ہم507 + 1592 + 29 کو جمع کریں تو یہ2128 بنتا ہے جو کہ پھر سے 19 کا حاصل ضرب ہے
19x 112 = 2128یعنی لا الہ الا اللہ کا پیغام بھی قرآن کریم کے عظیم حسابی نظام کا ایک حصہ ہے۔

714- صلوٰۃ کے حکم اور 19 کے ہندسے میں حیران کن تعلق: -

اس طرح لفظ صلوٰۃ جو کہ اسلام کا دوسرا ستون ہے سارے قرآن حکیم میں 67 دفعہ آیا ہے جیسے اوپر لا الہ الا اللہ کے حساب میں کیا گیا ہے اگر صلوٰۃ والی سورتوں کے نمبر شمار کی اعداد کی جمع اور آیات کے نمبر کی اعداد کی جمع کو آپس میں جمع کریں (یعنی ایسا ہی جدول بنائیں جیسا

جدول 3 ہے) تو ٹوٹل 4674 بنتا ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے۔ 4674 = 19 x 246 (اختصار کی وجہ سے جدول نہیں بنایا)

715- مقطعاتی سورتوں کا اپنا معجزانہ حسابی نظام:-

حروف مقطعات قرآن پاک کا راز ہیں جن سے 29 سورتوں کا آغاز ہوتا ہے۔ ان حروف کی تعداد 14 ہے جو عربی حروف کا نصف ہیں اور یہ 14 مرکبات کی شکل میں قرآن کریم میں لکھے گئے ہیں۔ کمپیوٹروں کی مدد سے کیے گئے تجزیوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حروف قرآن حکیم کی حسابی نظام کا ہمیشہ زندہ رہنے والا عظیم شاہکار معجزہ ہیں۔ ''اگر ہم 14 حروف مقطعات، اُن کے 14 مرکبات اور مقطعات والی 29 سورتوں کے اعداد کو جمع کریں یعنی 14+14+29 تو یہ 57 بنتا ہے جو کہ ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام الرحمٰن اور مجید بھی کلام پاک میں 57, 57 دفعہ آیا ہے۔

اگر ان تمام سورتوں جن کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے کے نمبر شمار کو جمع کریں تو حاصل جمع 822 بنتا ہے اس میں اگر 14 حروف مقطعات کو بھی جمع کر دیں تو مجموعہ 836 ہے جو ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے 836 = 44 x 19 یہی نہیں بلکہ حروف مقطعات والی پہلی سورۃ نمبر 2 اور آخری سورۃ نمبر 68 کے درمیان اللہ تعالیٰ نے 38 غیر مقطعات حروف والی سورتیں رکھی ہیں جو 19 کا حاصل ضرب ہے یعنی 38 = 2 x 19

مقطعات کے حسابی نظام پر کتاب "Computer Speaks" (پبلشر اسلامک پروڈکشن۔ سات سو انتالیس۔ای۔سکستھ سٹریٹ ٹکسن اے زیڈ ۸۵۷۱۶۔یو۔ایس۔اے) ایک نہایت تفصیلی کتاب ہے اور یہاں اس کی ساری تفصیلات دینے کا موقع نہیں۔ اس کتاب میں سے ہم صرف چند ایک سورتوں کے حوالے سے قرآن حکیم کے اس عظیم اور ششدر کرنے والے حسابی نظام کی کچھ جھلکیاں پیش کر رہے ہیں۔

1- ق:۔ قرآن کریم کی سورۃ 42 (شوریٰ) کے مقطعات حٰم اور عسق ہیں جن میں حرف ''ق'' ہے اور سورۃ 50 (ق) حرف مقطعات ق سے شروع ہوتی ہیں۔ ان دونوں سورتوں کے تمام الفاظ میں حرف ق 57 اور 57 دفعہ استعمال ہوا ہے۔ جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔

2- سورۃ 50 (ق) میں پہلی آیت ق کے فوری بعد دوسری آیت ''والقرآن المجید'' ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے ''ق'' قرآن کیلئے آیا ہے۔ اب ق کے حرف مقطعات والی دونوں سورتوں میں ٹوٹل ق کی تعداد 114 (114=57+57) ہے جو کہ کلام اللہ کی کل سورتوں کی تعداد ہے یاد رہے کہ بذات خود لفظ قرآن بھی کلام اللہ میں 57 دفعہ آیا ہے اور لفظ مجید بھی 57 = 19x3 دفعہ ہی دہرایا گیا ہے۔

Marfat.com

-3 ع،س،ق سے شروع ہونے والی دوسری سورت 42 (شوریٰ) کل 53 آیات پر مشتمل ہے اور یوں اس سورت کا نمبر اور آیات کا مجموعہ 95 بنتا ہے (95=53+42) جو کہ پھر سے 19 کا حاصل ضرب ہے 95 = 19x5

-4 ق کے متعلق ایک عجیب معجزہ یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ قرآن کریم کی ہر سورۃ کی 19ویں آیات میں آنے والے تمام "ق" کا مجموعہ 76 ہے جو کہ ٹھیک ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے۔

-5 ن:۔سورۃ نمبر 68 (القلم) کی پہلی آیت "نون" ہے۔اس سورۃ میں بھی کل نونوں کی تعداد 133 ہے جو 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔19x7=133 یاد رہے کہ سورۃ نمبر 68 (القلم) حروف مقطعات سے شروع ہونے والی آخری سورۃ ہے اور پہلی مقطعاتی سورت ۲ تھی۔

ان دونوں سورتوں کے درمیان قرآن حکیم کی آیات کی تعداد 5263 ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے۔
5263=19x277

-6 ص:۔ قرآن حکیم کی تین سورتوں 7 (اعراف)، 19 (مریم)، 38 (ص) میں حرف مقطعات "ص" موجود ہے۔ان تینوں سورتوں میں حرف "ص" 152 یعنی 19x8 دفعہ آیا ہے جس کی وضاحت مندرجہ ذیل میں دی گئی ہے۔

سورۃ نمبر	سورۃ نام	"ص" کی تعداد
7	اعراف	97
19	مریم	26
38	ص	29
کل		8x19=152

-7 یٰسین:۔سورۃ یٰسین مقطعات "ی س" سے شروع ہوتی ہے اس سورۃ مبارکہ میں حرف ی 237 دفعہ اور حرف س 48 دفعہ ہے۔ان دونوں کا مجموعہ 48 + 237 = 285 جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے 285=19 x 15

-8 حم:۔حم دو حروف مقطعات پر مشتمل ہے اور قرآن حکیم کی کل سات سورتوں کا اس لفظ سے آغاز ہوتا ہے۔ (سورۃ 40 سے 46) اور ان میں ح اور م کے حروف کی کل تعداد 2147 ہے جو کہ پھر سے 19 کا حاصل ضرب ہے۔ 2147 = 19x147

Marfat.com

مندرجہ ذیل جدول اس حساب کو دکھاتی ہے۔

سورۃ نمبر	ح کی تعداد	م کی تعداد	کل ح+م
40 مومن	64	380	444
41 حم سجدہ	48	276	324
42 شوریٰ	53	300	353
43 زخرف	44	324	368
44 دخان	16	150	166
45 جاثیہ	31	200	261
46 احقاف	36	225	261
کل	292	1855	2147

یاد رہے کہ ح م کا یہ مجموعہ (292 + 1855) = 2147 ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے۔

2147 = 19 x 113

9- عسق:۔ عسق حروف مقطعات سورۃ نمبر 42 (شوریٰ) کی دوسری آیات ہے۔ اس سورۃ مقدسہ میں حروف ع، س، ق بالترتیب 98, 54, 57 دفعہ آئے ہیں۔ جن کا کل مجموعہ 209 ہے جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ 209 = 19 x 11

یہ تو چند ایک آسان مثالیں تھیں اور قرآن پاک کے حسابی معجزہ کے ایک چھوٹے سے حصہ کی تصویر ہے۔ لیکن مجموعی حیثیت میں حروف مقطعات میں قرآن حکیم کے حسابی معنوں کا ایک دریا چھپا ہوا ہے اور مزید یہ کہ جیسے جیسے زیادہ طاقتور اور تیز کمپیوٹروں کی ایجاد ہو رہی ہے ویسے ویسے ہی قرآن حکیم میں پنہاں اس معجزہ کے مزید پہلو سامنے آرہے ہیں جو عقل کو مبہوت کر کے رکھ دیتے ہیں۔

سورۃ بقرہ کے حروف مقطعات ا ل م میں 19 کے ہندسے کا معجزاتی نظام

آیئے ہم صرف سورۃ بقرہ کے مقطعات ال م کے حسابی نظام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ال م کے جو کچھ معنی ہیں وہ اپنی جگہ پر لیکن ان تین حروف نے دینا بھر کے علماء۔ سائنسدانوں اور دانشوروں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت قائم کردی ہے کہ وہ قرآن حکیم کو عام کتاب نہ سمجھیں اور اس کی آیات پر سے یونہی گذر نہ جائیں بلکہ یہ رب کائنات کی اپنی نازل شدہ کتاب ہے اگر ہم سورۃ بقرہ میں علیحدہ علیحدہ ا۔ل۔م ہر ایک حرف کی تعداد کو جمع کریں تو ان کا ٹوٹل 9899 بنتا ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے یعنی 19X521=9899۔ اسی

Marfat.com

طرح کا حساب حروف مقطعات والی باقی سورتوں میں ہے جس کے سامنے بڑے سے بڑے دماغ ششدر ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ کسی کتاب میں اس قدر پیچیدہ اور دشوار حساب ڈال دیا گیا ہے جو بے مثل ہے۔

716- چیلنج:-

یہ سب دنیائے سائنس اور حساب کے لئے ایک لاینحل مسئلہ ہے اور بیسویں صدی کے آخر میں اس کی دریافت دنیا بھر کے سائنسدانوں کے لیے چیلنج اور عام انسانوں پر حجت ہے کہ وہ قرآن کریم اور صاحب قرآن ﷺ پر ایمان لائیں اور بلا حیل وحجت اب اپنی زندگیوں کو قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق بدل ڈالیں۔

قرآن حکیم کے حسابی نظام میں اس بات کی ہرگز تخصیص نہیں کہ 19 کا عدد یا کوئی اور ہندسہ کسی قسم کی مقدس خصوصیات کا حامل ہے، بلکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جب کہ اس وقت کے حساب دانوں کا علم آج کل کے پرائمری سکول کے بچوں سے بھی کم تھا، عرب کے صحراؤں میں ایک شخص اٹھتا ہے، جو کسی سکول کا تعلیم یافتہ نہیں، کسی عالم سے بھی اس کی مجلس نہیں، جب وہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اس کی زبان مبارک (ﷺ) سے ایسے کلمات نکلنا شروع ہو جاتے ہیں جن کا عربوں کے نزدیک فصاحت وبلاغت میں کوئی ثانی نہیں تھا، وہ کلام ایسا زوردار، پراثر، انقلاب خیز تھا کہ جو کوئی اسے سنتا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا، اور عرب کے بڑے سے بڑا عالم اور شاعر باوجود کہ یہ ان کی غیرت کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھا، اس کے مقابلہ میں ایک آیت تک بھی نہ لا سکے۔ پھر جب ان عربوں نے اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال لیا تو بدوؤں سے اٹھ کر وہ مہذب ترین انسان بن گئے اور آہستہ آہستہ جب قرآنی سوچ والے چند ہزار لوگ تیار ہو گئے تو انہوں نے بیس سالوں کے اندر اندر اس وقت کی تمام معلوم شدہ دنیا کا نقشہ تبدل کر کے رکھ دیا۔ آج دنیا کا ہر چوتھا آدمی قرآن پاک پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے ماننے والوں کی یہ تعداد مخالفوں کے پراپیگنڈہ کے باوجود بڑھتی ہی جاتی ہے۔ جیسے یہ سب کچھ کافی نہیں تھا اب وہ اپنے عجیب وغریب حسابی نظام سے اکیسویں صدی میں تمام مجموعہ انسانیت بشمول سائنس دانوں کو چیلنج کر رہا ہے کہ اگر تم اسے نہیں مانتے تو اس جیسا حسابی نظام پیدا کر کے **دکھاؤ**۔

حساب دان، سائنس دان، دانشور، علماء، حکماء، ہر خاص وعام، مومن اور منافق، مسلمان اور کافر بھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ کجا چودہ سو سال پہلے آج بھی کسی کتاب میں ایسا حسابی نظام ڈالنا انسانی بساط سے باہر ہے۔ طاقتور کمپیوٹروں کی مدد سے بھی اس جیسے حسابی نظام کے مطابق کسی کتاب کی تشکیل انتہائی مشکل ہو گی اور پھر کوئی مصنف ایسا کرے بھی کیوں؟ لیکن چودہ سو سال پہلے تو یہ ہر لحاظ سے ناممکن تھا۔ خاص طور پر یہ کہ قرآن حکیم کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جسے بیٹھ کر کسی مصنف نے لکھ دیا ہو، یہ تو پورے 23 سال کی لاثانی جدوجہد اور انتہائی فعال زندگی کے دوران آیت آیت نازل ہوتا رہا۔ ایسی زندگی جس میں ایک دن بھی ایسا نہیں تھا کہ صاحب قرآن (ﷺ) آرام سے بیٹھ کر کچھ لکھ لیتے، لہٰذا کوئی بھی صحیح العقل آدمی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کریم کا حسابی نظام ایک ایسا شاہکار معجزہ

ہے جو ماسوائے اللہ کسی اور سے نہیں ہوسکتا۔ کیا ان حیران کن خوبیوں اور بے مثل عظیم معجزہ کے بعد بھی کوئی سلیم القلب اس کتاب کے من جانب اللہ تعالیٰ ہونے کے بارے میں شک کرسکتا ہے؟ دراصل قرآن پاک تمام زمان ومکان میں ایسا معجزہ ہے جو ہر قسم کی عقل ودانش والے انسانوں سے اپنے آپ کو منواتا ہے تاکہ حق ظاہر ہو اور حجت قائم رہے۔ **19 والا بے مثل اور حیران کن فارمولا ہمیشہ رہنے والا ایک زندہ معجزہ ہے لیکن** چودھویں صدی ہجری کے آخر میں قرآن حکیم کے حسابی نظام اور اسکی سورتوں اور پاروں کے درمیان تعلق کے گراف کی دریافت بھی اسی معجزہ کا ایک نظارہ ہے جو اس سائنسی دور کیلئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ اب بھی اگر کوئی اسے نہیں مانتا، یا ایمان لانے کے بعد اس پر عمل نہیں کرتا تو اس سے بڑھ کر اپنی جان کا کون دشمن ہوگا؟ بے شک جو زندگی قرآن حکیم سے دور رہ کر گزر گئی وہ بری طرح ناکام ہوگئی۔

717- آخر 19 کا ہندسہ کیوں؟

قرآن کریم کی حسابی ترکیب میں صرف 19 کا ہندسہ کیوں اس قدر معتبر ہے؟ یہ سوال اپنی جگہ کافی دلچسپی کا حامل ہے سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی ہندسہ اہم نہیں وہ جو چاہے استعمال کرے۔ یہ تو اس کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی، کم تر سے کم تر چیز کو عزت بخش دے۔ اس لحاظ سے 19 کے ہندسہ کی ماسوائے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے کلام میں مخصوص کرلیا ہے اسکی کوئی اور مذہبی اہمیت نہیں۔ پھر بھی ایک حسابدان یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اور ہندسہ کیوں نہ چن لیا؟ اس سوال کا اصل جواب تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن عام حسابی قاعدوں کے مطابق 19 کے عدد کی کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو دوسرے کسی عدد میں نہیں پائی جاتیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ہندسہ ایک اور نو کا مرکب ہے جو کہ ہندسوں میں اول اور آخر ہیں۔ اس کے دونوں ہندسوں کی حاصل جمع دس ہے۔ (1+9 = 10) جس کے اعداد کی حاصل جمع ایک ہے (0+ 1 = 1)۔ یعنی 19 کا ہندسہ اپنے اندر وحدت کو چھپائے ہوئے ہے۔

کائنات کے نظام میں بھی 19 کے ہندسہ کی اہمیت بہت واضح ہے۔

مثلاً سورج۔ چاند اور زمین انسان کیلئے اہم ترین فلکی نظام ہیں۔ یہ تینوں ہر 19 سال بعد ایک دوسرے کے آمنے سامنے ایک لائن والی پوزیشن بناتے ہیں (Ref: Encyclopeadia Judaica Calender) مشہور سیارچہ جسے Halley Comet کہا جاتا ہے ہر 76 سال بعد زمین پر ظاہر ہوتا ہے جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ (76 = 19 x 4) ہر انسان کے اندر 209 ہڈیاں ہوتی ہیں جو کہ ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہیں۔ 209=19 x 11 تخلیق کے لمحات کے بعد ایک نارمل بچہ ماں کے پیٹ میں 266 دن یا 38 ہفتے رہتا ہے۔ جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہیں۔ 38 = 19 x 2, 266 = 19 x 14

(Ref: Longman Medical Embryology)

اوپر کی مثالیں یہ واضح کرتی ہیں کہ انسان کی تخلیق اور اس کی دنیا کے اندر بھی 19 کا ہندسہ اللہ تعالیٰ کی مہر کی مانند ہے۔ شاید اسی

Marfat.com

لیے کلام اللہ کی تخلیق وترتیب میں بھی یہی ہندسہ بنیادی نوعیت کا ہے۔(واللہ اعلم)

718- یااولی الالباب:-

یہ سب باتیں یقیناً حیران کن ہیں لیکن حیرانگی کے بعد کیا کرنا ہے؟ اس کا جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہم کائنات کے اس عظیم ترین معجزہ یعنی قرآن کریم کے احکامات پر دل وجان سے ایمان لائیں اور عمل کریں تاکہ دنیاوی زندگی کے امتحان کے بعد جب اس کی رہنمائی میں خوشی خوشی ہیشگی کی زندگی میں داخل ہوں، تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے قرآن کریم ہی کے الفاظ میں ہمیں یوں خوش آمدید کہیں:۔

"اے نفس مطمئنہ،
اپنے رب کی طرف پلٹ آ،
وہ تم سے راضی،
تم اس سے راضی،
آ۔میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا۔
آ۔میری خاص جنت میں داخل ہوجا۔

اے ہمارے رب! ہماری غلطیاں معاف فرما، بے شک تو بڑا ہی درگذر فرمانے والا ہے، اے ہمارے رب! اس کوشش کو قبول فرما، اور ہمارے لئے باعث نجات اور باعث ہدائت بنا۔ ہمارے آقا سرور کائنات ﷺ پر لاکھوں کروڑں درود وسلام ہوں، ہماری زندگیاں ان کی اتباع میں گذر جائیں اور ہمیں ان کی شفاعت نصیب ہو(آمین)۔

سلطان بشیر الدین محمود
اسلام آباد

Marfat.com

APPENDIX-I

THE MATHEMATICAL MIRACLE OF THE ARRANGEMENT OF THE HOLY QURAN INTO CHAPTERS (Suras) AND PARTS (Juz)

INTRODUCTION:

The Holy Quran is the eternal message of ALLAH to mankind, revealed in Arabia more than fourteen hundred years ago. The miraculous qualities of this book may be judged by the unparallel impact it has had on culture, science and technology and its profound influence on the life of the believers. This fact is acknowledged by Islam's friends and foes alike (Ref. 1,2,3,4,5,6,9,18). The Holy Quran is not a voluminous book, yet it has something to tell us on all subjects, from the Big Bang to the Afterworld, in concise clear and comprehensive manner, without any contradiction or ambiguity (Ref. 4,5,6,9). History has witnessed the rise of those who have followed its teachings. Even Western civilization is also indebted to the Holy Quran for its rise (Ref. 9,18). The Holy Quran is unique in its subject matter. Its scope of guidance and the quality of its message are never out of date. You can read it again and again without tiring. It is the most revered and the most acted-upon book in the history of mankind, and as time passes, more and more people discover its riches and believe in it as the true revelation of Allah for all times to come.

THE CHALLENGE OF THE HOLY QURAN:

> ***"If Mankind and the Jinns were together***
> ***To produce like of the Quran***
> ***They could never produce in like thereof,***
> ***Even if they backed up one another" 17(88)***

This challenge is repeated a number of times in the Holy Quran. For example, in Sura 11(13) the challenge is made as a proof of the Divinity of this Book:

> ***"They accuse that he has forged it:***
> ***Say! Then bring ten Suras like it:***
> ***And call upon whom you can, besides Allah***
> ***If you are truthful", 11(13)***

The non-believers are again challenged in Sura Al-Baqra.

Marfat.com

"If you are in doubt to that
which We have revealed to Our servant (Muhammad)
Then produce a Sura like it" 2(23)

There is no clear proof of the Holy Quran's divinity than this challenge, which has now stood for more than fourteen centuries. Even some honest Christian scholars on Islam have acknowledged this. For example, Harry Gaylord Dorman, in his book"Towards Understanding Islam," comments, "It (the Quran) is the literal revelation of God dictated to Muhammad by Jibrael, perfect in the every letter. It is an ever present miracle witnessing itself" (4).

Laura Veccia Verlier, in her "Apologies Del – Islamism". writes. "The proof of the divinity of the Quran is that has been preserved intact through the ages". (1)

Professor A.G. Arberry argues that, "Western misunderstandings of the Holy Quran are due to translations and the fact that the Western reader has not been sufficiently advised how to read the Holy Quran. He must get rid of the assumption that the Holy Quran is more or less like the Old Testament". (5)

F.F. Arbuthnot remarked, "Although several attempts have been made to produce a work equal to it, none has yet succeeded". (3).

THE ARRANGEMENT OF THE HOLY QURAN:

The Holy Quran with the mankind today is exactly the same as it was revealed to the Messenger of Allah (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم), more than fourteen hundreds years ago. Whenever any Ayat was revealed, the Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) personally directed the Quranic scribes to write them in a specific Sura in a specific position (11). His followers also immediately committed the new Ayaat and the new arrangement to memory (15) Thus the Messenger of Allah himself (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) compiled the Quran in its current format under Divine inspiration, and he and thousands of his followers remembered it by heart accordingly. Hazrat Abu Bakar (May Allah be pleased with him) ordered compilation of Suras in bound book form immediately after the passing away of the Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (Ref. 6,8,9,10). On the order of the third caliph, Hazrat Usman (May Allah be pleased with him), several authenticated copies of the original book were made and placed in each capital as a reference for the public. One such copy used by the Caliph himself can still be seen in Istanbul's great mosque. (Ref. 9, 10, 15)

DISCOVERY OF THE MIRACULOUS (SURAS) ARRANGEMENT OF THE QURAN INTO CHAPTERS AND PARTS (JUZ):

The Holy Quran is arranged into 114 Suras of various lengths. Sura Al-Baqra is the

Marfat.com

longest, spanning about 8% of the Quran and consisting of 286 Ayaat. The smallest is Sura Al-Kausar, which consists of just three small Ayaat. The book is divided into thirty parts. Each part is known as a "Juz", with a name. The question has been asked, whether this division is arbitrary or according to the Divine instructions?

Moreover, the Revelation is not arranged in chronological order. For example some of the Ayaat revealed in Madina, for instance, are placed in the earlier Makkan Suras. In general arrangement of the Suras, the longer ones are placed first and the smaller ones come afterwards. However, there are some exceptions to this rule. For example, the first Sura consists of only seven ayaat, but the following one contains 286 ayaat (8). This automatically invites us to the question whether there is any logic in the Quran's arrangement or it is a disorderly collection of the revelation. Some possible answers to this question are:

1. The Quran is arranged as it is for aesthetic reasons, and to facilitate reading and memorizing.

2. The longer Suras have been placed first because they deal with social issues of immediate and practical importance, and the shorter Suras which come at the end are there for their greater stress on the spiritual development of man and the Afterlife.

3. The arrangement is simply haphazard, devoid of any logic or reason.

4. The arrangement has spiritual significance, which we do not yet understand.

All this means that there is no single satisfactory answer to our original question. But it kept haunting me for quite sometimes. If the Quran is a revelation from the Creator of the universe, (as beyond doubt, it is) then it cannot contain any thing illogical or cannot be without significance. Thus the arrangement of the Quran into chapters and parts must have some deep inner meaning which I don't know. But what? One night in December, 1991 as I was offering my night prayers, this question began to tickle my mind once again. During the prayers, I got the idea of listing the Suras in cumulative order with respect to the parts of the Quran; and then to draw a graph between these two quantities to see if there was any logical relationship between them (Fig).

This was indeed a most unexpected result, and a beautiful one! The points when joined together form almost a perfect curve. This is rare, to say the least. Even in the case of accurately recorded results, quantities are generally scattered around a mean curve. But in this case we find a perfect harmony, beautiful to a scientist's eye. It clearly has a special mathematical message, proving that in any case the arrangement

of the Quran into chapters and parts is not ordinary, but very mathematical. There is absolutely no question of any haphazardness in this arrangement.

One may ask, "Were it possible that such a mathematical arrangement could have been designed by the Prophet himself (PBUH), fourteen hundred years ago in the desert of Arabia"? Mathematics was then in its infancy. There was no concept of graphs or complex functions. How could any human author at that time arrange a textbook according to a complex code, like this?

There can be no possible explanation to this question other than that the Holy Quran is not the work of a man, but by the Creator of the Universe. What to speak of its contents, even its arrangement into chapters and parts is also of Divine origin (Allah is Great!).

Arrangement of The Holy Quran into Suras and Parts

Juz No X	Summation of Suras Y
1	2
2	2
3	3
4	4
5	4
6	5
7	6
8	7
9	8
10	9
11	11
12	12
13	14
14	16
15	18
16	20
17	22
18	25
19	27
20	29
21	33
22	36
23	39
24	41
25	45
26	51
27	57
28	66
29	77
30	114

Marfat.com

GRAPH REPRESENTING
THE ARRANGEMENTS OF THE HOLY QURAN INTO SURAS AND PARTS

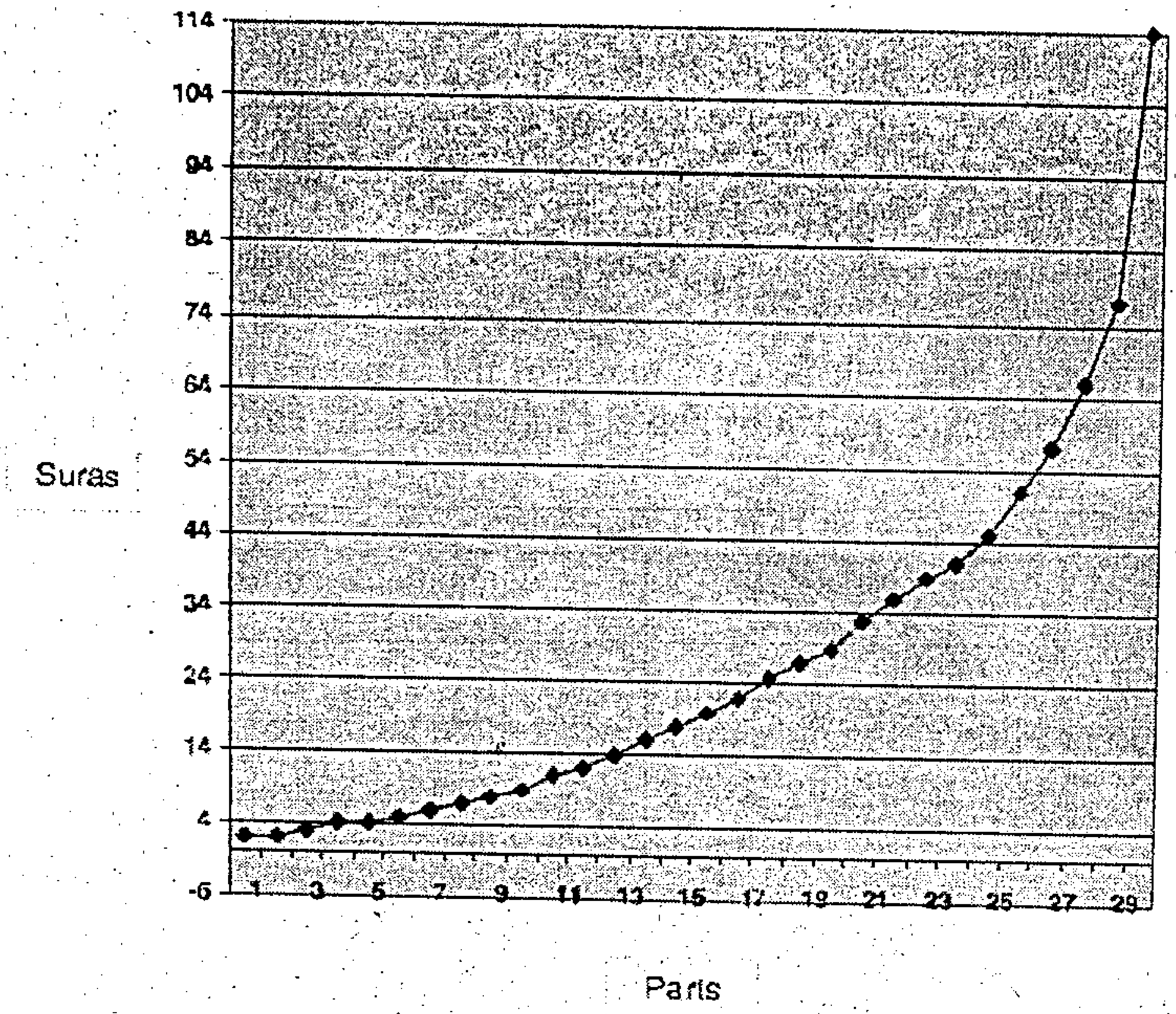

SIGNIFICANCE:

As for the spiritual significance this special arrangement of the Holy Quran; presently I have no sure answer. I can only offer my own interpretations.

If we analyze the graphical arrangement of Suras and the parts of the Quran we find out, at the start curve runs parallel to the X-axis, but it never touches zero. It then picks up gradually, almost finally shooting up explosively. At the end it goes vertically up. The curve may thus signify the spiritual development of the believer as he progresses in the understanding of the Quran. The fact that the curve does not start from zero may signify that a degree of inherent spiritual development exists in everyone of the mankind. So even non-believers have a basic goodness and awareness of Allah to start with.

As reader progress further into the Holy Quran, his spirit begins to develop. However, in these beginning the rate of development is slow. For example, one attains about 50% development on reaching the 26th part of the Quran. After that his development speeds up reaching 100% by the end of the Quran.

Marfat.com

This may be due to the fact that the initial Suras of the Quran put lot of stress on the outward reformation of the individual. They contain Dos and Don'ts about Islamic law and subjects relating to the social and moral aspects of the Revelation. Once an individual has ordered his outward life according to the injunctions of Revelation, he is then capable of receiving the full Inner Light of the Holy Quran also. Thus the spiritual development of the believer is greatly accelerated in the final stages of his study of the Book of Allah.

CONCLUSION:

The arrangement of the Quran into Suras and Parts is highly meaningful. This is one of the mathematical proofs about the Divine nature of this book. In its Inner meanings it possibly corresponds to the attainment of spiritual heights as one builds up his life and beliefs according the Book of Allah with full faith. It may also relate to the rise of Islam in the World. Whatever it may mean, we can say that beyond any doubt the Holy Quran is not the work of any human author, but a Revelation from the Creator of the Worlds. To get to the underlying meaning of this curve research workers should now determine the mathematical function of this curve. Anyway this graphical arrangement between the parts and Suras of the Holy Quran should be sufficient for an unbiased reader to acknowledge that Holy Quran is the absolute source of truth, and to follow its teaching will be for our own good only, in this life and for the ultimate success in the life Hereafter. No doubt, it is the latest and the last Divine Message to save mankind from the Hell fire, and take them back to their original home in Jannat in the world Hereafter.

(Discovery made in December 1991by author Sultan Bashir ud Din Mahmood)

Marfat.com

APPENDIX-II

SINGULARITY OF ALLAH IN THE PLURALITY OF THINGS IN THE UNIVERSE WITH REFERENCE TO THE MODERN PHYSICS

And when my servants question you concerning Me,
Tell them – I am near to answer the call of the caller
When he calls Me --------------- 2(186)

We are accustomed to see the world in plurality. We see countless things around us, each depicting discrete features and uniqueness. But in reality their uniqueness is only a relative thing. They may not be what do they look to us. In fact in many ways we are being deceived by our own sense. For example, when we are sitting in a jet plane we feel at rest, where actually we are flying at a speed of several kilometers per minute. Similarly we feel our earth stationary and our sun encircling around it, whereas the reverse is true. Then take the case of water; in vapor form it is a gas to us, when deep frozen it appears like glass; and when at normal temperature, it is liquid. Thus we have three different states of the same thing. As we go deeper into things reality keeps on changing. For example at the atomic level things lose their shapes and it appears that plurality is simply a way of representation of different shades of singularity. To understand this we need to understand the recent discoveries in the atomic world which in turn are different combination of the fundamental units of any element of matter.

In its process of discovery and classification of things into basic elements, science began to see the billions of things in the universe just made of only 92 elements. With the discovery that all elements are made of discrete atoms, there emerged a new atomic world view that things are nothing but heaps of atoms. With further discoveries science realized that atom is not the basic particle, but actually composite of neutrons, protons at the center; and electrons encircling around it. Thus at this level we could say that all things are actually different designs of electrons, protons and neutrons only. At that level, there is no difference between mountains, ships, airplanes, televisions, trees, oceans, moon, earth, sun and stars. All are heaps of electrons protons and neutrons. Difference is only in the different arrangements of these fundamental particles. However, with deeper insight, science further realized that protons and neutrons are also made of still simpler particles, called Quarks and Leptons. At this level reality of the universe and everything in it, is Quarks and Leptons only and if Quarks and Leptons are taken as the Quanta's of energy, then universe is nothing but concentrated soup of energy.

Marfat.com

Thus we see that reality is relative only and visible images are actually the reflections of our capabilities to see things at different levels. Let us take the example of a net. For the mosquito, which can freely pass through the holes, it is a thin structure with big openings, but for an animal it is barrier with see-through holes. Same is the case of matter, if nucleus of atoms was of the size of dry pea, then the nearest electron moving around it would be 200 meters away, in between space is simply vacuum. Thus relative to the size of atomic measurement everything is 99.999995% vacuum. What we call matter concentrated at the nucleus it is also reflection of the concentrated quantas of energy. Thus things are nothing but a Design only, Thought Machines.

In this regard a much more subtler example is of neutrinos. These are infinitely small size, weightless neutral particles that can pass through the body of the earth seeing no restriction. Thus for a neutrino even inter spaces between the Quarks and Leptons are wide openings. If you were a neutrino, you will see nothing, feel nothing, and easily pass thoroughly the blazing hot sun without feel of its heat. You will see as if you were the only one in the universe.

All that means that our perception of things is only a relative thing. At the fundamental level of observation rule is of Singularity only. Difference of things is actually due to design, not due to building blocks. It is being postulated that Leptons and Quarks are also merely two shades of four forces of nature i.e. Gravity, Electromagnetic Force, Weak Nuclear Force and Strong Nuclear Force. Since the last thirty years, physicists are tying to resolve that these forces may also be the four shades of only one force. Thus underlying reality of everything is neither matter, nor energy but design only. Things are different due to their designs. In the language of the Holy Quran, it is Amr (order) of the Supreme Creator. So Universe with all its entities are simply Amr of the Creator (Divine Thoughts).

With this understanding one can describe oneself, as a body, a pack of elements, a composition of atoms; an arrangements of Quarks and Leptons; or simply a command "Be" of Allah, all at the same time, depending upon how you look at your self. Similar is the actual reality of the Universe. Pre-universe state was a state of Nothingness, in which Time and Space were frozen like genes in the cell of a body. At a command of Be (science calls it Big Bang), Nothingness parted off in duality of matter and antimatter, instantaneously, Time and Space began to open up according to the genetic code of the universe, which we call laws of the science. Thus fundamentally, Universe with every thing in it is nothing but Order of the supreme Creator. It will be as simple for Him to bring it back to the original state of Nothingness. The Holy Quran says "He invents and He repeats".

Marfat.com

Thus ultimate reality is of Him only; and universe with everything in it is actually different manifestations of His Singularity. The Holy Quran puts this beautifully that "Allah surrounds everything, He is nearer to man than his jugular vein", He introduced Himself as. "The First and the Last, The innermost and The Outermost" which means that Space and Time are simply two of His characteristics. All dimensions belong to Him. He is the Rabb of the east's and the west's; and His knowledge of everything in the universe is instantaneous. He requires no time to receive messages; and no time to think for decision – not a leaf falls, not a seed sprouts in the darkness of soil but with His knowledge and permission. Why not? He is in everything and so everything is in Him; what we call different things, are actually multiple realizations of His command of Be only.

As regards man's relationship with Allah, we may try to understand it with the example of our pre-birth state in the womb of our mother. In that stage we were surrounded by our mother all around, her blood flowed in our body, each cell of us was actually the part of her body. Our survival systems were the same as of our mother. In short our mother was surrounding us from the inside and outside. Likewise Allah Subhan-Hu surrounds everything in the universe from outside and inside. He is within every atom of us. Universe, galaxies, stars, suns, and earths, all the small or the big things are in His Nur from inside and outside. He over rides every one.

We may understand the same thing by the scientific process of reducing the universe to elements, then to atoms, then to neutrons, protons, and electrons then to the quarks and leptons and finally to the fundamental four forces and there from to the fundamental singularity, which signify simply the order of Allah; Be! and It was there. Thus multiplicity of things is merely the reflections of the Design (Amr) of our Creator. In the final analysis everything is the subset of His superset. In this scenario how can we afford to be careless of His likes and dislikes? Think over, how despising would it be to Him, if we, follow Shaitan's ways and break His laws? A fish in the ocean cannot afford to defy it, Can it?

Marfat.com

APPENDIX-III

UNDERSTANDING THE WORKING OF ALLAH WITH REFERENCE TO THE TIME – SPACE CONTINUUM

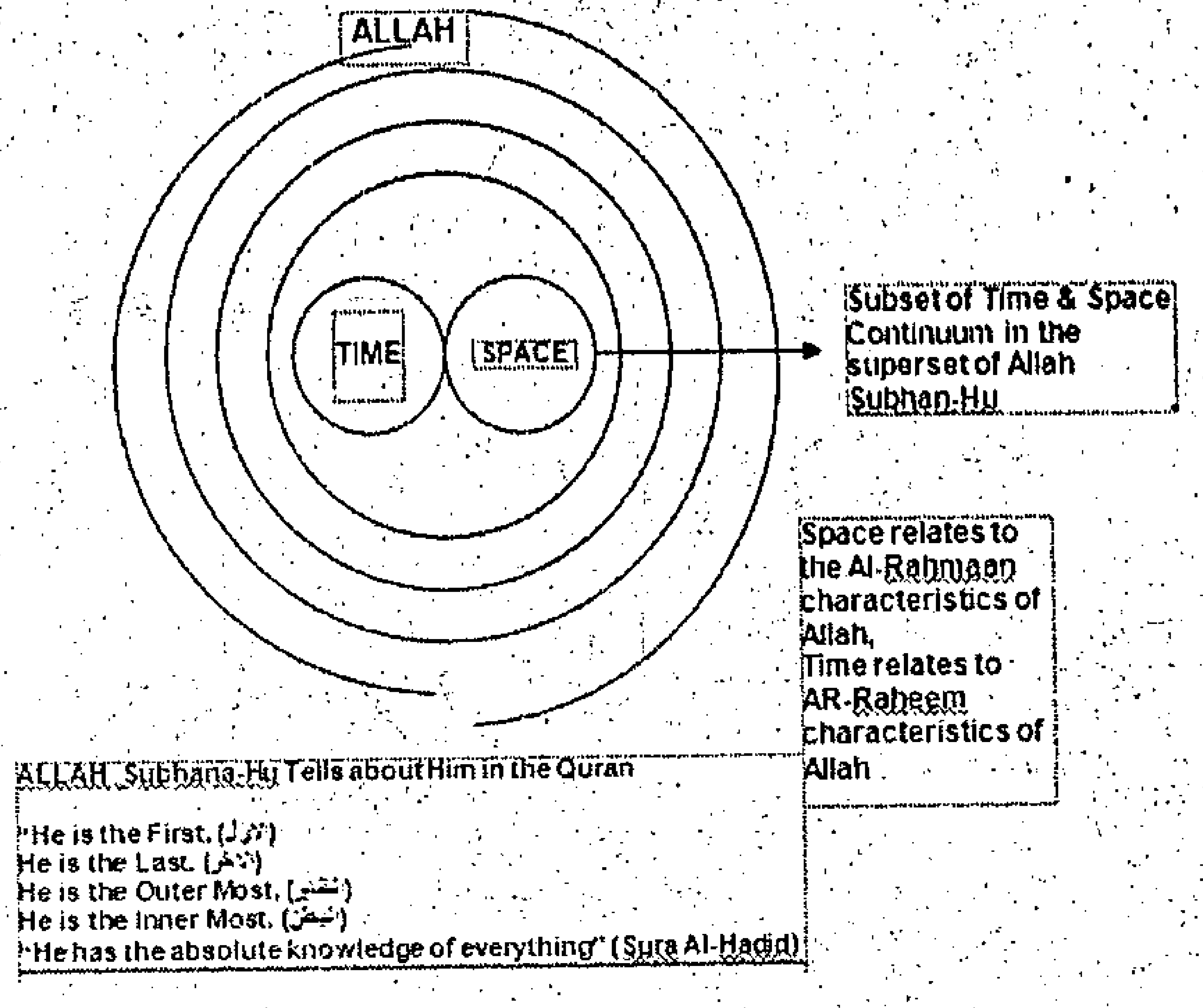

This is a very thought provoking Ayat of the Holy Quran, throwing light on the very Nature of our Creator. Here, First of all He tells; "He is the First and the Last". With reference to the time domain it means that He is the total Time. The He says; He is the Innermost and The Outermost, In space domain it means that He is the total space. This signifies that Time and Space are of Him, two of His basic characteristics. This derivation is supported by the Messenger of Allah (SAW) who is reported to have said, "Do not curse Time, for Allah Himself is the Time". As for His Space characteristics The Holy Quran says, "He surrounds every (small and big) thing".

Since nothing can exist without Space and nothing can happen without the input of Time, so not a leaf falls but with the permission and knowledge of Allah Subhan-Hu. As such he encompasses from inside and outside His every creation, be it a sub-atomic particle, or a giant galaxy. He can reach everywhere in no time, because He is the very Time. Nothing can happen without His will because no event can take place without His input of Time and Space. Thus Splendour of His Rahmat covers each thing in the every nook and corner of the universe and beyond. Figure below is an example to show the Super strings of His Grandeur manifested by His Al-Rahmaan and Ar-Raheem Characteristics in the of Space – Time continuum.

SPACE representing splendor of AR-Rehman attributes

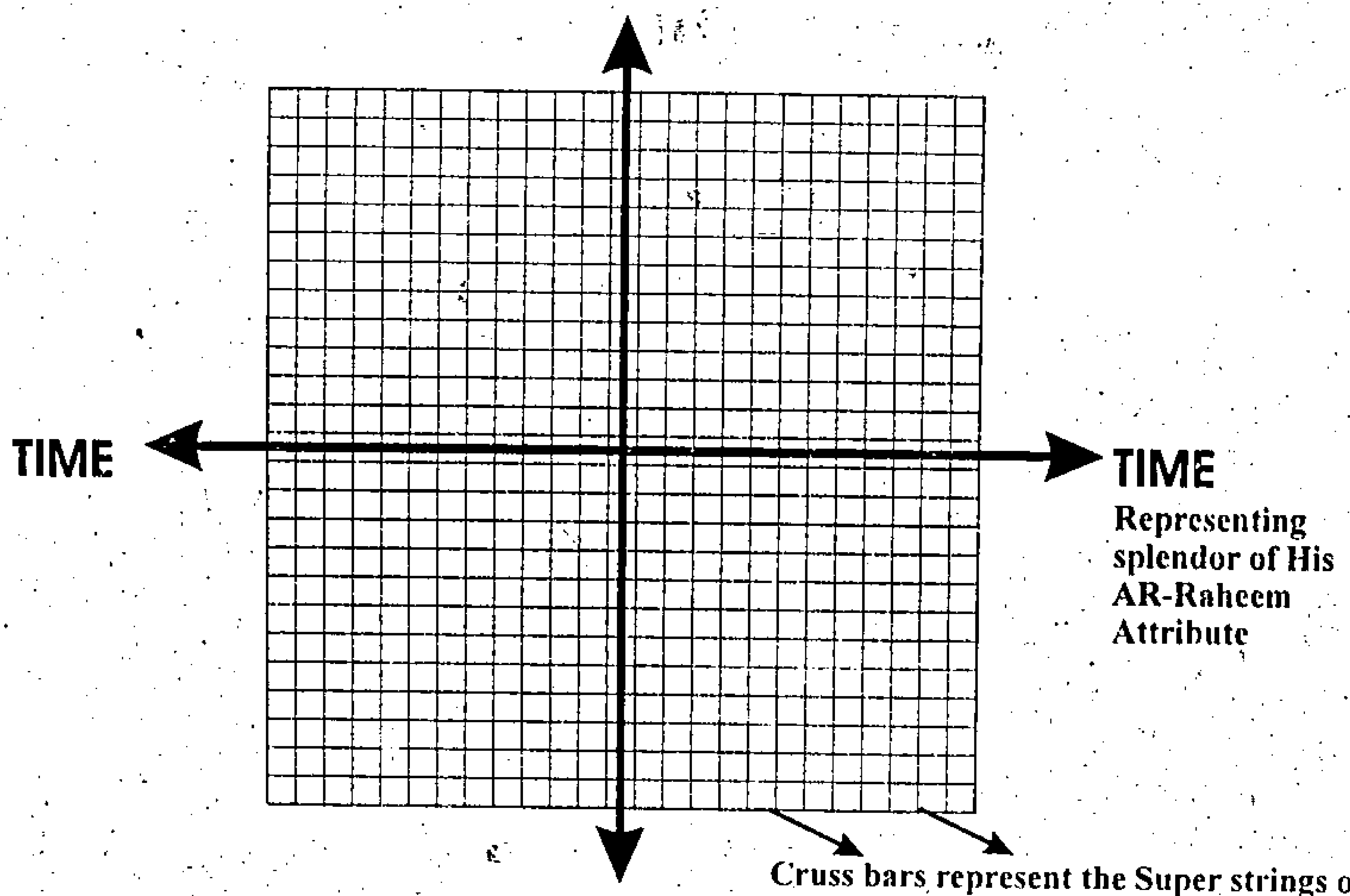

Figure Showing super strings of Allah's characteristics as Rahmaan and Raheem in His Space – Time Continuum, passing through all the times, every where, penetrating even through the secrets of our hearts. He needs no time to reach anywhere, and depends on no space lo create anything.

He is the very Time and Space. Every thing big or small exists in Him, as a fish is in the sea. Thus our existence and disposal is in Him only. He surrounds us inside and outside.

Marfat.com

APPENDIX-IV

UNIVERSE AS A WITNESS OF THE CREATOR

The universe is the manifestation of Allah Subhan-Hu. It represents His dynamic Creative activity; about which the Holy Quran says, "Every day, He is in new Splendour" (Sura Al-Rahmaan). Dynamism found in nature by the modern science is the witness to this great truth of the Holy Quran. Similarly size and the age of the cosmos is also beyond the human Imagination. Thus sometimes ago, scientists thought that Universe has been like it always, no beginning and no end. But in 1960s new discoveries provided that it had begun explosively with a Big Bang. This was ascertaining the truth of the Holy Quran which had already been told over fourteen hundred years ago that Universe is a Creation of Allah, released by His Command of Kun.

The power of His Amr for Big Bang can be imagined from the fact that if the whole lot of the mass of the cosmos is taken to represent the mass of the earth then relatively our earth will be just a fraction of the size of a sand grain. Cosmologists estimate that there are over hundred billions galaxies, each on the average has hundred billions stars, all made out of stuff created in the first one billionth second of the Bid Bang. Also in the cosmos there are estimated to be more than ten billions trillion planets. Thus it may be brimming with life. But due to too large distances between the stars, we may never know and meet the outer space beings, at least for a long time to come (ref. Carl Sagan "Cosmos" page 7-8). But Universe indeed is a solid proof of its own Creator. It is governed by the same laws, every where all the time. This is only possible, if it has only One Creator. Multiple of creators would have meant the multiple of law regimes also, making survival of universe impossible. Therefore, as said in the Holy Quran, Allah is the Rabb of every world in the cosmos. He is the One, only One Who designs, nourishes and maintains each and every thing in the Universe. Surely all praise is for Allah. As per His Design, He will reverse the infinity into zero again, as easily as He had created it first time.

Marfat.com

APPENDIX-V

CONCEPT OF AL-E-MEEN, JANNAT, JAHANNAM AND ALAM-UL-GHAIB IN TERMS OF MULTI-DIMENSIONAL EXISTENCE

It is miracle of the Holy Quran that in its very first ayat it introduced the concept of the plurality of the worlds, a subject of serious perusal by the science of today. Allah Subhan-Hu introduced Himself there as the Rabb of the Al-e-Meen. The word Al-e-Meen is plural of word "Alam" which means particular phase of existence or one particular world. According to the some of the earlier commentators of the Holy Quran there are eighteen thousand Alams and some said that the number of Al-e-Meen is more than man can count. (Al-Itqan Jallal-ud-Din sautui, 12th Century A.D.)

Al-e-Meen is thus multi-dimensional reality of existence among which the unknown worlds of "Jannat and Jahannam" also exist, possibly in some other dimensions. From their description given in the Holy Quran, it appears that they cannot be the normal physical worlds of other galaxies but are realities of some other type. In this respect the Holy Quran states that "Jannat is bigger than all the heavens and the earth" 3(133). Moreover it also sheds light that Jannat and Jahannam exist side by side with the present universe.

All it means to say that to enter into Jannat we don't have to travel light years distances but simply to spin into another dimension and there we are. Same is the case of Jahannam. The Messenger of Allah is reported to have explained it with the example of Day and Night. Concurrently, for some it is day and for some it is night on earth. The Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) also told that in the grave a window of Jannat is opened on good people and a window from Jahannam is opened on the bad ones. Thus Jannat and Jahannam exist even now in some other dimensions side by side of our apparent four-dimensional world. When death liberates man from his bodily constraints then he is able to enter into the fifth, sixth, even higher dimensions. Thus death is a means to free us from the inertia of life, and there after, we have the power to see other Al-e-Meen if we were not loaded by the burden of sins.

The Holy Quran also illustrates the phenomena of life and death with the example of darkness and light, meaning that there are also two states of phase change only. Accordingly death is entering into a new dimension of existence. So, as said already, Hidden Realities of nature such as Jannat, Jahannam, Barzukh, Youm-ud-Din, etc all of them always exist in parallel to each other in the multi-dimensional world of Al-e-Meen. We do not have to travel distances to reach them but simply to spin off from one dimension to the other.

Marfat.com

APPENDIX-VI

ESSENTIAL CONDITIONS TO BENEFIT FROM THE HOLY QURAN

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ
وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

Just as you must qualify certain tests to benefit from your studies in the university, there are some pre-requisites to benefit from the book of Allah also. As clarified in the first five Ayaat of the illustrious Quran, these are six in number, failure in any one of them can render one unfit to receive its blessings.

In the following diagram this is illustrated with the example of the flow of water through a pipe having six valves in series. All the valves must be open to receive water from the reservoir. Similarly to receive guidance and blessing from the Holy Quran all these six valves of the heart must also be open. Even if one of them is closed guidance will be interrupted.

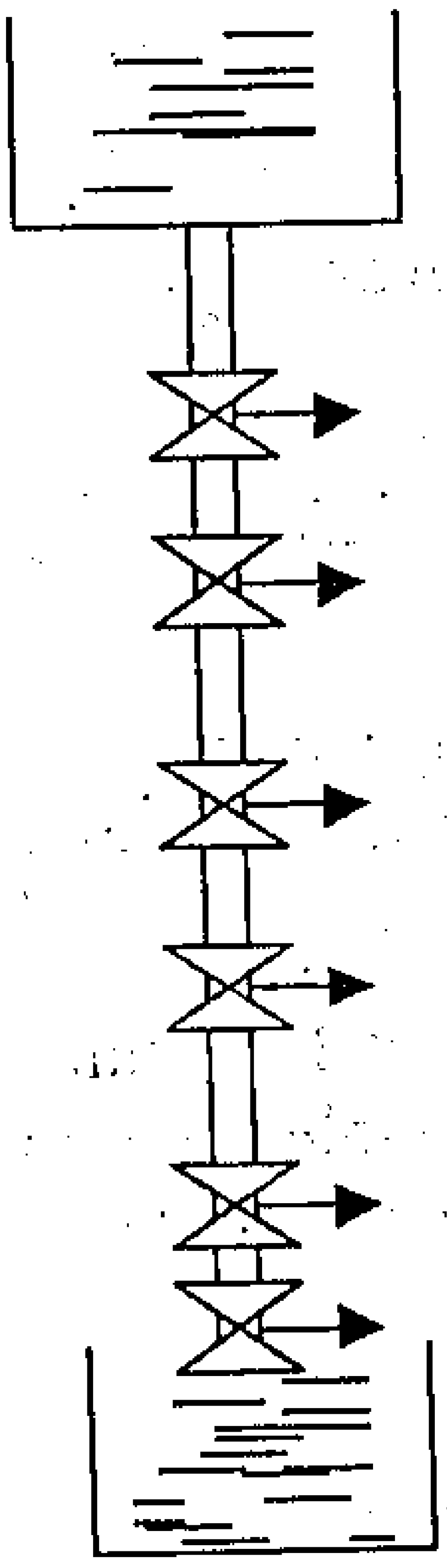

Marfat.com

APPENDIX-VII

OUR JOURNEY FROM JANNAT TO JANNAT

Often a question is asked about our own beginning. Did we begin in Jannat or on earth? From the Holy Quran it is clearly seen that we originated in Jannat, and later were destined to earthly planet for testing purposes by Allah, which was prepared over billion of years fit for his reception. This is similar to the coming of an honoured guest. Lot of preparations are made to receive him and to make his stay as purposeful as possible. The proof that Adam, the prototype human being started his life in Jannat, can be seen from the following ayaat of the Holy Quran. (Also see appendix I in Urdu section)

"And We said, O Adam! Dwell you and your wife in the Jannat, and eat freely thereof what you will; but come not near this tree, lest you become wrong doers", 2(35)

"Then Shaitaan caused them to fall from (Jannat), and brought them out of that they were in? And We said, "Get you all down, each of you an enemy of each, and the Earth a sojourn shall be yours, and enjoyment for a time". 2(36)

"Therein (earth) you shall live, and therein you shall die; and from therein you shall be brought back". 7(25)

From the use of plural tense in ayat 2(36) one can see that Adam and his wife, along with their progeny in their genome, began life in Jannat. There they were misguided by their enemy called Shaitaan and thus all of them were ordered to leave the Janant and settle on a lower plane of spiritual world, now wherefrom each of us comes for a while on earth to test our worthiness for re-entry into Jannat.

When the angles were made to bow before Adam, as his progeny we were also with him, and when he came to the lower plane of existence we were with him and when he landed on earth we were also present in his Genome.

As said already, we can also see from the plural tense used in ayat 38 of sura Baqra that order to leave Jannat was not for Adam and Eve only, but to whole of his progeny also, meaning that whole of humanity lived in its spiritual existence in Jannat with Adam (PBUH). It says:

"All of you now get down from (Jannat); and thereafter, there will be coming to you my messengers; and whosoever see will follow them, he will have no fear and grief". 2(38)

Marfat.com

From Jannat, in its spiritual existence humanity was sent to a lower plane of existence, which is called Alam-e-Arwah. "The world of souls". The Quran informs us that it is here where Allah Subhan-Hu took covenant from His Messengers testify the truth of each other and truth of the last Messenger of Allah Muhammad (PBUH). It is the same place, wherein response to the question". Am I not your Rabb? Each of us had also solemnly declared, "Yes, our Rabb is Allah only".

As for the question, does Jannat mean an other planet or a place in the cosmos in some galaxy, as explained in appendix V, answer is "No". proof of it is that the Holy Quran states that size of Jannat is bigger than the combined heavens and earth i.e. the entire physical universe. Ayat 3(133) Allah says "Rush for Jannat which is bigger in size than all the heavens and earth". From Sura Hud it appears that Jannat exists even today in parallel with the present heavenly and earthly worlds. Thus Jannat may not be the part of our present four dimensional universe. If so we can say that we were not dropped to the earth from some other planet, but it was a change even from one dimension to an other.

As we also explained in the concept of Al-a-Meen Jannat and Jahannam are the realities of the multi dimensional creation of Allah. To enter them we don't have to cover distances but simply to spin into another dimension just as day enters into night.

In this context figure below shows different planes of our existence. From the Jannat we were sent down to stay in the world of soul turn by turn. From the world of souls turn by turn, we join our earthly bodies for a very short test period. Then at the time of our earthly death we spin into our spiritual existence and the hidden universe called Barzukh.

On the call of Allah for Yom-ud-Din, our souls and atoms of our bodies will rush to join each other and appear for the final accountability before Allah. At its completion of this phase, lucky ones will proceed to the new dimension of Jannat, and the guilty ones will be sent to Jahannam which for some, is temporary place of refinement, and for others it will be a permanent place of punishment.

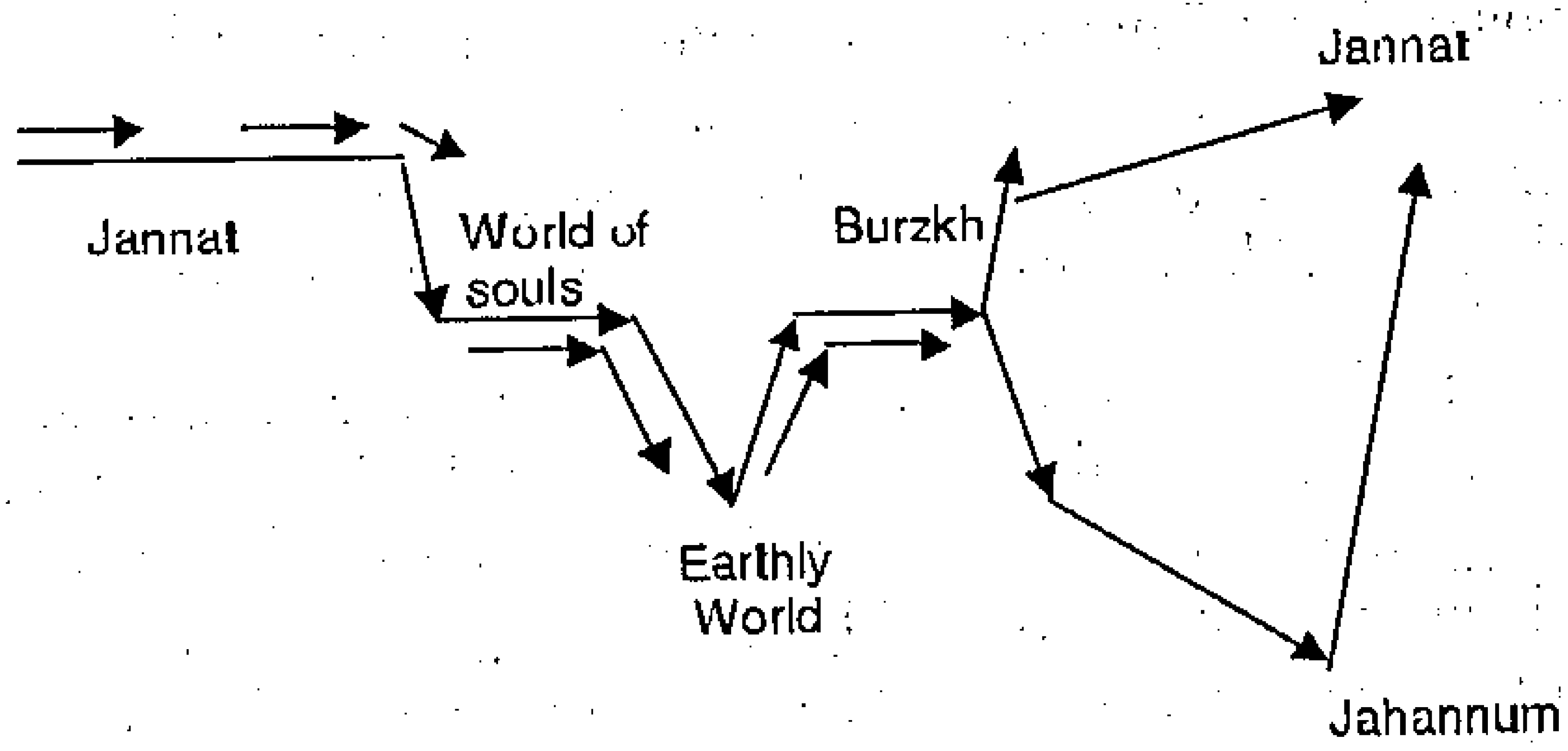

Fig: Phase change from one state of existence to another during our journey through the Time and Space.

Marfat.com

APPENDIX-VIII

OUR JOURNEY THROUGH THE TIME & SPACE

Ayat 28 of Sura Baqra, describes our life journey through the time and space. It says: "How do you disbelieve in Allah, Seeing you were dead and He gave you life, then He shall make you dead, then He shall give you life, then unto Him You shall be returned". 2(28).

In the Holy Quran Sura Al-Mulk, Ayat 2 death and life are also described as two creative states of existence, each one of us will pass through them to meet our final destination. Life is the state of existence with a body, whereas death is the state of existence without body. As such before our earthly arrival we used to live in the state of death. From there we entered into the state of present bodily life, herefrom we shall enter into second state of death, and therefrom we shall enter into our second life of eternal existence. Thus we are travellers of a long road in our time dimension that passes through different phases of existence. Figure below is a simple representation of this road map.

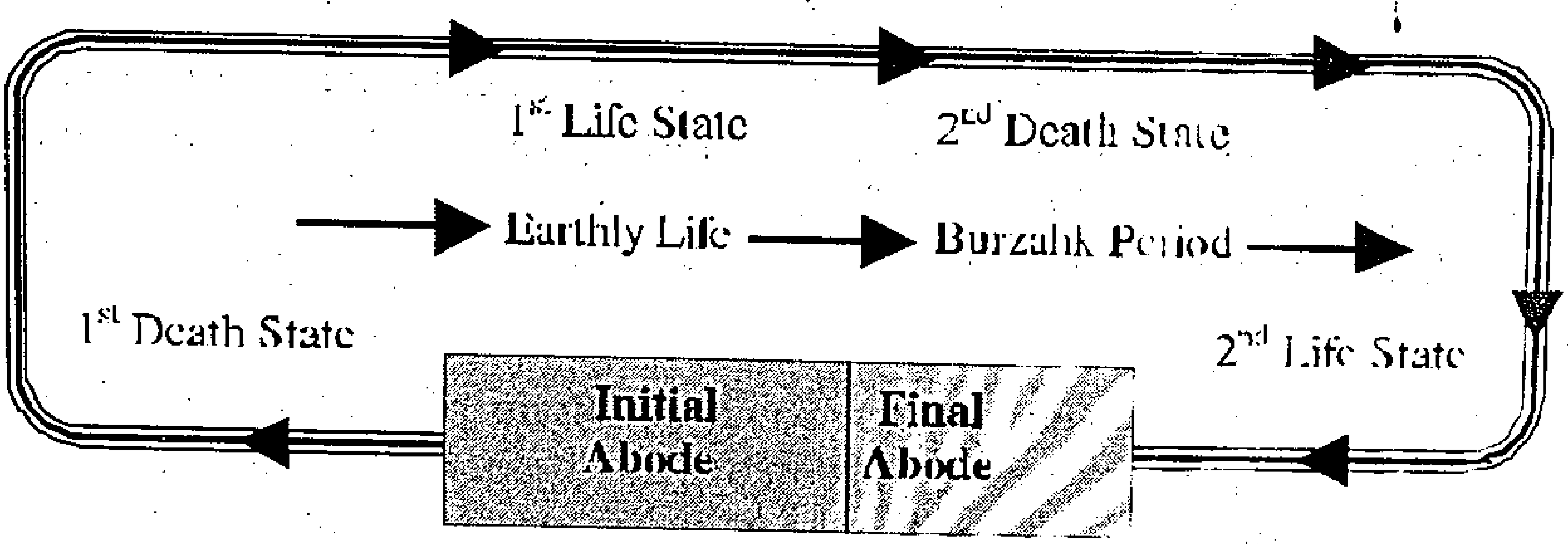

The Holy Quran guides us to know that we are a permanent reality in the universe. The last of the Messenger of Allah (PBUH) told about himself that he was the first in design among the creations of Allah. Thus in the spiritual existence man had existed even before the angles and the Jinns. Infact, universe was created for him. Thus man is the primary cause of creation and as such, he is the supreme observer, who was there even before the beginning of Universe and will remain there even after it.

We may understand this scenario of our own reality with the similitude of water. In liquid form it adopts the shape of its container. If the container is broken, it flows out quickly and seeps in the earth or vanishes into vapour form. If some how vapours can be collected and cooled, it can reappear into liquid state again. If it is cooled, it will freeze and become solid like glass. However, whatever the state of existence, it is water always. The same is case of our own reality if the human self is deprived of

Marfat.com

body i.e. it decays, killed or diseased beyond repair, the Self will escape the body to decay. However under a different set of conditions it can be brought back to life again may be one such method, as explained already, the Holy Quran calls "our-out-of-body existence" "Death" and body existence by the name "Life". As such each of us has two deaths and two lives i.e. prebirth and after earthly life are the two death states, whereas, earthy existence and after doomsday existence are our two life states.

As said earlier, in the concept of multi dimensional Al-e-Meen' state of life and death are actually dimension change only. The Holy Quran explains it with the similitude of day and night or darkness and light. In the cycle of day and night there is only a phase change space remains the same. As such our journey through time and space is like jumping from an upper dimension to at lower dimensions, and from the lower dimensions back to the upper dimensions. It is like the jumping of electrons in the atomic orbits, which can also be here and there at the same time and same place.

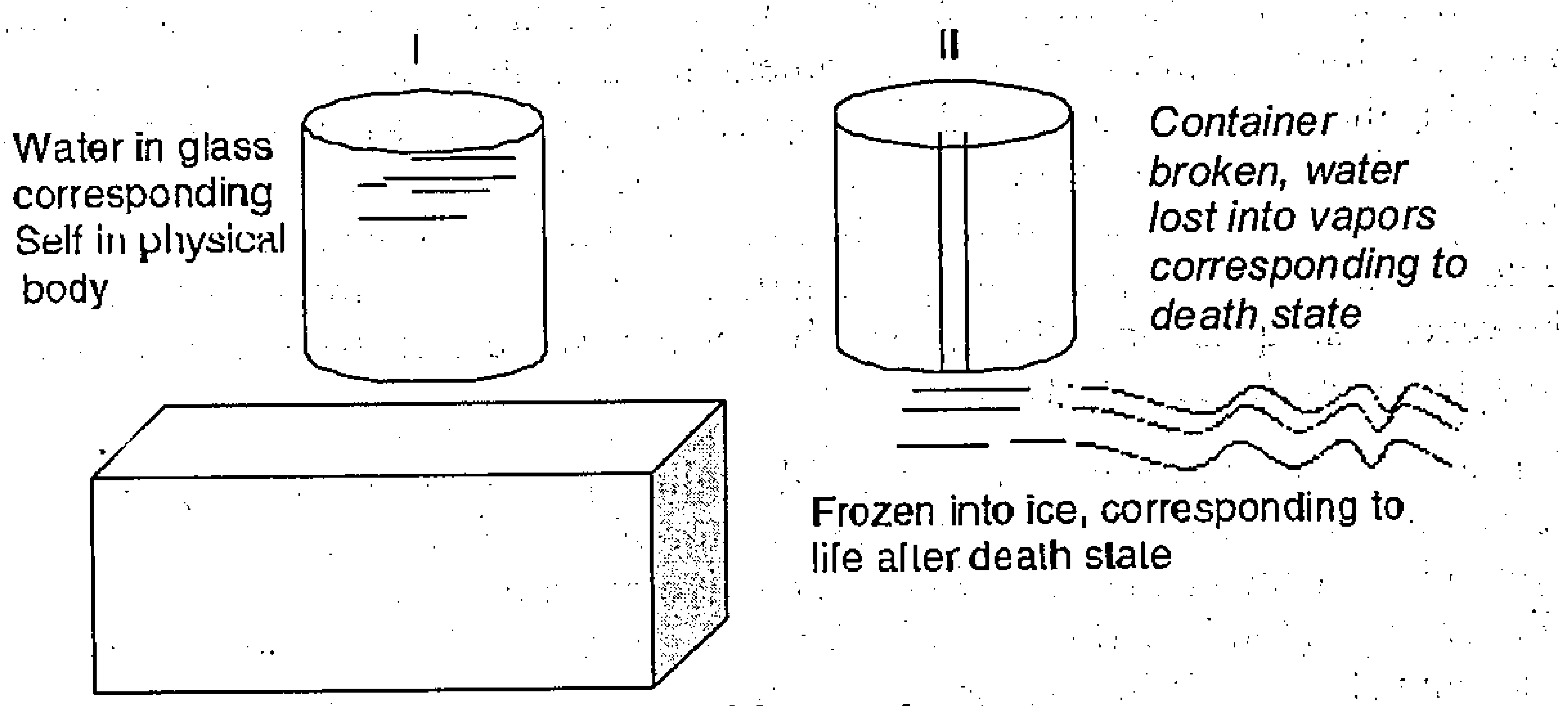

Fig 1: Example of the phase change of 3 state of water.

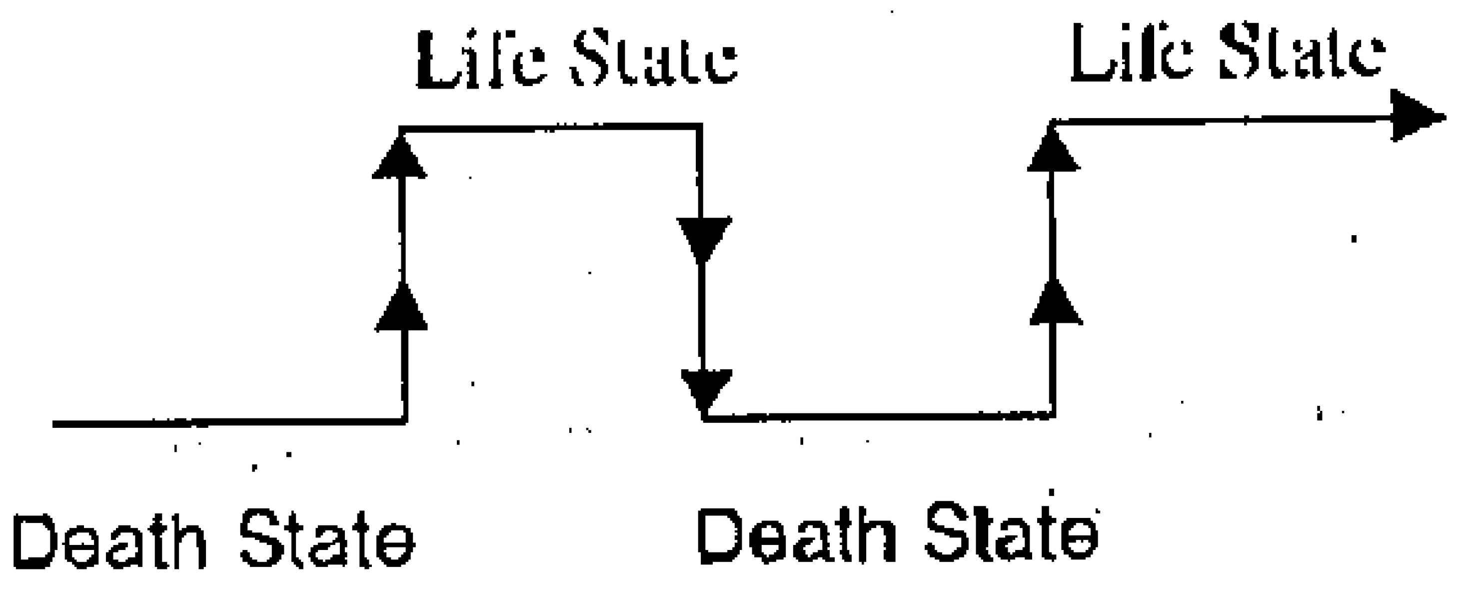

Fig 2: Example of the life and death being only dimensional changes for man.

Marfat.com

APPENDIX-IX

CONCEPT OF THE MIND OF ATOMS AND SECRET OF LIFE

What is the secret of life? What is the source of intelligence? What is mind or what is soul? Such are the fundamental questions concerning the destiny of the human beings. Poets, philosophers, and scientists, all have pondered over them but, questions still remain unsolved.

In this respect, one idea has been that life came to our earth from the outer space. Side by side a popular opinion is that life is a very much local affair and it began here on earth. According to it, in the beginning, earth was very hot, unable to support any life. Cooling phase lasted for more than the billion a year; meanwhile earth also got its oceans of water. Thereafter, over million of years, under the action of ultra violet radiations, cosmos radiations and lightening storms, amino acids which are the building blocks of life, were produced. In 1957, an American scientist John Miller tried to simulate primordial environment in laboratory and was successful in showing the traces of amino acids in support to the hypothesis that life is earth based. With further passage of time it was thought, some how amino acids could react to form proteins to make cells of living beings. Though not comprehensive, yet to some extent this may be a plausible explanation of the way life might have evolved, however basic question still remains, why and how some lifeless elements combined together to produce life and intelligence?

Let us try to find the answer to this mind-boggling question from the Holy Quran, the last revealed book to mankind from the Creator of the worlds. The general rule of the Quran is that each and everything in the universe without any exception, from the fundamental atomic particles to the giant galactic world, is bestowed with a design and nature has a built-in guidance system from their Creator. It says:

"Our Lord is He,
Who gave to each and everything,
Its Design and the Nature,
And gave it Guidance". 20(50)

The Holy Quran also tells that every thing without exception has a built-in program which guides its life and nature. It says:

"Every matter,
has its appointed time
and course". 54(3)

Marfat.com

Above ayaat throw light on the following realities concerning the nature of everything.

a) That in everything Allah has built a nature and guidance system i.e. has infused in basic characteristics to which it functions.

b) That every atom of matter is programmed for its appointed lifetime.

c) Obedience to the Divine laws by each and every bit of the universe is in the very design of things; they are pre-programmed and pre-destined to perform their functions according to the laid down rules and regulations.

It is no surprise for a believer that after a long journey science has also reached to the similar conclusions. In fact, basis of science rests upon the fact that laws of nature are of permanent unchangeable nature in the Time and Space continuum and sense of obedience to these laws is ingrained in the very nature of every atom of matter.

This provides answer to our original question of, what forces the apparently lifeless matter to obey the rules of nature. Why do Hydrogen and Oxygen under the given conditions, always react to produce water? Same can be asked for every other chemical reaction. On the basis of the above explanation of the Quranic ayaat one can say that matter at its very fundamentals, recognizes the laws of nature and know what to do under a given set of circumstance. As such every atom is an-intelligent living, at least to the extent of the laws of nature.

Thus from our understanding of the Holy Quran we can conclude that; "Atom is not only the fundamental unit of matter, but it is the fundamental living unit of life also. As such it has a mind of its own which recognizes its Creator and His laws, and each other.

However, the current science may not buy this concept yet. So far it believes that atom is the smallest stable fundamental unit of matter and is further composed of many smaller particles, the complete picture of which is still not fully known. In the words of the Noble laureate Prof. Abdus Salam, "the deeper we go into it, the more baffled we are". For example, it has been discovered that in their transition from one orbit to another, electrons seem to have some degree of freedom of choice. During this change over, an electron skips over the intervening space without passing through it. It disappears in one orbit and simultaneously reappears in another. Behaviour of other fundamental particles of the atom also show some degree of unpredictability. Heisenburgh's principle of uncertainty is acknowledgement of this great reality.

Marfat.com

Hypothesis of the mind of the matter, proposed here can also be derived from Ayat 17(44) of the Holy Quran, which stresses that everything in the universe celebrates the praises of the Supreme Creator and obeys beyond any exception His command. It says:

"The seven heavens and the earth (too)
And whatsoever between them,
Declare, His Glory,
Nothing is that does not proclaim His Praises,
How do they declare His Glory!
But you do not understand,
Surely He is All-Clement, All Forgiving". 17(44)

In this Ayat think on the phrase, "Nothing is that does not proclaim His praises, but you do not understand". It is obvious from here that all things, organic or inorganic without exception in some unknown way are conscious of Allah's glory. If we assume that consciousness is associated with the mind or soul of a thing, we can say that mechanism by which each thing of the universe declares His glory and celebrates His praises, is the mind of the matters, which accordingly is the fundamental character of every creation. Since atom is the basic unit of matter, we may say that this characteristic is part of the very structure of the atom; i.e. "It has a built-in mind of its own due to which it is conscious of its Creator and His Laws", and has the memory and recognition of its surrounding.

This is a revolutionary concept about matter which opens up a new understanding of the nature and provides us the answer to the secret of life. It means that through its mind each thing is connected with the absolute Soul of the Cosmos. Universe is thus an organic whole whose each component, small or big, has a built-in mind and a guidance system which governs its characteristics, behaviour, nature and form, and the way it interacts with others. It provides answer to the question of "Why" and what is life and why the laws of nature are obeyed by matter.

With this hypothesis we can say that life is no mystery but is fundamental nature of everything. Therefore since atom of the matter is the fundamental unit of life; manifestations of life at various levels of development are the outcome of different combinations of atoms. Accordingly, the complex molecules would be at a higher state of manifestation of life than the simpler ones, organic compounds are more living than the inorganic compounds, amino acids represent still higher degree of life. A living cell is a marvel of the orderly and sophistication of design of the atoms and therefore it has a higher stage of life.

Marfat.com

In any case the resultant life is the outcome of the life of the atoms and the order in which they are arranged. As such human cell has the highest degree of life, and single atom has the lowest.

The hypothesis of "Soul and Mind of Matter", leads one to the idea of the trinity of "Time-Space and Mind" as the regulating system of universe. We know that nothing is possible without the input of time and space. Every event needs a space to exist and time to happen. Thus "Time and Space" allow the happenings of events. As for "How" shall an event happen, it is regulated by the "Mind of the matter. according to the laws of nature".

This trinity of "Time-Space and Mind" is working since the very beginning. In the first place their interaction gave birth to energy. Further to that; Mind regulated and transformed it into matter. From the simple matter. it evolved the more complex and more dynamic matter. Ultimate sophistication of design resulted into free will. Thus the higher animals have more free will than the lower species. Man which is the supreme of creation has the highest degree of free will.

The hypothesis that atom is the basic unit of life having a mind and memory, leads one to postulate that:

i) If science can know the chemical arrangement of atoms in a living cell and can rearrange the atoms in the same order in the laboratory, then it should be able to reproduce the same living cell. Thus creation of artificial life in the laboratory from the fundamental constituents of matter should be an open possibility in the hands of the vicegerents of Allah on earth.

ii) Death is the disintegration of the biochemical order in the man, but as per the law of conservation of matter and mind, atoms of the body never die. Even after disintegration of body, they retain consciousness of their previous life and remember the design of their earlier forms. Therefore in its mind and memory each atom carries the print of its previous life and as such is a potential candidate for the repetition of its earlier existence. Glory to Allah.

"He is Allah, besides whom there is non
worthy of being worshipped,
He is the known of all that is hidden,
and all that is apparent,
He is the Most Beneficent and Most Merciful".
Sura Al-Hashar 59(22)

Marfat.com

APPENDIX-X

CONCEPT OF HUMAN DESTINY AND FREE WILL WITH RESPECT TO THE NEW DISCOVERIES OF THE GENOME

Is everything pre-determined? Am I not master of my own fate? Such are serious questions, which each one of us may have asked many times in our lives. On the assumption of perfection of scientific laws Stephen Hawking says, yes to predestination (Ref. Page 127-139), Black Holes and Baby Universes 1993. However, some of the scientists outrightly deny destiny in favour of free will doctrine. The Holy Quran guides us about a middle way that our achievements are a function of both destiny and our efforts subject to the grace of ALLAH.

On the importance of effort it says; "There is nothing for man but what he tries for". About the pre-determination it says; "Our lord is the One Who gave to each thing its form; and destined them with a nature to guide them" 20(50). Thus each thing has an inbuilt program and clock of life which guides it to its final destiny but role of effort exists at the same time.

From the Holy Quran it is also abundantly clear that nothing happens without the will of Allah. It says, "Not a leave falls without the permission of Allah". However, He himself wants man to participate in the action by his efforts. For example, when the prophet Hazrat Moosa (PBUH) prayed for water for his people, he was asked to strike the mountain with his staff. Similarly Maryam (PBUH), when she was going through the pains of childbirth she was asked to shake the tree for dates. Thus in the Quranic philosophy, achievements (Ach) are the function of the man's efforts (E) as a result of absence of either of the effort in Amr makes the achievement zero the order (Amr) of Allah Subhan-Hu, we may write this equation as under:

$$Ach = f(E) \times f(A)$$

DESTINY AND GENOME:

It is no surprise for the believers that modern biological discoveries are also leading to similar concepts as derived from the Holy Quran. It has been discovered that genetic messages, recorded in the DNA of a man's cell, is like the destiny programmed in the cell at the embryonic stage i.e. our destiny is written down much before our birth. Thus genetic writing of the man, called Genome is the pre-programmed picture of his personality and destiny. It is so extensive and detailed that it will fill a thousand telephone directories of a city like New York. The information in the Genome is carried as a sequence of four different chemicals called nucleotides bases. They represent letters of our genetic code printed in the chromosomes of our cells; and the order of these bases i.e. letters of genetic code, is the important

Marfat.com

feature that distinguishes individuals and species from each other, and govern their life pattern.

It has been discovered that every human cell contains 46 chromosomes, which contain the gene messages. All together there are about six billion bases in the total human genome and there are about 100000 genes in an average man, each accounting for about 1000 base pairs (Ref Jereny Cherfas "A Guide to Being Human" New Scientist 26 Feb. 1986). It has been discovered that people are different from each other (apart from identical twins) due to about one percent of the genes.

PREDESTINED BEHAVIOUR OF IDENTICAL TWINS:

Role of genetics in predestination is vividly seen by the study of identical twins. In this respect research work has been done in Minnesota State University USA on the behaviour of identical twins, whose genome are identical. They are seen to have remarkable degree of similarity in their character, behaviour and mental capabilities. Even if they were separated at the time of birth and never met again, their similarity of the behaviour and life style surprises the researchers. Mutual ESP capabilities i.e. mental telephone between the identical twins make some researches wonder if there is an electrical window between their minds i.e. genome response. Further study of identical twin shows that our genes come with built-in clocks that control our lives and strongly influence what we are. This discovery has upset the long held belief of "Free Will" as to a large extent we seem to be slaves of our genes. From these studies scientists wonder, how the forces of nature and nurture interact to make us what we are. Researchers at the University of Minnesota USA after study of 350 identical twins and noting striking similarities between the pairs in their major personality traits suggest a strong role of genetics in our achievement of life. It has been concluded that we are about 50 to 60 percent due to genes, 40 to 50 percent due to training and environment. From these discoveries one wonders how science is traversing the path of the Holy Quran which was said more than 14 hundred years ago:

> ***"For every event, there is a prescribed program". 13(38)***
> ***"Every matter has its appointed time". 54(3)***
> ***"Allah has set a destiny for every thing that exists". 65(3)***
> ***"Allah is He who designs, then measures, then guides". 87(3)***
> ***"And every small and big thing is recorded". 54(53)***

This much about the destiny, but The Holy Quran also gives a role to the free will when it says:

Marfat.com

"Allah never changes the Grace He has bestowed on any people, until they shall change that which is in their hearts; And Allah is indeed Listener and Knower of every thing". 8(53)

*"Lo! Allah changes not the fate of a folk,
until they first change that which is in their hearts". 13(11)*

*"Allah does not burden any one beyond his capacity,
For them is what they earned,
And unto them will be what they did". 2(286)*

"There is nothing for man but what he strives for".53 (39)

From the above quoted revelations we see in very clear terms that "Destiny and Effort" go hand in hand. Of course every thing happens by the Order of Allah Subhan-Hu but He himself wants the destiny promoted in our genes. Thus, as a general rule, achievements are a function of our influences of the environment, training and our schooling and intensity of desire to achieve the objectives and corresponding efforts. We may put is in mathematical form:

Destiny = f(geneic) x f(training and bringing up) x f(effort, hard work) x f(desire for success)

Intensity of desire for success is manifested though our prayer to Allah for the help. Allah listens to the prayers of everyone, and responds to the suppliant of people. The Holy Quran tells that He likes that man prays to Him, asks and earns His grace. He says:

*"I answer the prayer of the suppliant,
When he calls unto Me,
So let them hear My call
And let them trust Me
In order that they may be led to the right path. 2(186)*

Marfat.com

APPENDIX-XI

RELATIONSHIP BETWEEN FATE AND ACCOUNTABILITY

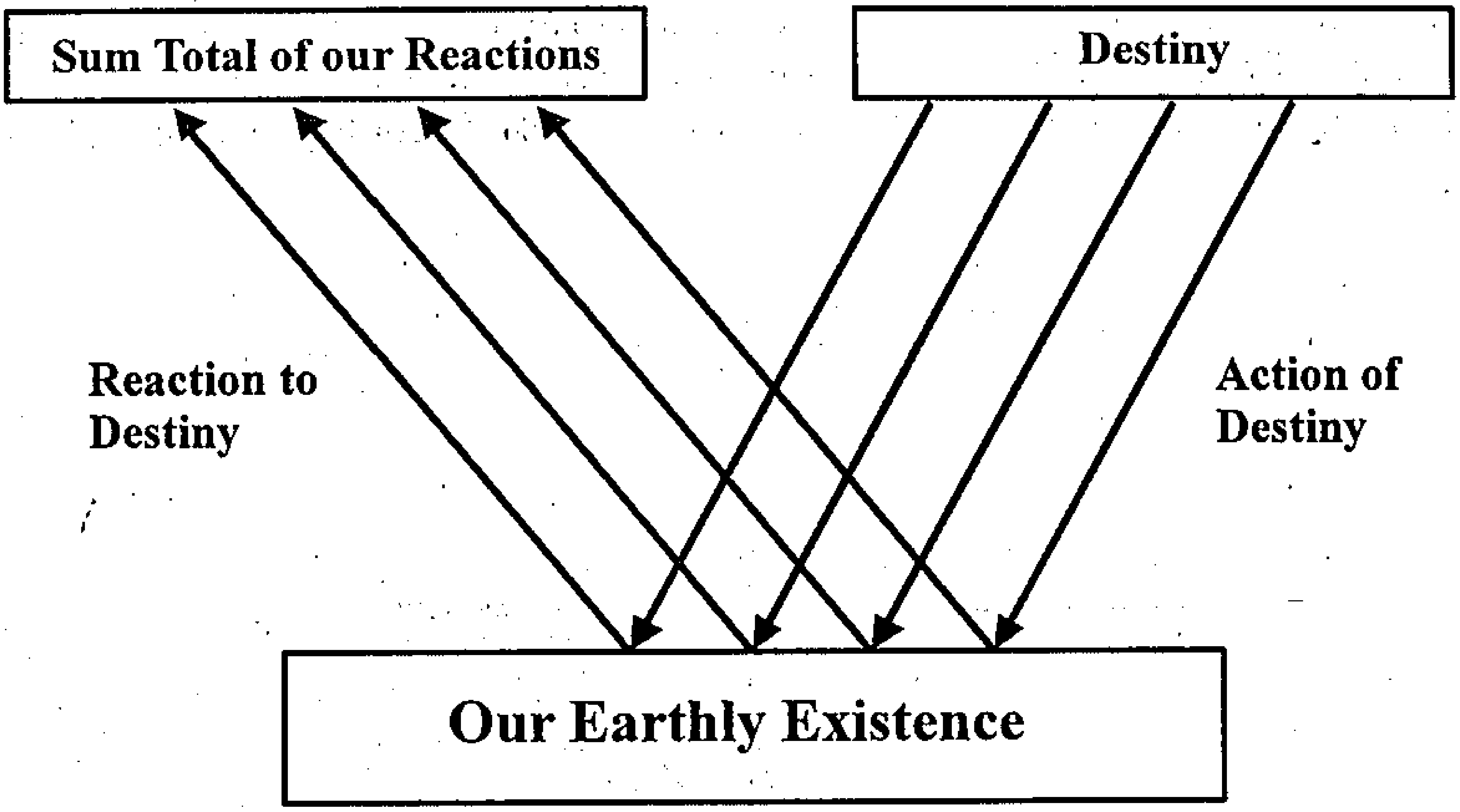

Fig-1: Straight path of life

Taqdeer or Fate is the action from outside on us, out of our control. As discussed earlier, scientific discoveries of human Genome point out that man has little control on his destiny and free will. It seems as if predestined and pre-programmed events reach on our space quadrants, one by one, from the Time dimension. However, as the students of the Holy Quran knows that destiny is not fate accomplished but upon the efforts and prayer of the man. For a Muslim destined events are synonymous to the test questions, which are put to the students to judge their abilities but the result depend upon his answer to them. Likewise, each day we are subjected to various problems of life; and we react to them to solve them. The sum total of the problems of life is our Taqdeer (Fate) and the sum total of our reactions to them is the "Result" of our life.

To further illustrate it, we may say that destiny is like primary cause on which we have absolutely no control, it is from Allah, but the effect, it depends on our reaction to it. Different people may react differently under the same situation. Since an effect may become a cause for a subsequent event, a chain reaction of events starts, making the life more and more complex. Therefore "End Result"the depends upon the

sum total of our reactions to the initial test question of destiny, which each one of us is solving everyday. Thus in the life after death we are not going to be accountable for our destiny but to the reactions which we produce against it. The figure given below shows how are we subjected to the predetermined destiny to which we can only react but cannot change it. Sum total of all reactions to all the events of our destiny is the outcome of our lives. If we are leading a straight life, reactions are added to the advantage of man (see Fig-1). But efforts of the crooked people go waste as shown in Fig. 2.

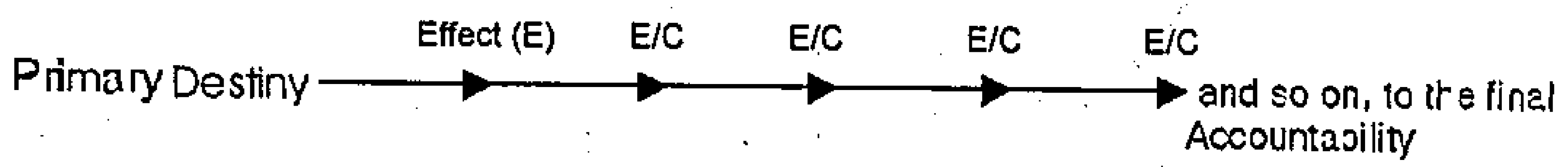

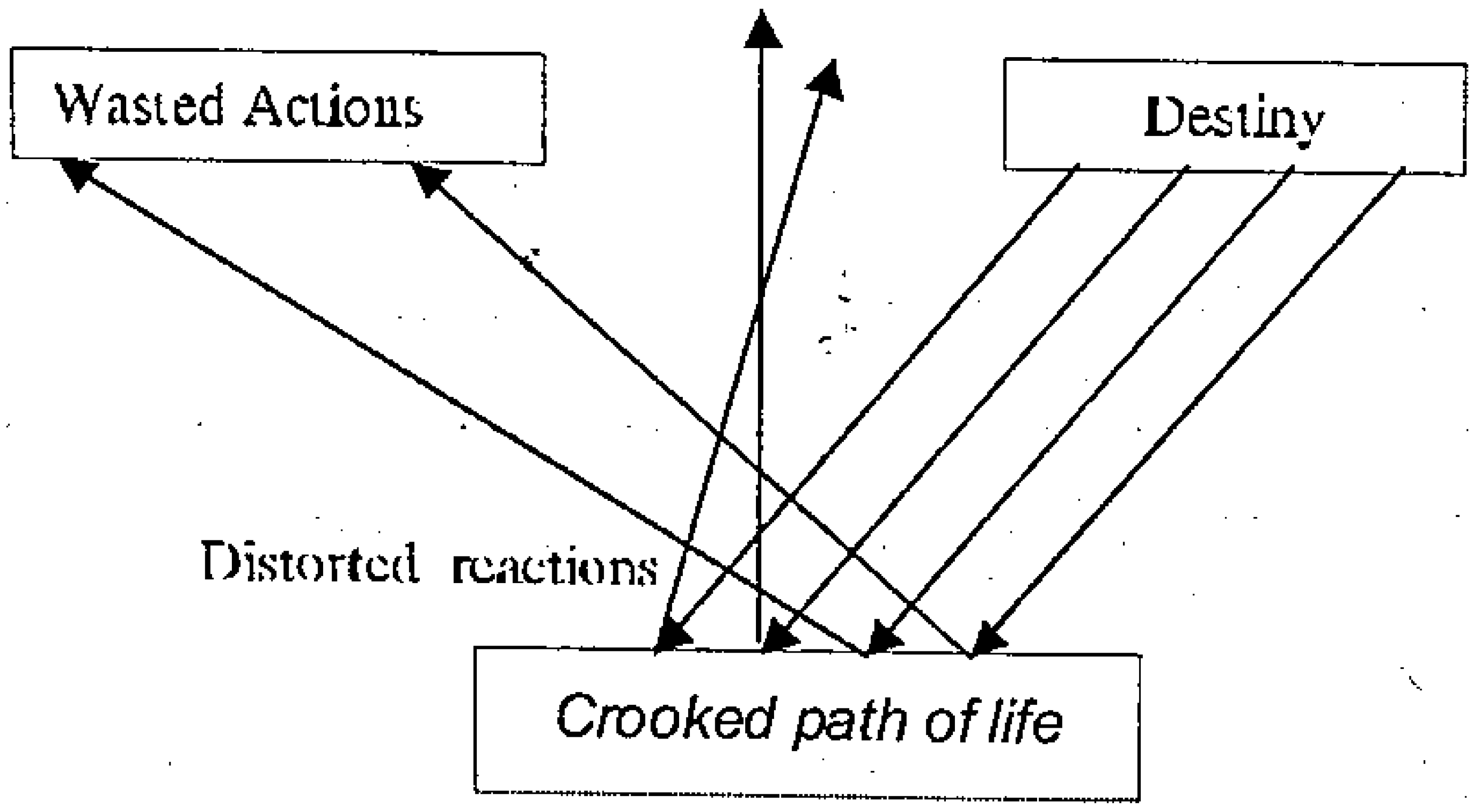

Fig. No.2 Reactions are wasted if the path chosen for life is crooked, efforts go into waste.

Marfat.com

APPENDIX-XII

RELATIONSHIP BETWEEN HUMAN SELF, MIND, BODY AND DNA

Every one of us is made of trillions of cells, where each cell is composed of 46 chromosomes, 23 from mother side and 23 from father side. Chromosomes carry a set of instructions called genes. Thus each cell like a seed, contains the full library of our total personality. As such our life achievements are predetermined, our future is written in the gene language which we cannot alter. But by better bringing up training, environment and education it can be helped to produce better results for us. {Ref: (1) "Identical Twins" Newsweek November 1987 (2) "Jumping Genes Nature's Secret Agents", Readers Digest 1987}

Our Mind, Self or Soul, whatever we may call it, is represented by our total genetic picture, thus man is the superset of the subsets of mind, body and brain. In the terminology of computer, genome may be said as the Design, Brain as the hardware and Mind the software; The Holy Quran calls "Self; by the name Nafs. Put together they produce the "Self" of a man, each cell of our body contains the complete picture of our personal self like the seed of a tree which carries the whole tree in it. In truth when the seed sprouts, grows and becomes a tree then it also becomes the source of seeds. Thus seed is tree, and tree is seed, that is to say "we are cells and cells are us: Each of our trillion of cells contains a complete self of us. Each cell has a body, brain and soul. Our Self or Nafs is the total representation of these cells. We call it "Me".

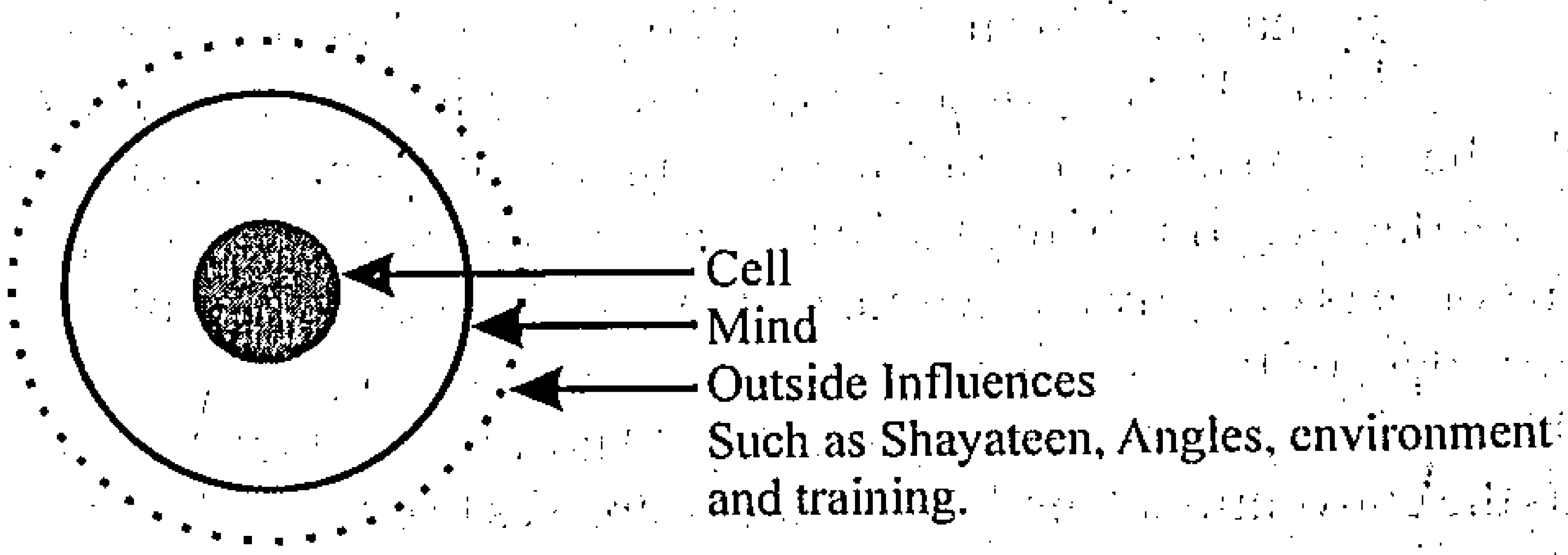

Fig: Cell and Destiny

Marfat.com

APPENDIX-XIII

UNDERSTANDING THE FUNCTIONS OF QALB AND BRAIN WITH REFERENCE TO NEW DISCOVERIES IN PHYSICS AND BIOENGINEERING

The Holy Quran depicts Qalb (Heart) as the true seat of spiritual knowledge. It is sometimes translated as "Heart" but this conflicts with the common scientific knowledge which recognizes heart only as a mechanical pump for circulation of blood in the body and brain as the real source of wisdom, memory, feelings, thoughts and the controller of body functions of man. However, we understand from the Holy Quran that brain is no doubt the source of intelligence (AQL) but in the realm of spiritual world, it is merely a tool of the Qalb. If well used, it is profitable for him, if misused it can ruin the man. Moreover, Quran guides us to the fact that brain is a material thing, destroyed by death, whereas Qalb is related to the spirit of the man, which lives even after the physical death. Another significant distinction between the two is that in a living body, seat of Qalb is the heart of a man, whereas seat of the brain is his head.

In the recent past, man's scientific understanding about himself has developed rapidly. Thus divider between the Holy Quran and science is now closing up. New researches in the field of faith healing, behaviour of identical twins; advancement in the decoding of genetic messages of the human cells discoveries in cosmic sciences and understanding of the subatoms particles are gradually bringing science closer to the Holy Quran in its understanding of the man. New discoveries in science point out that besides the brain there does exist mysterious "Self of the man", which overrides it. Call it by any name, "Spirit, Soul, Mind or Self" but it is a reality. (Ref. New Scientists April 06, 1991) Consequently scientists in the West have started taking seriously the old wisdom of spiritualists. Immediate practical applications of this new knowledge of self is being made to find ways to cure diseases, basis of which is that man consists of Body and Mind, and many disorders of health are being related to the disorders of the Mind or parapsychology of the man. This is in line with the Holy Quran which says about hypocrites "And in their Qalb is a disease" 2(10). Whereas the conventional medicine system stresses to cure the body, the new system gives a lot of importance to cure the mind of the person.

MIND AND IMMUNE SYSTEM:

The discovery that the immune system of the human being responds independent of their brain is cited as a proof that Mind functions independent of brain. As reported in

Marfat.com

the Newsweek November 07, 1988, Psychologist Janice Kiecolt Glossier of the Ohio State University, College of Medicine says "We are getting fascinating evidence of much stronger links than we ever suspected -- it has opened up new vistas of thought. It is almost as if the body were tuned inside out and the cells themselves were experiencing grief or fear". Previously science had thought feeling of grief and fear were due to chemistry of the brain.

Dr. Cardace Pert of the National Institute of Mental Health, a leading researcher in this field, says that like most people, she once believed, "Mind was in the brain, consciousness was in my head" Now, however she is convinced that there is a kind of shared consciousness in the mind and body, and it is something difficult to know who is incharge". Dr Herbert Benson in the Mind Body Clinic at Boston's New England Hospital advises his patients to sit quietly, close their eyes and concentrate on short words or phrases for a period of 10 to 20 minutes. Those who perform the simple exercise regularly become less angry, less depressed, less hostile, less anxious". He says 80% of his patients were able to reduce their blood pressure or their drug use by this 'mind-body' therapy.

As for the psychology of the mind, it has been discovered that whereas nervous system is controlled by brain, the mind body relationship is at the cell level. Human immune system also depends upon the mind power. Basically it is congeries of white cells, or lymphocytes that reside in the thymus gland, spleen, bone marrow and lymph nodes, and monitor the blood stream when it visits heart, thus making heart the principal organ for the Qalb (mind) of man. Always on the alert, by the power of heart they produce antibodies that instantly combine with and neutralize any foreign intruder; and in this function it is free of central brain control system.

MIND & THE GENETIC SYSTEM:

"A much more convincing proof of mind (Qalb) as our self or Nafs, has come from the study of identical twins. Even though twins being researched had been parted of soon after their birth and had never met or communicated with each other, when their meeting was arranged, the researchers were surprised to see how similar were they in their habits and behaviour. Even some of them were wearing the similar dress and had given their children the same names and they liked the same colour scheme. Truly they represented as carbon copy of each other. Why and how they unknowingly communicated with each other is a surprise for the researchers. The only answer seems that man is more than body, it has some extra sensory perception (ESP) which may be called soul, parapsychology, human mind i.e. Nafs etc. which has it own laws. (Ref. Newsweek November 07, 1988) Thus heart is finally emerging as the principal seat of psychic personality of man.

Marfat.com

As the Holy Quran says **"Those who follow the commands of Allah will have no fear and grief"**, modern research into mind body also proves that much of feeling of loneliness, helplessness, grief, and fear can be reduced or controlled by a healthy mind. According to biologist chemist Allen Coldstein of George Washington University, "Emotion may be related to molecules produced in the immune system of the body", Coldstein calls it a wonderful systems of integrated circuits "Our bodies and minds are as interwoven as the souls of Jonathan and David. The evidence is now indisputable, agrees Sandhra Levy" everyday, every week, there is a new "on some level, people will have power over their health, because the mind is which heals the body. Literally your body is the outward manifestation of your mind. This could change the whole face of biomedicine in a decade. (Ref. Newsweek November 07, 1988).

MIND AND THE QUANTUM MECHANICS:

We have dwelt on the mind body relationship with reference to our biosystem but in actual reality there is no binding on it. According to Quantum theory there are horizons of knowledge beyond which one could not see. Therefore science can never provide a complete understanding of the Universe; says Menas Kaftabous and Robert Nadeer in their book "Here and There at the Same time", "Quantum system can be described completely in terms of complementary pairs of particles, which cannot both be known at the same time". For example, a complete description of an electron requires us to observe its wave like fact and its particle like facet, but each can be known precisely only if the other is completely determined which is impossible due to uncertainty principle of Heizen Bergh. Same is the case of mind (Heart) and brain, they are complementary to each other, each being the separate facet of the singular reality of the human self. Both are needed to understand the behaviour and personality of man (Ref. New Scientist April 06, 1991 No. 1763 UK).

Above discussion should be sufficient to appreciate the reality of Qalb (Mind) Viz-Viza function of the heart and brain with reference to the great revelation of the Holy Quran. It may be difficult for a secular mind to appreciate that how could Quran describe these realities so precisely and clearly more than fourteen hundred years ago. But for the believer there is no surprise. He knows, it is the Word of Allah, the Designer, the Creator and the Nourisher of the worlds.

Marfat.com

APPENDIX-XIV

RECENT DEVELOPMENTS IN THE SCIENCE OF CLONING, SOME NEW ETHICAL AND RELIGIOUS ISSUES

Resurrection or life after Yom-ud-Din i.e. Final Decision Day, is the corner stone of belief in Islam. On the occasion of Yom-ud-Din all the people in universe, of all generations in time and space will be brought back to life in their original bodies. For this purpose Allah Subhan-Hu will order their body constituents to get together which they will obey and arrange themselves together as per their design. It is revealed in the Holy Quran that miraculous resurrections, but of temporary nature, have occurred in the past also. For example, miracle of revival of the dead, performed by Jesus (PBUH), revival of the dead at the mount Toor who had died on receiving the Divine flash of light, and the one who was murdered by Bani-Israel and revived with the touch of the limb of the slain cow, and also revival of birds of Ibrahim (PBUH) etc., are only few examples of temporary resurrection in the past, revealed in the Holy Quran.

No doubt that case histories of the revival of the dead revealed in the Holy Quran were as armlet of the Divine Miracle. Thus we cannot explain them rationally. However, recent developments in the Bioengineering, Genetic Sciences, and out of womb conception of mother's egg with the male sperm have opened possibilities of temporary resurrection with the power of science also. Developments in the genetic sciences have raised many new ethical and religious problems for human beings. Does it mean a challenge to the Supreme Creator? On the contrary, it is fulfillment of the possibilities and knowledge given to man by His Creator. He should be capable to perform such miracles using the knowledge given to him by His Creator. He says:-

> ***"No one can acquire any knowledge but whatever He may pass on to any one. 2(55).***

If man can do, why not Allah? He says in the Holy Quran

> **"Is your creation more difficult, or the creation of the Universe? Allah created it and raised it and established balance therein. 79(26-28).**

Let us now briefly look into the scientific developments on temporary resurrection. The process has already been successfully used in the breeding of animals. Carbon copies of desired animals have been produced from the DNA taken from the cells of the animals. In 1993, two scientists of George Washington University US,

Marfat.com

namely Robert Stillman and Jerry Hall, announced their success in cloning human embryos also. The process called for single cell to be separated from a growing embryo. Each cell was then injected into an unfertilized egg from a woman and then implanted in the womb of the surrogate mother. Thus experiment has opened the unlimited possibility of creating any number of embryos with the same genetic information. The process is similar to what happens in the womb of the mother in case of the natural birth of identical twins. But the prospects of producing the identical embryos in the laboratory have the potential to develop into "Identical Twin Rearing Factory".

The present day technology of cloning, as discussed above, is limited to getting cells from the developed embryos, or by nurturing embryos from the male sperm and female egg in the test tube. It seems also possible that in future genetic material from a long dead individual could be nurtured and grown into a real replica of the original. All this means that sooner or latter, man may acquire the capability to produce exact copies of any individual in any number. Even a grand daughter could give birth to the copy of her grand mother from her preserved cells. Already it has become possible to freeze the embryos for very long periods. Tens of thousand of test-tube embryos are now kept frozen in the US fertility clinics. Thus it has become possible to store the cloned embryos indefinitely and produce the exact copy of an individual even long after his death. A woman may thus produce her own copy if her parents had stocked some cells from her embryos, and the copy of her parents, if their cells were made available.

As reported in Ahadith books, this development will be a sign of the commencement of Qiamat also. It is reported from Rasool Allah (PBUH) that Dajjal will revive the dead parents of the individual. But that will be only the copy of him, i.e. it will not be the original creation, but a creation from already existing creation.

The cloning raises many ethical and religious issues. For example one may ask, "Is it not interfering in the powers of Allah, because only He can raise after death"? But this question is based upon misconception of the cloning process. Cloning is not new creation but simply rearing up from the already available cells. Thus it is not producing life out of nothing but nurturing some thing which already exists using the scientific principals made by Allah. Moreover, cloned individual also faces death. Whereas Resurrection on the Day of Judgement does not depend upon cells, embryos and surrogate mothers, but Allah will order atoms and molecules of the individuals to reproduce the same individual, who will then never die again. Thus we can say that research into recreation by the bioengineering technologies only strengthens our belief in the Holy Quran, ALLAH and in the Life after Death.

Marfat.com

There are questions about cloning which concern the ethical values. Does Islam allow it? Is it right to copy embryos, put them to sale or use them to make spare parts? Is it allowed to kill the cloned embryos? Answer to all such questions is a plain "No". Islam does not allow man to interfere in nature to spoil the balance therein created by Allah. It says, ***"Do not make mischief on earth after that Allah has put it right"7(85)*** The cloning is playing with nature and therefore cannot be approved by Islam. As regards the questions, should an embryo be treated as human? Is its killing or modification allowed or not? We are guided by the Prophet of Allah that soul enters the embryo after it is forty days old. Therefore, before this age an embryo may be treated non-human.

Another question asked is, shall the clones be responsible for their deeds on the day of the Day of Judgement like other human beings. Answer is in affirmative. Yes, they will be.

Then some people ask, do the clones have soul? Answer is in affirmation, "Yes, they have". They are like identical twins and all twins have their individual souls.

Marfat.com

APPENDIX-XV

CONCEPT OF HEAVENLY BODIES SUCH AS THE EARTH, SKY AND SUN IN THE HOLY QURAN

There is a confusion on the definition of the Quranic words Smaa and Smawaat Al-Ardh, (الارض)Al-Shams, (الشمس), Al-Qamar (القمر). May translators take them to mean specific heavenly bodies. Whereas in real sense they represent the class names of different heavenly bodies.

The word Smaa (السما)and its plural Smawaat (السموات) are usually translated as sky and skies respectively. However this is only limited meanings. Actually they signify the whole of cosmos. As for the word Al-Ardh (الارض), it is almost always mentioned in the Holy Quran together with Smawaat (Skies), in pair combination. Normally it is taken to mean the planet earth, which is true, but in its larger perspective this word means all those solid bodies in the heavenly world, which support life. As regards to the centre of universe,

In Arabic language the word Al-Ardh (الارض), also means something round which rotates on itself. Thus the name Al-Ardh is generic name representing a scientific description of our planet, as well as for all other similar heavenly bodies in the cosmos. In this sense it has been used as singular and plural at the same time to donate a class of similar solid bodies. In an other connotation, Ardh is also taken to mean "Soil or earthly matter or in general to represent all types of matter".

Thus Al-Ardh has three meanings in use. The Earth, solid planetary, Bodies, and Matter. Similar to the Al-Ardh, names Qamar (القمر), Shams (الشمس), and Al-Tariq (الطارق) also represent particular class of heavenly bodies. Thus in their generic meanings they signify their class in the organism of cosmos, i.e. the word Shams means our Sun, as well as all other sun like bodies everywhere in the universe. Qamar means clan of moon like bodies, Al-Tariq a clan of stars, throughout the universe.

Marfat.com

APPENDIX-XVI

THE QURANIC CONCEPT OF SEVEN HEAVENS AND THE UNIVERSE

The word 'Heavens as used in the Holy Quran is taken to mean 'space', which houses the entire cosmos. The Quranic Ayat 29 of Sura Baqra informs that initially, all heavens were one unit, called Smaa. Then Allah Subhan-Hu evolved it into seven different segments. Thus Smawaat denote the total organism of universe. In this respect modern science of cosmology believes that Time and Space appeared on science at the movement of Big Bang and thereby inflated rapidly. Then over billions of years how developed into infinite divisions of galaxies and heavenly systems. Originally they were all contained in the singularity of the Big Bang. Even after the Big Bang; the primordial universe was a single mass of extremely unstable hot plasma. It is only after expanding and cooling that it saw some stability and got subdivided into multitudes of heavenly bodies. It should astonish science that the Holy Quran in one of its great scientific revelation, the Creator, Himself had already pointed out in Ayat 55(3-7) that expansion of the universe brought equilibrium and thus formation of different heavenly worlds, meaning that there is a relationship between the expansion and equilibrium of the universe. One wonders how the latest researches in cosmic sciences are gradually coming closure to the Quranic wisdom, which had been told more than fourteen hundred years ago.

> **"Sun and Moon (were created and function) mathematically,**
> **All the stars (in the heaven) and trees (on earth) are also subjected to laws (of Allah)**
> **He raised the heaven (i.e. expanded it), and thereby established order in it" 55(5-7)**

As regards the concept of seven heavens the Holy Quran points out that these are arranged in layers above the other. Science has now discovered layers in the structure of atom, as well as, in the heavenly bodies. From the revelations about seven heavens we can also assume that there could be seven parallel universes or the universe may have seven distinct divisions. However our scientific knowledge is wanting at this stage. Let us hope, with further discoveries, one day science will see a clearer picture of the seven heavens.

A case history of such a discovery we may see in the discovery of the forces of nature. Initially scientific knowledge was limited to electromagnetic and gravitational forces only, but over the years it has discovered Strong Nuclear Force, and Weak Nuclear Force also. However, science is now moving forward that in actual reality

Marfat.com

they are different shades of a Singular Reality of nature, one in four and four in one". Similarly, we may say that seven heavens are seven different divisions of the Singularity of the Cosmos i.e. Smaa; one in seven and seven in one.

As said already one in seven and seven in one, the Holy Quran conveys the idea that seven heavens are arranged in layers, one above the other. The innermost is the 'heaven of our world' visible to us from the earth. To give an idea about the size of heavens Messenger of Allah is reported to have said that relation between the first heaven to the earth is the same as that of the size of the human embryo with the size of the earth; and like wise, is between the first heaven and the second one. and so on. If we assume that the first heaven is ten million light years vast, then in this proportionality, the vastness of the 6th heaven will be 10 million light years and seventh heaven must be infinite size. As said already concept of the layer structure of the heaven has been found basic to the structure of the most heavenly bodies also. For example structure of the earth, stars and galaxies also follow the similar arrangement. Even the structure of an atom is a miniature representation of layer over layer arrangements. Electrons exist around the nucleus in different shells, and the nucleus is also a complex combination of more elementary such atomic particles.

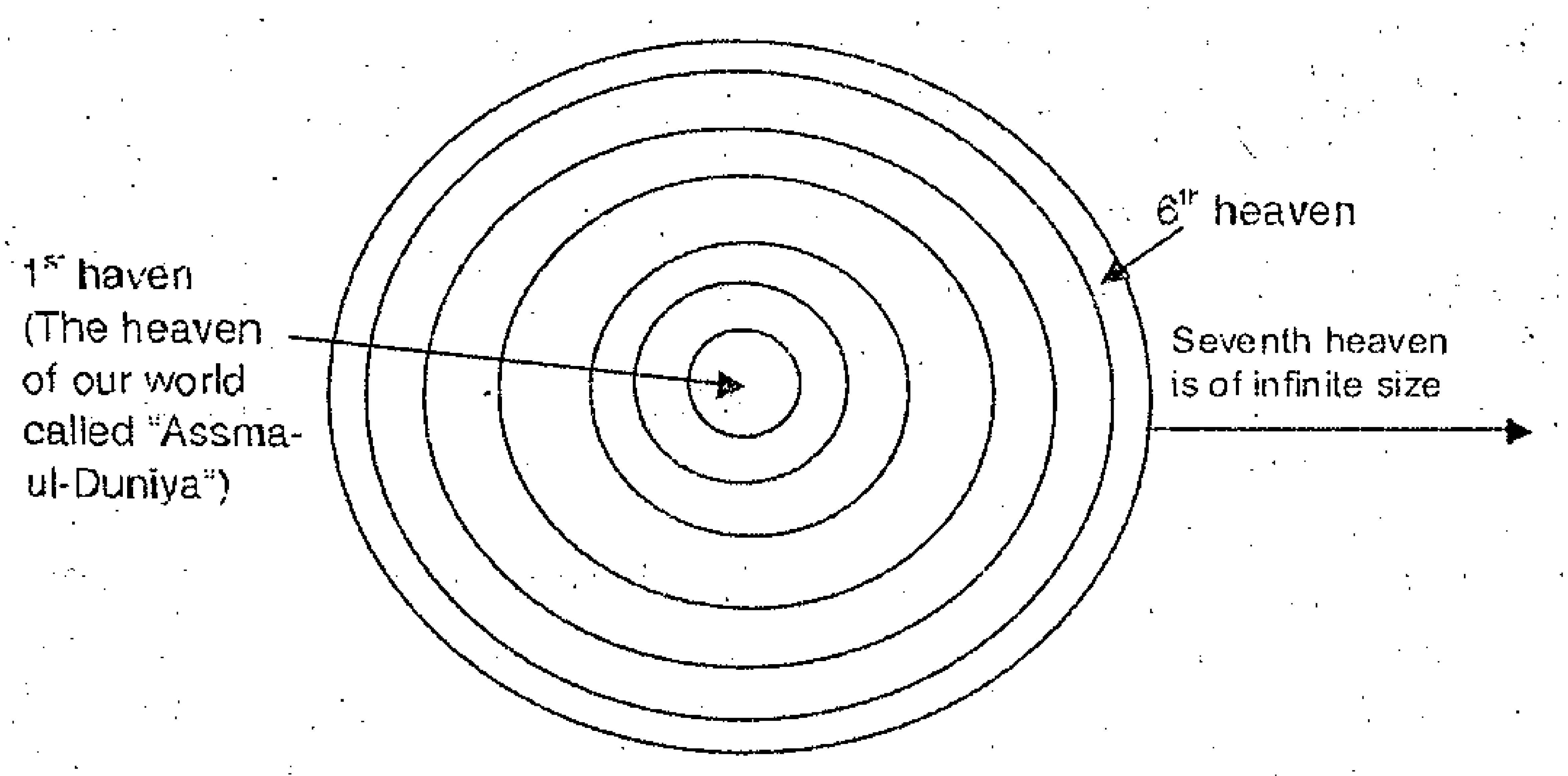

Fig: Concept of seven heavens, lave above laver. The Holy Quran calls the first heaven as the heaven of this world. (Assma-ud-Duniya)

Marfat.com

APPENDIX-XVII

THE HEAVENLY ORIGIN OF WATER ON EARTH

Water is the source of all types of life. Earth is the unique planet of our solar system to have it in so much abundance. What is the source, where did it come from originally? Such questions are a challenge for science.

The Holy Quran also in many of its Ayaat invites attention of man to Allah's favour especially on the importance of water on the source of life and also about its heavenly origin, as said in ayat 2(22), "He sent down water from the heaven". Many commentators of the Holy Quran have translated it as "He sent down water from the clouds". But the word used in the Quran in not clouds. It is Smaa, which means heavenly space. So we must stick to the actual meaning. "Allah sent down water from the heaven". This should then mean that the origin of water on earth must be heavenly in nature.

It is no surprise for the believers that in the last 20th century, scientific discoveries have also led to similar conclusions. In the final analysis water on earth is seen to have originated from the cosmic sources. For example, it is being said that originally earth was a heavenly globule of vapours large proportion of which consisted of hydrogen oxide i.e. water. As this globule of gases cooled metallic part of it became the rocky earth body, and collected as water vapours formed the oceans and some remained deposited within itself; and some remained suspended as outer atmosphere.

Besides the primordial earthly water, cosmologists have also recently come across frequent showers of icy meteors on earth from the outer space. These are thought to have been too frequent in its first two billion years. (In one of its revelation the Holy Quran calls them as mountains of water in the sky). Thus a good percentage of water has also accumulated on earth is from these icy meteors. Even now, fall of icy meteors is reported every now and then. It was in early 1990, when US Space Research Dept discovered large icy mountains falling on earth from outer space, which vapourize in the upper atmosphere before striking the surface of the earth. The water so sent down from heavens adds to the water already present in vapours form in the atmosphere, which ultimately fall on earth as rain.

It was reported in "New Scientists 7th January 1988" that impacts of comets could have provided the first oceans of the earth. According to the Christopher Chiba of Cornell University 'New York', the latest scientific finding about the bombardment of the young planet by comets from out side worlds between 4.5 to 3.8 thousand million years ago could have produced the earthly oceans.

Marfat.com

Based upon studies of craters on moon, Chiba has estimated that large amount of material in the form of asteroid's and comets should have collided with the earth during that critical period. Even if ten percent of the mass of each comet were water, the net effect would be to supply surface water amounting 40 percent of the present oceanic mass (Ref. Nature Volume 330 page 632).

Irrespective of the geniuses of these estimates, it is needed thoughtful for everyone to see how the modern science confirms the truths of the Quran revealed more than fourteen hundred years ago Needless to say that the Holy Quran does not need the confirmation of science for its being true. However, it is creditable for science, which by its discoveries of nature is helping mankind in the better understanding of the Divine Book. How wonderful to recollect the saying of Abdullah Bin Omar (Allah be pleased with him) who said more than fourteen centuries ago, the Time will be the best commentator of the Holy Quran.

Marfat.com

APPENDIX-XVIII

INFLUENCE OF HEAVENLY FACTORS ON RAINSTORMS

Usually the phenomenon of rain is considered due to earthly factors only, but the Holy Quran points towards heavenly causes as the source of rain. For example in Aya 2 (19) its says:

> ***"Or like rainstorm from the Heaven,***
> ***In which is thunder and lightning". 2 (19)***

Against common observation the statement "Rainstorm from heaven" shows a special connection between rainstorm and the cosmos. As we know from science that rain is due to condensation of water vapours in the upper atmosphere in the form of water droplets, which fall down under their own weight because of gravity. However, often the clouds pass over without the fall of rain. Why? There is no simple answer to this question, because phenomenon of rainfall is much more complex than the simple explanation given above. As we go deeper into the physics of rainfall, one is surprised that alongside earthy reasons, the cosmic activity also plays a very important role in the making of rain.

First of all, the phenomenon of vaporization of water and movement of winds is due to the Sun; a great cosmic object about 20 billion kilometers away from the earth, which provides energy for these processes. As regards the condensation to drops, it is due to the charged cosmic particles in the upper atmosphere, which provide nucleus to the condensing water vapors. The nucleonic droplet thus produced attract more micro drops, gradually becoming big enough to fall under the pull of gravity. But still they are held in clouds due to the electrical charges acting between them. As the sheet of water further moves down, charge on the neutral water breaks due to electrical induction with earth, resulting into lightning and rainstorm. The sound of thunder is due to the break of electrical barrier between the earth and the clouds, which create powerful pressure waves. Thus we see that phenomenon of rainfall is indeed heavenly in nature as pointed out by the Holy Quran more than fourteen centuries ago. It is indeed wonderful to see how the Quran leads science in every situation.

Marfat.com

APPENDIX-XIX

METAPHOR FOR THE CRUST OF THE EARTH AS FLOORING FOR MANKIND

While describing the importance of earth for man, the Holy Quran uses the metaphor of flooring i.e. Farash (فرش) for its outer crust.

The metaphors used in the Holy Quran are always of great scientific significance. For examples, the name Al-Arz (الارض) in Arabic means something round and which revolves on itself that is the scientific description of our earth also. Similarly the metaphors of 'Flooring' used for the mantle of earth is also of special significance and has a wealth of meanings in it. The Quranic word 'Farash' is also used for a carpet. Thus analogy that 'He made for you earth like a Farash, i.e. flooring' (Sura Baqra) must have important significance in the understanding of our planet. Keeping the analogy of flooring in view we can say that outer surface of the earth, called Farash must be thin, soft and separate from the rest of the body of the earth. This is exactly what the science of geology has discovered that initially earth was a molten ball in which lighter materials came to the surface and heavier ones settled to the center. Gradually the outermost layer of earth cooled hard like a rock, which was unfit for the habitation of life. Then four million years through the process of seismic and volcanic activities, weathering, corrosion and rains, the outermost hard crust was softened and became like a soft flooring spread over the underneath rocky structure, fit to support life. It is only few kilometers thick. Allah Subhan-Hu. How the science travels behind the glorious Quran.

Figure below gives the details of this life-supporting floor in comparison to the rest of the earth body.

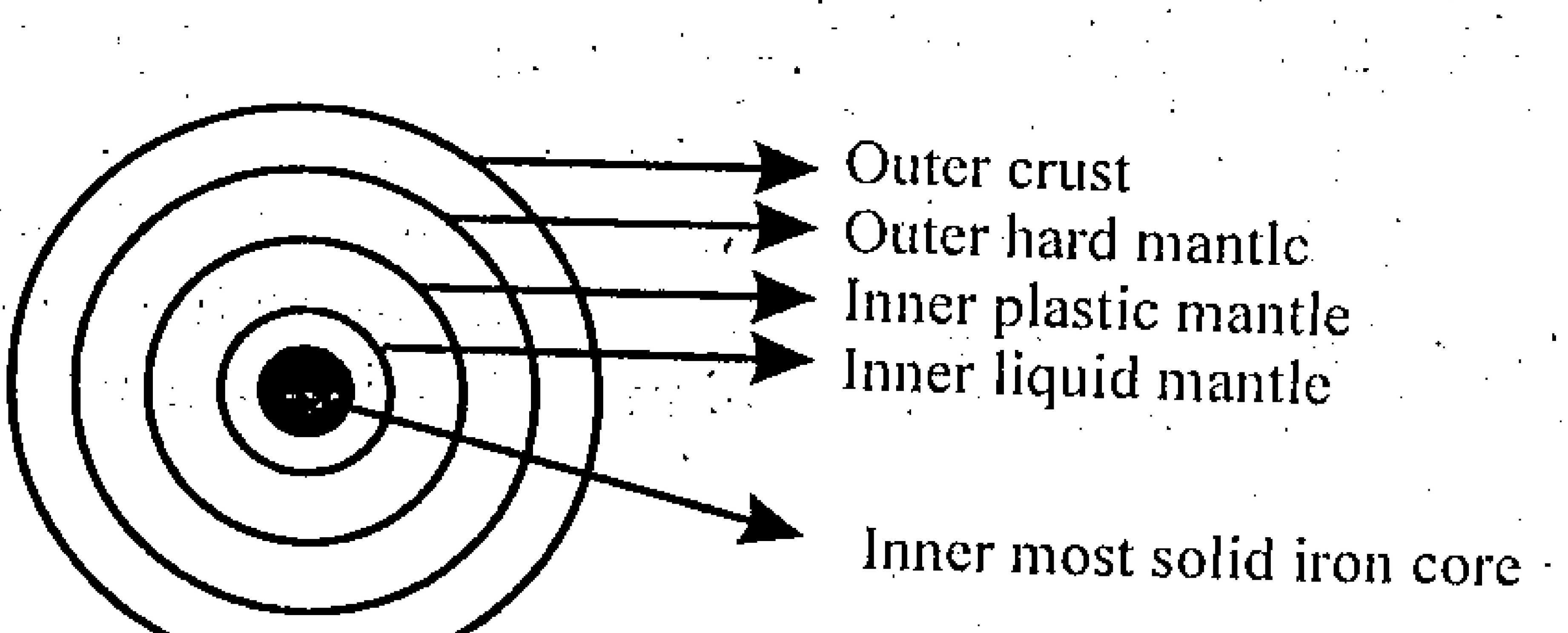

Marfat.com

APPENDIX-XX

IMPORTANCE OF ENVIRONMENT IN THE HOLY QURAN

The Holy Quran teaches mankind "Do not make Fasaad on earth (Sura Baqra), which means disturbance in the established order. It is forbidden because it is disturbing design of Allah which is perfectly done for everything. On this the Holy Quran reveals:

> ***"No lack of proportion and weakness will you see,***
> ***In the creation of The Most Gracious (Allah)***
> ***Turn your vision again; sees you any flaw?***
> ***Again turn your vision a second time:***
> ***Your vision will come back to you, dull and discomfited,***
> ***In a state worn out" 67(3-4)***

Here is a great lesson for science that every creation in the universe is created in the most suited to its design, without any kind of shortcoming. Perfection in nature means that disturbing it will only result into loss to mankind therefore the Holy Quran advises us:

> ***"Do not make Fasaad on earth after it has been set right". 7(85)***

This is a great thought for the environmentalists. If we want the world to survive then this must become the slogan for all scientists and non-scientists, sociologists, environmentalists, politicians and rulers on our earth. We must preserve the earth and its environment as it is. They must know that earthly environment is critically balanced, and mankind for their own sake are advised by Allah Subhan-Hu, not to disturb its balance. For the students of the Holy Quran, it is their Islamic duty to save the earth and heavens from any kind of pollution.

It is terrible that since the dawn of Western civilization four hundred years ago, the vested commercial, business, industrial, scientific and political interests of the so called industrial civilization has done irreparable damage to the environmental balance of earth. This has resulted into annihilation of many living species from the face of earth. According to the book "Biological Diversity" published by UNESCO-UNEP International Environment Education Program (IEEP) "During the next 20 to 30 years, the world could lose more than a million species of plants and animals primarily due to environment changes induced by humans.

At 100 species per day, present extinction rate is more than 1,000 times the estimated "normal" rate of extinction. The endangered and threatened species include both plants and animals. Since the earthly environment is very critically balanced, unexpected things may happen, even endangering the very existence of mankind".

Dangerous symptoms are already being seen in the form of depletion of Ozone in the upper atmosphere. If the Ozone hole keeps on growing, unfiltered ultraviolet radiation passing through this void can roast the life underneath. Moreover acid rains due to different types of chemical pollution in the atmosphere have started killing plant life in many areas of the world and made thousands of lakes in Canada and USA alone unfit for marine life. Due to rising level of carbon dioxide and other gases, atmosphere is losing its ability to cool the earth. Many scientists predict that global warming by several degrees within next 50 to 100 years may bring about drastic changes in the weather pattern, cause excessive melting of glaciers and ice caps of the poles, which may flood low-lying coastal areas of the world.

All this is the result of unwarranted 'Fasaad' by the industrial civilization of today which Western nations are proud of. Irony of the fate is that they insist "We are the peace keepers only". Allah Subhan-Hu exposes the hypocrisy of such people in Ayaat 2(11-15) that they are hypocrites, the real culprits responsible to spoil the peace on earth. To save the world from the impending doomsday, mankind must learn from the Holy Quran and adopt its message 'Do not create Fasaad on the earth after that it has been set right'. Otherwise, the way being followed by Western nation is suicidal for the entire humanity.

APPENDIX-XXI

KAABAH, A CELESTIAL SYMBOL ON EARTH

The Holy Quran states:

"Surely the first, House of worship
Established for mankind is Kaabah
Full of blessings and guidance for the world.

Therein are clear, signs of Allah in the "Platform of Ibrahim"
(Maqam-e-Ibrahim), and whoso enters it
(the House of Allah) will be in peace.
And the pilgrimage to this House is obligatory from Allah to mankind
Who can afford an access to it
And if anybody disbelieves,
Allah indeed is independent of all the creatures of the universe". 3(97)

Kaabah is the First House dedicated by man to his Creator, first built by angels and later built on the same foundations by Hazrat Adam (PBUH) the father of entire humanity. In the times of Hazrat Nooh (PBUH), it was washed away by the great delude. Thereby it was rebuilt by the father of the Prophets Hazrat Ibrahim (PBUH) and his son Hazrat Ismail (PBUH) on its original foundations. Since then it has been rebuilt and renovated many times as the greatest symbol of love and worship of man for his Allah.

It is the sacred most place of Islam on Earth to which Muslims pray, wherever they may be. Allah commands.

"Turn your face in the direction of the Sacred Mosque;
Where ever you are;
Turn your faces in that direction (in your prayers)". 2(144)

PHYSICAL DIMENSIONS:

The late Syed Ashraf Ullah Hussaini. in his book "Handbook on Haj, Umrah and Ziarah on pages 197-202 has given the following engineering details of the Holy Kaabah.

It is 14.0-meters high, 12.84-meters eastern side, 13.16-meters western side and 11.28 meters northern and 11.53-meters southern side. The major land mark are Maqam-e-Ibrahim which is 11.10-meters from the eastern side. Zam Zam well is

located under the floor of Tawaf. The distance from the middle of the well to the black stone (Hajar-e-Aswad) is 20.60 meters, whereas Maqam-e-Ibrahim is 12.45-meters. Hajar-e-Aswad is fixed at 1.5 meter high in south east corner. Thus Kaabah is not a perfect rectangle but it is irregular tabloid. Due its cubical shape it was given the name Kaabah, as a clear symbol of faith in the Oneness of Allah.

SPIRITUAL DIMENSIONS:

When the House was ready, on command from Allah Subhan-Hu Hazrat Ibrahim (PBUH) standing on it, gave the call to all people of the world to come and perform the Tawaf of the House dedicated to Allah. It is a miracle that since the last four thousands two hundred years, in response to his call, more and more souls visit Kaabah every day, every hour, all the times. They perform Tawaf around it in anticlock wise circles hymning the praises of their Lord. At times, when for some reason Tawaf was stopped, if human are not there, birds in the air, are seen flying around the Kaabah.

Another worth noting aspect of Kaabah is that 'Anti Clock wise Tawaf' around Kaba is similar to the Tawaf or rotation of the heavenly bodies around their central points. Not only the heavenly bodies, even the electrons of the atom follow the same pattern. It is indeed wonderful to imagine that as the pilgrims perform Tawaf around Kaabah, electrons in the atom perform Tawaf around their nucleus; planets around their suns, the stars around their galactic centers. The galaxies around their own centers. Thus, Kaabah is the force of unity of the humanity, as the stars are for their planets. Spiritually we may say "NOOR" of Kaabah radiates all around, as the light radiates from a shining star. It reaches the hearts of those, who face toward it with their faith in Allah.

APPENDIX-XXII

MECHANISM OF DOOMSDAY – ULTIMATE FATE OF THE UNIVERSE

(Ref. "Dooms Day and Life after Death", book by Sultan Bashir Mahmood Published 1987, by HQRF Islamabad)

"And Unto Allah belongs,
The Unseen of the heavens and the earth,
And the matter of the Hour (of Doom) is,
But as the twinkling of the eye,
Or it is nearer still,
Indeed, Allah is able to do all things". 16(77)

INTRODUCTION:

Curiosity to know about the ultimate fate of universe seems to be inborn in mankind. When we look around the vast heavenly worlds, we do ask, what will happen to all this? In the heart of our hearts, we are in fact concerned about our own existence. Shall we and this beautiful world of ours also perish? Or is it going to live forever?

In the olden times Greeks had put up the hypothesis of eternity of universe, that it has been always there. This notion has existed to this date and a number of leading astronomers till recently believed in the continuity of the universe. In this process, they think that matter creates more matter and so it goes on.

However, this idea is now unacceptable to a great majority of the scientists. Based upon the observations of formation of galaxies, expansion of universe, decay of matter and study of the behaviour of the elementary particles, they believe in a finite universe. In this regard the contemporary views were summed up in Geneva, in the conference of cosmologists and particle physicists held in November 1983, by the famous physicist Stephen Hawking of Cambridge. He said, "When we look back on as the big bang, was a time of very high but not infinite density, a state to which universe will precisely return through collapse after its present expansion phase is over. Out of the high-density phase, it will be born again (with an exponential inflation phase), to repeat the cycle and infinitum".

This actually follows the general principle of finiteness, given by the Holy Quran, over fourteen hundreds years ago, which states:-

"All that is there (in the universe) is to perish". 55(26)

Thus the general law is that nothing can be everlasting. As the 2nd law of thermodynamic postulates. Entropy must increase with time, order must give in to disorder. Everything that has a beginning shall meet its end. Not even neutrons or protons can be of infinite life. They must decay. Ultimately whole of the universe will be annihilated.

For all this the Holy Quran reveals the fundamental law of predetermined life periods of things; which means that events happen according to a pre-programmed scheme of nature. This is:

> ***"Every order (event) has an appointed time,***
> ***And you will come to know". 6(67)***

This law dictates that process of creation, decay and annihilation must follow pre-set rules and therefore, predictable, provided if we can understand and analyze the effects of all the variable involved therein. However, since our reach into time and space is limited and universe is too big and complex, mankind can never know with certainty of their own fate.

In this context one can only depend on guidance from Holy Quran which is quite comprehensive and clear. In its various revelations, it has described in detail the events concerning the final annihilation of the present order of universe.

It also indicates that the event of Final Annihilation of universe of Doomsday is actually the culmination of various minor events going on all the time in the Cosmos. Accordingly, even at this very moment, somewhere in space, there is some star or planet, which is there now but would not be there in the moments to follow. In this routine the day may not far off when our earth and solar system will also suffer its fate. Surprisingly but in space, no one may even notice it in the vastness of universe.

DIVINE PURPOSE OF DOOMSDAY:

As highlighted earlier also Doomsday does not mean "The End", in the Holy Quran, but a means to change one state of existence to another. The whole is according to a calculated scheme of the Divine Will. Therefore, it is neither an accident of nature nor a revolution, but the fulfillment of the Design of Allah. Following revelations highlight this important side of this great story.

> ***"Verily the Hour (of the Doom) is to come,***
> ***My design is to keep it hidden,***
> ***For every soul to receive its reward,***
> ***By the measure of its endeavor". 20(15)***

This signifies that knowledge of that fateful event is with Allah only. Mankind will never know of its exact occurrence. However it is not the End but a new beginning from the present order of existence, where the old memories would survive. It will be a world as a consequence of the present world; a place of reward and punishment for the deeds performed in the present order of existence. It also means that "Existence" continues forever, but its shape and style do change. The arrangement could be stretched to the fact that pre-universe was also not the "nothingness". And even if we call it Nothingness, it was not devoid of existence.

Certainty of occurrence of this grand Event is assured in the Holy Quran at a number of places. In fact this is the pinnacle of the religion of Islam, because it is the place for the accountability of man's performance in the present order of existence. Following are some of the revelations, which speak of this great Event:

"Warn them (O, Prophet of Allah),
Of the Day of approaching (Doom)". 40(18)

"It is but one shout,
And behold,
All of them will be brought before Us". 36(53)

"Do they not think,
That they will be called to account,
On a very Big Day". 83(4-5)

In Ayaat 83(4-5) Divine use of the term "Very Big Day" obviously means that period of the change over of the present order into the new order is indeed of cosmological duration. It may last for millions of our years, may even be longer than the total existence of the present order of the universe. The concept of "Accountability and Doomsday" is further highlighted in the following Ayaat:

"Then there comes,
The great overwhelming Event,
The Day when Mankind,
Shall be reminded
What they strive for"? 79(34-35)

"No soul will have power,
On any other soul on that Day,
The absolute command is of Allah's only". 82(19)

Marfat.com

Thus Doomsday is the day of justice for all mankind, of all the worlds, of all the times. Earth is just one of those multitudes of worlds. How shall it happen, is a Divine secret, of which our knowledge is extremely limited. However following Ayaat suggest that even that will happen according to some Divine Mathematics.

> ***"He takes an account of them (all)***
> ***and has numbered them exactly,***
> ***and every one of them, will come to Him singly***
> ***on the Day of Judgement". 19(94-95)***

NATURE OF THE DOOMSDAY:

As discussed above, the Doomsday is actually an event in the continuous process of creation and recreation of Allah. The Holy Quran divides the doomsday in three types of such events.

i. Smaller events of common occurrence, which destroy the individual solar systems, or even a particular earthly system.
ii. Major events affecting the galaxies and clusters of stars.
iii. Ultimate event, which will annihilate the entire universe.

MAJOR EVENT, THE TOTAL END:

This is when the present order of existence will be changed into an entirely new order of existence. This is a subject much debated these days. Most Cosmologists have favoured the idea that universe is an event, which had a beginning, and some day it will have its end. Thereafter, a new beginning will take place. In this regard, scientific evidence proves that currently universe is expanding at a tremendous rate. At its outer peripheries, its speed of expansion may have been as much as the speed of light. However, presently rate of this expansion is slowing down. Therefore at some time it will start contracting. When this happens, universe will rapidly collapse back into a fire-ball comprising extremely high density matter. Thereafter it may explode like a bomb to the stage for the new universe.

This scenario is supported from the Holy Quran, which guides us that ultimately whole of the present order of universe will be folded back. Expansion will change into contraction, then it will implode back to its point of creation, from where it will be recreated once again. The following revelation is a pictorial representation of this account:

Marfat.com

"There would be a Day,
When We shall roll up the heavens,
Like a recorder rolls up a written scroll,
As We began the first creation,
We shall repeat it,
It is a promise upon Us,
Lo! We are to perform it". 21(104)

As for the expansion of the universe, following revelation provides a clear indication of that:

"We created it with the
Twist of the (Divine) Hand,
And
Surely We are expanding it". 51(47)

Expansion phase of the universe is associated with the creation of heavenly bodies. This is synonymous with a scriber who writes on a scroll and goes on unfolding its pages, putting new ideas everywhere. Likewise, Allah has been unfolding the universe, adding on it, new creations all the time, giving it more and more grandeur as the Holy Quran says:

"Everyday, is a day of
New splendour
For (your Lord)". 55(29)

In contrast, the contraction phase of the universe will be associated with the folding of the task already done; a gradual process of decommissioning of the heavenly bodies.

The folding process of universe can be imagined to occur in many ways. Currently popular scientific hypothesis is that there exists a large amount of unseen hidden matter in space. Since the force of gravity always tries to pull things inward, a stage may come when the gravitational pull of the invisible matter exceeds the expanding forces and thus change the expansion into contraction. Neutrinos, which are extremely small particles of matter, having mass less than electrons from their abundance in the cosmos are thought to be the principal component of this invisible matter.

The Holy Quran also speaks of the revolving heavens and highlights that it is actually the natural consequence of its expansion. Presently, universe is expanding and revolving like the opening of a disc spiral. When it has fully opened, it would coil back on itself due to its residual momentum.

Experimentally, the process may be demonstrated by nailing one end of a spring rope to a spiral disc and coiling rest of the length on it. Then give it a very strong twist to open the rope. It would be seen that rope begins to open up around the centre of the pivot. Finally after it has opened fully, under its own momentum, it would begin to coil back around its pivotal point.

Examples of spiral expansion have been observed in the construction of several galaxies of the heavens. These are of two types, normal and barrel spiral. Normal spirals have lens shaped central regions, from opposite side of which the two arms emerge and coil around the centre in the same sense and the same plane. A barrel spiral galaxy is in the shape of two coils starting abruptly from the ends of bright bar, which projects from the opposite sides of the central region.

From the Quranic ayat 21(104), it can also be assumed that universe as a whole is also of the spiral shape which after having opened up to its maximum limits, would coil back on itself. Since pulling force of gravity is inversely proportional to the square of the distance between the bodies, therefore rate of contraction of universe would be much greater than its expansion. Ultimately, all the matter in the universe, rushing in at tremendous velocities from all around, will crash together and annihilated in a fire ball of Energy, as it was in the beginning of the first order of existence. The only reality then would remain of Allah only. The Quran depicts these two states of existence in its following ayat:

"He is the First, and He is the last". 57(3)

Beginning and the End are thus two states of existence when all the secondary existence are terminated into the primary Existence of the One and the only One Allah, besides whom there is no other Allah. He will then set the stage for a new beginning, for a new universe, which according to the Holy Quran, will be unimaginably bigger than the present order of universe. This is the promise of Allah, made in ayat 21(104), who will repeat the creation of the world again. However, as indicated by ayaat 14(48), 3(133), given below, new universe would be very much different from the present one:

"On that Day,
when the earth will be changed into another earth:
And the heavens,(they will be changed also)". 14(48)

"And vie one with another,
For forgiveness from your Lord,
And for a paradise (Jannat),
Which is as wide as,
All the heavens and earth.
It is prepared for those who ward off evil". 3(133)

Marfat.com

MECHANISM OF THE BEGINNING OF THE UNIVERSAL DOOMSDAY

It appears from the Holy Quran that the beginning of the Universal Doomsday will be marked by the transient of its changeover from expansion into contraction phase. This event will be of tremendous significance for whole of the cosmos. In the Quranic language it is termed SOOR (صور). It will be felt everywhere, spreading a wave of terror throughout the universe. Following ayat point out about this awful reality:

"And (remind them of) the Day,
When the Soor will be blown,
And all who are in the heavens and the earth,
Will stare in terror,
Save him whom Allah wills,
And, all come to Him humbled". 27(87)

Soor (صوُر) will sound the start up of the Doomsday. It will be a tremendous event, shaking everyone in the universe we can see from the Holy Quran. Thereafter things will be changing suddenly from bad to worse. That contracting phase of the universe is marked by chaos and turbulence everywhere. Control will be let loose, stars will burst, planets will be crashing into one another. As a result Cosmos will be filled with a smoky stuff. Following ayaat illustrate the state of turmoil of that Day:

"It is a heavy Day,
In the heavens and earth". 7(187)

"And the heaven will be split asunder,
And on that Day it will be frail, flimsy". 69(16)

"A day, when the heavens,
with the clouds,
will be rent asunder". 25(25)

"Watch for the Day,
When the heaven will bring forth,
A kind of smoke, plainly visible,
Enveloping the people,
It will be painfully grievous". 44(10-11)

On the basis of the current scientific thought, one may say that this state of affairs, may result from the bursting of stars, which though on a much smaller scale, has been observed in the bursts of Novae and Supernovae which violently release gaseous matter and energy and fill the surrounding space.

Marfat.com

Besides the smoke filled space, there will be an overall disorder in the universe. To a man on earth, heavens will appear trembling, vibrating and shaky. Following ayaat offer a comprehensive description of that awful state of affairs.

"On that Day,
Heaven will heave,
with awful heavings". 52(9)

"And the mountains'
They will fly hither and thither". 52(10)

The advent of Doomsday is thus associated with an overall break of order in the universe. In ayat 52(10) phenomenon of the height of mountains may be associated with the scene of planets crashing with each other, throwing chunks of matter, roving disorderly in space.

The following ayaat seem to refer to the abnormal outbursts of novae and supernovae. The whole system of present stability will fall apart. Stars will fall off their stable orbits and crash into each other and thus with the passage of time may loose their energy producing reactions, causing gradual darkness all-round as one may see from the following ayaat.

"(Watch for the Day),
When the Sun is folded up,
When the stars fall,
Loosing their light". 81(1-2)

"And when the heaven,
It is torn apart". 81(11)

Revelation like the above give the impression of complete chaos and break of order in the entire universe. Stars will loose their light, for the observers as the space overcast with celestial dust; and these in the contraction process, as the heavenly bodies come closer, the outside gravitational pull will exceed the inward acting forces holding the plasma of stars, thus bringing down the inside pressure low enough to stop the energy generating nuclear fusion reactions.

The general situation of chaos, prevailing during the Doomsday of the Universe is also highlighted in ayaat 79(1-7). Here the stress is on too much activity of meteors, disorderly floating of stars in space and of extreme degree of commotion in the universe.

"By those who drag with destruction,
By (the meteors) rushing apart,

By the (lone stars) floating,
By the (angle) hastening,
And those who govern the events".
"On that day,
Everything that can be in commotion,
Will be in violent commotion,
Commotion after commotion". 79(1-7)

In that state, heavens will appear as a pot of molten copper sizzling, on a furnace.

"The sky will look as the
molten copper". 70(8)

This analogy reflects the scene of high temperature plasma filling the skies in with bursting of stars during the last phases of universe.

SUMMARY:

In the above discussion we have studied the scenario of the end of the universe as seen through the Holy Quran. In general it is the scenario of a contracting universe, everything rushing toward its origin at tremendous speeds. Cosmos is full of turbulence, heavenly bodies crashing into each other, stars spewing out hot plasma, space filled with smoky debris of heavenly bodies, a state of dreadful commotion all-round. And mankind, anywhere and everywhere, in panic, helplessly will see the fast approaching scene of "The End". However, this will be only for a New Beginning, for the birth of a new order of existence, much more grandeur than the present one. No surprise for the students of the Holy Quran that similar is the scene of the end of the universe being depicted by the modern scientific research also. Thus one sees that over centuries science has gradually come closer to the position pointed out in the Holy Quran more than fourteen hundreds years ago. For details of each phase of the Doomsday, phase refer to the Author's Book "Doomsday and Life after Death" first published in 1987 by the Holy Quran Research Foundation, 60-C, Nazimuddin Road, F-8/4, Islamabad, Pakistan.

EARTHLY DOOMSDAY

DOOMSDAY ON EARTH:

The discussion so far has concentrated on the "Universal Doomsday". However, we have already said that on smaller scale, doomsday are a routine phenomena in the universe. All the worlds have their life periods and when their time comes, no one can avert the catastrophe. The Holy Quran warned mankind of this end in its following ayat.

Marfat.com

"Closer and closer to mankind
Comes their reckoning,
Yet they heed not,
And they turn away". 21(1)

The general role being followed is the same revealed in ayat 54(3).

"Every event has its appointed time". 54(3)

According to this rule Doomsday of the earth is also a reality, which will happen before the Universal Doomsday as part of the 'continuous' Divine activity of creation and recreation. There have been worlds like us which have met this fate earlier; there are worlds, which are passing through it now; and there remain worlds which are going to meet it in future.

When it falls over our earth it will not be at all a unique happening in the universe. The Holy Quran reveals that life is a widely spread phenomenon in the cosmos and there could be many more earth like bodies populated by human beings like us. As a result of the general principle of accountability, each one of them will meet its Doomsday at its turn. This is apparent from the Quranic ayaat 55(26-45) which describe the order of various events leading to the ultimate Doomsday, and highlight that doomsday of individual worlds are only part of the Divine Scheme of Accountability.

In this schedule ayat 55(31) points out the pre-occupation of Allah Subhan-Hu in the Doomsday of some other earth at this time. Our turn is foretold to be coming very soon;

"Soon shall We be free, for you,
O'you twain burden (of earth)". 55(31)

Ayat 7(187) makes it clear beyond doubt that advent of the earthly doomsday will also be a sudden catastrophic event, taking people by surprise on earth. It comes upon them but unaware. The concept of suddenness in the Doomsday is apparent from the following ayaat also:

"They wait not but one blast,
Which will surprise them,
While they are disputing". 36(49)

"And matter (of the hour of Doom),
Is but as twinkling of an eye,
Or is nearer still,
Lo, Allah is able to do all things". 16(77)

Marfat.com

From these ayat we can say with certainty that earthly doomsday is in not going to be the linear end of solar system. All such ayaat make it clear that Doomsday on earth is not going to be the linear end of solar system, but will be the result of some accident in the solar system, may be a blast which will take the people on earth by surprise.

Ayat 16(77) quoted above also indicates that earthly Doomsday is not a far off event but like the twinkling of an eye. On the relative astronomical time scale even this can be a long period.

THE NATURE OF THE DOOMSDAY IN TERMS OF THE RECENT SCIENTIFIC FINDINGS:

In the above discussion, we have seen that Doomsday will be a sudden terrible blast, "one shout" will surprise the people, taking them unaware. Thereafter, the process may be completed over a long period of time. If your survey the modern scientific ideas on this subject, surprisingly one may also come to the similar conclusions.

Some theories suggest that the asteroids, which also circle our sun may cause such types of catastrophes falling on to earth.

MECHANISM OF THE EARTHLY DOOMSDAY:

There are various ayaat in the Holy Quran which describe vividly the events of Doomsday of the earth, from which a scientific mind may work backward and trace out the causes. Some of these are highlighted below:

Boiling of Oceans:

The Holy Quran depicts that near earthly doomsday oceans will start boiling. This could be due to the release of internal heat of earth which in turn may be due to excessive volcanic activity during the Doomsday.

Fire in the Oceans:

Further to the boiling of oceans, revelation 82(3) points out that before the doomsday oceans will appear set on fire:

> ***"When the oceans***
> ***Burst on fire,***
> ***And when the graves are overturned". 82(3-4)***

Marfat.com

Cause of fire in the oceans must be other than the simple effect of earth coming near to sun. The adjoining phrase, "when the graves are overturned", signifies that fire in the oceans would be due to the bursting of the earth's interior which may happen by violent earthquakes and volcanoes.

Since water cannot catch fire easily, therefore we may also infer from 81(3) a very important corollary that interior of earth may contain large amount of carbon matter like methane which on leaking out from the beds of seas would catch fire and produce the effect of oceans on fire. Same is possible through the release of under sea petroleum reserves which may be caused by very high magnitude earthquakes, which might be too frequent near the Doomsday, as seen from the Quranic ayaat.

EARTHLY ATMOSPHERE FILLED WITH SMOKE:

Ayaat 44 (10-11) point out that another significant feature of doomsday would be presence of large amount of smoky matter in the atmosphere of earth. There could be various possibilities of this happening. For example, it could be through volcanic action and may also be due to the crash of meteors as pointed out in ayaat 69(13 -15). The same may also be possible due to some explosion in the nearby planet or in the sun itself; which will fill the space with plasma of hot gaseous matter. Following ayaat throw some light on this subject:

> ***"Watch for the Day,***
> ***When the heaven will bring forth,***
> ***A kind of smokes plainly visible,***
> ***Enveloping the people,***
> ***That will be painfully grievous". 44(10-11)***

WHEN SHALL DOOMSDAY OCCUR?

The major signs of the earthly Doomsday will be extra ordinary developments in science and technology. Present age seems close to achieving that goal. At that time man will have grand mastery in space and over himself.

The Holy Quran predicts these developments by its following ayat:

> ***"Soon We shall show them Our portents,***
> ***In the heavens,***
> ***And within there own selves,***
> ***Until it becomes clear to them that (this Quran) is the Truth***
> ***Does not your Lord sufflice,***
> ***Indeed He is witness overall things". 41(53***

Marfat.com

Think over this revelation again and again and then look into the current development of science and technology in the past one hundred years. In the light of this revelation it seems that to a large extent mankind is very close to this achievement. It has already started controlling its environment and is freely exploiting earthly resources. Deserts are being converted to gardens and even far off areas are being developed into places of beauty. Discoveries and progress in the human DNA, Genetic Engineering has tremendously increased the man's understanding of his own self. Progress achieved in space travel in the past twenty-five years is also of special significance with respect to the predictions made in the above ayat.

Another sign of the earthly Doomsday is pointed out by ayaat 55 (33-34), which reveal that before this event human beings on earth world have acquired the capability of deep space travel also. As they see the sign of the approaching fate on earth, urge of survival will persuade them to leave it and seek refuge in other regions of the universe, but that will be of no avail to them. They will not escape their doomsday. It says:

"O! Company of Jinns and mankind,
If you have the power,
To penetrate bounds of heaven and earth,
Then penetrate them,
You will not be able to do but with power,
Then which of the favours of your Lord,
You may deny"? 55(33-34)

Allah Subhan-Hu will thus favour mankind and the Jinn (which signify hidden forces of natures whom, by that time, man would have not only known but befriended also) – with the power to leave the earth. However even that will be of no avail: The following ayat reveals that as they will be trying to escape from earth, they will face fatal problems of heavenly smoke, dust, meteors and hot flares, which will destroy them. So there would be no escape from the doomsday anywhere.

"There will be sent against you both,
Heat of fire and flash of brass,
That you will not escape". 55(35)

As predicted above we are now witnessing the beginning of the space age also. Thus future is clear; Doomsday may not be too far. Shall we not believe and prostate before our Creator even then? May Allah lead us on the right path and escape from the wrongdoers? Aamin

Marfat.com

PREFERENCES

1. Laura Verlier, "Apologie de L'Islamism" France (PP57-59).\
2. Dr. Hart Wig Hiraschfeld, "New Researches in the Composition and Exegesis of the Quran". London 1902 (P-2)
3. F.F. Arbuthnot. "The Construction of the Bible and the Quran" London 1885, (P-5)
4. Henry Gaylord Dorman "Towards Understanding Islam". New York 1948 (P-3)
5. Prof. A.G. Arberry, "The Holy Quran An Introduction with Selections" London 1953 (P-17)
6. Prof. Ziauddin Ahmed, "Al-Quran", Divine Book of Eternal Value, Royal Book Company Karachi. 1989
7. Maurice Bucaille, "The Bible, the Quran and Science" Pakistani Edition, Karachi, 1979
8. Muhammad Marmaduke Pickthall, "The Glorious Quran; Text and Translation" Islamic research Institute Press Islamabad, 1936
9. Afzalur Rehman, "Muhammad Encyclopedia of Seerah", Vol. 1, Muslim School Trust, London 1981
10. Dr. La'l Muhammad Chowala, "A Study of Al-Quran Karim", Islamic Publications Ltd. Lahore 1991
11. Abu Doud, "Abu Doud's Book of the Traditions of the Messenger of Allah"
12. Kenneth Cragg, "The Call of the Minaret", Oxford University Press 1956
13. Sultan Bashir Mahmood, "Doomsday and Life After Death", Holy Quran Research Foundation, Islamabad 1991
14. Abdul Wadood. "Phenomena of Nature of the Quran" Syed Abdul Wadood Lahore 1971

15. Allama Syed Sulaiman Nadvi, "Seere-tun-Nabi", Services Book Club, Rawalpindi

16. Iftikhar Bin Hassan, "The Astonishing Truths of the Holy Quran" Taaha Publishers, London

17. Rahid Khalifa "The Quran: The Visual Presentation of a Miracle" Islamic Productions Arizona, USA 1989

18. Michael Hart "The 100 Greatest History of the 100 Human Beings who have influenced humanity Most" New York

19. Fred Hoyle, "Nature of the Universe" Pellicon Books UK

20. John Gribbin, "Precise Measurements of Nothing Pin Down the Universe" New Scientist 15th December 1983

21. Sultan Bashir Mahmood, "Doomsday and Life After Death".

22. Sultan Bashir Mahmood, "Doomsday and Life After Death".

23. Baker and fredrich. "An Introduction to Astronomy Book Pub. Van Nostrand Co; Holland

24. Stephen Hawking, "A Brief History of Time"

25. Stephen Hawking, "Black Holes and Baby Universes". 1994

26. I.D. Noviko V, "Evolution of the Universe", Cambridge Universities Press

27. Paul Davies, "God and the New Physics" A Touch Stone Book Pub. 1984 by Simon and Schuster, Inc. New York

Marfat.com

مصنف کا تعارف اور ذہنی ارتقاء

ہر تعریف اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا رب ہے اور قابل بیان شان صرف خیرالانبیاء محبوب خالقِ کون و مکان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ میں اپنی تمام تر خامیوں اور لغزشوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے ذہنی ارتقاء کی کہانی اپنے قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ شکر کا مقام ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے مسلمان والدین کے ہاں پیدا کیا چونکہ اکثریت رواج کی پیداوار ہوتی ہے اس لئے اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید میں کوئی ہندو، سکھ یا عیسائی ہوتا۔ اس لئے جو کچھ بھی آج تک میں نے اسلام اور مسلمان کے لئے کیا ہے یہ توفیق خالصتاً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوئی اور اس میں ہرگز میرا کوئی کمال نہیں۔ اگر وہ اس کام کا کوئی بدلہ دیتا ہے تو سراسر اس کی شان رحمت ہوگی ورنہ میرا کوئی حق نہیں۔ جو کمی رہ گئی اسکا میں خود ذمہ دار ہوں اور اپنے مہربان مالک سے معافی کا طلبگار ہوں۔

والد صاحب جن کا نام چوہدری محمد شریف خان ہے راجپوت قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کے ضلع امرتسر سے جب ہجرت کی تو میں تقریباً چھ سال کا ہوں گا۔ وہ طالب علمی کے زمانہ سے ہی سٹوڈنٹ لیڈر تھے اور اصلاح معاشرہ کے لئے ساری عمر کام کرتے رہے، اس لئے ان کی آمدنی کم اور خرچ زیادہ معمول کی بات تھی۔ آٹھویں جماعت تک مجھے روزانہ گاؤں سے چار میل دور پیدل سکول آنا جانا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ جب میں نے سائیکل کے لئے بہت اصرار کیا تو والد صاحب نے فیصلہ کن انداز میں کہا "تم پیدل ہی سکول جاؤ گے، مجھے یہ پسند نہیں کہ تمہیں آرام کی عادت پڑ جائے" اور واقعی بچپن کی یہ سخت زندگی میرا سرمایہ حیات بن گئی۔ میرے گاؤں کا نام لاگر ہے۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں وہاں زندگی کی کوئی آسائش میسر نہیں تھی۔ رات کو گھر میں مٹی کا دیا جلتا تھا جس کی روشنی میں والد صاحب دیر تک پڑھنے کی تلقین کرتے اور صبح جلدی اٹھا دیتے۔ میں جب بھی نیند پوری نہ ہونے کی شکایت کرتا تو کہتے "تمام بڑے لوگ رات کو دیر تک کام کرتے تھے اور صبح جلدی اٹھنے کے عادی تھے"۔ میرا بچپن یوں ہی گزر گیا۔ یہ ماں باپ کی دعائیں اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ ایک پس ماندہ سکول کے طالبعلم ہونے کے باوجود میٹرک میں اعلیٰ نمبروں پر وظیفہ حاصل کیا۔ ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۵۹ء میں پورے پنجاب میں تیسری پوزیشن حاصل کی اور قومی سکالرشپ لیا۔ انجینئرنگ یونیورسٹی کے آخری سال میں اگرچہ پڑھائی کے دوران ملازمت بھی کرتا تھا پھر بھی الیکٹریکل انجینئرنگ میں یونیورسٹی بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔ ڈگری کے بعد پہلی نوکری واپڈا کی تھی لیکن مجھے وہاں کا ماحول پسند نہ آیا اور تین ماہ بعد ہی واپڈا کو ساڑھے سات ہزار روپے بانڈ منی (Bond Money) جو اس وقت ہمارے لئے ایک بہت بڑی رقم تھی دے کر اٹامک انرجی کمیشن میں شمولیت کر لی۔ یہیں سے اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلینڈ چلا گیا اور مانچسٹر یونیورسٹی کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی سے نیوکلیئر ری ایکٹرز کنٹرول انجینئرنگ میں ایم ایس انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور مختلف اٹیمی ری ایکٹروں پر کام کرنے کا تجربہ حاصل کیا۔ 1965ء میں جب ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کر دیا تو پی ایچ ڈی کے پروگرام کو چھوڑ کر وطن عزیز کے لئے کچھ کرنے کے خیال سے پاکستان آ گیا، اٹامک انرجی کی پینتیس سال کی ملازمت کے دوران بھی وہی بچپن کی محنت رہنما رہی۔ الحمدللہ ہر روز یہی کوشش رہی ہے کہ آنے والا کل میرے آج سے بہتر ہو اور یوں کسی دباؤ یا لالچ میں آئے

Marfat.com

بفضل اللہ کے فضل وکرم سے پوری ایمانداری سے کام کیا ہے۔ اس دوران نیوکلیئر انجینئرنگ سے متعلقہ بہت سے مقالہ جات لکھے، کئی ایک ایجادات کیں جن میں سے بعض بین الاقوامی طور پر استعمال ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اپنے ملک کی خدمت کیلئے اس نے مجھے کام کے بڑے بڑے مواقع عطاء کئے اور کامیابی بخشی۔ میں نے ہمیشہ خاموشی سے اپنی ذمہ داری کو نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اب جبکہ بہت کچھ اخباروں میں چھپ چکا ہے اس لئے بتایا جاسکتا ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ صرف ۳۳ سال کی عمر میں نومبر ۱۹۷۴ء کو مجھے پاکستان کے یورینیم کی افزدگی کے پروگرام کا بانی ڈائریکٹر بنایا گیا جسے اب کہوٹہ پراجیکٹ کہتے ہیں اور کامیابی سے اس منصوبہ کو آگے بڑھایا۔ جولائی ۱۹۷۶ء میں جب پراجیکٹ بفضل حق تعالیٰ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا معلوم نہیں کہ کیوں کچھ چھپے ہاتھوں نے مجھ پر جھوٹے الزامات لگانے شروع کر دیئے، مثلاً یہ کہ میں مرزائی ہوں، جو کہ قطعاً غلط ہے حتیٰ کہ میرے خاندان میں بھی آگے پیچھے کوئی مرزائی نہیں ہے، یا یہ کہ میں نے پراجیکٹ کے لئے کچھ غیر ضروری قسم کا مواد خرید لیا تھا جس سے پراجیکٹ کی ترقی رُک گئی ہے وغیرہ یہ سب جھوٹ تھا بعد میں سب کچھ غلط ثابت ہوا۔ ان حالات میں منیر احمد خان نے جو اس وقت اٹامک انرجی کمیشن کے چیئرمین تھے اس خطرہ کے پیش نظر کہ سائنس دانوں کی باہمی چپقلش کی وجہ سے کہیں اس قومی اہمیت کے پراجیکٹ کو نقصان نہ پہنچ جائے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو چارج دلا کر مجھے دوسرے ایٹمی منصوبہ جات پر تبدیل کر دیا جن میں سے ہر ایک ہماری مطلوبہ ایٹمی منزل تک پہنچنے کے لئے اہم نشان تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہر جگہ اس نے خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائی۔ ۱۹۸۷ء میں جب اٹامک انرجی کے چیئرمین منیر احمد خان مرحوم نے ایٹمی میدان میں ترقی کی اگلی منازل کا تعین کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر ایک موقع عطاء کیا کہ خوشاب ایٹمی ری ایکٹر کو ملکی وسائل سے ڈیزائن کر کے بناؤں۔ یہ ایک انتہائی مشکل کام تھا لیکن ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعے ہماری مدد فرمائی اور یوں ایٹمی میدان میں یہ یکتا پراجیکٹ بھی ۱۹۹۷ء میں کامیابی سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا جس سے پاکستان کو ہر طرح کے ایٹمی ہتھیار بنانے کی قابلیت حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد میں نے بفضل حق تعالیٰ ایٹمی میدان کی اگلی منازل پر کام شروع کر دیا اور خواہش یہی تھی کہ پاکستان کو اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ بنانے میں مجھ سے جو کچھ بھی ہوسکتا ہے کر گزروں لیکن اپنوں ہی سے جو رکاوٹیں پیش آئیں وہ بڑی پریشان کُن تھیں۔ اتنے میں پاکستان پر امریکہ کے دباؤ کے تحت CTBT یعنی ایٹمی دھماکوں پر پابندی کے معاہدہ پر دستخط کرنے کی مہم چل پڑی۔ میری دانست میں CTBT کے معاہدہ پر دستخط کرنا بالآخر اپنی ایٹمی صلاحیت کو کھو دینے کے مترادف تھا، اس لئے میں نے یہ ٹھان لیا کہ ساری عمر جس ایٹمی پروگرام کو بنانے میں لگائی ہے اب انشاءاللہ ان کو بچانے میں لگا دونگا۔ چونکہ کچھ بڑے بڑے ناموں والے سائنسدان، شاید حکومت کے دباؤ کی وجہ سے CTBT کے حق میں بول رہے تھے۔ حکومت کی پالیسی CTBT کے حق میں معلوم ہوتی تھی۔ جس کی وجہ میرے نزدیک اصل حقائق سے ناواقفیت ہوسکتی تھی۔ اس لئے میں نے گورنمنٹ کا ملازم ہونے کے باوجود کھل کر اس کی مخالفت شروع کر دی اور محب وطن قوتیں جو CTBT پر دستخط کرنے کی مخالفت کر رہی تھیں ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ سول اور فوج میں رائے عامہ کو بیدار کیا اہم شخصیات کو مضر خطرات سے آگاہ کیا۔ اٹامک انرجی کے بعض اہم لوگ جو انسانی حسد کی کمزوری کی بنا پر پہلے ہی ایٹمی میدان میں خوشاب کی کامیابی اور مزید آگے جانے کے لئے میری منصوبہ بندی کی وجہ سے مجھ سے

ناراض تھے، اب جب کہ حکومت وقت بھی خلاف ہوگئی تو ان کو زچ کرنے کا خوب موقع مل گیا۔ مجھے پراجیکٹوں سے علیحدہ کر دیا گیا اور مختلف نوعیت کی بے بنیاد الزام تراشیاں شروع ہوگئیں۔ بالآخر میرے پاس استعفیٰ دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا جسے بخوشی قبول کرلیا گیا۔ یوں ایٹمی میدان میں پاکستان کی ترقی اور دفاع کیلئے کام کرنے کے دروازے مجھ پر بند کر دیئے گئے۔ جس کا مجھے آج بھی دُکھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پاکستان نے CTBT پر دستخط نہ کئے جو کہ ہماری قوم کی بہت بڑی کامیابی تھی۔

اٹامک انرجی کمیشن سے علیحدگی کے بعد میں کچھ سال لاہور میں ایک دوست میاں الیاس معراج کے حسیب وقاص گروپ آف کمپنیز میں ملازمت کرتا رہا لیکن پھر خیال آیا کہ دنیا کیلئے بہت کام کرلیا اب بقیہ زندگی امت مسلمہ کی فلاح کیلئے خرچ کرنا چاہیے، چنانچہ کئی ایک نہایت قابلِ احترام اور پاکستان سے انتہائی مخلص دوستوں کیساتھ مل کر "اُمّہ تعمیر نو" کی تشکیل کی جسکا بڑا مقصد اسلامی ممالک کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں خود کفیل بنا کر غربت کے چنگل سے نکالنا تھا۔ چنانچہ ہم نے تباہ و برباد افغانستان کو ایک چیلنج سمجھتے ہوئے وہاں کام شروع کیا تا کہ اسکی بے حساب معدنی دولت کو بروئے کار لا کر اس ملک کو ایک خوشحال ملک بنایا جائے اور ساتھ ساتھ پاکستان کو بھی فائدہ ہو۔ یوں دو برادر ملک مل کر آگے بڑھتے جائیں بالخصوص وہاں کی اسلامی حکومت کامیاب ہو اور اس مثال سے دیگر ملکوں میں بھی لوگ اسلام کے عظیم اصولوں کے مطابق اپنی صنعت اور معیشت کو ترقی دے کر دنیا کو ایک خوشحال کنبہ بنانے میں مددگار ہوں۔ اس دوران پاکستان، افغانستان کی مشترکہ صنعتی ترقی اور معاشی اتحاد (Ecnomic Union) کا نظریہ پیش کیا جسے دونوں ملکوں میں تحسین سے دیکھا گیا اور قومی سطح پر سیمینار منعقد کیے۔ لیکن ہماری ان کوششوں کو جو خالصتاً اصلاحی اور تعمیری تھیں امریکہ میں ۱۱ ستمبر کے حادثہ کے بعد غلط رنگ دیا گیا کہ سلطان بشیر محمود القاعدہ کو ایٹم بم بنانے میں مدد دے رہا تھا۔ یوں مجھے اور میرے ساتھیوں کو تقریباً دو ماہ کیلئے پکڑ لیا گیا۔ اس دوران جو کچھ ہوا وہ ایک الگ داستان ہے بہر حال یہ ایک مشکل وقت تھا غیر ملکیوں نے چھان بین کی۔ ذہنی طور پر بڑا دباؤ ڈالا گیا۔ اسی دوران مجھے پہلی دفعہ دل کا عارضہ بھی ہوا لیکن جس طرح ہر جگہ مسلمان بھائی بہنوں نے صرف اسلامی جذبہ کے تحت ہمارے لئے دعائیں کیں وہ ایک ایمان افروز بات ہے۔ اس قید تنہائی میں اللہ تعالیٰ اور اسکے دین سے جو قُرب نصیب ہوا اس کیلئے اپنے مالک کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ اسی دوران امریکی صدر کے ایما پر سیکورٹی کونسل نے "امہ تعمیر نو" کو بند کروادیا میرے علاوہ میرے قریبی ساتھیوں میں سے ایٹمی انجینئر عبدالمجید صاحب (مرحوم) اور نامور صنعت کار محمد طفیل صاحب (مرحوم) کے ذاتی اثاثے اور بینک اکاؤنٹ بھی ضبط کر دیئے گئے۔ رہائی کے بعد بھی یہ پابندی مجھ پر آج بھی برقرار ہے۔ معاشرتی سطح پر گورنمنٹ کے خوف سے لوگوں نے ملنا جلنا چھوڑ دیا جو ایک طرح سے اللہ کی رحمت بھی ثابت ہوئی، چنانچہ دنیا سے کٹ کر میں اللہ کے دین کی طرف ہوگیا۔ ان حالات میں جس طرح ۱۹۷۶ء میں قرآن پاک کے ذریعہ مجھے تقویت بخشی گئی تھی اب بھی وہی نسخہ کارگر ثابت ہوا ہے۔ دنیا کی گھما گھمی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے قرآن کریم کی تفسیر اور سائنس کے حوالہ سے اسلام کے مختلف فی زمانہ اہم پہلوؤں پر تحقیق و تالیف کا کام شروع کر دیا جس کا میں اہل نہیں ہوں لیکن رب تعالیٰ جس سے چاہے ہر کام لے سکتا ہے۔ اسکا شکر ہے کہ میری قابلیت سے زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ میری دینی تعلیم واجبی سی تھی، قرآن پاک بھی باقاعدگی سے نہیں پڑھا تھا۔ جب ۱۹۶۳ء میں انگلینڈ گیا تو وہاں پہلی دفعہ مجھے قرآن حکیم اور مسلم امہ سے صحیح معنوں میں محبت پیدا ہوئی۔ مغربی تہذیب کی خوبیوں اور خامیوں کو سمجھنے کا موقع ملا۔ معلوم ہوا کہ ان کی خوبیاں اسلام سے مستعار ہیں اور ان کی بُرائیاں ان پر یونانی اور رومن اثرات کی وجہ سے ہیں۔ مسلمانوں کی بقاء اور خوشحالی بھی اسلام ہی میں نظر آئی۔ چنانچہ مانچسٹر یونیورسٹی میں مسلم سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی اور پہلا جنرل سیکرٹری چنا گیا اور وہیں سے "الاسلام" کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالا۔ میری زندگی کا یہی وہ دور ہے جب قرآن الحکیم کو باقاعدگی سے پڑھنا شروع کیا غور وحوض کے بعد اس کا تفصیلی انڈیکس بھی تیار کرنا شروع کیا لیکن جب دیکھا کہ مولانا مودودی صاحب یہ کام پہلے ہی کر چکے ہیں تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اسی فورم سے ہم نے مشہور امریکی مسلمان مالکم ایکس ملک شہباز کو دعوت دی اور اس کے علاوہ مشہور نو مسلم جناب محمد اسد سے بھی میری ملاقات ہوئی مقبوضہ کشمیری رہنما شیخ عبداللہ کو بھی بلایا گیا۔ الاخواں کے سید محمد رمضان کو بھی سنا۔ ان سب کی یادیں اب تک ذہن میں باقی ہیں۔ اسی اثناء میں مانچسٹر میں "سنڈے مسلم سکول" کی بھی بنیاد رکھی جواب باقاعدہ سکول بن چکا ہے۔ لیکن ان کاموں سے بڑھ کر جو بات ذہن میں جاگزیں ہوتی وہ یہ تھی کہ کلام اللہ کی صحیح معنوں میں تفسیر کے لئے جدید علوم میں مہارت بہت ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے وسیع مطالعہ کرنا شروع کیا اور قرآن کریم کی ایک ایک آیت پر غور کرنا شروع کیا جو میری زندگی کا اب تک مشن ہے۔

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میرے دل پر بجلی کا سا حملہ تھا۔ اس موقع پر پاکستانی سفارتخانہ کو ایک ہزار پونڈ سے زیادہ چندہ جمع کر کے دیا اور فیصلہ کیا کہ وطن واپس جا کر پاکستان کے دفاع کیلئے کچھ کیا جائے۔ نیوکلیئر انجینئرنگ میں اعلیٰ تعلیم اور ٹریننگ کی تکمیل کے بعد اگرچہ ڈاکٹر ایف۔ ڈبلیو۔ واکر جو یونیورسٹی میں میرے سپروائزر تھے، نے بڑا زور لگایا کہ Phd مکمل کرلوں لیکن پاکستان کی محبت میں ۱۹۶۶ء میں واپس وطن آ گیا۔ میری پوسٹنگ لاہور ہوئی اور بڑا مفید کام شروع ہوا۔ ڈاکٹر نعیم خان صاحب کی زیر نگرانی 68-1967 میں یورینیم کی افزدگی پر ابتدائی کام شروع کیا لیکن ایک سال کے بعد یہ گروپ بکھر گیا۔ ستمبر 1968 کو انٹرنیشنل اٹامک انرجی اتھارٹی (IAEA) کی طرف سے انگلینڈ کے اٹامک انرجی اتھارٹی کے مشہور ڈیزائن سنٹر رزلے (Rislay) میں نیوکلیئری ایکٹروں کے ڈیزائن میں شمولیت کا موقع مل گیا۔ برطانیہ کے اس قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت عطاء فرمائی اور صرف ایک سال میں .U.K اٹامک انرجی اتھارٹی جس کا شمار اٹیمی ٹیکنالوجی کے موجدوں میں سے ہوتا ہے، نے نیوکلیئری ایکٹرز پر میرے گیارہ مقالہ جات چھاپے اور دو ایجادات کے پیٹنٹ حاصل کرنے کیلئے درخواستیں دیں جو کہ ان کے نزدیک بھی کسی سائنس دان کیلئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ ۱۹۶۹ء کے آخر میں جب واپس آنا چاہا تو ان کا اصرار تھا کہ میں وہیں رک جاؤں لیکن وطن عزیز کی محبت اور خدمت کے سامنے ایسے اعزاز ہیچ ہیں۔ میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ واپس جا کر ڈیزائن انجینئرنگ کی بنیاد رکھوں گا تاکہ پاکستان میں اٹیمی صلاحیت کو فروغ دیا جا سکے، الوداعی پارٹی میں میرے انگریز ساتھی سائنس دانوں میں سے بعض نے برملا یہ کہا کہ پاکستان میں کام کے مواقع نہ ہونے کی وجہ سے میری صلاحیتیں ضائع ہو جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان کے یہ خدشات غلط ثابت ہوئے۔ اگر میں وہاں رک

جاتا تو شاید زیادہ پیسہ بناتا، سائنس کی دنیا میں کتنا بھی زیادہ نام کماتا، پاکستان کے دفتری نظام سے جو تکالیف پہنچیں ان سے بھی بچ جاتا۔ لیکن جو کچھ مجھے پاکستان نے دیا ان کے مقابلہ میں یہ بہت تھوڑا تھا۔ مجھے اپنے وطن کی خدمت کا موقع ملا، اسلام کے مطابق زندگی گزاری اور جو کر سکا اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے فائدہ کیلئے کیا۔ اس سے زیادہ کیا چاہیے۔

میری زندگی میں ۷۷-۱۹۷۶ء کے سال بڑے ہنگامہ خیز رہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس وقت میں یورینیم افزودگی کے پلانٹ کا پراجیکٹ ڈائریکٹر تھا یہ پراجیکٹ 1974 کے آخر میں شروع ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں بنیادی کردار ادا کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ ابتدائی مشکلات پر قابو پا کر دن رات اس منصوبہ کو آگے بڑھانے کے لئے کام کر رہا تھا کامیابی کی طرف حسبِ پروگرام بڑھ رہے تھے کہ اچانک مجھ پر قادیانی ہونے کا سراسر جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگایا گیا اور میری ٹیکنیکل صلاحیتوں کو بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا اس کے پیچھے حسد تھا یا کچھ اور مجرم نہیں معلوم، لیکن اگست 2005ء ہالینڈ کی اخبار میں چھپا ہے، میری مخالفت میں سب سے پیش پیش جو آدمی تھا وہ CIA کا پردردہ تھا۔ بہر حال حقائق خواہ کچھ بھی ہوں ان بے بنیاد الزامات کی وجہ سے مجھے پراجیکٹ سے اس وقت علیحدہ ہونا پڑا جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری دن رات کی محنت رنگ لا رہی تھی اور تمام بنیادی اہداف حاصل کئے جا چکے تھے۔ اس تبدیلی سے مجھے کافی زیادہ ذہنی صدمہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی جیسا کہ ہمارے ملک کا رواج ہے۔ میرے خلاف مختلف قسم کی بے بنیاد تحقیقات کا آغاز شروع ہو گیا لیکن انہی واقعات نے میری کایا پلٹ کر رکھ دی۔ اسلام آباد کی گھٹن والی فضاء سے نکل کر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خانس پور میں گورنمنٹ ریسٹ ہاؤس میں چلا آیا۔ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نظر نہ آیا اور دل کو صرف قرآن حکیم سے سکون ملا۔

اس حادثہ نے قرآن کریم سے میرا ٹوٹا ہوا رشتہ دوبارہ جوڑ دیا۔ پراجیکٹ کی دن رات کی مصروفیات کی بنا پر مطالعہ بھی بہت کم چکا تھا مشکل میں اسی سے سہارا ملا۔ کلام اللہ کو پڑھتے وقت اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کیوں نہ میں قرآن حکیم پر سائنٹیفک انداز میں کام کروں، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو آیت در آیت سمجھ کر پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کوشش کے دوران پہلی بار مجھے قرآن پاک کی عظمت کا بھرپور اندازہ ہوا اور یہ بھی پتا چلا کہ مترجم حضرات اکثر کلام اللہ کے الفاظ کو ایسے معنی پہنا دیتے ہیں جو ان کی دانست میں تو صحیح ہونگے لیکن بدقسمتی سے قرآن الحکیم کی روح سے وہ دور نکل جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جب کئی ایک تراجم کا موازنہ کیا گیا تو ان کے درمیان اختلافات کو دیکھ کر یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ قرآن مجید کو اگر سمجھنا ہے تو کلام اللہ کے عربی الفاظ کے معنی پر ڈٹ جاؤ اور اگر کسی عربی لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہیں تو وہ سب بھی ٹھیک ہوں گے، اس لئے کہ علیم العزیز الحکیم جس نے یہ کتاب نازل کی ہے وہ سب معنوں کو خوب جانتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے کلام اللہ کو سمجھنے کیلئے یہ اصول اپنایا تو مجھے اس عظیم کتاب میں بیشمار رموز اور نئے حقائق نظر آنے شروع ہوئے جو ترجموں کے غلاف میں چھپے ہوئے تھے۔ پہلی دفعہ صحیح معنوں میں احساس ہوا کہ واقعی اللہ کی کتاب تمام علوم کے لئے ام الکتاب ہے اور جو سائنس کی انتہا ہے وہ دراصل قرآن کریم کی ابتداء ہے۔

Marfat.com

میں نے عرض کیا ہے کہ قرآن کریم اور اسلام کے متعلق میری تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ عربی زبان سے بھی واقفیت نہیں تھی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ جب بھی بندہ خلوص دل سے اللہ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو کھول دیتا ہے۔ الحمدللہ مجھ پر بھی قرآن کریم کے رموز واضح ہونا شروع ہوئے اور اس کی روح کی سمجھ آنے لگی اور آج میں اسلام پر مقبول عام بیس سے زائد کتابیں لکھ چکا ہوں۔ اسی دوران مجھ پر یہ بھی آشکارا ہوا کہ فی زمانہ خط و کتابت اور لٹریچر کے ذریعے اسلام کی بہترین خدمت ہو سکتی ہے اور چاہے تو میرے جیسا ایک عام آدمی بھی اپنے گھر میں بیٹھے دور دور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا سکتا ہے، اس کیلئے وہی طریقہ جو چھ ہجری کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالمی دعوت کیلئے اپنایا تھا، اس دور میں ہمیں بھی اپنانا چاہئے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل ترجیحات صحیح معلوم ہوئیں۔

1- مسلمان کی زندگی کا مقصد دنیا پر اپنے رب کی کبریائی کو ثابت کرنا ہے۔ یہ مسلمانوں پر دیگر اقوام کا حق ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو خود سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا ہماری اولین ترجیح ہونا چاہیئے۔

2- قرآن مجید زندگی کا روڈ میپ ہے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کئے بغیر اسکی روح کو نہیں پایا جا سکتا اس لئے اس نظریہ کے تحت سیرت طیبہ کا فروغ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اصل رہنما اور انسانیت کے عظیم ترین ہیرو ہیں، اس چیز کو دل سے ماننا اور دوسروں سے منوانا، ہمارے دلوں کا سکون ہونا چاہئے۔

3- دین کی بنیاد حیات بعد الموت اور وہاں کی جزاء وسزا پر پختہ ایمان میں ہے۔ اس لئے دنیا پر حیات بعد الموت کی حقیقت کو واضح کرنا ہمارے اوپر فرضِ عین ہے۔ اسکے بغیر دین بے معنی ہے۔ اور انسانیت کی فلاح بھی اسی حقیقت پر پختہ اعتقاد میں ہے۔

4- قرآن الحکیم اور سنت نبوی کو جدید علوم کی روشنی میں پیش کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ دنیا دلیل مانگتی ہے اس لئے سائنس کی مدد سے قرآن کریم کو سمجھنا اور سمجھانا ضروری ہے ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ بے شک دونوں جہانوں میں یہ کامیابی اور فلاح کا یہ بہترین ہدایت نامہ (Manual) ہیں۔

5- ایک انسان کا دوسرے پر یہ حق ہے کہ وہ اسے دوزخ کی آگ سے بچائے۔ مسلمان پر یہ فرض ہے کہ جہنم کی طرف بڑھتے ہوئے انسانوں کے سیلاب کے آگے بند باندھے اور دنیا پر خلافتِ الٰہیہ کے شاندار نظام کو واضح کرے۔

الحمدللہ ! 1986 میں اس کام کو باقاعدہ طور پر کرنے کیلئے قرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی جس کے پلیٹ فارم سے کافی مفید کام ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ میری پہلی کتاب **Doomsday and Life After Death** جو اس موضوع پر ایک نہایت مفید کاوش ثابت ہوئی ہے، 1987 میں چھپی اور اس کا بڑا اچھا خیر مقدم ہوا۔ اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے 1991 میں "قرآن الحکیم اکیسویں صدی میں" کے موضوع پر سیمینار کرایا گیا تاکہ آنے والی صدی کو اسلام کی صدی بنایا جا سکے، اور تہذیبوں کے ٹکراؤ کے اس دور میں اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا جائے۔ اگرچہ قرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن ایک چھوٹا سا ادارہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے اثرات کو دور دور پھیلا دیا ہے۔ اس

Marfat.com

سارے کام کو بین الاقوامی طور پر جو اہمیت حاصل ہوئی ہے اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ جولائی 1996 میں امریکہ کے مشہور ادارے ''امریکن بائیو گرافیکل انسٹیٹیوٹ''(American Biographical Institute) نے قرآن الحکیم فاؤنڈیشن اور اس کے واسطے مجھے بھی 1986 سے 1996 تک کے ان اداروں اور لوگوں میں شامل کیا ہے جن کے کام سے دنیا پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس طرح سوڈان میں 1993 میں قائم ہونے والے انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ فار ریسرچ انٹوفیتھ (International Institute of Research into Faith) کا ٹرسٹی ہونے کا اعزاز بھی ملا۔ سائنس اور انجینئرنگ کے شعبہ میں میری خدمات کو سراہتے ہوئے 1991 میں پاکستان اکیڈمی آف سائنسز نے گولڈ میڈل دیا بعد میں حکومت پاکستان نے بھی ستارہ امتیاز کا اعزاز عطا کیا۔

دین کے اس کام کے ساتھ ساتھ اٹامک انرجی کے منصوبہ جات پر بھی کام ہوتا رہا۔ کچھ اعلیٰ افسروں کا خیال تھا کہ اسلام کے لئے میری ان کاوشوں کے نتیجہ میں سرکاری کام میں حرج ہوتا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں غلط ثابت کیا اور میرے ہاتھوں سے ریکارڈ وقت میں بہت سے کام پایہ تکمیل کو پہنچائے جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکا کام کرنے لگ جاتا ہے، بھلا جس کے ساتھ کون ومکاں کا مالک ہو جائے اسکی رفتار اور استطاعت کا کیا کہنا۔ چنانچہ انہی سالوں میں اٹامک انرجی کمیشن کے چیئرمین جناب منیر احمد خان (مرحوم) نے مجھ پر بڑا اعتماد کیا اور ان کی سرپرستی میں اس غرض سے کہ اٹیمی منصوبہ جات کو پاکستانؒ میں بننا چاہیے میں نے بذات خود کم وبیش 350 کے قریب پاکستان کے صنعتی اداروں کا معائنہ کیا، ان پر کتابیں لکھیں اور بتایا کہ پاکستان میں کیا کیا ہوسکتا ہے یعنی بحیثیت مجموعی ہمارا ملک ایک عظیم ورکشاپ ہے اور اگر اسکے ذرائع کو استعمال کیا جائے تو سب کچھ کرنا ممکن ہوسکتا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ 1981 میں، میں نے پہلی دفعہ پاکستان میں کوالٹی اشورنس سسٹم (Quality Assurance System) کی بنیاد رکھی اور انڈسٹری کے لوگوں کی کوالٹی میں ٹریننگ کے لئے سکول قائم کیے۔ اسکے علاوہ ملکی طور پر نیوکلیرری ایکٹر بنانے کے لئے مکمل منصوبہ بندی کی گئی۔ لاہور میں پاکستان کا پہلا ایسا اٹیمی پلانٹ لگایا جسکی مدد سے دوائیوں اور میڈیکل سامان میں اٹیمی شعاؤں کی مدد سے جراثیم کشی کی جاتی ہے، اسکے علاوہ پاکستان کو یورنیم کی صنعت میں خودانحصاری کے پراجیکٹوں کو وسیع کیا۔ چشمہ نیوکلیر پاور پلانٹ کے لئے پاکستان سے بننے والے حصوں کی نشاندہی کی گئی، اور خوشاب ری ایکٹر کے لئے پاکستان میں اٹیمی ایندھن بنانے والے منصوبے کو مکمل کیا۔ یہ تمام منصوبے اپنی اپنی جگہ پر اہم تھے لیکن اہم ترین پراجیکٹ خوشاب جیسے غیر معمولی نیوکلیر ری ایکٹر کو پاکستان کے ذرائع سے بنانا تھا۔ جس کی وجہ سے پاکستان کو نہ صرف اٹیمی ہتھیاروں کے میدان میں بے پناہ قابلیت حاصل ہوئی بلکہ ملکی سطح پر اٹیمی پلانٹ بنانے کی طرف ہمیں اہم پیش رفت بھی حاصل ہوئی۔ ایک زبردست ٹیم بنی جو کہ آئندہ کی ترقیوں کی اب ضامن ہے

مجھے یہ بتانے میں ایک روحانی خوشی ہوتی ہے کہ اپنے ذمہ پر تمام منصوبوں کی تکمیل کے لئے میں قرآن کریم اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے رہنمائی حاصل کرتا رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظامی طریقوں کو اپنایا۔ میں تمام تر ذمہ داری سے کہوں گا جو کچھ بھی کامیابی ہوئی وہ انہی کی مرہونِ منت ہے۔ وہیں سے مجھے حوصلہ اور برکت ملی اور انہی کے لئے میں نے کام کیا۔ پاکستان ہمارے نزدیک اسلام

Marfat.com

کا قلعہ ہے جس کی حفاظت اور ترقی کے لئے کام کرنا جہاد ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی کوئی آدمی اپنی زندگی کا مقصد اللہ تبارک تعالیٰ کا نام بلند کرنا بنالیتا ہے اور سچے دل سے کہتا ہے کہ ''میری نماز، قربانی، جینا، مرنا سب رب العالمین کیلئے ہے'' تو وہ ذات پاک اس آدمی کے وقت، رزق اور اولاد میں برکت عطا فرما دیتا ہے اور اس کے مسائل کو خود حل کرتا ہے۔ رب العالمین کی اس رحمت اور برکت کا مجھ سا نکما آدمی بھی گواہ ہے۔ یہ اسی کا فضل ہے کہ دن رات کی سرکاری مصروفیات کے باوجود مجھے دین کیلئے کام کرنے، کتابیں لکھنے اور اس کام کو آگے بڑھانے کیلئے بہت سا وقت ملتا رہا، اس کا مطلب یہی ہے کہ جو کوئی بھی اسلام کیلئے کام کرے گا تو عزیز الحکیم، غفور الرحیم اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام شعبے اس پر آسان کردے گا، اس کے ذرائع میں برکت ڈال دے گا، اس کی اولاد اور دوستوں کو اس کیلئے باعث رحمت بنادے گا اور اگر کبھی توقعات کے خلاف بھی کام ہوتا ہے تو اس میں بھی اگر ہم سمجھیں تو فوائد ہی فوائد ہوتے ہیں۔ مجھ سا ادنیٰ آدمی اس بات کی ایک مثال ہے۔

میرے لئے یہ بات بھی بہت خوشی کی ہے کہ مجھے فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر لکھنے کی توفیق ہوئی اور یوں یہ حقیر بندہ سیرت نگاروں میں شامل کرلیا گیا۔ اس کتاب کا نام بزبان انگریزی The First and The Last ہے جو بفضل تعالیٰ مقبولیت حاصل کررہی ہے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق میری زندگی بھی حضور رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کی مرہونِ منت ہے اور میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں۔

کتھے مہر علی، کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایک بھرپور زندگی عطا فرمائی، راہ ہدایت دکھائی۔ مجھے میری اوقات سے بھی زیادہ دیا۔ اب جب زندگی کے 69 زینوں پر کھڑا ہوں نیچے دیکھتا ہوں تو احساسِ ندامت ہوتا ہے کہ " حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا" اوپر دیکھتا ہوں تو اپنے الرحمان والرحیم رب کی مغفرت اور رحمت کا سہارہ نظر آتا ہے جس سے دل کو ڈھارس ہوتی ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت پر آس لگائے مطمئن ہو جاتا ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ جو مجھ سے نہ ہو سکا میری اولاد سے کروائے۔ قیامت تک جو میری نسل میں پیدا ہو حزب اللہ کا بندہ ہو۔

اے اللہ اپنے اس حقیر بندے، سلطان بشیر محمود کو اپنے اور اپنے عظیم الشان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں عزت عطا فرما۔ بے شک اسلام سے بہتر کوئی دین نہیں۔ دنیا کی بقاء اور ترقی اس پر عمل کرنے میں ہے۔

اس تعارف کا اختتام میں اپنے ہی چند ٹوٹے پھوٹے شعری جملوں پر کرتا ہوں۔ یہی میری زندگی کی کہانی ہے۔

ظاہر دیکھا، باطن دیکھا
اول دیکھا، آخر دیکھا
جس چیز کو میں نے دیکھا

Marfat.com

اس چیز میں تجھ کو پایا
ہر جا تو ہی تو، ہر سُو تو ہی تو، تو ہی تو

وہ ہونا تھا کہ انہونا تھا
سمندر تھا کہ قطرہ تھا
جنگل تھا کہ پتہ تھا
سورج تھا کہ ذرہ تھا
یہی کچھ یاد ہے، ہر جا تو ہی تو، ہر سُو تو ہی تو

یہ سب تیرے امر کا مظہر تھا
تیرے کرم کا ثمر تھا
تیرے حُسن کا منظر تھا
تیرے کرم کا ابَر تھا
ہر جا تو ہی تو، ہر سُو تو ہی تو، تو ہی تو

تجسس کے اس عالم میں، ایک رہبر دیکھا
روشن چہرہ کہتے ہیں جسے مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ایک نوری قلم سے اپنے ہاتھوں سے،
وہ لکھتا جاتا تھا، لکھتا جاتا تھا
ہر شے پر اللہ اللہ اللہ............ اللہ اللہ اللہ

اسکے روشن قدموں کے پیچھے پیچھے
میں چلتا رہا، میں چلتا رہا، میں چلتا رہا

الحمدللہ! ''کتابِ زندگی'' مسلسل مقبولِ عام ہو رہی ہے۔ قارئین کے اصرار کے پیشِ نظر چھٹا ایڈیشن سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا حجم زیادہ ہو گیا ہے لیکن اس نسبت سے افادیت بھی بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور جن دوستوں نے کسی بھی ذریعہ سے تعاون فرمایا ہے انکے لئے صدقہ جاریہ ہو۔

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اظہار تشکر

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ماتوفیقی الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کروں ،کم ہوگا کہ اس ذات باری تعالیٰ نے اپنے اس حقیر بندے کو اپنی کتاب کی تفسیر لکھنے کی توفیق بخشی ہے۔ صاحب قرآن سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ رحمت العالمین جو آخری نبی اور رسول ہیں اور جن پر اللہ تعالیٰ کا پیغام پایہ تکمیل کو پہنچا ان پر کروڑں اربوں درودو سلام

قران کریم کا ترجمہ اور تفسیر لکھنے کے دوران میں نے کئی ایک علماء اور مفسرین کی کوششوں سے استفادہ کیا ہے، دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ خصوصی طور پر پیر محمد کرم شاہ کی "ضیاء القرآن"، ایران کے جملہ علماء کرام کی کوشش "تفسیر نمونہ"، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی "تفہیم القران"، مولانا احمد رضا بریلوی کی "کنزالایمان"، سید محمد رفاعی عربی کی "تفسیر رفاعی"، ابو سعود حسن علوی کی "تدریس لغت القرآن" مولانا وحیدالدین خان کی "تذکیر القرآن"، علامہ یوسف علی کی انگریزی تفسیر، علامہ محمد اسد کی انگریزی تفسیر، حضرت خواجہ حسن نظامی کی تفسیر "عام فہم تفسیر"، مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی "معارف القرآن"، ڈاکٹر نصیر احمد کی "احسن القرآن"، میر محمد حسین کے "مضامین قرآن"، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کی "لغات القران"، مرزا ابوالفضل بن فیاض علی کی "غریب القرآن فی کفات الفرقان"، علامہ عنائت اللہ المشرقی کی "تملہ" میرے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے دوسرے علماء کرام، دانشوروں، محققین کی تصانیف سے مستفید ہوتا رہا ہوں۔ میں اپنے دوستوں میں سے خاص طور پر میجر (ر) امیر افضل خان کی علمی اعانت کا شکر گذار ہوں۔ شروع میں تفسیر کا یہ کام ہم نے اکٹھے مل کر مکمل کرنے کا پروگرام بنایا تھا جو چند وجوہ کی بنا پر جاری نہ رہ سکا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کو قبول فرمائے۔ جب سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی تفسیر کا مسودہ تیار ہو گیا تو میں نے پڑھنے کے لئے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب صدر تنظیم اسلامی پاکستان، ڈاکٹر محمد ادریس ہاشمی بانی الھدیٰ انٹرنیشنل اسلام آباد اور کچھ دیگر علماء اور قرآن کریم کے طلباء کو دیا۔ میں ان سب حضرات کی رہنمائی کیلئے شکر گذار ہوں۔

قرآن کریم کی آیات کمپیوٹر پروگرام سے اٹھائی گئی ہے مزید احتیاط کے پیشِ نظر آیات کریمہ کی کچھ علماء نے حرف بہ حرف نظر ثانی بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نیک کام کیلئے ان سب حضرات کو نیک جزا عطا فرمائے۔

میں اپنے اہل خانہ، خصوصاً والدہ صاحبہ، اپنی اہلیہ بیگم نسیم کیفی محمود، بچوں اور ان کی بیگمات کا بھی بہت شکر گذار ہوں کہ ان سب کے تعاون اور دعاؤں سے یہ کام آسان ہوتا گیا۔ ان کے علاوہ میں جناب محترم بھائی مفتی لطف اللہ صاحب اور ''امت تعمیر نو'' میں اپنے ساتھیوں بالخصوص محترم حاجی محمد صدیق صاحب، انجینئر عبدالمجید صاحب، شیخ محمد طفیل صاحب، ڈاکٹر محمد عطا صاحب، مرزا یوسف بیگ

Marfat.com

صاحب اور منیر احمد جوندہ صاحب کیلئے دعا کرتا ہوں، ان سب حضرات کا تعاون میرے لئے اس مشکل کام میں بڑا اسود مند رہا۔

خصوصی طور پر کمپیوٹر کمپوزر طاہر حمید اور نصرت زہرا نے جس جانفشانی سے کام کیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ذات پاک اس کام کو قبولیت عطا فرمائے اور ان تمام ہستیوں کو اعلیٰ انعامات سے نوازے جنہوں نے کسی بھی طرح اس تفسیر کی تیاری، چھپوائی اور تقسیم میں مدد کی ہے اور مجھے توفیق بخشے کہ بقیہ کام احسن طریقے سے مکمل کرسکوں۔ (آمین)

سلطان بشیر محمود

اپریل ۲۰۰۲

Marfat.com

اسلام اور سائنس کے حوالہ سے مصنف کی نہایت مفید کتابیں

نامور ایٹمی سائنسدان انجینئر موجد اور محقق سابق ڈائریکٹر جنرل پاکستان اٹامک انرجی کمیشن سلطان بشیر محمود کی مندرجہ ذیل کتابیں نوعیت میں اسلامی اور سائنسی کلاسک ہیں۔ جن کا مطالعہ نہ صرف زندگی اور آخرت کے مسائل کو سمجھنے کے لئے بلکہ انسانیت کو اسلام سے روشناس کرانے کے لئے بھی ضروری ہے۔ یہ کتابیں دوستوں کو دینے کے لئے بہترین تحفہ اور تبلیغ اسلام کے لئے بھی نہایت موثر ذریعہ ہیں۔

۱۔ قیامت اور حیات بعد الموت:

جس میں قرآن کریم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس کی روشنی میں تخلیق کائنات، مومن کا فلسفہ حیات، زندگی موت، جسم، روح، ملائکہ اور جنات کے حقائق، عالم برزخ، قیامت، آخرت، یوم الدین، جنت، دوزخ کے حالات پر بے مثل تحقیق ہے، جس کے متعلق ہزاروں پڑھنے والوں کی یہی رائے ہے کہ یہ کتاب انسان کے زمان ومکان میں سفر پر محققانہ، مدلل اور سائنٹیفک تجربات پر مشتمل ایک ایسا کام ہے جس کا مطالعہ ضروری ہے۔ Rs. 350/-

۲۔ قرآن پاک ایک چیلنج ایک سائنسی معجزہ:

قُرآن پاک اللہ تعالیٰ کا امر ہے اس کے نور میں سے ایک نور اور دنیا کے ہر دور کے انسان کے لئے منبع ہدایت، زندگی کے رہنما، (Roadmap for Life) اور سب سے بڑی روحانی طاقت ہے۔ لیکن آج کا دور اسلام اور مسلمان دونوں کیلئے چیلنج کا دور ہے۔ زیر نظر کتاب اس چیلنج کے جواب کی طرح ایک سعی ہے اور قُرآن پاک کے جدید سائنسی معجزات کی نشان کے سامنے انسانی عقل بے بس ہوگئی ہے۔

Rs. 150/-

۳۔ ماورے انسان کی طبیعاتی اور ماورائی حقیقت

روح کیا ہے؟ جسم، زندگی، رُوح اور نفس میں کیا فرق ہے؟ زندگی اور موت کی حقیقت کیا ہے؟ کیا انسانی زندگی بڑھ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قُرب کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ روحانی ارتقاء کے لئے کیا کیا جائے؟ یہ کتاب ایسے مسائل کا مدلل قُرآنی اور سائنسی جواب مہیا کرتی ہے۔

Rs. 300/-

۴۔ الفوز العظیم (اللہ کے ولی کی گائیڈ بک):

عظیم ترین کامیابی کیا ہے؟ رب کائنات سے دوستی کیسے ہوسکتی ہے؟ دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے زندگی کی ترجیحات کیا ہونی چاہئیں؟ اولیاء اللہ کے اوصاف اور ان کی پہچان کیا ہے؟ اللہ کا ولی بننے کے لئے کیا کرنا پڑے گا؟

Rs. 150/-

۵۔ تلاشِ حقیقت:

مصنف نے صوفیانہ انداز میں سائنس کو اس طرح رنگ دیا ہے کہ عام آدمی بھی اس مختصر کتاب "تلاشِ حقیقت" سے بہت مستفید ہوا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ذکر فکر اور تسخیر کے حوالہ سے جس طرح مومن کی شان کی تعریف کی ہے اس کا سمجھنا آج کل کے مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ذکر، شیطان کی تمام وارداتوں کو ناکام کرتا ہے، فکر روحانیت کو بلندی کے طرف لے جاتا ہے اور عمل تسخیر کی راہ کھولتا ہے تلاش حقیقت میں ذکر، فکر اور تسخیر یہ تینوں مومن کے اسباب ہیں۔

Rs. 150/-

۶۔ قیامت سر پر ھے:

قیامت کب آئے گی؟ اس کے بارے میں کوئی صحیح پیش بینی نہیں کی جاسکتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک راز ہے جس کو راز میں ہی رکھنا اس کی مصلحت ہے۔ البتہ ایک پر تجسس محقق اس کی آمد کے بارے میں کچھ اندازے لگا سکتا ہے۔

Rs. 20/-

۷۔ داڑھی:

آج بہت سے مسلمان رواج سے مغلوج یا ذہنی طور پر بے دین عناصر کے سامنے مغلوب طرح طرح کی تاویلات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مبارک سنت کی اعلیٰ الاعلان بلا ناغہ مخالفت کرتے ہیں لیکن دین رسم نہیں جو اکثریت کی رائے یا طریقہ سے بدلہ جا سکے۔ اس لئے غیر مسلموں کا پراپیگنڈہ یا مسلمانوں کی بے راہ روی یا اسلام کے نام نہاد دانشوروں کی سوچ اس سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت کو کم نہیں کر سکتی۔ Rs. 30/-

۸۔ غذا، ہم کیا کھائیں، پیئیں اور کیسے؟:

جسم اور روح کی عمدہ صحت کے لئے خالقِ کائنات کی وحی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی روشنی میں خوراک کے موضوع پر ایک نہایت مفید کتاب جو ہر مسلمان کے لئے اچھی صحت کی ضمانت اور باعثِ برکت ہوگی۔ Rs. 40/-

۹۔ صراطِ مستقیم کا مُسافر اور رُوح کی خوشبو:

مسلسل جدو جہد، شاندار موت اور بقاءِ رُوح کے سچے واقعات پر مشتمل کہانی۔ Rs. 40/-

۱۰۔ حیات بعدالموت حیرت انگیز سائنسی مشاہدات و تجربات: Rs. 50/-

۱۱۔ چیلنج (کوئی خدا نہیں مگر اللہ): Rs. 15/-

12- THE FIRST AND THE LAST (May Peace be upon him)

It is comprehensive biography of the greatest of the mankind, the Last Messenger of Allah (PBUH), Benefactor of the worlds. It is espacially written for the busy people, student, scholars and intellectuals, Muslims and non-muslims alike to help to fashion our lives on the glorious footsteps of the greatest of Prophet of Allah.
Rs. 200/-

13- DOOMS DAY AND LIFE AFTER DEATH

This is the original English version of the book No.2 a treatise on the secrets of life and the life Hereafter, Doomsday, jannat and Jehannum in the light of the Holy Quran and Modern Science-a reader friendly book study of which will enrich your lives tremendously.
Rs. 250/-

14- COSMOLOGY AND HUMAN DESTINY

An original research work which deals with our daily life happenings to help make vital decisions about our family life, children business and political developments in the world. The book is thorough scientific study of " Why events happen?" It is a scientific guide to plan and care for your own future and sheds light on the future events, with reference to activity of sunspots and storms in the Sun.
Rs. 250/-

15- CHILDREN RHYMES

A new book of Children rhymes is very good for concept building. Because of its educative value and innovative approach we have prescribed it in all our classes. Thought provoking children rhymes in order to inculcate habits of research, creativity and moral values.
Rs. 150/-

Marfat.com

16- THE IRREFUTABLE CHALLENGE OF THE REALITY

Evidence of nature about the Ultimate Reality of Allah; Perception of Faith in Him; the Scientific and mathematical challenges of the Holy Qur'an as a proof of its Revelation from the Creator of the worlds, and understanding of the Islam as a Universal natural religion of mankind for a successful life in this world and the life Hereafter.

Rs. 200/-

17- THE SPIRIT OF THE HOLY QURAN

Translation and Scientific Interpretation of the last 41 Suras of the Holy Quran, from Al-Muddaththir to An-Naas.

Rs. 400/-

18- THE CHALLENGE OF REALITY

Irrefutable evidence from nature about the Ultimate Reality of Allah Subhana-Hu, Perception and understanding of Him through His creations. Where does Man stand in His scheme of things? What is the Universal religion? What does it teach? Personality Test to judge our own rating in the Sight of Allah.

Rs. 100/-

19- THE MIRACULOUS QURAN A CHALLENGE TO SCIENCE & MATHEMATICS

This is the account of some of the great scientific facts about the Universe and Human beings surprisingly first pointed out in the Holy Quran long before their discovery by the modern science; and also the mind-boggling mathematical miracles which could be verified in this computer age only, posing the soul searching question, "Who could be the author of this book other then Allah Himself"?

Rs. 100/-

20- OUR JOURNEY THROUGH TIME AND SPACE

Rs. 20/-

دار الحکمت انٹرنیشنل

60-C، ناظم الدین روڈ، F-8/4، اسلام آباد Tel : 2252938-2260001

Web:- www.darulhikmat.com E-mail:-sbmahmood1213@yahoo.com,sbm@darulhikmat.com

Marfat.com

کتابِ زندگی

قرآن حکیم کی سائنسی تفسیر

سُورَۃُ الفاتحہ سُورَۃُ البقرۃ

سُورَۃ آلِ عمران

اٹامک سائنٹسٹ انجینئر

سلطان بشیر محمود ستارۂ امتیاز

(سابقہ) ڈائریکٹر جنرل پاکستان اٹامک انرجی کمیشن

Marfat.com